

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّذِي هِيَ أَقْوَمُ
بلاشبہ یہ قرآن نہایت سیدھی راہ دکھاتا ہے

تَفْسِيرُهُ

هَذَا الْقُرْآنُ

ان شاء اللہ یہ تفسیر آپ کو قرآن کریم سے بہت قریب کر دے گی

جلد ہفتم

تالیف

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب الن پوری

شیخ الحدیث و صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند

ناشر

مکتبہ حجاز دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ان شاء اللہ یہ تفسیر آپ کو قرآن کریم سے بہت قریب کر دیے گی

حضرت مولانا محمد عثمان صاحب کاشف الہامی قدس سرہ (ولادت ۵ رمضان سن ۱۳۱۵ھ مطابق ۳ جنوری سن ۱۹۳۳ء وفات: ۱۸ شعبان سن ۱۴۱۷ھ مطابق ۳۰ دسمبر سن ۱۹۹۶ء) اس تفسیر کے نامکمل پر مذکورہ عنوان لکھا کرتے تھے، کیونکہ انھوں نے تفسیر کا انوکھا طریقہ اختیار کیا تھا، وہ پہلے مفردات کے معانی لکھا کرتے تھے، پھر سلیس، آسان، باحاورہ ترجمہ کیا کرتے تھے، مرحوم تفسیر بھی آسان لکھتے تھے، وہ عوام کو پیش نظر رکھ کر لکھتے تھے، پھر جب میں نے پارہ دس سے لکھنا شروع کیا تو ان کے طریقہ کی پیروی کی، اگرچہ میں اُن جیسی رسلی زبان نہیں لکھ سکتا تھا، مگر انھوں نے اپنی عالی ظرفی سے میرے لکھے ہوئے پارے پر تبصرہ کیا کہ پیوند کچھ براتو نہیں! — اس سے کلاہ و حقان بافتاب رسید!

پھر چند پاروں کے بعد میں نے ایک اضافہ کیا، حاشیہ میں مشکل الفاظ کے معانی اور مشکل جملوں کی ترکیب لکھنی شروع کی، میں نے یہ کام طلبہ اور علماء کے لئے مفید سمجھ کر شروع کیا ہے، پھر جلد ششم کے نصف سے عناوین کا اضافہ کیا، اس ساتویں جلد میں مضامین پر دلالت کرنے والے عناوین بڑھائے ہیں، پھر اس کے بعد تقریر ہے جو آیات کریمہ کو پیش نظر رکھ کر کی گئی ہے، پھر ترجمہ ہے، اور جہاں ضرورت محسوس کی گئی تفسیر بھی ہے، میرے خیال میں یہ طریقہ سبھی قارئین کے لئے مفید ہوگا۔

علاوہ ازیں: قرآن کریم نہایت منظم کلام ہے، کوئی بات بے ربط نہیں، ارتباط بھی عناوین سے خود بخود واضح ہو جائے گا، البتہ نص نہی کے چار طریقے ہیں: نص کے الفاظ سے، اشاروں سے، دلالت سے اور اقتضاء سے استدلال کرنا، مفسرین کرام چاروں طریقوں سے تفسیر کرتے ہیں، مگر اس تفسیر میں صرف عبارت الہی کو پیش نظر رکھا گیا ہے، باقی تین دلائل کو فائدہ کی شکل میں لکھا ہے، اس سے بھی کلام میں ارتباط آسانی سے سمجھ میں آجائے گا۔

بہر حال میں نے کوشش میں کمی نہیں کی، رہی یہ بات کہ میں قارئین کرام کو قرآن کریم سے قریب کرنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں: اس کا فیصلہ دوسرے کریں گے، میں نے تو درگزر نہی کی (چھوڑا نہیں) جو مجھ سے ہو سکا:

سپرد بتو مایہ خویش را ❀ تو دانی حساب کم و بیش را
(میں نے اپنا سرمایہ آپ کو سونپ دیا ❀ آپ خود کمی بیشی کا حساب کر لیں)

فہرست مضامین

سورہ یس

- تمہید..... فضائل سورہ..... یس قرآن کا دل کیوں ہے؟ ۲۱
- یس مریض پر کب پڑھی جائے؟ ۲۲
- رسالت، ولیل، رسالت اور مقصد رسالت ۲۳
- جب گمراہی تہ بہ تہ ہو جاتی ہے تو اصلاح کے لئے سخت محنت درکار ہوتی ہے ۲۵
- ڈرانے کا فائدہ کس کے حق میں ظاہر ہوتا ہے؟ ۲۶
- مؤمنین کو ان کے ایمان اور عمل صالح کا ثواب کب ملے گا؟ ۲۶
- مکہ کے مکذبین کو ایک سبق آموز واقعہ سناتے ہیں ۲۹
- لوگ مرے پیچھے کس طرح زندہ کر کے حاضر کئے جائیں گے؟ (بعث بعد الموت کی پہلی دلیل) ۳۳
- دوسری دنیا کی کیا ضرورت ہے؟ جوڑی کے قانون سے اس کو سمجھاتے ہیں ۳۳
- آخرت اصل ہے، دنیا عارض، وقت اس کی ایک مثال ہے (بعث بعد الموت کی دوسری دلیل) ۳۴
- سورج کی اپنی چال کی نظیر ۳۵
- نظام شمس و قمر کی استواری ۳۵
- تمام انسانوں کو جو دین پر ہو جانے تک دنیا کا بقاء منظور ہے (بعث بعد الموت کی تیسری دلیل) ۳۶
- عذاب گرد و پیش سے بھی آسکتا ہے ۳۸
- لوگ عذاب کی خبریں سنتے ہیں، مگر ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیتے ہیں ۳۹
- روگردانی کی دو مثالیں ۳۹
- آخرت کا عذاب ۴۱
- جنت کی نعمتوں کا بیان ۴۲
- توحید کا بیان ۴۳
- جنت اللہ کی عبادت کرنے والوں کے لئے ہے اور شیطان کے پرستاروں کے لئے جہنم ہے ۴۳
- مشرکین سیدھے جرم کا اعتراف نہیں کریں گے تو ان کے اعضاء بولیں گے ۴۵

- ۴۵ مشرکین دنیا میں بھی عذاب کی زد سے بچے ہوئے نہیں
- ۴۶ قرآن شاعری نہیں، وہ زندوں کے لئے نصیحت اور مردوں پر حجت ہے
- ۴۷ پالتو چوپایے پیدا کر کے اللہ نے انسانوں پر بڑا احسان کیا، پس وہ اس کا شکر بجالائیں
- ۴۹ امید تھی کہ نہ آئی! قادر مطلق کو عاجز مخلوق کی طرح سمجھ لیا!
- ۴۹ ایک چیز سے اس کی ضد نکالنے کی مثال:
- ۵۰ اللہ کی قدرت کا مکمل بیان

سورہ صافات

- ۵۳ توحید کا بیان قرآنی قسمیں مقسم علیہ کی دلیلیں ہوتی ہیں
- ۵۴ قدرت باری کا بیان
- ۵۵ تارے اور ان کے مقاصد
- ۵۶ بعث بعد الموت (مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے) کا بیان
- ۵۹ قیامت کا ایک منظر: نھا رخا نے میں بھی ننگے!
- ۶۰ مشرکین انکار تو حید کی اور رسول کی شان میں گستاخی کی سزا پائیں گے
- ۶۳ مخلصین کے لئے آخرت میں چھ نعمتیں
- ۶۵ جنت کے میوؤں اور جہنمیوں کی خوراک زقوم میں موزانہ کرو جنت کی مہمانی کی اہمیت سمجھ میں آئے گی
- ۶۷ رسالت کا بیان
- ۶۷ انسانوں کے دوسرے جدا مجد اور پہلے رسول حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ
- ۷۰ ابوالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا تذکرہ توحید کی دعوت اور قوم کی عداوت
- ۷۳ التجاء کے بعد بیٹا ملا، اس کی بھی قربانی کرنے کا حکم ملا!
- ۷۴ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں
- ۷۷ موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا تذکرہ
- ۷۷ حضرت الیاس علیہ السلام کا تذکرہ
- ۷۹ حضرت لوط علیہ السلام کا تذکرہ

- ۷۹ حضرت یونس علیہ السلام کا تذکرہ
- ۸۳ ابطال شرک
- ۸۳ ۱- اللہ کے لئے لڑکیاں ماننا عربوں کے عرف کے خلاف ہے
- ۸۳ ۲- ملائکہ مؤنث ہیں اس کی کیا دلیل ہے؟
- ۸۳ ۳- اللہ کے لئے اولاد ماننا خود تراشیدہ عقیدہ ہے
- ۸۴ ۴- اللہ کے لئے لڑکیاں ماننا دلیل عقل کے بھی خلاف ہے
- ۸۴ ۵- اللہ کے لئے اولاد ہونے کی کوئی نقلی دلیل بھی نہیں
- ۸۴ ۶- جنات سے سسرالی رشتہ ہے تو جنات عذاب سے کیوں ڈرتے ہیں؟
- ۸۴ ۷- اللہ کے بارے میں صحیح عقائد وہی ہیں جو انبیاء نے بیان کئے ہیں
- ۸۴ ۸- کوئی کسی کو گمراہ نہیں کر سکتا، مگر جس کی قسمت ہوئی ہے وہی بہکتا ہے
- ۸۵ ۹- فرشتے ہمہ وقت صف بستہ اور تسبیح خواں ہیں، پھر وہ معبود کیسے ہو سکتے ہیں؟
- ۸۵ ۱۰- شرکین کے پاس جواز شرک کی نقلی دلیل نہیں، اس کی دلیل
- ۸۵ ۱۱- جب نصیحت نامہ (قرآن) آیات تو اس کا انکار کر دیا
- ۸۶ ۱۲- رسول کی نصرت اور مؤمنین کا غلبہ طے شدہ امر ہے، مگر تھوڑا وقت درکار ہے
- ۸۷ ۱۳- جس عذاب کا تقاضا کر رہے ہو وہ آیا ہی چاہتا ہے
- ۸۷ ۱۴- توحید ہی توحید!

سورہ نحل

- ۹۰ سورت کی تمہید..... حروف ہجا کی معنویت (خاص مضمون)
- ۹۱ مقسم بہ اور مقسم علیہ
- ۹۲ فرشتہ رسول کیوں نہیں آیا؟ انسان رسول کیوں آیا ہے!
- ۹۲ سب خداؤں کا ایک خدا! عجیب بات!
- ۹۲ دعوئے رسالت کے پیچھے کوئی چھپی غرض ہے
- ۹۳ توحید کی بات، ہم نے اپنے آخری دھرم میں نہیں سنی
- کیا یہی صاحب رسول بنانے کے لئے رہ گئے تھے؟ کیا اللہ کو کوئی بڑا رئیس مالدار نہیں ملا جس کو

- ۹۳ رسول بناتے؟
- رسولوں کی تکذیب کی پاداش میں بڑی بڑی قومیں تباہ ہو چکی ہیں، مکہ والوں کی ان کے سامنے کیا حیثیت
- ۹۴ ہے؟
- ۹۶ مشرکین مکہ کو تکذیب رسول کی سزا قیامت کے دن ملے گی، اور قیامت کے آنے میں دیر ہی کیا ہے؟
- ۹۶ رسول اللہ ﷺ کو ہدایت کہ مکہ میں کی باتیں کہیں، اور گزشتہ رسولوں کو یاد کریں
- حضرت داؤد علیہ السلام کا تذکرہ، وہ اللہ کی طرف بہت رجوع ہونے والے بندے تھے، اور اس کی ایک
- ۹۶ مثال
- ۹۹ حضرت داؤد علیہ السلام اللہ کی طرف بہت رجوع ہونے والے بندے تھے: دوسری مثال
- ۹۹ اس سلسلہ میں ایک ابتلاء بھی پیش آیا
- ۱۰۳ سربراہ کی ذمہ داری ہے قانون الہی کے مطابق معاملات کا تنصیب کرے
- ۱۰۴ دنیا کا کارخانہ بے مقصد پیدا نہیں کیا
- ۱۰۴ جس آئین کی پیروی کرنی ہے وہ قرآن کریم ہے
- ۱۰۶ حضرت سلیمان علیہ السلام بھی اللہ کی طرف بہت رجوع کرنے والے تھے
- ۱۰۶ دنیا کی کسی چیز سے محبت دین کی وجہ ہو تو وہ بھی اللہ کا ذکر ہے (گھوڑوں کا معائنہ کرنے کا واقعہ)
- ۱۰۷ دوسرا واقعہ بھی جہاد کی تیاری سے متعلق ہے مگر اس میں ابتلاء پیش آیا
- ۱۱۰ حضرت ایوب علیہ السلام بھی اذاب (اللہ کی طرف رجوع کرنے والے) تھے
- ۱۱۱ اسباب اختیار کرنے ضروری ہیں:
- ۱۱۳ ایک حیلہ جو حدیث میں آیا ہے:
- ۱۱۳ حیلوں کی شرعی حیثیت:
- ۱۱۳ چھ اور جلیل القدر انبیاء کا مختصر تذکرہ
- ۱۱۴ انبیاء علیہم السلام کے ذکر کے بعد عام متقین کا ذکر
- ۱۱۶ پرہیزگاروں کے بعد مشرکوں کا تذکرہ
- ۱۱۷ جہنم میں عذاب کی دو صورتیں: تجاصم (رد و کد) اور تحسرت (افسوس کرنا)
- ۱۱۹ ملا اعلیٰ میں بحث و محصل ہو کر معاملات طے ہوتے ہیں، پھر وہ متعلقہ کارکنوں کو سونپے جاتے ہیں

۱۲۲ تخلیق آدم کے وقت فرشتوں کی رودکد اور شیطان کی بک بک جھک جھک

سورۃ الزمر

۱۲۵ دین اسلام کی بنیادی تعلیم: توحید ہے

۱۲۵ نجات لیس دین (عبادت) مقبول نہیں:

۱۲۶ مشرکوں کی دو غلط فہمیاں

۱۲۸ توحید (ایک معبود ہونے) کی دلیل

۱۳۲ ہر چیز کے خالق اللہ تعالیٰ ہیں مگر پسند مختلف ہے

۱۳۳ عیش کا نشہ اللہ سے غافل کرتا ہے

۱۳۳ مصیبت میں اللہ کو یاد کرنے والے اور ہر وقت اللہ کی اطاعت کرنے والے برابر نہیں

۱۳۶ توحید کے لئے پوری شریعت پر عمل ضروری ہے

۱۳۸ توحید و انابت کا راستہ اختیار کرنے والوں کے لئے خوش خبری

۱۴۰ جنت میں رواں دواں نہروں کی نظیر

۱۴۱ قرآن کریم ہدایت کا سرچشمہ ہے، مگر ہدایت اس وقت ملتی ہے جب اس کی باتوں پر شرح صدر ہو

۱۴۳ جن لوگوں کو قرآن کریم سے ہدایت نہ ملے ان کی سزا

۱۴۶ واضح اور مختصر مثال سے موحّد و شرک کا فرق

۱۴۶ سارے جھگڑے قیامت کے دن اللہ کی عدالت میں پیش ہونگے

۱۴۷ حیات النبی ﷺ کا مسئلہ

۱۴۷ منکر قرآن کا ٹھکانا دوزخ ہے

۱۴۹ قرآن کی تصدیق کرنے والوں کا ٹھکانا جنت ہے

۱۵۱ اپنے معبودوں سے کیا ڈراتے ہو، ہمارا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہے

۱۵۲ تم اللہ سے ڈرو، ان کا عذاب دنیا و آخرت میں پہنچنے والا ہے

۱۵۲ مشرکین کو جو سزا ملے گی وہ ان کے انکار کا وبال ہوگی، ان پر ظلم نہیں ہوگا

۱۵۳ آخرت کو مستبعد مت سمجھو، نیند کی مثال سے اس کو سمجھو

۱۵۵ کیا مشرکین مورتیوں سے سفارش کی امید باندھے ہوئے ہیں؟ اس خیال ست و محال ست وہ ہم!

- ۱۵۶ جو اللہ سے ملنے کی امید نہیں رکھتے ان کو اللہ کا ذکر نہیں بھاتا
- ۱۵۷ مشرکین جن باتوں میں نبی ﷺ سے اختلاف کرتے ہیں ان کا عملی فیصلہ قیامت کے دن ہوگا
- ۱۵۷ جب عملی فیصلہ ہوگا تو مشرکین کو ایسی سخت سزا ملے گی کہ چھٹی کا دودھ یاد آ جائے گا!
- ۱۵۹ دولت قابلیت سے نہیں ملتی
- ۱۶۱ مشرکین کو فہمائش کے بعد دعوتِ ایمان
- ۱۶۲ قرآن کریم کا نزول ایمان و عمل کی استواری کے لئے ہے
- ۱۶۳ آخرت میں مشرک اور مؤمن کا انجام
- ۱۶۵ اثباتِ توحید اور ردِ اشراک
- ۱۶۵ شرک کا سبب اللہ کی عظمت کو کما حقہ نہ پہچاننا ہے
- ۱۶۶ قیامت برپا ہوگی اور انصاف سے فیصلے ہونگے
- ۱۶۹ قرآن پر ایمان نہ لانے والوں کو جہنم میں پہنچایا جائے گا
- ۱۷۰ ایمان و تقویٰ والے جنت کی طرف روانہ کئے جائیں گے
- ۱۷۱ عدالت برخواست!

سورۃ المؤمن

- ۱۷۴ قرآن کریم بہ تدریج اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے
- جو لوگ قرآن میں جھگڑا اٹھاتے ہیں ان کی چاروں کی چاندنی دھوکہ نہ دے، ان کا انجام اگلوں کی طرح
- ۱۷۵ دوزخ ہے
- ۱۷۷ جو لوگ کفر و شرک سے توبہ کر لیں اور شریعت کی پیروی کریں ان کے لئے مقرب فرشتے دعا کرتے ہیں
- ۱۷۹ کافروں اور مشرکوں پر فرشتے لعنت بھیجتے ہیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان سے بیزار ہیں
- ۱۷۹ جہنمی اپنی جانوں سے بیزار ہونگے اور بار بار دنیا کی طرف لوٹنے کی درخواست کریں گے
- ۱۸۰ کافروں اور مشرکوں کو جہنم میں ہمیشہ رہنا ہے، یہ برتر بڑے کا فیصلہ ہے جو بدل نہیں سکتا
- ۱۸۱ ایک اللہ کی عبادت کرو، اگرچہ کافر ناک چڑھائیں!
- ۱۸۲ مادی روزی کی طرح اللہ نے روحانی روزی کا بھی انتظام کیا ہے
- ۱۸۳ دنیا کے آخری دن میں انسانوں کا انصاف سے حساب ہوگا

- قیامت کے کچھ احوال ۱۸۴
- رسولوں کی تکذیب کا انجام ۱۸۵
- موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ ۱۸۷
- خاندان فرعون کے ایک مومن نے فرعون کو قتل ہوئی سے روکا ۱۹۱
- نعمت کی قدر زوال کے بعد ہوتی ہے: ۱۹۳
- موسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں بلا وجہ کا شک تھا: ۱۹۳
- فرعون نے قتل کا منصوبہ تو پیچھے ڈال دیا مگر اس کو بہت دور کی سوچھی ۱۹۶
- فرعونوں کی دنیا میں، برزخ میں اور آخرت میں سزا ۱۹۹
- عذاب قبر برحق ہے، اور یہ آدمی بات ہے ۱۹۹
- عذاب قبر روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے ۲۰۰
- عذاب قبر قرآن اور تواتر سے ثابت ہے ۲۰۰
- جہنم میں چھوٹے بڑے باہم جھگڑیں گے ۲۰۱
- بڑوں سے مایوس ہو کر جہنمی: جہنم کے ذمہ دار فرشتوں سے درخواست کریں گے ۲۰۱
- ذرا صبر کریں، دن پھرنے والے ہیں، اللہ کا وعدہ سچا ہے ۲۰۳
- اسلام کی بنیادی تعلیمات میں مشرکین کا جھگڑا ۲۰۵
- اللہ کی نزدیکی حاصل کرنے کی صورت ۲۰۶
- نعمتیں یاد دلا کر توحید کی دعوت ۲۰۸
- جب توحید پر دلائل قائم ہو گئے تو غیر اللہ کی عبادت کا کیا جواز ہے! ۲۱۱
- دلائل توحید میں جھگڑنے والوں کی اور مورتی پوجا کرنے والوں کی سزا ۲۱۳
- مشرکین کو دیر سویر سزا ہونی ہے مگر یہ بات نبی کے اختیار میں نہیں ۲۱۵
- عام وخاص: ہر معاملہ کا اختیار اللہ کا ہے ۲۱۷
- عام معاملہ: جیسے انسانوں کے لئے موشی پیدا کرنا خاص معاملہ: جیسے عذاب سے قوموں کو تباہ کرنا ۲۱۷
- مواشی میں انسانوں کے لئے گونا گوں فوائد ہیں ۲۱۸
- رسولوں کی مخالفت پر ہمیشہ عذاب آیا ہے ۲۱۹

سورہ حم السجدة

- قرآن کے چار اوصاف ۲۲۱
- قرآن سے فائدہ کون لوگ اٹھاتے ہیں؟ ۲۲۲
- نبی زور جبر نہیں کر سکتا، وہ صرف پیغام پہنچاتا ہے ۲۲۲
- آخرت کے صحیح اعتقاد کے ساتھ خیر خیرات ایمان کا سبب ہے: ۲۲۳
- مشرکین کے مقابل مؤمنین کا ذکر: ۲۲۴
- اللہ نے کائنات چھ دنوں میں پیدا کی ہے: دن سے کیا مراد ہے؟ ۲۲۵
- آسمان پہلے پیدا کئے یا زمین؟ ۲۲۶
- معبود وہی ہے جو کائنات کا خالق و مالک ہے ۲۲۶
- تحلیق ارض و سماء کے اوقات، دن اور رات میں ترتیب ثابت نہیں ۲۲۷
- مشرکین کو وارننگ کہ اگر وہ شرک سے باز نہ آئے تو ان کا دنیوی انجام عاؤ و نمود جیسا ہوگا ۲۲۹
- مشرکین کو آگاہی کہ اگر وہ اسلام کی مخالفت سے باز نہ آئے تو ان کا اخروی انجام بہت برا ہوگا ۲۳۲
- انسان متضاد صلاحیتوں کا جامع ہے ۲۳۳
- شیاطین کفار سے کیا کیا حرکتیں کراتے ہیں ۲۳۵
- روحیں وصول کرنے کے لئے عالم بالا سے فرشتے آتے ہیں، اور مستقیم مسلمانوں کو خوش خبری سناتے ہیں ۲۳۶
- استقامت یہ ہے کہ مکمل دین پر عمل کے ساتھ دین کی دعوت بھی دے ۲۳۹
- دعوت کا ایک اصول: پتھر کے جواب میں پھول برسانا ۲۴۰
- کبھی داعی کو شیطان اوچھا کر دیتا ہے: ۲۴۱
- اسلام کے بنیادی عقائد کا بیان ۲۴۲
- آفتاب و مہتاب کو مت پوجو، یہ تو اللہ کی نشانیاں ہیں، ان کے ساتھ شب و روز کا نظام وابستہ ہے ۲۴۲
- جو مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے وہی مردہ انسانوں کو بھی زندہ کرے گا ۲۴۳
- دلیل رسالت (قرآن کریم) کا بیان ۲۴۶
- اسقرآن کریم کے بارے میں غلط بیانی مت کرو، جہنم میں جھوٹے جاؤ گے! (الحادی صورتیں) ۲۴۶
- ”تاویل کرنے والے کو کافری نہیں کہنا چاہئے“: یہ قاعدہ ضروریات دین کے علاوہ کے لئے ہے ۲۴۷

- ۲۳۸ قرآن کا انکار بلاوجہ ہے۔ قرآن میں تو تین خوبیاں ہیں
- ۲۳۸ قرآن کے تعلق سے نبی ﷺ پر بھتی کتنا کوئی نئی بات نہیں
- ۲۳۸ قرآن کریم کے تین اوصاف
- ۲۳۸ ۱۔ قرآن کریم واضح فصیح کلام ہے:
- ۲۳۹ ۲۔ قرآن کریم جنت کا راستہ دکھاتا ہے:
- ۲۳۹ ۳۔ قرآن کریم روحانی اور جسمانی پیاریوں کی دواء ہے:
- ۲۵۴ قیامت کب آئے گی؟
- ۲۵۴ قیامت جب بھی آئے گی اللہ کے علم سے کوئی بات مخفی نہیں ہوگی:
- ۲۵۵ قیامت کی جلدی کیوں ہے؟
- ۲۵۵ مایوسی کے بعد مہربانی پہنچتی ہے تو انسان اس کو اپنا کمال سمجھتا ہے!
- ۲۵۶ قرآن اللہ کی برحق کتاب ہے، اس کا انکار کر کے کھانے میں مت پڑو
- ۲۵۷ قرآن کی صداقت آج نہیں کل ظاہر ہوگی

سورۃ الشوری

سورت کا نام اور موضوع حوامیم کے مضامین مشترک ہیں وحی بھیجے کا سلسلہ قدیم

- ۲۶۰ سے جاری ہے
- ۲۶۱ کائنات اللہ تعالیٰ کی ملک ہے اللہ کی عبادت کے لئے فرشتے بہت ہیں
- ۲۶۲ نالائق بندے اللہ کی گرفت سے باہر نہیں
- ۲۶۲ عربوں میں کام کی ذمہ داری نبی ﷺ پر تھی
- ۲۶۳ انبیاء کے مشن میں قیامت اور اس کے احوال سے آگاہ کرنا بھی ہے
- ۲۶۳ جن و انس کی صلاحیتیں دیگر مخلوقات سے مختلف ہیں، اس لئے انجام بھی مختلف ہوگا
- ۲۶۴ کارساز بنانا ہے تو اللہ کو بناؤ جو ہر کام کر سکتے ہیں، بے چاروں کو کیا مددگار بناتے ہو!
- ۲۶۵ اللہ تعالیٰ کی مادی کارسازی
- ۲۶۶ نہ ذات میں اللہ کا کوئی مماثل نہ صفات میں
- ۲۶۸ روحانی کارسازی کا بیان

- ۲۶۸ اقامتِ دین فرض اور اس میں اختلافِ حرام ہے
- ۲۶۹ توحید کی دعوتِ شرکین پر گراں گذرتی ہے
- ۲۶۹ حسن استعداد والے توحید کو قبول کرتے ہیں
- ۲۷۰ توحید: ادیانِ سادہ کا متفقہ عقیدہ کہاں ہے؟ عیسائی تثلیث کے قائل ہیں؟
- ۲۷۱ دین بگاڑنے والوں کو اللہ تعالیٰ سزا کیوں نہیں دیتے؟
- ۲۷۱ کیا عیسائی عقیدہ تثلیث پر مطمئن ہیں؟
- ۲۷۲ عیسائیوں سے دو ٹوک دس باتیں:
- ۲۷۴ توحید میں بحثِ فضول ہے، اور شرکین کے دلائل بے بنیاد ہیں
- ۲۷۵ اللہ کی یکتائی سمجھنے کے لئے تین چیزوں کی ضرورت
- ۲۷۶ قیامت کے ماننے والے اور نہ ماننے والے
- ۲۷۶ اللہ تعالیٰ منکرینِ قیامت کی بھی روزی روٹی بند نہیں کرتے
- ۲۷۶ منکرین پر عتابِ دنیا کی حد تک ہے، آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں
- ۲۷۸ روحانی کارسازی و صورتیاں نہیں کرتیں پھر وہ معبود کیسے ہو سکتی ہیں؟
- ۲۷۹ عذابِ بھیج کر حق و باطل کا عملی فیصلہ نہ کرنے کی وجہ
- ۲۷۹ جو مخالفین کفر و شرک پر مر رہے ان کو آخرت کے عذاب سے سابقہ پڑے گا
- ۲۸۰ مؤمنین جنت کے سبزہ زاروں میں شاد کام ہونگے
- ۲۸۰ مخالفین سے بھڑی رشتہ کی رعایت کی درخواست
- ۲۸۱ رعایتِ در رعایت کی ترغیب
- ۲۸۳ مخالفت کی اصل وجہ: ایک سنگین الزام
- ۲۸۴ مخالفین کو ایمان کی دعوت اور مؤمنین کو دعوہ کی ترغیب
- ۲۸۵ مکہ کے مالداروں کے لئے مؤمنین کی غریبی ایمان کی راہ کار وڑا بنی ہوئی تھی
- ۲۸۶ دولت کی عام فراوانی فساد کا سبب ہے
- ۲۸۷ اللہ تعالیٰ نعمتیں دیتے بھی مصلحت سے ہیں اور لیتے بھی مصلحت سے ہیں
- ۲۸۸ جب لوگ بارش سے مایوس ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ رحمت کی بارش برساتے ہیں

- ۲۹۰ مکذبین جب مصائب سے دوچار ہوتے ہیں تو وہ اس کو نبی کی نحوست سمجھتے ہیں
- ۲۹۳ دنیا کی چیزیں چند روزہ استعمال کے لئے ہیں
- ۲۹۳ آخرت کی نعمتیں بہتر اور دیرپا ہیں، اور وہ اُن مؤمنین کے لئے ہیں جن میں آٹھ باتیں ہوتی ہیں
- ۲۹۶ ظلم کا بدلہ لینے کی اجازت پر ایک سوال کا جواب
- ۲۹۸ آخرت میں مشرکوں اور کافروں کی حالت
- ۲۹۸ جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کریں اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا:
- ۲۹۹ ہدایت یہاں سے لے کر آخرت میں جانا ہے:
- ۲۹۹ آخرت میں گمراہی کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا:
- ۳۰۰ منکرین کو نصیحت کہ قیامت سے پہلے ایمان لے آؤ:
- ۳۰۰ رسول کی ذمہ داری صرف بات پہنچانے کی ہے
- ۳۰۱ نہیں مانو گے تو آخرت میں سزا پائو گے اور وہ تمہارے کرتوتوں کا نتیجہ ہوگی
- ۳۰۲ جس کا راج اس کا تاج
- ۳۰۳ رسالت کا بیان
- ۳۰۳ مخلوق کی راجائی خالق کی ذمہ داری ہے
- ۳۰۴ فیضانِ علوم (وحی) کی تین صورتیں
- ۳۰۵ وحی کی ایک چوتھی صورت جو حدیث میں ہے
- ۳۰۶ قرآن روح ہے اور قرآن لانے والا فرشتہ روح الامین
- ۳۰۷ قرآن کریم شمع رسالت ہے

سورۃ الزخرف

- ۳۰۹ قرآن کریم پانچ خوبیوں کی حامل کتاب ہے
- ۳۰۹ ۱- قرآن واضح کتاب ہے
- ۳۰۹ ۲- قرآن فصیح عربی میں ہے
- ۳۰۹ ۳- آسمانی کتابوں میں قرآن سب سے برتر ہے
- ۳۱۰ ۴- قرآن ہر حکمت ہے

- ۳۱۰ ۵۔ قرآن خیر خواہی پر مشتمل ہے۔
- ۳۱۲ توحید کا بیان اور قدرت کی پانچ کار فرمائیاں
- ۳۱۴ سواریاں اللہ کی نعمت ہیں، ان کا شکر بجالاؤ۔
- ۳۱۶ ابطالِ شرک: اللہ کی اولاد! وہ بھی بیٹیاں! العیاذ باللہ!
- ۳۱۹ شرک کے جواز و احتساب پر مشرکین کی عقلی دلیل اور اس کا جواب
- ۳۲۰ جوازِ شرک کی کوئی نقلی دلیل نہیں، بس باپ دادوں کی اندھی تقلید ہے۔
- ۳۲۱ بطلانِ شرک کی نقلی دلیل ہے، مگر مشرکین اس کو کہاں مانتے ہیں!
- مشرکین کے جدا محمدؐ نے باپ کی اور قوم کی راہ غلط دیکھ کر چھوڑ دی تھی پس کیا ان کے لئے اس میں اسوہ نہیں!
- ۳۲۱ رسالت اور دلیلِ رسالت کا بیان
- ۳۲۳ مکہ یا طائف کے کسی بڑے آدمی کو بھی بتا کر اس پر قرآن کیوں نازل نہیں کیا گیا؟
- ۳۲۶ دنیا کا مال سامان اللہ کے نزدیک بے وقعت اور حقیر ہے۔
- ۳۲۷ جو شخص قرآن سے اعراض کرتا ہے اس پر شیطان مسلط کیا جاتا ہے۔
- ۳۲۹ کل کا دوست آج کا دشمن!
- ۳۲۹ بنجر زمین میں بیج نہیں اُگتا۔
- ۳۳۰ عذابِ وقت پر آئے گا، پیغمبر کے سامنے آنا ضروری نہیں۔
- ۳۳۰ اب قرآن کے ماننے والے کیا کریں؟
- ۳۳۰ قرآن کریم دولتِ صدِ افتخار ہے!
- ۳۳۱ جو قرآن کریم کی دعوت ہے وہی تمام انبیاء کی دعوت ہے۔
- ۳۳۳ فرعون خود کو ربِ اعلیٰ کہتا تھا اس کا دماغ ٹھیک کرنے کے لئے موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا۔
- ۳۳۶ توحید اور صحیفِ انبیاء
- ۳۳۷ توحید اور آج کے یہود
- ۳۳۸ عیسائیت میں توحید کہاں؟ وہ تو عیسیٰ کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں!
- ۳۳۹ عیسیٰ علیہ السلام کے تعلق سے پانچ باتیں

- ۳۴۱ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے توحید کی دعوت دی، پھر احد میں عیسائیوں میں اختلاف ہوا
- ۳۴۳ خالموں کا قیامت کے دن برا حال ہوگا
- ۳۴۴ پرہیز گار آخرت میں شاد کام ہوں گے
- ۳۴۵ وارث بنانے اور نائب بنانے میں فرق
- ۳۴۶ مغفرت کا حقیقی سبب فضل خداوندی ہے اور اعمال صالحہ سبب ظاہری ہیں
- ۳۴۷ بدکاروں کا انجام بد
- ۳۵۰ توحید کا اثبات اور ولدیت کی نفی
- ۳۵۱ لوگ قیامت تک بوس دلائل سے اللہ کے لئے اولاد ثابت کرتے رہیں گے
- ۳۵۲ کائنات میں اللہ ہی معبود ہیں
- ۳۵۲ تاج تخت اللہ کے لئے ہے، اور وہی جانتے ہیں کہ قیامت کب آئے گی
- ۳۵۲ مشرکین کی مورتیاں سفارش نہیں کر سکیں گی
- ۳۵۳ جادوہ جو سر چڑھ کر بولے
- ۳۵۳ رسول کی فریاد اور تسلی

سورة الدخان

- ۳۵۵ سورت کا آغاز اور حروف مقطعات
- ۳۵۶ قسم اور اس کی اہمیت
- ۳۵۶ بابرکت رات: شب قدر میں طے ہونے والی باتوں کی ایک مثال: رسالت رحمت ہے:
- ۳۵۷ توحید کا بیان
- ۳۵۹ پیشین گوئی کہ مکہ والوں کو سخت کال سے کھڑکھڑایا جائے گا، مگر کتنے کی ذمہ لگی سے ٹیڑھی نکلے گی!
- ۳۶۲ مکہ والوں سے پہلے فرعونین کو جانچا گیا، اور معزز رسول بھی آیا، مگر نتیجہ صفر رہا!
- ۳۶۵ بنی اسرائیل کے احوال میں مکہ کے مظلوم مسلمانوں کے لئے تین اشارے
- ۳۶۸ آخرت کا بیان
- ۳۷۰ قیامت کے دن کافروں کا حال
- ۳۷۱ قیامت کے دن پرہیزگاروں کا حال

سورۃ الجاثیہ

- ۳۷۴ قدرت کاملہ کے کارناموں سے توحید پر استدلال
- ۳۷۷ توحید کے دلائل سن کر شرک پر اڑے رہنے والے کا انجام
- ۳۷۸ نعمتیں ذکر کر کے ایمان کی دعوت
- ۳۷۹ مسلمان ابھی غفور و رحیم سے کام لیں
- ۳۸۱ رسالت کا بیان
- ۳۸۱ نبوت کوئی انوکھی چیز نہیں جو اس کا انکار کیا جائے
- ۳۸۲ خاتم النبیین ﷺ کی نئی شریعت کے ساتھ بعثت
- ۳۸۴ آخرت کا بیان
- ۳۸۴ نیک و بد ہمیشہ یکساں نہیں رہیں گے
- ۳۸۵ کائنات با مقصد پیدا کی گئی ہے، اگر آخرت نہیں ہوگی تو مقصد تخلیق فوت ہو جائے گا
- ۳۸۵ جب انسان ہدایت کی صلاحیت کھو دیتا ہے تو مہر لگ جاتی ہے اور ہدایت کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں
- ۳۸۷ خواہش کو خدا بنانے کی دو مثالیں
- ۳۸۹ قیامت کے احوال
- ۳۹۱ ابھی قیامت کا یقین مشکل ہے، پھر جب وہ واقعہ بنے گی تو یقین سے فائدہ کیا ہوگا!
- ۳۹۲ منکرین قیامت کی سزا جس عمل سے ہوگی، اس لئے مستر ہے
- ۳۹۳ جہنمیوں کو معافی مانگنے کا موقعہ نہیں دیا جائے گا
- ۳۹۳ قیامت کی کورٹ برخواست اور نعرہ حمد!

سورۃ الاحقاف

- ۳۹۶ آفتاب آمد دلیل آفتاب
- ۳۹۶ کائنات خاص مقصد سے مقررہ میعاد تک کے لئے پیدا کی گئی ہے
- ۳۹۶ توحید کا بیان اور شرک کی تردید
- ۳۹۹ رسالت اور دلیل رسالت کا بیان

- ۳۹۹ مشرکین کا قرآن پر پہلا تبصرہ کہ وہ کھلا جادو ہے
- ۴۰۰ مشرکین کا قرآن پر دوسرا تبصرہ کہ وہ خود ساختہ کلام ہے
- ۴۰۲ دو باتیں جو قریش کے گھمنڈ کی دلیل ہیں
- ۴۰۵ قرآن کریم کی دعوت قبول کرنے والوں کی زندگی کا نقشہ
- ۴۰۵ نیک مؤمنین کا اخروی انجام:
- ۴۰۶ نیک مؤمنین کے دنیوی احوال:
- ۴۰۶ ۱- نیک مسلمان والدین کا پورا خیال رکھتے ہیں:
- ۴۰۸ ۲- نیک مسلمان اللہ کی نعمتوں کا شکر بجالاتا ہے:
- ۴۰۸ ۳- نیک مسلمان اچھے اعمال کی توفیق مانگتا ہے:
- ۴۰۹ ۴- نیک مسلمان اولاد کی بہبودی کے لئے دعا کرتا ہے:
- ۴۰۹ ۵- اللہ کے سامنے انقیاد و اطاعت کا اظہار:
- ۴۰۹ نیک مسلمان کا مال:
- ۴۱۱ جن لوگوں نے قرآن کی دعوت قبول نہیں کی ان کی زندگی کا نقشہ
- ۴۱۲ فانی نیکوں کا اجر بھی فانی!
- ۴۱۵ جن لوگوں نے انبیاء کی دعوت قبول نہیں کی وہ تباہ ہوئے: ماضی بعید کی مثال
- ۴۱۶ قوم عاد پر انگوٹھی کے حلقہ کے بقدر ہوا چھوڑی گئی
- ۴۱۷ عادی ہلاکت میں مشرکین قریش کے لئے عبرت
- ۴۱۸ جن لوگوں نے اللہ کی دعوت قبول نہیں کی وہ تباہ ہوئے: ماضی قریب کی مثالیں
- ۴۱۹ جنات جو سرکش مخلوق سمجھی جاتی ہے: وہ قرآن سنتے ہی ایمان لے آئی
- ۴۱۹ جنات مکلف مخلوق ہیں
- ۴۲۰ جنات کے ایمان لانے میں قریش کے لئے سبق:
- ۴۲۲ آخرت کا بیان
- ۴۲۲ خالق ارض و سماء کے لئے مردوں کو زندہ کرنا کیا مشکل ہے!
- ۴۲۳ مصیبت کے وقت عیش کا زمانہ تھوڑا معلوم ہوتا ہے:

سورہ محمد

- سورت کا نام اور موضوع ۴۲۵
- اللہ تعالیٰ کافروں کی چالوں کو خاک میں ملائیں گے، اور مومنین کے احوال سنواریں گے ۴۲۶
- جہاد دنیا کے احوال سنوارنے کا ایک ذریعہ ہے ۴۲۷
- رقیت (غلامی) جنگوں کا پیدا کیا ہوا مسئلہ ہے ۴۲۹
- جہاد میں عدوؤں کا امتحان ہے: جہاد کی پہلی حکمت ۴۲۹
- جہاد کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو جنت سے ہم کنار کرنا چاہتے ہیں: جہاد کی دوسری حکمت ۴۳۰
- مجاہدین جم کر مقابلہ کریں، وہی کامیاب ہونگے اور مخالفین پسپا ہونگے ۴۳۱
- نیک مومن اور کافر کا انجام مختلف ہوگا ۴۳۲
- جنت کا حال جس کا پرہیز گاروں سے وعدہ کیا گیا ہے ۴۳۵
- نام نہاد مسلمانوں کے کچھ احوال، دھمکی اور ہتھکڑیاں ۴۳۷
- جب جہاد کی اجازت ملی تو منافقین پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھنے لگے! ۴۴۰
- جہاد کے تعلق سے مسلمانوں کی ذمہ داری ۴۴۰
- اسن عالم کے لئے اسلامی حکومت ضروری ہے، اور وہ جہاد سے قائم ہوگی ۴۴۱
- کسی کو جہاد کے فوائد نظر نہ آئیں تو وہ قرآن کا مطالعہ کرے ۴۴۱
- جہاد میں پیٹھ پھیرنے کی وجہ اور اس کی سزا ۴۴۳
- منافقوں کے دلوں کا کھوٹ ظاہر ہو کر رہے گا ۴۴۵
- جہاد کا حکم ایک آزمائش ہے ۴۴۵
- چھپے کافر کیا کھلے کافر بھی دین کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے ۴۴۶
- حکم عدوی محنت پر پانی بھیر دیتی ہے ۴۴۷
- جہاد کافروں کو جہنم سے بچانے کے لئے ہے ۴۴۸
- دو صورتوں میں دشمن سے صلح جائز نہیں ۴۴۹
- مجاہدین جہاد کے لئے خرچ کرنے میں پس و پیش نہ کریں ۴۵۰

سورہ فتح

- ۴۵۵ صلح حدیبیہ کے ذریعہ نبی ﷺ پر پانچ انعامات
- ۴۵۸ صحابہ رضی اللہ عنہم پر تین نوازشیں
- ۴۵۹ جب فتح مبین حاصل ہوگی تو منافقوں اور مشرکوں کی مٹا مرے گی!
- ۴۶۱ اللہ کے لشکر کو فہمائش
- ۴۶۲ رسول اللہ ﷺ کی مجاہدین پر نظر
- ۴۶۲ کیا اللہ تعالیٰ حاضر ناظر ہیں؟
- ۴۶۳ بعثت نبوی کا اصل مقصد: لوگ اطاعت و عبادت کی زندگی اپنائیں
- ۴۶۴ اطاعت و عبادت والی زندگی کے لئے بیعت کی اہمیت
- ۴۶۴ بیعت سلوک کیوں کی جاتی ہے؟
- ۴۶۵ بیعت سلوک کے تعلق سے مختلف نظریے
- ۴۶۸ غزوہ حدیبیہ میں منافقین کا کردار
- ۴۷۰ غزوہ حدیبیہ کا تمغہ غزوہ خیبر کو بتایا تاکہ مجاہدین نہال ہو جائیں
- ۴۷۱ جب سخت جنگ جو قوم سے ٹکڑ ہوگی تب گنواروں کی اطاعت کا بھرم کھلے گا
- ۴۷۲ معذوروں پر جہاد فرض نہیں، مگر اطاعت ضروری ہے
- ۴۷۴ حدیبیہ میں مؤمنین پر چار انعامات
- ۴۷۶ صلح حدیبیہ کے بعد کے پانچ واقعات
- ۴۷۶ ۱- امت کو بہت غنیمتیں ملیں گی، خیبر کی غنیمت ان کی پہلی قسط ہے۔
- ۴۷۶ ۲- بنو غطفان کو خیبر نہیں پہنچے دیا۔
- ۴۷۶ ۳- بنو غطفان کا واقعہ مؤمنین کے لئے ایک نشانی ہے۔
- ۴۷۷ ۴- اللہ تعالیٰ مؤمنین کو سیدھے راستہ پر چلائیں گے۔
- ۴۷۷ ۵- فتح مکہ کے بعد ایک بڑی غنیمت مسلمانوں کو حاصل ہوگی۔
- ۴۷۸ حدیبیہ میں صلح نہ ہوتی جنگ چھڑ جاتی تو کیا ہوتا؟ دشمن دم دبا کر بھاگتا!
- ۴۷۸ قریش کے جوانوں نے جنگ بھڑکانے کی پوری کوشش کی

- ۴۸۰ قریش کے سربراہوں نے جنگ بھڑکانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی
- ۴۸۱ وہ مصلحت جس کی وجہ سے اللہ نے حدیبیہ میں جنگ نہیں ہونے دی
- ۴۸۲ صلح اس وقت ہوتی ہے جب کوئی ایک فریق نرم پڑے، اور دوسری فریق اچھا ہوتا ہے!
- ۴۸۳ خواب سچا دکھایا ہے، وقت پر ضرور شرمندہ تعبیر ہوگا
- ۴۸۶ اللہ تعالیٰ فتح پر فتح اس لئے دے رہے ہیں کہ اسلام کو جلد غلبہ حاصل ہو
- ۴۸۷ حدیبیہ میں موجودین کی مدحت و منقبت

سورہ حجرات

- ۴۹۴ آیات پاک کا خلاصہ
- ۴۹۴ پہلا حکم: لوگ نبی ﷺ سے قول و فعل میں سبقت نہ کریں
- ۴۹۵ دوسرا حکم: لوگ نبی ﷺ سے کلامی آواز سے بات نہ کریں نہ چلا کر خطاب کریں
- ۴۹۶ لوگوں کی ذہن سازی کرنی چاہئے کہ وہ چھوٹے بڑوں میں فرق مرا تب کریں
- ۴۹۷ چھوٹوں بڑوں کا ایک دوسرے کو نام سے پکارنا
- ۴۹۸ غیر معتبر آدمی کوئی خبر لائے تو تحقیق کے بغیر اقدام نہ کریں
- ۴۹۹ تحقیق کے لئے بات و مدار کے سامنے پیش کی جائے
- ۴۹۹ فضائل صحابہ
- ۵۰۰ مسلمانوں میں کوئی نزاع پیش آئے تو فریقین میں انصاف کے ساتھ صلح صفائی کرا دینی چاہئے
- ۵۰۲ فساد کے تین اسباب: مذاق کرنا، عیب ڈکالنا اور برے القاب سے پکارنا
- ۵۰۴ فساد کے دیگر تین اسباب: بدگمانی کرنا، ہراس لگانا اور غیبت کرنا
- ۵۰۸ ذات پات پر فخر کرنا بگاڑ کا بڑا سبب ہے
- ۵۱۰ ایمان کی کمزوری بھی بگاڑ کا ایک سبب ہے



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ یس

نمبر شمار ۳۶ نزول کا نمبر ۴۱ نزول کی نوعیت: کلی آیات ۸۳ رکوع: ۵

یہ سورت مکی دور کے وسط میں نازل ہوئی ہے، اس کا نزول کا نمبر ۴۱ ہے، مکی سورتیں ۸۵ ہیں۔ اس سورت کا موضوع رسالت، آخرت اور توحید ہے۔ گذشتہ سورت کے آخر میں رسالت کا بیان تھا، یہ سورت بھی رسالت کے بیان سے شروع ہوئی ہے، اور رسالت کی دلیل قرآن کریم ہے، اس کی قسم کھا کر کہا گیا ہے کہ نبی ﷺ مجملہ پیغمبراں ہیں، اور وہ سیدھے راستہ پر ہیں۔

فضائل سورۃ: — اس سورت کے فضائل میں کوئی صحیح حدیث نہیں، مگر چونکہ فضائل کا باب ہے اس لئے ضعیف حدیثیں بھی معتبر ہیں، مشکلات شریف فضائل القرآن میں اس سورت کی فضیلت میں چار حدیثیں ہیں:

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: اِنْ لِّكُلِّ شَيْءٍ قَلْبًا يُّنْكَلُ بِهَرَجٍ كَلِمَةٍ لِّدَلِّهِ، وَقَلْبُ الْقُرْآنِ يَسُّ: اور قرآن کا دل یس شریف ہے جو من قرأ یسَ كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ بِقِرَاءَتِهَا الْقُرْآنَ عَشْرَ مَرَّاتٍ: اور جو شخص یس شریف پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کو پڑھنے کی وجہ سے دس مرتبہ قرآن پڑھنے کا ثواب لکھیں گے۔

تشریح: یس شریف کو قرآن کا دل تین وجوہ سے کہا گیا ہے:

پہلی وجہ: دل سے اشارہ درمیان کی طرف ہوتا ہے، اور یس مثنائی میں سے ہے جو معین اور مَنع طَوْل سے چھوٹی اور مفصلات سے بڑی ہیں، اس طرح وہ قرآن کا درمیان اور دل ہے (قرآن پاک کی سورتیں آیات کی تعداد وغیرہ کے اعتبار سے چار حصوں میں منقسم ہیں: (۱) طَوْل: لمبی سورتیں (۲) معین: جس میں سویا کچھ زیادہ یا کچھ کم آیتیں ہیں (۳) منطالی: جن میں سو سے کافی کم آیتیں ہیں (۴) مفصلات: جن میں بہت کم آیتیں ہیں، اور یس شریف میں تراوی آیتیں ہیں اور اس کا شمار منطالی میں ہے)

دوسری وجہ: دل سے اشارہ جسم کے اہم جز کی طرف ہوتا ہے، اور اس سورت میں شہر اظہا کیہ کے ایک بزرگ حبیب نجار کی جو تقریر آئی ہے: اس میں توکل، تقویٰ اور توحید کی تعلیم ہے، یہ مضامین آیات (۲۳-۲۵) میں ہیں، ان

اہم مضامین کی وجہ سے اس کو قرآن کا دل کہا ہے۔

تیسری وجہ: دل پر حیات کا مدار ہے، وہی مایہ زندگی ہے، اور اس سورت میں تدبر و تفکر کی جملہ انواع موجود ہیں، اس لئے اس کو قرآن کا قلب کہا گیا ہے (رحمۃ اللہ: ۴: ۳۷۹)

حدیث (۲): رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے طہ اور یٰس کو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے سے ہزار سال پہلے پڑھا، پس جب فرشتوں نے قرآن سنا تو کہا: نیک بختی ہے اس امت کے لئے جس پر یہ نازل کی جائیں گی! نیک بختی ہے ان بیٹوں کے لئے جو اس کو اٹھائیں گے! نیک بختی ہے ان زبانوں کے لئے جو اس کو پڑھیں گی!

حدیث (۳): حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کہتے ہیں: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص دن کے شروع حصہ میں یٰس پڑھے اس کی تمام ضروریات پوری کی جائیں گی“

حدیث (۴): رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے اللہ کی خوشنودی کے لئے یٰس پڑھی اس کی سابقہ تمام کوتاہیاں معاف کر دی جائیں گی، پس اس کو اپنے مردوں (قرب المرگ) پر پڑھو“

اور مظہری میں ابن حبان اور ویلی کے حوالے سے یہ حدیث ہے کہ جس مرنے والے کے پاس سورۃ یٰس پڑھی جاتی ہے اس کی موت کے وقت آسانی ہوتی ہے۔

فائدہ: لوگ جب سکرات شروع ہو جاتی ہے، اور مریض کو کچھ ہوش نہیں رہتا، تب یٰس پڑھتے ہیں، یہ طریقہ ٹھیک نہیں، جب مریض کو ہوش ہو، اور موت کی علامات ظاہر ہوں، اس وقت مریض خود پڑھے یا دوسرا سناے تو وطن کا شوق پیدا ہوگا، مومن کا وطن جنت ہے، اور اس سورت میں معاد (روحوں کے واپس آنے) کا ذکر ہے، یعنی آدمی مر کر ختم نہیں ہوتا، دوبارہ زندہ ہوگا اور جنت میں جائے گا، یہ مضمون پڑھے گا یا سنے گا تو مرنے کا اور دنیا چھوڑنے کا غم نہیں ہوگا، بلکہ وہ پُر امید ہو جائے گا۔

یٰس پڑھنے کا عمل انفرادی عمل ہے، اس کو اجتماعی عمل بنانا اور اس کا التزام کرنا درست نہیں



سُورَةُ يَسَ مَكِّيَّةٌ (۳۶) بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَسَ ۝ وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ ۝ إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ تَنْزِيلَ الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ۝ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أُنْذِرَ آبَاؤُهُمْ فَهُمْ غَافِلُونَ ۝ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلَى أَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ إِنَّا جَعَلْنَا فِي أَنْعَامِهِمْ أَغْلًا ۖ فَبِئْسَ الْاِذْقَالُ ۖ فَهُمْ مُمَسِّحُونَ ۖ وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا ۖ وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَعْشَيْنَهُمُ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ۖ وَسَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أُنْذِرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۖ إِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمَنَ الْغَيْبَ ۖ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَأَجْرٍ كَرِيمٍ ۖ إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتَى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَرَهُمْ ۖ وَكُلُّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ ۖ

یس	یس	سیدھے	مُستقیم	اللہ کے نام سے	بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
بے خبر ہیں	غفلون	بہتر بنانا	تَنْزِيلُ (۳)	بے حد مہربان	وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ
البتہ تحقیق	لَقَدْ	زبردست	الْعَزِيزِ	نہایت رحم والا	يَسَ
ثابت ہوئی	حَقَّ	نہایت مہربان کا	الرَّحِيمِ	یا مسکن	وَالْقُرْآنِ
بات	الْقَوْلُ	تاکہ ذرا نہیں آپ	لِتُنْذِرَ (۴)	قسم قرآن	الْحَكِيمِ
ان کے اکثر پر	عَلَى أَكْثَرِهِمْ	لوگوں کو	قَوْمًا	پُر حکمت کی	إِنَّكَ
پس وہ	فَهُمْ	نہیں	هَآءِ (۵)	بے شک آپ	لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ (۱)
ایمان نہیں لائیں گے	لَا يُؤْمِنُونَ	ڈرائے گئے	أُنْذِرَ	یقیناً رسولوں میں سے ہیں	عَلَى صِرَاطٍ (۲)
بے شک ہم نے	إِنَّا	ان کے اسلاف	أَبَاؤُهُمْ	راستہ پر	

(۱) لمن المرسلين: ان کی پہلی خبر (۲) علی صراط: ان کی دوسری خبر (۳) تنزیل (مصدر) فعل محذوف کا مفعول مطلق، ای نَزَلَ تنزیلاً (۴) تنزیل سے متعلق (۵) ہما: تانیہ، اور جملہ قوم کی صفت۔

جَعَلْنَا	بنائے	لَا يُبْصِرُونَ ^(۳)	نہیں دیکھتے	فَبَشِّرْهُ	پس خوش خبری سناس کو
فِي آخِرِ قَوْمٍ	ان کی گردنوں میں	وَسَوَاءٌ	برابر ہے	بِغَفْوَةٍ	بخوش کی
أَغْلَا ^(۱)	طوق	عَلَيْهِمْ	ان پر	وَأَجْرٍ	اور ثواب کی
فَلْيَ	پس وہ	ءَالَذَاذَهُمْ	خواہ ڈرائیں آپ ان کو	كَرِيمٍ	عزت والے
إِلَى الْأَذْقَانِ	ٹھوڑیوں تک ہیں	أَمْ	یا	إِنَّا نَحْنُ	بے شک ہم ہی
لَهُمْ	پس وہ	كَرْثَنُذَاهُمْ	نہ ڈرائیں آپ ان کو	نَجِيٍّ	زندہ کریں گے
مُفْعَفُونَ ^(۲)	سر آلا رہے ہوئے ہیں	لَا يُؤْمِنُونَ	وہ ایمان نہیں لائیں گے	الْمُؤْتَى	مردوں کو
وَجَعَلْنَا	اور بنائی ہم نے	إِنَّمَا	صرف	وَنُكْتَبُ	اور لکھتے ہیں
مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ	ان کے سامنے	تُنْذِرُ	آپ ڈراتے ہیں	مَا	جو
سَدًّا	دیوار	مَنْ	جس نے	قَدَمُوا	آگے بھیجا انھوں نے
وَمِنْ خَلْفِهِمْ	اور ان کے پیچھے	أَنبِئَهُ	بہر وی کی	وَأَنذَرَهُمْ	اور ان کے نشانات کو
سَدًّا	دیوار	الَّذِينَ	فحیث کی	وَكُلِّ شَيْءٍ	اور ہر چیز کو
فَأَعَشَيْنَاهُمُ	پس ڈھانک دیا ہم	وَحَشَى	اور ڈراوہ	أَحْصَيْنَاهُ ^(۴)	گنیر رکھ دیے ہم اس کو
نَآءِ	نے ان کو	الْوَحْشِ	نہایت مہربان سے	فِي أَمَانٍ ^(۵)	حقیقی میں
فَهُمْ	پس وہ	بِالْغَيْبِ	بغیر دیکھے	مُضِيِّ	محفوظ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

رسالت، دلیل رسالت اور مقصد رسالت

خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور دلیل رسالت قرآن کریم ہے، یہ آپ کا سب سے بڑا معجزہ ہے، اس کی قسم کھائی گئی ہے، قرآن کریم دلائل کو قسم کے روپ میں لاتا ہے، پھر مدعی کہیں مذکور ہوتا ہے کہیں محذوف، (۱) اخلال: غلّ کی جمع، طوق: وہ لوہا جو قدیم زمانہ میں غلاموں/مجرموں کے گلے میں ڈالنے سے (۲) مُفْعَف: اسم مفعول: وہ شخص جو سر اٹھائے اور آنکھیں بند کر لے، مصدر اقماع (افعال) ما ذہ فمفع (۳) إحصاء: دیکھنا، جاننا (۴) أحصى إحصاء: گنتا، گنیرنا، محفوظ کرنا (۵) إمام: سے مراد لوح محفوظ ہے، اس کے اصل معنی ہیں: پیشوا، مقتدا، راہنما، چونکہ لوح محفوظ میں جو کچھ مرقوم ہے اس کے مطابق واقعات ظہور پذیر ہوتے ہیں، اس لئے اس کو امام کہا گیا ہے۔ گویا وہ حوادث کی راہنما ہے۔

جس پر قرینہ ہوتا ہے، یہاں مدعی یہ ہے کہ آپ برحق رسول ہیں، اور اس کی دلیل مہر حکمت قرآن ہے، جس کو بتدریج اللہ تعالیٰ نازل فرما رہے ہیں، اور اس کو نازل کرنے کا مقصد اصلہ عربوں کو اور ان کے واسطے سے ساری دنیا کو نتائج اعمال سے آگاہ کرنا ہے، کیونکہ ایک لمبے عرصہ سے عربوں میں کوئی نئی نہیں آئے، اس لئے وہ دین سے بے خبر ہیں، پس رب العالمین نے چاہا کہ ان کو دین سے باخبر کریں، تاکہ وہ سیدھے راستہ پر گامزن ہوں۔

آیات پاک: — یا سّٰین — جمہور کے نزدیک یہ حروف مقطعات ہیں، ان کی مراد اللہ تعالیٰ جانتے ہیں، اور کوئی کہتا ہے: یٰسّٰ کے معنی ہیں: اے انسان! یا: حرف ندا ہے، اور سّٰین: انسان سے لیا ہے، اور انسان سے مراد کامل انسان یعنی نبی ﷺ ہیں، اور کوئی کہتا ہے: یہ آپ کا وصفی نام ہے، اسی لئے لوگ یا سّٰین نام رکھتے ہیں — مہر حکمت قرآن کی قسم! — یہ دلیل ہے کہ — آپ بالیقین زمرہ رسولوں سے ہیں (اور) سیدھے راستہ پر ہیں — جو راستہ اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے اور یہ راستہ قرآن کریم دکھاتا ہے — (یہ قرآن) زبردست بڑے مہربان کا بتدریج نازل کیا ہوا ہے، تاکہ آپ ایسے لوگوں کو نتائج اعمال سے آگاہ کریں جن کے اسلاف آگاہ نہیں کئے گئے، پس وہ (دین سے) بے خبر ہیں۔

جب گمراہی تہ بہ تہ ہو جاتی ہے تو اصلاح کے لئے سخت محنت درکار ہوتی ہے

چونکہ عرصہ دراز سے عربوں میں کوئی رسول مبعوث نہیں ہوئے، اس لئے گمراہی تہ بہ تہ ہو گئی، پس اصلاح حال کے لئے سخت محنت درکار ہوگی، اور گمراہی کے جز پکڑنے کو دو مثالوں سے سمجھا ہے: ایک: کسی کی گردن میں ایسا طوق ڈال دیا جائے کہ اس کا چہرہ اور آنکھیں اوپر کو اٹھ جائیں، اور نیچے راستہ کی طرف دیکھ نہ سکیں۔ دوم: ایسا مانع پیش آئے کہ اپنے گرد پیش کو دیکھ ہی نہ سکے، کفار مکہ کے لئے دونوں قسم کے موانع موجود تھے۔

آیات پاک: — بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ان میں سے اکثر پر بات ثابت ہو چکی — بات: یعنی ارشاد پاک: ﴿حَقُّ الْقَوْلِ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ﴾: بات محقق ہو چکی کہ میں جہنم کو جنات اور انسانوں سے ضرور بھروں گا — پس وہ ایمان نہیں لائیں گے — اور جہنم کا اندھن بنیں گے — ہم ان کی گردنوں میں طوق ڈالے ہیں، پس وہ ٹھوڑیوں تک پہنچتے ہوئے ہیں، پس ان کے سر اوپر کو اٹھ گئے ہیں، اور ہم نے ان کے سامنے ایک دیوار کردی ہے، اور ان کے پیچھے ایک دیوار کردی ہے، سو وہ دیکھ نہیں رہے، یکساں ہے ان کے حق میں خواہ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں: وہ ایمان نہیں لائیں گے — اور ایمان نہ لانا ان کے سوء اختیار کی وجہ سے ہوگا، پس قصور انہی کا ہوگا — اور مقصد کلام یہ نہیں ہے کہ ان کو جہنم میں جانے دیا جائے، بلکہ کہنا یہ ہے کہ ان کے پیچھے سخت محنت کی جائے، جیسے کہتے ہیں: جانے کا داغ نہیں جاتا، یعنی آسانی سے زائل نہیں ہوتا، طبع سے دھو، پھر جس کے لئے ہدایت مقدر ہوگی: مل جائے

گی، ورنہ اتمامِ حجت ہو جائے گا۔

ڈرانے کا فائدہ کس کے حق میں ظاہر ہوتا ہے؟

ڈرانے کا فائدہ اسی کے حق میں ظاہر ہوتا ہے جو صیحت کو بے ہوش سے سنتا ہے، اور جس کے دل میں اللہ کا ڈر ہے، جو اللہ سے نہیں ڈرتا اور صیحت نہیں سنتا وہ نبی کی تذکیر سے کیا فائدہ اٹھائے گا؟ ایسے لوگ بجائے مغفرت کے سزا کے مستحق ہو گئے، باعزت ثواب کے حقدار مؤمنین ہو گئے، ارشاد فرماتے ہیں: آپ صرف اسی کو ڈراتے ہیں جو صیحت کی پیروی کرتا ہے، اور مہربان اللہ تعالیٰ سے بغیر دیکھے ڈرتا ہے، پس آپ اس کو بخشش کی اور باعزت ثواب کی خوش خبری سنا دیں!

مؤمنین کو ان کے ایمان اور عمل صالح کا ثواب کب ملے گا؟

موت کے بعد دوسری زندگی یقینی ہے، جہاں لوگ اپنے اچھے اعمال کا صلہ پائیں گے۔ ارشاد فرماتے ہیں: — بے شک ہم ہی مردوں کو زندہ کریں گے، اور ہم لکھ رہے ہیں وہ اعمال جو انھوں نے آگے بھیجے ہیں، اور ان کے آثار بھی، اور ہر چیز کو ہم نے واضح کتاب میں ضبط کر رکھا ہے۔ عمل کرنے کو آگے بھیجنے سے تعبیر کیا ہے، اعمال وجود میں آ کر ختم نہیں ہو جاتے، بلکہ آگے پہنچ جاتے ہیں، اگلی زندگی میں ان سے سابقہ پڑے گا۔ اور لکھنے سے مقصود ان کو محفوظ کرنا ہے، لکھنا اس کا ایک ذریعہ ہے۔ اور آثار سے مراد: وہ اعمال ہیں جو موت کے بعد باقی رہتے ہیں، خواہ اچھے ہوں یا برے، حدیث میں ہے: ”جس نے کوئی اچھا طریقہ جاری کیا تو اس کو اس کا ثواب ملے گا، اور جو اس طریقہ پر چلیں گے ان کا ثواب بھی اس کو ملے گا، اس کے بغیر کہ عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی آئے، یہی حال ہر طریقہ جاری کرنے کا ہے، اس کو اس کا بھی گناہ ہوگا، اور جتنے لوگ اس برے طریقہ پر چلیں گے ان کا گناہ بھی اس کو ہوگا، اس کے بغیر کہ عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی آئے“ (ابن کثیر) — اور آثار کے ایک معنی نشانِ قدم کے بھی ہیں، حدیث میں ہے کہ آدمی نماز کے لئے مسجد کی طرف چلتا ہے تو اس کے ہر قدم پر نیکی لکھی جاتی ہے۔

اور اعمال و آثار وقوع کے بعد بھی لکھے جاتے ہیں، اور قبل از وقوع لوح محفوظ میں ریکارڈ ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے علم قدیم میں ہر چھوٹی بڑی چیز پہلے سے موجود ہے، اسی کے مطابق لوح محفوظ میں لکھا گیا ہے۔

وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ ۖ إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ ۖ إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ ۖ فَكَذَّبُوهُمَا ۖ فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ ۖ فَقَالُوا إِنَّا إِلَيْكُم مُّرْسَلُونَ ۖ قَالُوا مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۖ

وَمَا أُنْزِلَ الرَّحْمَنُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا أَنْتُمْ إِلَّا تَكْذِبُونَ ۝ قَالُوا رَبَّنَا عَلِّمْنَا لَنَا لِكُلِّ سُورَةٍ مُرْسَلَةٍ قَوْلًا نَحْنُ نَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ۝ قَالُوا إِنَّا نَطْغُرُ نَا بِكُمْ كَيْنَ لَمْ تَنْتَهُوا لَنَرْجِسَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ قَالُوا طَائِرُكُمْ مَعَكُمْ ۝ إِنْ ذُكِّرْتُمْ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ۝ وَجَاءَ مِنْ أَقْصَا الْمَدِينَةِ نَجْلٌ يَسْعَى قَالَ يَقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِينَ ۝ اتَّبِعُوا مَنْ لَا يَسْأَلُكُمْ أَجْرًا وَهُمْ مُهْتَدُونَ ۝ وَمَالِيَ لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَالَّذِي تَرْجَعُونَ ۝ إِنِّي أَخَذْتُ مِنَ دُونِهِ الرَّحْمَنُ بِضِي لَا تُغْنِي عَنِّي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَلَا يُنْقِذُونِ ۝ إِنِّي إِذًا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ إِنِّي آمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمِعُونِ ۝ قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۝ قَالَ لِيُكَلِّمَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ ۝ نِعْمَا عَقَرْتَنِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمَكْرُمِينَ ۝ وَمَا أُنْزِلْنَا عَلَى قَوْمِهِ مِنْ بَعْدِهِ مِنْ جُنْدٍ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِينَ ۝ إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ خُمُودُونَ ۝ يُحْصِرُهُ عَلَى الْعِبَادَةِ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝ أَلَمْ يَرَوْا كَمَا أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ إِلَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ۝ وَإِنْ كُلٌّ لَمَّا جَمِيعٌ لَدَيْنَا مُحْضَرُونَ ۝

ج

واضرب	اور مارے	الہوم	ان کی طرف	مُرسَلُونَ	بھیجے ہوئے ہیں
لَهُمْ	ان (مکہ والوں) کے لئے	اثنین	دو کو	قَالُوا	کہا انھوں نے
مَقَالًا	ایک مثال	فَلَمَّا بُوْهُنَا	پس جھٹایا انھوں نے ان کو	مَا أَنْزَلْنَا	نہیں ہوتی
أَصْحَابُ الْقَرْيَةِ (۱)	ایک بستی والوں کی	فَعَزَّزْنَا (۲)	پس قوی کیا ہم (ان کو)	وَلَا بَشَرًا	مگر ایک انسان
إِذْ جَاءَهَا	جب آئے وہاں	بِثَالِثٍ	تیسرے کے ذریعہ	وَنُفْلِنَا	ہمیں جیسے
الْمُرْسَلُونَ	رسول	فَقَالُوا	پس کہا انھوں نے	وَمَا أُنْزِلَ	اور نہیں اتاری
إِذْ أَرْسَلْنَا	جب بھیجا ہم نے	إِنَّا إِلَهُكُمْ	بے شک تمہاری طرف	الرَّحْمَنُ	اللہ نے

وَمِنْ شَيْءٍ	کوئی چیز	وَلَمَّا كُنْتُمْ	اور ضرور پہنچے گی تم کو	اتَّبِعُوا	پہر دی کرو
إِنْ أَنْتُمْ	نہیں ہو تم	فَمَنَا	ہماری طرف سے	الْمُرْسَلِينَ	رسولوں کی
إِلَّا تَكْذِبُونَ	مگر جھوٹ بولتے	عَذَابٌ	سزا	اتَّبِعُوا	پہر دی کرو
قَالُوا	کہا انھوں نے	الَيْكُمْ	ورد تاک	مَنْ	(ان کی) جو
رَبُّنَا	ہمارا پروردگار	قَالُوا	کہا انھوں نے	لَا يَنْتَظِمُ	نہیں مانگتے تم سے
يَعْلَمُ	جانتا ہے	طَائِفَةٌ ^(۲)	تمہاری فحوت	أَجْدَا	کوئی بدلہ
إِنَّا إِلَيْنَا	ہیک ہم تمہاری طرف	مَعَكُمْ	تمہارے ساتھ ہے	وَهُمْ	اور وہ
كَرُّسُونَ	یقیناً سمجھ ہوئے ہیں	أَوِينَ ^(۳)	کیا اگر	مُتَعَدِّدُونَ	راہ یاب ہیں
وَمَا عَلَيْنَا	اور نہیں ہے ہمارے ذمہ	ذُكْرُكُمْ	نصیحت کے گئے تم!	وَمَا لِي ^(۵)	اور کیا ہے میرے لئے
إِلَّا الْبَلَاءُ	مگر پہنچانا	بَلْ أَنْتُمْ	بلکہ تم	لَا آعْبُدُ	(کس عبادت کروں میں)
الْقَبِيلُ	کھول کر	قَوْمٌ	لوگ ہو	الَّذِي	(اس کی) جس نے
قَالُوا	کہا انھوں نے	مُسْرِفُونَ	خود سے نکلنے والے	فَطَرَنِي	پیدا کیا مجھے
إِنَّا	بے شک ہم	وَجَاءَ	اور آیا	وَالْيَوْمِ	اور اس کی طرف
نَاطِقِينَ ^(۱)	نحوت پڑی ہم پر	مِنْ أَفْصَا	آخری حصہ سے	تُرْجَعُونَ	لوٹائے جاؤ گے تم
يَكْفُرُ	تمہاری وجہ سے	الْمَدِينَةِ	شہر کے	ءَاتَانَا	کیا بناؤں میں
لَكِنْ	بھلا اگر	رَجُلٌ	ایک شخص	مِنْ دُونِهِ	اس سے ورے
لَمْ تَكُنْهُمْ	نہیں ر کے تم	يَسِيئِينَ ^(۴)	دوڑتا ہوا	الرَّهْمَةِ	محبودوں کو
لَتَرْجُمَنَّكُمْ	تو ضرور سنگسار کریں	قَالَ	کہا اس نے	إِنْ يُؤْذِنِ	اگر چاہیں
	گے ہم تم کو	يَقُولُ	اے میری قوم	الرَّحْمَنُ	نہایت مہربان

(۱) تَطْيِيرُ بَدْنِهِ وَمِنْهُ: براشگون لینا (۲) طَائِفٌ: عرب پرندوں سے بدفالی لیتے تھے، اس لئے طائِفٌ بمعنی بدفالی مستعمل ہونے لگا (۳) اَوِينَ: ہمزہ استفہام، اِنْ: شرطیہ (۴) يَسِيئِينَ: بدمعنی: راجل کی صفت یا حال ہے (۵) مَا لِي: یاہ پرزربہ غلامی کے قاعدے سے آیا ہے، اسی طرح: هَلْ كُنْتُمْ دِينَكُمْ وَلِي دِينٌ: میں بھی۔ قاعدہ: منادی یاہ کی طرف مضاف ہو تو اس پرزربہ بھی آسکتا ہے، اور لی میں لام حرف جر مضاف ہے، منادی نہیں ہے، مگر اس پر منادی کا حکم جاری ہوتا ہے۔

بِضُنَّ	کوئی تکلیف	يَعْمُونَ	جانتی	خَسِدُونَ	بچنے والے ہیں!
لَا تُعْرِن	(تو) نہ کام آئے	يَمَّا عَفَرَ	بخشنے کو	يُحْسِرُونَ	ہائے افسوس
عَرِي	میرے لئے	لِي	مجھے	عَلَى الْعِبَادِ	بندوں پر!
شَفَاعَتَهُم	ان کی سفارش	رَبِّي	میرے رب کے	مَا يَأْتِيهِمْ	نہیں آتا ان کے پاس
شَيْئًا	کچھ بھی	وَجَعَلَنِي	اور بنائے کو مجھے	فَرَسُوفٍ	کوئی رسول
وَلَا يُنْقِذُونِ	اور نہ چھڑائیں وہ مجھے	وَمِنَ الْفٰكِرِيْنَ	معززین میں سے	اَلَا كَانُوا	مگر ہیں وہ
اِنِّيْ اَرَا	بے شک میں جب	وَمَا اَنْزَلْنَا	اور نہیں اتارا ہم نے	يَسْتَفْزِئُونَ	اس کا
لِفِيْ ضَلٰلٍ	یقیناً گمراہی میں ہوں گا	عَلَى قَوْمٍ	اس کی قوم پر	اَلَّذِيْنَ	ٹھٹھا کرتے
مُيَبِّنٍ	صریح	مِنْ بَعْدِيْ	اس کے بعد	كَمْ اَهْلَكْنَا	کیا نہیں دیکھا انھوں نے
اِنِّيْ اَمُنْتُ	بیشک میں ایمان لایا	مِنْ جُنْدٍ	کوئی لشکر	قَبْلَهُمْ	کتنی ہلاک کیں ہم نے
بِرَبِّكَمْ	تمہارے پروردگار پر	فَرَسُوفٍ	آسمان سے	فَرَسُوفٍ	ان سے پہلے
فَاَسْمَعُونَ	پس سنو میری بات	وَمَا كُنَّا	اور نہیں تھے ہم	فَرَسُوفٍ	صدیاں (قومیں)
قَبِلَ	کہا گیا	مُنْزِلِيْنَ	اتارنے والے	اَنْتُمْ اِلَيْهِمْ	کہ وہ ان کی طرف
اَدْخُلَ	داخل ہو	اِنْ كَانَتْ	نہیں تھی وہ	لَا يَرْجِعُونَ	نہیں لوٹیں گے
الْجَنَّةَ	جنت میں	اِلَّا	مگر	وَاِنْ كُنْ	اور نہیں ہیں سب
قَالَ	کہا اس نے	صٰحِبَةُ	چچ	لَتَأْتِيَ	مگر سارے
يَلِيَّتْ	اے کاش	وَاحِدًا	ایک	لَدَيْنَا	ہمارے پاس
قَوْنِي	میری قوم	فَاِذَا هُمْ	پس اچانک وہ	مُحْضَرُونَ	حاضر کئے ہوئے ہیں

مکہ کے مکذبین کو ایک سبق آموز واقعہ سناتے ہیں

رسالت کا موضوع چل رہا ہے، یہ سورت مکی دور کے وسط میں نازل ہوئی ہے، اب مکہ کے مکذبین کو ایک واقعہ سناتے ہیں، جس میں عبرت کا سامان ہے، یہ سچا واقعہ ہے، تمثیلی نہیں، مگر یہ واقعہ کس جگہ کا ہے، اور کس زمانہ کا ہے: یہ بات یقین سے نہیں بتائی جاسکتی، مشہور یہ ہے کہ یہ شہر اٹھل کیہ واقعہ ہے، یہ شہر ترکیا سے لگا ہوا ہے۔ اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ وہ

(۱) اِنْ تَانِيَهُ لَمَّا بَعَثْنِيْ اِلٰى بَنِيْ اِسْرٰءِيْلَ حَصْرَ لِّئَلَا يَكُوْنُوْا

اللہ کے رسول تھے یا عیسیٰ علیہ السلام کے فرستادے تھے، قرآن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے رسول تھے۔ واللہ اعلم
اُس ہستی کی طرف پہلے دو رسول بھیجے، جب ان کی بات نہیں سنی گئی تو تیسرے رسول کے ذریعہ ان کو تقویت پہنچائی،
پھر جب تینوں کی بات بھی نہیں مانی گئی، اور ہستی والے ان کے قتل کے درپے ہو گئے تو شہر کے کنارے سے ایک شخص دوڑتا
ہوا آیا، اس نے بھی قوم کو سمجھایا، مگر لوگوں نے اس کو شہید کر دیا، اس بندے کا نام بھی معلوم نہیں، مشہور حبیب ہے، اور
رسولوں کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ اس کی بھی وضاحت نہیں، بالآخر عذاب آیا، اور ایک چنگھاڑنے ان کا کام تمام کر دیا، اب
واقعہ پڑھیں:

آپؑ مکہ والوں کو ایک ہستی والوں کا واقعہ سنائیں — یہ واقعہ اس وقت کا ہے: — جب وہاں رسول پہنچے
— یہ رسول کسی دوسری جگہ سے آئے تھے، جیسے لوط علیہ السلام شام سے سدوم پہنچے تھے یا وہیں سے مبعوث کئے گئے
تھے؟ اس سلسلہ میں قرآن کریم نے کوئی واضح بات نہیں فرمائی، بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرات دوسری جگہ سے آئے
تھے — جب ہم نے ان کی طرف دو کو بھیجا، پس انھوں نے دونوں کو جھٹلایا، تو ہم نے تیسرے کے ذریعہ (ان کو)
قوی کیا — پہلے کئی رسول ایک ساتھ مبعوث ہوتے تھے، جیسے موسیٰ علیہ السلام کے بعد نبی اسرائیل میں کئی نبی ایک
ساتھ جمع ہوتے تھے۔

پس انھوں نے کہا: بے شک ہم تمہارے پاس بھیجے ہوئے آئے ہیں — اور خود نہیں آئے — ان لوگوں نے
کہا: تم ہمیں جیسے انسان ہو — تم میں کوئی سرخاب کا یہ نہیں لگ رہا — اور مہربان اللہ نے کوئی چیز نہیں اتاری
— تم خواہ خواہ اللہ کا نام لے رہے ہو، تینوں سازش کر کے آئے ہو، اور اپنی بات میں وزن پیدا کرنے کے لئے اللہ کا
نام لے رہے ہو — تم فرا (صاف) جھوٹ بولتے ہو!

انھوں نے کہا: ہمارا پروردگار جانتا ہے کہ تم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں، اور ہمارے ذمہ صرف کھول کر پہنچانا ہے —
یعنی اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں کہ ہم اپنے دعویٰ میں سچے ہیں، ہم کوئی بات اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے، اور ہم اپنا فرض
ادا کر چکے، اللہ کا پیغام ہم نے خوب کھول کر پہنچا دیا، اب تم سوچ لو کہ کذب کا انجام کیا ہوگا!

انھوں نے کہا: ہم پر تمہاری وجہ سے غصہ پڑی! — تمہارے قدم کیا آئے کہ ہم پر آفات ٹوٹ پڑیں، پہلے ہم
اچھے خاصے آرام چین کی زندگی بسر کر رہے تھے، تمہارے آتے ہی مصائب نے گھیر لیا! — بخدا! اگر تم باز نہیں آئے تو
ہم ضرور تمہیں سنگسار کر دیں گے، اور تمہیں ہماری طرف سے سخت تکلیف پہنچے گی!

رسولوں نے کہا: تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے — یعنی نحوست کے اسباب تمہارے اندر ہیں، تمہارے کفر

و تکذیب کی وجہ سے آفات آئی ہیں — کیا صرف اتنی بات پر کہ تم کو نصیحت کی گئی — ہم منحوس ہو گئے! — بلکہ تم حد سے نکلنے والے لوگ ہو! — عقل و دانش سے کام نہیں لیتے، قتل کی دھمکیاں دینے لگے ہو!

اور شہر کے دور مقام سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا — غریب لوگ عام طور پر شہر سے باہر رہتے ہیں، جب اس کو معلوم ہوا کہ لوگوں نے رسولوں کو دھمکی دی ہے تو وہ جلدی سے آیا — اس نے کہا: اے میری قوم! رسولوں کی راہ اپناؤ، ایسے لوگوں کی راہ اپناؤ جو تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے، اور وہ راہ یاب ہیں — یعنی یہ حضرات اللہ کا پیغام لے کر آئے ہیں، اور تمہیں جو نصیحت کر رہے ہیں اس پر خود عمل پیرا ہیں، ان کے اخلاق و عادات اور اعمال و اطوار سب ٹھیک ہیں، اور بے غرض خیر خواہی کرتے ہیں، کوئی معاوضہ تم سے نہیں چاہتے، ایسے بے لوث بزرگوں کا اتباع کرو۔

بس پھر کیا تھا؟ لوگ اس خیر خواہ کے پیچھے پڑ گئے، کہنے لگے: اچھا تو بھی پھر بلا ہے اس نے جواب دیا — اور میرے لئے کیا نفع ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا؟ اور تم سب کو اسی کی طرف لوت کر جانا ہے، کیا میں اللہ سے ورے ایسے معبود اپناؤں گا اگر مہربان اللہ مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہا تو ان کی سفارش میرے کچھ کام نہ آئے، اور نہ وہ مجھے بچا سکیں، تب تو میں یقیناً صریح گمراہی میں ہوں گا، میں تو تمہارے پروردگار پر ایمان لایا، پس تم میری بات سنو! — ایمان کا اعلان سننے ہی قوم اس کی دشمنی ہو گئی، اور سب مل کر اس پر ٹوٹ پڑے، اور گھونسوں، لاتوں اور ٹھوکروں سے اس کو شدید کر دیا، شدید ہوتے ہی اس کو جنت کا پروانہ مل گیا — کہا گیا: جنت میں داخل ہو جا — شہداء کی ارواح قبل از محشر بھی جنت میں آتی جاتی ہیں — اس نے کہا: اے کاش! میری قوم کو یہ بات معلوم ہو جاتی کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا، اور مجھے معززین میں شامل کر لیا — یعنی اگر ان کو میرا یہ حال معلوم ہو جاتا تو سب ایمان لے آتے۔

اس کے بعد اس کی قوم رسولوں کی تکذیب کی پاداش میں ہلاک ہوئی، اور ان کو ہلاک کرنے کے لئے آسمان سے فرشتوں کی فوج نہیں اتارنی پڑی، بس ایک ڈانٹ پڑی کہ سب ٹھنڈے ہو گئے، ارشاد فرماتے ہیں: — اور ہم نے اس کی قوم پر اس کے بعد آسمان سے کوئی لشکر نہیں اتارا، اور نہ ہمیں اتارنے کی ضرورت تھی! — کیونکہ اللہ تعالیٰ زمین کی پلٹیں ہلا دیں تو ایک دنیا جاہ ہو جائے، سیلاب بھیج دیں تو سب کھیت رہیں، اللہ کو آسمان سے فوج اتارنے کی کیا ضرورت ہے؟ — وہ سزا بس ایک سخت آواز تھی، پس اچانک وہ بجھ کر رہ گئے! — راکھ کا ڈھیر ہو گئے!

آگے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: — ہائے افسوس بندوں پر! جب بھی ان کے پاس کوئی رسول آیا تو انھوں نے اس کی ہنسی اڑائی — کیا انھوں نے دیکھا نہیں! کتنی امتیں ہم نے ان (کدو لوں) سے پہلے ہلاک کیں، جو ان کی

لوگ مرے پیچھے کس طرح زندہ کر کے حاضر کئے جائیں گے؟ (بعث بعد الموت کی پہلی دلیل)

گذشتہ آیت سن کر شاید کسی کو شبہ ہو کہ لوگ مرے پیچھے کس طرح زندہ کر کے حاضر کئے جائیں گے؟ اس کا جواب دیتے ہیں کہ جس طرح گرمی میں زمین خشک ہو جاتی ہے، ہر طرف خاک اڑتی ہے کہ اچانک رحمت کی بارش ہوتی ہے، اور زمین لہلہا لگتی ہے، اسی طرح مردہ ابدان میں روح حیات پھونک دی جائے گی، اور دوسری دنیا آباد ہو جائے گی، پس مردہ زمین لوگوں کے لئے ایک نشانی ہے، اس سے بعث بعد الموت کو سمجھ سکتے ہیں، ارشاد فرماتے ہیں: — اور لوگوں کے لئے ایک نشانی مردہ زمین ہے، ہم نے اس کو زندہ کیا، اور ہم نے اس سے غلہ اگایا، پس وہ اس میں سے کھاتے ہیں، اور ہم نے اس میں کھجور اور انگور کے باغات لگائے، اور ہم نے اس میں چشمے جاری کئے، تاکہ لوگ اللہ کے بھلوں کو کھائیں، دراصل ایک ان کو ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا! کیا پس وہ شکر نہیں بجالاتے! — غور کرو! زمین سے اللہ تعالیٰ غلہ پیدا کرتے ہیں، جس کو لوگ کھاتے ہیں، اور وہ ان کی معیشت کا قوام ہوتا ہے، اسی طرح میوے پیدا کئے، جن سے لوگ شغل کرتے ہیں، اور بارش تو ایک دفعہ ہی کر رک جاتی ہے، مگر اس کا پانی اللہ تعالیٰ زمین میں اسٹور کر دیتے ہیں، جو ندی نالوں، کنوئیں اور چشموں کی شکل میں بہتا ہے، جن سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں، پھر غور کرو! یہ غلہ اور پھل اللہ تعالیٰ پیدا کرتے ہیں، لوگوں میں یہ طاقت نہیں کہ وہ ان کو پیدا کریں، یہ نعمتیں ہیں جن کی شکر گزاری واجب ہے۔

دوسری دنیا کی کیا ضرورت ہے؟ جوڑی کے قانون سے اس کو سمجھاتے ہیں

نباتات میں، انسانوں میں اور دوسری مخلوقات میں جن کی لوگوں کو پوری خبر نہیں: اللہ تعالیٰ نے جوڑیاں بنائی ہیں، ہر مخلوق کی جوڑی ہے، صرف اللہ تعالیٰ کی ذات جوڑی سے پاک ہے، اور جوڑی: وہ دو چیزیں ہیں جو مل کر ایک مقصد کی تکمیل کرتی ہیں، جیسے دو جوتے چہل جوڑی ہیں، ان کو پہن کر آدمی سوار ہو کر چلتا ہے، مسلم شریف میں حدیث ہے: ”جو چہل پہن ہوئے ہے وہ بڑا بڑا سوار ہو کر چل رہا ہے“ (مشکات ج ۹ ص ۴۴۰) اور یہ مقصد اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب دونوں پیروں میں چہل ہوں، اسی وجہ سے ایک جوتا چہل پہن کر چلنے کی ممانعت آئی ہے، اسی طرح کرتا پا جامہ جوڑا ہیں، زینت دونوں سے حاصل ہوتی ہے، اور نرمادہ جوڑا ہیں، افزائش نسل کا مقصد دونوں کے ذریعہ پورا ہوتا ہے، اسی طرح غلہ اور تیل جوڑا ہیں، کھانا دونوں سے رچتا پختا ہے، ٹھیک اسی طرح دنیا کا جوڑا آخرت ہے، تکلیف شری کی غرض دونوں سے پوری ہوتی ہے، دنیا میں عمل ہے اور آخرت میں جزاء، اگر صرف دنیا ہوتی تو اچھے بُرے عمل کا فائدہ ظاہر نہ ہوتا، اور صرف آخرت ہوتی تو جزا و سزا کس بات کی ہوتی! ارشاد فرماتے ہیں: — اور وہ ذات (جوڑی سے) پاک ہے جس نے تمام جوڑوں

کو بتایا ان کے جن کو زمین اگاتی ہے، اور خود ان کے بھی، اور جن کو وہ نہیں جانتے۔

وَاَيُّهُمُ الْيَلِيلُ نَسِئُهُ مِنَ النَّهَارِ فَاذَاهُمْ مُظْلِمُونَ ۝ وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۚ ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝ وَالْقَمَرَ قَدَرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ ۝ لَا الشَّمْسُ يَنْبِغُ لَهَا اَنْ تَنْدُرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الْيَلِيلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ۝

وَاَيُّهُمُ	اور ایک نسانی	لَهَا	اپنے	لَا الشَّمْسُ	نہ سورج
لَّهُمْ	ان کے لئے	ذٰلِكَ	یہ	يَنْبِغُ	مناسب ہے
الْيَلِيلُ	رات ہے	تَقْدِيرُ	اندازہ کرتا ہے	لَهَا	اس کے لئے
نَسِئُهُ ^(۱)	کمال سمجھ لیتے ہیں ہم	الْعَزِيزِ	زبردست	اَنْ	کہ
وَمِنْهُ	اس پر سے	الْعَلِيمِ	باخبر کا	تَدْرِكَ	پالے
النَّهَارِ	دن کی	وَالْقَمَرَ	اور چاند کا	الْقَمَرَ	چاند کو
فَاِذَا	پس اچانک	قَدَرْنَاهُ	اندازہ ٹھہرایا ہم نے اس کی	وَلَا الْيَلِيلُ	اور نہ رات
هُمْ	وہ	مَنَازِلَ ^(۳)	منزلوں کا	سَابِقُ	آگے بڑھنے والی ہے
مُظْلِمُونَ ^(۲)	اندھیر میں رہ جاتے ہیں	حَتّٰى	یہاں تک کہ	النَّهَارِ	دن سے
وَالشَّمْسُ	اور سورج	عَادَ	لوٹ جاتا ہے وہ	وَكُلٌّ	اور ہر ایک
تَجْرِي	چلتا ہے	كَالْعُرْجُونِ	شہنی کی طرح	فِي فَلَكٍ	خاص دائرہ میں
لِمُسْتَقَرٍّ	ٹھہرنے کے وقت تک	الْقَدِيمِ	پرانی	يَسْبَحُونَ	تیر رہے ہیں

آخرت اصل ہے، دنیا عارض، وقت اس کی ایک مثال ہے (بعث بعد الموت کی دوسری دلیل)

نام: دو حصوں میں منقسم ہے: رات اور دن، رات اصل ہے، چنانچہ اسلامی تاریخ رات سے بدلتی ہے، رات پہلے

(۱) (نَسِئَ) (ف، ن) (نَسَخَ): کمال اتارنا، رات اصل ہے، دن کی چادر اس پر سے اتار لی جاتی ہے تو رات رہ جاتی ہے (۲) (مُظْلِم) (ا، م) (مَظْلَم): مصدر (مَظْلَم): تاریکی میں ہو جانا (۳) (مَنَازِلَ): تمیز ہے، نسبت کے ابہام کو دور کرتی ہے۔ اور قُلُو: بمعنی صَبْر ہو تو مقول ثانی بھی ہو سکتا ہے۔

آتی ہے، اور دن: نور کی چادر کے پھیلنے کا نام ہے، جب یہ چادر اتار لی جاتی ہے تو لوگ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں، اسی طرح آخرت اصل ہے، اور دنیا عارض، گردشِ شمس و قمر کا نام دنیا ہے، جب یہ نظام رک جائے گا تو آخرت نمودار ہوگی، جو اصل عالم ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: — اور ایک نشانی لوگوں کے لئے رات ہے، ہم اس پر سے دن کو اتار لیتے ہیں تو اچانک لوگ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں — اور سورج اپنے ٹھہرنے کے وقت کے لئے چل رہا ہے، یہ زبردست باخبر کا اندازہ ٹھہراتا ہے — سورج جو مشرق سے مغرب کی طرف چلتا ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک مدت ٹھہرائی ہے، اس مقررہ وقت تک وہ اسی طرح چلتا رہے گا، پھر جب اللہ کا حکم ہوگا تو الٹا چلنے لگے گا، جیسے پہلیا جب رکنے پر آتا ہے تو الٹا چلنے لگتا تھا، اسی طرح یہ دنیا اپنی رفتار پر چل رہی ہے، مگر اس کے لئے بھی ایک وقت مقرر ہے، اس کے بعد یہ دنیا واپس لوٹے گی، اور اصل دنیا (آخرت) ظاہر ہوگی — بخاری شریف کی حدیث (نمبر ۳۱۹۹) میں یہ مضمون ہے کہ سورج ہر روز بوقتِ غروب عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے یعنی اپنی اطاعت ظاہر کرتا ہے، اور طلوع کی اجازت چاہتا ہے: جو دیدی جاتی ہے، پھر ایک وقت آئے گا کہ اجازت نہیں دی جائے گی، حکم ہوگا کہ اپنے غروب ہونے کی جگہ سے طلوع ہو، چنانچہ وہ ایسا کرے گا، پھر اس کی رفتار رک جائے گی، اور یہ دنیا ختم ہو جائے گی (اور حدیث کی شرح تحفۃ القاری ۶: ۴۷۷ میں ہے)

سورج کی اٹنی چال کی نظیر

اور سورج کی اٹنی چال کی نظیر چاند کی اٹنی چال ہے۔ چاند کی دو چالیں ہیں: ایک: چاند مشرق سے مغرب کی طرف چلتا ہے، اس چال سے چاند چوبیس گھنٹوں میں ایک بار طلوع و غروب ہوتا ہے۔ دوم: چاند روزانہ مغرب سے مشرق کی طرف ایک منزل چلتا ہے، اس چال کے لئے اٹھائیس منزلیں مقرر ہیں، دوراتیں حاق رہتا ہے نظر نہیں آتا، چاند کی اسی رفتار سے قمری مہینہ بنتا ہے، یہ چال نظیر ہے سورج کے الٹا چلنے کی، قیامت کے قریب سورج بھی اسی طرح اٹنی چال چلے گا، ارشاد فرماتے ہیں: — اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کی ہیں، یہاں تک کہ وہ سمجھو کہ پرانی ٹہنی کی طرح لوٹتا ہے — یعنی قمر: ہلال (نیا چاند) بن کر نمودار ہوتا ہے، اور نیا قمری مہینہ شروع ہوتا ہے۔

نظامِ شمس و قمر کی استواری

استواری: مضبوط و مستحکم نظام۔ یہاں کوئی خیال کر سکتا ہے کہ جب سورج مغرب کی طرف چل رہا ہے، اور چاند مشرق کی طرف تو دونوں ٹکرا بھی سکتے ہیں؟ فرماتے ہیں: نہیں! دونوں مستحکم نظام کے ماتحت چل رہے ہیں — نہ تو آفتاب کی

جمال ہے کہ چاند کو پکڑ لے — یہ آدھا مضمون ہے، باقی آدھا ہے: نہ چاند کی مجال ہے کہ سورج کو پکڑ لے — اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے — یہ آدھا مضمون نہیں ہے، بلکہ کہنا یہ ہے کہ آخرت دنیا کے بعد ہی آئے گی، پہلے نہیں آسکتی — اور دونوں ہی اپنے اپنے دائرے (سرکل) میں تیر رہے ہیں — سورج کی مدار (راستہ) الگ ہے اور چاند کی الگ، پھر دونوں کیسے ٹکرا سکتے ہیں؟

وَاٰیۃٌ لَّہُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمۡ فِی الْفَلَکِ الْمَشْحُونِ ۝ وَخَلَقْنَا لَہُمْ مِّنْ مِّثْلِہٖ مَا یَزَکُّوْنَ ۝ وَاِنۡ نَّشَاۡ نُغْرِقْہُمْ فَلَا صَرِیۡکَ لَہُمْ ۝ وَلَا ہُمْ یُنْقَذُوْنَ ۝ اِلَّا رَحْمَۃً مِنَّا وَمَتَاعًا اِلَیَّ حَیۡنٍ ۝

وَاٰیۃٌ لَّہُمْ	اور ایک نشانی ہے	لَہُمْ	ان کے لئے	وَلَا ہُمْ	اور نہ وہ
اَنَّا حَمَلْنَا	ان کے لئے	مِّنْ مِّثْلِہٖ	اس کے مانند سے	یُنْقَذُوْنَ	چھڑائے جائیں
ذُرِّيَّتَهُمۡ	کہ ہم نے	مَا یَزَکُّوْنَ	جس پر سواری کرتے ہیں وہ	اِلَّا	مگر
فِی الْفَلَکِ	اٹھایا	وَاِنۡ نَّشَاۡ	اور اگر	رَحْمَۃً	مہربانی
الْمَشْحُونِ	ان کی نسل کو	نُغْرِقْہُمْ	چاہیں ہم	وَمَتَاعًا	ہماری
وَخَلَقْنَا	کشتی میں	فَلَا صَرِیۡکَ ^(۱)	(تو) غرق کر دیں ان کو	اِلَیَّ حَیۡنٍ	اور برتنا
	بھری ہوئی	لَہُمْ	پس نہ کوئی فریادرس ہو		ایک وقت تک
	اور بنائی ہم نے		ان کے لئے		● ●

تمام انسانوں کے وجود پذیر ہو جانے تک دنیا کا بقاء منظور ہے (بعث بعد الموت کی تیسری دلیل)

انسانیت ابتدائی دور میں تھی، نوح علیہ السلام کے زمانہ میں پانی کا طوفان آیا، اللہ تعالیٰ نے اہتمام سے کشتی بنوائی، اور اسی مردوزن کو اس میں سوار کر کے عذاب سے بچالیا، کیونکہ نسلِ آدم کو وجود میں لانا منظور تھا، ورنہ بھری لدی کشتی غرق ہو جاتی، مگر رحمتِ الہی نے اس کو ڈوبنے سے بچالیا، تا کہ انسانیت ایک وقت تک دنیا کے مال سامان سے فائدہ اٹھائے (۱) صریح: فریاد کو پہنچنے والا، صُورِا خ سے، جو اُضداد میں سے ہے: فریاد کرنا اور فریاد کو پہنچنا، یہاں دوسرے معنی ہیں، اور فعلیل بمعنی فاعل ہے۔

— پس جب سب لوگ وجود پذیر ہو جائیں گے تو دنیا کی کیا ضرورت رہے گی؟ اس عالم کو ختم کر دیا جائے گا اور نیا عالم وجود میں لایا جائے گا۔

اس کی تھوڑی تفصیل یہ ہے کہ انسان اس دنیا میں پیدا ہوتا، اس دنیا میں صرف انسان کا جسم بنتا ہے، اور اس کی روح اس سے بہت پہلے پیدا کی جا چکی ہے، اور تمام روحیں عالم ارواح میں ہیں، وہاں سے شکم مادر میں بننے والے جسد خاکی میں روح منتقل کی جاتی ہیں، تمام ارواح کو اس عالم میں برائے عمل آنا ہے، اور ارواح محدود ہیں، پس جب سب روحیں منتقل ہو جائیں گی تو یہ عالم ختم کر دیا جائے گا، اور نئی دنیا آباد ہوگی۔

ارشاد فرماتے ہیں: — اور ایک نشانی ہے لوگوں کے لئے کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا — اور ڈوبنے سے بچالیا، اور صرف موجودین ہی کو بچانا مقصود نہیں تھا، بلکہ قیامت تک آنے والی ان کی نسل کو بھی بچانا مقصود تھا۔ اگر کشتی والے باقی نہ رہتے تو انسان کا تخم باقی نہ رہتا — اور ہم نے ان کے لئے کشتی جیسی چیزیں پیدا کیں جن پر وہ سواری کرتے ہیں — یعنی لوگوں نے اس کشتی کے نمونہ پر دوسری کشتیاں اور جہاز بنائے جن پر وہ لدے پھرتے ہیں، اور کشتی کے مانند اور بھی کشتیاں پیدا کیں، جیسے اونٹ جو خشکی کی کشتی ہے، اور ہوائی جہاز، پانی کا جہاز پانی پر تیرتا ہے، اور ہوائی جہاز ہوا میں اڑتا ہے، نہ اول پانی میں ڈوبتا ہے نہ ثانی زمین پر گرتا ہے — اور اگر ہم چاہیں تو ان کو غرق کر دیں، پس نہ کوئی فریاد رس ہو، اور نہ وہ چہڑائے جائیں، مگر ہماری مہربانی ہے اور ایک وقت تک فائدہ پہنچانا منظور ہے — یہی حال سفینہ نوح کا سمجھو، ان کو اللہ نے اپنی مہربانی سے ڈوبنے سے بچایا، کیونکہ قیامت تک ان کی نسل کو باقی رکھنا منظور تھا۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا مَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝ وَمَا تَأْتِيهِمْ
مِّنْ آيَةٍ مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ۝ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ أَنْفِقُوا مِمَّا
رَزَقَكُمْ اللَّهُ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْطَعِمُ مَنْ لَوْ يَشَاءُ اللَّهُ أَطْعَمَهُ ۖ إِنْ أَنْتُمْ
إِلَّا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ مَا
يَنْظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ ۝ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً
وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ۝

وَلَا إِزِيلُ	اور جب	قَبِيلُ	کہا گیا	فِي صَلَاحٍ	مگر ابی میں
لَهُمْ	کہا گیا	لَهُمْ	ان سے	مُتَّبِعِينَ	صریح
لَهُمْ	ان سے	أَنْفُسُهُمْ	خرج کرو	وَيَقُولُونَ	اور پوچھتے ہیں وہ
أَنْفُسُهُمْ	ڈرو	يَمْنًا	اس سے جو	فَعَلُ	کب ہوگا
مَا ^(۱)	(اس سے) جو	رَسًا فَكَلُمُ	روزی دی تم کو	هَذَا الْوَعْدُ	یہ وعدہ
بَيْنَ أَيْدِيكُمْ	تمہارے آگے ہے	اللَّهُ	اللہ نے	إِنْ كُنْتُمْ	اگر ہو تم
وَمَا خَلَقَكُمْ	اور جو تمہارے پیچھے ہے	قَالَ	کہا	صَادِقِينَ	سچے
لَعَلَّكُمْ	شاید تم	الَّذِينَ	جنہوں نے	مَا يَنْظُرُونَ	نہیں راہ دیکھتے وہ
تُرْجَمُونَ	رحم کئے جاؤ	كَفَرًا	انکار کیا	لَا صَبِيحَةَ	مگر حج کی
وَمَا	اور نہیں	لِلَّذِينَ	ان سے جنہوں نے	وَاحِدَةً	ایک
تَأْتِيَهُمْ	پہنچی ان کو	أَنْفُسُهُمْ	مان لیا	تَأْخُذُهُمْ	جوان کو پکڑے
مِنْ آيَةٍ	کوئی نشانی	أَنْظِعُمْ	کیا کھلائیں ہم	وَهُمْ	در احوالیکہ وہ
مِنْ آيَةٍ	نشانیوں میں سے	مَنْ أُو	اس کو اگر	يَخْجَعُونَ ^(۲)	جھگڑ رہے ہوں
نَرِيَهُمْ	ان کے رب کی	يَشَاءُ	چاہتے	فَلَا يَسْتَطِيعُونَ	پس نہ طاقت رکھیں وہ
لَا كَانُوا	مگر ہوتے ہیں وہ	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	تَوْحِيدَةٍ ^(۳)	وصیت کرنے کی
عَنْهَا	اس سے	أَطْعَمَهُ	اس کو کھلائے!	وَلَا	اور نہ
مُخْرَجِينَ	روگردانی کرنے والے	إِنْ أُنْثِمُ ^(۴)	نہیں ہو تم	إِلَى أَهْلِهِمْ	اپنے گھر والوں کی طرف
وَلَا إِذَا	اور جب	لَا	مگر	يَرْجِعُونَ	لوٹیں وہ

عذاب گرد و پیش سے بھی آسکتا ہے

گفتگو ان لوگوں سے چل رہی ہے جنہوں نے حبیب کو شہید کیا ہے، بار بار لہم آیا ہے، اور بعث بعد الموت کی تیسری

(۱) ما: دونوں جگہ ملے پہلے من جارہ پوشیدہ ہے (۲) ان أنعم: کافروں کے قول کا رو ہے اور ان کے قول کا تکرار بھی ہو سکتا ہے
(۳) يَخْجَعُونَ: دراصل يَخْجَعُونَ تھا، تحلیل ہوئی ہے، اختصار: معاملات میں جھگڑنا (۴) تَوْحِيدَةٍ: مصدر باب تفعیل: وصیت کرنا، کہہ مرنے۔

دلیل کے ضمن میں فرمایا تھا کہ اگر ہم چاہیں تو ان کو غرق کر دیں۔ اب فرماتے ہیں کہ عذاب خشکی میں گرد و پیش سے بھی آسکتا ہے، اس سے بچنے کے لئے اللہ سے ڈرنا ضروری ہے، اور اللہ سے ڈرنا اس کے احکام کی خلاف ورزی سے بچنا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: — اور جب ان لوگوں سے کہا گیا کہ ڈرو اس سے جو تمہارے آگے ہے اور اس سے جو تمہارے پیچھے ہے، شاید تم رحم کئے جاؤ! — یعنی اللہ کے احکام کی خلاف ورزی سے بچو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائیں گے، اور عذاب سے محفوظ رکھیں گے — اور آگے پیچھے سے مراد: ہر چہرہ جانب ہیں — اور عذاب کی بہت صورتیں ہیں، کسی بھی صورت میں عذاب آسکتا ہے۔

لوگ عذاب کی خبریں سنتے ہیں، مگر ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیتے ہیں

وقفہ وقفہ سے خبریں آتی ہیں کہ فلاں ملک میں زلزلہ آیا اور بڑی تباہی مچی، فلاں ملک میں سیلاب آیا اور اتنی جانیں گئیں، فلاں ملک میں قحط پڑا اور ہزاروں بھوک سے مر گئے، مگر ان خبروں سے لوگ وقتی طور پر اثر لیتے ہیں، پھر غفلت کا شکار ہو جاتے ہیں، ارشاد فرماتے ہیں: — اور میں پہنچتی ان کو کوئی نشانی ان کے رب کی نشانیوں میں سے، مگر وہ اس سے روگردانی کرنے والے ہیں — کوئی سبق نہیں لیتے، زندگی کا دھار انہیں بدلتے! یہی روگردانی ہے۔

روگردانی کی دو مثالیں

پہلی مثال: جب کسی جگہ سیلاب آتا ہے، اور ہزاروں بے خان مان ہو جاتے ہیں، یا قحط پڑتا ہے اور لوگ بھوکوں مرنے لگتے ہیں، یا کوئی غریب بھوکا ہے، اور مومن: کافر کو خرچ کرنے کی ترغیب دیتا ہے تو وہ روگردانی کرتا ہے، اور کہتا ہے: اگر اللہ چاہے تو اس کو کھلاتے، بھوکا نہ مارتے، تم اس کی فکر میں کیوں پڑے ہو! — اللہ تعالیٰ اس کی تردید کرتے ہیں کہ تو صریح گمراہی میں ہے، کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ تجھے اللہ نے جو دیا ہے وہ سارا تیرا ہے؟ رزق کے معنی ہیں: حصہ، نصیب، مالدار کو جو اس کی ضرورت سے زیادہ دیا جاتا ہے وہ دوسروں کے نصیب کا ہوتا ہے اور اس سے مالدار کا امتحان مقصود ہوتا ہے کہ وہ پہنچاتا ہے یا نہیں؟ — اور بعض مفسرین نے ﴿إِنَّا لَنَقُومُ﴾ کو کافر کے قول کا تہہ قرار دیا ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ اس کو کافر کے قول کی تردید قرار دیا جائے۔

ارشاد پاک ہے: — اور جب ان سے کہا گیا: خرچ کرو اس روزی میں سے جو اللہ نے تم کو دی ہے، تو کفار نے مسلمانوں سے کہا: کیا ہم ایسے لوگوں کو کھلائیں کہ اگر اللہ چاہے تو ان کو کھلاتے — نہیں ہوتے مگر صریح گمراہی میں! دوسری مثال: جب انبیاء کفار کو خبر دیتے ہیں کہ ہماری تکذیب کرو گے تو دنیا میں عذاب آئے گا، لوگ روگردانی

کرتے ہیں، اور پوچھتے ہیں: عذاب کب آئے گا؟ اس کو لے آؤ اگر تم سچے ہو! یہ خبر کی ہنسی اڑائی۔

اللہ تعالیٰ جواب دیتے ہیں: عذاب میں دیر کیا ہے؟ ایک چنگھاڑ سے تم ڈھیر ہو جاؤ گے، اور عذاب اچانک آئے گا، تم معاملات میں الجھے ہوئے ہو گے اور عذاب آجائے گا، پھر تم نہ کوئی وصیت کر سکو گے، نہ اپنے گھروالوں کی طرف لوٹ سکو گے، اسی جگہ ڈھیر ہو کر رہ جاؤ گے!

ارشاد فرماتے ہیں: — اور پوچھتے ہیں: یہ وعدہ کب ہوگا، اگر تم سچے ہو؟ — نہیں انتظار کرتے وہ مگر ایک سخت آواز کا، جوان کو پکڑے، در احیاء کے وہ معاملات میں جھگڑ رہے ہوں، پس نہ تو وصیت کرنے کی طاقت رکھیں، اور نہ اپنے گھروالوں کی طرف لوٹ سکیں!

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ ۖ فَإِذَا هُمْ مِنَ الْأَجْدَاثِ ۚ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنسِلُونَ ۝ قَالَُوا يُونُسَ ۖ مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَرْقَدِنَا ۚ بَعَثَ هَذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَنُ وَصَدَقَ الْمَرْسَلُونَ ۝ إِن كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ۝ فَالْيَوْمَ لَا تُظَلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

وَنُفِخَ	اور پھونکا گیا	هَذَا مَا	یہ جو	لَدَيْنَا	ہمارے پاس
فِي الصُّورِ	صور میں	وَعَدَ	وعدہ کیا	مُحْضَرُونَ	حاضر کئے ہوئے ہیں
فَإِذَا هُمْ	پس اچانک وہ	الرَّحْمَنُ	نہایت مہربان نے	فَالْيَوْمَ	پس آج
مِّنَ الْأَجْدَاثِ	قبروں سے	وَصَدَقَ	اور سچ کہا	لَا تُظَلَمُ	نہیں حق مارا جائے گا
إِلَىٰ رَبِّهِمْ	ان کے رب کی طرف	الْمَرْسَلُونَ	رسولوں نے	نَفْسٌ	کسی شخص کا
يَنسِلُونَ ^(۱)	تیزی سے چل رہے ہیں	إِن كَانَتْ	نہیں ہے (پھونکتا)	شَيْئًا	کچھ بھی
قَالُوا	کہا انھوں نے	إِلَّا صَيْحَةً	مگر زور کی آواز	وَلَا تُجْزَوْنَ	اور نہیں بدل دیئے
يُونُسَ	ہائے ہماری کم سختی!	وَاحِدَةً	ایک مرتبہ	جَاؤْكَ	جاؤ گے تم
مَنْ بَعَثَنَا	کس نے اٹھا دیا ہمیں	فَإِذَا هُمْ	پس اچانک وہ	إِلَّا مَا	مگر جو
مِّن مَّرْقَدِنَا	ہماری خواب گاہ سے؟	بَجَمِيعٍ	سارے	كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ	کیا کرتے تھے تم

(۱) المَجْدَث: قبر (۲) نَسَلَ (ض) العاشی: پیدل چلنے والے کا تیز رفتار ہونا (۳) کانت: اِی النفخة۔

آخرت کا عذاب

اوپر عذاب دنیا کا ذکر آیا، اب عذاب آخرت کا بیان ہے، جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو سب مردے زندہ ہو کر اپنی قبروں سے نکل آئیں گے، فرشتے ان کو ہانک کر میدانِ حشر کی طرف لے جائیں گے۔ اس وقت اتنا ہولناک منظر ہوگا کہ لوگ عذابِ قبر کو بھول جائیں گے، اور کہیں گے: ارے! ہم آرام سے سو رہے تھے، ہمیں کس نے ڈسٹرپ کر دیا! — جواب ملے گا: آنکھیں کھولو! یہ وہی اٹھانا ہے جس کا نہایت مہربان اللہ نے وعدہ کیا تھا، اور پیغمبروں نے سچي خبر دی تھی — اس دن نہ کسی کی نیکی ضائع ہوگی، نہ جرم سے زیادہ سزا ملے گی، انصاف کے ساتھ نیک و بد کا بدلہ چکایا جائے گا۔

ارشاد فرماتے ہیں: — اور صور میں پھونکا جائے گا، پس ایک ایک وہ قبروں سے (نکل کر) ان کے پروردگار کی طرف تیزی سے چلیں گے — کہیں گے: ہمارے بھائی کی بختی کس نے ہمیں ہماری خواہ گاہ سے اٹھا دیا؟ — یہ وہ (اٹھانا) ہے جس کا رحمان نے وعدہ کیا ہے اور پیغمبروں نے سچ کہا ہے! نہیں ہوگا وہ (گھم) مگر ایک زور کی آواز، پس اچانک وہ سارے ہمارے پاس حاضر کئے ہوئے ہونگے — پس آج کسی شخص پر ذرا ظلم نہ ہوگا، اور تم صرف انہی کاموں کا بدلہ دیئے جاؤ گے جو تم کیا کرتے تھے۔

إِنَّ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغْلٍ فَاكِهُونَ ۖ هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلِّ عَلَى الْأَرْبَابِ مُتَكُونَ ۖ لَهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَلَهُمْ مَّا يَدْعُونَ ۖ سَلَامٌ تَقُولًا ۖ فَمِنْ رَبِّ الرَّحِيمِ ۖ

اِنَّ	بے شک	ہُمْ	وہ	لَهُمْ	ان کے لئے
أَصْحَابَ الْجَنَّةِ	باغ والے	وَأَزْوَاجُهُمْ	اور ان کی بیویاں	فِيهَا	ان (باغات) میں
الْيَوْمَ	آج	فِي ظِلِّ	سایوں میں	فَاكِهَةٌ	میوے ہے
فِي شُغْلٍ ^(۱)	مشغلہ میں	عَلَى الْأَرْبَابِ	مسد یوں پر	وَلَهُمْ	اور ان کے لئے ہے
فَاكِهُونَ ^(۲)	دل لگی کرنے والے ہیں	مُتَكُونَ	ٹیک لگانے والے ہیں	مَّا	جو

(۱) الشُّغْلُ: مصروفیت، مشغلہ، جمع اشغال (۲) فَاكِهَةٌ (س) لُكْحَةٌ وَلُكْحَةٌ: خوش طبع ہونا، فَاكِهَةٌ: اسم قائل۔

یٰذَٰعُوْنَ ^(۱) سَلٰمٌ ^(۲)	وہ مانگیں گے سلام	قَوْلًا فِیْ رِیْثٍ	بولنا رب کی طرف سے	نَحْنِیْمُ	نہایت مہربان
---	----------------------	------------------------	-----------------------	------------	--------------

جنت کی نعمتوں کا بیان

اب کافروں کے عذاب کے بالمقابل جنتیوں کی نعمتوں کا ذکر ہے، جنت میں ہر قسم کے عیش و نشاط کا سامان ہوگا، جب شراب طہور کا دور چلے گا تو جنتی خوش طبعی کے طور پر ایک دوسرے سے چھینا چھٹی کریں گے [الطہور ۲۳] اور وہ اپنی ازواج کے ساتھ خوش گوار سایوں میں مسہریوں پر ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے ہوں گے، ان کو ہر قسم کے میوے اور پھل میسر ہوں گے، خلاصہ یہ ہے کہ جس چیز کی جنتیوں کے دل میں خواہش و طلب پیدا ہوگی وہ فوراً حاضر کر دی جائے گی، اور سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ مہربان پروردگار کی طرف سے جنتیوں کو بلا واسطہ یا بواسطہ ملائکہ سلام پہنچے گا، اس وقت کی عزت و لذت کا کیا کہنا! ارشاد فرماتے ہیں: — بے شک اہل جنت آج مشغلہ میں دل لگی کرنے والے ہیں، وہ اور ان کی بیویاں سایوں میں مسہریوں پر ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے، ان کے لئے جنت میں میوے ہیں، اور ان کے لئے وہ ہے جو وہ مانگیں گے، اور ان کو نہایت مہربان پروردگار کی طرف سے سلام فرمایا جائے گا!

وَأَمَّا تَرَأُوْنَ الْيَوْمَ أَيْهَا الْمُجْرِمُونَ ۖ أَلَمْ أَعْهِدْ لَكُمْ يٰبَنِي آدَمَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ ۖ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۚ وَإِنْ اعْبُدُونِي ۚ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۖ وَلَقَدْ أَصَلَّ مِنْكُمْ جِبَلًا كَثِيرًا ۖ أَفَلَمْ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ ۖ هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ۖ إِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۖ

وَأَمَّا تَرَأُوْنَ الْيَوْمَ	اور جدا ہو جاؤ	أَيْهَا	اے	أَلَمْ	کیا نہیں
الْمُجْرِمُونَ	آج	الْمُجْرِمُونَ	مجرمو	أَعْهِدُ ^(۳)	عہد لیا میں نے

(۱) یٰذَٰعُوْنَ: مضارع، جمع مذکر قاصب، مصدر اذْعَاہ (باب افعال) طلب کرنا، خواہش کرنا۔ (۲) سلام: مبتداء، من رب رحیم، خبر، قولاً، فعل مضارع مطلق ای بقول قولاً، یہ مبتداء خبر کے درمیان جملہ معترضہ مضمون جملہ کی تاکید کے لئے آیا ہے، اس کی اور ترکیبیں بھی کی گئی ہیں، میں نے آسان ترکیب لی ہے۔ (۳) اعھد: مضارع، واحد متکلم، لم کی وجہ سے مجزوم، لم: مضارع پراتا ہے تو اس کو ماضی منفی بناتا ہے: کیا میں نے تم سے عہد (وچن) نہیں لیا، عہد: الید: وصیت کرنا، ذمہ داری سپرد کرنا

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ	تم سے	اعْبُدُونِي ^(۱)	عبادت کرو میری	تَعْبُدُون	سمجھئے!
يُنَبِّئُ	اے اولاد	هَذَا صِرَاطٌ	یہ راستہ ہے	هَذَا جَهَنَّمُ	یہ دوزخ ہے
أَدْمُ	آدم کی	مُسْتَقِيمٌ	سیدھا	الَّتِي	جو
أَنْ	کہ	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	كُنْتُمْ	وعدہ کئے جاتے
لَا تَعْبُدُوا	نہ عبادت کرو تم	أَصْنَالُ	گمراہ کیا اس نے	تُوعَدُونَ	تھے تم
الشَّيْطَانَ	شیطان کی	وَنَكُفُّ	تم میں سے	إِصْلَاحًا	داخل ہو جاؤ اس میں
لَأَنَّهُ لَكُمْ	بے شک وہ تمہارا	جِبِلًّا ^(۲)	لوگوں کو	الْيَوْمَ	آج
عَدُوٌّ	دشمن ہے	كَثِيرٌ	بہت	بِنَا ^(۳)	پاؤں وچہ
مُبِينٌ	کھلا	أَفَلَمْ	کیا پس نہیں	كُنْتُمْ	کہ تھے تم
وَأَنْ	اور یہ کہ	تَتَكُونُوا	تھے تم	تَكْفُرُونَ	انکار کرتے

توحید کا بیان

رابطہ: سورۃ رسالت کے بیان سے شروع ہوئی ہے، اس کے آخر میں مکذبین کو ایک بستی والوں کا واقعہ سنایا ہے، جو رسولوں کی کلمۂ نبی کی وجہ سے ہلاک کی گئی، اس طرح آخرت کا موضوع پچل پڑا، اب اس کے بعد توحید کا بیان شروع کرتے ہیں، جو آخر صورت تک چلے گا۔

جنت اللہ کی عبادت کرنے والوں کے لئے ہے اور شیطان کے پرستاروں کے لئے جہنم ہے

عہد الست میں اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو اپنی معرفت کرائی ہے، اور ان سے اپنی ربوبیت کا اقرار لیا ہے، یہی اولاد آدم سے عہد باندھنا ہے کہ وہ صرف اللہ کی عبادت کریں گے، پھر دنیا میں انبیاء کے ذریعہ بار بار سمجھایا کہ شیطان کی بیروی مت کرو، وہ انسانوں کا کھلا دشمن ہے، جہنم میں پہنچا کر ہی دم لے گا، نجات کا راستہ ایک اللہ کی عبادت ہے، مگر افسوس! انسان نے عقل سے کام نہیں لیا، شیطان کے چکر میں پھنس گیا، اور اس نے ایک خلقت کو گمراہ کر دیا، اب وہ اپنی حماقت کا خمیازہ بھگتیں گے، حکم ہوگا: جہنم! جنت کے عیش و آرام میں تمہارا کوئی حصہ نہیں، پس اللہ جنت سے علاحدہ ہو جاؤ، تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے، اس میں جا گھسوا جس کا بصورت کفر تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

(۱) اَعْبُدُونِی: امر، جمع مذکر حاضر، نون و قایہ، ی ضمیر واحد متکلم (۲) الْجِبَلِ: امت، قوم، لوگوں کی جماعت، الْعِجْلَةِ: فطرت، قوم، امت، جِبِلِّ (ن) جِبَلًا: پیدا کرنا، صورت بنانا (۳) بِنَا: ہاء سببیہ۔

آیات پاک: — اور اے محرمو! آج (اہل جنت سے) جدا ہو جاؤ: اے اولادِ آدم! کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہیں کرو گے، وہ باقین تمہارا کھلا دشمن ہے، اور یہ کہ میری عبادت کرو گے، یہی سیدھا راستہ ہے۔ اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ شیطان نے تم میں سے ایک بڑی جماعت کو گمراہ کر دیا، کیا پس تم سمجھتے نہیں! یہ وہ دوزخ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا ہے، آج اس میں جا گھسو، ہاں وجہ کہ تم انکار کیا کرتے تھے۔

الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَنَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ وَلَوْ نَشَاءُ لَطَمَسْنَا عَلَىٰ أَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَأَنَّى يُبْصِرُونَ ۝ وَلَوْ نَشَاءُ لَمَسَخْنَاهُمْ عَلَىٰ مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوا مُضِيًّا وَلَا يَرْجِعُونَ ۝ وَمَنْ يَتَّبِعْهُ تَتَّبِعْهُ تَنَكَّسْهُ فِي الْخَلْقِ أَفَلَا يَعْقِلُونَ ۝ وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشُّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ ۖ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ ۝ لِيُنذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِينَ ۝

آج	کالوا یکسبون	کمایا کرتے تھے وہ	وَلَوْ نَشَاءُ لَمَسَخْنَاهُمْ عَلَىٰ مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوا مُضِيًّا وَلَا يَرْجِعُونَ ۝	اور اگر چاہیں ہم ضرور شکل بگاڑ دیں تم انکی ان کی جگہ میں پس نہ طاقت رکھیں وہ جانے کی اور نہ لوٹیں وہ دیتے ہیں ہم
مہر لگائیں گے ہم ان کے مونہوں پر اور بات کریں گے ہم ان کے ہاتھ اور گواہی دیں گے ان کے پیچہ اس کی جو	وَلَوْ نَشَاءُ لَطَمَسْنَا عَلَىٰ أَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَأَنَّى يُبْصِرُونَ	اور اگر چاہیں ہم ضرور مٹا دیں ان کی آنکھوں کو پس سبقت کریں وہ راستہ کی طرف پس کہاں دیکھیں وہ	وَلَوْ نَشَاءُ لَمَسَخْنَاهُمْ عَلَىٰ مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوا مُضِيًّا وَلَا يَرْجِعُونَ ۝ وَمَنْ يَتَّبِعْهُ تَتَّبِعْهُ تَنَكَّسْهُ فِي الْخَلْقِ أَفَلَا يَعْقِلُونَ ۝	اور اگر چاہیں ہم ضرور شکل بگاڑ دیں تم انکی ان کی جگہ میں پس نہ طاقت رکھیں وہ جانے کی اور نہ لوٹیں وہ دیتے ہیں ہم

(۱) الفواہ: فم کی جمع: منہ (۲) طمَسَ: مٹانا، طمَسَ علیہ: صورت بگاڑنا (۳) استبقی: کسی چیز کی طرف پہنچنے کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنا (۴) مَسَخَ: (ف) مَسَخًا: شکل بگاڑنا، پہلی صورت کو دوسری صورت سے بدل دینا (۵) مکانا: مکان، قیام گاہ (۶) مَضًی: مَضًی بَعْضُی کا مصدر: گذر جانا، چلا جانا۔

تَاكُذَّرَ اَيْسَدَ	اور نہ مناسب ہے وہ	وَمَا يَنْبَغِيْ	النا کرویتے ہیں ہم اسکو	نُنْكَسُهُ
اس کو جو ہے	ان کے لئے	لَهُ	تحقیق میں	فِي الْخَلْقِ
زندہ	نہیں ہے وہ (وحی)	اِنْ هُوَ	کیا پس سمجھتے نہیں وہ	اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ
اور ثابت ہو جائے	مگر نصیحت	اِلَّا ذِكْرٌ	اور نہیں سکھایا ہم	وَمَا عَلَّمْنَاهُ
بات	اور پڑھنا	وَقُرْآنٌ	نے ان کو	
انکار کرنے والوں پر	سلیس	مُبِينٌ	شعر	الشَّعْرَ

مشرکین سیدھے جرم کا اعتراف نہیں کریں گے تو ان کے اعضاء بولیں گے

سوال: مشرکین قیامت کے دن شرک کا انکار کریں گے: ﴿قَالُوا: وَاللّٰهِ رَبَّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ﴾: قسم ہمارے پروردگار اللہ کی! ہم شرک نہیں تھے [الانعام ۲۳] پھر ان پر جنت کیسے قائم ہوگی؟

جواب: قیامت کے دن اگر مجرم زبان سے اعتراف نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے منہوں پر مہر لگا دیں گے، اور ہاتھ پاؤں، آنکھ کان، حتیٰ کہ بدن کی کھال جرم کو بیان کرے گی، پھر کیا کریں گے؟ ارشاد فرماتے ہیں: — آج ہم ان کے منہوں پر مہر لگائیں گے، اور ہم سے ان کے ہاتھ بات کریں گے، اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے ان کاموں کی جو وہ کیا کرتے تھے!

مشرکین دنیا میں بھی عذاب کی زد سے بچے ہوئے نہیں

سوال: مشرکین سوچتے ہیں: قیامت کس نے دیکھی ہے! بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست! اڑا لے مزے، پھر موقع ملے ملے!

جواب: مشرکین دنیا میں بھی عذاب کی زد سے بچے ہوئے نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ چاہیں تو انہیں اندھا کر دیں، پھر وہ راستہ پانے کے لئے ٹانگ ٹوئیاں مارتے رہ جائیں، اور چاہیں تو ان کی صورتیں بگاڑ دیں، پھر وہ جہاں کے تہاں کھڑے رہ جائیں، نہ اھر کے رہیں نہ اُھر کے، جیسے سٹھیا ہوا آدمی جب ازکار رفتہ ہو جاتا ہے اور نوں دہائی پار کر جاتا ہے تو بچہ سہا ہو کر رہ جاتا ہے، آنکھیں کان وغیرہ سب کھودیتا ہے اور شکل بھی پہچانی نہیں جاتی، پس خدا جو بوڑھے میں قوی سلب کر لیتا ہے، جوانی میں بھی ایسا کر سکتا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: — اور اگر ہم چاہیں تو (دنیا میں) ان کی آنکھوں کو ملیا میٹ کر دیں، پس وہ راستہ کی طرف دوڑیں، مگر ان کو کہاں نظر آئے؟ اور اگر ہم چاہیں تو جہاں وہ ہیں وہیں ان کی صورتیں

بگاڑیں پس وہ نہ آگے بڑھ سکیں، اور نہ پیچھے لوٹ سکیں! — (نظیر:) اور جس کو ہم زیادہ عمر دیتے ہیں اس کو طبعی حالت میں الٹا کر دیتے ہیں، کیا پس وہ سمجھتے نہیں!

قرآن شاعری نہیں، وہ زندوں کے لئے نصیحت اور مردوں پر جنت ہے

مگر بنی توحید کے ساتھ جو گفتگو چل رہی ہے: اس سلسلہ کی یہ آخری بات ہے، آگے نیا لون (رنگ) ہے۔ فرماتے ہیں: قرآن کریم شاعری نہیں، شاعر قصیدہ یا غزل سناتا ہے، لوگ واہ واہ! مرحبا! کہہ کر چل دیتے ہیں، قرآن کی اتنی ہی حیثیت نہیں ہے، وہ زندہ قلوب کے لئے نصیحت اور مردہ قلوب پر جنت ہے، جس کے دل میں قابلیت ہوتی ہے وہ نصیحت پذیر ہوتا ہے، اور جو انکار پر اٹھتا ہے اس پر اتمام جنت ہو جاتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے شاعری کا علم نہیں دیا تھا، اگرچہ عربوں میں بانعیاں تک اشعار کہہ لیتی تھیں، اور بچوں تک کی زبان پر موزون کلام جاری ہو جاتا تھا، مگر جس طرح اللہ تعالیٰ انبیاء کو نامناسب کاموں سے بچاتے ہیں، نامناسب باتوں سے بھی بچاتے ہیں، چنانچہ کوئی نبی شاعر نہیں ہوا، شاعر عام طور پر فضول باتیں کرتے ہیں: ﴿لَعَلِّي كُنَّ وَادَّ يَغْمُونَ﴾: ایران توران کی ہانگتے ہیں، اس لئے شاعری انبیاء کے شایان شان نہیں، ان کی باتیں سنجیدہ، پر حکمت اور با معنی ہوتی ہیں — پس نبی ﷺ جو وحی پیش کر رہے ہیں وہ اللہ کا کلام ہے، جو خاص مقصد کے لئے نازل کیا گیا ہے، فضول باتیں نہیں ہیں۔

فائدہ: اشعار میں ایک خوبی ہے، اور وہ ان کی چاشنی ہے، اسی خوبی کی وجہ سے لوگ لٹو ہو جاتے ہیں۔ یہ خوبی قرآن کریم میں علی وجہ اتم موجود ہے، بڑے بڑے شعراء اور ادباء قرآن کی فصاحت و بلاغت پر سر دھنتے ہیں پس جیسے شراب جنت میں نشہ نہیں ہوگا، سرور ہوگا، اسی طرح قرآن کریم میں شاعری کے اوزان کی رعایت نہیں، مگر حلاوت علی وجہ الابلغ موجود ہے۔

آیات پاک: — اور ہم نے ان (نبی ﷺ) کو شعر نہیں سکھایا، اور نہ یہ بات ان کے شایان شان ہے، نہیں ہے وہ (کلام) مگر نصیحت اور پڑھنے کی سلیس کتاب، تاکہ وہ اس شخص کو ڈرائیں جو زندہ ہے، اور منکروں پر بات ثابت ہو جائے! — یعنی اتمام جنت ہو جائے۔

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِنَّا عَمَلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ ۖ وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ ۖ وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۖ أَفَلَا يَشْكُرُونَ ۖ

اَوَلَمْ يَرَوْا	کیا اور نہیں	اَنْعَمَّا	چو پاپے	وَمِنْهَا	اور ان میں سے بعض
اَنَّا	دیکھا انھوں نے	فَهُمْ	پس وہ	يَا كَاۡلُوْنَ	کھاتے ہیں ۱۱
حَاكُمَنَا	کہ ہم نے	كَلٰهَآ	ان کے	وَكَلٰهَمْ	اور ان کے لئے
لَهُمْ	پیدا کئے	مَلِكُوْنَ	مالک ہیں	فِيْهَا	ان میں
وَمِنَّا	ان کے لئے	وَدَلَّلْنٰهَا ^(۱)	اور تابع کیا ہم نے ان کو	مَنَافِعُ	فوائد ہیں
عَمِلَتْ	ان میں سے جو	لَهُمْ	ان کے	وَمَشَارِبُ ^(۳)	اور پینے کی جگہیں ہیں
اَيُّوْنَنَا	بنائی	فِيْهَا	پس ان میں سے بعض	اَقْلَا	کیا پس نہیں
	ہمارے ہاتھوں نے	دَكُوْنَهُمْ ^(۲)	ان کی سواری ہیں	بَشْكُرُوْنَ	شکر بجالاتے وہ

پالتو چوپایے پیدا کر کے اللہ نے انسانوں پر بڑا احسان کیا، پس وہ اس کا شکر بجالائیں

آیات تنزیلیہ (قرآن کریم) کے بعد آیات تکوینیہ کی طرف توجہ دلاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے پالتو چوپایے پیدا کئے، پھر انسانوں کو ان کا مالک بنایا، تاکہ جہاں چاہیں بچیں اور جس طرح چاہیں کام لیں، ان میں کتنے قوی ہرکل عظیم الجثہ جانور ہیں، جو انسان ضعیف البدان کے سامنے عاجز ہیں، کسی پر وہ سواری کرتا ہے، کسی کو کاٹ کر کھاتا ہے، ان کی کھال، ہڈی، اون و غیرہ سے فائدہ اٹھاتا ہے، اور ان کے تھن دودھ کے گھاٹ ہیں، کیا اس احسان کا شکر ادا کرنا واجب نہیں؟ اس کا شکریہ ہے کہ اسی محسن کی عبادت کی جائے، کسی اور کو عبادت میں شریک نہ کیا جائے۔

آیات کریمہ: — کیا لوگوں نے غور نہیں کیا! ہم نے ان کے لئے اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی چیزوں سے پالتو چوپایے پیدا کئے، پس وہ ان کے مالک ہیں۔ اور ہم نے ان کو مویشی کو ان کے تابع کر دیا، پس بعض ان کی سواریاں ہیں، اور بعض کو وہ کھاتے ہیں، اور ان میں لوگوں کے لئے اور بھی فوائد ہیں، اور پینے کی جگہیں (تھن) ہیں، کیا پس وہ شکر بجا نہیں لاتے!

وَاتَّقُوا مَن دُونِ اللّٰهِ إِلَهَةً ۖ لَّعَلَّهُمْ يَنْصَرُونَ ۝ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُونَ ۝ فَلَا يَخْزِيَنَّكَ قَوْلُهُمْ مِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۝

(۱) ذلک: قابو میں کرنا، زیر کرنا، تابع کرنا (۲) الزکوب: سواری، سواری کا جانور، جمع زکب (۳) مشارب: مشرب کی جمع: پانی پینے کی جگہ، گھاٹ۔

أَوَلَمْ يَرِ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُبِينٌ ۝ وَصَرَبَ كَنَّا
 مَثَلًا وَلَيْسَ خَلْقُهُ ۝ قَالَ مَنْ يُثْبِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا
 أَوَّلَ مَرَّةٍ ۝ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ۝ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ مِنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا
 أَنْتُمْ مِنْهُ تُوقَدُونَ ۝ أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَدِيرٍ عَلَى أَنْ يَخْلُقَ
 مِثْلَهُمْ بَلَىٰ ۝ وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ ۝ إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝
 فَسُبْحَنَ الَّذِي بِيَدِهِ مَكُونُ كُلِّ شَيْءٍ ۝ وَالْبَهِرُ تُرْجَعُونَ ۝

پہ

وَإِن تَدْعُوا	اور بتائے انھوں نے	نَعْلَمُ	جانتے ہیں	وَلَيْسَ	اور بھول گیا وہ
مِنْ دُونِ اللَّهِ	بچے اللہ سے	مَا يُبْذَرُونَ	جو چھپاتے ہیں وہ	خَلَقْنَاهُ	اپنی پیدائش
الرَّهَةَ	موجود	وَمَا يُعْلَنُونَ	اور جو ظاہر کرتے ہیں وہ	قَالَ	کہا اس نے
لَعَلَّهُمْ	تاکر وہ	أَوَلَمْ يَرَ	گیا اور نہیں دیکھا	مَنْ يُثْبِي	کون زندہ کرے گا
يُنْصَرِفُونَ	مدد کے جائیں	الْإِنْسَانُ	انسان نے	الْعِظَامَ	ہڈیوں کو
لَا يَسْتَطِيعُونَ	نہیں طاقت رکھتے وہ	أَنَّا	کہ ہم نے	وَهِيَ	در انحالیکہ وہ
نَضْرِبُهُمْ	ان کی مدد کرنے کی	خَلَقْنَاهُ	پیدا کیا اس کو	رَمِيمٌ	بوسیدہ ہوگی
وَهُمْ	اور وہ	مِنْ نُطْفَةٍ	ایک بوند سے	قُلْ	کہو
لَهُمْ	ان کے لئے	فَإِذَا هُوَ	پس اچانک وہ	يُحْيِيهَا	زندہ کرے گا ان کو
جُنْدٌ	لشکر ہے	خَصِيمٌ	سخت جھگڑنے والا ہے	الَّذِي	جس نے
مُخَصَّرُونَ	حاضر کیا ہوا	مُبِينٌ	کھلا	أَنشَأَهَا	پیدا کیا ان کو
فَلَا يَحْزَنُكَ	پس نہ غم گیس کہ آپ کو	وَصَرَبَ	اور ماری اس نے	أَوَّلَ مَرَّةٍ	پہلی مرتبہ
قَوْلُهُمْ	ان کی بات	كُنَّا	ہمارے لئے	وَهُوَ	اور وہ
إِنَّا	بے شک ہم	مَثَلًا	ایک مثال	بِكُلِّ خَلْقٍ	ہر پیدائش کو

(۱) لہم: میں لام افتاح شرکین کے گمان کے اعتبار سے لایا گیا ہے (جلالین)

عَلِيمٌ	خوب جاننے والا ہے	السَّمَوَاتِ	آسمانوں	شَيْئًا	کسی چیز کو
الَّذِي	جس نے	وَالْأَرْضِ	اور زمین کو	أَنْ يَقُولَ	کہ کہوہ
جَعَلَ	بنایا	يَقْدِرُ	قدرت والا	لَهُ	اس سے
لَكُمْ	تمہارے لئے	عَلَى أَنْ	اس پر کہ	كُنْ	ہو جا
فِي السَّجَرِ	درخت سے	يَخْلُقُ	پیدا کرے	فَيَكُونُ	پس وہ ہو جاتی ہے
الْأَخْضَرِ	ہرے	وَمِثْلَهُمْ ^(۱)	ان کو (دو بارہ)	كُسْبَحَ	پس پاک ہے
نَارًا	آگ کو	بَلَى	کیوں نہیں	الَّذِي	(وہ) جو
فَإِذَا آنْتُمْ	پس یکا یک تم	وَهُوَ	اور وہ	رَبِّدَا	اس کے ہاتھ میں ہے
قَبْلَهُ	اس سے	الْغُلُقُ	بڑا پیدا کرنے والا	مَكْكُوتٌ	حکومت
تُؤْتِي وَنَ	سلگاتے ہو	الْعَلِيمُ	خوب جاننے والا ہے	كُلُّ شَيْءٍ	ہر چیز کی
أَوَّلَيْسَ	کیا اور نہیں ہے	إِنَّمَا	صرف	وَالْيَهُ	اور اسی کی طرف
الَّذِي	جس نے	أَكْرَمَ	اس کا حکم	تُرْجَعُونَ	لوٹائے جاؤ گے تم
خَلَقَ	پیدا کیا	إِذَا أَرَادَ	جب چاہے وہ		

امید تھی پر نہ آئی!

اللہ کا احسان دیکھو! اللہ نے موثیٰ کی شکل میں انسان کی معیشت کا انتظام کیا، لوگوں نے اس کا شکریہ یہ ادا کیا کہ اللہ کو چھوڑ کر اور معبود ٹھہرائے، تاکہ آڑے وقت وہ ان کے کام آئیں، مگر جس دن ان کو مدد کی ضرورت ہوگی وہ لاؤ لٹکرائے گا، اور مشرکین امید باندھیں گے کہ آئے ہمارے حمایتی! حالانکہ وہ مدد کو نہیں آئے، گرفتار کر کے لائے گئے ہیں، اور وہ قیامت کے دن ان کی مدد نہیں کریں گے، بلکہ ان کے خلاف ہو جائیں گے: ﴿يَوْمَ يَكُونُ لِلَّهِ ضَلَاكٌ﴾ [مریم: ۸۲] کلیہ تھا جن بچوں پے وہی ہوا دینے لگے۔ امید تھی پر نہ آئی! ارشاد فرماتے ہیں: — اور انھوں نے اللہ سے ورے معبود بنائے، تاکہ وہ مدد کئے جائیں — وہ ان کی کچھ مدد نہیں کر سکتے، اور وہ ان کے لئے حاضر کیا ہوا لشکر ہے!

قادر مطلق کو عاجز مخلوق کی طرح سمجھ لیا!

عاص بن وائل قبرستان سے ایک بوسیدہ ہڈی لے کر نبی ﷺ کے پاس آیا، اور چٹکی سے مل کر بولا: اس کو کھری

(۱) مثلہم: میں لفظ مثل زائد ہے، تحسین کلام کے لئے بڑھایا ہے، جیسے: ﴿يَسْ كُفْلُهُ شَيْءٌ﴾ میں مثل زائد ہے۔

ہڈی کو دوبارہ کون زندہ کرے گا؟ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کو دلا سادیتے ہیں کہ آپؐ اس کی بات سے دل گیر نہ ہوں، ہم سب اس کا کھلا چھپا جانتے ہیں — کھلا: یہ کہ کھوکھری ہڈی لایا، اور اس کے ذریعہ اللہ کے لئے مثال ماری! اور چھپا: یہ کہ اس نے قادر مطلق کو عاجز مخلوق کی طرح سمجھ لیا — آپؐ اس کو جواب دیں کہ تجھے اپنی پیدائش یاد نہیں، تجھے ایک ناچیز بوند سے اللہ نے پیدا کیا ہے، اب تیری یہ جرأت ہو گئی کہ اللہ کی قدرت میں جھگڑا کرتا ہے! آپؐ اس سے کہیں: جس نے پہلی مرتبہ ان ہڈیوں میں جان ڈالی ہے، وہی ان کو دوسری مرتبہ زندہ کرے گا، ان کے لئے یہ بات کچھ مشکل نہیں، وہ ہر بار پیدا کرنے کو خوب جانتے ہیں، اور ایک چیز سے اس کی ضد نکالنا اللہ تعالیٰ کا کرشمہ ہے، وہ ہرے درختوں کی لکڑیوں سے آگ نکالتے ہیں، جس سے لوگ چولہے جلاتے ہیں، علاوہ انہیں: بانس کے جنگل میں رگڑ کھانے سے آگ لگ جاتی ہے، پس ہرے درخت سے اس کی ضد آگ نکالنا ان کا کرشمہ ہے، پھر وہ مردے سے زندے کو کیوں نہیں نکال سکتے؟

آیات پاک مع تفسیر: — پس آپؐ کو ان کی بات دل گیر نہ کرے — یہ تسلی دی، اور قول مفرد ہے، مراد: ﴿مَنْ يُحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ﴾ ہے۔ جب تک ہم جانتے ہیں جو کچھ وہ دل میں رکھتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں — دل میں تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کو عاجز مخلوق کی طرح سمجھ رکھا ہے، اور ظاہر میں وہ باتیں چھانٹتے ہیں — کیا انسان نے دیکھا نہیں کہ ہم نے اس کو ایک بوند سے پیدا کیا ہے؟ — یہ قدر ماڈہ اس کا مادہ تخلیق ہے، یہی جاندار کو غیر جاندار سے نکالنا ہے — پس یکا یک وہ علانیہ سخت جھگڑا کرنے والا ہے! — یعنی پھر وہ اعلیٰ صلاحیتوں کا مالک ہو گیا، اور یہ آدھا مضمون ہے، دوسرا آدھا ہے: پس یکا یک وہ بر ملا اللہ کی قدرت پر حرف گیری کرنے والوں کے جھٹکے چھڑانے لگا، یعنی جس طرف اس کی صلاحیت متوجہ ہو گئی نہایت کو جا بچنی (چھٹکا: تاش کا وہ پتہ جس پر چھ نقطے ہوں، چھکا چھڑانا یعنی چھکا کاٹنا، بچانا، مراد حواس باختہ کر دینا) — اور اس نے ہمارے لئے ایک مثال ماری، اور اپنی پیدائش کو بھول گیا — جس کی طرف ابھی توجہ دلائی ہے کہ وہ ایک بے جان بوند سے پیدا کیا گیا ہے — اس نے کہا: کون ہڈیوں کو زندہ کر سکتا ہے دراصل ایک وہ بوسیدہ ہو گئیں! — جواب: — اُن کو وہ زندہ کرے گا جس نے اُن کو پہلی بار پیدا کیا ہے، اور وہ ہر بار پیدا کرنے کو خوب جاننے والے ہیں!

ایک چیز سے اس کی ضد نکالنے کی مثال: — جس نے تمہارے لئے ہرے درخت سے آگ بنائی، پس یکا یک تم اس سے سلگاتے ہو — یعنی چولہے جلاتے ہو — مرنخ: ایک درخت ہے جس کی لکڑی کو بطور حق ماق استعمال کرتے تھے — اور عَفَا: دوسرا درخت ہے، اس سے بھی حق ماق کا کام لیتے تھے — حق ماق: ایک پتھر جس

سے لگ نکلتی ہے۔

فائدہ: اب کبریت: گندھک (Sulphur) دریافت ہو گئی ہے، یہ زرد رنگ کا ایک مادہ ہے جو زمین سے نکلتا ہے، اس سے لوگ مچس بناتے ہیں، پہلے مرخ اور عفار کی لکڑیاں یا چن ماق کے پتھر ٹکراتے تھے، شرارے جھڑتے تھے، اس سے روئی وغیرہ جلاتے تھے، پھر اس سے لاوارشن کرتے تھے، جس سے لوگ چولہے جلاتے تھے۔

اللہ کی قدرتِ کاملہ کا بیان

آخر میں اللہ کی قدرتِ کاملہ کا بیان ہے، یہی توحید کی جان ہے، ارشاد فرماتے ہیں: — کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا: اس پر قادر نہیں کہ وہ ان کو (دوبارہ) پیدا کرے؟ — کیوں نہیں! — ضرور قادر ہے! — وہ بڑا پیدا کرنے والا سب کچھ جاننے والا ہے — چھوٹی بڑی کوئی بھی چیز بنانا اس کے لئے مشکل نہیں — اس کا معاملہ جب وہ کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو صرف یہ ہے کہ اس سے کہتا ہے: ہو جا! پس وہ ہو جاتی ہے — یعنی بس ارادہ کی دیر ہے، ارادہ کرتے ہی وہ چیز وجود میں آ جاتی ہے — پس (عجز سے) پاک ہے وہ ہستی جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی حکومت ہے، اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے — یعنی آج بھی کائنات کی زمام حکومت ان کے ہاتھ میں ہے، اور کل بھی انہی کے ہاتھ میں ہوگی۔

الحمد للہ الرزاقی الحجۃ ۱۴۳۶ھ (عید الاضحیٰ کے دوسرے دن) = ۲۶ ستمبر ۲۰۱۵ء کو یس شریف کی تفسیر

پوری ہوئی



سُورَةُ الصَّافَّاتِ مَكِّيَّةٌ (۳۷) (۵۶) مَرَكُوعَاتُهَا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَالصَّافَّاتِ صَفًّا ۝ فَالزَّجْرَاتِ زَجْرًا ۝ فَالتَّالِيَاتِ ذِكْرًا ۝ إِنَّ إِلَهُكُمُّ لَوَاحِدٌ ۝ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۝ إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِينَةٍ ۝ الْكَوْكَبِ ۝ وَحِفْظًا ۝ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ مَارِدٍ ۝ لَا يَسْتَعِينُ إِلَى الْمَلَائِكَةِ ۝ وَيَقْدِفُونَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۝ دُحُورًا ۝ وَلَهُمْ عَذَابٌ وَاصِبٌ ۝ إِلَّا مَنْ خِطَفَ الْخَطْفَةَ ۝ فَاتَّبَعَهُ شَهَابٌ ثَاقِبٌ ۝

وَالصَّافَّاتِ ^(۱) صَفًّا ^(۲)	صف بنانے والوں کی قسم	رَبُّ	(وہ) پروردگار ہے	زَيَّنَّا	مزین کیا
فَالزَّجْرَاتِ ^(۳) زَجْرًا ^(۴)	تھارہ تاکر پس جھڑکنے والوں کی	وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا	آسمانوں اور زمین کا	السَّمَاءِ الدُّنْيَا ^(۷)	آسمان کو دولے (قریبی)
فَالتَّالِيَاتِ ^(۵) ذِكْرًا ^(۶)	ڈانٹ کر پس تلاوت کرنے والوں کی	وَرَبِّ	اور (وہ) پروردگار ہے	بِزِينَةٍ ۝ الْكَوْكَبِ ^(۸)	زینت کے ساتھ ستاروں کی
إِنَّ إِلَهُكُمُّ لَوَاحِدٌ	قرآن کی بے شک تمہارا معبود یقیناً ایک ہے	وَالْمَشَارِقِ إِنَّا	مشرقوں کا بے شک ہم نے	وَحِفْظًا ^(۹) مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ مَارِدٍ ^(۱۰)	اور حفاظت کی ہر شیطان سے سرکش

(۱) الصَّافَّاتِ: الصَّافَّة کی جمع جو الصَّافَّ کی تائید ہے، صَفَّ الْقَوْمُ (ن) صَفًّا: لَانْ میں گناہ، صف بندی کرتا (۲) صَفًّا: مفعول مطلق (تاکید کے لئے) فعل کی طرح شبہ فعل بھی عمل کرتا ہے (۳) زَجْرَاتِ (ن) زَجْرًا: ڈانٹنا، جھڑکنا (۴) زَجْرًا: مفعول مطلق، برائے تاکید (۵) التَّالِيَاتِ کی جمع جو التَّالِي کی تائید ہے، فَلَا (ن) الْكَتَابِ: پڑھنا (۶) ذِكْرًا: مفعول بہ، مراد قرآن کریم ہے، کیونکہ تلاوت آسمانی کتابوں کے ساتھ خاص ہے (۷) الدُّنْيَا: الدُّنْيَا کا مؤنث: قریب کی چیز (۸) الْكَوْكَبِ: زینت سے بدل ہے، اضافہ نہیں ہے اور زینت پر تینوں ہے، اور تینوں والے حرف کو ملاتے ہیں تو ایک حرکت کو کون سے بدل دیتے ہیں، جیسے: (أَحَدٌ) اللَّهُ (۹) حِفْظًا: فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے، جو زینت پر محذوف ہے، اُی حِفْظًا حِفْظًا (۱۰) مَارِدٌ: اسم فاعل، مَرَدٌ (ن) الْإِنْسَانُ مَرُودًا: نافرمان ہونا، انتہائی سرکش ہونا۔

لَا يَسْتَمِعُونَ ^(۱)	نہیں کان لگا سکتے وہ	ذُحْرًا ^(۲)	بھگانے کے لئے	خَطَفَ ^(۳)	اچک لیا
إِلَى الْمَلَا	سرداروں کی طرف	وَكُهُم	اور ان کے لئے	الْخَطْفَةَ	اچکنا
الْأَعْلَى	بالا	عَذَابٍ	سزا ہے	فَأَتْبَعَهُ	پس پیچھا کیا اس کا
وَيُقَذُّ فُوتٌ	اور پھینک مائے جلاتے ہیں	وَاصِبٌ ^(۴)	دامنی	يَشَابَبُ	انگارے نے
وَمِنْ كُلِّ جَانِبٍ	ہر طرف سے	لَاكَ مَن	مگر جس نے	تَأْتِيَبُ ^(۵)	چمکتے

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

اس سورت میں بھی وہی تین مضامین ہیں جو گذشتہ سورت میں بیان ہوئے ہیں، پہلے توحید اور قدرت باری تعالیٰ کا بیان ہے، یہی دو باتیں گذشتہ سورت کے آخر میں تھیں، پھر بعث بعد الموت (آخرت) کا مضمون شروع ہوا ہے، پھر تیسرے رکوع سے رسالت کا مسئلہ ہے، اور اس کے ضمن میں انبیاء کے واقعات آئے ہیں۔ اور آخر میں چودہ باتیں ہیں، جن کا توحید اور دلائل سے تعلق ہے۔

توحید کا بیان

قرآن کریم میں جو کائناتی چیزوں کی قسمیں کھائی جاتی ہیں، ان کا جائزہ لینے سے ظاہر ہوتا ہے کہ مقسم بہ (جن چیزوں کی قسمیں کھائی جاتی ہیں وہ) مقسم علیہ (جس دعویٰ کو ثابت کرنا مقصود ہے) کے لئے شاہد و دلائل ہوتے ہیں، چنانچہ یہاں اللہ کے نیک بندوں کی قسمیں کھائی گئی ہیں، جو تمام نمازوں میں، خاص طور پر فجر کی نماز میں مسجد میں پہنچ کر صرف بنا کر امام کے پیچھے نمازیں ادا کرتے ہیں، پھر گھر آکر متعلقین کو جو سو رہے ہیں ڈانٹتے ہیں، پھر قرآن کریم کی تلاوت میں لگ جاتے ہیں، باپ کا یہ اسوہ سامنے لا کر متعلقین سے خطاب ہے کہ تمہارا معبود بھی تو وہی ایک اللہ ہے، پھر تمہارا عمل باپ کے عمل سے مختلف کیوں ہے؟ کیا تم مسلمان نہیں ہو؟ کیا تمہیں جنت میں نہیں جانا؟ ارشاد فرماتے ہیں: — قسم ہے قطار میں لگ کر صرف بنانے والوں کی! پھر ڈانٹ کر جھڑکنے والوں کی! پھر قرآن کی تلاوت کرنے والوں کی! ابے شک تمہارا معبود ایک ہی ہے! — الصافات وغیرہ مؤنث الفاظ بہ تاویل جماعہ لائے ہیں — اور الذکو: جگہ جگہ قرآن کریم کے لئے آیا ہے، اور یہاں قرینہ لفظ تلاوت ہے، یہ لفظ آسمانی کتابیں پڑھنے کے لئے خاص ہے — اور پہلی آیت میں صف (۱) یَسْمَعُونَ: اصل میں یَسْمَعُونَ تھا، مصدر تَسْمَعُ (باب تفعّل): کان لگا کر سننا (۲) ذُحْرًا: یَقْدُحُونَ کا مفعول نہ ہے، ذُحْرًا (ف) ذُحْرًا وَ ذُحْرًا: ہٹنا، دور کرنا، بھگانا (۳) وَاصِبٌ یَصِيبُ (ض) الشَّيْءُ: قائم رہنا، بجا رہنا (۴) خَطَفَ (ض) الشَّيْءُ: اچک لیتا، پیچھا مارنا (۵) تَأْتِيَبُ (ن) الذکو کب: چمکنا: ﴿النَّجْمُ الثَّاقِبُ﴾: چمکدار ستارہ۔

بندی کے اہتمام کی طرف اشارہ ہے، اور حدیثوں میں مثبت و منفی پہلوؤں سے اس سلسلہ میں ہدایات آئی ہیں، متفق علیہ حدیث ہے کہ اپنی صفیں درست کرو، کیونکہ صفوں کی درستی نماز کے اہتمام میں داخل ہے (مشکات حدیث ۱۰۸۷) اور نماز کے اہتمام کا قرآن کریم میں بار بار حکم آیا ہے، اور صفیں اس وقت درست ہونگی جب قطار بالکل سیدھی ہو، اور کندھے سے کندھا ملا ہو ہوا۔ اور دوسری آیت میں اشارہ ہے کہ گھر کے ذمہ دار کو ماتحتوں کے عمل پر نظر رکھنی چاہئے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ نے جو دس نصیحتیں کی تھیں، ان میں آخری دو یہ ہیں: **وَلَا تَرْفَعْ عَنْهُمْ عَصَاكَ اَدْبَاءُ**، **وَاُخْفِئْهُم لِي** اللہ: قبلی کی تربیت کے لئے اپنا عصا ان سے اٹھا مت رکھو، اور اللہ کے دین کے معاملہ میں ان کو ڈراتے رہو۔ اور تیسری آیت میں اشارہ ہے کہ نمازوں کے بعد خاص طور پر فجر کی نماز کے بعد تلاوت کا معمول ہونا چاہئے۔

قدرت باری کا بیان

اللہ تعالیٰ آسمانوں کے، زمین کے، درمیانی چیزوں کے، مشرقوں اور مغربوں کے رب ہیں، ربست: وہ ہستی ہے جو کسی چیز کو عدم سے وجود میں لائے، پھر اس کی بقا کا سامان کرے، پھر بتدریج ترقی دے کر معجزات کمال تک پہنچائے، یہ اللہ کی قدرت کاملہ کی دلیل ہے۔ اور فضاء میں ان گنت تارے بنائے، جن کے دو مقصد ہیں:

۱۔ ستاروں سے آسمان دنیا کو مزین کیا، رات کے گھپ اندھیرے میں ستاروں کی جگہ گاہٹ سے آسمان کتنا خوبصورت، مزین اور نہ رونق نظر آتا ہے، ان میں سے بعض ستارے زمین سے بھی بڑے ہیں، ان کو فضاء میں کون تھا مے ہوئے ہے، قادر مطلق ہی ان کو سنبھالے ہوئے ہے۔

۲۔ ستاروں سے اللہ تعالیٰ حفاظت کا کام بھی لیتے ہیں، شیاطین جب فرشتوں کی باتیں سننے کے لئے آسمان کے قریب جاتے ہیں تو تارہ ٹوٹتا ہے، جو شیطان کا کام تمام کر دیتا ہے یا اس کو بخوبی الحواس بنادیتا ہے مگر یہ میزائل زمین پر نہیں گرتے، اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اس کو فضاء میں روک رکھتی ہے۔

آیات پاک:۔ وہ پروردگار ہیں آسمانوں کے، اور زمین کے، اور ان چیزوں کے جو دونوں کے درمیان میں ہیں۔ یعنی ستارے وغیرہ۔ اور وہ پروردگار ہیں سورج کی طلوع ہونے کی جگہوں کے۔ اور سورج کی چھپنے کی جگہوں کے۔ و المعارب کونہم سامع پر اعتماد کر کے چھوڑ دیا ہے۔ سورج ہر روز نئے نقطہ سے نکلتا ہے اور نئے نقطہ میں چھپتا ہے، مشارق و مغارب کا یہ اختلاف اللہ کی قدرت کاملہ کی دلیل ہے۔ اور طلوع و غروب کے تمام نقطوں کو ایک مان لیں تو ایک مشرق و مغرب ہیں، اور سردی گرمی کے آخری پوائنٹ کو لے لیں تو دو مشرق اور دو مغرب ہیں، اور ہر پوائنٹ کو علاحدہ علاحدہ لیں تو تین سو ساٹھ مشرق اور اتنے ہی مغرب ہیں۔

تارے اور ان کے مقاصد: — بے شک ہم نے مزین کیا آسمان دنیا کو رونق یعنی ستاروں کے ذریعہ — ستارے کہاں ہیں؟ فضاء میں لٹکے ہوئے ہیں یا آسمان میں گڑے ہوئے ہیں؟ اس میں قدیم و جدید حکماء کا اختلاف ہے، اور ہمیں فیصلہ کرنے کی ضرورت نہیں، ستارے بہر حال زمین کے لئے زمینت و آرائش ہیں — اور ہم نے خوب محفوظ کیا ہے ہر سرکش شیطان سے، وہ عالم بالا کی طرف کان نہیں لگا سکتے، اور وہ ہر طرف سے پھینک کر مارے جاتے ہیں بھگانے کے لئے — یہ ان کی دنیا کی سزا ہے — اور (آخرت میں) ان کے لئے دائمی عذاب ہے — کیونکہ وہ کافر ہیں — البتہ اگر کوئی شیطان کوئی خبر لے اڑے تو ایک دہکتا ہوا شعلہ اس کا پیچھا کرتا ہے — بخاری شریف کی حدیث (نمبر ۴۷۰۱) میں ہے کہ جب فرشتوں کو کسی امر کی وحی کی جاتی ہے تو شیاطین آسمان کے قریب جا کر اس کو چرانے کی کوشش کرتے ہیں، پس تارہ ٹوٹتا ہے اور شیطان کو خاستہ کر دیتا ہے، اور کبھی وہ کوئی اٹھوڑی بات نیچے والے شیطان کی طرف ڈال دیتا ہے جو کاہن تک پہنچ جاتی ہے، وہ اس میں نانوے جھوٹ ملا کر پیشین گوئی کرتا ہے — یہ ستاروں کا دوسرا مقصد ہے، ان کے ذریعہ آسمان کی خبروں کی حفاظت کی جاتی ہے، رہی یہ بات کہ ستارے جوڑتے ہیں: ان کی حقیقت کیا ہے؟ اس میں بھی حکماء کے مختلف اقوال ہیں، اور قرآن وحدیث میں اس کی تفصیل نہیں آئی، اس لئے فیصلہ ناممکن ہے، پس نظر اصل مدعا پر رہتی چاہئے کہ ستاروں کے رب بھی اللہ تعالیٰ ہیں، وہ اپنی قدرت کاملہ سے ان کو سنبھالے ہوئے ہیں۔

سوال: جب ستاروں کے ذریعہ آسمانی خبروں کی حفاظت کی گئی ہے تو کوئی بات کاہن تک کیسے پہنچ جاتی ہے؟ نظام ڈھیلا ہے!

جواب: نظام ڈھیلا نہیں: ﴿إِلَّا مَنْ خُطِفَ﴾ کا استثناء بھی تو ہے، یعنی کوئی شیطان بات لے اڑتا ہے، اور یہ جو فرمایا ہے کہ دہکتا شعلہ اس کا پیچھا کرتا ہے، اس کی وضاحت حدیث میں آئی ہے کہ کبھی شیطان خاستہ یا خطوط الحواس ہو جانے سے پہلے بات نیچے والے شیطان کو بتا دیتا ہے، جو کاہن تک پہنچ جاتی ہے، اور اس میں بھی حکمت و مصلحت ہوتی ہے، جسے اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں۔

فَاسْتَفْتِهِمْ أَهُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمْ مَنْ خَلَقْنَا إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِنْ طِينٍ لَّازِبٍ ۖ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُونَ ۖ وَإِذَا دُعُوا لَا يَدْكُرُونَ ۖ وَإِذَا رَأَوْا آيَةً يَسْتَسْخَرُونَ ۖ وَقَالُوا إِنَّا هَذَا آلَاءُ سِحْرٍ مُبِينٍ ۖ وَإِذَا امْتَنَّا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظًا مَا عَلِمَا لَمْ يُمْسِكُوا ۖ وَإِذَا ابْتِغَيْنَا مِنْكُمْ خَلْقًا نَحْنُ خَيْرُ الْبَرِّ ۖ وَإِذَا رَأَوْا تِلْكَ الْآيَاتِ كُنُوزًا يَتَحَفَّضُونَ ۖ وَإِذَا رَأَوْا تِلْكَ الْآيَاتِ كُنُوزًا يَتَحَفَّضُونَ ۖ وَإِذَا رَأَوْا تِلْكَ الْآيَاتِ كُنُوزًا يَتَحَفَّضُونَ ۖ

الْأَوَّلُونَ ۝ قُلْ نَعَمْ وَأَنْتُمْ دَاخِرُونَ ۝ فَأَمَّا هِيَ نَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ فَإِذَا هُمْ يَنْظُرُونَ ۝ وَقَالُوا يُؤَيِّنُكَ هَذَا يَوْمَ الدِّينِ ۝ هَذَا يَوْمُ الْقَصْرِ الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكْذِبُونَ ۝

فَأَسْتَفْتِرُكُمْ	پس آپ ان سے پوچھیں	يَسْتَسْخِرُونَ	(تو) ہنسی اڑاتے ہیں	دَاخِرُونَ ^(۳)	ذلیل ہو گئے
أَهُمْ أَشَدُّ	کیا وہ زیادہ سخت ہیں	وَقَالُوا	اور کہا انھوں نے	فَأَمَّا هِيَ	پس وہ صرف
خَلْقًا ^(۱)	پیدائش کے اعتبار سے	لَنْ هَذَا	نہیں ہے یہ	نَجْرَةٌ	ڈانٹ ہے
أَمْ قُلُوبُكُمْ	یا جن کو	لَا يَحْضُرُ	مگر جاو	وَاحِدَةٌ	ایک
خَلَقْنَا	ہم نے پیدا کیا	مُؤَيِّنٌ	کھلا	فَإِذَا هُمْ	پس اچانک وہ
إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ	بیچنکے ان کو پیدا کیا	عَزَازًا	کیا جب	يَنْظُرُونَ	دکھ رہے ہوں گے
وَمَنْ طَائِفٍ	مٹی سے	وَمَثَنًا	ہم مرجائیں گے	وَقَالُوا	اور کہا انھوں نے
لَا زَبَدٍ ^(۳)	جڑی ہوئی (چکی ہوئی)	وَكُنَّا نَزَابًا	اور مٹی ہو جائیں گے	يُؤَيِّنُكَ	ہائے ہماری کم سختی!
بَلْ يَحْجِبَتِ	بلکہ آپ کو حیرت ہے	وَعِظًا مَّا	اور ہڈیاں	هَذَا يَوْمُ	یہ دن ہے
وَيَسْخَرُونَ	اور وہ ٹھٹھا کرتے ہیں	عَذَابًا	کیا یہ شک ہم	الدِّينِ	بدلے کا
وَلَا ذَا دُخْرٍ	اور جب صیحت کئے	لَيَنْبَعُوثُونَ	ضرور زندہ کئے جائیں گے	هَذَا	یہ
جَاتِمْ	جاتے ہیں	أَوَاكَاؤُنَا	کیا اور ہمارے اسلاف	يَوْمُ الْقَصْرِ	فیصلہ کا دن ہے
لَا يَنْتَظِرُونَ	(تو صبر) قیل نہیں کرتے	الْأَوَّلُونَ	اگلے (بھی)	الَّذِي	جس کو
وَلَا ذَا رَأَا	اور جب دیکھتے ہیں وہ	قُلْ نَعَمْ	کہو: ہاں	كُنْتُمْ بِهِ	تھے تم اس کو
أَيُّكُمْ	کوئی تمہاری	وَأَنْتُمْ	اور تم	تُكْذِبُونَ	جھٹلاتے

بعث بعد الموت (مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے) کا بیان

پس آپ ان (مشرکین) سے پوچھئے: کیا وہ زیادہ سخت ہیں پیدائش میں یا وہ جن کو ہم نے پیدا کیا؟ — وہ: یعنی

(۱) اشد خلقا: اسم تفضیل ہے (۲) من: ذوی العقول (ملائکہ اور جنات) کو غلبہ دیتے ہوئے استعمال کیا ہے (۳) لا زب کا ترجمہ حضرت ابن عباسؓ نے: مُلْتَصِقٌ (لی ہوئی، جڑی ہوئی، چکی ہوئی) کیا ہے (روح) (۴) دُخْرٌ (ف) دُخْرٌ: حقیر و ذلیل ہونا۔

آسمان، زمین، ستارے، فرشتے اور شیاطین وغیرہ مخلوقات جن کا ذکر اوپر آیا — ظاہر ہے ایسی عظیم الشان مخلوقات کا بنانا زیادہ مشکل ہے، انسان ضعیف المہیان کے بنانے سے، پھر انسان کو دوبارہ بنانا تو اور بھی آسان ہے پہلی بار بنانے سے، پھر وہ بعث بعد الموت کے کیوں مگر ہیں؟

بے شک ہم نے اُن (کفار) کو مجبوزی ہوئی مٹی سے پیدا کیا — ہر انسان کی اصل پانی ملی ہوئی مٹی ہے، وہ اس طرح کہ انسان نطفہ سے پیدا ہوتا ہے، نطفہ خون سے بنتا ہے، خون غذا سے پیدا ہوتا ہے، اور غذا خواہ کسی شکل میں ہو اس کی اصل نباتات ہیں، اور نباتات مٹی اور پانی سے پیدا ہوتے ہیں (معارف القرآن شفیعی) — اور مجبوزی ہوئی کا مطلب یہ ہے کہ مٹی اپنی جگہ رہتی ہے، اس کا کوئی جزء لے کر انسان کو نہیں بنایا جاتا، بلکہ کرۂ ارض (مجبوزی ہوئی چمکی ہوئی مٹی) سے نباتات پیدا ہوتی ہیں، انسان ان کو کھاتا ہے تو بدن میں خون بنتا ہے، یہ مٹی کا جوہر (مسلکۃ) ہے، اس سے ہر انسان بنایا جاتا ہے، پھر قیامت کے دن اسی طرح انسان کو دوبارہ مٹی سے بنانا کیا مشکل ہے؟ کافروں کے گلے یہ بات کیوں نہیں اترتی! **طوطہ:** اس آیت میں آدم علیہ السلام کی تخلیق کا ذکر نہیں، اس کا تذکرہ سورۃ الحجر (آیت ۲۸) میں ہے۔

بلکہ آپ کو حیرت ہوتی ہے — کہ یہ عقلمند اتنی موٹی بات کیوں نہیں سمجھتے! — اور وہ ٹھٹھا کرتے ہیں — کہ یہ آدمی (نبی) کیسی بے سرو پا باتیں کرتا ہے — اور جب ان کو سمجھایا جاتا ہے تو وہ سمجھتے نہیں! — اور جب وہ کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو اس کو نفی میں اڑا دیتے ہیں — اور کہتے ہیں: یہ تو کھلا جادو ہے! — اسی طرح بات ختم کر دیتے ہیں۔ مگر پھر وہی سرخ کی ایک ٹانگ — بھلا جب ہم مر گئے، اور مٹی اور ہڈیاں جو گئے، تو کیا ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے؟ اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی! — جن کو مرے ہوئے قرنہا قرن گذر گئے، اور شاید اب ان کی ہڈیاں بھی باقی نہ رہی ہوں، کیا وہ از سر نو زندہ کر کے کھڑے کر دیئے جائیں گے؟ — کہو! ہاں! اور تم ذلیل ہوؤ گے — لیکن اپنے انکار کی اہانت آمیز سزا پاؤ گے — قیامت بس ایک للکار ہے — غصہ ٹانہ میرا ہے — پس سب یکا یک دیکھنے بھالنے لگیں گے — سب کے ہوش ٹھکانے آجائیں گے — اور کہیں گے: ہائے ہماری کم بختی! یہ تو بدلہ کا دن معلوم ہوتا ہے! — جس کی انبیاء خبر دیتے تھے اور ہم نفی اڑا کر تے تھے — اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: — یہ وہی فیصلہ کا دن ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے — اب اس کے احوال سے نمٹو!

أَحْشَرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ ۝ مَنْ دُونِ اللَّهِ فَاهْدُوهُمْ إِلَى صِرَاطِ الْجَحِيمِ ۝ وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ ۝ مَا لَكُمْ لَا تَنصَرُونَ ۝ بَلْ هُمْ

الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُونَ ۝ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ۝ قَالُوا لَأَنَّا كُنْتُمْ ثَائِتُونَ ۚ
عَنِ الْيَمِينِ ۝ قَالُوا بَلْ لَّمْ تَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ۝ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ
بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طَغَيْنَ ۝ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَا ۚ إِنَّكَ لَذَائِقُونَ ۝ فَأَعْوَيْنَكُمْ ۚ إِنَّآ
كُنَّا عَوِينَ ۝ فَأَنَّهُمْ يُؤْمِدُونَ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ ۝ إِنَّا كَذَلِكَ نَفْعَلُ بِالْجَائِرِينَ ۝

اُخْشَرُوا	جمع کرو	لَا تَنَاصَرُوا	ایک دوسرے کی مدد	بَلْ لَّمْ تَكُونُوا	بلکہ نہیں تھے تم
الَّذِينَ	ان کو جنہوں نے		نہیں کرتے	مُؤْمِنِينَ	ایمان لانے والے
ظَلَمُوا	ظلم کیا	بَلْ هُمْ	بلکہ وہ	وَمَا كَانَ	اور نہیں تھا
وَأَزَادَهُمْ ^(۱)	اور ان کے جوڑوں کو	الْيَوْمَ	آج	لَنَا عَلَيْكُمْ	ہمارے لئے تم پر
وَمَا كَانُوا	اور ان کو جو تھے وہ	مُسْتَسْلِمُونَ ^(۲)	سراغندہ ہیں	مِنْ سُلْطَانٍ	کچھ زور
يَعْبُدُونَ	پوجتے (ان کو)	وَأَقْبَلَ	اور توجہ ہوا	بَلْ كُنْتُمْ	بلکہ تھے تم
مِنْ دُونِ	چھوڑ کر	بَعْضُهُمْ	ان کا ایک	قَوْمًا	لوگ
اللَّهُ	اللہ کو	عَلَىٰ بَعْضٍ	دوسرے کی طرف	طَغَيْنَ	حد سے تجاوز کرنے والے
فَاهْذِهِمْ ^(۲)	پس چلاؤ ان کو	يَتَسَاءَلُونَ	ایک دوسرے سے	فَحَقَّ	پس ثابت ہوگئی
إِلَىٰ صِرَاطِ	راستہ کی طرف		پوچھ رہے ہیں	عَلَيْنَا	ہم پر
الْبَاحِحِينَ	دورخ کے	قَالُوا	کہا انہوں نے	قَوْلُ	بات
وَقِفُّهُمْ	اور ٹھہراؤ ان کو	لَأَنَّا كُنْتُمْ	بے شک تم تھے	رَبِّنَا	ہمارے رب کی
لَأَنَّهُمْ	بے شک وہ	ثَائِتُونَ	آتے ہمارے پاس	لَأَنَّا لَذَائِقُونَ	بے شک ہم البتہ
مُسْتَسْلِمُونَ	پوچھتے ہوئے ہیں	عَنِ الْيَمِينِ ^(۳)	دائیں جانب سے	يُخْشَعُونَ	چکھنے والے ہیں
مَا لَكُمْ	تمہیں کیا ہوا	قَالُوا	کہا انہوں نے	فَأَعْوَيْنَكُمْ	پس گمراہ کیا ہم نے تم کو

(۱) ازواج: زوج کی جمع: جوڑا یعنی بیوی یا ہم مشرب (۲) اھذوا: ہدایہ سے امر جمع نہ کر حاضر: راستہ دکھلاؤ، لے چلو، اصل معنی ہیں: لطف و نرمی سے راہ دکھانا مگر یہاں جہنم ہے، جیسے ﴿فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابِ الْيَمِينِ﴾ (۳) مُسْتَسْلِم: اسم قائل، امنی سلام: مصدر: فرمان بردار ہونا (۴) یحمن کے مجازی معنی قوت کے ہیں۔

لَا تَأْكُلْهَا غَوِيُنْ فَأَنَّهُمْ	بے شک ہم تھے گمراہ ہونے والے پس بے شک وہ	يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ	آج عذاب میں شریک ہیں	إِنَّا كَذَّبْنَا نَفْعُلْ بِالْجُحُودِ	بے شک ہم اسی طرح کرتے ہیں گنہگاروں کے ساتھ
--	--	---	----------------------------	---	--

قیامت کا ایک منظر: نقار خانے میں سبھی ننگے!

حشر پہا ہے، فرشتوں کو حکم ملے گا، مشرکوں کو، ان کے ہم مشرکوں کو اور ان کے معبودوں کو جمع کرو، سب چور ایک ساتھ، زناکار ایک ساتھ، سود خور ایک ساتھ، شرابی ایک ساتھ، اور ان کے بگوس معبودوں کو ان کے ساتھ اکٹھا کرو، پھر ان کو جنہم کی طرف ہانکو۔ ٹولیاں بن گئیں، فرشتے ان کو ہانکنے والے ہیں کہ حکم پہنچے گا: ذرا ان کو ٹھہراؤ، ان سے پوچھ گچھ ہونی ہے۔ سوال: کیا بات ہے؟ آج تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے، تم تو کہتے تھے: ہمارا جتنا بہت بڑا ہے، ہم سب مل کر ایک دوسرے کی مدد کریں گے ﴿نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنتَصِرُونَ﴾: ہم سب مل کر ایک دوسرے کی مدد کرنے والے ہیں [اتر ۴۴] اب کہاں گئی وہ اکزفوں! کیا بات ہے: اب بدوں کا ننگا ہونا جنہم کی طرف چلنے کے لئے تیار ہو گئے ہو؟ وہ سرا گلندہ ہو گئے، مارے شرم کے سر نہیں اٹھا پا رہے ہو گئے، اور ان سے کوئی جواب بن نہیں پڑے گا۔ پس ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوگا، ہر زمرہ میں چھوٹے بڑے ہو گئے، چھوٹے بڑوں سے الجھیں گے، کہیں گے: ہم پر تمہاری آمد بڑی زور کی ہوتی تھی، ہم پر چڑھے آتے تھے، بہکانے کو زور دیکھا کر، رات دن ہمارے پیچھے پڑے رہتے تھے، لکچر پلاتے تھے، ہمیں گمراہ کر کے چھوڑا! بڑے جواب دیں گے: تم خود گمراہ ہوئے ہو، ہمارا تم پر کیا زور تھا کہ ہم تم کو بڑی قوتی گمراہ کرتے، تم ہی سرکش اور شیر ہو، اب پروردگار کا فرمودہ پورا ہونے کا وقت آ گیا ہے، اب ہم سب کو عذاب کا مزہ چکھنا ہے، رہی تمہاری یہ بات کہ ہم نے تم کو گمراہ کیا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ ہم خود گمراہ تھے، پس ہم تم کو راہ راست کہاں سے دکھاتے! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: آج سب عذاب میں شریک ہیں، کیونکہ نقار خانے میں سبھی ننگے ہیں، سب ایک قبیلے کے چٹے بٹے ہیں، کوئی چھوٹا کھلونا کوئی بڑا اور ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں۔ پھر فرشتے ان کو ہانک کر جنہم کی طرف لے جائیں گے۔

آیات پاک:۔۔۔ جمع کرو غالموں کو۔۔۔ مشرکوں کو۔۔۔ اور ان کے جوڑوں کو۔۔۔ ہم مشرکوں کو۔۔۔ اور ان معبودوں کو جن کی وہ اللہ کو چھوڑ کر پوجا کیا کرتے تھے، پس سب کو دوزخ کا راستہ دکھلاؤ۔۔۔ فرشتے حکم کی تعمیل کریں گے، سب کی ٹولیاں ہٹا دیں گے، اور ہانکنے ہی والے ہو گئے کہ حکم پہنچے گا:۔۔۔ اور ان کو روکو، ان سے پوچھ گچھ ہونی ہے: کیا بات ہے تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے!۔۔۔ وہ جواب کیا دیں؟ جواب ندادو!۔۔۔ بلکہ وہ آج سرا گلندہ ہیں! اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو گئے، باہم سوال جواب کریں گے، چھوٹے کہیں گے: ہم پر تمہاری آمد بڑی زور کی

ہوتی تھی! — بڑے جواب دیں گے: نہیں، بلکہ تم خود ہی ایمان نہیں لائے تھے، اور ہمارا تم پر کچھ زور نہیں تھا، بلکہ تم خود حد سے تجاوز کرنے والے تھے — پس ہمارے پروردگار کی بات ہم پر کی ہوگئی، ہم کو ضرور عذاب کا مزہ چکھنا ہے — پس ہم نے تم کو بہکایا اس لئے کہ ہم گمراہ تھے — اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: — پس آج وہ سب عذاب میں شریک ہو گئے، ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں! — یعنی سب مجرم درجہ بدرجہ عذاب کھیں گے۔

إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ ۝ وَيَقُولُونَ إِنَّا لِلَّهِ كَوَاكِبُهُنَّ
إِشَاعِي ۝ بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِينَ ۝ إِنَّكُمْ لَذَائِقُوا الْعَذَابِ
الْأَلِيمِ ۝ وَمَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ۝

إِنَّهُمْ كَانُوا	بے شک وہ تھے	إِنَّمَا هُنَّ	ہمارے مجبوروں کو	الْعَذَابِ	عذاب
إِذَا قِيلَ لَهُمْ	جب کہا گیا ان سے	إِشَاعِي	ایک شاعر کے کہنے سے	الْأَلِيمِ	دردناک
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ	کوئی مجبور نہیں سوائے اللہ کے	مَجْنُونٍ	(جو) دیوانہ (ہے)	وَمَا تُجْزَوْنَ	اور نہیں بدل دیئے
يَسْتَكْبِرُونَ	(7) گھمنہ کرتے ہیں وہ	بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ	بلکہ لایا ہے وہ	إِلَّا مَا كُنْتُمْ	مگر جو تھے تم
وَيَقُولُونَ	اور کہتے ہیں	وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِينَ	اور سچا ماننا ہے	تَعْمَلُونَ	کرتے
إِنَّا	کیا بے شک ہم	إِنَّكُمْ	سب رسولوں کو	إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ	مگر بندے اللہ کے
لَنَسَارِكَا	البتہ چھوڑ دیں	لَذَائِقُوا	یقیناً چکھنے والے ہو	الْمُخْلَصِينَ	چنیدہ

مشرکین انکار تو حید کی اور رسول کی شان میں گستاخی کی سزا پائیں گے

مشرکین کلمہ تو حید قبول نہیں کرتے، اس وجہ سے نہیں کہ وہ کوئی نامعقول بات ہے یا اس کی کوئی دلیل نہیں، بلکہ ان کا کبر و غرور آڑے آتا ہے، اگر نبی کی بات مان لیں تو ان کی چودھراہٹ جاتی ہے، اس لئے اس پر شاعر اور پاگل کی پھبتی کہتے ہیں۔ شاعروں کی یادہ گوئی (فضول باتیں کرنا) مشہور ہے، اس طرح انھوں نے کلمہ حق کو یہودہ بات قرار دیا، پاگل کی بڑکا خالص سچائی سے کیا تعلق! یہ تو وہ کلمہ ہے جو سبھی رسول پیش کرتے آئے ہیں، کیا ایک لاکھ سے زیادہ انبیاء پاگل تھے! اہمت ہے تمہاری عقول پر! مجنون اور دیوانہ کبھی ایسی سچی بات پیش کر سکتا ہے؟ وہ انکار تو حید اور نبی کی شان میں

گستاخی کی سزا پائیں گے، البتہ اللہ کے چنیدہ بندے جنہوں نے یہ کلمہ قبول کر لیا ہے وہ آخرت کی سزا سے محفوظ رہیں گے، ان کو اس کلمہ کی جزائے خیر ملے گی، جس کا بیان آگے ہے۔

آیات پاک: — وہ لوگ ایسے تھے کہ جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں! تو وہ گھنڈ کرتے تھے، اور کہتے تھے: کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک پاگل شاعر کی وجہ سے چھوڑ دیں! — نہیں، بلکہ وہ سچا دین لے کر آیا ہے، اور وہ تمام پیغمبروں کی تصدیق کرتا ہے — بے شک تم سب کو دردناک عذاب کا مزہ چکھنا ہے! اور تم کو اس کا بدلہ ملے گا جو تم کیا کرتے تھے، مگر اللہ کے چنیدہ بندے — مثالی ہیں!

أُولَٰئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُومٌ ۖ فَوَٰكِلَهُ ۖ وَهُمْ مُكْرَمُونَ ۖ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ۖ عَلَى سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ۖ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَأْسٍ مِّنْ مَّعِينٍ ۖ بَيْضَاءَ لَّدُنِّهِ لِلشَّرِبِينَ ۖ لَا فِيهَا غَوْلٌ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُونَ ۖ وَعِنْدَهُمْ قُضِرَتِ الْأَرْفَافُ عِينٌ ۖ كَأَنَّهُمْ يَبِصُؤْ مَكَنُونٌ ۖ فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ۖ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ إِنِّي كَانَ لِي قَرِينٌ ۖ يَقُولُ أَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِينَ ۖ إِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا ۖ عَرَّاقًا لِّمَدِينُونَ ۖ قَالَ هَلْ أَنْتُمْ مُّظْلِعُونَ ۖ فَأَطْلَعَ قَرَاءٌ فِي سَوَاءِ الْجَحِيمِ ۖ قَالَ تَاللَّهِ إِن كُذِّبَتْ لَأُنْزِلَنَّ ۖ وَلَوْ أَنِّي نِعِمَّةٌ رَبِّي لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِينَ ۖ أَفَمَا نَحْنُ بِمَبِيتِينَ ۖ إِلَّا مَوْتَتَنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُعَدِّيْنَ ۖ إِنَّ هَٰذَا لَكُوهُ الْفُؤْرُ الْعَظِيمُ ۖ لِيُثْلَ هَٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعِبَادُونَ ۖ

أُولَٰئِكَ لَهُمْ	یہ لوگ	فَوَٰكِلَهُ ^(۱)	میوے	النَّعِيمِ	نعمتوں کے
رِزْقٌ مَّعْلُومٌ	ان کے لئے	وَهُمْ مُكْرَمُونَ	اور وہ	عَلَى سُرُرٍ	تختوں پر
فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ	روزی ہے	عِنْدَهُمْ قُضِرَتِ الْأَرْفَافُ	معزز ہو گئے	مُتَقَابِلِينَ	آمنے سامنے
لَا فِيهَا غَوْلٌ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُونَ	جانی ہوئی	وَعِنْدَهُمْ قُضِرَتِ الْأَرْفَافُ عِينٌ	باغات میں	يُطَافُ ^(۲)	گھمایا جائے گا

عَلَيْهِمْ	ان پر	فَأَكْبَلَ	پس متوجہ ہوا	قَالَ	کہا اس نے
يَكَايِسُ	(شراب کا) پیالہ	بَعْضُهُمْ	ان کا ایک	هَلْ أَنتَهُ	کیا تم
قِنْ مَعِينٍ ^(۱)	بہتی نہر سے	عَطَا بَعْضُ	دوسرے کی طرف	مُظْلِعُونَ	جھانکنے والے ہو
بَيَضَاءَ	سفید رنگ	يَتَكَسَّاءُ لَوْنٌ	پوچھ رہے ہیں وہ	فَاعْظَمَ	پس جھانکا اس نے
كَذَّاءَ	لذیذ	قَالَ	کہا	فَرَأَاهُ	پس دیکھا اس کو
لِلشَّرِبِ	پینے والوں کے لئے	فَأَيَّلَ	ایک کہنے والے نے	فِي سَوَاءٍ	درمیان
لَا فِيهَا	نہ اس (شراب) میں	قَنْهُمْ	ان میں سے	الْجَحِيمِ	جہنم کے
عَوْلٍ ^(۲)	سرگرمی	رَافِي	بے شک میں	قَالَ	کہا اس نے
وَلَا هُمْ	اور نہ وہ	كَانَ لِي	تھا میرا	رَبِّكَ اللَّهُ	اللہ کی قسم!
عَنْهَا	اس سے	قَرِيبٌ	ایک ساتھی	لَنْ ^(۵)	پیشک (شان یہ ہے)
يُنْزِفُونَ ^(۳)	مدھوش ہو گئے	يَقُولُ	کہتا تھا	كَذَّبْتَ	قریب تھا تو
وَعِنْدَهُمْ	اور ان کے پاس	أَيْتُكَ	کیا بے شک تو	لَتُؤْذِنِي ^(۶)	ضرور کہے گا میں ڈالتا مجھے
قَصِيرٌ	روکنے والیاں	لِيَوْمِ الْمُصْذِقِينَ	ماننے والوں میں سے ہے؟	وَلَوْ لَا	اور اگر نہ ہوتا
الظَّرَفِ	نگاہ کو	مَا زَاوَيْتُنَا	کیا جب مر گئے ہم	نِعْمَةٌ	فضل
عَيْنٌ	بڑی آنکھوں والیاں	وَلَكُنَّا تُرَابًا	اور ہو گئے ہم مٹی	رَافِي	میرے رب کا
كَأَنَّهُنَّ	گو یا وہ	وَعِظَامًا	اور ہڈیاں	لَكُنْتُ	ضرور ہوتا میں
بَيْضٌ	اٹلے ہیں	عَرَاكَ	بے شک ہم	مِنَ الْمُخْضَرِّينَ	پکڑے ہوؤں میں سے
مَكُونُونَ	چمپا کر رکھے ہوئے	لَمَكْدِيئُونَ ^(۴)	بدل دیئے ہوئے ہیں	أَقَمَّا نَحْنُ ^(۷)	کیا پس نہیں ہم

(۱) مَعَيْنَ (ف) الماء: پانی کا بہنا، فُهو مَعِينُ (۲) الغَوْل: شراب سے پیدا ہونے والا سرور یا نثر خالہ (ن) الخمر: شراب کا کسی کو مدھوش کر دینا (۳) نُزِفَ عقلہ (مجبول) نثر وغیرہ سے عقل زائل ہو جانا، ہوش نہ رہنا، نَزَفَ (ض) الشَّيْءُ: (معروف) ختم ہو جانا۔ (۴) مَدِينٍ: اسم مفعول بدل دیئے ہوئے ذانِ يَدِينِ ذُنُوبًا بدل دینا (۵) اِنْ: حَقَّقْ، ضمیر شان اسم محذوف (۶) تُؤْذِنِي: مضارع، واحد مذکر حاضر، ن وقایہ، می ضمیر حکم محذوف، نون کا کسرہ اس کی علامت، اِنْ ذَاء: ہلاک کرنا، گڑھے میں ڈالنا (۷) أَقَمَّا: حمزہ استفہام تقریری، فاعل فہ (معطوف علیہ محذوف) ما: تاقیہ، آگے: اِلَّا: اثبات کے لئے آ رہا ہے، نفی اثبات سے حصر پیدا ہوا ہے۔

بِمَعْنَىٰ بَيْنَ	مرنے والے	بِعَذَابٍ	عذاب دیئے ہوئے	الْعَظِيمِ	بڑی
إِلَّا مَوْتَنَا	علاوہ ہماری موت کے	إِنَّ هَذَا	بے شک یہ	لِيُثْلِلَ هَذَا	اس جیسے کے لئے
الْأُولَىٰ	پہلی	لَهُوَ	البتہ وہ	فَلْيُعَلِّ	پس چاہئے کہ کام کریں
وَمَا نَحْنُ	اور نہیں ہم	الْقَوْرُ	کامیابی ہے	الْعِثْلُونَ	کام کرنے والے

مخلصین کے لئے آخرت میں نعمتیں

مخلصین (اللہ کے چنیدہ بندوں) کے لئے آخرت میں — بطور مثال — چھ نعمتیں ہوں گی:

- ۱- جنت میں ان کو روزی میوں کی صورت میں ملے گی — ۲- جنت میں وہ معزز ہوں گے، ان کا اعزاز کیا جائے گا
- ۳- جنت میں وہ مجلسیں جمائیں گے — ۴- جنت میں شراب طہور کا دور چلے گا — ۵- دل پسند بیویاں ان کے ہم کنار ہوں گی — ۶- دولت ایمان پر انتہائی درجہ خوش ہوں گے۔

پہلی نعمت: — روزی بصورت میوہ — ان لوگوں کے لئے جانی ہوئی روزی یعنی میوے ہیں — میوے: وہ چیزیں جو لذت حاصل کرنے کے لئے کھائی جاتی ہیں، جنت میں جو غذائیں دی جائیں گی وہ سب لذت حاصل کرنے کے لئے ہوں گی، بھوک رفع کرنے کے لئے نہیں ہوں گی، کیونکہ جنت میں بھوک نہیں لگے گی، البتہ کھانے پینے کی خواہش ہوگی، اس خواہش کو پورا ہونے سے لذت و سرور حاصل ہوگا (رازی، بحوالہ معارف القرآن) — اور جانی ہوئی: یعنی جس کی صفات قرآن میں دوسری جگہ آئی ہیں (بیان القرآن)

دوسری نعمت: — جنت میں اعزاز — اور وہ معزز ہوں گے نعمتوں کے باغوں میں — نعمتوں کے باغوں میں بسانا پہلا اعزاز ہے، پھر مال جنت کو رزق پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ دیا جائے گا، بھیک کے لقمے کے طور پر نہیں، ایسے لقمہ میں کیا حلاوت! پھر سب سے بڑا اعزاز یہ ہوگا کہ مہربان پروردگار کی طرف سے جنتیوں کو سلام پہنچے گا، فَمَا حَبَدًا الْكَرَامَةُ! کیا خوب عزت ہے!

تیسری نعمت: — جنت میں وہ محفلیں جمائیں گے — تختوں پر آئے منے سامنے (بیٹھے) ہوں گے — یہ مال جنت کی مجلس کا نقشہ ہے، تختوں پر آئے منے سامنے بیٹھے ہوں گے: یعنی کسی کی طرف پشت نہیں ہوگی، اس کی عملی صورت کیا ہوگی؟ وہ جنت میں معلوم ہوگی۔

چوتھی نعمت: — جنت میں شراب طہور کا دور چلے گا — ان پر پھر ایسا جائے گا جتنی شراب کا جام — یعنی جنت میں شراب طہور کی نہر ہوگی — سفید رنگ، پینے والوں کے لئے لذیذ — دنیا کی شراب کالی بدعہ ہوتی ہے

— نہ اس میں درد سر ہوگا، نہ اس سے ان کی عقل میں فوراً آئے گا — دنیا کی شراب میں یہ دونوں باتیں ہوتی ہیں، جنت کی شراب میں بس سرور ہوگا۔

پانچویں نعمت: — دل پسند بیویاں ان کے ہم کنار ہوں گی — اور ان کے پاس نچی نگاہ والیاں، بڑی آنکھوں والیاں ہوں گی، گویا وہ انڈے ہیں جیسے دھرے — نچی نگاہ والیاں: یعنی غیر مرد کو نہیں دیکھیں گی، یہ دنیا میں بھی عورت کی بڑی خوبی ہے، اور آنکھ کا بڑا ہونا عورت کے حسن کو بڑھاتا ہے، اور چمپا کر رکھے ہوئے انڈوں کے ساتھ نہایت صاف ستھرا ہونے میں تشبیہ ہے۔

چھٹی نعمت: — جنتی دولتِ ایمان پر انتہائی درجہ خوش ہونگے — پس ان کا ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوگا، وہ بات چیت کریں گے، ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا: میرا ایک ملاقاتی تھا، وہ کہتا تھا: کیا تو (بعث بعد الموت کے) معتقدین میں سے ہے؟ کیا جب ہم مرجائیں گے، اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو ہم بدلہ دیئے جائیں گے؟ کہا اس نے (اپنے ساتھیوں سے) کیا تم جتنا تک کر اس کو دیکھنا چاہتے ہو؟ پس اس نے جھانکا تو اس کو وسطِ جہنم میں دیکھا، کہا اس نے: قسم بخدا! قریب تھا تو کہ مجھے تباہ کر دیتا، اور اگر میرے رب کا فضل نہ ہوتا — یعنی اس نے مجھے ایمان کی دولت سے نہ نوازا ہوتا — تو میں بھی ماخوذ لوگوں میں سے ہوتا — اور جہنم میں پڑا ہوتا — پس (سن) ہمیں پہلی موت کے بعد اب کوئی موت نہیں آئی! اور ہم کو اب عذاب نہیں ہوگا — یعنی جو مرنا تھا وہ مر لئے، اب آگے موت نہیں، اب ہماری جنت کی زندگی ابدی ہے، اب ہمیں عذاب کا کوئی اندیشہ نہیں!

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: — بے شک یہی (جنت کی زندگی) بڑی کامیابی ہے، ایسی ہی کامیابی کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہئے!

أَذْلِكَ خَيْرٌ نَزَلًا أَمْ شَجَرَةُ الزَّاقُومِ ۖ إِنَّا جَعَلْنَهَا فِتْنَةً لِلظَّالِمِينَ ۖ إِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ ۖ طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ ۖ فَإِنَّهُمْ لَا كُفُوفٌ مِنْهَا فَمَا لَئِيْنٌ مِنْهَا الْبُطُونُ ۖ ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِنْ حَمِيمٍ ۖ ثُمَّ إِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَإِلَى الْجَحِيمِ ۖ إِنَّهُمْ أَلْفَوْا آبَاءَهُمْ ضَالِّينَ ۖ فَهُمْ عَلَىٰ آثَرِهِمْ يُهْرَعُونَ ۖ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ أَكْثَرُ الْأَوَّلِينَ ۖ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا فِيهِمْ مُنْذِرِينَ ۖ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِينَ ۖ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ۖ

اَذْكُرْكَ	کیا یہ	لَا يَكُونُونَ	البتہ کھانے والے ہیں	عَلَىٰ اَنْفُسِهِمْ	ان کے نشانات پر
حَبِيرٌ	بہتر	وَمِنْهَا	اس سے	يُفْهَرَعُونَ	دوڑے جارہے ہیں
تُزَكَّىٰ	مہمانی ہے	فَمَا يَكُونُونَ	پس بھرنے والے ہیں	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق
اَمْرٌ شَجَرَةٌ	یادِ درخت	وَمِنْهَا	اس سے	صَلَىٰ	گمراہ ہوئے
الرُّقُودُ ^(۱)	زقوم کا	الْبُطُونُ	پیڑوں کو	قَبْلَهُمْ	ان سے پہلے
اِنَّا جَعَلْنَاهَا	بیکھ بتایا ہم نے اس کو	ثُمَّ اِنَّا	پھر بے شک	اَكْثَرُ	بہت لوگ
فَشَنَّةٌ	آزمائش	لَهُمْ	ان کے لئے	الَا ذٰلِكَ يَنْ	اگلے
لِلْظٰلِمِيْنَ	ظالموں کے لئے	عَلَيْهَا	اس پر	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق
اِنَّهَا	بے شک زقوم	لَشَوْبَا	البتہ طوئی ہے	اَرْسَلْنَا	بھیجا ہم نے
شَجَرَةٌ	ایک درخت ہے	مِنْ حَمِيمٍ	کھولتے پانی کی	فِيهِمْ	ان میں
تَخْرُجُ	پیدا ہوتا ہے	ثُمَّ اِنَّا	پھر بے شک	مُنْذِرِيْنَ	ڈرانے والوں کو
فِيْ اَصْلِ	جڑ میں	مَرْجِعِهِمْ	ان کے لوٹنے کی جگہ	فَانظُرْ	پس دیکھ
الْجَحِيْمِ	جہنم کی	اِلٰلَ الْجَحِيْمِ	البتہ دوزخ کی طرف	كَيْفَ كَانَ	کیسا تھا
طَلْعَهَا ^(۲)	اس کی ٹہنی	لَا اَنْهَمُ	بے شک انھوں نے	عَاقِبَةُ	انجام
كَائِذٌ	گویا وہ	اَلْفَاوَا	پایا	الْمُنْذِرِيْنَ	ڈرانے والوں کا
رُوْسُ	سر (چھن)	اَبَاؤُهُمْ	اپنے اسلاف کو	لَا اَكْبَادَ	مستحق ہیں بندے
الشَّيْطٰنِيْنَ	سatanوں کے	صٰلٰتِيْنَ	بہکا ہوا	اللّٰهُ	اللہ کے
فَاَنْتَهُمْ	پس بے شک وہ	فَهُمْ	پس وہ	الْمُخْلِصِيْنَ	چنیدہ

جنت کے میوؤں اور جہنمیوں کی خوراک زقوم میں موزانہ کرو جنت کی مہمانی کی اہمیت سمجھ میں آئے گی

ابھی جنت کی نعمتوں کا ذکر چل رہا ہے، جنت کی چھ نعمتوں کا ذکر آیا، پہلی نعمت جنت کے میوے ہیں، اور چیزوں کو ان

(۱) زقوم: دوزخ کا ایک درخت، جس کے پتے چھوٹے ہوتے ہیں اور وہ بدبودار اور کڑوا ہوتا ہے، اردو والے تصور ترجمہ کرتے ہیں۔ (۲) طلع کا اردو میں ترجمہ نہیں ہو سکتا، بھجور اور کیواری کی ٹہنیاں طلع ہیں، ان کو نہ پتے کہہ سکتے ہیں، نہ شاخیں، نہ ٹھوٹے، البتہ سورۃ ق (آیت ۱۰) میں طلع کا پتے (خوشے) ترجمہ کیا گیا ہے۔

کی اضا دوسے پہچانا جاتا ہے، پیٹھے کو کڑوے سے، اور اس کے برعکس، رات کو دن سے، اور اس کے برخلاف، اور زندہ کو مردہ سے پہچانا جاسکتا ہے، پس اگر کوئی شخص جنت کے میوؤں کی اہمیت سمجھنا چاہے تو رقوم کے درخت سے موازنہ کرے، جنت کی مہمانی کی اہمیت سمجھ میں آجائے گی۔

رقوم کو نسا درخت ہے؟ لغت میں اس کے ایک معنی کھجور اور مکھن کے بھی کئے ہیں، اور قرآن کریم میں اس کا تذکرہ تین جگہ آیا ہے، تینوں جگہ اس کو درخت کہا ہے، اور یہ بھی فرمایا ہے کہ وہ دوزخ کی گہر میں پیدا ہوتا ہے، اور کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ درخت تھامہ میں بکثرت پایا جاتا ہے، پس کھجور اور مکھن کا احتمال تو ختم ہو گیا، اور ابو جہل وغیرہ جو کھجور اور مکھن سامنے رکھ کر لوگوں کو بلاتے تھے کہ آؤ رقوم کھائیں اوہ قرآن کا ٹھٹھا کرتے تھے۔

کتابوں میں رقوم کا ترجمہ تھوہر کیا ہے، مگر بیان القرآن میں ہے کہ تھوہر: رقوم کے قریب ہے یعنی بعینہ نہیں، اور منجد میں اس کا فوٹو نہیں اور کوکل میں اس کے متعدد فوٹو ہیں، پس شد خواب من پریشاں ز کثرت تعبیر ہا، ہر حال: یہ بدیودار، نہایت کڑوا درخت ہے، یہ دوزخ کی گہر میں آگتا ہے، اس کا مزاج ناری ہے، جیسے آگ کا کڑا (سمندر) آگ میں زندہ رہتا ہے۔ اور ترمذی شریف میں حدیث (نمبر ۲۵۸۳) ہے اگر رقوم کا ایک قطرہ دنیا میں پڑا دیا جائے تو وہ دنیا والوں کی معاش تباہ کر دے، پس کیا حال ہوگا اس کا جس کو کھانے کے لئے یہ دیا جائے گا!

آیات پاک مع تفسیر: — بتاؤ: یہ (جنت کی) مہمانی، ہر سے یہ رقوم کا درخت؟ — یہاں مہمانی نہیں فرمایا، کیونکہ وہ تو کتے کو ڈالی ہوئی ہڈی ہے — ہم نے اس درخت کو ظالموں کے لئے آزمائش بنایا — وہ قرآن میں رقوم کا ذکر سن کر اس کی ہنسی اڑاتے ہیں (دیکھیں بنی اسرائیل آیت ۶۹) — ایک درخت ہے جو دوزخ کی گہر میں پیدا ہوتا ہے، اس کے سچے جیسے سانپ کے پھن! — شیاطین کا ترجمہ سانپ کیوں کرتے ہیں؟ اس لئے کہ شیطانوں کے سر کسی نے نہیں دیکھے، اور مشہد یہ کا معلوم ہونا ضروری ہے، اور سانپوں کے پھن معلوم ہیں، اور عربی میں سانپوں کے لئے شیاطین کا محاورہ مستعمل ہے — پس وہ لوگ (جہنمی) اس سے کھائیں گے، اور اس سے پیٹ بھریں گے — پھر جب پیاس لگے گی تو — ان کو کھولتا ہوا پانی (پہنچ ملا کر) دیا جائے گا — جس سے ان کی آنتیں کٹ کر باہر آجائیں گی [محمد ۱۵] — پھر ان کے لوٹنے کی جگہ دوزخ کی طرف ہے — معلوم ہوا: کھانا پینا جہنم سے باہر ہوگا، پھر ان کو آگ میں پہنچا دیا جائے گا، جیسے قیدیوں کو جیل کے کمروں سے باہر نکالنے ہیں، مگر وہ جیل سے باہر نہیں نکلتے، اسی طرح یہ لوگ جہنم سے نہیں نکلیں گے۔ اور ان کی سزا کی وجہ: — انھوں نے اپنے بڑوں کو گمراہی کی حالت میں پایا، پس وہ ان کے نقش قدم پر تیزی سے چل پڑے — یعنی وہ گذشتہ کافروں کی اندھی تقلید کر رہے ہیں، جس راہ پر ان کو دیکھا ہے اسی پر دوڑے جا رہے

ہیں، نہ کنواں دیکھتے ہیں نہ کھائی! — اور البتہ واقعہ یہ ہے کہ ان سے پہلے اگلوں میں اکثر گمراہ ہو چکے ہیں — اور یہ ان گمراہوں کی راہ اپنائے ہوئے ہیں — اور البتہ تحقیق ہم نے ان میں ڈرانے والے بھیجے — یعنی ہر زمانہ میں انجام سے آکاہ کرنے والے اور آخرت کا ڈرسانے والے پیغامبر آتے رہے ہیں — پس دیکھ لے ڈرائے ہوؤں کا انجام کیا ہوا! — یعنی جنہوں نے نبیوں کی باتیں نہ سنیں نہ مائیں ان کا انجام دیکھ لے، اور اس سے عبرت پکڑا! — مگر اللہ کے چنیدہ بندے — مستثنیٰ ہیں، ان کا برا انجام نہیں ہوگا، وہ عذاب سے بچائے جائیں گے، ان چنیدہ بندوں کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

وَلَقَدْ نَادَيْنَا نُوْحًا فَلَمْ يَمْلِكِ الْمُنْجِبُونَ ۖ وَنَجَّيْنَاهُ وَاهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ۖ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ ۖ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ۖ سَلَّمَ عَلَىٰ نُوحٍ فِي الْعَالَمِينَ ۖ إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۖ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ۖ ثُمَّ أَعْرَفْنَا الْآخِرِينَ ۖ

وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	وَجَعَلْنَا	اور بنایا ہم نے	فِي الْعَالَمِينَ	جہانوں میں
نَادَيْنَا نُوْحًا	پکارا ہم کو نوحؑ نے	ذُرِّيَّتَهُ	اس کی اولاد کو	إِنَّا كَذَلِكَ	بے شک ہم اس طرح
فَلَمْ يَمْلِكِ	پس کیا خوب	هُمْ (۲)	ہی	نَجْزِي	بدلہ دیتے ہیں
الْمُنْجِبُونَ (۱)	جواب دینے والے	الْبَاقِينَ	باقی رہنے والا	الْمُحْسِنِينَ	نیکیوں کا کو
	ہیں (ہم)	وَتَرَكْنَا	اور چھوڑی ہم نے	إِنَّهُ	بے شک وہ
وَنَجَّيْنَاهُ	اور بچالیا ہم نے اس کو	عَلَيْهِ	اس پر	مِنْ عِبَادِنَا	ہمارے بندوں میں سے
وَاهْلَهُ	اور اس کے گھر والوں کو	فِي الْآخِرِينَ	پچھلوں میں	الْمُؤْمِنِينَ (۳)	ایماندار
مِنَ الْكَرْبِ	بے چینی سے	سَلَّمَ	سلامتی	ثُمَّ أَعْرَفْنَا	پھر ڈرایا ہم نے
الْعَظِيمِ	بڑی	عَلَىٰ نُوحٍ	نوح پر	الْآخِرِينَ	دوسروں کو

رسالت کا بیان

انسانوں کے دوسرے جدا امجد اور پہلے رسول حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ
 اہل مخلص بندوں کا تفصیل سے تذکرہ کرتے ہیں، یہ بندے مُنْجِبِينَ (ڈرانے والے) ہیں، مُنْجِلُونَ (ڈرائے ہوؤں)
 (۱) مخصوص بالمدح نحن محذوف ہے (۲) ہم: ضمیر فصل ہے، جس سے حصر پیدا ہوا ہے (۳) ثم: تراخی ذکر کی کے لئے ہے۔

کا تفصیل سے تذکرہ نہیں کیا، یہ تمام بندے اللہ کے رسول ہیں، اور اس سلسلہ کی آخری کڑی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ اس طرح رسالت کا مسئلہ ثابت ہوا۔ حضرت نوح علیہ السلام پہلے رسول ہیں، ان سے پہلے انبیاء مبعوث ہوتے تھے، رسول: اصلۃً کافروں کی طرف مبعوث کیا جاتا ہے اور نبی مؤمنین کی طرف، جیسے موسیٰ علیہ السلام فرعون کی طرف مبعوث کئے گئے تھے، ساتھ ہی بنی اسرائیل کو سنبھالنے کی ذمہ داری بھی سونپی گئی تھی، اور انبیاء بنی اسرائیل مؤمنین کی طرف مبعوث کئے گئے تھے۔

نوح علیہ السلام انسانوں کے دوسرے جدا محمد ہیں، اب سب انسان ان کی اولاد ہیں، یہاں یہ بات صراحتہ بیان کی گئی ہے۔ طوفان نوح کے بعد دیگر مؤمنین کی تسلیں منقطع ہو گئیں، آپ کے تین بیٹوں کی تسلیں چلیں اور ساری زمین آباد ہو گئی۔ آپ نے ہزار کم پچاس سال تک قوم پر محنت کی، مگر لوگ ٹس سے مس نہ ہوئے، صرف اتنی مردوزن ایمان لائے، جب لوگوں کی ہدایت سے مایوسی ہو گئی تو آپ نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی: پروردگار! میں ہار گیا! آپ میری مدد کریں (قر: ۱۰) اور عرض کیا: پروردگار! کافروں میں سے کسی کو زمین پر باقی نہ رہنے دیں! (نوح: ۲۶) اللہ تعالیٰ نے ان کی پکار سن لی، اور ان کی مدد کی، عذاب آبیابا اور سب ہلاک ہو گئے، صرف کشتی والے بچ رہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: — اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم کو نوح نے پکارا، سو ہم خوب فریاد سننے والے ہیں! اور ہم نے ان کو اور ان کے لوگوں کو بھاری بے چینی سے نجات دی — رات دن کی کفار کی ایذا و سرانیوں سے نجات ملی — اور ہم نے انہی کی اولاد کو باقی رہنے والا بنایا — یہ عظیم احسان فرمایا — اور ہم نے پچھلوں میں ان کا ذکر خیر باقی رکھا کہ ملاقاتی ہوں جو پر جہانوں میں! — یہ دوسرا احسان فرمایا، رہتی دنیا تک ان کا ذکر خیر ہوتا رہے گا، سب ان پر سلام بھیجیں گے — ہم اسی طرح نیکداروں کو صلہ دیا کرتے ہیں، بے شک! ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے — مؤمنین دنیا میں بھی سرخ رو ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی کامیاب! — پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو غرق کر دیا — یہ واقعہ پہلے پیش آیا ہے، تذکرہ اس کا بعد میں کیا ہے، یہ تراخی ذکر کی ہے۔

وَمَنْ مِّنْ شِيعَتِهِ لَا يَزِيهِمْ ۖ إِذْ جَاءَ رَبَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ۝ إِذْ قَالَ لِأَبْنَيْهِ وَقَوْمِهِ مَاذَا تَعْبُدُونَ ۖ أَفَبِكُلِّ إِلَهَةٍ دُونِ اللَّهِ تُشْرِكُونَ ۖ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۖ فَظَنَرُ نَظَرَةً فِي النَّجْمِ ۖ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ ۖ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِينَ ۖ فَرَأَاهُ إِلَى الْوَعْدِ ۖ فَقَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ۖ مَا لَكُمْ لَا تَنْظِقُونَ ۖ فَرَأَاهُ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِينِ ۖ فَأَقْبَلُوا إِلَيْهِ

يَزِفُونَ ﴿١٠﴾ قَالَ اتَّعَبُودُنَّ مَا تَحْتُمُونَ ﴿١١﴾ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٢﴾ قَالُوا ابْنُوا
لَهُ بُيُوتًا فَأَلْقُوهُ فِي الْجَحِيمِ ﴿١٣﴾ فَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَسْفَلِينَ ﴿١٤﴾

وَمَنْ مِنْ شَيْعَتِهِ ^(۱)	اور بے شک اس کی راہ اپنانے والوں میں سے	فَمَا كُنْتُمْ بِهِ الْعَالِمِينَ فَنَظَرُوا ^(۲)	پس تمہارا کیا خیال ہے پروردگار کے ہاں میں جہانوں کے پس اس نے دیکھا ایک نظر	لَا تَطْعَمُونَ فَرَأَى عَلَيْهِمْ صَبْرًا يَا لَيْدِيْنِ فَأَقْبَلُوا إِلَيْهِ بِزَفْوَنٍ ^(۵)	بولتے نہیں تم؟ پس میں پڑا ان پر مارتے ہوئے دائیں ہاتھ سے پس متوجہ ہوئے وہ اس کی طرف تیزی سے چلتے ہوئے
لَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا زَجْرًا رَبُّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ	البتہ براہیم ہیں جب وہ آئے اپنے رب کے پاس دل لے کر محفوظ	فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُذْبِذِينَ فَوَءَا ^(۳)	ستاروں میں پس کہا اس نے بے شک میں بیمار ہوں پس مڑے وہ اس سے پیڑ پیڑ پھیرتے ہوئے پس چپکے سے گیا ان کے معبود کے پاس	فَأَقْبَلُوا إِلَيْهِ بِزَفْوَنٍ ^(۵)	کہا اس نے کیا پوچھتے ہو تم جس کو تراشتے ہو تم اور اللہ نے
إِلَّا يَزِيدُهُمْ وَقَوْمَهُ مَاذَا تَعْبُدُونَ أَفَمَكَ ^(۴)	اپنے باپ سے اور اپنی برادری سے کس چیز کو پوچھتے ہو تم؟ کیا گمراہ ہوئے	فَقَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ مَا لَكُمْ	پس کہا اس نے کیا نہیں کھاتے تم؟ تمہیں کیا ہوا	وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا ^(۶) تَعْمَلُونَ قَالُوا	پیدا کیا تم کو اور اس کو جو کرتے ہو تم کہا انھوں نے

(۱) من شیعہ: ان کی خبر مقدم ہے، اور لاہر اہیم: اسم مؤخر، اور اسم پر لام زائدہ آیا ہے، کیونکہ وہ خبر کی جگہ میں ہے، الشیعہ: پیروکار، ہم، تو، اجمع شیع اور اشیاع (۲) أ إفکا: ہمزہ استفہام، إفکا: تردید کا مفعول یہ مقدم، آلہہ: إفکا سے بدل، من دون اللہ: آلہہ کی صفت (۳) لظرفہ مفعول مطلق، بیان نوعیت کے لئے یعنی اچھی نظر ڈالی (۴) کاع (ن) إلی کذا: کسی چیز کی طرف جیکے سے مائل ہونا، راع علیہ: جیکے سے مل پڑنا۔ (۵) یزفون: یسرعون (روح) (۶) معا: مصدر یہ ہے۔

اَنْبَاكَ بُنْيَانًا فَالْفَوْهُ	بناؤ اس کے لئے کوئی عمارت پس ڈالو اس کو	فِي الْجَحِيمِ فَاَرَادُوْا یہ	آگ کے ڈمیر میں پس چاہا انھوں نے اس کے ساتھ	کَيْدًا فَجَعَلْنَهُمْ الْاَسْفَلِیْنَ	چال چلنا پس کر دیا ہم نے ان کو نچا
--	---	--------------------------------------	--	--	--

ابوالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا تذکرہ

توحید کی دعوت اور قوم کی عداوت

یہ مضمون سورۃ الانبیاء (آیات ۵۱-۷۰) میں بھی آیا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: — اور بے شرب نوح کی پیروی کرنے والوں میں سے بالیقین ابراہیمؑ ہیں — تمام انبیاء عقائد و اصول دین میں متحد ہوتے ہیں، بایں اعتبار ابراہیم علیہ السلام کونوح علیہ السلام کا پیر و کار کہا ہے — (یاد کرو) جب وہ اپنے پروردگار کی طرف صاف دل سے متوجہ ہوئے — ہر بندے سے یہی مطلوب ہے کہ وہ صاف دل سے اللہ کی طرف متوجہ ہو، عقائد خرافات سے، اعمال شرک و ریاء سے، اخلاق رذائل سے اور دماغ دنیا کے ترخشوں سے خالی ہو، تبھی بندہ پاکا مومن ہوتا ہے، اور اسی لئے یہ بات یاد دلانی ہے — (یاد کرو) جب انھوں نے اپنے باپ اور اپنی برادری سے کہا: تم کسی چیز کی عبادت کرتے ہو؟ کیا اللہ سے ورے جھوٹے معبودوں کو چاہتے ہو؟ پس رب العالمین کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ — یہ بھی مومن کی ذمہ داری ہے کہ اپنی ذات کے بعد اپنے قریبی رشتہ داروں کی اور اپنی برادری کی فخر لے، اگر ان کے عقائد — خاص طور پر — فاسد ہوں تو ان کی اصلاح کرے، اسی لئے یہ بات بھی یاد دلانی ہے — پس اس نے ستاروں پر ایک نظر ڈالی، پس کہا: میں بیمار ہوں! — قوم کسی تقریب میں جارہی تھی، وہاں شرک ہوگا، لوگوں نے ابراہیم علیہ السلام سے بھی چلنے کے لئے کہا، انھوں نے صاف انکار کرنے کے بجائے کٹی کاٹی، قوم میں نجوم کا زور تھا، آپ نے ان کو دکھانے کے لئے ستاروں پر ایک نظر ڈالی، اور فرمایا: میری طبیعت ٹھیک نہیں! یہاری: مزاج کے اعتدال سے ہٹ جانے کا نام ہے، اور ابھی تو حضرت کا مزاج شریف ٹھیک ہے! پس یہ تو ریا ہے، یعنی بات اس طرح کہنا کہ مخاطب حقیقت نہ سمجھ سکے، جیسے سفر ہجرت میں کسی نے نبی ﷺ سے پوچھا: یٰٰمَنْ رَّبِّ الْجَلِّ! آپ کون ہیں؟ آپ نے جواب دیا: یٰٰمَنْ الْمَاءِ: پانی کا ہوں! اسائل کے پلے کچھ نہیں پڑا، اور وہ چل دیا، اسی طرح قوم نے سمجھا کہ ابراہیم نے نجوم کے ذریعہ معلوم کر لیا ہے کہ وہ عنقریب بیمار پڑنے والے ہیں، حالانکہ حضرت کی مراد یہ تھی کہ طبیعت ناساز ہے یعنی تمہارے ساتھ آنے کو بھی نہیں چاہتا۔

باطل میں موافقت انبیاء کا طریق اصلاح نہیں، ہاں تو ریا کر کے کٹی کاٹ سکتے ہیں

پس وہ لوگ ان سے پیٹھ پھیر کر نمودے، پس وہ ان کی صورتوں کے پاس جا گھسے۔ لوگ بتوں کے سامنے حلو رکھ کر گئے تھے تاکہ وہیں آکر تیر کا اس کو کھائیں۔ پس اس نے (مورتیوں سے) کہا: کیا تم کھاتے نہیں! یعنی تمہاری صورت تو انسانوں جیسی ہے، پس تم انسانوں والا کام کیوں نہیں کرتے؟ جواب نداد! پس اس نے کہا: تمہیں کیا ہوا کہ بولتے نہیں! اب بھی کو گئے! پس وہ ان پر پل پڑا قوت سے مارتے ہوئے۔ چھوٹوں کی مرمت کر ڈالی، اور بڑے کے کندھے پر کھٹا ڈار کھدیا۔ پس وہ لوگ اس کے پاس تیزی سے آئے۔ یعنی وہاں ہی میں جب مندر میں گئے، اور صورت حال دیکھی تو ابراہیم علیہ السلام کی طرف دوڑ پڑے کہ لاؤ اس کو اسی نے یہ حرکت کی ہے۔ ابراہیم نے کہا: کیا تم پوجتے ہو جن کو خود تراشتے ہو، حالانکہ اللہ نے تم کو اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا ہے۔ یعنی تم اور تمہاری یہ تراشیدہ مورتیاں اللہ کی مخلوق ہیں، پھر مخلوق مخلوق کی پوجا کرے۔ یہ عجیب حماقت ہے، عبادت خالق کی کرنی چاہئے۔

ان لوگوں نے کہا: ابراہیم کے لئے آتش خانہ تیار کرو، پھر اس کو دہکتی آگ میں جھونک دو۔ وہ لوگ اپنا پلان رو بہ عمل لائے مگر قدرت الہی نے آگ کو باغی بنا دیا، اور قوم نے منہ کی کھائی، فرماتے ہیں: اس طرح انھوں نے اس کے ساتھ چال چلتی چاہی، پس ہم نے ان کو نچا کھادیا!

وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَيْ رَبِّي سَيَهْدِينِ ۝ رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ ۝ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَبْنَؤُا إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَىٰ ۚ قَالَ يَاقَبْتُ أَفْعَلُ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝ فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّكَ لِلْجَبِينِ ۚ وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ ۚ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَّاكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ۝ وَقَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ ۚ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ۖ سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ۚ كَذَّاكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِنَ الصَّالِحِينَ ۖ وَبَارَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلَىٰ إِسْحَاقَ ۖ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ مُبِينٌ ۝

بَیِّنٌ

وَقَالَ	اور کہا اس نے	ذَاهِبٌ	جانے والا ہوں	سَيَهْدِينِ	عقربہ راہ دکھانے کا مجھے
إِنِّي	بے شک میں	إِلَيْ رَبِّي	میرے رب کی طرف	رَبِّ	اے میرے رب!

ہَبْ لِيْ	بخش مجھے	يَا بَنِيَّ	اے میرے بچے!	لَاۤ اِنَّ هٰذَا	بے شک یہ
مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ نِيَّوْنَ مِّنْ سَے	نیکوں میں سے	اَفْعَلْ	کیجئے آپ	لَهُوَ	البتہ وہ
فَبَشِّرْهُ	پس خوش خبری دی ہم	مَا	جو	اَلْبَکُوْرُ ^(۵)	آزمائش ہے
يُعَالِمُ	لڑکے کی	تَوَعَّرْ	حکم دیئے گئے آپ	اَلْمُبِيْنُ	کلی
حٰلِمُوْ	بردبار (محل والا)	سَتَجِدُنِيْ	عنقریب پائیں گے آپ مجھے	وَقَدْ زَيَّنُّهُ	اور بدلہ دیا ہم نے اس کا
فَلَمَّا	پس جب	اِنَّ شَاءَ	اگر چاہا	رَبُّنَا ^(۶)	ایک ذبح کے جانور سے
بَدَّلْهُ	پہنچا وہ	اَللّٰهُ	اللہ نے	عَظِيْمٌ	موٹا تازہ
مَعَهُ	اس کے ساتھ	مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ	صبر کرنے والوں میں سے	وَتَرَكْنَا	اور چھوڑا ہم نے
السَّعٰی ^(۱)	کوشش کرنے کو	فَلَمَّا	پس جب	عَلَيْنَا	اس پر
قَالَ	کہا اس نے	اَسْكِنَا	حکم مان لیا دونوں نے	فِي الْاٰخِرِيْنَ	پچھلوں میں
يَبْنٰی	اے میرے بچے بیٹے!	وَتَلَّكَ ^(۲)	اور پچھاڑا اس کو	مَسْمُوْرٌ	سلاستی
اِنِّيْ اَرٰى	پیشک میں دیکھتا ہوں	لِلْجَبِيْنَ ^(۳)	خسار کے بل	عَلٰۤاٰ اِبْرٰهِيْمَ	ابراہیم پر
فِي الْمَنَآوِ	خواب میں	وَنَادٰۤاٰ زَيْنُّهُ	اور پکارا ہم نے اس کو	كَذٰلِكَ	اسی طرح
اَنِّيْ	کہ میں	اَنْ ^(۴)	کہ	نَجْزِيْهِ	بدلہ دیتے ہیں ہم
اَذْبَحُكَ	ذبح کر رہا ہوں تجھے	يٰۤاِبْرٰهِيْمَ	اے ابراہیم	اَلْمُحْسِنِيْنَ	نیکو کاروں کو
فَاَنْظُرْ	پس دیکھ تو	فَكَذَّبْتَ	تحقیق سچ کر دکھایا تو نے	اِنَّهُ	بے شک وہ
مَا ذَا	کیا	اَلزُّبٰنَا	خواب	مِّنْ عِبَادِنَا	ہمارے بندوں میں سے ہے
تَرٰی	رائے ہے تیری	اِنَّا كَذٰلِكَ	بے شک ہم اسی طرح	اَلْمُؤْمِنِيْنَ	ایماندار
قَالَ	کہا اس نے	نَجْزِيْهِ	بدلہ دیتے ہیں	وَبَشِّرْهُ	اور خوش خبری دی ہم
		اَلْمُحْسِنِيْنَ	نیکو کاروں کو		نے اس کو

(۱) السعی: مصدر سعی فلاں (ف): کوشش کرنا، دوڑنا بھی اس کے معنی ہیں (۲) نعل (ن): فلاں: پچھاڑنا، گرانا، رخسار کے بل لٹانا (۳) جبین: پیشانی، سر کا اگلا حصہ، یہاں مراد کشتی ہے، وہ پیشانی کے مجاور ہے (۴) ان: تفسیر یہ، عدا کی تفسیر ہے (۵) البلاء: آزمائش، مصیبت جلّالہ (ن) بلاء: آزمائش (۶) الذبح: ذبح کیا جانے والا جانور قربانی کا جانور۔

یٰۤاِسْحٰقُ نَبِیُّنَا ^(۱) فِیْنَ الصّٰلِحِیْنَ	اسحاق کی (در اسحاق علیہ وہ) نبی (اور) نیک لوگوں میں سے ہونگے	وَ بَرِّکْنَا عَلَیْهِ وَعَلٰٓاِ سْحٰقُ وَحِیْنُ ذُرِّیَّتِهِمَا ^(۲)	اور برکت فرمائی ہم نے اس (اسماعیل) پر اور اسحاق پر اور ان دونوں کی نسل میں	مُحْسِنٌ وَعَلٰٓاِ هٗ لِنَفْسِیْهِ مُبِیْنٌ	نیکو کار ہیں اور حق ماننے والے ہیں اپنا صاف طور پر
--	---	--	---	--	---

الہٰجاء کے بعد بیٹا ملا، اس کی بھی قربانی کرنے کا حکم ملا!

جب قوم کی طرف سے مایوسی ہوئی، اور باپ نے بھی سختی شروع کر دی، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت فرمائی، پہلے مصر پہنچے، وہاں کا ماحول موافق نہیں آیا، بادشاہ نے آپ کی اہلیہ پر دوست درازی کرنی چاہی، تو آپ وہاں سے چل کر ملک شام میں بیت المقدس میں آ کر فروکش ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے بہترین جگہ کا آپ کو راستہ دکھلایا — اور اس نے (باپ سے اور قوم سے) کہا: میں اپنے پروردگار کی طرف چلا جاتا ہوں، وہ مجھے (اچھی جگہ کی) راہ دکھائے گا — کنبہ اور وطن چھوڑنا آسان نہیں، پس غربت (بے وطنی) میں دھما گئی — اے میرے رب! مجھے نیک فرزند عطا فرما! — جو دل بستگی کا ذریعہ بنے — پس ہم نے اس کو ایک ربوہ بار لڑکے کی خوش خبری سنائی — مصر کے بادشاہ نے جب حضرت سارۃ رضی اللہ عنہا پر دوست درازی کی تھی، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کی تھی، بادشاہ نے حضرت سارۃ کی کرامت دیکھی تو اس نے معتقد ہو کر اپنی بیٹی خدمت کے لئے ساتھ کر دی، ان کا نام حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا تھا، حضرت سارۃ نے وہ لڑکی اپنے شوہر کو بیاہ دی، اب وہ خادمہ تو حضرت سارۃ کی رہیں، مگر بیوی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بن گئیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے بطن سے یلوشا (پہلا) لڑکا عنایت فرمایا، اس کا نام اسماعیل رکھا گیا، یہ نام دو لفظوں سے مرکب ہے، سمع اور ایل، سمع کے معنی سننے کے ہیں اور ایل کے معنی اللہ کے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی دعا سن لی اور لڑکا عنایت فرمایا، اب جب حضرت ہاجرہ کا مرتبہ بڑھ گیا تو خدوہ اور خادمہ میں ان بن رہنے لگی، پُر خاش یک طرفہ تھی، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے ماں بیٹے کو مکہ مکرمہ میں بیت اللہ کے پاس لے جا کر بسا دیا، اس وقت وہ جگہ ویران تھی، پھر آباد ہوئی، اور بیت اللہ کی تعمیر ہوئی، حضرت ابراہیم علیہ السلام شام سے وقفہ وقفہ سے آتے رہتے تھے، اور اپنے اہل و عیال کی خبر لیتے تھے، جب اسماعیل علیہ السلام سات آٹھ سال کے ہوئے تو ابراہیم علیہ السلام نے شام میں خواب دیکھا کہ وہ صاحبزادے کی قربانی کر رہے ہیں، نبی کا خواب وحی ہوتا ہے، مگر کبھی اس کی تعبیر ہوتی ہے، چنانچہ ابراہیم علیہ السلام نے سواٹ قربان کر کے غریبوں کو کھلائے، مگر پھر بھی یہی خواب دیکھا، پھر قربانیاں کیں، جب تیسری مرتبہ یہی

(۱) کنبیا اور من الصالحین: اسحاق سے حال ہیں۔ (۲) ذریعہما: ضمیر متنی کا مرجع اسماعیل واسحاق علیہما السلام ہیں۔

خواب دیکھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ بیٹے کی قربانی ہی مقصود ہے، اس وقت آپ کے صاحبزادے صرف اسماعیل علیہ السلام تھے، ابھی اسحاق علیہ السلام کی بشارت بھی نہیں ملی تھی، اور اسماعیل علیہ السلام شام سے دور تھے، چنانچہ آپ سفر کر کے مکہ مکرمہ پہنچے، اور بیٹے کو خواب سنایا، اور اس کی تعمیل کے بارے میں ان سے مشورہ لیا، ارشاد فرماتے ہیں: — پس جب وہ ابراہیم کے ساتھ چلے پھر نے کی عمر کو پہنچا تو ابراہیم نے کہا: میرے پیارے بیٹے! میں بالیقین خواب میں دیکھتا ہوں کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں، پس سوچ لے تیری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے جواب دیا: ابا جان! جس کام کا آپ کو حکم دیا گیا ہے وہ آپ کریں، ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

پس جب دونوں مرا گندہ ہو گئے، اور ابراہیم نے اس کو کروٹ پر لٹا دیا — یہ ترجمہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے کیا ہے، الثالث نے میں ذبح ممکن نہیں، ذبح کی رگیں سامنے ہوتی ہیں — اور ہم نے اس کو (بواسطہ ملائکہ) پکارا: اے ابراہیم! تو نے خواب سچا کر دکھایا، ہم نیکو کاروں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں، بالیقین یہ بڑا امتحان ہے — یعنی بس بس رہنے دے، ہاتھ روک لے، مقصود بیٹے کا ذبح کرنا نہیں ہے، تیرا امتحان منظور ہے، تو اس میں کامیاب ہوا، ہم نیکو کاروں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں: یعنی تکلیف مالا یطاق نہیں دیا کرتے، جب اس کا مرحلہ آ جاتا ہے تو ہم حکم واپس لے لیتے ہیں — اور ہم نے ایک بڑا فیصلہ اس کا عوض دیدیا — یعنی حکم دیا کہ ایک فریب تیار نہ بہ اسماعیل علیہ السلام کی جگہ قربان کیا جائے، یہی رسم قربانی ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہے، جو آج تک جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گی — اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں اس کے حق میں یہ بات رہنے دی کہ ابراہیم پر سلامتی ہو، ہم نیکو کاروں کو ایسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں — یعنی ان کا ذکر خیر باقی رکھتے ہیں — بے شک وہ ہمارے ایماندار بندوں سے ہے!

اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق کی خوش خبری سنائی جو نبی نیک لوگوں میں سے ہونگے — معلوم ہوا وہ پہلی خوش خبری اسماعیل علیہ السلام کی تھی، اور ذبح کا قصہ انہی کا تھا — اور ہم نے دونوں پر (اسماعیل و اسحاق علیہما السلام پر) برکتیں نازل فرمائیں — یعنی دونوں کی تسلیں خوب پھیلیں — اور دونوں کی نسل میں نیکو کار اور اپنے حق میں کھلا نقصان کرنے والے ہیں — یعنی دونوں کی نسل میں مؤمن و کافر اور نیکو کار و بدکار ہیں

اصول کا نیک ہونا ذریعات کے کام نہیں آ سکتا جبکہ وہ خود ایمان سے محروم ہوں (بیان القرآن)

ذبح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں

روایات میں اختلاف ہے کہ ذبح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں یا حضرت اسحاق علیہ السلام؟ اور حضرت تھانوی

رحمہ اللہ نے بیان القرآن میں لکھا ہے کہ روایات دونوں طرف متکلم فیہ ہیں اھ پس روایات سے فیصلہ نہیں ہو سکتا، اور قرآن کریم سے واضح طور پر ثابت ہے کہ ذبح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں، دلائل درج ذیل ہیں:

۱- زیر تفسیر آیات میں: ﴿وَهَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ﴾ کی دعا کے بعد لڑکے کی خوش خبری دی گئی ہے، پھر اس کے ذبح کا قصہ ہے، پھر حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت ہے، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ پہلی مرتبہ جس صاحبزادے کی بشارت دی گئی ہے وہ اسحاق علیہ السلام نہیں ہیں، پس وہ ذبح بھی نہیں۔

۲- سورۃ ہود (آیت ۷۱) میں ہے: ﴿وَبَشِّرْنَا هَا بِإِسْحَاقَ، وَمِنْ وَرَآءِهِ إِسْحَاقَ يَغُتُوبُ﴾ ہم نے سارہ کو بشارت دی اسحاق کے پیدا ہونے کی، اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کے پیدا ہونے کی، پس جب حضرت اسحاق علیہ السلام کے صاحبزادہ ہونے کی بشارت ہو چکی تھی تو ذبح کے حکم سے خود معلوم ہو جاتا کہ وہ ذبح نہ ہو گئے، پھر امتحان عظیم کیسے ہوگا؟

۳- یہاں جب اسماعیل علیہ السلام کی بشارت دی ہے تو لڑکے کی صفت حلیم آئی ہے، اور سورۃ الذاریات (آیت ۲۸) میں اسحاق علیہ السلام کی بشارت دی ہے تو لڑکے کی صفت علیم آئی ہے، اور مرد باری بچپن سے ہوتی ہے، اور بڑا عالم بڑی عمر میں بنتا ہے، اس سے بھی معلوم ہوا کہ اسحاق علیہ السلام لڑکپن میں ذبح نہیں ہو گئے، وہ باقی رہیں گے، تا آنکہ بڑے عالم ہو گئے۔

مگر بائبل میں جہاں ذبح کا ذکر ہے حضرت اسحاق علیہ السلام کا نام لکھ دیا ہے، وہاں سے اسرائیلی روایات چلیں اور تفسیروں میں در آئیں، پس مسئلہ نظری ہو گیا، حالانکہ یہ یہی تھا کہ ذبح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

تنبیہ: عید الاضحیٰ کے موقعہ پر دو اہلین ذبح اسماعیل کو تفریر کا موضوع بناتے ہیں، اور نا کافی علم ہونے کی وجہ سے عجیب عجیب گل کھلاتے ہیں، اور اناپ شاپ باتیں بیان کرتے ہیں، ان سے ہوشیار رہنا چاہئے، کتابوں میں جو کچھ لکھا گیا ہے یا وہ اہلین جو کچھ بیان کرتے ہیں وہ سب صحیح نہیں۔

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ۖ وَنَجَّيْنَاهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ۚ
وَنَصَّرْنَاهُمْ فَاكْنُؤُا هُمُ الْغُلَبَيْنِ ۖ وَآتَيْنَاهُمَا الْكِتَابَ الْمُسْتَبِينَ ۖ وَهَدَيْنَاهُمَا الصِّرَاطَ
الْمُسْتَقِيمَ ۚ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْآخِرِينَ ۖ سَلَامٌ عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ۖ إِنَّا كَذَلِكَ
نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۖ إِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَإِنَّ إِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۖ
إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَلَا تَتَّقُونَ ۖ أَتَدْعُونَ بَعْلًا وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ ۖ اللَّهُ رَبُّكُمْ

وَرَبِّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ۝ فَكَذَّبُوهُ فَأَنَّهُمْ كُمُحْضَرُونَ ۝ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ۝ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ۝ سَلَامٌ عَلَى إِبْرَاهِيمَ ۝ إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ۝

وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	وَتَرَكْنَا	اور چھوڑا ہم نے	أَتَذُنُونَ	کیا پکارتے ہو تم
مَدَنَّا	احسان کیا ہم نے	عَلَيْهِمْ	دونوں پر	بَعَلًا	بعل (بت) کو
عَلَىٰ مَوَاسِي	موسیٰ پر	فِي الْآخِرِينَ	پچھلوں میں	وَتَذَرُونَ	اور چھوڑتے ہو تم
وَهَارُونَ	اور ہارون پر	سَلَامٌ	سلامتی	أَحْسَنَ	بہترین کو
وَنَجَّيْنَاهُمَا	اور نجات دی ہم دونوں کو	عَلَىٰ مَوَاسِي	موسیٰ پر	الْخَالِقِينَ	پیدا کرنے والوں میں سے
وَقَوْمَهُمَا	اور دونوں کی قوم کو	وَهَارُونَ	اور ہارون پر	اللَّهُ (۲)	اللہ تعالیٰ
مِنَ الْكَذِبِ	بے چینی سے	إِنَّا كَذَلِكَ	بے شک ہم اسی طرح	رَبِّكُمْ	تمہارے رب
الْعَظِيمِ	بڑی	نَجَّيْنَاهُ	بہلہ دیتے ہیں	وَرَبِّ	اور رب
وَنَصَّرْنَاهُمْ	اور مدد دی ہم نے ان کی	الْمُحْسِنِينَ	نیکیوں والوں کو	آبَائِكُمْ	تمہارے باپ داداؤں کے
فَكَانُوا هُمْ (۱)	پس تھے وہی	إِنَّهُمْ	بے شک دونوں	الْأَوَّلِينَ	اگلے
الْغَالِبِينَ	غالب ہونے والے	مِنَ عِبَادِنَا	ہمارے بندوں میں سے ہیں	فَكَذَّبُوهُ	پس جھٹلایا انھوں نے اس کو
وَآتَيْنَاهُمَا	اور دی ہم نے دونوں کو	الْمُؤْمِنِينَ	ایماندار	فَأَنَّهُمْ	پس بے شک وہ
الْكِتَابَ	کتاب	وَبِإِبْرَاهِيمَ	اور بے شک ایسا	كُمُحْضَرُونَ	یقیناً پکڑے ہوئے
الْمُسْتَقِيمَ	واضح	لِإِنَّا سَلَّمْنَاهُ	البتہ رسولوں میں سے ہیں	لَا تَأْتِيهِمْ	لائے گئے ہیں
وَهَدَيْنَاهُمَا	اور دکھائی ہم نے دونوں کو	إِذْ قَالَ	جب کہا انھوں نے	إِلَّا عِبَادَ	مگر بندے
الضُّرَاطِ	راہ	لِقَوْمِهِ	اپنی قوم سے	اللَّهُ	اللہ کے
الْمُسْتَقِيمِ	سیدھی	أَلَا تَتَّقُونَ	کیا ڈرتے نہیں تم	الْمُخْلَصِينَ	چنیدہ

(۱) ہم: کان کے اسم و خبر کے درمیان ضمیر فصل ہے (۲) اللہ (منسوب) احسن الخالقین سے بدل ہے، اور عطف بیان بھی ہو سکتا ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْهِ فِي الْأَخْيَرِينَ سُلْطٰنًا	اور چھوڑا ہم نے اس پر پچھلوں میں سلطنتی ہو	عَلَا لَإِيَّاسِينَ إِنَّا كُنَّا لَنَعْلَمُ تَجْزِي الْمُحْسِنِينَ	ال یاسین پر بے شک ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں نیکو کاروں کو	لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ عِلْمُكَ مِنَ عِلْمِكَ الْمُؤْمِنِينَ	بے شک وہ ہمارے بندوں میں سے ہیں ایماندار
---	---	--	---	---	---

موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا تذکرہ

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام جلیل القدر اسرائیلی پیغمبر ہیں، اور معروف ہیں، ارشاد فرماتے ہیں: —
اور البتہ واقعہ یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ اور ہارون پر احسان کیا — دونوں کو نبوت اور دیگر کمالات سے سرفراز کیا — اور ہم نے دونوں کو اور ان کی قوم (بنی اسرائیل) کو بڑی بے چینی سے نجات دی — فرعون نے ان کو غلام بنا رکھا تھا، ان کو غلامی سے نجات دی — اور ہم نے ان کی مدد کی، سو وہی غالب ہونے والے تھے — فرعون غرق ہو گیا، اور بنی اسرائیل زمین کے وارث بنے — اور ہم نے دونوں کو واضح کتاب دی — مرآتورات شریف ہے موسیٰ علیہ السلام کو اصالۃ اور ہارون علیہ السلام کو حجاجۃ دی — اور ہم نے دونوں کو سید ہمارا راستہ دکھایا — یعنی تورات شریف کے ذریعہ — اور ہم نے دونوں پر پچھلوں میں باقی رکھا: سلام ہو موسیٰ اور ہارون پر! — یعنی سب ان کا ذکر خیر کرتے ہیں اور ان پر سلام بھیجتے ہیں — اسی طرح ہم نیکو کاروں کو بدلہ دیا کرتے ہیں — ہمیشہ نیک کا بدلہ نیک نامی رہی ہے — بے شک دونوں ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے! — اس لئے ان کو یہ صلیط۔

حضرت الیاس علیہ السلام کا تذکرہ

حضرت الیاس علیہ السلام بھی اسرائیلی نبی ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد مبعوث ہوئے، اور ہارون علیہ السلام کی اولاد میں ہیں، اہل کتاب ان کو ایلیاہ کہتے ہیں، اور لوگ کہتے ہیں کہ آپ المیح علیہ السلام کے چچا زاد بھائی تھے، سورۃ الانعام میں صرف ان کا نام آیا ہے، یہاں تھوڑی تفصیل ہے، وہ شام کے شہر ہبلک کی طرف مبعوث کئے گئے تھے، وہ لوگ بلعل نامی بت کے پرستار تھے، حضرت الیاس نے ان کو ہر چند سمجھایا، مگر وہ نہ مانے، بالآخر عذاب آخرت میں گرفتار ہو گئے، ارشاد فرماتے ہیں: — اور بے شک الیاس مجملہ رسولوں کے تھے، (یاد کرو) جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں! کیا تم بلعل کو پوجتے ہو، اور بہترین بنانے والے کو چھوڑتے ہو! یعنی اللہ کو جو تمہارا رب ہے اور تمہارے گذشتہ باپ دادوں کا — لوگ تحلیل و ترکیب پر قدرت رکھتے ہیں، اور وہ بھی عارضی، اور اللہ تعالیٰ ابدی و ایجاد پر قدرت رکھتے ہیں، اور وہ قدرت ذاتی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ بہترین بنانے والے ہیں — پس انھوں نے ان کی

مکذیب کی، پس بے شک وہ (عذابِ آخرت میں) پکڑ کر لائے ہوئے ہیں، مگر اللہ کے چنیدہ بندے — جنت نشیں ہو گئے — اور ہم نے اس کے لئے پچھلوں میں باقی رکھا: سلامتی ہو الیاسین پر، ہم نیکوکاروں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں، بے شک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے ہیں — روح المعانی میں ہے کہ الیاس ہی کو الیاسین بھی کہتے ہیں۔

وَاِنَّ لَوْطًا لِّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۚ اِذْ يَجْعَلُهُ وَاَهْلَهُ اَجْمَعِيْنَ ۙ اِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَيْرِيْنَ ۝
ثُمَّ دَمَرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ۝ وَارْتَاكُمُ لَمَمَزُوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ۙ وَبَالِيْلٍ ۙ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝
وَإِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۚ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۙ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ۙ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ۙ فَلَوْلَا اَنَّهُ كَانَ مِنَ السُّجَّيْنِ ۙ لَكَلْبِثَ
فِيْ بَطْنِهَا اِلَى يَوْمٍ يُبْعَثُوْنَ ۙ فَلَبَدَّاهُ بِالْعِزِّ ۙ وَهُوَ سَقِيْمٌ ۙ وَاثْبَتْنَاهُ عَلَيْهِ شَجَرَةً
مِّنْ يَّقُطِيْنَ ۙ وَارْسَلْنَاهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ۙ فَامَنُوْا فَنُنَجِّهُمْ
اِلَى حِيْنٍ ۝

وَاِنَّ لَوْطًا	اور بے شک لوٹ	الْاٰخَرِيْنَ	دوسروں کو	لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ	البتہ رسولوں میں سے ہیں
لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ	البتہ رسولوں میں سے ہیں	وَارْتَاكُمُ	اور بے شک تم	اِذْ اَبَقَ	جب بھاگے وہ
اِذْ يَجْعَلُهُ	جب نجات دی، ہم اس کو	لَمَمَزُوْنَ	یقیناً گذرتے ہو	اِلَى الْفُلْكِ	کشتی کی طرف
وَاَهْلَهُ	اور اس کے گھر والوں کو	عَلَيْهِمْ	ان پر	الْمَشْحُوْنِ	بھری ہوئی
اَجْمَعِيْنَ	سبھی کو	مُصْبِحِيْنَ	صبح کے وقت	فَسَاهَمَ	پس اس نے قمرہ
اِلَّا عَجُوزًا	مگر بوڑھیا کو	وَبَالِيْلٍ	اور رات میں	فَكَانَ	اندازی میں مقابلہ کیا
فِي الْغَيْرِيْنَ	باقی رہنے والوں میں	اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ	کیا پس سمجھتے نہیں تم	وَمِنَ الْمُدْحَضِيْنَ	پس تھے وہ
ثُمَّ دَمَرْنَا	پھر ہلاک کیا ہم نے	وَاِنَّ يُوْنُسَ	اور بے شک یونس		ہارنے والوں میں سے

(۱) ظاہر: باقی، غیبر (ن) غُہوراً: باقی رہنا (۲) قَمَرُ الشَّيْءِ: ہلاک ویرہا ذکرنا قَمَرُ (ن) قَمَرًا: ہلاک ہونا (۳) مُصْبِحِيْنَ: حال ہے اُصْبَحَ (تامہ) صبح میں داخل ہونا (۴) بِالْبَالِ: بھی حال ہے (۵) سَاهَمَهُ مَسَاهَمَةً: قمرہ اندازی میں مقابلہ کرنا، سَهِمٌ: حصہ (۶) مُدْحَضٌ (ام مفعول) اِدْحَاضٌ: مصدر: قمرہ اندازی میں ہار چلنے والا، اصل معنی: پھسلا یا ہوا، اِدْحَضْتُ رَجُلًا: پناؤں بھسل گیا۔

فَأَنفَعَمُهُ الْحَوْتُ وَهُوَ مُؤَلِّمٌ ^(۱)	پس نکل گیا اس کو چھلی نے در اٹھا لیکہ وہ ملا مت کرنے والے ہیں	فِي بَطْنِهِ إِلَى يَوْمٍ يُنْعَثُونَ فَقَبْذَنُهُ ^(۲) بِالْعَدَاءِ ^(۳)	اس کے پیٹ میں دن تک اٹھائے جانے کے پس ڈال دیا، ہم اس کو کھلی جگہ میں	وَمِن يَّعْقُبِينَ ^(۴) وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَى مَائِقَةٍ أَلْفِ أَوْ يَزِيدُ وَتَ يَا بُوِّعْتِ هِيَ وَه	تیل دار اور بھیجا ہم نے ان کو طرف سو ہزار کے یا بڑھتے ہیں وہ
فَلَوْكَ أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسِيحِينَ	پس اگر نہ ہوتی یہ بات کہ تھے وہ پاکیاں بیان کرنے والوں	وَهُوَ سَوِّدٌ وَأَكْبَرُ عَلَيْهِ تَجَرَّدٌ	در اٹھا لیکہ وہ بیمار تھے اور اگایا ہم نے ان پر درخت	فَأَمَّنُوا فَتَبَتَّعَهُمْ إِلَى حِينٍ	پس ایمان لائے وہ پس فائدہ اٹھانے دیا ہم نے ان کو ایک وقت تک
لَكَيْتَ	(تو) ضرور غمخیز ہوتے وہ				

حضرت لوط علیہ السلام کا تذکرہ

لوط علیہ السلام: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے ہیں، سدوم اور اس کے مضافات کی بستیوں ان کی دعوت کا مقام تھیں، اب وہاں بحر مردہ ہے، ارشاد فرماتے ہیں: — اور بے شک لوط پیغمبروں میں سے ہیں (یاد کرو) جب ہم نے اس کو اور اس کے گھر والوں کو کبھی نجات دی، مگر بڑھیا کو جو باقی رہ جانے والوں میں سے تھی — بظاہر وہ مومنہ تھی، مگر درپردہ کافرہ — پھر ہم نے سب کو ہلاک کر دیا، اور بے شک تم (اے مکہ والو) بالیقین ان پر گذرتے ہو صبح کے وقت اور رات میں — جزیرۃ العرب گرم پہاڑی ملک ہے، وہاں دن میں سفر دشوار ہے، قافلے عصر کے وقت چلتے تھے، جب موسم ٹھنڈا ہو جاتا تھا، اور رات گئے پڑاؤ ڈالتے تھے، پھر آرام کر کے رات کے آخری پہر روانہ ہوتے تھے، اور صبح نو بجے پڑاؤ ڈالتے تھے، اس لئے مکہ والے لوط علیہ السلام کی بستیوں سے (بحر مردہ سے) کبھی رات میں گذرتے تھے اور کبھی صبح کے وقت، اور جاہ شدہ قوم کے نشانات دیکھتے تھے — کیا نہیں تم سمجھتے نہیں — کہ رسولوں کی بات نہ ماننے کا انجام کیا ہوتا ہے!

حضرت یونس علیہ السلام کا تذکرہ

حضرت یونس علیہ السلام بھی اسرائیلی پیغمبر ہیں، آپ کو نینوی والوں کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا گیا تھا، یہ شہر (۱) مُلِیْم: (الامۃ سے اسم قائل: ملا مت کرنے والا یعنی افسوس کرنے والا (۲) العداء: کھلی جگہ جہاں کوئی آڑ نہ ہو، مراد سمندر کا کنارہ۔ (۳) یقین: بغیر تے کا پودا، جیسے گکڑی، کدو یا تربوز کی تیل، زیادہ تر کدو کے لئے مستعمل ہے۔

دریائے فرات کے کنارے پر ہے، آپ نے ان پر کئی سال محنت کی، مگر نتیجہ صفر رہا، دن بدن تکذیب کا زور بڑھتا رہا، آخر آپ نے بہ حکم الہی عذاب کی اطلاع دی، پھر آپ سے چوک یہ ہوئی کہ آپ ہجرت کی اجازت کا انتظار کئے بغیر بستی سے چل دیئے، یہ خیال کر کے کہ جب عذاب آتا ہے تو میرا یہاں کیا کام! ارشاد پاک ہے: — اور بے شک یونس پتھروں میں سے ہیں — پس ان کی کوتاہی کو گناہ نہ سمجھا جائے، انبیاء گناہ سے معصوم ہوتے ہیں — (یاد کرو) جب وہ بھاگے بھری ہوئی کشتی کی طرف — بھاگے: یعنی اللہ کی اجازت کے بغیر چل دیئے، اس لئے ہماری لفظ استعمال کیا ہے — فرات پر پہنچے تو ایک کشتی مسافروں سے لدی کھڑی تھی، چلنے ہی والی تھی، جب کشتی چلی تو منجھدار میں پہنچ کر ڈمگائے لگی، کہتے ہیں: لوگوں کا عقیدہ تھا کہ اگر کشتی میں کوئی بھاگا ہوا غلام ہو تو کشتی ڈوب جاتی ہے، کشتی والوں نے مسافروں سے دریافت کیا کہ کوئی بھاگا ہوا غلام ہے؟ کوئی نہیں تھا، یونس علیہ السلام سمجھ گئے، فرمایا: میں وہ غلام ہوں جو آقا سے بھاگا ہوں! لوگ یونس علیہ السلام کو جاننے تھے، انھوں نے یہ بات باور نہ کی، آپ نے فرمایا: مجھے دریا میں ڈال دو تو بچ جاؤ گے، مگر کشتی والے تیار نہ ہوئے تو قرعہ اندازی کی ٹھہری، تین بار قرعہ ڈالا گیا، ہر بار یونس علیہ السلام کا نام نکلا، کشتی والوں نے مجبوراً آپ کو دریا کے حوالے کیا اور آگے بڑھ گئے، ارشاد فرماتے ہیں: پس وہ قرعہ اندازی میں شریک ہوئے، پس وہ ہارنے والوں میں سے تھے — اھم اللہ تعالیٰ نے ایک بڑی مچھلی کو الہام کیا، اس نے آپ کو سالم نگل لیا، فرماتے ہیں: — پس ان کو مچھلی نے نگل لیا، دراصل ایک وہ ملامت کرنے والے تھے — یعنی خود کو ملامت کر رہے تھے اور افسوس کر رہے تھے، کیونکہ آپ کو احساس ہو گیا تھا کہ بے اجازت بستی چھوڑ کر چل دیئے ہیں، یہ تصور کیا ہے، مچھلی کے پیٹ میں پہنچ کر بھی آپ کو ہوش تھا، آپ نے دعا شروع کی: الہی! میں قصور وار ہوں، الہی! آپ ہی معبود ہیں، آپ کے سوا کس سے التجا کروں! ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ دعا قبول ہوئی اور مچھلی کو الہام ہوا اس نے ساحل پر جا کر قئی کر دی، ابن مسعودؓ فرماتے ہیں: مچھلی کے پیٹ کی گرمی سے آپ کے بدن کی کھال اتر گئی تھی، اور جسم ایسا ہو گیا تھا جیسا پرندہ کے نئے نکلے ہوئے بچہ کا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فوراً ایک تیل دار درخت اگایا، جس نے آپ کو ڈھانک لیا اور آپ مکھی چھری تکلیف سے محفوظ ہو گئے، فرماتے ہیں: — پس اگر نہ ہوتی یہ بات کہ وہ شیخ کرنے والوں میں سے تھے تو قیامت تک اس کے پیٹ میں رہتے — یعنی شیخ کی برکت سے نجات پائی — پس ہم نے ان کو ایک میدان میں ڈال دیا، دراصل ایک وہ بیمار تھے، اور ہم نے ان پر ایک تیل دار درخت اگایا — کھانے پینے کا بھی کوئی انتظام کیا ہوگا، جس کا تذکرہ نہیں کیا، پھر جب آپ صحت مند ہوئے تو قوم کی طرف واپس جانے کا حکم ملا — اور ہم نے ان کو ایک لاکھ یا کچھ زیادہ کی طرف بھیجا، پس وہ ایمان لے آئے تو ہم نے ان کو ایک زمانہ تک دنیا سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیا — اور

اہل کتاب کی روایت ہے کہ ایک عرصہ کے بعد اہل نبیوی نے پھر کفر و شرک شروع کر دیا تو ناحوم نبی مبعوث کئے گئے، انھوں نے ہر چند سمجھایا مگر لوگوں نے نہیں مانا تو سنہ ۶۱۲ قبل مسیح میں نبیوی تباہ و برباد ہو گیا۔ (تھمس القرآن ۲: ۲۰۳)

سوال: اللہ تعالیٰ عظیم و جبار ہیں، ان کو انہار و شک کی کیا ضرورت ہے جو یہ فرمایا کہ وہ ایک لاکھ یا اس سے زیادہ آدمی؟ یعنی قطعی تعداد کیوں بیان نہیں کی؟

جواب: یہ اوٹک کے لئے نہیں ہے، بلکہ یہ بمعنی ”بھی“ ہے یعنی یونس علیہ السلام ایک بڑی امت کی طرف بھیجے گئے تھے، جن کی تعداد ایک لاکھ سے بھی زیادہ تھی۔

نوٹ: یونس علیہ السلام کا تذکرہ سورۃ یونس (آیت ۹۸) اور سورۃ الانبیاء (آیات ۸۷ و ۸۸) میں گزرا ہے۔

فَاسْتَفْتِهِمُ الرِّبَّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُونَ ۖ أَمْ خَلَقْنَا الْمَلَائِكَةَ إِنَاثًا وَهُمْ شَاهِدُونَ ۚ أَلَا إِنَّهُمْ مِنْ آفَکِهِمْ لَيَقُولُونَ ۖ وَلَدَ اللَّهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝
أَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِينَ ۚ مَا لَكُمْ تَكْفُورًا ۖ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۚ أَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُبِينٌ ۚ فَأَتُوا بِكِتَابِكُمْ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ نِسْبًا ۚ وَلَقَدْ عَلِمَتْ الْجَنَّةُ إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ۚ سُبْحٰنَ اللَّهِ عَمَّا يُصِفُونَ ۚ الْإِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلِصِينَ ۚ فَإِنَّمَا تَعْبُدُونَ ۚ مَا أَنتُمْ عَلَيْهِ بِفَاتِنِينَ ۚ إِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيمِ ۚ وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ ۚ وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّونَ ۚ وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمُسْتَبْرَحُونَ ۚ وَإِن كَانُوا لَيَقُولُوا ۚ لَوَ أَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِنَ الْأَوَّلِينَ ۚ لَكُنَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلِصِينَ ۝
فَكْفُرُوا بِهِ فَسُوفَ يَعْلَمُونَ ۝

اور وہ	وَهُمْ	بڑے؟	الْبَنُونَ	پس آپ ان سے پوچھیں	فَاسْتَفْتِهِمُ
دیکھنے والے تھے	شَاهِدُونَ ^(۱)	یا پیدا کیا ہم نے	أَمْ خَلَقْنَا	کیا تیرے رب کے لئے	الرِّبَّكَ
سنو ابے شک وہ	أَلَا إِنَّهُمْ	فرشتوں کو	الْمَلَائِكَةَ	بیٹیاں	الْبَنَاتُ
اپنے گھر سے باہر مبعوث	وَمِنْ آفَکِهِمْ	عورتیں	إِنَاثًا	اور ان کے لئے	وَلَهُمْ

(۱) شَهِدَ الشَّيْءُ: دیکھنا: ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾

لَيَقُولُونَ	کہتے ہیں:	بَيْنَهُ	اللہ کے درمیان	مَا آتَاهُمْ	نہیں ہوتم
وَلَدَ اللَّهُ	جنا اللہ نے	وَيَن	اور درمیان	عَلَيْهِ	اللہ سے
وَلَدَهُمْ	اور بے شک وہ	الْجَنَّةِ	جنات کے	يَفْتَنِينَ ^(۲)	برکاز والے (بھیر والے)
لَكَانَ بُون	یقیناً جھوٹے ہیں	كَسِبَا	ناتا	لَا مَن	مگر جو
أَصْطَفَ ^(۱)	کیا بن لیا اس نے	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	هُوَ	وہ
الْبَنَاتِ	بیٹیوں کو	عَدِلَتْ	جانا	صَلَّ	داخل ہونے والا ہے
عَلَى الْبَنِينَ	بیٹیوں پر	الْجَنَّةِ	جنات نے	الْحَجْدِ	دورخ میں
مَا كُنْ	تمہیں کیا ہوا	إِنَّهُمْ	بے شک وہ	وَمَا مَنَّا	اور نہیں حکم میں (کوئی)
كَيْفَ	کیسا	كَمُعْصِرُونَ	یقیناً حاضر کئے ہوئے ہیں	إِلَّا لَهُ	مگر اس کے لئے
تَعْلَمُونَ	فیصلہ کرتے ہو	سَبِّحْنَ	پاک ہیں	مَقَامٌ	رتبہ ہے
أَفَلَا	کیا پس نہیں	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	مَعْلُومٌ	جانا ہوا
تَذَكَّرُونَ	دھیان کرتے تم	عَمَّا	ان سے جو	وَأَنَّا	اور بے شک ہم
أَمْرُكُمْ	یا تمہارے لئے	يَصِفُونَ	وہ بیان کرتے ہیں	لَنَحْنُ	البتہ ہم
سُلْطٰنٌ	سند ہے	إِلَّا	مگر	الصَّافِرُونَ	صف بانہنے والے ہیں
مُسَبِّحِينَ	واضح	عِبَادَ	بندے	وَأَنَّا	اور بے شک ہم
فَأَنَّا	پس لاؤ	اللَّهُ	اللہ کے	لَنَحْنُ	البتہ ہم
يَكْشِفُكُمْ	اپنی کتاب	الْمُطَلَّعِينَ	چنیدہ	الْمُسْتَوْحِينَ	پاک بیان کرنے والے ہیں
إِنْ كُنْتُمْ	اگر ہوتم	فَأَنكُمُ	پس بے شک تم	وَأَن	اور بیشک (شان یہ ہے)
صِدِّيقِينَ	سچے	وَمَا	اور جن کو	كَانُوا	(کہ) تھے وہ
وَجَعَلُوا	اور بنایا انھوں نے	تَعْبُدُونَ	تم پوجتے ہو	لَيَقُولُونَ	البتہ کہتے تھے:

(۱) اصطقی: میں ہمزہ استفہام ہے، اور ہمزہ وصل محذوف ہے (۲) فاعل: اسم فاعل: برکانے والا، فَعْن (ض) فاعلنا: مذہب یا رائے سے ہٹانے کے لئے دیاؤ اِنَا..... علیہ کی ضمیر اللہ کی طرف لٹوتی ہے، اور علیہ: فاعلین سے متعلق ہے، یہ استعلاء کے معنی کو محضمن ہے، اس لئے علی صلا آیا ہے۔

لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذُكُورًا مِّنَ الْاَكْوَاٰبِیْنَ	اگر ہوتا ہمارے پاس صحبت نامہ انگوں سے (مقول)	لَکُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلِصِیْنَ	البتہ ہوتے ہم بندے اللہ کے چنیدہ	فَلَنَعْرِضَ رَبُّہُ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ	پس انکار کیا انھوں نے اس (صحبت نامہ) کا پس عنقریب وہ جان لیں گے
--	---	---	---	---	--

ابطال شرک

سورت توحید کے بیان سے شروع ہوئی ہے، اور ابطال شرک توحید ہی کا مضمون ہے، اب یہ مضمون آخر سورت تک چلے گا۔ مشرکین عرب ملائکہ کی پرستش کرتے تھے، انہیں کی مورثیں بنا رکھی تھیں، ہندوؤں کی دیویاں بھی فرشتوں کا پیکر ہیں، وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں مانتے تھے، اور ان کی مائیں بڑے جنات کی لڑکیوں کو کہتے تھے، اس طرح ظالموں نے اللہ تعالیٰ کا جنات سے سرالی رشتہ قائم کیا تھا، اور فرشتوں سے ناجواز تھا، اب مختلف طرح سے اس کی تردید کرتے ہیں۔

۱- اللہ کے لئے لڑکیاں ماننا عربوں کے عرف کے خلاف ہے

عرب: اپنے لئے لڑکیوں کو پسند نہیں کرتے تھے، وہ ان کو اپنے لئے نکاح دعا سمجھتے تھے، مگر اللہ کے لئے یہ صنف تجویز کرتے تھے، یہ بات ان کے عرف کے خلاف تھی، ارشاد فرماتے ہیں: — پس آپ ان لوگوں سے پوچھیں: کیا تیرے پروردگار کے لئے بیٹیاں اور ان کے لئے بیٹے! — یعنی جس کمزور اور گھٹیا صنف کو اپنے لئے پسند نہیں کرتے اس کو اللہ کے لئے تجویز کرتے ہو!

۲- ملائکہ مؤنث ہیں اس کی کیا دلیل ہے؟

کائنات میں بے شمار چیزیں نہ مذکر ہیں نہ مؤنث، آسمان، زمین، پہاڑ، دریا، بادل اور درخت وغیرہ نہ مذکر ہیں نہ مادہ، اسی طرح فرشتے بھی ایک نورانی مخلوق ہیں، وہ نہ مذکر ہیں نہ مؤنث، عرب ان کو اللہ کی لڑکیاں مانتے تھے، مگر اس کی کوئی دلیل ان کے پاس نہیں تھی۔ ارشاد فرماتے ہیں: — یا ہم نے فرشتوں کو عورتیں پیدا کیا ہے دراصل ایک وہ دیکھ رہے تھے؟ — یعنی جس وقت ہم نے فرشتوں کو پیدا کیا: کیا تم کھڑے دیکھ رہے تھے کہ انہیں عورت بنایا گیا ہے؟

۳- اللہ کے لئے اولاد ماننا خود تراشیدہ عقیدہ ہے

عیب کرنے کو بھی ہنر چاہئے، غلط عقیدہ بنانا تھا تو بالکل بے ٹکا تو نہیں بنانا چاہئے، مشرکین نے اللہ کو صاحب اولاد مانا۔ یہ بے ٹکی بات نہیں تو کیا ہے؟ ارشاد فرماتے ہیں: — سنو! بے شک وہ اپنی سخن تراشی سے کہتے ہیں کہ اللہ صاحب اولاد

ہے، اور بے شک وہ بالکل جھوٹے ہیں! — یعنی یہ عمل اور بے نیکی بات کہاں سے نکالی؟ عقل فہم سے اس کا کیا تعلق ہے؟

۴- اللہ کے لئے لڑکیاں ماننا دلیل عقل کے بھی خلاف ہے

اللہ کو اولاد دینا ہی ہوتی تو صنفِ اعلیٰ (لڑکوں) کو اختیار کرتے لڑکیاں پسند کرنا تو دلیل عقل کے بھی خلاف ہے، خرف (تھمیری) کو ہیرے پر ترجیح دینا کونسی عقل کی بات ہے! ارشاد فرماتے ہیں: — کیا اللہ نے بیٹوں کے مقابلہ میں بیٹیوں کو زیادہ پسند کیا؟ تمہیں کیا ہوا؟ کیسا فیصلہ کرتے ہو! کیا تم دھیان نہیں کرتے! — یعنی تم خود بیٹوں کو ترجیح دیتے ہو، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے بیٹیوں کو کیسے پسند کیا، سو چو! تم کیسا عقیدہ رکھتے ہو!

۵- اللہ کے لئے اولاد ہونے کی کوئی نقلی دلیل بھی نہیں

اگر مشرکوں کے پاس کوئی نقلی سند اپنے عقیدہ کی ہو تو پیش کریں، فرماتے ہیں: — اگر تمہارے پاس کوئی واضح سند ہو تو پیش کرو اپنی (آسمانی) کتاب لائی، اگر تم (اپنے عقیدہ میں) سچے ہو — عربوں کے پاس آسمانی کتاب کہاں تھی جس کو پیش کرتے۔

۶- جنات سے سسرالی رشتہ ہے تو جنات عذاب سے کیوں ڈرتے ہیں؟

انہوں نے جنات کے ساتھ اللہ کا دامادی کا رشتہ قائم کیا ہے، مگر جنات موقع ملے تو جنات سے پوچھا آؤ کہ وہ خود اپنی نسبت کیا سمجھتے ہیں، ان کو معلوم ہے کہ دوسرے مجرموں کی طرح وہ بھی اللہ کے دوسرے پکڑے ہوئے آئیں گے، کیا داماد کا سسرال کے ساتھ بھی معاملہ ہوتا ہے؟ ارشاد فرماتے ہیں: — اور ان لوگوں نے اللہ میں اور جنات میں رشتہ داری قائم کی، حالانکہ جنات با یقین جانتے ہیں کہ وہ (عذاب میں) حاضر کئے ہوئے ہیں۔

۷- اللہ کے بارے میں صحیح عقائد وہی ہیں جو انبیاء نے بیان کئے ہیں

اللہ کے بارے میں صحیح عقائد وحی سے معلوم ہو سکتے ہیں، ذاتِ پاک کے بارے میں عقلی گھوڑے نہیں دوڑائے جاسکتے، اور وحی انبیاء پر آتی ہے، پس وہ حضرات جو باتیں بتلاتے ہیں وہی صحیح ہیں، تم جو عقل سے تانے بانے بنتے ہو وہ سب مکڑی کے جالے ہیں، ارشاد فرماتے ہیں: — اللہ تعالیٰ پاک ہیں ان باتوں سے جو وہ بیان کرتے ہیں، مگر اللہ کے چنیوہ بندے — جو بیان کرتے ہیں وہی درست ہے۔

۸- کوئی کسی کو گمراہ نہیں کر سکتا، مگر جس کی قسمت بیٹی ہے وہی بہکتا ہے

مشرکین اپنی خود ساختہ باتوں سے کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے، مگر ہاں قسمت کا پھیر لے ڈالتا ہے، جس کی قسمت الٰہی ہو

وہی بہکتا ہے۔ فرماتے ہیں: — پس بے شک تم اور تمہارے سارے معبود اللہ تعالیٰ سے کسی کو پھیر نہیں سکتے مگر اسی کو جو جہنم رسید ہونے والا ہے!

۹۔ فرشتے ہمہ وقت صف بستہ اور تسبیح خواں ہیں، پھر وہ معبود کیسے ہو سکتے ہیں؟

ہر فرشتہ کی ایک حد مقرر ہے، اور اس کا درجہ اور رتبہ طے ہے، وہ اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا، نہ وہ اپنی حیثیت سے زیادہ کام کر سکتا ہے، ان میں سے ہر کوئی صف بستہ تسبیح و تحمید میں لگا ہوا ہے، ان سے تم کیا امید رکھتے ہو کہ وہ تم کو عذاب سے بچالیں گے؟ فرشتوں کی زبان سے فرماتے ہیں: — اور نہیں ہے ہم میں سے کوئی مگر اس کا ایک معین درجہ ہے، اور بے شک ہم الہیت صف بنانے والے ہیں، اور بے شک ہم الہیت پاکی بیان کرنے والے ہیں — ملائکہ صف بنا کر عبادت کرتے ہیں، مسلم شریف میں حدیث ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَلَا تَصِفُوْنَ كَمَا تَصِفُ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا: کیا آپ لوگ صف نہیں بناتے جس طرح ملائکہ اپنے رب کے پاس صف بناتے ہیں! لوگوں نے پوچھا: فرشتے اللہ کے پاس کس طرح صف بناتے ہیں؟ فرمایا: اَنْفَعِيْ مَعْفُوْنَ کو پورا کرتے ہیں اور مل کر کھڑے ہوتے ہیں“ (مشکات ج ۱۰۹۱)

۱۰۔ مشرکین کے پاس جواز شرک کی نقلی دلیل نہیں: اس کی دلیل

ابھی مشرکین سے کہا تھا کہ اگر تمہارے پاس جواز شرک کی کوئی سند (نقلی دلیل) ہو تو اپنی کتاب پیش کرو، وہ کہاں سے پیش کرتے، ان کے پاس کوئی آسمانی کتاب نہیں تھی، وہ انبیاء کے نام تو یہ دو دھناری سے سنتے تھے، مگر ان کے علوم سے واقف نہیں تھے، اور کہا کرتے تھے: اگر ہم کو پہلے لوگوں کے علوم حاصل ہوتے یا ہمارے پاس کوئی آسمانی کتاب ہوتی تو ہم اس پر خوب عمل کرتے، اور عبادت کر کے اللہ کے مخصوص بندے بن جاتے، معلوم ہوا کہ ان کے پاس جواز شرک کی کوئی نقلی دلیل نہیں، ارشاد فرماتے ہیں: — اور بے شک وہ لوگ کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے پاس کوئی نصیحت نامہ ہوتا، پہلے لوگوں سے منقول، تو ہم اللہ کے چنیدہ بندے ہوتے!

۱۱۔ جب نصیحت نامہ (قرآن) آیا تو اس کا انکار کر دیا

ان کی تمنا برآئی، خاتم النبیین ﷺ مبعوث ہوئے، ان پر نصیحت نامہ نازل ہوا، مگر انھوں نے انکار کر دیا، پس اس انکار و انحراف کا جو انجام ہونے والا ہے اس کو وہ عنقریب دیکھ لیں گے، ارشاد فرماتے ہیں: — پس انھوں نے اس (نصیحت نامہ) کا انکار کر دیا، عنقریب وہ (اس کا انجام) جان لیں گے! (ابھی باتیں باقی ہیں)

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُسْلِمِينَ ۖ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ ۖ وَ اِنَّ جُنْدَنَا

لَهُمُ الْعَذَابُ ۖ قَتُولَ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ۖ وَ ابْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ ۖ اَقْبَعَدَا بِنَا
يَسْتَعْجِلُونَ ۖ ۞ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ۖ وَكُوْلَ عَنْهُمْ حَتَّىٰ
حِيْنٍ ۖ وَ ابْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ ۖ ۞ سُبْحَنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ۖ ۞
وَ سَلِّمْ عَلَی الْمُرْسَلِيْنَ ۖ ۞ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۖ ۞

۹۹

وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	وَ ابْصِرْهُمْ	اور دیکھیں ان کو	وَ ابْصِرْ	اور دیکھیں
سَبَقَتْ	آگے بڑھ چکی	فَسَوْفَ	پس عنقریب	فَسَوْفَ	پس عنقریب
كَذِبْتَنَا	ہماری بات	يُبْصِرُونَ	وہ دیکھ لیں گے	يُبْصِرُونَ	دیکھ لیں گے وہ
لِعِبَادِنَا	ہمارے بندوں کے لئے	اَقْبَعَدَا بِنَا	کیا پس ہمارے عذاب	سُبْحَنَ	پاک ہے
الْمُرْسَلِيْنَ	بھیجے ہوئے	يَسْتَعْجِلُونَ	جلدی بچاتے ہیں وہ	رَبِّكَ	آپ کا پروردگار
لَهُمْ	بے شک وہ	فَاِذَا نَزَلَ	پس جب اترے گا وہ	عَمَّا	ان باتوں سے جو
الْمَنْصُورُونَ	مدد کئے ہوئے ہیں	بِسَاحَتِهِمْ	ان کے میدان میں	يَصِفُونَ	بیان کرتے ہیں وہ
وَ اِنْ جُنْدَنَا	اور بے شک ہمارا لشکر	فَسَاءَ	تو بری ہوگی	وَ سَلِّمْ	اور سلامتی
لَهُمْ	البتہ وہ	صَبَاحُ	صبح	عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ	رسولوں پر
الْفُلُوكِ	غالب ہونے والا ہے	الْمُنْذَرِيْنَ	ڈرائے ہوؤں کی	وَالْحَمْدُ	اور تمام تعریفیں
قَتُولَ	پس روگردانی کریں آپ	وَ كُوْلَ	اور روگردانی کریں آپ	لِلّٰهِ	اللہ کے لئے ہیں
عَنْهُمْ	ان سے	عَنْهُمْ	ان سے	رَبِّ	جو پروردگار ہیں
حَتَّىٰ حِيْنٍ	ایک وقت تک	حَتَّىٰ حِيْنٍ	ایک وقت تک	الْعَالَمِيْنَ	جہانوں کے

۱۲- رسول کی نصرت اور مومنین کا غلبہ طے شدہ امر ہے، مگر تھوڑا وقت درکار ہے

رسول اور دلیل رسول (قرآن) کا جن لوگوں نے انکار کیا، ان سے کہا گیا تھا کہ تم انکار و تکذیب کا انجام جلد دیکھ لو گے، اب فرماتے ہیں: — اور البتہ واقعہ یہ ہے کہ پہلے سے مقرر ہو چکی ہے ہماری بات ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لئے: بیشک وہ مدد کئے ہوئے ہیں، اور بے شک ہمارا لشکر (مومنین) ہی غالب ہوگا، پس آپ ان سے رخ پھیر لیں

تھوڑے دنوں تک، اور آپ ان کو دیکھیں — کہ وہ کیا حرکت کرتے ہیں؟ — پس وہ (نصرت و غلبہ) جلد ہی دیکھ لیں گے! — ہجرت پر آٹھ سال گزرے کہ اللہ کی مدد آئی، مکہ مکرمہ فتح ہوا اور مسلمانوں کا ہاتھ اونچا ہوا۔

۱۳۔ جس عذاب کا تقاضا کر رہے ہو وہ آیا ہی چاہتا ہے

مشرکین تقاضا کرتے تھے کہ ہمیں ہمارا انجام دکھلا دو، ان سے کہا جا رہا ہے: — کیا پس وہ ہمارے عذاب کا تقاضا کر رہے ہیں؟ پس جب وہ ان کے آگن میں اترے گا تو ڈرائے ہوؤں کی صبح بری ہوگی، اور آپ چہرہ پھیر لیجئے ان سے تھوڑے وقت تک، اور دیکھئے — یعنی انتظار کیجئے — پس جلد وہ دیکھ لیں گے — منکرین کو وہ عذاب پہنچتے ہیں: دنیوی اور اخروی، دونوں جلد پہنچیں گے۔ اول: صبح کے وقت ان کے آگن میں اترے گا، فتح مکہ کے دن نبی ﷺ صبح کے وقت شہر میں داخل ہوئے تو سب لوگ چپی کلم؟ (کیا کروں؟) میں پڑ گئے، اور دوم: کے لئے ذرا انتظار کرنا پڑے گا، اس سے موت کے بعد سابقہ پڑے گا — پہلی آیت میں دنیوی عذاب کا ذکر ہے اور دوسری آیت میں آخرت کے عذاب کی طرف اشارہ ہے۔

۱۴۔ توحید ہی توحید!

۱۔ آپ کا پروردگار پاک ہے، جو عزت کا مالک ہے، ان باتوں سے جو وہ (مشرکین) بیان کرتے ہیں — یہ ردِ اشراک کا مضمون ہے، اور اس کو مقدم اس لئے کیا ہے کہ دفعِ مضرت جلیبِ منفعت سے مقدم ہے۔
۲۔ اور پیغمبروں پر سلام ہے! — اس کا بھی ردِ اشراک سے تعلق ہے، رسولوں کے لئے منزلِ سلام ہے، ان کے لئے دنیا و آخرت میں سلامتی ہے، الوہیت (خدائی) میں ان کا کوئی حصہ نہیں، تابعِ ملائکہ چرند! —
۳۔ اور تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کے پالناہار ہیں — یہ توحید کا بیان ہے، مقامِ حمد صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، کیونکہ سب تعریفیں انہی کے لئے ہیں، اور معبود ہونا سب سے بڑا کمال ہے، جو ان کے ساتھ خاص ہے — اور اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ سارے جہانوں کے پالناہار ہیں، پس انسانوں کے پروردگار بھی وہی ہیں، جس کا شکر انسانوں پر واجب ہے، اور شکر یہی ہے کہ انہی کو معبود مانا جائے اور انہی کی عبادت کی جائے — پس الحمد للہ میں توحید الوہیت کا بیان ہے، اور رب العالمین میں توحید ربوبیت کا، اور خانی: اول کے لئے دلیل ہے۔
فالحمد لله الا اله الا الله، وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد وهو على كل شئ قدير۔

(۱۶/۱۷ ربی الحجہ ۱۴۳۶ھ = یکم اکتوبر ۲۰۱۵ء کو اس سورت کی تفسیر پوری ہوئی)

سُورَةُ صَ مَكِّيَّةٌ (۳۸) (۳۸) بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ص وَالْقُرْآنِ ذِی الذِّکْرِ ۚ بَلِ الَّذِینَ کَفَرُوا فِی عَذَابِ وَشِقَاقٍ ۚ کَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ فَنَادَوا وَلا تَنْصُرُنَا بِکُمْ مَلَئِکَہُمْ ۚ وَاعْتَبُوا أَنْ جَاءَہُمْ مُنذِرٌ مِمَّنْهُمْ ۚ وَقَالَ الْکَافِرُونَ هَٰذَا سِحْرٌ کَذَّابٌ ۚ أَجَعَلَ الْاِلَہَہُ الرِّجَالِ الْہَادِیِّۃً اِنْ هَٰذَا اِلَّا سَیِّئٌ وَّعِجَابٌ ۚ وَانْطَلَقَ الْمَلَا مِنْهُمْ اِنْ اَمْشُوا وَاَصْبِرُوا عَلٰی اِلْہٰتِکُمْ ۚ اِنْ هَٰذَا اِلَّا سَیِّئٌ وَّیُرَادُ ۚ مَا سَمِعْنَا بِہِذَا فِی الْیَمَلَةِ الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هَٰذَا اِلَّا اِخْتِلَافٌ ۚ ؕ اَنْزِلْ عَلَیْہِ الذِّکْرُ مِنْ بَیْنِنَا ۚ بَلِ فِی شَکٍّ مِّنْ ذِکْرِی ۚ بَلْ لَمَّا یَبْذُقُوا عَذَابِ ۚ اَمْرٌ عِنْدَہُمْ خِزَآئِنٌ رَّحْمَۃٌ سَرِیۡتُکَ الْعَزِیۡزِ الْوَهَّابِ ۚ اَمْرٌ لَّہُمْ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا ۚ فَلَیۡزَنُوۡا فِی الْاَسْبَابِ ۚ جُنْدٌ مَّا هُنَا لَکَ مَہْزُومٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ۚ کَذَّبَتْ قَبْلَہُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّعَادٌ وَفِرْعَوۡنُ ذُو الْاَوْتَادِ ۚ وَثَمُوۡدُ وَقَوْمُ لُوطٍ وَّاَصْحٰبُ لَیۡلَکَ ؕ اُولٰٓئِکَ الْاَحْزَابُ ۚ اِنْ کُلٌّ اِلَّا کَذَّابٌ الرَّسُلُ فَحَقَّ عِقَابِ ۚ

ص	صاد	فِی عَذَابٍ ^(۱)	بڑائی کے غرور میں	فَنَادَوْا	پس پکارا انھوں نے
وَالْقُرْآنِ	قرآن ہے قرآن	وَشِقَاقٍ	اور اختلاف میں ہیں	وَلا تَنْصُرُنَا ^(۲)	اور تم نہیں تھا
ذِی الذِّکْرِ	صحبت والے کی	کَمَا أَهْلَكْنَا	کتنے ہی ہلاک کئے ہم نے	جِئْنَا	وقت
بَلِ الَّذِینَ	بلکہ جنہوں نے	مِّنْ قَبْلِهِمْ	ان سے پہلے	مَنْصَاجٍ ^(۳)	غلامی کا
کَفَرُوا	انکار کیا	مِّنْ قَرْنٍ	قرن (صدی)	وَعِجْبًا	اور تعجب کیا انھوں نے

(۱) عَذَابٌ: عَذَابٌ کا مصدر ہے: وہ حالت جو مغلوب ہونے سے بچائے، اور بطور استعارہ اس کا استعمال حیثیت بے جا اور مذموم خود داری کے لئے ہوتا ہے، یہاں بھی معنی مراد ہیں (۲) لا تَنْصُرُنَا: زیادہ کی توفیق اوقات کے ساتھ خاص ہو گیا (دشمنی) (۳) الْمَنْصَاجُ: پناہ گاہ، جائے فرار، مَنْصَاجُ (ن) نَوْصًا: بھاگنا: (مصدر میں یا ظرف)

آن جَاءَهُمْ	اس وجہ سے کہ آیا	عَلَىٰ الْهَيْكَلِ	اپنے معبودوں پر	خَدَّائِهِمْ	خزانے ہیں
مُنذِرٌ	ان کے پاس	إِنَّ هَذَا	بے شک یہ	رَحْمَةً	رحمت کے
مِّنْهُمْ	ایک ڈرانے والا	كَثِيرٌ	البتہ چیز ہے	سَرَّابٌ	تیرے رب کی
وَقَالَ	ان میں سے	يُرَادُ ^(۲)	مرا دل ہوئی (مطلب کی)	الْعَزِيزُ	زبردست
الْكُفْرُ وَكَانَ	اور کہا	مَا سَوْعَنَّا	نہیں سنی ہم نے	الْوَهَّابُ	فیاض (بڑا بخشنے والا)
هَذَا	منکروں نے	بِهَذَا	یہ بات	أَمْرُهُمْ	یا ان کے لئے
سَجْدٌ	یہ	فِي الْيَلَةِ	دین میں	مُذَلِّقٌ	حکومت ہے
كَذَّابٌ	جادوگر ہے	الْآخِرَةِ	بچھلے	الْمَهْمُولُ	آسمانوں کی
أَجْعَلِ	بڑا جھوٹا	إِنَّ هَذَا	نہیں ہے یہ	وَالْأَرْضُ	اور زمین کی
الْأَذِلَّةَ	کیا بتایا اس نے	إِلَّا اخْتِلَافٌ	مگر من گھڑت	وَمَا يَذُنُّهُمَا	اور ان چیزوں کی جو
إِلَهُهَا	سب معبودوں کو	عَازِلٌ	کیا اتاری گئی	فَلْيَرْيَعُوا	ان کے درمیان ہیں
وَاحِدًا	معبود	عَلَيْهِ	اس (محمدؐ) پر	فِي الْأَسْبَابِ ^(۳)	پس چاہئے کہ چڑھیں
إِنَّ هَذَا	ایک	الَّذِي	نصیحت (قرآن)	جُنْدٌ مَّا ^(۴)	ذرائع میں
كَثِيرٌ	بے شک یہ	مِنْ بَيْنِنَا	ہمارے درمیان سے	هَذَا لَكَ	ایک لشکر ہے
عَجَابٌ ^(۱)	یقیناً ایک چیز ہے	بَلْ هُمْ	بلکہ وہ	مَهْزُومٌ	وہاں
وَأَنطَلَقَ	عجب خیز	فِي شَاكٍ	بڑے شک میں ہیں	تَمِيزَ الْآخَرِ	نکست کھایا ہوا
الْمَلَأَ	اور چل دیئے	مِنْ ذُكْرِنِ	میری نصیحت سے	كَذَّبَتْ	بجھوں میں سے
مِنْهُمْ	سرور	بَلْ لَّتَا	بلکہ اب تک نہیں	قَبْلَهُمْ	جھٹلایا
أَن اْمُشُوا	ان میں سے	يَذُوقُوا	چکھا انھوں نے	قَوْمٌ لَّوْجُ	ان سے پہلے
وَاصْبِرُوا	(یہ کہتے ہوئے) کہ چلو	عَذَابٍ	عذاب	وَعَادُ	تو مروج نے
	اور قائم رہو	أَمْرٌ عِنْدَهُمْ	کیا ان کے پاس		اور عائد نے

(۱) عجب: عجب سے مبالغہ کا صیغہ: ایسی چیز جو باور نہ ہو (۲) جملہ یُراد (فعل مجہول) شمس کی صفت ہے یعنی کوئی مطلب کی بات ہے (۳) مسبب: کسی چیز تک پہنچنے کا ذریعہ، خواہ رسی ہو یا بیڑی (۴) ما: زائدہ، جیسے اکلے شینا ما۔

وَفَرَعُونَ ذُو الْأَوْتَادِ ^(۱)	اور فرعون میٹوں والے/کھوٹوں والے نے	لُوطٌ وَاصْطَبُ لَيْكَا أُولَئِكَ الْكَافِرُونَ	لوط نے اور ایکہ والوں نے یہی جتنے ہیں	إِن كُنتُمْ رَايَا كَذِبَ الرُّسُلِ فَعَقِبُ عِقَابٌ	نہیں ہیں سب مگر جھٹلایانہوں نے رسولوں کو پس ثابت ہو گیا میرا عذاب
--	---	---	--	--	---

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

یہ سورت مکی ہے، اس کا نمبر شمار بھی ۳۸ ہے اور نزول کا نمبر بھی ۳۸ ہے۔ یعنی یہ سورت مکی دور کے وسط میں نازل ہوئی ہے، یہ سخت کش کش کا دور تھا، نبی ﷺ کی مخالفت زوروں پر تھی، اسی زمانہ میں رؤسائے مکہ نبی ﷺ کے سر پرست چچا ابوطالب کے پاس حاضر ہوئے، اور شکایت کی کہ آپ کا بھتیجا ہمارے خداؤں کو کڈنم کرتا ہے اس کو سمجھاؤ، وہ اس سے باز آئے، ابوطالب نے آپ کو بلایا اور کہا: یہ مکہ کے رؤساء ہیں تمہاری شکایت لے کر آئے ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ تم بتوں کی برائی نہ کرو، اور جو چاہو یہ ماننے کے لئے تیار ہیں۔ نبی ﷺ نے جواب دیا: چچا جان! میں ایک بات چاہتا ہوں، اگر یہ حضرات اس کو مان لیں تو سارا عرب ان کا تابع ہو جائے، اور خیمہ ہانج گزار اسراروں نے کہا: بتاؤ، وہ کیا ہے؟ ہم ایک نہیں دس باتیں ماننے کے لئے تیار ہیں، آپ نے فرمایا: لا إله إلا الله: ایک اللہ کو معبود مان لو، باقی معبودوں سے دست بردار ہو جاؤ، یہ سن کر رؤسائے مکہ یہ کہتے ہوئے چل دیئے کہ لوجی: بس ایک خدا! بھلا وہ اکیلا کائنات کو کیسے سنبھال سکتا ہے؟ یہ عجیب بات ہے، کیسے باور کر لیں! — ان حالات میں یہ سورت نازل ہوئی ہے، اور اس کا موضوع رسالت ہے، پوری سورت اسی کے گرد گھومتی ہے، گذشتہ سورت توحید کے بیان پر ختم ہوئی ہے، اور توحید کے بعد رسالت ہی کا نمبر ہے، یہ اس سورت کی گذشتہ سورت سے مناسبت ہوئی۔

حروفِ ہجا کی معنویت

یہ سورت حروفِ ہجا میں صاد سے شروع ہوئی ہے، یہ چودھواں حرف ہے، اتنی بات سب جانتے ہیں، مگر یہاں مراد کیا ہے؟ یہ بات اللہ پاک جانتے ہیں — اور جگہ جگہ جو حروفِ مقطعات (حروفِ ہجا) آئے ہیں، ان کی ایک حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ تمبیہ ہیں کہ ہر بات کی حقیقت نہیں جانی جاسکتی، جیسے ذاتِ باری، صفاتِ باری، ملائکہ، جنت و جہنم اور ان کی نعمتوں اور نعمتوں کی پوری حقیقت نہیں جانی سکتی، ایک حد تک ہی ان کو جانا جاسکتا ہے، اسی طرح ہم جانتے ہیں (۱) وَتَدَّ كَهْنِي يَامُخْ

کہ عربی میں حروفِ ہجا اٹھائیس ہیں، اور ان سے معنی دار کلمات بننے ہیں، یہ معنی حروفِ ہجا سے آتے ہیں، محققین کے نزدیک حروفِ مفردہ کے بھی معانی ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے الفوز الکبیر کی پانچویں فصل میں اور الخیر الکثیر میں حروفِ مقطعات کے معانی بیان کئے ہیں، مگر پہلے کچھ نہیں پڑتا، جیسے شاہ صاحب نے حجتہ اللہ میں روح کی حقیقت بیان کی ہے، مگر جان کر بھی نہیں جانا جاتا! — اور یہ بات مسلم ہے کہ عربی میں حروفِ ہجا کے معانی ہیں، جیسے واو، ہاء اور فاء کے معانی ہیں، اسی طرح سبھی حروفِ ہجا کے معانی ہیں، مگر لوگ ان کے ادراک سے قاصر ہیں، پس حروفِ مقطعات لا کر یہ تعبیر کی گئی ہے کہ قرآن پڑھتے ہوئے ہر بات کی پوری حقیقت جاننے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے، جو چیز جس حد تک جانی جاسکتی ہے اس کو اسی حد تک جاننا چاہئے:

نہ ہر جائے مرکب تو اس تاقتن ❁ کہ جاہا رسم باید انداختن
(ہر جگہ سواری نہیں دوڑائی جاسکتی ❁ بہت سی جگہوں میں ڈھال ڈالنی پڑتی ہے)

مقسم بہ اور مقسم علیہ

سورت کے شروع میں صیحت مہر سے قرآن کریم کی قسم کھائی ہے، یہ مقسم بہ ہے، اور مقسم علیہ محذوف ہے، اور وہ ہے: **إِنَّكَ لَوْ رَسُولُ اللَّهِ حَقًّا** آپ بے شک اللہ کے پیے رسول ہیں، اور حذف کا قرینہ اگلی آیت ہے یعنی آپ کے بحق رسول ہونے کی دلیل قرآن کریم ہے، جو لوگوں کی خیر خواہی سے بھرا ہوا ہے، ایسا کلام کوئی انسان پیش نہیں کر سکتا، یہ اللہ کا کلام ہے، جو آپ پر نازل ہوا ہے، پس آپ بحق رسول ہیں، ارشاد فرماتے ہیں: **صَادِقُ الصِّحَّةِ** سے پُر قرآن کی قسم! — کہ آپ بحق رسول ہیں!

سوال: مکہ کے سردار نجی رضی اللہ عنہ کی رسالت تسلیم نہیں کرتے تھے، پس کیا دلیل رسالت میں کچھ کمزوری تھی؟

جواب: — (نہیں) بلکہ جن لوگوں نے انکار کیا وہ بڑائی کے غرور اور مخالفت میں ہیں — یعنی قرآن کی تعلیم میں کچھ قصور نہیں، انکار و انحراف کا سبب یہ ہے کہ سردار شنی، غرور اور نخوت کا شکار ہیں، اور معاندانہ جذبات میں گھرے ہوئے ہیں، ان کا خیال ہے کہ اگر ہم نے رسول کی بات مان لی تو ہماری چودھراہٹ گئی، ہمیں کون پوچھے گا؟ اس خیال سے وہ مخالفت پر تھلے ہوئے ہیں۔

مگر اس مخالفت کا بھی وہی انجام ہوگا جو پہلے بہت سی جماعتوں کا ہو چکا ہے: — اُن سے پہلے، ہم کتنی ہی امتوں کو ہلاک کر چکے ہیں، پس انھوں نے (ہمیں) پکارا — یعنی مدد طلب کی — ہر مشرک آڑے وقت میں مدد کے لئے اللہ ہی کو پکارتا ہے، جنگل ہو یا خشکی، جنگل ہو یا بستی جب آدمی کسی آفت میں گھرتا ہے تو صرف اللہ ہی کو مدد کے لئے پکارتا

ہے، ان اقوام نے بھی جب عذاب دیکھا تو اللہ کو پکارا — اور خلاصی کا وقت نہیں رہا تھا — اللہ تعالیٰ نزع سے پہلے توبہ قبول کرتے ہیں، اسی طرح جب عذاب سرپے آجائے تو ملتا نہیں، کیونکہ ایمان بالغیب مطلوب ہے، اب مشاہدہ والا ایمان ہوگا، اس کا کیا اعتبار۔

فرشتہ رسول کیوں نہیں آیا؟ انسان رسول کیوں آیا ہے!

اور ان لوگوں کو اس پر تعجب ہے کہ ان کے پاس ان میں سے ایک ڈرانے والا آیا! — یعنی اللہ کے یہاں کتر و بیوں (مقرب فرشتوں) کی کمی نہیں، اللہ تعالیٰ کسی فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجتے، ہمیں جیسا انسان رسول بن کر کیوں آیا؟ — اس کا جواب سورۃ بنی اسرائیل (آیت ۹۴) میں ہے کہ اگر یہ زمین آدمیوں کے بجائے فرشتوں کی ہستی ہوتی تو بیشک موزون تھا کہ ہم فرشتہ کو رسول بنا کر اتارتے، مگر جب یہاں فرشتوں کی بود و باش نہیں، بلکہ یہ زمین انسانوں کا مستقر ہے تو کسی فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجنے کا آخر فائدہ کیا ہوگا؟ لوگ فرشتے سے استفادہ کیسے کریں گے؟ اور فرشتہ لوگوں کی دینی ضروریات کیسے پوری کرے گا؟ یہ کام تو انسان ہی کے ذریعہ انجام پاسکتا ہے اس لئے انسانوں کے لئے انسان ہی کا رسول ہونا نہ صرف یہ کہ موزون ہے بلکہ ضروری ہے۔

سب خداؤں کا ایک خدا! عجیب بات!

اور منکروں نے کہا: یہ جادوگر مہاجھوٹا ہے! کیا اس نے سب معبودوں کو ایک معبود کر دیا؟ بے شک یہ تعجب خیز بات ہے — یعنی اتنے بڑے جہاں کا انتظام ایک خدا کیسے کر سکتا ہے؟ پس لا الہ الا اللہ کا نعرہ مہاجھوٹ ہے، رسول اسے جادو کے زور سے لوگوں سے منواتا ہے — اس کا جواب سورۃ الحج کی (آیت ۷۲) میں ہے: ﴿هَذَا قَوْلُ اللَّهِ حَقٌّ فَلْنَدْرِهٖ﴾، اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ: ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کا مرتبہ جیسا پہچانا چاہئے تھا نہیں پہچانا، یعنی ان کا تصور اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ ہے کہ وہ بھی ہمارے معبودوں کی طرح عاجز ہیں، ان کو بھی کار جہاں انجام دینے کے لئے مددگاروں کی ضرورت ہے، تنہا وہ سب کام انجام نہیں دے سکتے، وہ سن لیں: اللہ تعالیٰ یقیناً بڑی قوت والے غالب ہیں، کائنات کا کوئی ذرہ ان کی قدرت سے باہر نہیں، اگر مشرکین اللہ کی اس شانِ رفیع کو پہچانتے تو وہ ہر گز یہ مہمل بات نہ کہتے۔

دعویٰ رسالت کے پیچھے کوئی چھپی غرض ہے

اور ان کے سردار یہ کہتے ہوئے چل دیئے کہ چلو (اٹھو) اور اپنے معبودوں پر جمرے ہو (ان کو مت چھوڑو) بے شک یہ تو کوئی مطلب کی بات ہے! — اس آیت کا شانِ نزول وہ واقعہ ہے جو سورت کی تہذیب میں بیان کیا ہے، ہر داروں نے

کہا: یہ صاحبِ تولا إله إلا الله کہلو اگر چھوڑیں گے، اور ہمارے معبودوں کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے، ضرور اس میں ان کی کوئی غرض ہے، وہ یہی ہے کہ اپنا کلمہ پڑھوا کر ہم سب کو اپنا حکوم و مطیع بنالیں، وہ حکومت و ریاست حاصل کرنا چاہتے ہیں، پس لازم ہے کہ اس مقصد میں ان کو کامیاب نہ ہونے دیا جائے، اپنے معبودوں کی عبادت و حمایت پر جے رہو، کہیں ان کے جادو سے کسی کا قدم ڈمگنا نہ جائے!

جواب: رسول کی دعوت کے پیچھے غرض ضرور ہے، وہ بے مقصد محنت نہیں کر رہے، مگر غرض وہ نہیں جو تم سمجھ رہے ہو، بلکہ غرض وہ ہے جو قرآن کریم میں جگہ جگہ بیان کی گئی ہے، سورۃ السجدہ (آیت ۳) میں ہے: ﴿لَتَقْبَلُوا مِنَّا مَا أَنَاغَمُ مِن لِّسَانٍ مِّن قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَفُونَ﴾: تاکہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، تاکہ وہ لوگ راہ پر آجائیں، اور اللہ تک پہنچیں اور جنت حاصل کریں، بس یہی غرض ہے۔

توحید کی بات ہم نے اپنے آخری دھرم میں نہیں سنی

ہم نے یہ (توحید کی) بات آخری مذہب میں نہیں سنی، یہ تو من گھڑت بات ہی ہے! — ہر مذہب والے اپنے مذہب کو آخری مذہب کہتے ہیں، یہود، نصاریٰ، ہندو، بدھسٹ، پارسی: سب اپنے مذہب کو آخری مذہب مانتے ہیں، یہی بات مشرکین عرب نے کہی ہے کہ ہمارے مذہب میں جو آخری مذہب ہے توحید کی بات نہیں، اور یہ رسول ہمارے دھرم کا ہے، پھر وہ توحید کی بات کہاں سے لایا؟

جواب: شرک کوئی مذہب نہیں، وہ خود ساختہ دھرم ہے، اور اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کے یہاں توحید کا عقیدہ ہے، اگرچہ وہ بگڑ گیا ہے، تمام انبیاء نے توحید کی دعوت دی ہے، سورۃ الانبیاء کی (آیت ۲۵) ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُون﴾: اور ہم نے آپ سے پہلے جو بھی رسول بھیجا، اس کی طرف ہم نے یہ وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس میری عبادت کرو، یعنی توحید تمام انبیاء و رسل کا اجماعی عقیدہ ہے، کسی پیغمبر نے کبھی ایک حرف اس کے خلاف نہیں کہا، اور یہ آخری رسول ہیں، پس یہ بھی تو وہی بات کہیں گے، اس کے خلاف شرک کی بات کیسے کہیں گے؟ پس ان کی بات گھڑی ہوئی بات نہیں، بلکہ وہی دائمی برحق عقیدہ ہے۔

کیا یہی صاحبِ رسول بنانے کے لئے رہ گئے تھے؟ کیا

اللہ کو کوئی بڑا رکھیں مالداریں نہیں ملا جس کو رسول بناتے؟

اس سوال کے جواب میں چار باتیں فرمائی ہیں:

اول: وہ لوگ یہ بات اس لئے کہتے ہیں کہ ان کو قرآن کے کلام الہی ہونے میں شک ہے، اگر وہ قرآن کو اللہ کا کلام سمجھ کر پڑھتے یا سنتے تو وہ یہ بات نہ کہتے، قرآن میں جگہ جگہ اس کا جواب ہے، مثلاً سورۃ الانعام (آیت ۱۱۳) میں ہے: ﴿اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ﴾ اس موقع کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں جہاں وہ اپنا پیغام بھیجتے ہیں، کام کی ذمہ داری اسی کو سونپی جاتی ہے جس میں استعداد ہوتی ہے، اور کس میں رسالت کا فریضہ انجام دینے کی قابلیت ہے اس کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں، شریکین کیا جانیں!

دوم: وہ لوگ یہ بات اس لئے کہتے ہیں کہ ابھی تک انھوں نے تکذیب رسول کی سزا نہیں چکھی، اس کی تفصیل اگلے دو عنوانوں کے تحت ہے۔

سوم: کیا زبردست فیاض اللہ کی رحمت کے خزانے لوگوں کے ہاتھ میں ہیں کہ وہ جس کو چاہیں نبوت سے سرفراز کریں؟ چہارم: کیا وہ کائنات کے مالک ہیں کہ ان سے پوچھے بغیر کسی کو نبی نہ بنایا جاسکے؟ ظاہر ہے یہ آخری دونوں باتیں تحقیق نہیں، پس اللہ تعالیٰ جو کائنات کے مالک و مختار ہیں، اپنی کائنات میں جو چاہیں تصرف کر سکتے ہیں، جس کو چاہیں رسالت سے نوازیں، تم غفل و معطلات کرنے والے کون ہوتے ہو؟ آیات پاک: — کیا ہمارے درمیان سے کسی پر نصیحت اتاری گئی ہے؟ — یعنی یہی صاحب منصب نبوت کے لئے رہ گئے تھے؟ کیا کوئی بڑا رئیس مالدار نبی بنانے کے لئے نہیں ملا؟ — (۱) بلکہ وہ میری نصیحت (قرآن) کے تعلق سے شک میں ہیں — (۲) بلکہ انھوں نے اب تک عذاب نہیں چکھا — (۳) یا ان کے پاس تیرے زبردست فیاض پروردگار کی رحمت کے خزانے ہیں؟ — (۴) یا ان کے لئے آسمانوں، زمین اور دونوں کے درمیان کی چیزوں کی حکومت ہے؟

رسولوں کی تکذیب کی پاداش میں بڑی بڑی قومیں تباہ ہو چکی

ہیں، مکہ والوں کی ان کے سامنے کیا حیثیت ہے؟

یہ دوسری بات کی تفصیل ہے، ارشاد فرماتے ہیں: — پس چاہئے کہ وہ اپنے ذرائع سے (آسمان میں) چڑھیں، وہاں ایک لشکر ہے جنھوں میں سے شکست کھایا ہوا — انبیاء کا مقابلہ کر کے ہارا ہوا — ان (مکہ والوں) سے پہلے جہلا یا قوم نوح نے، عاد نے، میمون والوں (اکھونے گاڑنے والے فرعون نے، ثمود نے، قوم لوط نے اور ایکہ والوں نے، یہی جیتے ہیں، ان سب نے رسولوں کی تکذیب کی، پس میرا عذاب ثابت ہو گیا!

تفسیر: اپنے ذرائع سے: یعنی تمام اسباب و وسائل کو کام میں لا کر، رسیاں تان کر آسمان میں چڑھیں..... وہاں: یعنی آسمان میں یعنی عالم برزخ میں..... ایک لشکر ہے: جو رسولوں سے برسرِ پیکار رہا تھا..... میخوں والے: فرعون لوگوں کو چومنا کر کے مارتا تھا اس لئے اس کا یہ نام پڑ گیا تھا..... کھونٹے گاڑنے والا: یعنی بہت زور و قوت والا، لاؤ لشکر والا، جس نے دنیا میں اپنی سلطنت کے کھونٹے گاڑ دیئے تھے، فرعونوں کی مصر میں کئی پشتوں تک حکومت رہی ہے، منجھ میں ان کا چارٹ ہے۔

وَمَا يَنْظُرُ هَؤُلَاءِ إِلَّا صَيْحَةً ۖ وَاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ۖ وَقَالُوا رَبَّنَا عَجِّلْ لَنَا قِسْطًا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ۚ اِصْبِرْ عَلٰٓى مَا يَقُولُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْاٰیٰتِ اِنَّهٗ اَوَابٌ ۚ اِنَّا سَخَرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ لِيُصْنَعَ بِالْعِشِيِّ وَالْاَشْرَاقِ ۚ وَالطَّيْرَ مَحْشُورَةً ۚ كُلُّ لَهٗ اَوَابٌ ۝

وَمَا	اور نہیں	عَجِّلْ	جلدی دے	دَاوُدَ	داؤد کو
يَنْظُرُ	راہ دیکھتے	لَنَا	ہمیں	ذَا الْاٰیٰتِ (۳)	طاقت والا
هَؤُلَاءِ	یہ لوگ	وَقِسْطًا (۲)	ہمارا حصہ	اِنَّهٗ	بے شک وہ
اِلَّا	مگر	قَبْلَ	پہلے	اَوَابٌ	بہت رجوع کرنے والا ہے
صَيْحَةً	چنگھاڑ کی	يَوْمِ الْحِسَابِ	حساب کے دن کے	اِنَّا	بے شک ہم نے
وَاحِدَةً	ایک	اِصْبِرْ	صبر کر	سَخَرْنَا	کام میں لگایا
مَّا لَهَا	نہیں اس (چنگھاڑ) کیلئے	عَلٰى مَا	اس پر جو	الْجِبَالِ	پہاڑوں کو
مِنْ فَوَاقٍ (۱)	تھوڑی بھی دیر	يَقُولُوْنَ	کہتے ہیں وہ	مَعَهٗ (۴)	اس کے ساتھ
وَقَالُوا	اور کہا انھوں نے	وَاذْكُرْ	اور یاد کر	لِيُصْنَعَ	تسبیح پڑھتے ہیں
رَبَّنَا	اے ہمارے رب!	عَبْدَنَا	ہمارے بندے	بِالْعِشِيِّ	شام میں

(۱) فوق: اونٹنی کو دو دو فہر دوہنے کے درمیان کا وقفہ، بہت تھوڑی دیر (۲) قسط: حصہ، جمع قسطل (۳) ائید: قوت، آدینید کا مصدر: قوی ہونا اور تختہ القاری (۷: ۳۳) میں جو لکھا ہے کہ ائید: یذکی جمع ہے: ہاتھ، اصل میں ائیدی تھا، تئوین کے باعث یاہر گئی — یہ تارح ہے، یہاں تئوین نہیں، الاید: معرف باللام ہے۔ (۴) معہ: یسبحن سے متعلق ہے۔

وَالْإِشْرَاقِ ^(۱)	اور دن چڑھے	مَحْشُورَةً ^(۳)	جمع کئے ہوئے	لَهُ ^(۴)	اللہ کے لئے
وَالظِّلِّ ^(۲)	اور پردوں کو	كُلِّ	سب	أَوَابٍ	بہت رجوع ہونے والے ہیں

مشرکین مکہ کو تکذیب رسول کی سزا قیامت کے دن ملے گی، اور قیامت کے آنے میں دیر ہی کیا ہے؟

یہ بھی مشرکین نے عذاب کا مزہ نہیں چکھا کی تفصیل ہے، ارشاد فرماتے ہیں: — اور یہ لوگ بس ایک زور کی چیخ کے منتظر ہیں، اس میں تحوڑی دیر بھی نہیں — یعنی یہ لوگ صوری آواز کے منتظر ہیں، ان کو ان کی تکذیب کی سزا اسی وقت ملے گی، اور صور پھونکنے جانے میں دیر ہی کیا ہے، اونٹنی کو دو دفعہ دوہنے کے درمیان کے وقفہ کے برابر بھی دیر نہیں! مگر وہ جلدی بچاتے ہیں، ابھی عذاب چاہتے ہیں — اور انھوں نے کہا: اے ہمارے پروردگار! ہمیں ہمارا حصہ روزِ حساب سے پہلے دیدے! — مگر یہ بات حکمت کے خلاف ہے، اس لئے ابھی عذاب نہیں آ رہا۔

رسول اللہ ﷺ کو ہدایت کہ کلمہ بین کی باتیں سمجھیں، اور گزشتہ رسولوں کو یاد کریں

(حضرت داؤد علیہ السلام کا تذکرہ وہ اللہ کی طرف بہت رجوع ہونے والے بندے تھے، اور اسکی ایک مثال)

سورۃ ہود (آیت ۱۱۴) میں ہے کہ رسولوں کے واقعات میں دعوت کا کام کرنے والوں کے لئے دل جمعی کا سامان ہے، ان کے واقعات سے داعی کے دل کو تقویت ملتی ہے، سکون و اطمینان حاصل ہوتا ہے کہ اُن کو دعوت کی راہ میں کیا کیا مشکلات پیش آئیں، مگر انھوں نے صبر و تحمل سے کام لیا، جی نہیں چھوڑا، چنانچہ نبی ﷺ کو ہدایت دیتے ہیں: — آپ اُن لوگوں (تکذیب کرنے والوں) کی باتوں پر صبر کریں، اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کریں جو قوت والے تھے، بے شک وہ اللہ کی طرف بہت رجوع ہونے والے تھے — حضرت داؤد علیہ السلام عبادت میں بڑی قوت و ہمت کا ثبوت دیتے تھے، نماز کا یہ معمول تھا کہ آدھی رات سوئے تھے، پھر ایک تہائی رات عبادت کرتے تھے، پھر رات کے آخری حصہ میں سو جاتے تھے، اور نفل روزوں کا یہ معمول تھا کہ ایک دن روزہ رکھتے تھے، اور ایک دن افطار کرتے تھے، اور جب دشمن سے مقابلہ ہوتا تو جم کر لڑتے تھے، پیٹھ نہیں پھیرتے تھے، قوت والے کا یہی مطلب ہے، جسمانی یا حکومت کی طاقت مراد نہیں، اسی لئے اس کے بعد ﴿إِنَّهُ أَتَوَّابٌ﴾ ہے یعنی وہ اللہ کی طرف بہت رجوع کرنے والے تھے — عبادت کے اس طریقہ کو نبی ﷺ نے پسند کیا ہے، اس میں مشقت زیادہ ہے، رات بھر جگنے سے آنکھیں دھنس جاتی ہیں، اور مسلسل

(۱) اِشْرَاق: سورج کا چمکنا یعنی دن چڑھے (۲) الطیر: کالجال پر عطف ہے (۳) محشورۃ: الطیر کا حال ہے (۴) لہ:

کی ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے، اس کے لئے مرجع مذکور ہونا ضروری نہیں۔

روزے رکھنے سے آدمی عادی ہو جاتا ہے، دوسرے: اس طریقہ سے عبادت کرنے والا اپنے نفس، اہل و عیال اور متعلقین کے حقوق پوری طرح ادا کر سکتا ہے۔

بہت رجوع ہونے کی ایک مثال: — بے شک ہم نے پہاڑوں کو مخر کیا، وہ ان کے ساتھ شام میں اور دن چڑھے تسبیح کرتے تھے، اور پرندوں کو بھی جو جمع ہو جاتے تھے، سب اللہ کی طرف بہت رجوع ہونے والے تھے! — صبح و شام کا پابندی سے ورد پڑا، اولوا الحزمی کا کام ہے، حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ معمول تھا، اور آپ ورد ایسے نشاط اور تازگی کے ساتھ کرتے تھے کہ پہاڑ بھی وجد میں آ جاتے تھے، اور تسبیح میں ہم نوائی کرتے تھے، اور پرندے بھی جمع ہو جاتے تھے اور وہ بھی ذکر کرتے تھے۔ یہ داؤد علیہ السلام پر اللہ کا خاص العام تھا، سورۃ الانبیاء اور سورۃ سبأ میں اس نعمت کا ذکر آیا ہے۔

غشیٰ کے معنی ہیں: ظہر کے بعد سے اگلے دن صبح تک کا وقت، اور اشراق کے معنی ہیں: صبح کا وہ وقت جب دھوپ زمین پر پھیل جاتی ہے، اسی وقت چاشت کی نماز محسنین (نیکی کاروں) کے لئے مشروع کی گئی ہے، احادیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے — اور بہت رجوع کرنے کی دوسری مثال اگلی آیات میں ہے۔

وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ ۖ وَآتَيْنَهُ الْحِكْمَةَ ۖ وَفَصَّلَ الْخُطَابَ ۖ وَهَلْ أَتَاكَ نَبَأُ الْخَصْمِ إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ۖ إِذْ دَخَلُوا عَلَىٰ دَاوُدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوا لَا تَخَفْ خَصَمَانِ بَعْضُنَا عَلَىٰ بَعْضٍ فَأَخَاطَمُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطُ وَاهِدِنَا لِلْإِسْوَاءِ الْفَضِيلَةِ ۖ إِنَّ هَذَا أَخِي لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ نَجْعَةً وَلِي نَجْعَةٌ ۖ وَاحِدَةٌ ۖ فَقَالَ أَكْفُلْنِيهَا وَعَزَّنِي فِي الْخِطَابِ ۖ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ لِسُوَالِ نَجْعَتِكَ إِلَىٰ نِعَاجِهِ ۖ وَإِنْ كَثِيرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ لِيَبْغِيَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ ۖ وَظَنَّ دَاوُدُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ ۖ وَخَرَّ رَاكِعًا ۖ وَأَنَابَ ۖ فَغَفَرْنَا لَهُ ۖ ذَٰلِكَ مُوَدَّنًا لَهُ ۖ عِنْدَنَا لُزْنُ وَحْشِنَ مَا يَ ۖ

وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ	اور مضبوط کیا ہم نے ان کا ملک	وَآتَيْنَهُ الْحِكْمَةَ	اور دی ہم نے ان کو دانشمندی	وَفَصَّلَ الْخُطَابَ ^(۱)	اور فیصلہ کن تقریر
----------------------	-------------------------------	-------------------------	-----------------------------	-------------------------------------	--------------------

(۱) فصل الخطاب (مرکب اضافی) دراصل مرکب تو معنی ہے خطاب فصل: ایسی واضح تقریر جو معاملہ کا دو ٹوک فیصلہ کر دے، اور اس کی مثال وہ تقریر ہے جو آگے اہل معاملہ کے جھگڑے میں آپ نے کی ہے۔

وَهَلْ	اور کیا	بَيِّنَتَا	ہمارے درمیان	فِي الْخِطَابِ	بات چیت میں
أَتُنَكِّ	پہنچی تھے	بِالْحَقِّ	برحق	قَالَ	کہاواؤ نے
كَبُؤًا	خیر	وَلَا تُشْطِطُ ^(۳)	اور زیادت فیصلہ نہیں	لَقَدْ	بخدا واقعہ یہ ہے
الْخَصْمِ ^(۱)	ال معاملہ کی؟	وَاهْدُونَا	اور راہ نمائی کریں ہماری	ظَلَمَكَ	ظلم کیا اس نے تجھ پر
إِذْ	جب	لَمْ يَسْأَلْهُ	طرف سیدھے	يَسْأَلُ	ماگ کر
تَسْتَوِدُوا ^(۲)	چڑھے وہ	الضَّلَالِ	راستہ کے	تَجْتَهِكَ	تیری دہی کو
الْجَنَابِ	عبادت کے کمرے پر	إِنْ هَذَا	بے شک یہ	إِلَىٰ صَاحِبِهِ	اپنی ذیل میں ملانے کیلئے
إِذْ دَخَلُوا	جب داخل ہوئے وہ	أَخَىٰ	میرا بھائی ہے	فَوَإِنْ	اور بے شک
عَلَىٰ دَاوُدَ	داؤد پر	أَلَهُ	اس کے لئے	كَثِيرًا	بہت سے
فَقَرَّبَهُ	تو گھبرا گیا	تَسْعَ	نو	وَمِنَ الْخُلَطَاءِ	شریکوں میں سے
مِنْهُمْ	ان کی وجہ سے	وَيَتَسَعُونَ	اور نوے	يَتَّبِعُونَ	یقیناً زیادتی کرتے ہیں
قَالُوا	کہا انھوں نے	نَجَّةً	دھمکیاں ہیں	بَعْضُهُمْ	ان کے بعض
لَا يَخَفُ	نڈھریں آپ	وَلِي	اور میرے لئے	عَلَىٰ بَعْضٍ	بعض پر
خَصْمِينَ	(ہم) دو دعوے دار ہیں	تَعَجُّةً	دہی ہے	إِلَّا الْيَقِينَ	مگر جو
بَعِي	زیادتی کی	وَأَجْدَةً	ایک	أَمَّنُوا	ایمان لائے
بَعْضُنَا	ہمارے ایک نے	فَقَالَ	پس کہا اس نے	وَيُجْلُوا	اور کئے انھوں نے
عَلَىٰ بَعْضٍ	دوسرے پر	أَفْقِلِينِيهَا ^(۴)	ذمہ دار بنا مجھے اس کا	الضَّلَالِ	نیک کام
فَأَخْلَكُمُ	پس فیصلہ کریں آپ	وَعَزَّنِي ^(۵)	اور دباؤ ڈالا اس نے مجھ پر	وَقِيلَ لِمَا ^(۶)	اور بہت ہی تھوڑے ہیں

(۱) الخصم: دھمی کرنے والے دو فریق (۲) تَسَوِدُوا: (ن) شَطَطًا فی الامر: حد سے تجاوز کرنا (۳) لَا تُشْطِطُ: فعل نبی، اِشْطَاط: ظلم کرنا، حد سے بڑھنا، سخت فیصلہ کرنا، شَطَطًا (ن) شَطَطًا فی الامر: حد سے تجاوز کرنا (۴) أَفْقِلِينِيهَا: امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، ان وقایہ، ی ضمیر واحد حکم، ہا: ضمیر واحد مؤنث غائب: مفعول بہ اِکْفَالًا: کفیل بنانا، ذمہ دار بنانا، مجرد کفیل (ن) کَفَّلَا الصَّغِيرَ: بچہ کی پرورش کرنا، اس کے اخراجات کا ذمہ دار بنانا: ﴿وَوَكَّلْنَاهَا زَكِيًّا﴾: ذکر یا علیہ السلام مریم رضی اللہ عنہا کے سرپرست بنے، اپنے ساتھ ملا لیا، اپنی پرورش میں لایا (۵) عَزَّنِي: اس نے مجھ پر دباؤ ڈالا، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، ان وقایہ، ی ضمیر واحد حکم، عَزَّ سے جس کے معنی ہیں: زبردستی کرنا، دباؤ ڈالنا، اسی سے عزیز (غالب) ہے۔ (۶) قِيلَ لِمَا: ما زائدہ قلت کی تاکید کے لئے۔

هَمْ	وہ	رَبُّكَ	اپنے پروردگار سے	ذَلِكَ	وہ (کوئی بات)
وَقَدْ	اور گمان کیا	وَحَدَّ	اور گر پڑا	وَلَانَ لَهُ	اور پھلک اس کے لئے
دَاوُدُ	داؤد نے	رَاكِعًا	جھکتا ہوا	عِنْدَنَا	ہمارے پاس
أَنَّمَا ^(۱)	کہ	وَأَكَابَ	اور متوجہ ہوا	كَزُفٍ ^(۲)	یقیناً خاص درجہ ہے
فَنَنُذِرُ	آزمایا ہم نے اس کو	فَنَغْفِرْكَ	پس معاف کر دی ہم نے	وَحَسَنَ	اور اچھا
فَأَسْأَلُكُمْ	پس معافی مانگی اس نے	لَهُ	اس کے لئے	مَلَأَ	ٹھکانہ

حضرت داؤد علیہ السلام اللہ کی طرف بہت رجوع ہونے والے بندے تھے: دوسری مثال

حضرت داؤد علیہ السلام بڑی کٹر و فروری حکومت کے فرمانبردار تھے، ایسے بادشاہ کو نقل عبادت کی کہاں فرصت؟ مگر حضرت داؤد علیہ السلام اللہ کی طرف رجوع کرنے والے بندے تھے، وہ اپنے صبح و شام کے اوراد کے پابند تھے، اور اس طرح مگن ہو کر ذکر کرتے تھے کہ کائنات و جہد میں آجاتی تھی، پہاڑ ہم نوئی کرتے تھے، پرندے جمع ہو جاتے تھے، اور داؤد علیہ السلام کے ساتھ حمد کے گیت گاتے تھے۔

اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ آپ نے گھر میں عبادت کا ایک معمول بنایا تھا، ہر وقت گھر کا کوئی فرد عبادت میں مشغول رہتا، سب باری باری عبادت کرتے، اور آپ بھی اپنی باری میں عبادت کرتے، بلکہ رات کی مشکل باری خود اپنے لئے لے رکھی تھی، غرض کسی لحاظ کے گھر میں عبادت موقوف نہیں ہوتی تھی، اور ایک بڑے بادشاہ کے لئے یہ کام کتنا مشکل ہے اس کا ہر کوئی اندازہ کر سکتا ہے، مگر چونکہ آپ اللہ کی طرف بہت رجوع ہونے والے تھے اس لئے آپ نے یہ نظام بنا رکھا تھا۔ اور بڑے بادشاہ ادب آشنا بھی نہیں ہوتے، ادب کے لئے بہت کچھ پڑھنا پڑتا ہے، بادشاہوں کو اس کی کہاں فرصت! تاریخ میں چند ہی بادشاہ فصیح و بلیغ گذرے ہیں، جن کا ادب میں بڑا مقام تھا، جیسے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ اور حضرت اورنگ زیب عالمگیرؓ۔ یہ حضرات بڑے باکمال ادب آشنا تھے، حضرت داؤد علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہ کمال عنایت فرمایا تھا، وہ حکمت آشنا تھے اور فیصلہ کن تقریر فرماتے تھے، ان کی یہ علمی مشغولیت بھی عبادت کے لئے مانع نہیں بنتی تھی، کیونکہ آپ اللہ کی طرف بہت رجوع ہونے والے بندے (اَوَّاب) تھے۔

اس سلسلہ میں ایک ابتلاء بھی پیش آیا

ایک مرتبہ احباب کی مجلس میں یہ تذکرہ چھڑا کہ کون کیا عبادت کرتا ہے؟ سب نے اپنے اپنے معمولات بیان کئے،

(۱) انما: اُن تفسیر یہ: ما: کا فہ (۲) زُفًی: مرتبہ، درجہ۔

اس مجلس میں حضرت داؤد علیہ السلام نے فخر یہ اپنا یہ معمول بیان کیا کہ میرے گھر میں ہر وقت کوئی نہ کوئی عبادت میں مشغول رہتا ہے، کوئی لمحہ عبادت سے خالی نہیں گذرتا، یہ بڑا بول اللہ کو پسند نہیں آیا، جیسے مولیٰ علیہ السلام نے انا اعلم کہا تھا تو پڑھنے کے لئے بھیج دیا تھا، داؤد علیہ السلام پر بھی وحی آئی کہ تمہارا یہ نظام ہماری توفیق سے ہے، ورنہ تمہارا نظام باقی نہیں رہ سکتا!

داؤد علیہ السلام کو جواب دینا چاہئے تھا کہ بے شک میرے پروردگار یہ سب کچھ آپ کی توفیق سے ہے! مگر انھوں نے عرض کیا: الہی! جب میرا یہ نظام بگڑ جائے تو مجھے اطلاع ہو جائے! حضرت کے ذہن میں ہو گا کہ جو نظام خراب کرے گا اس کی خبر لے لوں گا! — پھر اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ جب آپ رات میں عبادت میں مشغول تھے، اور دوسرے سب لوگ خراٹے لے رہے تھے، اچانک دو فرشتے عبادت کے کمرے میں دیوار پھانڈ کر آئے، ان کو دروازے کی ضرورت نہیں تھی، حضرت داؤد علیہ السلام ان کے اس طرح آنے سے گھبرا گئے کہ کہیں چور ڈاکو یا قاتل تو نہیں ہیں! آنے والوں نے تسلی دی کہ ہم ایک نزاع لے کر آئے ہیں آپ ہمارے قضیہ کا فیصلہ کریں، ہم دو بھائی ہیں، بھاگی داری میں کام کرتے تھے، اب شرکت ختم کر رہے ہیں، اثاثہ بانٹنا تو نانا تھے وہ دنیا بھائی کے حصہ میں گئیں اور ایک دینی میرے حصہ میں آئی، بھائی کہتا ہے: تو ایک دینی کیا کرے گا، کہاں چراتا پھرے گا؟ وہ بھی مجھے دیدے، تاکہ میرا سیکھہ پورا ہو جائے، اور وہ زبردستی کرتا ہے آپ بتائیں! اس کا قصا سبجا ہے یا بے جا؟ — داؤد علیہ السلام نے فرمایا: اس کا مطالبہ بالکل بے جا ہے، یہ ایک طرح کا تجھ پر ظلم ہے، مگر دیگ شرارت جوش می آید: بھاگی داری کی ہانڈی الٹی ہے، بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو نگل جاتی ہے، زبردست زبردست کا مال دبا لیتا ہے، صرف صالح ایماندار اس سے مستثنیٰ ہیں — یہ فیصلہ سن کر وہ یکدم غائب ہو گئے، تب حضرت کو احساس ہوا کہ یہ تو میرا ہی عبادت کا وقت تھا، میں نے ہی نظام میں خلل ڈالا، چنانچہ آپ سجدہ ریز ہو گئے، اپنی کوتاہی کی معافی مانگی، اللہ کی بارگاہ محرومی کی بارگاہ نہیں، تو یہ قبول ہوئی، اور ان کا مقام و مرتبہ فزوں ہو گیا، اور ان کی حسن انجامی میں اضافہ ہو گیا۔

آیات پاک مع تفسیر: — اور ہم نے ان کی سلطنت کو بڑی قوت دی — یعنی وہ کز و فرو والی حکومت کے مالک تھے — اور ہم نے ان کو دانشمندی اور فیصلہ کن تقریر عطا فرمائی — یعنی بڑے مدبر و دانائے، ہر فیصلہ خوبی سے کرتے تھے اور بولتے تو نہایت فیصلہ کن تقریر کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو حکومت کے ساتھ یہ علمی کمال بھی عطا فرمایا تھا — ان کو ایک ابتلاء پیش آیا، فرماتے ہیں: — اور کیا تجھے اہل معاملہ کا قصہ پہنچا ہے؟ — سوال تشویق کے لئے ہے، تاکہ قصہ غور سے سنیں — (یاد کرو) جب وہ (فرشتے) عبادت خانہ پر چڑھے — دروازہ بند تھا، اس لئے وہ عبادت خانہ کی

دیوار پر چڑھے۔ (یاد کرو) جب وہ داؤد پر داخل ہوئے تو وہ ان سے گھبرایا۔ یہ فطری خوف تھا، جنہوت کے منافی نہیں، جیسے موسیٰ علیہ السلام کی لاشی پہلی مرتبہ سانپ بنی تو وہ گھبرا گئے، یہ بھی فطری خوف تھا، اور اذ دخلوا اور تسودا میں گھبرا نہیں، بلکہ دو باتیں بیان کرتی ہیں: ایک: دیوار پھاندا۔ دوسری: داؤد علیہ السلام کا گھبرانا، ایسی صورت میں قرآن کا اسلوب یہ ہے کہ وہ تمہید مکرر لاتا ہے، یہاں الفاظ بدل کر تمہید لوٹائی ہے۔ ان لوگوں نے کہا: آپ نہ ڈریں، ہم دو اہل معاملہ ہیں۔ یعنی ہم چور ڈاکو نہیں، نہ بری نیت سے آئے ہیں، بلکہ ایک معاملہ لے کر آئے ہیں۔ ایک نے دوسرے پر کچھ زیادتی کی ہے، پس آپ ہمارے درمیان انصاف سے فیصلہ کریں، اور تجاوز نہ کریں، اور ہمیں سیدھی راہ دکھائیں۔ بے شک یہ میرا بھائی ہے، اس کی ننانوے دنیاں ہیں اور میری ایک دنی ہے، پس وہ کہتا ہے: وہ بھی مجھے دیدے، اور گفتگو میں مجھے دباتا ہے۔ داؤد نے کہا: بخدا! بالیقین وہ ظلم کرتا ہے اپنی دنیوں میں تیری دنی ملائے کی درخواست کر کے۔ اور اکثر شر کا ضرر ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں، مگر جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے، اور ایسے لوگ بہت ہی تھوڑے ہیں! اور داؤد نے گمان کیا کہ ہم نے اس کو آزمایا۔ یعنی یہ فرضی مقدمہ آیا تھا۔ پس اس نے اپنے رب سے معافی مانگی، اور وہ جھک پڑا، اور رجوع ہوا۔ پس ہم نے اس کی وہ بات (کوٹا ہی) معاف کر دی، اور بے شک اس کے لئے ہمارے پاس خاص رتبہ اور نیک انجامی ہے!

فائدہ: یہ تفسیر حضرت ابن عباسؓ نے کی ہے و کفی بہ قدرۃ امتہ درک حاکم (۴/۲۳۳) میں سند صحیح سے روایت ہے: ”ایک مرتبہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں ازراہ محضر عرض کیا: یا رب! دن اور رات میں ایک ساعت بھی ایسی نہیں گذرتی کہ داؤد یا آل داؤد میں سے کوئی شخص ایک لمحہ کے لئے بھی تیری تسبیح و تہلیل میں مشغول نہ رہتا ہو۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے مقرب پیغمبر داؤد علیہ السلام کا یہ فخر یہ انداز پسند نہ آیا، وحی آئی، داؤد! یہ جو کچھ بھی ہے صرف ہماری اعانت اور ہمارے فضل و کرم کی وجہ سے ہے، ورنہ تجھ میں اور تیری اولاد میں یہ قدرت کہاں کہ وہ اس نظم پر قائم رہ سکیں! اور اب جبکہ تم نے یہ دعویٰ کیا ہے تو میں تم کو آزمائش میں ڈالوں گا، حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا: خدایا! جب ایسا ہوتا تو پہلے سے مجھ کو اطلاع دیدی جائے۔ لیکن آزمائش کے معاملہ میں حضرت داؤد کی استدعا قبول نہیں ہوئی، اور حضرت داؤد کو اس طرح فتنہ میں ڈال دیا گیا، جو قرآن عزیز میں مذکور ہے“ (ترجمہ انقص القرآن ۲: ۸۸)

چند ضروری باتیں:

۱- ان آیات میں اور سورۃ آل عمران (آیت ۳۷) میں محراب کے معنی ہیں: عبادت کا کمرہ، اب جو مساجد میں محرابیں بنائی جاتی ہیں وہ مراہیں، عہد نبوی میں یہ محرابیں نہیں تھیں، یہ ایک صف کی جگہ بچانے کے لئے بنائی جاتی ہیں،

اور تاکہ امام درمیان صف میں کھڑا ہو۔

۲- خوف اور خشیت میں فرق ہے، موذی اشیاء کا ڈر خوف ہے، اور کسی بڑے کی عظمت کی وجہ سے ڈر خشیت ہے، ڈر غیر اللہ کا بھی ہو سکتا ہے، اور خشیت اللہ کے سوا کسی کی نہیں ہونی چاہئے: ﴿لَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ﴾

۳- سجدہ تلاوت اناب پر کرنا چاہئے یا عاب پر؟ دونوں صحیح ہیں، مگر میری ناقص رائے میں اناب پر کرنا چاہئے، کیونکہ لغفرنا تو سجدہ کا نتیجہ ہے۔

يُدَاوِدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ ۝ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ ۝ كَتَبْنَا نُزُلَهُ لِيَكُن مُبْرَكًا لِّذِي بَرٍّ وَآيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ ۝

يُدَاوِدُ	اسے داؤد	بِالْحَقِّ	حق (دین) کے رائج	يَضِلُّونَ ^(۳)	بھٹ جاتے ہیں
إِنَّا	بے شک ہم نے	وَلَا تَتَّبِعِ	اور مت پیروی کر	عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ	اللہ کے راستہ سے
جَعَلْنَاكَ	بنایا آپ کو	الْهَوَىٰ	خواہش کی	لَهُمْ	ان کے لئے
خَلِيفَةً ^(۱)	نائب	فَيُضِلُّكَ ^(۳)	پس گمراہ کر دے تجھ کو	عَذَابٌ	سزا ہے
فِي الْأَرْضِ	زمین میں	عَنْ سَبِيلِ	راستہ سے	شَدِيدٌ	سخت
فَاحْكُمُ ^(۲)	پس فیصلہ کر	اللَّهُ	اللہ کے	بِمَا نَسُوا ^(۵)	بھولنے کی وجہ سے
بَيْنَ النَّاسِ	لوگوں کے درمیان	إِنَّ الَّذِينَ	بے شک جو لوگ	يَوْمَ الْحِسَابِ	حساب کے دن کو

(۱) خلیفہ: جانشین، قائم مقام، خلف (ن) فلانا: کسی کے پیچھے ہونا، فعلیل بمعنی مفعول ہے: پیچھے کیا ہوا یعنی نائب، تاہن وصفی ہے، جیسے علامہ شمس، یہاں خلیفہ کے معنی وہی ہیں جو ﴿إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً﴾ میں ہیں (۲) حکم (ن) بالامر: کسی بات کا فیصلہ کرنا (۳) أَضَلَّ اضلالا (باب افعال) گمراہ کرنا (۴) ضَلَّ ضللا: گمراہ ہونا، حق سے ہٹ جانا۔

(۵) بما نسوا: ما مصدریہ، ہاء سببیہ، یوم الحساب: نسوا کا مفعول ہے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا	اور ہمیں بنایا ہم نے آسمان کو اور زمین کو اور دونوں کے درمیان	الَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ أَمْ يَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمَلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ	ان کے لئے جنہوں نے انکار کیا دوزخ سے کیا بنائیں گے ہم ان کو جو ایمان لائے اور کئے انہوں نے نیک کام مانند خرابی ڈالنے والوں کے	الْمُتَّقِينَ كَالْمُفْجَرِينَ أَتَنَزَّلُ رَأْيِكَ مُبْرَكٌ رَبُّكَ أَيُّهَا الْبَاطِلُ وَلَيْتَنَّا كُنتُ مِنَ الْغَائِبِينَ	پریمیز گاروں کو مانند بدکاروں کے (یہ) کتاب ہے اتارا ہم نے اس کو آپ کی طرف بارک تا کہ سوچیں وہ اس کی آیات کو اور تا کہ فصیحی پذیر ہوں تھند
فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا	پس کم سختی ہے	فِي الْأَرْضِ أَمْ يَجْعَلُ	زمین میں یا بنائیں گے ہم	أُولَئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا	پس کم سختی ہے

سربراہ کی ذمہ داری ہے قانونِ الہی کے مطابق معاملات کا تصفیہ کرے

ہر انسان زمین میں اللہ کا خلیفہ (نائب) ہے، اس لئے کہ اس کے جدا جدا کوئی مقصد سے پیدا کیا ہے، اور اولاد باپ کا راز ہوتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ایک آئین دیا ہے جس کا وہ پابند ہے اپنی ذات پر اور اپنے متعلقین پر اس دستور کو نافذ کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔ جیسے کسی بڑے کارخانہ میں بوس (مالک) کسی کو منبر بنا کر بٹھا دے، اور اس کو ایک دستور بنا کر دیدے اور حکم دے کہ اس کے مطابق کارخانہ چلاؤ، پس منبر کی ذمہ داری ہے کہ خود بھی اس دستور پر عمل کرے، اور دوسرے ملازمین پر بھی اس کو نافذ کرے، اسی طرح کائنات کے مالک نے انسان کو زمین میں منبر (خلیفہ) بنایا ہے، اور اس کو ایک قانون دیا ہے، اب اس کی ذمہ داری ہے کہ خود بھی اس پر عمل کرے اور دوسروں کو بھی اس کا پابند بنائے، اور تمام معاملات کا تصفیہ اس آئین کے مطابق کرے، من مانی کرے نہ قانون وضعی کی پیروی کرے کہ وہ بھی خواہش کی پیروی ہے، بلکہ اللہ کے نازل کئے ہوئے دستور کی پیروی کرے، اسی میں اس کی کامیابی مضمر ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: —

اے داؤد! ہم نے آپ کو زمین میں اپنا نائب بنایا ہے — آپ اتفاق سے مملکت کے سربراہ بھی تھے — پس آپ لوگوں کے درمیان دین حق کے مطابق فیصلہ کریں، اور خواہش کی پیروی نہ کریں، پس وہ (خواہش) اللہ کے راستہ سے آپ (امبارک: کتاب کی صفت ہے۔

کو بھڑکاوے، بے شک جو لوگ اللہ کے راستہ سے ہٹ جاتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے، روز حساب کو بھولنے کی وجہ سے۔

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی قدس سرہ نے فوائد میں لکھا ہے: یعنی خدا نے تم کو زمین میں اپنا نائب بنایا، لہذا اسی کے حکم پر چلو، اور معاملات کے فیصلے عدل و انصاف کے ساتھ شریعت الہی کے موافق کرتے رہو، کبھی کسی معاملہ میں خواہش نفس کا ادنیٰ شائبہ بھی نہ آنے پائے، کیونکہ یہ چیز آدمی کو اللہ کی راہ سے بھٹکا دینے والی ہے، اور جب انسان اللہ کی راہ سے بھٹا تو پھر ٹھکانا کہاں؟ — اور عموماً خواہشات نفسانی کی پیروی اسی لئے ہوتی ہے کہ آدمی کو حساب کا دن یاد نہیں رہتا، اگر یہ بات متحضر رہے کہ ایک روز اللہ کے سامنے جانا ہے، اور ذرہ ذرہ عمل کا حساب دینا ہے تو آدمی کبھی اللہ کی مرضی پر اپنی خواہش کو مقدم نہ رکھے (اتہی)

دنیا کا کارخانہ بے مقصد پیدا نہیں کیا

بوس (مالک) کا کارخانہ بے مقصد کھڑا نہیں کرتا، کسی مقصد سے قائم کرتا ہے، پس نیجری کی ذمہ داری ہے کہ اس مقصد کو بروئے کار لائے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے دنیا کی زندگی بے مقصد نہیں بنائی کہ کھاپی کر ختم ہو جائے، یہ خیال تو ان لوگوں کا ہے جو اللہ کے نازل کئے ہوئے دین کو نہیں مانتے، ایسے مفکرین کے لئے دوزخ کی آگ تیار ہے — بلکہ یہ دنیا ایمان لانے والوں اور نیک کام کرنے والوں کو چھانٹنے کے لئے بنائی ہے، تاکہ آخرت میں ان کو ان کے عمل کا اچھا بدلہ دیا جائے، اس دنیا میں تو اچھے برے سب برابر ہیں پس کیا وہ ہمیشہ یکساں رہیں گے؟ ہرگز نہیں! ایک دن آئے گا کہ نیک کردار اچھے انجام سے ہم کنار ہو گئے، اور برے لوگ کفر کردار کو پہنچیں گے — اور اچھے لوگ وہ ہیں جو قانون الہی کے مطابق زندگی گزارتے ہیں، اور اسی کے موافق معاملات کا تصفیہ کرتے ہیں، ارشاد فرماتے ہیں: — اور ہم نے آسمان، زمین اور دونوں کے درمیان کی چیزوں کو — ان میں انسان بھی آگیا — بے مقصد پیدا نہیں کیا، یہ خیال ان لوگوں کا ہے جنہوں نے دین قبول نہیں کیا، پس مفکرین کے لئے دوزخ کی سخت وعید ہے، کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے ان لوگوں کے برابر کر دیں گے جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں؟ — معاملات کے تصفیہ میں خواہشات کی پیروی کرنا یا لوگوں کے بتائے ہوئے قوانین کی پیروی کرنا زمین کو فساد سے بھر دیتا ہے — یا ہم پر ہیہ زگاروں کو بدکاروں کی طرح کر دیں گے؟ — ہرگز نہیں! نیک و بد کا انجام ایک نہیں ہو سکتا۔

جس آئین کی پیروی کرنی ہے وہ قرآن کریم ہے

اللہ تعالیٰ نے بابرکت کتاب نازل کی ہے تاکہ لوگ اس کے مطابق زندگی گذاریں، اور اپنے معاملات کا تصفیہ کریں،

اور اگر کوئی حکم قرآن میں صراحت نہ ملے تو قرآن کی آیات میں غور کریں اور حکم مستنبط کریں، رہا اپنی زندگی کو بنانے کا معاملہ تو اس مقصد کے لئے قرآن کو آسان کیا ہے، پس لوگوں کو چاہئے کہ وہ اس سے نصیحت پذیر ہوں، ارشاد فرماتے ہیں: —
یہ بابرکت کتاب ہے، جس کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے، تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں، اور تاکہ اہل فہم نصیحت حاصل کریں۔

ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے، پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے! (سورہ القمر)

وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ ۝ اذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصُّفُفُ
الْجِبَادِ ۝ فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي ۚ حَتَّى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۝ رَدُّوْهَا
عَنِّي فَفُطِفْتُ مَسْحًا بِالْسُوقِ وَالْأَعْنَاقِ ۝

وَوَهَبْنَا	اور بخشا ہم نے	اذْ عُرِضَ	جب پیش کئے گئے	أَحْبَبْتُ	پسند کی
لِدَاوُدَ	داؤد کو	عَلَيْهِ	ان کے سامنے	حُبَّ الْخَيْرِ ^(۳)	خوبی کی محبت
سُلَيْمَانَ	سلیمان	بِالْعَشِيِّ	شام کے وقت	عَنْ ذِكْرِ ^(۴)	یاد کی وجہ سے
نِعْمَ	بہت خوب	الصُّفُفُ ^(۱)	عمدہ گھوڑے	رَبِّي	میرے رب کی
الْعَبْدُ	بندہ ہے (وہ)	الْجِبَادِ ^(۲)	تیز رو	حَتَّى ^(۵)	یہاں تک کہ
إِنَّهُ	بے شک وہ	فَقَالَ	پس کہا اس نے	تَوَارَتْ ^(۶)	اوجھل ہو گئے وہ (گھوڑے)
أَوَّابٌ	بہت رجوع کرنے والا ہے	إِنِّي	بے شک میں نے	بِالْحِجَابِ	اوٹ میں

(۱) الصافیات: الصافیہ کی جمع: وہ گھوڑا جو تین پاؤں پر کھڑا ہو، اور چوتھے پاؤں کو موڑ کر اس پر ٹیک لگائے، ایسا گھوڑا فریہ اور توانا ہوتا ہے (۲) الْجِبَاد: الجَوَاد کی جمع: تیز رو، جو اپنی دوڑ پوری کرے (۳) الْخَيْر سے مجاز الخیل مراد ہے۔ (۴) اس نے لوگوں کو بہت پریشان کیا ہے، ان کے ذہنوں میں اس کے معنی مجاوزت ہی کے ہیں، پس تقدیر عبارت ہوگی: مُعْزِضًا عَنْ ذِكْرِ رَبِّي، جبکہ عن تعلیل کے لئے بھی آتا ہے، اب تقدیر عبارت ہوگی: لِاجْلِ ذِكْرِ رَبِّي (۵) حتی: غرض کی غایت ہے (۶) تواروت کی ضمیر الصافیات کی طرف لوٹی ہے، الشمس کی طرف لوٹانے کی ضرورت نہیں، اور دوہا کی ضمیر بھی اسی کی طرف لوٹی ہے، پس اگر پہلی ضمیر شمس کی طرف لوٹائیں گے تو انتشار مضامین لازم آئے گا، جو قبیح ہے۔

رُدُّوْهُنَّ عَلَيْهِنَّ	دوبارہ لاؤ ان کو میرے پاس	قُطِّفْنَ ^(۱) مَسْحًا	پس لگا وہ ہاتھ پھیرنے	يَا لَسُوْفِ ^(۲) وَالْاَعْتَاَقِ	پنڈلیوں پر اور گردنوں پر
-----------------------------	------------------------------	-------------------------------------	--------------------------	--	-----------------------------

حضرت سلیمان علیہ السلام بھی اللہ کی طرف بہت رجوع کرنے والے تھے

حضرت داؤد علیہ السلام کی خاص صفت اُو اب ذکر کی تھی، اُو اب کے معنی ہیں: اللہ سے کو لگانے والا، دنیوی معاملات میں بھی اللہ تعالیٰ کو پیش نظر رکھنے والا۔ یہ صفت صاحبزادے سلیمان علیہ السلام میں بھی تھی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی بھی تعریف کی کہ وہ بہت اچھے بندے تھے، ارشاد فرماتے ہیں: — اور ہم نے داؤد کو سلیمان بخشا، وہ بہت اچھا بندہ ہے، بے شک وہ اللہ کی طرف بہت رجوع کرنے والا ہے!

دنیا کی کسی چیز سے محبت دین کی وجہ ہو تو وہ بھی اللہ کا ذکر ہے

حدیث میں ہے: اللّٰهُ مَلْعُوْنٌ، مَلْعُوْنٌ مَا فِيْهَا اِلَّا ذِكْرُ اللّٰهِ وَمَا وَاِلَآهَ: دنیا چمٹکاری ہوئی ہے، چمٹکاری ہوئی ہیں وہ چیزیں جو دنیا میں ہیں، مگر اللہ کی یاد اور جو چیزیں اس سے تعلق رکھتی ہیں وہ مستثنیٰ ہیں (ترمذی حدیث ۳۲۱۵) اب سلیمان علیہ السلام کی او ابیت کے دو واقعے ذکر کرتے ہیں۔ پہلا واقعہ: سلیمان علیہ السلام کو گھوڑوں سے محبت تھی، جیل گھوڑے بڑی مقدار میں پال رکھے تھے، خود ان کا معائنہ فرماتے تھے، ایک مرتبہ معائنہ کرتے ہوئے فرمایا: مجھے دنیا سے کیا لیتا ہے! اور گھوڑوں سے محبت اس لئے ہے کہ یہ اکہ جہاد ہیں، اور اس نیت سے ان کی محبت اللہ ہی کا ذکر ہے، پھر جن گھوڑوں کا معائنہ کر چکے تھے ان کا اہتمام کے ساتھ دوبارہ معائنہ کیا، ارشاد فرماتے ہیں:

سلیمان علیہ السلام کی او ابیت کا واقعہ یاد کریں: — جب ان کے سامنے شام کے وقت پیش کئے گئے عمدہ اور تیز رو گھوڑے، پس اس نے کہا: بے شک مجھے گھوڑوں سے محبت اللہ کی یاد کی وجہ سے ہے! — گھوڑے پیش کئے گئے — یہاں تک کہ وہ اونچل ہو گئے — یعنی قطار کا پہلا گھوڑا نظر نہیں آ رہا تھا، حکم دیا: — ان کو میرے پاس دوبارہ لاؤ، پس اس نے ہاتھ پھیرنا شروع کیا پنڈلیوں پر اور گردنوں پر — یعنی پیار و محبت سے دوبارہ معائنہ کیا۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَالْقَيْنٰ عَلٰٓى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ۖ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ

(۱) حَلْفِي: افعال مقاریہ میں سے ہے، اس کا اسم ضمیر ہے جو سلیمان علیہ السلام کی طرف لوثی ہے، اور مسحاً: فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے، پھر جملہ طفق کی خبر ہے ای شرع بمسح مسحاً (روح) (۲) السوق: الساق کی جمع پنڈلی۔

مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُحًا حَيْثُ أَصَابَ ۝ وَالشَّيْطَانُ كُلُّ بَنَاءٍ وَغَوَّاصٍ ۝ وَآخِذِينَ مَّقَرِّينَ فِي الْأَصْفَادِ ۝ هَذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ وَإِن لَّهِ عِنْدَنَا لَزُلْفَىٰ وَحَسَنَ مَّآبٍ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	قرنِ بعدی	میرے بعد	وَآخِذِينَ	اور دوسرے
فَعَنَّا	آزمایا ہم نے	إِنَّكَ أَنْتَ	بے شک آپ ہی	مُقَرَّرِينَ (۵)	جکڑے ہوئے
سُلَيْمَانَ	سلیمان کو	الْوَهَّابُ	بخشنے والے ہیں	فِي الْأَصْفَادِ (۶)	بیز یوں میں
وَالْقَيْنَا	اور ڈالا ہم نے	فَسَخَّرْنَا	پس تابع کر دیا ہم نے	هَذَا	یہ
عَلَىٰ كُرْسِيِّهٖ (۱)	اس کی کرسی پر	لَهُ	ان کے	عَطَاؤُنَا	ہماری بخشش ہے
بِحَسَدٍ	ایک ہرزہ (بدوح جسم)	الَّذِي	ہوا کو	فَإَمْنُنْ (۷)	پس احسان کر
ثُمَّ أَنْابَ	پھر وہ رجوع ہوا	تَجْرِي	چلتی تھی	أَوْ أَمْسِكْ	یا روک رکھ
قَالَ رَبِّ	کہا: اے رب!	بِأَمْرِهِ	ان کے حکم سے	بِغَيْرِ حِسَابٍ	بے حساب
اغْفِرْ لِي	معاف فرما مجھے	رُحًا (۳)	نرم نرم	وَإِن لَّهِ	اور بیشک اس کے لئے
وَهَبْ	اور بخش	حَيْثُ أَصَابَ (۴)	جہاں چاہے غصہ ہو	عِنْدَنَا	ہمارے پاس
لِي مُلْكًا	مجھے حکومت	وَالشَّيْطَانُ	اور شیطان کو	لَزُلْفَىٰ	البتہ رتبہ ہے
لَا يَنْبَغِي (۲)	جو نہ مناسب ہو	كُلُّ بَنَاءٍ	ہر عمارت بنانے والا	وَحَسَنَ	اور اچھا
لِأَحَدٍ	کسی کے لئے	وَوَغَوَّاصٍ	اور غوطہ خور	مَّآبٍ	ٹھکانا

دوسرا واقعہ بھی جہاد کی تیاری سے متعلق ہے مگر اس میں ابتلا پیش آیا

حضرت سلیمان علیہ السلام کی قوم کے ساتھ جہاد کرنا چاہتے تھے، درباریوں کو اس کی ترغیب دی مگر انھوں نے سرد مہری دکھائی، آپ ناراض ہوئے اور قسم کھائی کہ میں آج رات سب ازواج سے مقاربت کروں گا، اللہ تعالیٰ مجھے سب سے (۱) کرسی اور تخت (عرش) ایک ہیں (۲) لا نبھی: جملہ ملکا کی مفت ہے (۳) الوہاء: نرم اور لمبی ہوا، خوش گوار ہوا، رخا العیش (ن) رخاء: زندگی کا آسودہ اور خوش گوار ہونا، رخاء: اسم ہے (۴) أصاب: پہنچا، اڑا، صابہ: پہنچا۔ (۵) مَقَرَّنَ (اسم مفعول) تفریقین مصدر: جکڑے ہوئے، کس کر باندھے ہوئے۔ (۶) اصفاد: صفاد اور صفاد کی صحیح: بیڑی، زنجیر (۷) اُمنُن: امر، واحد نہ کر حاضر: احسان کر، خرچ کر، باپہ نہر۔

لڑکے عطا فرمائیں گے، پھر میں اور میرے لڑکے جہاد کریں گے، تم اٹھو دو! — وزیر نے یاد دلایا: ان شاء اللہ کہہ لیں، مگر نارنگی شدید تھی، اس لئے یاد دلانے کے باوجود ان شاء اللہ نہیں کہا (یہ بخاری شریف کی حدیث ہے) پھر اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ آپ نے سب ازواج سے مقاربت فرمائی، مگر کمری بیوی کے حمل نہیں رہا، صرف ایک پُر امید ہوئی، مگر مردہ بچہ پیدا ہوا، دانی نے تخت پر اس کو پیش کیا، آپ کو جنبہ ہوا فوراً قصور کی معافی مانگی اور دعا کی: اَللّٰہی! میرے جتن کچھ کام نہ آئے، اب آپ ہی اپنی عنایت سے مجھے بے مثال حکومت عنایت فرمائیں! دعا قبول ہوئی، اور اللہ تعالیٰ نے دو انعامات سے نوازا:

ایک: ہوا کو آپ کے تابع کر دیا، آپ جہاں چاہتے ہو از نرم زم چل کر وہاں لے جاتی۔
دوم: جنات کو آپ کے تابع کیا، آپ ان سے بڑی بڑی عمارتیں بنواتے، اور غوطہ خوروں سے سمندر میں سے موتیے موند گئے نکلاتے۔ اور جو جنات سرکشی کرتے ان کو پابندِ سلاسل کر دیتے۔

یہ نعمتیں انابت (اللہ کی طرف رجوع) کے نتیجہ میں ملیں، اور اختیارِ دیدیا کہ خواہ دوسروں کو دو (ان پر احسان کرو) یا رکھے رہو، ہم کوئی حساب نہیں لیں گے، علاوہ ازیں: خاص منزلت بھی حاصل ہوئی، اور نیک انجامی بھی حصہ میں آئی۔

آیاتِ پاک مع تفسیر: — اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے سلیمان کا امتحان لیا — یعنی جاننا چاہا کہ وہ اپنے قصور کی معافی مانگتا ہے یا نہیں؟ — اور ہم نے اس کی کرسی پر ایک دھڑ (بے روح جسم) ڈالا — دایہ کے فعل کو اپنی طرف منسوب کیا — اور یہی انتظار تھا جو خود اعتمادی کا نتیجہ تھا، ہندہ اپنے بل بوتے پر کچھ نہیں کر سکتا، اللہ ہی کی مدد سے سب کچھ ہوتا ہے — پھر اس نے اللہ کی طرف رجوع کیا، کہا: اے میرے رب! امیرِ اقصور معاف فرما، اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد — یعنی آئندہ — کسی کے لئے مناسب نہ ہو، بے شک آپ ہی بخشنے والے ہیں، پس: (۱) ہم نے اس کے تابع کر دیا ہوا کہ وہ نرم نرم چلتی تھی ان کے حکم سے جہاں وہ چاہتے — (۲) اور سرکش (کافر) جنات کو (تابع کر دیا) ہر عمارت بنانے والے کو اور ہر غوطہ خور کو، اور کچھ دوسرے زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں — یہ ہمارا عطیہ ہے، پس احسان کر — یعنی دوسروں کو دے — یا رکھو چھوڑو، کچھ دارو گیر نہیں — حضرت شاہ عبد القادر صاحبؒ نے لکھا ہے: یہ اور مہربانی کی کراتی و نیا دی، اور عیاری کر دیا حساب معاف کر کے، لیکن وہ کھاتے تھے اپنے ہاتھ کی محنت سے ٹوکے بنا کر — اور بے شک ان کے لئے ہمارے پاس خاص قرب اور نیک انجامی ہے! — بہشت بریں میں ان کی منزل ہے۔

فائدہ: ان دونوں نعمتوں کی (ہوا اور جنات کی تسخیر کی) تفصیلات سورہٴ سبا میں گزری ہیں، یہاں تو پیش نظر یہ بات رکھنی ہے کہ یہ نعمتیں انابت و اتواہیت کے نتیجہ میں ملی ہیں، بظاہر جو دنیوی معاملات ہیں، جیسے گھوڑوں کی محبت اور ازواج

وعیال اور جسم و جان سب مصیبت میں گرفتار ہو گئے، مال و متاع برباد ہوا، اہل و عیال ہلاک ہوئے اور جسم و جان کو سخت روگ لگ گیا، مگر آپ نے شکوہ نہیں کیا، صبر و شکر کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کی، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی، اور جو مال سامان برباد ہو گیا تھا اور جو اہل و عیال ہلاک ہوئے تھے، ان کا عوض مل گیا، بلکہ دو گنا مل گیا، اور صحت و تندرستی کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک چشمہ جاری کیا، جس میں غسل کر کے آپ جگے جگے ہو گئے۔

آیات پاک: — اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کریں، جب انھوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھے شیطان نے دکھ اور تکلیف پہنچائی ہے — شریعت کی زبان میں شر (بری چیز) کی نسبت شیطان یا نفس کی طرف کی جاتی ہے، جیسے شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے یعنی بلا عذر بائیں ہاتھ سے کھانا مکروہ ہے، اور نماز میں جماعی شیطان سے ہے یعنی بری ہے، اور خیر کی نسبت اللہ کی طرف کی جاتی ہے، ادب کا یہی تقاضا ہے، چنانچہ ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ کے بعد المؤمنین کے بعد ورنہ حقیقت میں سب کچھ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے، حضرت ایوب علیہ السلام نے بھی وہی ادب ملحوظ رکھا ہے، اور بیماری اور آزار کو شیطان کی طرف منسوب کیا ہے — (حکم دیا: اپنا پاؤں (زمین پر) مارو — پاؤں مارنا تھا کہ قدرت نے وہاں سے ٹھنڈے پانی کا چشمہ نکال دیا، فرمایا: — یہ نہانے کا ٹھنڈا پانی ہے اور پینے کا — اس میں نہاتے رہو اور اس کا پانی پیتے رہو، جگے جگے ہو جاؤ گے۔

اسباب اختیار کرنے ضروری ہیں:

دنیا دار الاسباب ہے، یہاں سبب اختیار کرنا ضروری ہے، اگرچہ سبب ضعیف ہو، جیسے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ کھجور کا تناہلاؤ، تازہ کچی کھجوریں گریں گی، حالانکہ زچہ بیچاری کیا ہلائے گی! اسی طرح موسیٰ علیہ السلام نے لاشی ماری تب سمندر پھٹا اور پھر ملا، اسی طرح نبی ﷺ کے حجرات میں بھی ٹھوڑا کھانا پانی لایا جاتا تھا تب اس میں برکت ہوتی تھی۔ اسی طرح جبرئیل علیہ السلام نے نہ مارا تب زمین کے سوت ٹوٹ کر زمزم نکلا، اسی طرح یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں سے کہا: شہر کے الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا تاکہ لوگوں کی نظروں میں نہ آجاؤ، اسی طرح ایوب علیہ السلام بھی بیماری کی وجہ سے ناتواں تھے، مگر حکم ملا کہ زمین پر عیر مارو، تب چشمہ نکلا، ورنہ اللہ تعالیٰ بغیر عیر مارے بھی چشمہ نکالنے پر قادر تھے۔

پھر یہ جاننا چاہئے کہ اسباب اختیار کرنے پر مسببات کا ترتیب ضروری نہیں، کیونکہ اسباب خود کار نہیں، بلکہ ان کا سرا مسبب الاسباب کے ہاتھ میں ہے، اسی لئے آگ نے ابراہیم علیہ السلام کو نہیں جلا یا، کوثر (قی) (جلندھر کی بیماری والے) کی پیاس نہیں بجھتی اور معاش کا ایک ہی سبب چند آدمی اختیار کرتے ہیں، مگر روزی برابر نہیں ملتی، پس اسباب پر تکیہ نہیں کرنا چاہئے۔ اور زمین سے عام طور پر نازل پانی نکلتا ہے، مگر کہیں بہت گرم اور کہیں بہت ٹھنڈا بھی نکلتا ہے، فوجی میں میں نے ایک

چشمہ دیکھا، اس میں سے اتنا گرم پانی نکلتا ہے کہ ہاتھ نہیں ڈالا جاسکتا، اور اس میں انڈا رکھا جائے تو دو منٹ میں پک جاتا ہے، پس سلیمان علیہ السلام کے لئے زمین سے پگھلا ہوا تانبا نکلتا تھا تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ اور ری یونین میں بھی ایک اونچے پہاڑ کی چوٹی پر گرم پانی کا چشمہ ہے، جس میں لوگ نہاتے ہیں، اسی طرح ٹھنڈے پانی کا چشمہ بھی نکلتا ہے، جو بعض بیمار یوں کا علاج ہے، ایوب علیہ السلام کے لئے ایسا ہی ٹھنڈے پانی کا چشمہ پھوٹا تھا، جس میں نہا کر اور اس کا پانی پی کر آپ تندرست ہو گئے۔

اور بخشنے ہم نے ان کو ان کے گھر والے، اور ان کے ساتھ اور ان کے بقدر، اپنی رحمت سے اور عقلمندوں کی یاد کے لئے — یعنی عقلمند لوگ اس واقعہ سے سمجھیں کہ جو بندہ مصائب میں مبتلا ہو کر صبر کرتا ہے، اور اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے: اللہ تعالیٰ اس کی کفالت و اعانت فرماتے ہیں (فوائد)

تین سوال جن کے جواب مجھے نہیں معلوم:

سوال (۱): بیماری سے پہلے ایوب علیہ السلام کا کیا کاروبار تھا، جو اتنا مال سامان اور اہل و عیال جمع ہو گئے تھے؟ جواب مجھے معلوم نہیں!

سوال (۲): پھر سب کچھ کس طرح برباد ہو گیا؟ جواب مجھے معلوم نہیں!

سوال (۳): پھر صحت کے بعد دو گنا کس طرح مل گیا؟ جواب مجھے معلوم نہیں!

البتہ بخاری شریف کی حدیث میں ایک واقعہ ہے۔ ایک مرتبہ ایوب علیہ السلام تنہائی میں رہ رہ نہ رہا ہے تھے کہ بارش شروع ہو گئی، اور اس میں سونے کی ٹڑیاں گرنے لگیں، آپ نے ان کو جمع کرنا شروع کیا، ندا آئی: ایوب! کیا ہم نے آپ کو بے نیاز نہیں کیا؟ ایوب علیہ السلام نے جواب دیا: بے شک! مگر ہر چہ از دوست می رسد نکو است! آپ کی برکت سے میں بے پرواہ کیسے ہو سکتا ہوں! — اسی طرح ایک غریب کاروبار شروع کرتا ہے، اور دیکھتے دیکھتے کروڑ پتی بن جاتا ہے، یہ تو قدرت کا کھیل ہے! اسی طرح ایوب علیہ السلام کے لئے بھی ایسے اسباب جمع ہوئے ہونگے کہ پہلے سب کچھ برباد ہو گیا، پھر سب کچھ مل گیا، بلکہ مل جل گیا۔

اور علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں کسی جگہ ایک اصول لکھا ہے کہ واقعہ کی جتنی تفصیلات قرآن میں ہیں، اتنی ہی جانی جاسکتی ہیں، اور جو بات مجمل ہے اس کو ہم نہیں جان سکتے، یہ قیمتی بات ہے، اس کو قارئین ہمیشہ ذہن میں رکھیں — اور بائبل میں صحیفہ ایوب میں بیماری کی جو تفصیلات ہیں ان کی حیثیت بکواس سے زیادہ نہیں، وہی اسرائیلی روایات تفسیر میں درآئی ہیں، فکون منها علی حذر: ان سے بچو!

انعام در انعام: — اور اپنے ہاتھ میں سینکڑوں کا مٹھالو، اور اس سے مارو، اور قسم مت توڑو — یہ اہلیہ محترمہ پر انعام فرمایا — بیمار کا مزاج چڑچڑا ہوا جاتا ہے، حضرت ایوب علیہ السلام نے حالت مرض میں کسی بات پر خفا ہو کر قسم کھائی تھی کہ تندرست ہو گیا تو اپنی بیوی کو سونگڑیاں ماروں گا، جبکہ وہی بیوی بیماری میں ہم دم تھی، اور چنداں قصور وار بھی نہیں تھی، اللہ تعالیٰ نے اس خاتون پر مہربانی فرمائی، ایوب علیہ السلام قسم پوری کرنے کا ایک حیلہ بتلایا، تاکہ نہ سانپ بچے نہ لاشی ٹوٹے، فرمایا: ایک جھاڑو لو، جس میں سوتیلیاں ہوں، اور اس کو یکبارگی مار دو قسم پوری ہو جائے گی — یہ حیلہ اس خاتون کے ساتھ خاص تھا، یہ ان کو ان کے صبر کا صلہ دیا۔

ایک حیلہ جو حدیث میں آیا ہے:

قبیلہ خزرج میں ایک خنم انسان (ناقص الخلق) تھا، اور سخت بیمار تھا، قبیلہ کی کوئی باندی اس کے پاس آئی، اس کو دیکھ کر وہ چست ہو گیا، اور فصل بد کر لیا، فارغ ہوتے ہی بے چین ہو گیا، لوگوں سے کہا: میرے لئے سزا لاؤ، قبیلہ کے سردار حضرت سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے یہ ماجرا ذکر کیا، آپ نے فرمایا: ”اس کو میرے پاس لاؤ“ زانی قاضی کے پاس اقرار کرے جیسی حد جاری ہوتی ہے، حضرت سعد نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر ہم اس کو چار پائی میں ڈال کر لائیں گے تو بھی اس کی ہڈی پسی ٹوٹ جائے گی، اور معلوم نہیں میری واپسی تک وہ زندہ بھی ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا: ایک غنڈکال (کھجور کا بے دانوں کا خوشہ) لو، جس میں سوتیلیاں (سوتیلیاں) ہوں، اور اس کو یکبارگی مار دو، اور کہہ دو: تجھ پر حد جاری ہوگئی، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور وہ اللہ کی رحمت سے برآمد ہو کر مر گیا۔

حیلوں کی شرعی حیثیت:

حیلے قانون کی چلک ہوتے ہیں، وہ خود قانون نہیں ہوتے، قانون میں چلک ہونی ضروری ہے، ورنہ لوگ مجبوری میں قانون توڑنے پر مجبور ہو گئے، پس ان کا استعمال ناگزیر حالات میں جائز ہے، اسکیم ہٹا کر چلانے کے لئے حیلے نہیں ہوتے پس استقامت و زکات کا حیلہ اور سوسے بچنے کے لئے فارم بچنے کا حیلہ جائز نہیں۔

باقی آیت: — بے شک ہم نے ان کو صابر پایا — یعنی امتحان میں کھرے اترے — وہ بہت اچھا بندہ ہے اے شک وہ بہت رجوع ہونے والا ہے! — یہ اللہ کی طرف سے سارٹی فلٹ (خوشنودی کا پروانہ) ملا۔

چھ اور جلیل القدر انبیاء کا مختصر تذکرہ

اور یاد کریں ہمارے بندوں: ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کو، جو ہاتھوں والے — یعنی قوتِ عملیہ کے مالک — اور آنکھوں والے — یعنی بصیرت کے مالک — تھے، ہم نے ان کو ایک خاص بات کی وجہ سے منتخب کر لیا، اور وہ (خاص

بات) آخرت کی یاد ہے — انبیاء کا امتیاز یہ ہے کہ ان کے برابر اللہ کو اور آخرت کو یاد رکھنے والا کوئی نہیں ہوتا، اسی خصوصیت کی وجہ سے اللہ کے ہاں ان کو سب سے ممتاز مرتبہ حاصل ہے (فوائد) — اور بے شک وہ ہمارے نزدیک منتخب اچھے لوگوں میں ہیں — اور یاد کریں اسماعیل اور الیاس اور ذوالکفل کو، اور سبھی اچھے لوگوں میں سے ہیں — حضرت الیاس علیہ السلام اسرائیلی پیغمبر ہیں، وہ حضرت الیاس علیہ السلام کے نائب اور خلیفہ تھے — اور حضرت ذوالکفل علیہ السلام کا قرآن کریم میں دو جگہ صرف نام آیا ہے، اور حدیثوں میں کچھ نہیں، اس لئے ان کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتے۔

هَذَا ذِكْرٌ وَإِنِّ لِلْمُتَّقِينَ لَحُسْنَ مَآبٍ ۖ جَدَّتْ عَدْنٌ مُّفْتَحَةً لَهُمُ الْأَبْوَابُ ۚ
مُتَّكِئِينَ فِيهَا يَدْعُونَ فِيهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ وَشَرَابٍ ۖ وَعِنْدَهُمْ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ
أَتْرَابٌ ۚ هَذَا مَا تُوعَدُونَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ۚ إِنَّ هَذَا لَرْزُقْنَا مَا لَهُ مِنْ نَّفَادٍ ۚ

ہذا (۱)	یہ	الْأَبْوَابُ	دروازے	الطَّرْفِ	آنکھوں کی
ذکر	ایک تذکرہ ہوا	مُتَّكِئِينَ (۵)	تکیہ لگانے والے ہیں	أَتْرَابٌ (۷)	ہم عمر
وَإِنِّ	اور بے شک	فِيهَا	ان میں	هَذَا مَا	یہ جو
لِلْمُتَّقِينَ	پریمیزگاروں کے لئے	يَدْعُونَ (۶)	منگوا رہے	تُوعَدُونَ	وعدہ کئے جاتے ہوئے
لَحُسْنٍ (۲)	البتہ اچھا	فِيهَا	ان میں	لِيَوْمِ	دن کے لئے
مَآبٍ	ٹھکانا ہے	بِفَاكِهَةٍ	میوے	الْحِسَابِ	حساب کے
جَدَّتْ (۳)	باغات	كَثِيرَةٍ	بہت	إِنَّ هَذَا	بے شک یہ
عَدْنٍ	ہمیشہ رہنے کے	وَشَرَابٍ	اور مشروب	لِرِزْقِنَا	البتہ ہماری روزی ہے
مُفْتَحَةً (۴)	کھلے ہوئے ہیں	وَعِنْدَهُمْ	اور ان کے پاس ہیں	مَا لَهُ	نہیں ہے اس کے لئے
لَهُمْ	ان کے لئے	قَاصِرَاتُ	روکنے والیاں	وَمِنْ نَّفَادٍ	ختم ہونا

انبیاء علیہم السلام کے ذکر کے بعد عام متقین کا ذکر

انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ نبی ﷺ کی تسلی کے لئے تھا، اور آپ کے ساتھ مؤمنین بھی تھے جو کفار کے ظلم و ستم کا نتیجہ

(۱) هذا ذکر: مبتدا خیر ہیں (۲) لحسن: بن کا اسم مؤخر ہے، اور لام زائد ہے (۳) جنات: حسن سے بدل یا عطف بیان ہے (۴) مفتحة: جنات کا حال ہے (۵) متکین: دوسرا حال ہے (۶) دعا بہ: منگوانا (۷) اتراب: قریب کی جمع: ہم عمر۔

مشق بنے ہوئے تھے، اس لئے ان کی تسلی کے لئے اب پرہیزگاروں کا انجام بیان کرتے ہیں، فرماتے ہیں: — یہ ایک تذکرہ (پورا) ہوا — ہذا: اَمَّا بَعْدُ کی طرح دو چیزوں میں فصل کرنے کے لئے آتا ہے، پھر اگر دو چیزیں بالکل مختلف ہوں تو اَمَّا بَعْدُ یا صرف بَعْدُ لاتے ہیں، اور اگر دو چیزیں فی الجملہ (تھوڑی) مختلف ہوں تو صرف ہذا لاتے ہیں، جیسا کہ آگے آرہا ہے، یہاں انبیاء کا حال اور متقین کا حال قدرے مختلف ہے، اس لئے ہذا لاتے ہیں — اور بے شک پرہیزگاروں کے لئے اچھا ٹھکانا ہے یعنی ہمیشہ رہنے کے باغات — جنات: منصوب ہے اور حسن سے بدل ہے — جن کے دروازے ان کے لئے کھلے ہوئے ہونگے — مہمانوں کے لئے میزبان کے گھر کے دروازے کھلے ہوئے ہوتے ہیں، اور جیل خانہ کے دروازے بند ہوتے ہیں — وہ اُن (باغات) میں ٹیک لگائے ہوئے ہونگے — اور خوش گپیاں کر رہے ہوں گے — اور وہ ان میں بہت میوے اور مشروبات منگوائیں گے — وہاں کھانا بھی خوش طبعی کے طور پر کھایا جائے گا — اور ان کے پاس ننھی نگاہ والیاں ہم عمر ازواج ہیں — جن سے دل بہلائیں گے، میاں بیوی ہم عمر ہوں تو اس کا لطف اور ہے — یہ نعمتیں وہ ہیں جن کا تم سے حساب کے دن کے لئے وعدہ کیا گیا ہے — یعنی مومنین کو قیامت کے دن یہ نعمتیں ملیں گی — بے شک یہ ہمارا رزق ہے جس کے لئے کبھی ختم نہیں ہوتا! — جنت ابدی ہے، اور اس کی نعمتیں بھی ابدی ہیں۔

هَذَا وَرَأَى لِّلظَّالِمِينَ لَشَرِّ مَا بُيِّضُوا بِهٖ لِهٖمْ اَلْجَهَنَّمُ ۖ يَصْلَوْنَهَا فَيَكْسُوْنَ بِهَا ۚ هَذَا فَلْيَذُوقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّعَسَاقٌ ۚ وَاٰخِرُ مِنْ شَكْلِهٖۤ اَزْوَاجٌ ۙ

هَذَا ^(۱)	یہ (ہو چکا)	جَهَنَّمُ	(یعنی) دوزخ	فَلْيَذُوقُوْهُ ^(۳)	پس چاہئے کہ چکھیں
وَرَأَى ^(۲)	اور بے شک	يَصْلَوْنَهَا	داخل ہونگے وہ اس میں	حَمِيْمٌ ^(۳)	وہ اس (عذاب) کو
لِّلظَّالِمِينَ	سرکشوں کے لئے	فَيَكْسُوْنَ	پس برا ہے	وَّعَسَاقٌ	(وہ) کھولتا پانی
لَشَرِّ	البتہ برا ہے	اَلْجَهَنَّمُ	بچھونا		اور جہنموں کی پیپ
مَا بُيِّضُوا	ٹھکانا	هَذَا ^(۱)	یہ (ہو چکا)		(ہے)

(۱) ہذا: دونوں جگہ فصل کے لئے ہے (۲) اس کی ترکیب حسب سابق ہے (۳) فَلْيَذُوقُوْهُ: کی ضمیر مفعول کا مرجع عذاب ہے جو جنس المہاد سے مفہوم ہوتا ہے اور فاء برائے استئناف ہے۔ (۴) حَمِيْمٌ سے پہلے ہو مبتدا محذوف ہے، جو ضمیر مفعول بہ سے مفہوم ہوتا ہے۔

وَآخِرُ (۱)	اور (چکھنے کی) دوسری چیزیں	وَنَ شَكْلُهُ (۲)	اس (مذکورہ یعنی جسم و عساق) کی ہم شکل ہیں	اَزْوَاجٍ (۳)	طرَح طرح کی
-------------	----------------------------	-------------------	---	---------------	-------------

پرہیز گاروں کے بعد مشرکوں کا تذکرہ

مکہ کے مشرک مسلمانوں پر ظلم و ستم ڈھاتے تھے، اس لئے اب ان کی سزا بیان کرتے ہیں، اور قرآن کا اسلوب بھی یہی ہے کہ وہ مومنین اور کفار میں سے ایک کے بعد دوسرے کا تذکرہ ضرور کرتا ہے، اس لئے اب کافروں کی سزا بیان کرتے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ سرکشوں کے لئے جہنم بذاتِ خود ایک سزا ہے، جہنم بھڑکتی آگ کا نام ہے، پھر اس میں طرح طرح کی اور بھی سزائیں ہیں، مثلاً: ان کو پینے کے لئے کھولتا پانی دیا جائے گا، اور اس میں بھی جہنمیوں کے زخموں کی پیپ ٹلی ہوئی ہوگی، اس طرح کے اور بھی عذابوں سے سابقہ پڑے گا، مثلاً: جہنم میں داخلہ کے وقت بڑوں اور چھوٹوں میں رد و کد کا ہونا، جس کا ذکر اگلی آیات میں ہے۔ یہ بھی ایک مستقل عذاب ہے، کیونکہ جن سے امید تھی وہی دھوکہ دے گئے! ارشاد فرماتے ہیں: — یہ (بات تو ہو چکی) — یہ ہذا فصل کے لئے ہے یعنی متقیوں کا ذکر آپ نے پڑھ لیا، اب کافروں کا حال سنو! دونوں کی جزا مختلف ہے، اس لئے ہذا سے فصل کیا — اور بے شک سرکشوں کے لئے برا ٹھکانا ہے، یعنی دوزخ، وہ اس میں داخل ہو گئے، پس بہت برا ہے پھونکا (وہ دوزخ) — یعنی جہنم کا تھوٹا بھرا بستر ہے، کیسے اس پر چین کی نیند آئے گی؟ — یہ (بات بھی ہو چکی) — یہ ہذا بھی فصل کے لئے ہے، سرکشوں کی ایک سزا تو خود جہنم ہے، دوسری سزائیں اس کے علاوہ ہیں، اور یہ دونوں مختلف ہیں، اس لئے فصل کے لئے ہذا لائے — پس چاہئے کہ چکھیں وہ اس (دوسری طرح کے عذاب) کو (وہ عذاب) کھولتا پانی اور پیپ ہے، اور اس کے علاوہ بھی طرح طرح کی اس کے ہم شکل سزائیں ہیں! — ان میں سے دوسراؤں کا ذکر اگلی آیات میں ہے۔

هَذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ ۖ إِنَّهُمْ صَالُوا النَّارَ ۖ قَالُوا بَلْ أَنْتُمْ لَا مَرْحَبًا بِكُمْ ۖ أَنْتُمْ قَدْ نَمُوتُمْ ۖ لَنَا فِيكُمْ الْقِرَارُ ۖ قَالُوا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هَذَا فَرَدَّاهُ عَذَابًا ۖ ضِعْفًا فِي النَّارِ ۖ وَقَالُوا مَا لَنَا لَا نَرَىٰ رِجَالًا كُنَّا نَعْتَهُم مِّنَ الْأَشْرَارِ ۖ اتَّخَذَهُمْ

(۱) و آخر کا موصوف مَلُوق (عذاب) محذوف ہے (۲) من شکله کی ضمیر مذکور یا کل واحد کی طرف لوثی ہے، مراد ہم و عساق ہیں (۳) ازواج: زوج کی جمع، قسم قسم، طرح طرح، اس کی دو مثالیں اگلی آیات میں ہیں۔

يَحْزَنُونَ ۚ اَمْ رَاَيْتُمْ اَلْاَبْصَارُ ۚ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ۚ

ہذا	یہ	فَقَدْ تَنَوَّاهُ	آگے کیا ہے اس کو	مَا لَنَا	کیا بات ہے
قَوْمٌ	ایک بھیڑ ہے	لَنَا	ہمارے لئے	لَا نَرٰهُ	نہیں دیکھتے ہم
مُتَشٰجِمٌ	زبردستی گھسنے والی	فِيْكُمْ	پس برا ہے	رَجَالًا	کچھ مردوں کو
مَعَكُمْ	تمہارے ساتھ	اَلْقَوَارُ	ٹھہرنا	لَنَا نَعْدُهُمْ	شک کیا کرتے تھے ہم ان کو
لَا مَرْحَبًا	نہ خوش آمدید ہو	قَالُوْا	کہا انھوں نے	وَمِنَ الْاَشْدَادِ	بروں میں سے
بِهِمْ	ان کے لئے	رَبَّنَا	اے ہمارے رب!	اَتَقَعْدُهُمْ	کیا بتایا ہم نے ان کا
لَهُمْ	بے شک وہ	مَنْ قَدَّمَ	جس نے آگے کیا	يَحْزَنُونَ	ٹھٹھا
صَالُوْا	داخل ہونے والے ہیں	لَنَا	ہمارے لئے	اَمْ رَاَيْتُمْ	یا کج ہو گئیں
النَّارِ	آگ میں	هٰذَا	اس کو	عَنْهُمْ	ان سے
قَالُوْا	کہا انھوں نے	فِيْذٰلِكَ	پہلے بڑھلا اس کا	اَلْاَبْصَارُ	نظریں
بَلْ اَنْتُمْ	بلکہ تم	عَدَاۤىَا	عذاب	اِنَّ ذٰلِكَ	بے شک یہ
لَا حَرَجًا	نہ خوش آمدید ہو	ضِعْفًا	دو ٹا	لَحَقٌّ	البتہ بالکل سچ بات ہے
يَكُفُّ	تمہارے لئے	فِي النَّارِ	دوزخ میں	تَخَاصُمُ	یعنی جھگڑا کرنا
اَنْتُمْ	تم نے	وَقَالُوْا	اور کہا انھوں نے	اَهْلِ النَّارِ	دوزخیوں کا

جہنم میں عذاب کی دو صورتیں: متخاصم (رد و کد) اور تحسر (افسوس کرنا)

دوزخ میں آگ کے علاوہ اور بھی سزائیں ہیں، اب مثال کے طور پر دوسرے اول کا ذکر کرتے ہیں:

پہلی سزا: — دوزخ میں چھوٹوں بڑوں میں رد و کد — فرشتے پہلے سرداروں (مقبوعین) کو دوزخ میں لے جائیں گے، پھر ان کے اتباع (چیلوں) کو ہانک کر لے جائیں گے، سردار جب چیلوں کو اتار دیکھیں گے تو کہیں گے: لو یہ بھیڑ بھی تمہارے ساتھ دوزخ میں داخل ہونے کے لئے آگئی! پھر جب وہ قریب آئیں گے تو کہیں گے: تم پر خدا کی مار اتم بھی جہنم کا ایندھن بننے کے لئے آگئے! چیلے جواب دیں گے: تم پر خدا کی مار اتم ہی تو یہ مصیبت ہمارے سامنے لائے ہو، تمہارے ہی انواء سے آج ہمیں یہ برادن دیکھنا پڑا ہے، اب یہ ہماری ٹھہرنے کی جگہ ہے اور بری جگہ ہے، اب

ہم سب کو یہاں رکھنا ہے! پھر لعن طعن کے بعد اتباع دعا کریں گے: پروردگار! جو لوگ یہ بلاء ہمارے سامنے لائے ہیں ان کو دوزخ میں دو ناعذاب دے! تاکہ ہمارا کلیجہ ٹھنڈا ہو — یہ گرو اور چیلوں کا احتجاج (بحث و تکرار) دوزخ کا ایک مستقل عذاب ہے۔ فرماتے ہیں: — یہ ایک جماعت ہے، جو دوزخ میں تمہارے ساتھ ہر دوتی گھسنے کے لئے آگئی ہے، ان کے لئے خوش آمدید نہیں! بے شک وہ آگ میں داخل ہونے والے ہیں (اتباع نے) کہا: بلکہ تمہارے لئے خوش آمدید نہیں، تم ہی اس (دوزخ) کو ہمارے سامنے لائے ہو، پس (دوزخ) بری ٹھہرنے کی جگہ ہے، کہا انھوں نے: اے ہمارے رب! جو اس کو ہمارے آگے لایا ہے اس کو دوزخ میں دو ناعذاب دے!

دوسرا عذاب: — تحسّر: دوزخ میں پہنچ کر کافروں کی نگاہیں ان مسلمانوں کو تلاش کریں گی جن کا وہ دنیا میں آلو بنایا کرتے تھے، مگر وہ کہیں نظر نہیں آئیں گے کیونکہ وہ جنت میں ہیں، کافر حیران ہو کر کہیں گے: کیا بات ہے ہمیں وہ لوگ نظر نہیں آ رہے جن کو ہم برا سمجھتے تھے: کیا دنیا میں غلطی سے ہم نے ان کی ہنسی اڑائی تھی یا وہ دوزخ میں ہیں، اور ہماری نظر چوک رہی ہے؟ بعد میں تحقیق سے پتہ چلے گا کہ وہ جنت میں ہیں، اس وقت ان کو جو حسرت ہوگی اس کا کون اندازہ کر سکتا ہے؟ یہ تحسّر بھی جہنم میں ایک طرح کی سوا ہے — یہاں اگر کوئی سوچے کہ اس خوفناک گھڑی میں اور افراتفری کے عالم میں بحث و مباحثہ کی کس کو فرصت ہوگی؟ تو فرماتے ہیں: یاد رکھو! ایسا ہو کر رہے گا، یہ بالکل یقینی بات ہے، جس میں ادنیٰ شک کی گنجائش نہیں۔ ارشاد فرماتے ہیں: — اور کہا انھوں نے: کیا بات ہے، ہم ان مردوں کو نہیں دیکھتے جن کو ہم بروں میں سے شمار کیا کرتے تھے — یعنی ان کو بخود غلط سمجھتے تھے — کیا ہم نے ان کی ہنسی اڑائی تھی یا ان کو دیکھنے سے ہماری نظریں چکر رہی ہیں؟ — بے شک یہ بالکل سچی بات ہے یعنی دوزخیوں کا آپس میں روؤ و کد کرنا۔

قُلْ إِنَّمَا أَنَا مُنذِرٌ ۚ وَمَا مِن إِلَهِ إِلَّا اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۚ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ ۚ قُلْ هُوَ نَبُؤٌ عَظِيمٌ ۖ أَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُونَ ۚ مَا كَانَ لِي مِن عِلْمٍ بِالْمَلَآئِكَةِ إِلَّا عِلَّا ۚ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ۚ إِنَّ يُوسَىٰ إِلَىٰ آلِهَاتِنَا أَنَا زَيْدٌ مِّنْهُنَ ۚ

قُلْ	کہو	مُنذِرٌ	ڈرانے والا ہوں	إِلَآ	سوائے
إِنَّمَا ^(۱)	سوائے اس کے نہیں	وَمَا	اور نہیں	اللَّهُ	اللہ کے
أَنَا	میں	مِن إِلَهِ	کوئی معبود	الْوَحِيدُ	ایک

الْفَقَّارُ	سب پر غالب	عَظِيمٌ	بڑی	لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ	جب
رَبُّ	پروردگار	أَن تَنْزِلَ	تم	وَهُوَ يَكْفِيهِمْ	وہ ڈکس کر رہے تھے
السَّمَوَاتِ	آسمانوں کا	عَنْهُ	اس سے	لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ	نہیں
وَالْأَرْضِينَ	اور زمین کا	مُغْرَضُونَ	روگردانی کرنے والے ہو	يُؤْتِي	وحی کی گئی
وَمَا يَبْكُهُمَا	اور درمیانی چیزوں کا	مَا	نہیں	إِلَىٰ	میری طرف
الْعَرْشِ	زیروست	كَانَ	تھی	لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ	مگر
الْفَقَّارُ	بڑا بچھے والا	لِي	مجھے	أَن تَنْزِلَ	سوائے اس کے نہیں
قُلْ	کہو	مِنْ عِندِهِ	کچھ خبر	أَنَّا	میں
هُوَ ^(۱)	وہ	بِالْمَلَا ^(۲)	ایوان	نَكُنْ يَوْمَ	ڈرانے والا ہوں
نَبُؤًا	خبر ہے	الْأَعْلَىٰ ^(۳)	بالا کی	مُبِينٌ	کھول کر

لَا اعلیٰ میں بحث و تجویس ہو کر معاملات طے ہوتے ہیں، پھر وہ متعلقہ کارکنوں کو سونپے جاتے ہیں

اوپر جنہیوں میں بحث و تکرار کا ذکر تھا، یہ مستقبل کا واقعہ ہے، جب کفار قیامت کو جہنم میں پہنچیں گے تب یہ رد و قدح ہوگی، اب عالم بالا میں بحث و تکرار کے دو واقعے ذکر فرماتے ہیں، پہلا واقعہ اتر ماضی حال کا ہے، اور دوسرا: زمانہ ماضی کا۔ حال کا معاملہ یہ ہے کہ تمام اہم امور عالم بالا میں لَا اعلیٰ میں زیر بحث آتے ہیں، وہاں بحث و تجویس کے بعد جو بات طے ہوتی ہے وہ نیچے متعلقہ کارکنوں کو تعمیل کے لئے سپرد کی جاتی ہے۔ اور ماضی کا واقعہ: آدم علیہ السلام کی تخلیق کا واقعہ ہے، اللہ تعالیٰ نے لَا اعلیٰ کے سامنے پہلے اس کو ڈکھلایا، انھوں نے اس کو بے ضرورت بتایا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو مصلحت میرے پیش نظر ہے اس کو تم نہیں جانتے، پھر شیطان نے سجدہ سے انکار کیا، اور اس نے اپنی بکواس کی، یہ رد و کد عالم بالا میں ماضی میں ہو چکی ہے۔

(۱) ہو کا مرجح توحید ہے (۲) الملا: سردار، مراد مقرب فرشتے ہیں (۳) الا اعلیٰ: بالا، اور لَا اعلیٰ کے مقابل لَا سافل ہے، یعنی ایوان زیریں، آسمانی فرشتے لَا اعلیٰ اور زمینی فرشتے لَا سافل ہیں، یا آسمانی فرشتوں ہی کی دو قسمیں ہیں، مقررین بارگاہ لَا اعلیٰ ہیں اور عام آسمانی فرشتے لَا سافل ہیں (۴) اختصام کا ترجمہ کرتے ہیں: بھگڑنا، یہ ترجمہ صحیح ہے، مگر اس سے ذہن مار چٹائی کی طرف یا کم از کم گالی گلوچ کی طرف جاتا ہے، جبکہ اس کا مفہوم: رد و قدح، اور بحث و تکرار ہے، لَا اعلیٰ کا اختصام اسی معنی میں ہے، اس لئے میں نے ڈس کس (بحث و تکرار) انگریزی لفظ استعمال کیا ہے، یہ لفظ اب لوگوں میں رائج ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ نے جتہ اللہ الباقہ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جو فیصلے زمین میں نازل ہوتے ہیں وہ پہلے ملا اعلیٰ کے پاس پہنچتے ہیں، وہاں بحث و تکرار ہو کر اس کی تفصیلات طے ہوتی ہیں، پھر وہ کام متعلقہ کارکنوں کو سپرد کیا جاتا ہے، سورۃ الدخان (آیت ۴) میں ہے کہ ایک بابرکت رات میں ہر حکمت بھرا معاملہ اللہ کے حکم سے طے ہوتا ہے، یہ حکمت بھرا معاملہ شب قدر میں ملا اعلیٰ کے اجتماع میں طے ہوتا ہے۔

اسی طرح جب سلسلہ نبوت جاری تھا تو مختلف زمانوں میں جو شرعیتیں نازل ہوئی ہیں، وہ بھی پہلے ملا اعلیٰ میں آکر ٹھہرتی ہیں، پھر وہاں سے انبیاء پر نازل ہوتی ہیں، جیسے بجلی گھر سے بجلی آکر پہلے پاور ہاؤس میں جمع ہوتی ہے، پھر وہاں سے سپلائی ہوتی ہے (رحمۃ اللہ الواسعہ: ۲۰۹:۱)

اسی سنت کے مطابق جب خاتم النبیین ﷺ کا دور آیا تو پہلے ملا اعلیٰ میں طے پایا کہ کیا احکام کس ترتیب سے نازل کرنے ہیں؟ روایات میں ہے کہ پورا قرآن یکبارگی شب قدر میں سائے دنیا پر اتارا گیا، پھر وہاں سے تھوڑا تھوڑا ۲۳ سال میں زمین پر اتارا گیا، اسی اجتماع میں طے کیا گیا کہ توحید کی دعوت سب سے پہلے دی جائے، کیونکہ وہ اصل الاصول ہے، پھر نبی ﷺ کو نبوت سے سرفراز کیا گیا اور سب سے اہم یہی دعوت اتاری گئی، مشرکین نے اس سے روگردانی کی، پس نبی ﷺ کی زبان مبارک سے کہا گیا کہ مجھے کچھ معلوم نہیں تھا کہ ملا اعلیٰ میں بحث ہو کر کیا طے پایا ہے، مجھے توحی سے اطلاع ملی ہے کہ سب سے اہم توحید ہے اور مجھے حکم ملا ہے کہ میں اسے خوب کھول کر بیان کروں۔

آیات پاک: — کہو: میں تو پس ڈرانے والا ہوں، اور کوئی معبود نہیں مگر یگانہ غالب اللہ تعالیٰ، جو پروردگار ہیں آسمانوں کے، زمین کے اور درمیانی چیزوں کے، جو زبردست بڑے جتنے والے ہیں، کہو: وہ (توحید) بڑی (اہم) خبر ہے، جس سے تم روگردانی کر رہے ہو، مجھے ایوان بالا کے بارے میں کچھ خبر نہیں تھی جب وہ ڈس کس کر رہے تھے، میری طرف صرف اس بات کی وحی جاتی ہے کہ میں صاف ڈرانے والا ہوں — جو حکم ملتا ہے وہی پہنچاتا ہوں۔

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ۝۱۰ فَاِذَا اسْوٰیۡتُهُ وَاَنْفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سٰجِدِیْنَ ۝۱۱ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّہُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝۱۲ اِلَّاۤ اِبْلِیْسَۤیْۤ اَسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ۝۱۳ قَالَ یٰۤاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیْدَیْؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعٰلِیْنَ ۝۱۴ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْہٗ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِیْنٍ ۝۱۵ قَالَ فَاخْرِجْہَا مِنْہَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ ۝۱۶ وَاِنَّ عَلَیْكَ لَعْنَتِیْۤ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ۝۱۷ قَالَ رَبِّ

فَأَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۖ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ۖ إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ۖ
 قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَا غُيُوبَ لَهُمْ أَجْمَعِينَ ۖ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ۖ قَالَ فَالْحَقُّ ۖ
 وَالْحَقُّ أَقُولُ ۖ لَا مَلَكَيْنِ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ ۖ قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ
 عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ ۖ إِنَّ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ۖ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَأَهُ
 بَعْدَ حِينٍ ۖ

۵۴۳

اِذْ قَالَ	جب کہا	الْمَلٰٓئِكَةُ	فرشتوں نے	وَمِنَ الْعَالَمِينَ	بڑے درجہ والوں میں
رَبُّكَ	تیرے رب نے	كُلُّهُمْ	ساروں نے	قَالَ	کہا اس نے
لِلْمَلٰٓئِكَةِ	فرشتوں سے	اَجْمَعُونَ ^(۳)	سب نے	اَنَا خَيْرٌ	میں بہتر ہوں
اِنِّیْ	بے شک میں	اِلَّا اِنۡلِیْسَ	مگر ابلیس نے	وَقِنۡهُ	اس سے
خَالِقٌ	پیدا کرنے والا ہوں	اَسْتَکْبِرُ	گھمنڈ کیا اس نے	خَلَقْتَنِيْ	پیدا کیا آپ نے مجھے
بَشَرًا	انسان کو	وَكَانَ	اور ہو گیا وہ	مِّنۡ نَّارٍ	آگ سے
مِّنۡ طِیۡنٍ	مٹی سے	وَمِنَ الْکٰفِرِیۡنَ	کافروں میں سے	وَخَلَقْتُهُ	اور پیدا کیا آپ نے اس کو
فَاِذَا	پس جب	قَالَ	فرمایا	مِّنۡ طِیۡنٍ	مٹی سے
سَوَّیْتُهُ	ٹھیک بتالوں اس کو	بِاِیۡلِیۡسَ	اے ابلیس	قَالَ	فرمایا
وَنَفَخْتُ	اور پھونکوں میں	مِمَّا مَّعَكَ	کس چیز نے روکا تجھ کو	فَاخْرُجْ	پس نکل جا تو
رَفِیۡہُ	اس میں	اَنۡ تَسْجُدَ	سجدہ کرنے سے	وَمِنۡہَا	اس (آسمان) سے
وَمِنۡ دُوۡحِیٍّ ^(۱)	میری روح سے	لِمَا خَلَقْتُ	جس کو پیدا کیا میں نے	وَاِنَّكَ	پس بے شک تو
فَقَعُوۡا اِلَیْہِ ^(۲)	پس گر پڑو اس کے لئے	رَبِّکَیۡ	میرے دونوں ہاتھوں سے	رَجِیۡمٌ	مردود ہے
سَیۡجِدُوۡنَ	سجدہ کرتے ہوئے	اَسْتَکْبَرْتُ ^(۳)	کیا گھمنڈ کیا تو نے	وَاِنَّ عَلَیۡکَ	اور بے شک تجھ پر
فَسَجَدَ	پس سجدہ کیا	اَمۡرُکُنۡتَ	یا ہے تو	اَعَتٰی	میری پھٹکار ہے

(۱) روحی میں اضافت تشریف (دلیلیو بڑھانے) کے لئے ہے، (۲) قَعُوا: وقوع سے امر، اصل میں اَوْقَعُوا تھا (۳) کلہم:

الملائکہ کی تاکید، اور اجمعون: تاکید کی تاکید۔ (۳) اُسْتُکْبِرْتُ: ہمزہ استفہام، اور ہمزہ وصلی محذوف ہے۔

إِلَىٰ يَوْمِ الْآخِرِينَ قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ كَانَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ	دن تک جراث کے کہا اس نے اے رب! پس ڈھیل دے مجھے دن تک اٹھائے جائیں وہ فرمایا پس بے شک تو ڈھیل دیے ہو گے	فَبِعِزَّتِكَ لَأُغَوِّيَهُمْ أَجْمَعِينَ إِلَّا عِبَادَكَ وَمِنْهُمْ الْمُخْلِصِينَ قَالَ فَالْحَقُّ ^(۱) وَالْحَقُّ ^(۲) أَقُولُ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبْعَكَ	پس آپ کی عزت کی قسم! ضرور گمراہ کروں گا میں ان کو سبھی کو مگر آپ کے بندے ان میں سے چنیدہ فرمایا پس سب بات اور سب بات ہی کہتا ہوں میں ضرور بھروں گا میں دوزخ کو تجھ سے اور ان سے جو تیری پیروی کریں	مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ مَّا أَسْأَلُكَ عَلَيْهِ وَمِنْ أَجْرٍ وَمَا آتَا وَمِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ لَنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ وَلَتَعْلَمَنَّ أَسْأَلُكَ بَعْدَ جَنَّةٍ	ان میں سے سبھی کو کہا اس نے تمہیں مانگتا میں تم سے اس پر کوئی بدلہ اور نہیں ہوں میں پناہ کرنے والوں میں سے نہیں ہے وہ مگر نصیحت جہانوں کے لئے اور ضرور جان لو گے تم اس کی خبر ایک وقت کے بعد
---	---	---	--	---	--

تخلیقِ آدمؑ کے وقت فرشتوں کی رد و کد اور شیطان کی بک بک جھک جھک

سوال: فرشتوں کی رد و کد کا تو ذکر نہیں؟ جواب: اشارہ ہے، صراحت سورۃ البقرۃ (آیت ۳۰) میں ہے، اور یہاں صراحت اس لئے نہیں کی کہ ملائکہ نے سر تسلیم خم کر لیا تھا، اور ابلیس نے نہیں کیا تھا اس لئے اس کا تفصیل سے تذکرہ کیا۔ ارشاد فرماتے ہیں: — (یاد کرو) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا: بے شک میں مٹی سے ایک انسان کو بنانے والا ہوں — اس میں فرشتوں کی تکرار کی طرف اشارہ ہے — پس جب میں اس کو ٹھیک بنالوں، اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کے آگے سجدہ میں گر پڑنا — یہ سجدہ رام ہونے کا رمز تھا — پس سارے کے (۱) الحق: مبتدا اور لامعلن خبر، اس سے پہلے قولی محذوف (۲) الحق: اقول کا مفعول بہ، تقدیم سے حصر پیدا ہوا، اور الحق اقول: جملہ متر ہے، قول اور مفعول کے درمیان۔

سارے فرشتوں نے سجدہ کیا، مگر ابلیس نے نہیں کیا۔ ابلیس جنات میں سے تھا (الکہف ۵۰) اور سجدہ کا حکم ساری زمینی مخلوق کو تھا، کیونکہ آدم علیہ السلام کو زمین میں نائب بنایا جا رہا تھا، پس کارخانہ کے سارے ملازمین سرینڈر کریں گے تبھی منیجر کارخانہ چلا سکے گا؟ اور فرشتوں کا ذکر اشرف المخلوق ہونے کی وجہ سے کیا ہے۔ اور ابلیس کے علاوہ باقی جنات نے سجدہ کیا تھا۔ وہ غرور میں آگیا، اور کافروں میں سے ہو گیا!

فرمایا: اے ابلیس! اس چیز نے تجھ کو روکا سجدہ کرنے سے اس کو جس کو میں نے دونوں ہاتھوں سے بنایا۔ یہ اضافت بھی تشریف کے لئے ہے، اور اللہ تعالیٰ کی نوحۃ و صفات میں سلف کا مسلک ہی اتوی و احوط ہے (فوائد)۔ کیا غرور میں آگیا تو یا تو بڑے درجہ والوں میں سے ہے؟ اس نے کہا: میں اس سے بہتر ہوں، مجھے آپ نے آگ سے پیدا کیا ہے، اور اس کو مٹی سے پیدا کیا۔ یعنی میں عالی مرتبہ ہوں، مگر اس کی دلیل غلطی، سب انسان مٹی سے پیدا ہوتے ہیں، پھر ان میں تفاوت درجات ہے، معلوم ہوا کہ مادہ تخلیق باعث فضیلت نہیں۔ فرمایا: پس تو اُس (آسمان) سے نکل جا، کیونکہ تو مردود ہو گیا، اور بے شک تجھ پر میری لعنت ہے قیامت کے دن تک۔ کہا اس نے: اے میرے رب! پس مجھ کو مہلت دے قیامت کے دن تک۔ فرمایا: پس بے شک تو مہلت دیئے ہوؤں میں سے ہے معلوم وقت کے دن تک۔ پہلی مرتبہ صور چوکے جانے تک۔ کہا اس نے: پس آپ کی عزت کی قسم! میں ضرور ان سب کو گمراہ کر دوں گا، مگر ان میں سے آپ کے چندہ بندے۔ مستثنیٰ ہیں، وہ میرے پھندے میں نہیں آئیں گے۔

فرمایا: پس سچی بات۔ اور سچی بات ہی میں کہتا ہوں۔ ضرور بھروں گا میں دوزخ کو تجھ سے اور ان میں سے جو تیری پیروی کریں سبھی سے! (قصہ پورا ہوا)

سورت کی آخری آیات: یاد ہوگا: سورت کا موضوع مسئلہ رسالت ہے، پس اسی پر سورت ختم کرتے ہیں۔ کہہ: نہیں مانگتا میں تم سے اُس (تبلیغ) پر کچھ معاوضہ، اور نہیں ہوں میں بناوٹ کرنے والوں میں سے۔ یعنی خواہ مخواہ اپنی طرف سے بات بنا کر نہیں کہتا۔ اور نہیں ہے وہ (قرآن) مگر نصیحت جہانوں کے لئے! اور ضرور تمہیں معلوم ہو جائے گی اس کی خبر ایک وقت کے بعد۔ یعنی قرآن نے اسلام کی سر بلندی کی جو بات کہی ہے اس کے واقعہ بننے کے لئے تھوڑا انتظار کرو۔

اِنَّا نَحْنُ ۙ (۲۹) سُوْرَةُ الزَّمْرِ مَكِّيَّةٌ (۵۹) وَعَلَّامٌ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ ۝ اِنَّا اَنْزَلْنٰ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّیْنَ ۝ اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ۚ وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِیَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقْرِبُوْنَا اِلَی اللّٰهِ زُلْفٰی ۚ اِنَّ اللّٰهَ یُكَلِّمُ بَیْنَهُمْ فِی مَا هُمْ فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ۚ لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّا صُفِیَ مِنْهَا یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۚ سُبْحٰنَهُ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝

تَنْزِیْلُ	بتدریج اتارنا	لہ	اس کے لئے	اے اللہ	اللہ تعالیٰ سے
الْكِتٰبِ	قرآن کا	الَّذِیْنَ	وہ (عبادت) کو	زُلْفٰی	مرتبہ (درجہ) میں
مِنَ اللّٰهِ	اللہ کی طرف سے ہے	اَلَا	سنو	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ
الْعَزِیْزِ	زبردست	یَلُوْ	اللہ کے لئے ہے	یُكَلِّمُ	فیصلہ کریں گے
الْحَكِیْمِ	حکمت والے	الدِّیْنَ	دین	بَیْنَهُمْ	ان کے درمیان
اِنَّا	بے شک ہم نے	الْخَالِصُ	خالص	فِیْ مَا	اس میں جو
اَنْزَلْنٰ	اتاری	وَالَّذِیْنَ	اور جنہوں نے	هُمْ فِیْهِ	وہ اس میں
اِلَيْكَ	آپ کی طرف	اتَّخَذُوْا	بنائے	یَخْتَلِفُوْنَ	اختلاف کرتے ہیں
الْكِتٰبِ	یہ کتاب	مِنَ دُوْنِهٖ	اس سے دُورے	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ
بِالْحَقِّ	(دین) حق کے ساتھ	اَوْلِیَاءَ	کارساز (حمایتی)	لَا یَهْدِیْ	راہ نہیں دیتے
فَاعْبُدِ	پس عبادت کر	مَا نَعْبُدُهُمْ	نہیں عبادت کرتے ہم اکی	مَنْ هُوَ	اس کو جو وہ
اللّٰهُ	اللہ کی	اِلَّا	مگر	كٰذِبٌ	جھوٹا ہے
مُخْلِصًا	خالص کر کے	لِيُقْرِبُوْنَا	تا کہ نزدیکی میں وہ ہیں	كَفَّارٌ	بڑا ناشکرا

لَوْ أَرَادَ	اگر چاہے	لَا ضَلَطُّی	(تو) ضرور پہنچے	مُبِیْحُنْکَ	وہ (اولاد) پاک ہیں
اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	وَمِنَّا	ان میں سے جن کو	هُوَ اللَّهُ	وہ (محبوب) اللہ ہیں
أَنْ يَنْخَلِعَ	کہ بنائیں	يَخْلُقُ	پیدا کرتے ہیں وہ	الْوَاحِدُ	یگانہ
وَكُنَّا	اولاد	مَا يَنْظُرُ	جس کو چاہے ہیں	الْقَهَّارُ	بڑے زور والے

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان، بڑے رحم والے ہیں

رابطہ: اس سورت کا موضوع توحید اور اس سے تعلق رکھنے والی بات یعنی قرآن کریم ہے، گزشتہ سورت کا موضوع رسالت تھا، اور وہ دلیل رسالت (قرآن) کے ذکر پر ختم ہوئی تھی، یہ سورت اسی کے بیان سے شروع ہو رہی ہے۔

اس سورت کے نزول کا نمبر ۵۹ ہے، یہ سورت ہے اور حوامیم سے پہلے والی سورت ہے، آگے سات سورتیں آ رہی ہیں جو حتم سے شروع ہوئی ہیں، پھر ان کے بعد سورۃ محمد آئے گی، یہ حوامیم اور آگے پیچھے کی ایک ایک سورت حفظ و فہم کے اعتبار سے اور مضامین کے تنوع کے اعتبار سے اہم ہیں، ان کو بار بار پڑھنے کی تاکید آئی ہے اور مضامین بھی بغور پڑھنے چاہئیں۔

ارشاد فرماتے ہیں: — یہ کتاب (قرآن) زبردست حکمت والے اللہ کی طرف سے تھوڑی تھوڑی اتاری جا رہی ہے — کتاب میں الف لام عہدی ہے، ہر اواخر آیت کریم ہے۔ تنزیل (باب تفہیم) کے معنی میں تدریج ہے۔

مقصد تنزیل: دین کی تعلیم ہے — بے شک ہم نے اس کتاب کو آپ پر وحی حق پر مشتمل نازل کیا ہے — بالحق کی باء مصاحبت (ملاہست) کے لئے ہے، اور الحق کا موصوف محمدؐ ہے، اور صفت: موصوف کے قائم مقام ہے، اور وہ موصوف اللہین ہے ای مُتَلَبِّسًا / مُصَاحِبًا بِاللَّهِ الْحَقِّ، اس کا ترجمہ 'مشتمل' کیا ہے یعنی قرآن بھیجے کا مقصد لوگوں کو دین حق کی تعلیم دینا ہے، یہ کتاب دین حق (اسلام) کی تعلیمات پر مشتمل ہے۔

دین اسلام کی بنیادی تعلیم: توحید ہے — پس آپ اللہ کی عبادت کریں، اس کے لئے دین (عبادت) کو خالص کر کے — مُخْلِصًا: اُغْبَدَ کے فاعل سے حال ہے..... اور لفظ اللہین: لفظ عبادت سے عام ہے، مفسرین خاص معنی مراد لیتے ہیں، مگر اس کی ضرورت نہیں، مکمل دین پیور (Pure) ہونا چاہئے، اس میں کوئی آمیزش نہیں ہونی چاہئے، پس عبادت بھی پیور اللہ کی ہونی چاہئے۔

نحی الخالص دین (عبادت) مقبول نہیں: — سنو اللہ کے لئے خالص دین ہے — یعنی مخلص دین (عبادت) اللہ مقبول نہیں کرتے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: اَنَا اُغْنِي الشُّرَكَاءَ: میں بھاگی داروں میں سب سے زیادہ بے نیاز ہوں، یعنی میری جو عبادت بھاگی داری میں کی گئی ہے، میرے علاوہ کو اس میں شریک کیا ہے: مجھے اس کی ضرورت

نہیں، نہ میرے پاس اس کا صلہ ہے۔ لے جاؤ اس کو اس شریک کے پاس، اور لے لو اس سے بدلہ! — پس دین میں اخلاص ضروری ہے، عقائد: اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد سے ہٹے ہوئے نہ ہوں، عبادات میں دکھلا نا شامل نہ ہو، اور معاملات میں کوئی دنیوی غرض نہ ہو، صرف اللہ کی خوشنودی اور دین پر عمل کرنا پیش نظر ہو تو ہی دین خالص ہے، اور وہی اللہ کے یہاں مقبول ہے۔

مشرکوں کی دو غلط فہمیاں

مشرک جن صورتوں کی پرستش کرتے ہیں وہ دو طرح کی ہیں: نیک بندوں کے پیکر اور فرشتوں کی صورتیں، اول کی عبادت ان کے خیال میں اس لئے ضروری ہے کہ وہ وسیلہ قُرب ہیں، اور ثانی کی اس لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ کی بیٹیاں ہیں، اور باپ کی طرح اولاد کی عبادت بھی ضروری ہے — مشرکوں کے یہ دونوں خیال غلط ہیں۔

پہلا خیال: اس لئے غلط ہے کہ وہ جھوٹ ہے، اللہ کی نزدیکی حاصل کرنے کے لئے وسائل کی ضرورت نہیں، ایمان اور عمل صالح سے اللہ کی نزدیکی حاصل ہوتی ہے — پھر اس میں مجبور حقیقی کی بڑی ناشکری بھی ہے، پیدا کیا اللہ نے، پالا پوسا اس نے، اور سر نیاز جھکا دیا کسی اور کی چونکھت پر، یہ کیسے جاکز ہو سکتا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: — اور جن لوگوں نے اللہ سے ورے کا رساز (حمایتی) بنائے — اولیاء ولی کی جمع ہے، اس کے معنی ہیں: دوست، اور اللہ کے دوست انبیاء اور صلحاء ہیں، اس لفظ میں مشرکین کے پہلی قسم کے معبودوں کی طرف اشارہ ہے، جیسا کہ اگلی آیت میں لفظ ولد سے دوسری قسم کے معبودوں کی طرف اشارہ ہے — (وہ کہتے ہیں:) ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ سے نزدیک کریں — ان کا یہ قول غلط ہے: — بے شک اللہ تعالیٰ ان کے درمیان اس بات کا فیصلہ کریں گے جس میں وہ (خفیہ سے) اختلاف کرتے ہیں — پیغمبر کہتے ہیں: اولیاء کی پرستش جائز نہیں، مشرکین کہتے ہیں: ضروری ہے، اس اختلاف میں اللہ تعالیٰ فیصلہ فرماتے ہیں، سنو! — بے شک اللہ تعالیٰ راہ نہیں دیتے اس کو جو جھوٹا بنا نا شکر ہے! — کاذب میں ایک رو ہے اور کھفار میں دوسرا، علاوہ ازیں آیت میں یہ بات بھی ہے کہ جس نے دل میں شان لی ہو کہ کبھی سچی بات نہیں مانتی، جھوٹ ہی پر ہمیشہ اڑا رہنا ہے، حقیقی منعم کو چھوڑ کر جھوٹے محسنوں کی نیاز بھرنی ہے: اللہ کی عادت یہ ہے کہ ایسوں کو اللہ تعالیٰ کامیابی کی راہ نہیں دیتے۔

دوسرا خیال: کہ فرشتوں کی عبادت ضروری ہے، وہ اللہ کی بیٹیاں ہیں، پس باپ کی طرح اولاد کی پرستش بھی ضروری ہے: یہ خیال چار وجوہ سے غلط ہے:

پہلی وجہ: اگر اللہ تعالیٰ اولاد دینا چاہتا ہے تو اپنی مخلوق (پیدا کی ہوئی چیزوں) میں سے کسی کو اولاد دینا نہیں گے، جبکہ

اولاد دوسرا دیتا ہے، پھر اللہ ہی کی مخلوق اللہ کی اولاد کیسے ہو سکتی ہے؟ — اس وجہ کا بیان معماً یخلق میں ہے۔

دوسری وجہ: اللہ کی مخلوقات میں بڑی بڑی چیزیں ہیں: عرش، آسمان، زمین، سورج، چاند، تارے اور پہاڑ عظیم مخلوقات ہیں، پس اگر اللہ کو اولاد دینا ہی ہوتی تو کسی بڑی مخلوق کو بناتے، یہ کیا بات ہے کہ لڑکیوں کو اپنا جو ضعیف مخلوق ہے، جس کو تم بھی پسند نہیں کرتے، یہ تو نہایت نامحقوق بات ہے — اس وجہ کا بیان معما یشاء میں ہے۔

تیسری وجہ: اولاد باپ کی، ہم جنس ہوتی ہے، ناجنس اولاد بڑا عیب ہے، اور اللہ عیوب سے پاک ہیں، پس اگر اللہ کی اولاد ہوگی تو وہ بھی قدیم اور معبود ہوگی، پس تو حید گاؤں خورد ہو جائے گی، جبکہ تمام مذاہب بڑا خدا ایک ہی کو مانتے ہیں، مشرکین بھی اللہ کو بڑا مانتے ہیں، مورتیوں کو منہ: اللہ سے ورے یعنی چھوٹے خدا مانتے ہیں، اور اللہ کی اولاد تو اللہ کے برابر ہوگی، ورنہ وہ ہم جنس نہ ہوگی — اس وجہ کا بیان الواحد میں ہے یعنی معبود صرف اللہ ہیں جو یگانہ ہیں، ان کے ساتھ نہ کوئی قدیم ہے نہ معبود!

چوتھی وجہ: اولاد کی ضرورت ضعیف کو ہوتی ہے، تاکہ بوڑھا بچے میں ہاتھ بٹائے اور سہارا بنے، اور اللہ تعالیٰ تو بڑے زور والے ہیں۔ ان کو نہ کسی کی مدد کی ضرورت ہے نہ سہارے کی، پھر ان کو اولاد کی کیا حاجت ہے — اس وجہ کا بیان القہار میں ہے۔

آیت پاک: اگر اللہ چاہے کہ اولاد دینا لیں تو وہ مخلوق سے جس کو چاہے منتخب فرماتے، وہ (اولاد سے) پاک ہیں وہ (معبود) اللہ یگانہ بردار ہے۔

خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يَكُونُ اللَّيْلُ عَلَى النَّهَارِ وَيَكُونُ النَّهَارُ عَلَى اللَّيْلِ
وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۖ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ خَلَقَكُمْ
مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَأَنزَلَ لَكُمْ مِنَ الْأَنْعَامِ ثَمَنِينَ ۚ أَنْوَاجٌ
يَعْلَقُكُمْ فِي بُطُونٍ ۚ أَمْ أَهْلَكُكُمْ خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ ۚ ذَلِكُمُ اللَّهُ
رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ فَآتِ نَصْرَفُونَ ۝

خَلَقَ	پیدا کیا	وَالْأَرْضَ	اور زمین کو	يَكُونُ	ہوتا ہے (داخل کرتا ہے)
السَّمَوَاتِ	آسمانوں کو	بِالْحَقِّ ^(۱)	خاص مقصد سے	اللَّيْلُ	رات کو

(۱) الحق کے اصل معنی ہیں: الامر الطامت: واقعی بات، جو اعتبار معتبر کے تابع نہ ہو، پھر اس کے مختلف مظاہر ہیں، یہاں تخلیق ارض و سماء کا خاص مقصد مراد ہے، اور وہ ہے انسان کی مصلحت: کائنات انسان کی غرض سے بنائی گئی ہے۔

عَلَى النَّهَارِ وَيُكَيِّدُ النَّهَارَ عَلَى الْآيِلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلُّ يَجْبِرِي لِكُلِّ مُسْمِي أَلَا هُوَ الْعَزِيزُ	دن پر اور لپیٹتا ہے دن کو رات پر اور کام میں لگایا سورج کو اور چاند کو ہر ایک چلتا ہے مدت کے لئے مقرر سنو وہ زبردست	الْفَعَّارُ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَأَنزَلَ ^(۱) لَكُمْ مِنْ أَلَانَعْلَمِ تَمْيِيزَةً أَزْوَاجَ يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ	بڑا بخشنے والا ہے پیدا کیا تم کو نفس سے ایک پھر بنایا اس سے اس کا جوڑا اور اتارا تمہارے لئے پالتو چوپایوں سے آٹھ قسموں کو پیدا کرتا ہے تم کو پیٹوں میں	أَمْهَاتِكُمْ خَلَقًا مِنْ بَعْدِ خَلْقِ فِي ظُلُمٍ ثَلَاثِ ذِكُّكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمَلَكُ لَا إِلَهَ لَا إِلَهَ هُوَ فَأَنزَلَ تَصَرُّفُونَ	تمہاری ماؤں کے پیدا کرنا میں بے شک خلق پیدا کرنے کے بعد تاریکیوں میں تین وہ اللہ تمہارا پروردگار ہے اس کے لئے حکومت ہے کوئی معبود نہیں مگر وہ پس کہاں پھرائے جا رہے ہوتے؟
---	--	--	---	---	--

توحید (ایک معبود ہونے) کی دلیل

اوپر کی دو آیتوں میں ردِ اشراک تھا، یعنی اللہ کا کوئی شریک نہیں، نہ انبیاء نہ اولیاء نہ ملائکہ، اب دو آیتوں میں توحید کا بیان ہے، اگر لوگ نفس و آفاق میں غور کریں تو وہ یہ حقیقت پاسکتے ہیں کہ:

۱- اللہ نے آسمان و زمین کا کارخانہ خاص مقصد سے پیدا کیا ہے، اور وہ مقصد انسان کی مصلحت ہے، انسان کو پیدا کرنا مقصود تھا اس لئے پہلے سے یہ گہر سایا ہے، تاکہ انسان اس میں آباد ہو [البقرہ آیت ۲۹]

۲- پھر اللہ نے وقت کو دو حصوں میں تقسیم کر کے شب و روز بنائے، جن کو بارہ گھنٹوں میں بدلتے ہیں، اگر رات ہی

(۱) نفس سے انسان کا نفس نامقصد مراد ہے، یہی انسان کی نوع ہے، جس کو نر و مادہ میں تقسیم کیا ہے، یہی حال تمام انواع کا ہے، جیسے انعام (پالتو چوپایوں) کی انواع اربعہ کو نر و مادہ میں تقسیم کیا تو ثنائیہ ازواج بن گئیں۔ (۲) انزل بمعنی خلق ہے، جیسے: ﴿وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ﴾ ہم نے لوہے کو پیدا کیا [الحديد ۲۵] لوہا زمین میں پیدا ہوتا ہے۔

رات رتی تو ہر چیز ٹھہر جاتی، اور دن ہی دن رہتا تو ہر چیز جھلس جاتی، اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے رات دن کا نظام بنایا تاکہ انسان دنیا میں آرام سے رہ سکے۔

۳- چاند سورج کے گردش لیل و نہار کے علاوہ اور بھی مقاصد ہیں، انہی سے غذائیں پکتی ہیں، پھلوں میں مٹھاس پیدا ہوتی ہے، سمندر سے بھاپ اٹھتی ہے، جو بادل بن کر برسی ہے، چاند سورج کا یہ نظام اتنا مضبوط بنایا ہے کہ لمحہ بھر کا فرق نہیں پڑتا، یہ نظام اللہ تعالیٰ جب تک چاہیں گے چلتا رہے گا۔

۴- پھر جب وقت آیا تو اللہ نے انسان کو پیدا کیا، انسان بھی دیگر انواع کی طرح ایک نوع ہے، اس کا نفس: نفس ناطقہ کہلاتا ہے، اس کو دوصفوں میں تقسیم کر کے مرد و زن بنائے، اور دونوں سے نسل چلائی جس سے زمین آباد ہو گئی۔

۵- پھر انسان کے گزارے کے لئے قریبی سبب پالتو جانور بنائے، اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری کو جنم دیا، یہ جانور نوعیں ہیں، پھر ان کی صفیں بنائیں تو آٹھ قسمیں ہو گئیں، چونکہ زراور مادہ کے مستقل فوائد ہیں اس لئے ان کو الگ الگ شمار کیا، یہ انسان کے گزارے کا قریبی سبب ہیں، ان کے دودھ، گوشت اور اون وغیرہ سے انسان کی زندگی کا گہرا تعلق ہے۔

۶- اب خود انسان کی تخلیق پر غور کریں، مرد و زن کے ماڈے پر دانی میں بیج پختے ہیں، وہاں تین اندھیروں میں مختلف احوال سے گزار کر اللہ تعالیٰ اشرف المخلوقات انسان بناتے ہیں۔

یہی اللہ انسانوں کے پروردگار ہیں، اور انھوں نے کائنات کا اختیار کسی کو نہیں دیا، بلکہ خود کائنات کے مالک ہیں، ملک و سلطنت انہی کی ہے، پھر ان کے علاوہ کون معبود ہو سکتا ہے؟ وہی ایک اللہ معبود ہیں، عبادت انہی کے لئے سزاوار ہے، پھر گروہنت لوگوں کو کدھر پھیر رہے ہیں؟

آیات پاک مع تفسیر: — اللہ نے آسمانوں اور زمین کو خاص مقصد سے پیدا کیا ہے — یعنی انسان کی مصلحت سے پیدا کیا ہے — وہ رات کو دن پر لپیٹتا ہے، اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے — سورج غروب ہوتا ہے تو مشرق کی طرف سے رات پھیلتی چلی آتی ہے اور گھنٹہ بڑھ گھنٹہ میں رات چھا جاتی ہے، اسی طرح دن کی روشنی تاریکی کی چادر کو پھاڑ کر رکھ دیتی ہے، یعنی اللہ نے شب و روز کا نظام بنایا، وہ ان کو بدلتے رہتے ہیں — اور کام میں لگایا سورج اور چاند کو، ہر ایک وقت مقرر تک چلتا رہے گا — یعنی یہ گردش لیل و نہار ایک دن ختم ہو جائے گی — سنا ہے اودہ زبردست بڑا بخشنے والا ہے — یعنی اللہ نے اپنی زبردست قدرت سے یہ نظام قائم کیا ہے اور تمام رکھا ہے، اور لوگوں کی شرارتوں سے اس کو درہم برہم نہیں کرتا، کیونکہ وہ بڑا درگزر کرنے والا ہے۔

اس نے تم کو ایک نفس سے پیدا کیا — حیوانات کی ہر نوع کا نفس جدا ہے، اور چونکہ انسان کی ماہیت حیوان ناطق

ہے، اس لئے اس کے نفس کو نفسِ ناطقہ کہتے ہیں، جیسے گدھے کا نفس: نفسِ بلیغہ اور گھوڑے کا نفس: نفسِ صلبہ کہلاتا ہے، اور یہ سب نفوس: نفسِ الامر میں محقق ہیں، اسی میں سے افراد ابھرتے بنتے ہیں، جیسے پانی میں سے بلبلا اٹھتے ہیں، پھر ٹوٹ کر اسی میں مل جاتے ہیں، مگر یہ بات کہنی مقصود نہیں، مقصود اگلی بات ہے: — پھر اس سے اس کا جوڑا بنایا — یعنی عورت بھی مرد کی، ہم جنس ہے، پھر دونوں سے نسلِ انسانی چلائی — تمام انسان بشمول آدم و حوا علیہما السلام ایک نفسِ ناطقہ سے پیدا کئے گئے ہیں، رہے ابدان تو قرآن میں صراحت ہے کہ آدم علیہ السلام کا پتلا مٹی سے بنایا تھا، اور دادی کا بدن کس طرح بنایا تھا؟ اس کی قرآن میں صراحت نہیں، البتہ حضرت محمد باقر رحمہ اللہ (جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں) فرماتے ہیں: خُلِقَتْ حَوَاءُ مِنْ بَقِيَّةِ طِينَةِ آدَمَ: جس مٹی سے آدم علیہ السلام کا پتلا بنایا تھا، اس کی باقی مٹی سے دادی کا پتلا بنایا ^(۱) — اور قرآن کا مقصد تخلیقِ نساء کا بیان نہیں، بلکہ یہ بیان کرنا ہے کہ مرد و زن سے انسان کی نسل پھیلی ہے۔

اور پیدا کیں تمہارے لئے پالتو چوپایوں کی آٹھ قسمیں (زروادہ) — جو انسان کی معاش کا سبب قریب ہیں — وہ پیدا کرتے ہیں تم کو تمہاری ماؤں کے بیٹوں میں ایک کیفیت کے بعد دوسری کیفیت میں، تین تاریکیوں میں — ایک پیٹ کی تاریکی، دوسری بچہ دانی کی، تیسری اس بھلی کی جس کے اندر بچہ ہوتا ہے، جس کو عربی میں مَشِيمَة اور اردو میں نال کہتے ہیں، وہ ایک آنت کے ذریعہ بچہ کی ناف سے جڑی ہوئی ہے، پیدائش پر اس کو کاکٹ کر جدا کر دیتے تھے، پھر وقفہ کے بعد وہ گر جاتی ہے، اور اس کو دفن کر دیتے ہیں — بچہ دانی میں نطفہ سات مراحل سے گذرتا ہے، جس کا تذکرہ سورۃ المؤمنون کے پہلے رکوع میں ہے۔

یہی اللہ تمہارے پروردگار ہیں — رب: اس ہستی کو کہتے ہیں: جو کسی چیز کو عدم سے وجود میں لائے، پھر اس کی بقاء کا سامان کرے، پھر بتدریج اس کو بوجھا کر معجائے کمال تک پہنچائے، یہ تینوں کام اللہ تعالیٰ کرتے ہیں — اسی کی سلطنت ہے — اور کوئی کائنات کا مالک نہیں، پس — ان کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر تم کہاں پھیرے جا رہے ہو! — نذو نیاز لے کر کہاں جا رہے ہو، خالق وہ ہے مالک وہ ہو، پروردگار وہ ہے، پھر معبودان کے سوا کوئی اور کیسے ہو سکتا ہے؟

إِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ عَنِّي وَعَنْكُمْ مَثَلُ الْكُفْرِ وَإِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۚ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا

(۱) روح المعانی سورۃ نساء کی پہلی آیت پر حاشیہ میں یہ قول ہے، اور بخاری شریف کی حدیث خُلِقَ مِنْ جِلْعَلٍ ہر عورت سے متعلق ہے، دادی کے ساتھ خاص نہیں، اور اس میں نسوانی فطرت کی کچی کی تمثیل (بجائے بیان) ہے، پس یہی ایک حدیث صحیح ہے، باقی روایات اسرائیلی ہیں، بائبل میں جو مضمون ہے وہ روایات کے راستے تفسیروں میں آیا ہے ۱۲

كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ
دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُو إِلَيْهِ مِنْ
قَبْلُ وَجَعَلَ لِلَّهِ أَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِهِ ۚ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا ۚ إِنَّكَ
مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ۝ أَمَّنْ هُوَ قَارِئُ انِّاءِ الْيَلِّ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ
وَيَرْجُو رَحْمَةَ رَبِّهِ ۚ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۚ إِنَّمَا
يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ۝ قُلْ يُعْبَادُ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمْ ۚ لِلَّذِينَ
أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۚ وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ ۚ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ
أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

اِنْ كُفَرُوْا	اگر انکار کرو تم	وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ	یہاں اٹھانے والا	سینوں کی باتوں کو
فَاِنَّ اللّٰهَ	پس بے شک اللہ تعالیٰ	وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ	جو مجھ کو	اور جب چھوتی ہے
عَنِّيْ عَنكُمْ	بے نیاز ہیں تم سے	اَلْاِنْسَانَ ضُرٌّ	دوسرے کا	انسان کو
وَلَا يَخْشَى	اور نہیں پسند کرتے وہ	ضُرٌّ	پھر	کوئی تکلیف
اِلْعِبَادِ	اپنے بندوں کے لئے	دَعَا	تمہارے ب کی طرف	(تو) پکارتا ہے وہ
الْكُفْرِ	انکار کرنے کو	رَبِّهٖ	تمہارا الٹا ہے	اپنے رب کو
وَلَا يَنْفَكُوْا	اور اگر شکر بجالاؤ تم	مُنِيبًا	پس وہ آگاہ کریں گے تم کو	متوجہ ہو کر
بِرَحْمَةِ	(تو) پسند کرتے ہیں	اِلَيْهِ	ان کاموں سے جو	اس کی طرف
لَكُمْ	وہ اس کو	ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهُ	تم کیا کرتے تھے	پھر جب
وَلَا تَزِدُّ	تمہارے لئے	نِعْمَةً	بے شک وہ	عطا فرماتا ہے اس کو
	اور نہیں اٹھائے گا		خوب جانے والے ہیں	نعمت

(۱) تَوْضُحُ: اصل میں یروضی تھا، جواب شرط ہونے کی وجہ سے گر گئی ہے (۲) اُخْرٰی: ای نفس اُخْرٰی (۳) مَرْجِعُ: مصدر ہے۔ (۴) خَوَّلَهُ الشَّيْءَ: کسی کو ازراہ کرم کوئی چیز دینا۔

مِّنْهُ لَيَحْيِي مَآ (۱) كَانَ يَدْعُوْا لَا يَنْفَعُوْهُ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لَهُ اَنْتَادَا لِيُصَلِّ عَنْ سَبِيلِهِ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ فَلْيَنلِكْ رَاكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ اَقْنِ	اپنی طرف سے (تو) بھول جاتا ہے وہ اس کو جس کو پکارا کرتا تھا وہ اس کو پہلے اور بتاتا ہے اللہ کے لئے ہم سر تا کہ گمراہ کرے اللہ کے راستہ سے کہو فائدہ اٹھا اپنے کفر سے تھوڑا بے شک تو والوں سے آگ کے ہے کیا جو شخص	هُوَ فَاَنْتَ اَنَّا الْيَسِيْلُ سَاجِدًا وَقَالِمًا يَّعْتَذِرُ الْاٰخِرَةُ وَيُذْجُوْا رَحْمَةً رَّبِّهِ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَا نَبَا يَتَذَكَّرُ	وہ اطاعت کرنے والا ہے گھر یوں میں رات کی سجدہ کرنے والا اور کھڑا ہونے والا ڈرتا ہے آخرت سے اور امیدوار ہے مہربانی کا اپنے رب کی پوچھ گیا یکساں ہیں جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے اس کے سوا نہیں کہ صیحت پذیر ہوتے ہیں	اَوَلَوْ اَلَّاٰلِبَابِ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا اس دنیا میں حَسَنَةً وَاَرْضُ اللّٰهُ وَاِسْعٰةٌ اِنَّمَا يُوقَى الصَّٰدِقُوْنَ اَجْرُهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ	عقل والے کہہ اے میرے بندو جو ایمان لائے ڈرو اپنے رب سے (ان کیلئے) جنہوں نے نیکی کی اس دنیا میں بھلائی ہے اور زمین اللہ کی کشادہ ہے اس کے سوا نہیں کہ پورا پورا دیئے جائیں گے ممبر کرنے والے ان کا صلہ بے گنے
---	--	--	--	---	--

ہر چیز کے خالق اللہ تعالیٰ ہیں مگر پسند مختلف ہے

اہل النہ والجماعۃ کے نزدیک: ہر بات اللہ کی مشیت، ارادے اور خلق (پیدا کرنے) سے وجود میں آتی ہے، ان کے نزدیک اللہ کے علاوہ کوئی خالق نہیں، اور معتزلہ کے نزدیک نیک کام اللہ پیدا کرتے ہیں اور برائیاں انسان خود پیدا کرتا (۱) نما سے اللہ تعالیٰ مراد ہیں، عام معنی میں آتا ہے، اور ضرر بھی مراد ہو سکتا ہے۔

ہے، اور مجوسیوں کے نزدیک نیکیوں کا خالق یزداں ہے اور برائیوں کا خالق اہرمن (شیطان)

پھر اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک جو باتیں بندوں کے لئے مفید ہیں وہ اللہ کو پسند ہیں، اور جو بری ہیں وہ ناپسند ہیں، جیسے ایمان پسند ہے اور کفر ناپسند ہے، اور پسندیدہ کاموں پر وہ ثواب دیتے ہیں اور ناپسندیدہ کاموں پر سزا، کیونکہ ان کو پیدا اگرچہ اللہ تعالیٰ کرتے ہیں مگر بندوں کا کسب (اختیار کرنے) کا دخل ہوتا ہے، اس لئے کسب ثواب و عقاب کا حقدار بناتا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے:

۱- برائی کا پیدا کرنا برائیں، اس کا کسب (اختیار کرنا) برا ہے، جیسے زہر سکھیا کا پیدا کرنا برائیں، وہ تو بہت سی دواؤں میں استعمال کیا جاتا ہے، البتہ اس کا کھانا چونکہ جان لیوا ہے اس لئے برا ہے، اور کھانے والا خود کشی کا مرتکب سمجھا جاتا ہے۔ خلق اور کسب میں یہ فرق اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے۔

۲- اللہ نے انسان کو جزوی اختیار دیا ہے، کفلی اختیار نہیں دیا، کفلی اختیار اللہ کا ہے، اگر غیر اللہ کو کفلی اختیار حاصل ہو جائے تو وہ اللہ ہو جائے، قادر مطلق (کافی) صرف اللہ تعالیٰ ہیں، البتہ بندوں کو ایک حد تک اختیار دیا ہے کہ وہ جو چاہیں کسب کریں، اور جزا و سزا کے لئے کفلی اختیار ضروری نہیں، جزوی اختیار بھی کافی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے سوال کیا: بندہ مختار ہے یا مجبور؟ آپ نے فرمایا: مختار بھی ہے اور مجبور بھی! اس نے پوچھا: یہ کیسے؟ آپ نے فرمایا: کھڑے ہو جاؤ، وہ کھڑا ہو گیا، فرمایا: ایک پیر اٹھاؤ، اس نے اٹھا لیا، فرمایا: دوسرا بھی اٹھاؤ، اس نے کہا: اسے کیسے اٹھاؤں گے پڑوں گا! آپ نے فرمایا: بس اتنا تمہارا اختیار تھا، اب تم مجبور ہو گئے۔

۳- اسلامی عقیدہ ہے **وَالْقَدَرُ حَقٌّ** و **شَرُّهُ مِنْ اللَّهِ تَعَالَى**: بھلی بری تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، یعنی اللہ کی ازلی پلاننگ میں بندوں کے لئے مفید اور مضربا تیں طے کر دی گئی ہیں، عقائد ہوں یا اعمال: نافع کیا ہیں اور ضار کیا؟ سب باتیں طے کر دی گئی ہیں، مثلاً ایمان اور نکاح بندوں کے لئے مفید ہیں، اور کفر اور زنا مضربا تیں ہیں، پھر بندوں کو حکم ہے کہ وہ تقدیر الہی کی پابندی کریں، مفید باتیں اختیار کریں اور مضربا توں سے بچیں، بصورت اول وہ ثواب کے حقدار ہونگے اور بصورت ثانی سزا پائیں گے، اللہ کا اس میں نہ کچھ نفع ہے نہ نقصان، سب کچھ انسان کی بھلائی کے لئے اور اس کو حضرت سے بچانے کے لئے ہے۔

اس تفصیل کی روشنی میں آیت کریمہ پڑھیں: — اگر تم کفر کرو گے — یعنی صرف اللہ کو معبود نہیں مانو گے — تو یقیناً اللہ تعالیٰ تم سے بے نیاز ہیں — یعنی تمہارے کفر سے اللہ کا کچھ نقصان نہ ہوگا — اور وہ اپنے بندوں کے لئے کفر کو پسند نہیں کرتے — کیونکہ اس میں ان کا نقصان ہے — اور اگر تم شکر گزار بنو گے تو وہ اس کو تمہارے لئے

پسند کرتے ہیں — کیونکہ اس میں تمہارا نفع ہے — اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا — یعنی پہلی صورت میں عظیم گناہ ہوگا، جس کو قیامت کے دن خود ڈھونڈنا پڑے گا — پھر تمہیں اپنے پروردگار کے پاس لوٹ کر جانا ہے، پس وہ تمہیں آگاہ کریں گے ان کاموں سے جو تم کیا کرتے تھے، بے شک وہ دلوں کی باتوں کو بھی خوب جانتے ہیں — یعنی دوسری صورت میں تم ثواب کے حقدار بنو گے، مگر وہ ثواب کل قیامت کے دن ملے گا، جب تم ہار گاؤ خداوندی میں حاضر ہوؤ گے — رہی یہ بات کہ تمہارا ایمان کھرا ہے یا کھوٹا؟ اس کو سینوں کے بھید جاننے والا جانتا ہے!

عیش کا نشہ اللہ سے غافل کرتا ہے

انسان کی حالت عجیب ہے، مصیبت پڑے تو اللہ کو یاد کرتا ہے، کیونکہ سمجھتا ہے کہ اور کوئی مصیبت ہٹانے والا نہیں، پھر جہاں اللہ کی مہربانی سے اطمینان نصیب ہوا پہلی حالت بھول جاتا ہے جس کے لئے اس نے اللہ کو پکارا تھا، عیش و محم کے نشہ میں ایسا مست و غافل ہو جاتا ہے کہ گویا کبھی اللہ سے واسطہ ہی نہیں پڑا! اللہ کی نعمتیں دوسروں کی چوکھٹ پر لے جاتا ہے اور ان کے ساتھ وہ معاملہ کرتا ہے جو اللہ کے ساتھ کرنا چاہئے تھا، اور صرف اتنا ہی نہیں دوسروں کو بھی ایسا کرنے کی دعوت دیتا ہے، خود تو ڈوبا ہے دوسروں کو بھی لے ڈوبتا ہے، ارشاد فرماتے ہیں: — اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے پروردگار کو پکارتا ہے، اس کی طرف رجوع ہو کر — یعنی پورے اخلاص سے — پھر جب اس کو اللہ اپنی طرف سے نعمت عطا کرتے ہیں تو وہ بھول جاتا ہے اس کو جس کی طرف اس سے پہلے پکارا تھا، اور سمجھاتا ہے اللہ کے لئے ہم سر، تاکہ گمراہ کرے وہ اللہ کی راہ سے — کہو: اپنے کفر کی بہار چند دن لوٹ لے! بالیقین تو دوزخیوں میں سے ہے! — یعنی اللہ نے جب تک مہلت دی ہے مرے اڑا لے، بالآخر تجھے دوزخ میں جانا ہے، جہاں سے کبھی چھٹکارا نصیب نہ ہوگا۔

مصیبت میں اللہ کو یاد کرنے والے اور ہر وقت اللہ کی اطاعت کرنے والے برابر نہیں

ایک بندہ وہ ہے جس کا ذکر اوپر آیا، جو مصیبت کے وقت اللہ کو پکارتا ہے، اور جہاں مصیبت ٹلی اللہ کو بھول جاتا ہے، دوسرا بندہ وہ ہے جو رات کا آرام چھوڑ کر اللہ کی عبادت میں لگتا ہے، کبھی حالتِ قیام میں ہے کبھی سجدہ میں پڑا ہے، آخرت کا خوف اس کے دل کو بے چین کئے ہوئے ہے، اور ساتھ ہی اللہ کی رحمت ڈھارس بھی بندھا رہی ہے۔ یہ سعید بندہ اور وہ بد بخت انسان آخرت میں برابر نہیں ہو سکتے، اگر ایسا ہو جائے تو عالم و جاہل اور سمجھدار اور بے وقوف میں کچھ فرق نہیں رہے گا، مگر اس کو سمجھتے وہی ہیں جن کو اللہ نے عقل دی ہے، ارشاد فرماتے ہیں: — کیا جو عبادت کر رہا ہے رات کی گھڑیوں میں، سجدہ میں ہے یا قیام میں ہے، آخرت سے ڈرتا ہے، اور اپنے پروردگار کی رحمت کا امیدوار ہے، پوچھو: کیا برابر ہیں جو

جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے؟ نصیحت بس عقل والے ہی قبول کرتے ہیں!

پہلے بد بخت کا انجام اوپر بیان کر دیا ہے کہ وہ بالیقین دوزخ والوں میں سے ہے، اب دوسرے نیک بخت کا انجام سن لیں: — بتا دو! اے میرے وہ بندو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرتے رہو — یعنی اس کے احکام کی خلاف ورزی مت کرو — جنہوں نے نیک کام کئے ان کے لئے اس دنیا میں خوبی ہے — یہ کہہ کے مظلوم مسلمانوں کو مزید سنایا کہ دن پھرنے والے ہیں، اسی دنیا میں تم خوبیوں سے ہم کنار ہوؤ گے — اور اللہ کی زمین کشادہ ہے — یعنی کہ میں تم دین پر عمل نہیں کر سکتے تو کسی اور جگہ چلے جاؤ، اللہ کی زمین کشادہ ہے، کہیں اور سر چھپانے کی جگہ مل جائے گی، اور وہاں تم اللہ کے احکام پر آزادی سے عمل کر سکو گے — ہاں ترک وطن میں مصائب کا سامنا ہوگا، مگر سن لو: — اور ضرور صبر شعار لوگوں کو ان کا صلہ بے شمار (بے گنے) دیا جائے گا — جس کے مقابلہ میں دنیا کی خمتیاں چھ ہوگی۔

قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ۚ وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ
أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ ۚ قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۚ قُلْ
اللَّهُ أَعْبَدُ مُخْلِصًا لَهُ دِينِي ۚ فاعْبُدُوا مَا شِئْتُمْ مِنْ دُونِهِ ۚ قُلْ إِنْ الْخَاسِرِينَ
الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَأَهْلِيَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ أَلَا ذَلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ۚ
لَهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ۚ ذَلِكَ يُخَوِّفُ اللَّهَ بِهِ
عِبَادَهُ ۚ يَعْْبَادُونَ فَاتَّقُونِ ۚ

قُلْ	کہہ	اللہ	اللہ کی	وَأُمِرْتُ	اور حکم دیا گیا ہوں
إِنِّي	بے شک میں	مُخْلِصًا	خالص کر کے	لَأَنْ أَكُونَ	کہہ دوں میں
أُمِرْتُ	حکم دیا گیا ہوں	لَهُ	اس کے لئے	أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ ^(۲)	پہلا حکم بردار
أَنْ أَعْبُدَ	کہہ بندگی کروں	الدِّينِ ^(۱)	ملت (شریعت) کو	قُلْ إِنِّي	کہہ: بے شک میں

(۱) دین: دان یلین (بدلہ دینا) کا مصدر ہے، اور اس کے متحدہ معانی ہیں، مثلاً: جزاء، اطاعت، شریعت اور عبادت وغیرہ، اور یہاں دین بمعنی ملت ہے ﴿وَإِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ﴾ پس شریعت کی پوری پابندی دین ہے، جو توحید کے لئے ضروری ہے۔ (۲) اول المسلمین: جمادہ ہے یعنی اعلیٰ درجہ کا فرمان بردار۔

اَحَافٌ	ڈرتا ہوں	مِنْ دُفْنِهِ	اس سے ڈرے	لَهُمْ	ان کے لئے
اِنْ عَصَيْتُ	اگر نافرمانی کروں	قُلْ	کہہ	مِنْ فَوْقِهِمْ	ان کے اوپر سے
لَيَنْتِ	میرے رب کی	اِنَّ الْاَخْيَرَيْنِ	بے شک گھائے میں	ظُلُكُلٌ ^(۱)	ساتبان ہیں
عَذَابٌ	عذاب سے	الَّذِينَ	رہنے والے	مِنْ التَّارِ	آگ کے
يُؤْخِرُ عَذَابَهُمْ	بڑے دن کے	الَّذِينَ	(وہ ہیں) جو	وَمِنْ تَقْتِهِمْ	اور ان کے پیچھے سے
قُلِ اللّٰهُ	کہہ: اللہ ہی کی	خَيْرًا	ہار بیٹھے	ظُلُكُلٌ ^(۱)	ساتبان ہیں
اَعْبُدُ	عبادت کرتا ہوں میں	اَنْفُسَهُمْ	اپنی جانوں کو	ذٰلِكَ	یہ (عذاب)
مُخْلِصًا	خالص کر کے	وَاَهْلِيْهِمْ	اور اپنے گھروالوں کو	يُخَوِّفُ	ڈراتے ہیں
لَهُ	اس کے لئے	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	قیامت کے دن	اللّٰهُ بِهِ	اللہ اس سے
وَيُنْفِئُ	میرے دین کو	اِلَّا ذٰلِكَ	سنو! وہ	عِبَادَةٌ	اپنے بندوں کو
فَاَعْبُدُوْا	پس عبادت کرو تم	هُوَ الْخَيْرَانُ	ہی گھانا ہے	يُعْبَادُ	اے میرے بندو!
مَا سَأَلْتُمْ	جس کی چاہو	الْمُبِيْنُ	کھلا	فَاتَّقُوْنَ	پس مجھ سے ڈرو!

توحید کے لئے پوری شریعت پر عمل ضروری ہے

مفسرین کرام نے دین کا ترجمہ عبادت کیا ہے، یہ ترجمہ صحیح ہے، عبادت کا وسیع مفہوم ہے، عبادت: اللہ کی اطاعت و فرمان برداری کا نام ہے یعنی اللہ تعالیٰ خالق، مالک اور واجب الطاعت ہیں، اور ان کے ہر حکم کی تعمیل ضروری ہے۔ یہی اللہ کی عبادت ہے، مگر لوگوں نے عبادت کو نماز روزے کے ساتھ خاص کر لیا ہے، اور ان کے ذہنوں میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ دل لگا کر نماز روزہ کرنا عبادت ہے اور یہی توحید ہے، عقائد، اخلاق، معاملات اور معاشرت خواہ کچھ بھی ہو توحید متاثر نہیں ہوتی، حالانکہ توحید کے لئے پوری شریعت کی پابندی ضروری ہے۔

علماء نے دین و شریعت کو پانچ اقسام میں گھیرا ہے: عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق۔ پانچوں ابواب میں اللہ تعالیٰ نے احکام دیئے ہیں، جن کا نام اسلام ہے، ان آیات میں یہ بیان ہے کہ اعلیٰ درجہ کا مسلمان (فرمان بردار) وہ ہے جو مکمل شریعت پر عمل کرتا ہے، اور وہی پاک موصد ہے، اگر عقائد اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد سے ہٹے ہوئے ہوں، معاملات شریعت کے خلاف ہوں، معاشرت اور اخلاق برے ہوں تو خواہ کتنی ہی لو لگا کر نماز روزہ کرے وہ اعلیٰ درجہ کا

موجود نہیں ہو سکتا۔

آیات پاک: — آپ کہیں: مجھے حکم ہوا ہے — یہی حکم ہر مسلمان کے لئے ہے — کہ میں اللہ کی عبادت کروں — صورتوں کی عبادت نہ کروں — اس کے لئے دین (شریعت) کو خالص کر کے — یعنی ساری شریعت پر اللہ کے حکم کے مطابق عمل کروں — اور مجھے حکم ہوا ہے کہ میں پہلا مسلمان بنوں! — پہلا: یعنی اعلیٰ درجہ کا..... مسلمان: یعنی فرمان بردار، شریعت کے تمام احکام پر عمل کرنے والا، توحید کے لئے یہ بات ضروری ہے — کیوں ضروری ہے؟ — بتادو: بے شک میں ڈرتا ہوں — اگر میں میرے رب کا حکم نہ مانوں — عذاب سے بڑے دن کے — یعنی ایک اللہ کی عبادت کے ساتھ ساری شریعت پر عمل اس لئے ضروری ہے کہ کل قیامت کے دن بڑے عذاب (دوزخ) سے بچا رہے، کیونکہ عصاۃ المؤمنین کو جہنم میں جانا پڑ سکتا ہے، مگر جو اعلیٰ درجہ کا مسلمان ہوگا وہ جہنم سے بچا رہے گا، اور یہی بڑی کامیابی ہے: ﴿فَمَنْ ذُخِرَ عَنِ النَّارِ، وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾ جو دوزخ سے بچایا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا وہ بالتحقیق کامیاب ہو گیا [آل عمران ۱۸۵]

اور اعلیٰ درجہ کے مسلمان کے بالمقابل کافر مشرک ہے، اس کا قیامت کے دن کیا حال ہوگا؟ — کہہ دو: میں اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں ان کے لئے اپنے دین کو خالص کر کے — یعنی مکمل شریعت پر عمل پیرا ہوں، یہی اعلیٰ درجہ کا مسلمان ہے — پس تم اللہ کو چھوڑ کر جس کی چاہو عبادت کرو — یہی کافر مشرک ہے، اس کا انجام سنو — کہہ دو: بے شک گھائے میں رہنے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے کھودیا اپنی جانوں کو اور اپنے گھروالوں کو قیامت کے دن، سنتا ہے! وہ صریح خسارہ ہے، ان کے لئے ان کے اوپر سے آگ کے سائباں ہیں اور ان کے نیچے سے — اسی عذاب سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتے ہیں، اے میرے بندو! پس مجھی سے ڈرو! — یعنی میرے احکام کی خلاف ورزی مت کرو، تاکہ دردناک عذاب سے بچ رہو — اور محصاتِ مؤمنین کا ذکر نہیں کیا، یہ قرآن کریم کا اسلوب ہے۔

وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ أَنْ يَعْبُدُوهَا وَأَنَابُوا إِلَى اللَّهِ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ ۖ
فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ۚ أُولَٰئِكَ
الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمْ أُولُوا الْأَلْبَابِ ۝ أَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ
أَفَأَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ۝ لَكِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَمَّا عُرِفَ مِنْ قَوْمِهَا عُرْفٌ
مُبِينَةٌ ۖ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ وَعَدَ اللَّهُ لَا يَخْلِفُ اللَّهُ الْمِيعَادَ ۝

وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ ^(۱) أَنْ يَعْْبُدُوا وَمَا أَكْبَرُوا إِلَّا اللَّهَ كَهُمُ الْبُشْرَى فَبَشِّرْ عِبَادِ ^(۲) الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ	اور جو لوگ بچے رہے سرکش طاقت سے اس بات سے کہ عبادت کریں وہ اس کی اور متوجہ ہوئے وہ اللہ کی طرف ان کے لئے اچھی خبر ہے پس اچھی خبر سنا دے میرے بندوں کو جو بغور سنتے ہیں بات	فَيَسْمَعُونَ أَحْسَنَهُ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَذَا هُمْ اللَّهُ وَأُولَٰئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ أَفَتَمُنُّونَ حَقِّي عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ^(۳) أَفَأَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ	پس بیروی کرتے ہیں وہ اس کی اچھی باتوں کی یہی ہیں وہ جو راہوی ان کا اللہ نے اور یہی ہیں وہ عقل والے کیا پس جو شخص ثابت ہوگئی اس پر عذاب کی بات کیا پس تو چھڑا دے گا اس کو جو روزخ میں ہے	لَكِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ عَرْشٌ مِنْ قَوْصَحَا عَرْشٌ مُّبِينٌ تَجَوَّرُ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَعَدَّ اللَّهُ لَا يَخْلُفُ اللَّهُ وَعْدَهُ	البتہ جو ڈرتے رہے اپنے رب سے ان کیلئے بالا خانے ہیں ^(۵) ان کے اوپر چنے ہوئے بالا خانے ہیں بہتی ہیں ان کے نیچے سے نہریں اللہ کا وعدہ ہے نہیں خلاف کرتے اللہ وعدہ کے
--	---	---	--	---	--

توحید و انابت کا راستہ اختیار کرنے والوں کے لئے خوش خبری

ان آیات میں ہر کلمہ گو کے لئے خوش خبری نہیں، بلکہ انابت کی شرط کے ساتھ بشارت ہے، انابت کے معنی ہیں: اللہ کی طرف رجوع کرنا، اور اللہ کی طرف متوجہ رہنے کا مطلب ہے: مکمل دین پر عمل کرنا، ایسے کمرے مسلمانوں کے لئے خوش خبری ہے کہ جنت میں ان کو رہنے کے لئے بالا خانے ملیں گے، جن کے اوپر چوہارے ہو گئے، اور یہ بالا خانے ابھی سے تیار ہیں، قیامت کے دن نہیں بنائے جائیں گے، ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، جس سے ان کا لطف دو بالا ہو گیا ہے، مگر یہ بالا خانے ان لوگوں کے لئے ہیں جو اللہ و رسول کی باتیں بغور سنتے ہیں، پھر ان اچھی باتوں پر عمل کرتے ہیں، یہی

(۱) الطَّاغُوت: جمع الطواغیت: انتہائی سرکش طاقتیں: شیطان، مورتیاں، گروگنثال اور نفس، طغی (ف) طغیاناً: حد سے بڑھنا۔ (۲) أَنْ يَعْْبُدُوا: الطَّاغُوت سے بدل اشتغال، اور ان مصدر ہے، اس سے پہلے مِنْ مَحْذُوف ہے۔ (۳) عِبَادِ کے آخر سے ی محذوف ہے، وال کا سرہ اس کی علامت ہے (۴) جواب استفہام محذوف ہے، اُمی: فَانْتَ مُخْلِصُهُ، اور دلیل آگے کی آیت ہے۔ (۵) بالا خانہ: مکان کے اوپر کا کمرہ، چوہارا یعنی اوپر کا وہ کمرہ جس کے چار دروازے ہوں یا چاروں طرف کھڑکیاں ہوں۔

لوگ ہدایت یاب اور عقل مند ہیں، رہے مگر اودھوہ جہنم کا ایندھن بنیں گے، ان کو کوئی وہاں سے نکال نہیں سکے گا، ان کے حق میں اللہ کا فرمودہ ثابت ہو گیا کہ ان سے جہنم بھری جائے گی۔

آیات پاک مع تفسیر: — اور جو لوگ سرکش طاقت کی پرستش (بات ماننے) سے بچے رہے — سرکش: اللہ کی اطاعت سے سرکھینچ لینے والا، جوے کے نیچے سے سر نکال لینے والا تیل، سب سے بڑا طاغوت شیطان ہے، اس نے اللہ کے حکم سے سرتابی کی، پھر مورتیاں اور ان کی عبادت کی دعوت دینے والے مہنت (ساحوؤں کے سردار) ہیں، اور آخر میں آدمی کا اپنا نفس سرکش طاقت ہے، جو ان کی پرستش نہیں کرتے یعنی ان کی بات نہیں مانتے — اور اللہ کی طرف متوجہ رہتے ہیں — یعنی پوری شریعت پر عمل کرتے ہیں — ان کے لئے اچھی خبر ہے، پس آپ اچھی خبر سنائیں میرے ان بندوں کو جو کان لگا کر (اللہ کی) بات سنتے ہیں، پھر اُن اچھی باتوں پر عمل کرتے ہیں — اللہ و رسول کی ساری باتیں اچھی ہیں، پس احسن (اسم تفصیل) حسن کے معنی میں ہے (بیان القرآن) اور اس میں دلیل کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ کی باتوں پر عمل کیوں ضروری ہے؟ اس لئے ضروری ہے کہ وہ اچھی باتیں ہیں، ان پر عمل نہیں کریں گے تو اور کن باتوں پر عمل کریں گے؟ — یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے راہ دکھائی، اور یہی عقل والے ہیں — ان کے لئے بالاجمال خوش خبری یہی ہے، اور بالتفصیل آگے آ رہی ہے، درمیان میں مقابل کا حال بیان کرتے ہیں — کیا پس جن پر عذاب کی بات متحقق ہوگئی — عذاب کی بات: یعنی ﴿لَا تَلْمِزْنَ جَهَنَّمَ﴾ — کیا پس آپ اس کو عذاب سے چھڑا سکتے ہیں؟ — نہیں چھڑا سکتے! ان کو ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہے — لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کے لئے (جنت میں رہنے کے لئے) بالا خانے ہیں، جن کے اوپر بھی بالا خانے ہیں، جو بنے بنائے تیار ہیں، ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، یہ اللہ کا وعدہ ہے، اللہ تعالیٰ وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتے!

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعَ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ثُمَّ يَهِيمُ فَتَرَاهُ مَصْفًّراً ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا مَّارِئًا فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرٌ لَّكَ
لَا وِلِيَ الْأَلْبَابِ ۝

۱۳۹

آلَمْ تَرَ	کیا دیکھتا نہیں	أَنْزَلَ	اتارا	مَاءً	پانی
أَنَّ اللَّهَ	کہ اللہ نے	مِنَ السَّمَاءِ	آسمان سے	فَسَلَكَهُ	پس چلا یا اس کو

يَتَابِعُ ^(۱) فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَىٰ	چشموں میں زمین کے پھر نکالتے ہیں وہ اس کے ذریعہ کھیتی	ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَىٰ الْاَرْضِ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَىٰ الْاَرْضِ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَىٰ الْاَرْضِ	طرح طرح کی ہیں اس کی قسمیں پھر سوکھنے لگتی ہے پس دیکھتا ہے تو اس کو زرد	ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَىٰ الْاَرْضِ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَىٰ الْاَرْضِ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَىٰ الْاَرْضِ	پھر کرتا ہے اس کو چورا بے شک اس میں البتہ صیحت ہے تھکندوں کے لئے
---	---	--	---	--	--

جنت میں رواں دواں نہروں کی نظیر

قرآن کریم میں جگہ جگہ یہ بات آئی ہے کہ جنت میں نہریں جاری ہیں، اب اس کی نظیر پیش کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ بارش برساتے ہیں، پانی زمین میں اتر جاتا ہے، پھر وہ زیر زمین بہتا ہے، ہر جگہ سوت جاری ہیں، لوگ جہاں سے چاہتے ہیں کنویں کھود کر یا شوب ویل لگا کر پانی نکال لیتے ہیں، اور پہاڑوں وغیرہ میں سے سوت چٹھہ بن کر پھوٹتے ہیں، اور بہہ کر دریا اور ندیاں بن جاتے ہیں، جو ہر جگہ پہنچتی ہیں، ان سے قسمہا قسم کی کھیتیاں پیدا ہوتی ہیں، اسی طرح جنت میں نہریں رواں دواں ہیں۔ بس فرق اتنا ہے کہ کھیتی ایک وقت کے بعد جب پکنے پر آتی ہے تو زرد پڑ جاتی ہے، پھر کٹ کر کھلیاں میں آ جاتی ہے، وہاں چورہ چورہ کردی جاتی ہے، پھر بھون دوڑنخ میں ڈال دیا جاتا ہے اور دانہ بالا خانوں میں پہنچا دیا جاتا ہے، یہ جنت سدا بہار ہے، اس پر کبھی زوال نہیں آئے گا۔

آیت کریمہ: — کیا تو نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برساتا ہے، پھر اس کو زمین کے سوتوں میں داخل کرتے ہیں، پھر اس کے ذریعہ کھیتیاں پیدا کرتے ہیں، جن کی مختلف قسمیں ہیں، پھر کھیتی خشک ہونے لگتی ہے، پس تو اس کو زرد دیکھتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کو چورا چورا کر دیتے ہیں — گھاس کھیتی نہ کاٹیں تو وہ خود بخود ڈوٹ کر چورہ چورہ ہو جاتی ہے — بے شک اس میں تھکندوں کے لئے بڑی صیحت ہے — وہ سمجھ جاتے ہیں کہ دنیا کی یہ کھیتی بھی ایک دن کٹ جائے گی، ہمیشہ رہنے والی زندگی آخرت کی ہے، چنانچہ وہ اس کی تیاری میں لگے رہتے ہیں۔

أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّن رَّبِّهِ ۖ فَوَيْلٌ لِلْفُتُورِ
قُلُوبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللَّهِ أَوْلَيْكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ

(۱) ینابیع: ینبوع کی جمع: چشمہ، وہ سوت جن میں سے پانی پھوٹ کر نکلتا ہے (۲) لون: نور، قسم، اُمّی بالوان من الطعام: اس نے مختلف قسم کے کھانے پیش کئے (۳) حاج الزرع (ض) ھینجا: سوکھنے لگنا، کھیتی کا پکنے کا قریب ہونا (۴) خطام (سم): کسی چیز کا چورا، ریڑھ۔

شکل میں نکلتا ہے، جس سے اللہ کی مخلوق فائدہ اٹھاتی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی دینی ضرورت کے لئے اپنا عمدہ کلام (قرآن کریم) نازل فرمایا ہے، جب وہ دلوں میں اترتا ہے تو رنگ لاتا ہے، قلوب ہدایت سے منور ہو جاتے ہیں، کیونکہ قرآن ہدایت کا سرچشمہ ہے، مگر قرآن سے ہدایت اس وقت ملتی ہے جب اس کی باتوں پر شرح صدر ہو جائے، جو لوگ سخت دل ہیں، جن کا سینہ قرآن کی باتوں سے تنگ ہو جاتا ہے، اسلام کی حقانیت ان کے گلے نہیں اترتی ان کے لئے محرومی ہے، ان کو قرآن سے بھی گمراہی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

آیات پاک مع تفسیر: — بتا دو: پس جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا — اسلام کے لئے شرح صدر کے مختلف اسباب ہو سکتے ہیں، مختلف واقعات سے بھی لوگوں کو اسلام کی حقانیت سمجھ میں آ جاتی ہے، سیم ہدایت کے جھونکے: نامی کتاب کا مطالعہ کریں، اس میں اسلام قبول کرنے والوں کے واقعات ہیں، ان کو مختلف اسباب سے ہدایت ملی ہے، پس ضروری نہیں کہ قرآن کریم کے مطالعہ ہی سے شرح صدر ہو، اس لئے یہ آیت مقدم آئی ہے، اگر بعد میں آتی تو تخصیص ہو جاتی، اگلی آیت میں قرآن کا سرچشمہ ہدایت ہونا بیان کیا جائے گا — پس اس کو اس کے پروردگار کا نور ہدایت حاصل ہو گیا — کیا شخص سخت دل والے کے برابر ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! — سو بڑی خرابی ہے ان لوگوں کے لئے جن کے دل اللہ کے ذکر (قرآن) سے متاثر نہیں ہوتے، یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں! — اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے عمدہ کلام نازل فرمایا ہے — دنیا کی کوئی بات اللہ کی باتوں سے بھتر نہیں — جو باہم ملتی جلتی بار بار دہرائی جانے والی کتاب ہے — باہم ملتی جلتی: یعنی بات ایک ہوتی ہے مگر ایک (صر، نغمہ) مختلف ہوتا ہے، کئی سورتیں پچاسی ہیں، سب میں توحید، رسالت اور آخرت زیر بحث ہیں، مگر ہر سورت کا انداز بیان مختلف ہے، پس اگر ایک جگہ پوری بات نہ ہو تو دوسری جگہ اس کی وضاحت آ جائے گی — سورۃ طہ (آیت ۱۱۳) میں قرآن کا مطالعہ کرنے والے کے لئے ایک ہدایت ہے کہ وہ قرآن کے بارے میں فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کرے، پہلا اطمینان سے پورے قرآن کا مطالعہ کر لے، اس لئے کہ قرآن متشابہ ہے، پس ممکن ہے کوئی مضمون ایک جگہ سمجھ میں نہ آئے تو جب وہ مضمون دوسری جگہ آئے گا تو بات واضح ہو جائے گی — اور بار بار دہرانے کا مطلب یہ ہے کہ ایک مرتبہ مطالعہ کرنے پر اکتفا نہ کی جائے قرآن کریم کا بار بار مطالعہ کیا جائے تو دماغ کے درپے کھلیں گے، کسی مضمون کو بار بار پڑھنے سے بھی بات سمجھ میں آتی ہے، مجھے اس کا خوب تجربہ ہے، بعض آیتیں ماقبل سے بے ربط معلوم ہوتی ہیں، میں ان کو بار بار پڑھتا ہوں تو ربط سمجھ میں آ جاتا ہے، میں ربط باہر سے داخل نہیں کرتا، آیات سے ابھارتا ہوں۔

علاوہ ازیں: قرآن مثانی ہے یعنی بار بار پڑھنے کی کتاب ہے، بکثرت پڑھنے سے بھی وہ پرانی نہیں ہوتی، یعنی

طبیعت نہیں اکتاتی، ہر بار نیا لطف آتا ہے، ہاتھ لنگن کو آری کیا! جو بات ظاہر ہو اس کو بیان کرنے کی ضرورت کیا؟ بایں معنی چھوٹی سورتیں، سات لمبی سورتیں اور خاص طور پر سورۃ فاتحہ مثانی ہیں، ان کو بار بار پڑھنا چاہئے، تفصیل سورۃ الحجر (آیت ۸۷) میں ہے۔

جس سے ان لوگوں کے روگ لگنے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں — یہ قرآن کریم کے مطالعہ کرنے کا طریقہ بیان کیا ہے کہ آخری درجہ کے خوف و خشیت کے ساتھ مطالعہ کیا جائے، تبھی کما حقہ فائدہ ہوگا۔ نقشہ: جملہ فعلیہ خبریہ ہے، جس میں بظاہر کسی بات کی اطلاع دی جاتی ہے، مگر اس میں انشاء مضمحل (پوشیدہ) ہوتی ہے یعنی دیکھنے میں وہ اطلاع ہوتی ہے مگر اس کے پیٹ میں حکم ہوتا ہے، جیسے: لَا يُعْمَنُ لِمَنْ لَا إِمَانَهُ لَهُ: جس میں ایمان داری نہیں وہ بے ایمان ہے۔ یہ ایک خبر ہے، مگر اس میں یہ حکم ہے کہ ایمان داری برتو، بے ایمان مت بنو، خیانت مت کرو، اسی طرح یہ آیت بھی خبر ہے، مگر اس میں حکم ہے کہ قرآن کا مطالعہ آخری درجہ کی خشیت کے ساتھ کرو۔

پھر ان کے بدن اور ان کے دل اللہ کے ذکر (قرآن) کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں — یہ مذکورہ طریقہ سے قرآن کا مطالعہ کرنے کا ثمرہ اور نتیجہ ہے، مگر تعظیم کے ساتھ مطالعہ کیا جائے تو قلب و فطر قرآن کی طرف متوجہ ہو جائیں گے، اور مطلوبہ فائدہ حاصل ہوگا، وہ فائدہ یہ ہے — یہ (قرآن) اللہ کی ہدایت ہے، جس کو چاہتے ہیں اس کے ذریعہ ہدایت دیتے ہیں — اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کریں اس کے لئے کوئی راہ بچانے والا نہیں — یعنی جس کو سوائے استعداد سے قرآن سے ہدایت نہ ملے اس کو کسی دوسری جگہ سے ہدایت کہاں میسر آ سکتی ہے؟

أَقْمَنَ يَتَّقِيْ بَوَجهِهِمْ سُوءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَقِيلَ لِلظَّالِمِيْنَ ذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاتَتْهُمْ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ فَإِذَا فَعَهُمُ اللَّهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَقَدْ صَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هَٰذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ قُرْآنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝

اَقْمَنَ	کیا پس جو شخص	بَوَجهِهِمْ	اپنے چہرے کے ذریعہ	يَوْمَ الْقِيَمَةِ	قیامت کے دن
يَتَّقِيْ	بچتا ہے	سُوءَ الْعَذَابِ	برے عذاب سے	وَقِيلَ	اور کہا گیا

لَا ظَالِمِينَ	ظالموں سے	فَإِذَا أَقْبَمُوا	پس چکھائی ان کو	صَدَرْنَا	ماری (بیان کی) ہم نے
ذُوقُوا	چکھو	اللَّهُ	اللہ نے	لِلنَّاسِ	لوگوں کے نفع کے لئے
مَا كُنْتُمْ	جو تھے تم	الْخَيْرَى	رسوائی	فِي هَذَا الْقُرْآنِ	اس قرآن میں
تَكْسِبُونَ	کیا کرتے؟	فِي الْحَيَاةِ	زندگی میں	وَمِنْ كُلِّ مَثَلٍ	ہر طرح کی مثالیں
كَذَّبَ	جھٹلایا	الدُّنْيَا	دنیا کی	لَعَلَّهُمْ	تاکہ وہ
الَّذِينَ	ان لوگوں نے جو	وَالْعَذَابُ	اور یقیناً عذاب	يَتَذَكَّرُونَ	فہمت پذیر ہوں
مِنْ قَبْلِهِمْ	ان سے پہلے ہوئے	الْآخِرَةِ	آخرت کا	قُرْآنًا ^(۱)	(اماری) پڑھنے کی کتاب
فَأَنذَهُمْ	پس پہنچان کو	أَكْبَرُ	بڑا ہے	عَرَبِيًّا	عربی زبان میں
الْعَذَابُ	عذاب	لَوْ كَانُوا	کاش ہوتے وہ	عَلِمُوا ذُنُوبَهُمْ	جس میں ذرا کی نہیں
مِنْ حَيْثُ	جہاں سے	يَعْلَمُونَ	جانتے	لَعَلَّهُمْ	تاکہ وہ
لَا يَشْعُرُونَ	خیال نہیں کرتے تھے وہ	وَالْقَدْ	اور البتہ تحقیق	يَتَّقُونَ	(شرک و کفر سے) بچیں

جن لوگوں کو قرآن کریم سے ہدایت نہ ملے ان کی سزا

جن لوگوں کے دل پتھر ہیں، خیر کی بات کے لئے ان میں کوئی راہ نہیں، ان کو قرآن سے بھی ہدایت نصیب نہیں ہوتی، آخرت میں ان کی سزا یہ ہے: — بتادو: جو شخص اپنے چہرے سے قیامت کے دن پرے عذاب کا سامنا کرے گا، اور ظالموں سے کہا جائے گا: چکھو ان کاموں کا مزہ جو تم کیا کرتے تھے — کیا وہ شخص قرآن پر ایمان لانے والے کی طرح ہو سکتا ہے جسے آخرت میں کوئی گزند نہیں پہنچے گا؟ — ہرگز نہیں! — پس قرآن پر ایمان لاؤ تا کہ آخرت کی تکلیف سے بچو — جہنم میں کافروں کے ہاتھ بندھے ہوئے ہوں گے، عذاب کے تھپڑے سیدھے منہ پر لگیں گے، ہاتھوں سے ان کو روک نہیں سکیں گے۔

یہ سزا تو آخرت میں ملے گی، اور دنیا میں؟ — اُن لوگوں نے (بھی) جھٹلایا جو ان (مکہ والوں) سے پہلے ہوئے، پس ان کو (دنیا میں) عذاب پہنچا ایسی جگہ سے جس کا انہیں خیال بھی نہیں تھا، سو اللہ نے ان کو دنیا کی زندگی میں رسوائی چکھائی، اور آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے، کاش وہ جانتے! — پس کیا موجودہ مکذبین مطمئن ہیں کہ ان کے ساتھ یہ معاملہ نہیں کیا جائے گا؟ سمجھ ہوتی تو کچھ فکر کرتے!

(۱) قرآن: فصل مذبذوب القرآن کا معقول یہ ہے اور عربیہ اور غیر ذی عوج اس کے احوال ہیں۔

سوال: ان لوگوں کو قرآن سے ہدایت کیوں نہیں ملی؟ کہیں قرآن میں کوئی کمی تو نہیں!

جواب: قرآن میں کوئی کمی نہیں، وہ تو صاف عربی زبان کی کتاب ہے، جو پہلے مخاطبین کی مادری زبان تھی، اور وہ بات واضح مثالوں اور دلیلوں سے سمجھاتا ہے اور اس میں کوئی قابل اعتراض بات بھی نہیں، سیدھی سچی صاف باتیں ہیں، مگر ہائے رے حراما نصیبی! قسمت پر جھاڑو پھر جائے تو کوئی کیا کرے! لوگ دھیان نہ دیں تو اس کا کیا علاج! فرماتے ہیں: — اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے لوگوں کے فائدہ کے لئے اس قرآن میں ہر طرح کے عمدہ مضامین بیان کئے ہیں تاکہ لوگ نصیحت پذیر ہوں، عربی زبان میں پڑھنے کی کتاب (اتاری ہے) جس میں ذرا کجی نہیں، تاکہ لوگ (شرک و معاصی سے) بچیں۔

ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَكِّسُونَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِينَ مَثَلًا الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ إِنَّكَ مَيْتٌ وَانَّهُمْ مَيِّتُونَ ۝ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَحْتَفِظُونَ ۝ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ وَكَذَّبَ بِالْصِّدْقِ إِذْ جَاءَهُ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ ۝

ضَرَبَ اللَّهُ	ماری اللہ نے	هَلْ يَسْتَوِينَ	کیا برابر ہیں دونوں	يَوْمَ الْقِيَامَةِ	قیامت کے دن
مَثَلًا	ایک مثال	مَثَلًا	حالت میں	عِنْدَ رَبِّكُمْ	تمہارے رب کے پاس
رَجُلًا ^(۱)	ایک شخص	الْحَمْدُ لِلَّهِ	سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں	تَحْتَفِظُونَ ^(۲)	مقدمے پیش کر دو گے
فِيهِ شُرَكَاءُ	اس میں شریک ہیں	بَلْ أَكْثَرُهُمْ	بلکہ ان کے اکثر	فَمَنْ أَظْلَمُ	پس کون بڑا ظالم ہے
مُتَشَكِّسُونَ ^(۲)	جھگڑالو	لَا يَعْلَمُونَ	جانتے نہیں	وَمَنْ	اس سے جس نے
وَرَجُلًا	اور دوسرا شخص	إِنَّكَ مَيْتٌ	بیشک آپ مرنے والے ہیں	كَذَّبَ	جھوٹ بولا
سَلَمًا ^(۳)	سالم ہے	وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ	اور بیشک وہ مرنے والے ہیں	عَلَى اللَّهِ	اللہ پر
لِرَجُلٍ	ایک آدمی کے لئے	ثُمَّ إِنَّكُمْ	پھر بے شک تم	وَكَذَّبَ	اور جھٹلایا

(۱) رجلا: مفلا سے بدل ہے (۲) متشاكس: اسم قائل، شکس (ک) شکامة: بدخلق ہونا، جس کا لازمی نتیجہ جھگڑا ہے (۳) سَلَمًا: باب سجع کا مصدر ہے: پورے طور پر دوسرے کا ہو جانا (۴) اختصاص: فریقین کا قاضی کے پاس مقدمہ لے جانا، خصمین: مقدمہ کے فریقین، خصوصہ: کورٹ میں پیش ہونے والا معاملہ۔

یٰٰلَیْہِذِیْ اِذْ جَاۤءَکَ	گچی بات کو جب پہنچی وہ اس کو	اَلْکَیْنَ فِیْ جَعۡہِمۡ	کیا نہیں ہے دورِ رخ میں	مَثُوٰی ^(۱) لَئِنَّکَ لَفِیۡرِیۡنَ	ٹھکانا کافروں کا؟
--------------------------------	---------------------------------	-----------------------------	----------------------------	--	----------------------

واضح اور مختصر مثال سے موحّد و شرک کا فرق

فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے فائدے کے لئے قرآن میں مثالیں بیان کی ہیں، تاکہ لوگ سمجھیں، اب اس کی ایک مثال بیان فرماتے ہیں: دو غلام ہیں: ایک: مشترک ہے، اور ہر آقا ضدی ہے۔ چاہتا ہے کہ غلام اسی کا ہو کر رہے، دوسرے آقاؤں سے کوئی سروکار نہ رکھے، ظاہر ہے غلام سخت پریشان اور پرانگندہ ہوگا، ہر آقا کو خوش رکھنے کی کش مکش میں گرفتار ہوگا، اور شاید سب کو خوش نہ رکھ سکے، اور دوسرا غلام ایک ہی آقا کا ہے، اور وہ بھی شریف آدمی ہے، غلام ذہنی سکون سے اس کی خدمت میں لگا رہے گا۔ یہ دونوں غلام برابر نہیں ہو سکتے، پہلا غلام شرک کی مثال ہے اور دوسرا موحّد کی، شرک کا دل ہمیشہ بٹا رہتا ہے، وہ ہر خدا کو خوش کرنے کی کوشش کرتا ہے، اور شاید وہ اس میں کامیاب نہ ہو، اور موحّد صرف اللہ کی بندگی کرتا ہے، اور کچھ تقصیر ہو جاتی ہے تو اللہ دُعا کر لیتا ہے۔ الحمد للہ! فرق خوب واضح ہو گیا، مگر سمجھے کون؟ عقل بازار میں نہیں بکئی! ارشاد فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ (شرک اور موحّد کی) ایک مثال بیان فرماتے ہیں: ایک غلام ہے، جس میں کئی جھگڑا لوسا جھی ہیں، اور دوسرا غلام ایک ہی کا ہے۔ کیا دونوں کی حالت یکساں ہو سکتی ہے؟ تمام تعزیریں اللہ کے لئے ہیں، مگر اکثر لوگ جاننے نہیں!

سارے جھگڑے قیامت کے دن اللہ کی عدالت میں پیش ہو گئے

شرک اور موحّد کا مثال سے جو فرق بیان کیا ہے وہ اگر کسی کی سمجھ میں نہ آئے تو وہ جان لے کہ سارے جھگڑے کل قیامت کو اللہ کی کورٹ میں پیش ہو کر دوبارہ فیصل ہو گئے، تب اس بے عقل کی سمجھ میں بات آئے گی، ارشاد فرماتے ہیں: بے شک آپ کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے، پھر تم قیامت کے دن اپنے مقدمات اپنے رب کے حضور میں پیش کرو گے۔ قیامت کا دن ایک تفسیر کے مطابق پچاس ہزار سال کا ہے (المعارف ۴) اس لمبے دن میں تمام قضایا جو دنیا میں فیصل ہو چکے ہیں یا نہیں ہوئے، اور انصاف کے ساتھ فیصل ہوئے ہیں یا نا انصافی کے ساتھ: سب اللہ کی کورٹ میں پیش ہو گئے، اور ان کے آخری فیصلے ہو گئے، یہاں تک کہ سینک دار بکری نے بے سینک بکری کو سینک مارا ہے تو اس کا بھی بدلہ دلایا جائے گا (مسند احمد ۳۰۱: ۲) اس وقت یہ معاملہ بھی پیش ہوگا کہ شرک و تو حید میں صحیح کیا ہے؟ اور شرک و موحّد

میں سے حق پر کون تھا؟ اس کے بعد عملی فیصلہ ہوگا، موجد جنت میں بھیجا جائے گا، اور مشرک مع اس کے معبود کے جہنم میں ڈالا جائے گا۔

حیات النبی ﷺ کا مسئلہ

اس آیت میں صراحت ہے کہ نبی ﷺ کو بھی موت آتی ہے، اسی طرح سورۃ آل عمران (آیت ۱۴۴) میں بھی صراحت ہے: ﴿الَّذِينَ مَاتُوا قُلُوبُهُمْ﴾۔ پس یہ بات تو قطعی ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی طرح نبی ﷺ کو بھی موت آئی — اور حیات انبیاء کا عقیدہ بھی دلالت اخص سے ثابت ہے، اور دلالت اخص: عبارت اخص کی طرح قطعی ہوتی ہے، دلالت اخص: دلالت اولیٰ کا نام ہے، جیسے ماں باپ کو اف کہنے کی ممانعت سے ضرب و شتم کی حرمت دلالت اولیٰ سے ثابت ہے، جب ہوں کہنا حرام ہے تو مارنا اور گالی دینا بدرجہ اولیٰ حرام ہے، اسی طرح سورۃ البقرۃ کی (آیت ۱۵۴) جو شہداء کے بارے میں ہے کہ وہ زعمہ ہیں، ان کو مردہ مت کہو: اس سے دلالت اخص سے بدرجہ اولیٰ موت کے بعد انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات بھی ثابت ہے اور قطعی ہے، اور اس پر امت کا اجماع ہے، اس لئے قطعی در قطعی ہوگئی، جو اس کا منکر ہے وہ اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج ہے۔

ری یہ بات کہ اس حیات کی نوعیت کیا ہے؟ شہداء کی حیات کے بارے میں تو اتفاق ہے کہ وہ برزخی ہے، جس کو ہم محسوس نہیں کر سکتے، اسی لئے شہداء کو دفن کیا جاتا ہے، اور انبیاء کی حیات کی نوعیت میں اختلاف ہے ایک رائے یہ ہے کہ وہ بھی برزخی ہے، اور موت طبعی اور حیات برزخی میں منافات نہیں، کفایت الکفنی کے وقت تو وہ اس کی صراحت ہے۔ اور دوسری رائے یہ ہے کہ وہ بعینہ دنیوی حیات ہے، یہ حضرات نانو تو ی قدس سرہ کی رائے ہے، مگر لطائف قاسمیہ میں ہے کہ یہ عقائد ضروریہ میں سے نہیں ہے، تفصیل تفسیر القاری (۷: ۱۹۸) میں ہے۔

منکر قرآن کا ٹھکانا دوزخ ہے

جو لوگ اللہ کی طرف سے آئی ہوئی سچی باتوں (قرآن) کو سمجھنے کی ذمت گوارا نہیں کرتے، منراٹھا کر انکار کر دیتے ہیں، وہ لوگ بڑے ظالم ہیں، اپنے پیروں پر کلہاڑی مار رہے ہیں، وہ جہنم کا ایچھن نہیں گے، ارشاد فرماتے ہیں: — پس اس شخص سے بڑا ناانصاف کون ہے جو اللہ پر جھوٹ بولے — یعنی اللہ کا شریک ٹھہرائے، اولاد جو بیز کرے اور ایسی باتیں اس کی طرف منسوب کرے جو اس کے شایانِ شان نہیں — اور سچی بات (قرآن) کو جھٹلائے جب وہ اس کو پہنچے؟ — یعنی اس سے بڑا ظالم کوئی نہیں! وہی اپنے پیروں پر پیشہ زنی کر رہا ہے — کیا (قیامت کے دن)

منکروں کا ٹھکانا جہنم میں نہیں ہے — بے شک ہے!

تنبیہ: جمہور نے آیت کی یہی تفسیر کی ہے اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ اگر نبی ﷺ نے بالفرض اللہ کے نام پر جھوٹ بولا ہے، قرآن اللہ کا کلام نہیں، خود آپؐ نے بنایا ہے اور اللہ کا نام لیتے ہیں، تو آپؐ سے بڑا عالم کوئی نہیں، اور اگر وہ سچے ہیں جیسا کہ حقیقت میں سچے ہیں اور تم نے قرآن کو جھٹلایا ہے تو تم سے بڑا عالم کوئی نہیں، اس صورت میں دونوں جملوں کا مصداق الگ ہوگا۔

وَالَّذِي جَاءَ بِالصَّدَقِ وَصَدَقَ بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۝ لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ ذَٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ۝ لِيُكَفِّرَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي عَمِلُوا وَيَجْزِيَهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ ۚ وَيُخَوِّفُونَكَ بِالَّذِينَ مِنْ دُونِهِ ۚ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۚ وَمَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُضِلٍّ ۚ أَلَيْسَ اللَّهُ بِعَزِيزٍ ذِي انْتِقَامٍ ۝

ذی انتقام

وَالَّذِي	اور جو شخص	عِنْدَ رَبِّهِمْ	ان کے رب کے پاس	وَيَجْزِيَهُمْ	اور بدلہ دیں وہ ان کو
جَاءَ	لایا	ذَٰلِكَ	یہ (جو چاہیں گے وہ)	أَجْرَهُمْ	ان کا ثواب
بِالصَّدَقِ	سچی بات	جَزَاءُ	بدلہ ہے	بِأَحْسَنِ	بہتر
وَصَدَقَ	اور تصدیق کی	الْمُحْسِنِينَ	نیکی کاروں کا	الَّذِينَ	اس سے جو
بِهِ	اس کی	لِيُكَفِّرَ	تاکہ مٹائیں	كَانُوا يَعْمَلُونَ	کیا کرتے تھے وہ
أُولَٰئِكَ	وہ	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	أَلَيْسَ اللَّهُ	کیا نہیں ہیں اللہ
هُمْ	ہی	عَنْهُمْ	ان سے	بِكَافٍ	کافی
الْمُتَّقُونَ	(جہنم سے) بچنے والے ہیں	أَسْوَأَ	بدتر	عَبْدَهُ	اپنے بندوں کے لئے
لَهُمْ	ان کے لئے ہے	الَّذِينَ	اس کا جو	وَيُخَوِّفُونَكَ	اور ڈراتے ہیں وہ آپؐ کو
مَا يَشَاءُونَ	جو چاہیں گے وہ	عَمِلُوا	کیا انھوں نے	بِالَّذِينَ	ان سے جو

(۱) اسوا: اتم تفصیل، مابعد کی طرف مضاف ہے، اسی طرح احسن، اور اردو میں بدتر اور بہتر بھی اتم تفصیل ہے۔

وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ	پس نہیں اس کے لئے	اللہ تعالیٰ	اور جس کو گمراہ کر دیں	وَمَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَمَا لَهُ	پس نہیں اس کے لئے	اللہ تعالیٰ	اور جس کو راہ دکھائے والا	وَمَنْ يَضِلَّ اللَّهُ فَمَا لَهُ	پس نہیں اس کے لئے	اللہ تعالیٰ	اور جس کو گمراہ کرنے والا
وَمَنْ يَضِلَّ اللَّهُ فَمَا لَهُ	پس نہیں اس کے لئے	اللہ تعالیٰ	اور جس کو گمراہ کر دیں	وَمَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَمَا لَهُ	پس نہیں اس کے لئے	اللہ تعالیٰ	اور جس کو راہ دکھائے والا	وَمَنْ يَضِلَّ اللَّهُ فَمَا لَهُ	پس نہیں اس کے لئے	اللہ تعالیٰ	اور جس کو گمراہ کرنے والا

قرآن کی تصدیق کرنے والوں کا ٹھکانا جنت ہے

جو لوگ سچی بات (قرآن کریم) لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں، اور خود بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں ان کا ٹھکانا جنت ہے۔ دوسری تفسیر: جو سچی بات لایا یعنی نبی ﷺ، اور جنہوں نے اس کی تصدیق کی یعنی مومنین: ان کو جنت میں تین باتیں حاصل ہوگی: (۱) وہ جنت میں جو نعمت چاہیں گے ملے گی، کوئی ٹوٹا نہیں ہوگا (۲) ان کی تمام برائیوں پر قلم غفور پھیر دیا جائے گا (۳) اور ان کو ان کے ہر نیک عمل کا صلہ ملے گا۔

اور اگر کوئی مشرک کہے: ٹھیک ہے جنت میں ان کے وارے نیارے ہونگے، مگر دنیا میں تو مورتیاں ان کا ستیاناس کر دیں گی! پس وہ سن لیں! اللہ اپنے بندوں کے لئے کافی ہیں، مورتیاں ان کا بال بیکا نہیں کر سکتیں۔ اور اصل بات یہ ہے کہ جس کو اللہ راہ سے بھٹکا دیں اس کو کوئی راہ پر نہیں ڈال سکتا، اور جس کو اللہ راہ پر لے آئیں اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا، پس اللہ سے ہدایت طلب کرو، وہ زبردست ہیں مومنین کو صلہ دیں گے اور انتقام لینے والے بھی ہیں، بے فکرین کو مزا دیں گے۔

آیات پاک: — اور جو سچی بات لایا اور اس کی تصدیق کی وہی لوگ (جہنم سے) بچنے والے ہیں، ان کے لئے ان کے پروردگار کے پاس ہے جو کچھ وہ چاہیں گے، یہ نیکو کاروں کا بدلہ ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ ان سے مٹا دیں ان کاموں میں سے زیادہ برے کاموں کو جو انہوں نے کئے، اور ان کو ان کا بدلہ دیں ان بہترین کاموں کا جو وہ کیا کرتے تھے۔

دھمکی کا جواب: — کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں! — بے شک کافی ہیں! — اور وہ لوگ آپ کو ڈراتے ہیں ان معبودوں سے جو اللہ سے کم رتبہ ہیں — وہ ان کی گیڈ بھپکیاں ہیں، ان سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ اصل بات: — اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کریں اس کے لئے کوئی راہ نہ مانیں، اور جس کو اللہ تعالیٰ راہ پر لے آئیں اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، کیا اللہ تعالیٰ زبردست انتقام لینے والے نہیں؟ — بے شک ہیں!

سوال: انسوا (بتر) اور احسن (بہتر) اسم تفضیل کیوں لائے ہیں؟ ان کا مطلب تو یہ نکلتا ہے کہ ان کے چھوٹے گناہ معاف نہیں ہونگے، اور ان کو معمولی نیکیوں کا صلہ نہیں ملے گا!

اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنِّي خَائِفٌ لَّكُمُ	کام کرو تم اپنی جگہ بے شک میں کاہنے والا ہوں	يُخْزِيهِ وَيَجْلِي عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقْتَدِمٌ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ عَلَيْكَ أَلْكِتَابَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ^(۱)	جو اس کو سوا کر دے گا اور اترے گا اس پر سدا رہنے والا عذاب بے شک ہم نے اتاری آپ پر کتاب لوگوں کے فائدہ کیلئے حق کو لئے ہوئے	فَمَنْ أَهْتَدَىٰ فَلْيَتَّبِعْهُ وَمَنْ ضَلَّ فَأَنشَأْ يَتَعَدَّلْ عَلَيْهَا وَمَا أَنتَ عَلَيْهِمْ بِعَاقِلٍ	پس جو راہ پائے گا تو اس کے نفع کیلئے ہے اور جو بے راہ ہوگا تو بس بے راہ ہوگا اپنے ہی نقصان کیلئے اور نہیں ہیں آپ ان کے ذمہ دار
---	---	---	--	--	---

اپنے معبودوں سے کیا ڈراتے ہو، ہمارا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہے

ابھی ضمانت یہ بات آئی تھی کہ مشرکین مکہ کی طرف سے جو اللہ تعالیٰ کے رسول کو اور مومنین کو اپنی صورتوں سے ڈراتے تھے، کہتے تھے: ہمارے خداؤں کو کدھم مت کرو، ان کی خدائی کا انکار مت کرو، ورنہ وہ تمہارا ناس ماردیں گے۔ (يُؤْخَذُ قَوْلُكَ بِاللِّغَيْنِ مِنْ ذُنُوبِهِ)۔ وہ آپ کو ان معبودوں سے ڈراتے ہیں جو اللہ سے نیچے کے درجہ میں ہیں، ان کو ضمانت جواب دیا تھا: کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں! بے شک کافی ہیں، پھر ڈرنے کی کیا بات ہے؟ اب اس بات کو پھر لیتے ہیں، پہلے مشرکین سے ایک سوال کرتے ہیں، جس کا وہ جواب ضرور دیں گے، پھر دوسرا سوال کیا ہے، جس کے جواب میں ان کی زبانیں لڑکھڑائیں گی، پس تم جواب دینا۔

پہلا سوال: — اور بخدا! اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو وہ ضرور جواب دیں گے: اللہ نے! — کیونکہ مشرکین جو اہل (امور عظام) کا خالق اللہ تعالیٰ ہی کو مانتے ہیں، اس لئے وہ فوراً جواب دیں گے۔

دوسرا سوال: — آپ پوچھیں: پس تلا: اللہ تعالیٰ سے فیچے جن معبودوں کو تم پوجتے ہو: اگر اللہ تعالیٰ مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہیں تو کیا وہ معبود اللہ کی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں؟ یا اللہ تعالیٰ مجھ پر مہربانی کرنا چاہیں تو وہ معبود اللہ کی رحمت کو روک سکتے ہیں؟ — اس کا جواب وہ نہیں دیں گے، ان کے منہ میں تھوک خشک ہو جائے گا، پس تم جواب دو — کہو: اللہ میرے لئے کافی ہیں — یعنی تمہارے معبود نہ اللہ کی طرف سے آئی ہوئی تکلیف ہٹا سکتے ہیں، نہ وہ اللہ کی رحمت کو روک سکتے ہیں، سارا اختیار اللہ کا ہے، پس ہمیں تمہارے معبودوں سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے؟ ہمارے

(۱) بالحق حمزوف سے متعلق ہو کر الکتاب کا حال ہے اے مُكَلِّبُنَا بِالْحَقِّ: دین حق کی تعلیمات کو لئے ہوئے۔

لئے اللہ تعالیٰ کافی ہیں — اسی پر بھروسہ کرنے والے بھروسہ کرتے ہیں — پس ہمارا بھی اسی پر بھروسہ ہے، ہم تمہارے معبودوں سے ہرگز نہیں ڈرتے! کر لیں وہ جو چاہیں، وہ ہمارا مال بیکانہیں کر سکتے۔

حاصل: ایک طرف تو خداوند قدوس ہیں جو خود تمہارے اقرار کے موافق آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے ہیں، دوسری طرف پھر کی بے جان صورتیں ہیں، جو سب مل کر بھی خدا کی بھیجی ہوئی ادنیٰ سے ادنیٰ تکلیف یا راحت کو اس کی جگہ سے ہٹا نہیں سکتیں، پس تم ہی بتاؤ: دونوں میں سے کس پر بھروسہ کیا جائے؟ اور کس کو اپنی مدد کے لئے کافی سمجھا جائے؟

تم اللہ سے ڈرو، ان کا عذاب دنیا و آخرت میں پہنچنے والا ہے

مشرکین جو نبی ﷺ کو اور مومنین کو مورتیوں کی پکڑ سے ڈراتے تھے، ان سے کہا جا رہا ہے کہ تم ہمیں مورتیوں سے کیا ڈراتے ہو، تم اللہ کی گرفت سے بچو، وہ دنیا میں جلد تم کو رسوا کن سزا دیں گے، اور آخرت میں سدا قائم رہنے والا عذاب تمہیں ملنے والا ہے، ارشاد فرماتے ہیں: — کہو: اے میری قوم! تم اپنی جگہ کام کرو — اسلام کی مخالفت میں جو کچھ کر سکتے ہو کر گزرو — میں بھی کام کر رہا ہوں — اشاعت اسلام کا فریضہ انجام دے رہا ہوں — پس جلدی تم جان لو گے کہ کس کو وہ عذاب پہنچتا ہے جو اس کو رسوا کر دے گا — یعنی دنیا میں — اور اس پر دائمی عذاب اترتا ہے؟ — یعنی آخرت میں — دونوں سزائیں بہت جلد ملنے والی ہیں۔

مشرکین کو جو سزا ملے گی وہ ان کے انکار کا وبال ہوگی، ان پر ظلم نہیں ہوگا

قرآن کریم نے ہدایت کا سامان کر دیا ہے، جو اس سے فائدہ اٹھائے گا اس کا بھلا ہوگا، اور جو انکار کرے گا اس پر اس کا وبال پڑے گا، اللہ کا اس پر کچھ ظلم نہیں ہوگا، ارشاد فرماتے ہیں: — بے شک ہم نے آپ پر لوگوں کے نفع کے لئے کتاب نازل کی ہے جو حق کو لئے ہوئے ہے — یعنی دین حق کی تعلیمات پر مشتمل ہے — پس جو شخص راہ پائے گا تو اسی کا فائدہ ہوگا، اور جو بے راہ ہوگا تو اسی پر اس کا وبال پڑے گا، اور آپ ان کے کچھ ٹھیکہ دار نہیں! — کد بردستی ان کو راہ راست پر لے آئیں۔

اللَّهُ يَتَوَكَّلُ عَلَى الْإِنْسَانِ حِينَ مَوْتِهِ ۚ وَالَّذِي لَمْ يَمُتْ فِي مَنَامِهَا ۚ فَيَمْسِكُ إِلَهِتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْآخِرَىٰ ۚ إِنَّ أَجَلَ مُّسَمًّى ۖ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝ أَمَرْنَا تَنْبُؤًا مِنْ دُونِ اللَّهِ شُفَعَاءَ ۚ قُلْ أَوْ لَوْ كُنَّا نُوَلِّ الْأُمُلُكُونَ شَيْئًا وَلَا يَعْقِلُونَ ۝ قُلْ لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُ يَتَبَيَّنُ لَكُمْ أَن لَّكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۚ فَكَيْفَ يُشْفَعُ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝

اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	الْاٰخِرٰى	دوسری (جان) کو	لَا يَمْلِكُوْنَ	نہ مالک
يَبْنُوْهُ ^(۱)	وصول کرتے ہیں	اِلٰى اٰجَلٍ	مدت تک	شَيْئًا	کسی چیز کے
اَلْاَنْفُسُ	جانوں کو	مُسَمَّی	مقرر	وَلَا يَعْقِلُوْنَ	اور نہ سمجھتے ہوں
حٰیثُ مَوْتِهَا	ان کی موت کے وقت	اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ	بے شک اس میں	قُلْ	کہو
وَالَّذِیْ	اور جو (جانیں)	لَا یُبٰی	یقیناً نشانیاں ہیں	لِلّٰهِ	اللہ کے لئے ہے
كُتِبَتْ	نہیں مریں	لِقَوْمٍ	ان لوگوں کے لئے	الشَّفَاعَةُ	سفارش
فِیْ مَمَاتِهَا	ان کی نیند میں	یَتَلَكَّدُوْنَ	(جو) سوچتے ہیں	جَمِیْعًا	ساری
فَیَمْسِكُ	پس روک لیتے ہیں	اِمْرًا ثَقُلًا	کیا اپنائے ہیں انھوں نے	لَهٗ مُلْكٌ	اس کے لئے حکومت ہے
اَلَّذِیْ	جس پر	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	اللہ سے کم رتبہ	السُّلُوْبِ	آسمانوں
قَضٰی عَلَیْهَا	فیصلہ کیا گیا ہے اس پر	شَفَعًا	سفارش	وَالْاَرْضِ	اور زمین کی
اَلْمَوْتِ	موت کا	قُلْ	کہو	ثُمَّ اِلَیْهِ	پھر اسی کی طرف
وَنُرْسِلُ	اور چھوڑتے ہیں	اَوْ لَوْ كُنَّا نَا	کیا اگرچہ ہوں وہ	نُرْجِعُوْنَ	لوٹائے جاؤ گے تم

آخرت کو مستعد مت سمجھو، نیند کی مثال سے اس کو سمجھو

جب مشرکین سے کہا گیا کہ انکار قرآن کی رسوا کن سزا تمہیں دنیا میں ملنے والی ہے، اور سزا دہنے والی سزا آخرت میں ملے گی تو وہ دنیا کی سزا سے تو ڈرے نہیں، کیونکہ اُس وقت وہ غالب تھے، اور غالب، مغلوب کی بات کو کیا وزن دے گا! اور آخرت کی سزا تو ان کے گلے ہی سے نہیں اترتی، ان کے خیال میں جب مر کر ختم ہو گئے تو دوسری زندگی کیسی؟ ان کو نیند کی مثال سے آخرت کی زندگی سمجھاتے ہیں، مگر پہلے دو باتیں جان لیں:

۱۔ روح اور اس کی صفات: — روح (جان) ایک امر الہی ہے، اللہ کے حکم سے وہ ایک چیز ہے، اس سے زیادہ اس کی حقیقت نہیں سمجھی جاسکتی، جب مادہ میں مزاج پیدا ہوتا ہے تو اللہ کی طرف سے روح کا فیضان ہوتا ہے — اور روح (۱) مَمْلُوءٌ: باب تفعّل سے مضارع معروف، صیغہ واحد مذکر غائب، اس کے معنی ہیں: وصول کرنا، اسی سے مَمْلُوءٌ (اسم فاعل) ہے: وصول کرنے والا [آل عمران آیت ۵۵] اسی سے مَمْلُوءٌ (اسم مفعول) ہے، مَمْلُوءٌ عنہا زوجہا: عورت سے اس کا شوہر وصول کیا گیا یعنی مر گیا، پس موت کے لئے اور سلائے کے لئے: دونوں کے لئے اس کا استعمال درست ہے، دونوں میں جان وصول کی جاتی ہے۔

کی تین صفتیں ہیں: تمیز، زندگی اور بندگی۔ تمیز: یعنی ہوش و حواس، جس میں حواس ظاہری (آنکھ، کان وغیرہ) کام کرتے ہیں، اور زندگی: یعنی حیات، جس سے سانس چلتی ہے، نبض اچھلتی ہے اور کھانا ہضم ہوتا ہے۔ بندگی: یعنی طاعت، اللہ کو پہچاننے کی کامل صلاحیت، یہ روح کا اصلی وصف ہے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کی اصطلاح میں اس کو روح ربانی کہتے ہیں، اور حیات کو نسیم، روح حیوانی اور روح ہوائی کہتے ہیں — روح کی پہلی دونوں صفتیں تمام حیوانات میں مشترک ہیں، جانور بھی سوتے ہیں تو ان کے حواس معطل ہو جاتے ہیں، اور مرتے ہیں تو ان کی زندگی ختم ہو جاتی ہے، مگر روح ان کی بھی باقی رہتی ہے، وہی قیامت کے دن ان کے ابدان میں لوٹائی جائے گی — اور تیسری صفت انسان کے ساتھ خاص ہے، یہ صفت حیوانات کی ارواح میں نہیں پائی جاتی، یہ صفت موت کے بعد بھی باقی رہتی ہے، اسی سے میت ادراک کرتی ہے، اور اسی سے قبر کے احوال متعلق ہیں — پس روح ایک چیز ہے، اس کی تین صفات ہیں، جیسے ملکیت اور بحیثیت نفس انسانی (روح ربانی) کی دو حالتیں ہیں۔

۲۔ توفیقی (وصولی) کھلی مشکلک ہے: وہ مفہوم ہے جس میں بہت سے افراد شریک ہوں، جیسے سیاہ اور سفید کھلی ہیں، ان کے بے شمار افراد ہیں۔ مشکلک: وہ کھلی ہے جس کے سب افراد یکساں نہ ہوں، جیسے سیاہ اور سیاہ یکساں نہیں ہوتے، اسی طرح سفید اور سفید ایک درجہ کے نہیں ہوتے، پہلے سیاہ اور سفید کھلی مشکلک ہیں، اور توفیقی کے معنی ہیں: وصول کرنا، کہتے ہیں تَوَفَّقْتُ حَقَّقْتُ: میں نے اپنا حق وصول کیا، یہ وصولی کھلی مشکلک ہے، اس کے بہت متفاوت درجات ہیں، مثلاً: آپ کا کسی پر بزار روپے قرض تھا، پانچ سو وصول ہو گئے تو یہ بھی وصولی ہے، پھر باقی پانچ سو بھی وصول ہو گئے، یہ اعلیٰ درجہ کی وصولی ہے، اس کے بعد بھی اگر مقروض عبد شکور ہو تو ممنون احسان رہے گا، یہ قرض حسنہ کا بھایا ہے، اسی طرح روح کی وصولی کے بھی مختلف درجات ہیں، پہلا درجہ ہے: صرف حواس کو معطل کر دینا، جیسا نیند میں، بے ہوشی میں اور گہرے مراقبہ میں ہوتا ہے، دوسرا درجہ ہے بدن کی زندگی ختم کر دینا، مگر روح باقی رہتی ہے، اور تمام حیوانات کی ارواح باقی رہتی ہیں، شاعر کہتا ہے:

یہ نکتہ یکساں میں نے بو الحسن سے ❁ کہ روح مرقی نہیں مرگِ بدن سے
(بو الحسن: یعنی حضرت امام ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ)

انسان کا بدن بھی اسی طرح مر جاتا ہے، مگر اس کی روح اپنی تیسری صفت کے ساتھ باقی رہتی ہے، اور اسی پر برزخ کے احوال گذرتے ہیں۔ اور سورۃ آل عمران (آیت ۵۵) میں عیسیٰ علیہ السلام کے تعلق سے جو توفیقی ہے وہ پہلی صورت ہے، ان کو حواس معطل کر کے آسمان پر اٹھایا گیا تھا۔

آیت پاک: — اللہ تعالیٰ ہی جانوں کو وصول کرتے ہیں، ان کی موت کے وقت — یہ دوسری وصولی ہے اور جن کی موت کا وقت نہیں آیا، ان کے سونے کے وقت میں — یہ پہلی وصولی ہے — پھر روک لیتے ہیں اُن جانوں کو جن پر موت کا فیصلہ کیا گیا — یعنی دوسری وصولی کے بعد قیامت سے پہلے جان نہیں لوٹتی معنوً: یعنی گیا! — اور دوسری جانوں کو رہا کر دیتے ہیں میعاد معین تک — یعنی سونے والا بیدار ہو جاتا ہے، مگر وہ بھی ہمیشہ زندہ نہیں رہتا، ایک وقت کے بعد اس کی بھی دوسری وصولی ہوتی ہے — بے شک اس میں یقیناً نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو سوچتے ہیں — یعنی نیند میں ہر روز جو روح وصول کرتے ہیں، پھر اس کو چھوڑتے ہیں یہی نشانی ہے آخرت کی! موت پر جو وصولی ہوتی ہے اس روح کو قیامت کے دن جب ابدان دوبارہ بنیں گے اس وقت چھوڑیں گے اور وہ آکر اپنے ابدان میں حلول کرے گی اور نئی زندگی شروع ہو جائے گی۔

کیا مشرکین مورتیوں سے سفارش کی امید باندھے ہوئے ہیں؟

این خیال ست و محال ست وہم!

جنوں کی نسبت مشرکین دعویٰ رکھتے ہیں کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں اُن کے سفارشی ہیں، اُن ہی کی سفارش سے کام بننے ہیں، اسی لئے ان کی عبادت کی جاتی ہے، سوال تو شفیع ہونے سے معذور ہونا لازم نہیں آتا، دوسرے شفیع بھی وہ بن سکتا ہے جسے اللہ کی طرف سے شفاعت کی اجازت ملے، اور صرف اس کے حق میں شفاعت کر سکتا ہے جس کو خدا پسند کرے، خلاصہ یہ کہ شفیع کاملاً ذون ہونا اور مشفع کامر تفضی ہونا ضروری ہے، یہاں دونوں باتیں نہیں، نہ مورتیوں کا ملاً ذون ہونا ثابت ہے نہ کفار کا مرتضیٰ ہونا، پس ان سے سفارش کی امید باطل ہے۔

آیت پاک: — کیا انھوں نے اللہ سے ورے سفارشی بنا رکھے ہیں! کہو: اگرچہ وہ کسی چیز کے مالک نہ ہوں اور نہ سمجھتے ہوں! — یعنی مورتیاں جن ملائکہ، انبیاء اور اولیاء کا پیکر ہیں وہ مالک نہیں اور خود مورتیاں سمجھتی نہیں — بتا دو: سفارش تمام تر اللہ ہی کے اختیار میں ہے، اسی کی آسمانوں اور زمین میں حکومت ہے — فی الحال بھی اور آئندہ بھی — پھر اسی کی طرف تم لوٹنا چاہو گے — اس وقت ان کی اجازت اور خوشنودی کے بغیر کسی کی مجال ہوگی جو زبان کھولے!

وَاِذَا ذُكِّرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اَسْمُاُ زَتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْآخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِّرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهِ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝ قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِىْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِىْ

الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَا فِتْنَاؤُا بِهِ مِنْ سُوءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ وَبَدَا لَهُمْ
مِنْ اللَّهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ ۖ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا
بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۖ

فَإِذَا ذُكِّرُوا	اور جب تذکرہ کیا جاتا ہے	السَّوَاتِ	آسمانوں	مَعَهُ	اس کے ساتھ
اللَّهُ	اللہ تعالیٰ کا	وَالْأَرْضِ	اور زمین کے	لَا فِتْنَاؤُا	(قر) ضرور جان چھڑاتے وہ
وَحَدَاةُ	صرف	عِلْمٍ	جاننے والے	بِهِ	اس کے ذریعہ
اشْمَازُتْ ^(۱)	(قر) ناگواری محسوس	الْغَيْبِ	چھپے	وَمِنْ سُوءِ الْعَذَابِ	سخت عذاب سے
قُلُوبُ	دل	وَالشَّهَادَةِ	اور کھلے	يَوْمَ الْقِيَامَةِ	قیامت کے دن
الَّذِينَ	ان لوگوں کے جو	أَنْتَ تَحْكُمُ	آپ فیصلہ کریں گے	وَبَدَا لَهُمْ	اور ظاہر ہوا ان کے لئے
لَا يُؤْمِنُونَ	یقین نہیں رکھتے	بَيْنَ عِبَادِكَ	اپنے بندوں کے درمیان	مِنْ اللَّهِ	اللہ کی طرف سے
بِالْآخِرَةِ	آخرت پر	فِي مَا	اس میں جو	مَالَهُمْ	جو نہیں
فَإِذَا ذُكِّرُوا	اور جب تذکرہ کیا جاتا ہے	كَانُوا فِيهِ	وہ اس میں تھے	يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ	گمان کیا کرتے تھے وہ
الَّذِينَ	ان کا جو	يَخْتَلِفُونَ	(نہی) اختلاف کرتے	وَبَدَا لَهُمْ	اور ظاہر ہوئیں
مِنْ دُونِهِ	اس سے کم رتبہ ہیں	وَكُلُوا أَنْ	اور اگر ہوتا	سَيِّئَاتُ	برائیاں
إِذَا هُمْ	(قر) اچانک وہ	لِلَّذِينَ	ان کے لئے جنہوں نے	مَّا كَسَبُوا	ان کاموں کی جو کمائے
يَسْتَبْشِرُونَ	خوش ہو جاتے ہیں	فَلَكُمُ	ظلم (شرک) کیا	وَحَاقَ بِهِمْ	انہوں نے
قُلِ اللَّهُمَّ	کہو: اے اللہ!	مَا فِي الْأَرْضِ	جو کچھ زمین میں ہے	مَّا كَانُوا بِهِ	اور گھیر لیا ان کو
فَاطِرَ	پیدا کرنے والے	يَجِيعًا	سارا کا سارا	يَسْتَهْزِئُونَ	اس عذاب اپنے جکا تھے وہ
		وَوَيْلٌ	اور اس کے مانند اور		ٹھٹھا کرتے

جو اللہ سے ملنے کی امید نہیں رکھتے ان کو اللہ کا ذکر نہیں بھاتا

بندوں کی ملاقات اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن ہوگی، اور وہ عظیم ترین نعمت ہوگی، اور شرکوں کا چونکہ آخرت پر ایمان

(۱) اَشْمَازُتْ: ماضی، واحد مؤنث غائب، اَشْمَازُتْ: انتہائی ناگواری محسوس کرنا، دل کا غم و غصہ سے بھر جانا۔

نہیں یعنی وہ اللہ کا جلوہ دیکھنے کے خواہش مند نہیں، اس لئے وہ صرف اللہ کے ذکر سے خوش نہیں ہوتے، ان کے دل منتقبض ہوتے ہیں، اور اگر ان کے جھوٹے معبودوں کی تعریف کی جائے تو وہ خوشی سے اچھلنے لگتے ہیں، جیسے جاہل نام نہاد مسلمانوں کے سامنے اللہ کی قدرو عظمت کا ذکر کیا جائے تو وہ ان کو نہیں بھاتا، اور اولیاء کا ذکر کیا جائے، اور ان کی کچی جھوٹی کراتیں سنائی جائیں تو ان کی باجھیں کھل جاتی ہیں، زور کا قہقہہ لگاتے ہیں اور وہاہ کرتے ہیں۔ ارشاد فرماتے ہیں:

— اور جب فقط اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل ناگواری محسوس کرتے ہیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے —

آخرت کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ اللہ کا دیدار آخرت میں ہوگا — اور جب ان کا ذکر کیا جاتا ہے جو اللہ سے نیچے ہیں تو اچانک وہ خوشیاں منانے لگتے ہیں — خواہ صرف غیروں کا ذکر کیا جائے یا اللہ کے ساتھ کیا جائے: دونوں صورتوں میں ان کا یہی حال ہوتا ہے۔

مشرکین جن باتوں میں نبی ﷺ سے اختلاف کرتے ہیں ان کا عملی فیصلہ قیامت کے دن ہوگا

مشرکین تو حید، رسالت اور آخرت کے مسائل میں نبی ﷺ سے اختلاف کرتے تھے، ان کا عملی فیصلہ تو قرآن کریم نے دنیا میں کر دیا ہے، مگر مشرکین اس کو ماننے کہاں ہیں؟ وہ عملی فیصلہ کے منتظر ہیں، سودہ قیامت کے دن کر دیا جائے گا، ارشاد فرماتے ہیں: — کہو: اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! باطن اور ظاہر کے جاننے والے! آپ ہی قیامت کے دن اپنے بندوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ فرمائیں گے جن میں وہ (جینمبر سے) اختلاف کرتے ہیں — ناطق فیصلہ وہی ہستی کر سکتی ہے جس میں دو صفیں ہوں: (۱) وہ کائنات کی خالق و مالک ہو، پس اس کو حق ہوگا کہ اپنی مخلوق کے بارے میں جو چاہے فیصلہ کرے (۲) جو کھلی چھپی سبھی باتوں کو جانتا ہو، تبھی وہ انصاف کے ساتھ فیصلہ کر سکتا ہے — اس لئے اللہ کی ان دو صفوں کا تذکرہ کیا ہے۔

جب عملی فیصلہ ہوگا تو مشرکین کو ایسی سخت سزا ملے گی کہ چھٹی کا دودھ یاد آ جائے گا!

قیامت کے دن جب مشرکین کو ان کے اختلاف کا فیصلہ سنایا جائے گا تو ان کا سخت برا حال ہوگا، اگر اُس روز — فرض کیجئے — کل رُوءے زمین کے خزانے، بلکہ اس کے برابر اور بھی ان کے پاس موجود ہوں تو وہ سب دے دلا کر عذاب سے اپنی جان چھڑانے کے لئے تیار ہو جائیں، کیونکہ ان کے سب کروات ان کے سامنے ہو گئے، اور قسم قسم کے ہونا ک عذابوں سے سابقہ ہوگا جو کبھی ان کے خیال میں بھی نہیں آئے ہو گئے، اور وہ جو دین حق کا تمسخر کیا کرتے تھے اس کا وبال ان کو گھیر لے گا، ارشاد فرماتے ہیں: — اور اگر ہوں ان کے پاس جنھوں نے ظلم (شرک) کیا تمام وہ چیزیں جو زمین

میں ہیں، اور ان کے ساتھ اتنی چیزیں اور بھی تھیں تو وہ لوگ قیامت کے دن سخت عذاب سے چھٹنے کے لئے بدلہ میں دیدیں، اور اللہ کی طرف سے ان کو وہ معاملہ (عذاب) پیش آئے گا جس کا ان کو سان گمان بھی نہیں ہوگا، اور ان کے لئے ظاہر ہوگی ان کے کړوتوں کی برائیاں (قسم قسم کے عذاب) اور ان کو وہ عذاب گھیرے گا جس کا وہ غٹھا کیا کرتے تھے۔

فَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا نَادِيَهُ إِذَا حَوَّلَهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۖ قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ
بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَلَٰكِنَ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ قَدْ قَالَهَا الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ
مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا ۖ وَالَّذِينَ ظَلَمُوا مِن هَٰؤُلَاءِ سَيَبْيُيْهِمُ
سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا ۖ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ ۝ أَوَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ
وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝

فَإِذَا مَسَّ	پس جب چھوتی ہے	فِتْنَةٌ	آزمائش ہے	وَالَّذِينَ	اور جن لوگوں نے
الْإِنْسَانَ	انسان کو	وَلَٰكِنَ أَكْثَرُهُمْ	لیکن ان کے اکثر	ظَلَمُوا	ظلم (شرک) کیا
ضُرٌّ	کچھ تکلیف	لَا يَعْلَمُونَ	جانتے نہیں	مِن هَٰؤُلَاءِ	ان لوگوں میں سے
دَعَا	پکارتا ہے، ہم کو	قَدْ قَالَهَا	باتحقیق کہی یہ بات	سَيَبْيُيْهِمُ	عقربہ پہنچیں گی ان کو
ثُمَّ إِذَا	پھر جب	الَّذِينَ	ان لوگوں نے جو	سَيِّئَاتُ	برائیاں (سزائیں)
حَوَّلَهُ ^(۱)	بجنتے ہیں ہم اس کو	مِن قَبْلِهِمْ	ان سے پہلے ہوئے	مَا كَسَبُوا	اس کی جو کمیا انھوں نے
نِعْمَةً مِّنَّا	نعمت ہماری طرف سے	فَمَا أَغْنَىٰ	پس نہیں کام آیا	وَمَا هُمْ	اور نہیں ہیں ۝
قَالَ إِنَّمَا	کہتا ہے: اس کے علاوہ نہیں	عَنْهُمْ فَمَا ^(۲)	ان کے جو	مُعْجِزِينَ	عاجز کرنے والے
أُوتِيتُهُ	(کہ) دیا گیا ہوں	كَانُوا يَكْسِبُونَ	کمایا کرتے تھے وہ	أَوَلَمْ يَعْلَمُوا	کیا اور نہیں جانتا انھوں نے
عَلَىٰ عِلْمٍ	میں اس کو	فَأَصَابَهُمْ	پس پہنچی ان کو	أَنَّ اللَّهَ	کہ اللہ تعالیٰ
بَلْ هِيَ	(میرے) ہمر سے	سَيِّئَاتُ ^(۳)	برائیاں (سزائیں)	يَبْسُطُ	کشاہدہ کرتے ہیں
	بلکہ وہ (صحت)	مَا كَسَبُوا	اس کی جو کمیا انھوں نے	الرِّزْقَ	روزی

(۱) کنحویل: عطا کرنا، ۲: ضمیر مفعول اول (۲) ما کانوا: ۱: اغنی کا قائل ہے (۳) سببنا: ناجد کی طرف مضاف ہے۔

لَيْسَ بِشَايِءٍ وَيُغْفَرُ	جس کیلئے چاہتے ہیں اور تنگ کرتے ہیں	إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ	بے شک اس میں البتہ نشانیاں ہیں	لَقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ	ان لوگوں کے لئے (جو) ایمان رکھتے ہیں
--------------------------------	--	------------------------------	-----------------------------------	-------------------------	---

دولت قابلیت سے نہیں ملتی

مشرک کا حال یہ ہے کہ وہ جس کے ذکر سے چڑتا ہے: مصیبت میں اسی کو پکارتا ہے، اور جن کے ذکر سے خوش ہوتا ہے ان کو بھول جاتا ہے، اور اپنی دولت و ثروت کو اپنی ہنرمندی کا کمال سمجھتا ہے، کہتا ہے: میرے اندر لیاقت تھی، میں کمائی کے ذرائع جانتا تھا، پھر مجھے دولت کیوں نہ ملی؟ حالانکہ اس کو دولت اللہ نے دی ہے، اور وہ اس کا امتحان ہے، دیکھنا ہے کہ وہ شکر بجالاتا ہے یا ناشکری کرتا ہے، اگر شکر بجالائے گا تو سرخ رو ہوگا، ورنہ نعمت قسمت سے بدل جائے گی، اور دنیاؤ آخرت میں سزا پائے گا۔

آیات پاک: — پس جب (مشرک) انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہم کو پکارتا ہے، پھر جب ہم اس کو اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرماتے ہیں تو وہ کہتا ہے: میں وہ (مال اپنی) ہنرمندی ہی سے دیا گیا ہوں! (نہیں) بلکہ وہ ایک آزمائش ہے، لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں! — وہ اس کو بھلا کمال سمجھتے ہیں۔

قارون وغیرہ نے بھی اپنی دولت کو اپنی ہنرمندی کا نتیجہ سمجھا تھا: ان کا انجام کیا ہوا؟ — یہی بات ان لوگوں نے بھی کبھی تھی جو ان (مکہ کے مشرکین) سے پہلے گذرے، سوان کی کمائی ان کے کچھ کام نہ آئی، پس پہنچی ان کو ان کاموں کی برائیاں (سزائیں) جو کمائے تھے انھوں نے!

یہ بھی جائیں گے اُن کے قدموں پر! — اور جن لوگوں نے ظلم (شرک) کیا ان لوگوں (مکہ والوں) میں سے عنقریب ان کو پہنچیں گی برائیاں (سزائیں) ان کاموں کی جو کمائے انھوں نے، اور وہ ہرانے والے نہیں! — وہ روپوش ہو کر یا کسی اور تدبیر سے اللہ کی سزا سے بچ نہیں سکتے۔

اور رزق کی کشادگی اور نفعی اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ عقل و ذہانت اور علم و لیاقت پر مبنی نہیں، نہ وہ مقبول و مردود ہونے کی دلیل ہے، کتنے بد معاش بے وقوف عین اڑا رہے ہیں، اور کتنے نیک عقلمند فاقے کھینچے ہیں، ارشاد فرماتے ہیں: — کیا ان (مکہ کے مشرک) لوگوں کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہے ہیں روزی کشادہ کرتے ہیں، اور تنگ کرتے ہیں، بے شک اس میں ایمان والوں کے لئے یقیناً نشانیاں ہیں۔

قُلْ يُعْبَادِي الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ

جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْعَفْوَ الرَّحِيمُ ۝ وَإِنِّي أُوَلِّى إِلَی رَبِّكُمْ وَأَسْلَمُوا لَهُ مِنْ قَبْلِ أَنْ یَأْتِیَکُمْ
 الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُونَ ۝ وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنْزِلَ إِلَیْکُمْ مِنْ رَبِّکُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ یَأْتِیَکُمْ
 الْعَذَابُ بُعْثَةً وَأَنْتُمْ لَا تُشْعُرُونَ ۝ أَنْ تَقُولَ نَفْسٌ یُحْضِرُنِیَ عَلٰی مَا فَرَّطْتُ فِی جَنْبِ
 اللَّهِ وَإِنْ کُنْتُ لِمِنَ الشَّخِیرِیْنَ ۝ أَوْ تَقُولَ لَوْ أَنَّ اللَّهَ هَدَانِیَ لَکُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ۝ أَوْ
 تَقُولَ حِینَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ أَنَّ لِی كَرَّةٌ فَأَکُونُ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ بَلَى قَدْ جَاءَ تِلْکَ
 إِلَیَّ فِی کَذِّبَتْ بِهَا وَأَسْکَبْتَ وَکُنْتَ مِنَ الْکَافِرِیْنَ ۝

قُلْ	کہیں	الْعَفْوَ	بڑے بخشنے والے	إِلَیْکُمْ	تم پر
یُعَادِیَ	اے میرے ہندو	الرَّحِيمُ	بڑے رحم والے ہیں	مِنْ رَبِّکُمْ	تمہارے رب کی طرف سے
الَّذِیْنَ	جنہوں نے	وَإِنِّي أُوَلِّی	اور متوجہ ہو جاؤ	مِنْ قَبْلِ	پہلے سے
أَسْرَفُوا	حد سے زیادتی کی	إِلَی رَبِّکُمْ	اپنے رب کی طرف	أَنْ یَأْتِیَکُمْ	(اس کے) کہ پہنچے تمہیں
عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ	اپنی جانوں پر	وَأَسْلَمُوا	اور سر اٹھندہ ہو جاؤ	الْعَذَابِ	عذاب
لَا تَقْطَعُوا	نہ مایوس ہوؤ	لَهُ	ان کے سامنے	بُعْثَةً	اچانک
مِنْ رَحْمَةٍ	مہربانی سے	وَأَنْتُمْ	پہلے سے	وَأَنْتُمْ	اور تمہیں
اللَّهُ	اللہ کی	أَنْ یَأْتِیَکُمْ	(اس کے) کہ آئے تم پر	لَا تُشْعُرُونَ	خیال بھی نہ ہو
إِنَّ اللَّهَ	پے شک اللہ	الْعَذَابِ	عذاب	أَنْ	(کہیں ایسا نہ ہو) کہ
یَغْفِرُ	معاف کرتے ہیں	ثُمَّ لَا تُنْصَرُونَ	پھر نہ مدد کے جاؤ تم	تَقُولَ	کہے
الدُّنُوبَ	گناہ	وَاتَّبِعُوا	اور پیروی کرو	نَفْسٌ	کوئی شخص
جَمِيعًا	سب	أَحْسَنَ	اس اچھی بات کی	یُحْضِرُنِیَ	ہائے افسوس
إِنَّهُ هُوَ	بے شک وہی	مَا أُنْزِلَ	جو اتاری گئی	عَلٰی مَا	اس پر جو

(۱) اِنابۃ: رجوع ہونا، انا بیت الی اللہ: اخلاص عمل اور دل سے اللہ کی طرف رجوع ہونا، اور توبہ کرنا (۲) من قبل: مابعد کی طرف مضاف ہے۔

فَرَضْتُ	کو تباہی کی میں نے	لَكُنْتُ	(تو) ضرور ہوتا میں	وَمِنَ الْمُحْسِنِينَ	نیکیوں میں سے
فِي جَنَّةِ اللَّهِ	اللہ کے پہلو میں	وَمِنَ الْمُتَّقِينَ	بچنے والوں میں سے	بَنِي	کیوں نہیں
وَلَا كُنْتُ	اور بے شک تھامیں	أَوْ تَقُولُ	یا کہے	قَدْ جَاءَكَ	یقیناً پہنچا تھی تجھے
لِيَوْمِ الشَّحْرِ	ٹھٹھکانے والوں میں سے	وَحِينَ تَرَى	جب دیکھے (فلس)	أَيُّجِي	میری آیتیں
أَوْ تَقُولُ	یا کہے	الْعَذَابُ	عذاب کو	فَكَذَّبْتَ	پس تو نے ان کو جھٹلایا
لَوْ أَنَّ	کاش ہوتی یہ بات کہ	لَوَارِثَ بَنِي	اگر ہوتا میرے لئے	وَأَسْتَغْلَبُونَ	اور تو نے گھمنڈ کیا
اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	كَرَّةً	لوٹنا	وَكُنْتُ	اور تھا تو
هَذَا بَيْنِي	راہ دکھاتے مجھے	فَأَكُونُ	تو ہوتا میں	وَمِنَ الْكَافِرِينَ	انکار کرنے والوں میں سے

مشرکین کو نبیہاش کے بعد دعوتِ ایمان

مشرکوں کو اور کفار کو یہ سے سمجھایا جا رہا ہے کہ قرآن کریم سرِ چشمہ ہدایت ہے، اس پر ایمان لاؤ، اس کی باتوں کو قبول کرو اور اس کی ہدایت پر عمل کرو، تمہارے سب گناہ و حل جائیں گے، اسلام قبول کرنے سے پہلے تم نے جو کچھ کیا ہے سب ختم ہو جائے گا، شرک و کفر جو آخری درجہ کا گناہ ہے وہ بھی معاف ہو جائے گا، اللہ کی رحمت بہت وسیع ہے ارشاد فرماتے ہیں: — اور کہیں: اے میرے بندو! جنھوں نے اپنے اوپر حد سے زیادتی کی ہے — شرک و کفر کا ارتکاب کیا ہے — اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہوؤ! — رجوع ہوؤ اور توبہ کرو، بخشے جاؤ گے — بے شک اللہ تعالیٰ سارے ہی گناہوں کو بخش دیں گے — یعنی بڑے گناہ شرک و کفر کو بھی اور چھوٹے گناہوں کو بھی بخش دیں گے — واقعی وہ بڑے بخشنے والے، بڑے مہربان ہیں!

یہ آیت عام ہے، سب لوگوں کو اور سب گناہوں کو، پس آخری درجہ کے مجرم بھی ناامید نہ ہوں، توبہ کا دروازہ کھلا ہے، مشرک، طہر، زندیق، مرتد، یہودی، نصرانی، مجوسی، بدعتی، بدکردار اور فاسق و فاجر کو بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، شرط صرف یہ ہے کہ وقت پر توبہ کرے، جب تک موت کا غرہ نہ لگے توبہ کا دروازہ کھلا ہے، ارشاد فرماتے ہیں: — اور اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو — غیروں کی پرستش چھوڑو، اللہ کی طرف لوٹ آؤ، ایک اللہ وحدہ لا شریک لہ پر ایمان لاؤ — اور ان کے (احکام کے) سامنے سرِ انگشت نہ ہو جاؤ — دین کی سب باتوں پر مضبوطی سے عمل کرو — ایمان اور اسلام میں یہی فرق ہے۔ ایمان تصدیقِ قلبی کا نام ہے، اور اسلام اطاعت کا، اعمال پر کاربند ہونا بھی نجات کے لئے ضروری ہے، پس پہلے جملہ میں ایمان لانے کی دعوت ہے اور دوسرے جملہ میں احکام اسلام پر عمل کرنے کی — اس

سے پہلے کہ تم کو عذاب پہنچے، پھر تم مدد نہ کئے جاؤ! — یعنی معائنۂ عذاب کے بعد کچھ تدارک نہ ہو سکے گا، نہ کوئی تدبیر بن پڑے گی، ابھی وقت ہے اس سے فائدہ اٹھا لو!

گنہگار مومن کا معاملہ آخرت میں مشیت کے تحت ہوگا: چاہیں گے بخشیں گے، چاہیں گے سزا دیں گے

قرآن کریم کا نزول ایمان و عمل کی استواری کے لئے ہے

استواری: استحکام، مضبوطی، قرآن کریم اس لئے نازل کیا گیا ہے کہ لوگ ایمان و عمل میں مضبوط ہو جائیں، اس کی دعوت قبول کریں، اور اس کے احکام پر عمل پیرا ہوں تاکہ آخرت میں ان کا بھلا ہو، ارشاد فرماتے ہیں: — اور پیروی کرو اس بہترین بات کی جو تم پر تمہارے رب کی طرف سے اتاری گئی ہے، اس سے پہلے کہ تمہیں اچانک عذاب پہنچے، اور تم کو اس کا خیال بھی نہ ہو! — بہترین بات: یعنی قرآن کریم، اس کی ہدایات پر چل کر عذاب آنے سے پہلے اپنی دنیاؤ آخرت کو سنوار لو، عذاب کی روک تھام کرو، ورنہ عذاب ایسی جگہ سے آئے گا کہ تمہیں سان گمان بھی نہیں ہوگا — کہیں (کل قیامت کو) کوئی شخص کہے: افسوس! اس کو تباہی پر جو میں نے اللہ کے پہلو میں کی، اور یقیناً میں ہنسی اڑانے والوں میں سے تھا۔ — اللہ کے پہلو میں: یعنی ایمان و اطاعت کے معاملہ میں، جب عذاب دیکھے گا کف افسوس ملے گا، کہہ گا: ہائے میری کم نصیبی! میں نے اللہ کو پہچانے اور اس کا حق ماننے میں کس قدر کوتاہی کی، جس کے نتیجہ میں آج برا وقت دیکھنا پڑا — یا کہنے لگے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے راہ دکھاتے تو میں (شرک و کفر اور محاسن سے) بچنے والوں میں سے ہوتا۔ لے! گناہ اللہ کے سر قنوط دیا کہ اس نے مجھے راہ کیوں نہ دکھائی، ورنہ میں تو مومن متقی ہوتا! — یا جب عذاب دیکھے تو کہنے لگے: کاش میرے لئے لوٹنا ہوتا تو میں کیوں کاروں میں سے ہوتا — یعنی بس ایک مرتبہ مجھے دنیا میں جانے کا موقع دیا جائے، پھر اللہ تعالیٰ دیکھیں کہ میں کیسا نیک بندہ بن کر آتا ہوں!

جواب: — کیوں نہیں! بالتحقیق تجھے میری آیتیں پہنچی تھیں، پس تو نے ان کو جھٹلایا اور گھمنڈ کیا اور تو انکار کرنے والوں میں سے تھا — یعنی تو غلط کہتا ہے، اللہ نے تجھے راہ دکھائی تھی، اللہ نے اپنا کلام پاک نازل کیا تھا، مگر تو نے اس کی ایک بات نہیں سنی، غرور و تکبر سے اس کو جھٹلایا، تیری شجی قبول حق سے مانع بنی، بلکہ تو قرآن کی باتوں کی ہنسی اڑاتا رہا، پس اب کچھ مزہ اپنے انکار کا!

اور دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ اگر ہزار مرتبہ کافر کو دنیا میں لوٹایا جائے تب بھی وہ اپنی حرکات سے باز نہیں آسکتا، وہ وہی کرے گا جس سے منع کیا جائے گا، اور وہ جھوٹ کہتا ہے کہ میں نیک بن کر آؤں گا (انعام ۱۸)

وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ تَرَى الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ وُجُوهُهُم مُّسْوَدَّةٌ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ ۝ وَيُنَادِي اللَّهُ الَّذِينَ اتَّقَوْا بِعَفَائِهِمْ ذَلِكُمْ إِلَيْهِمْ السُّبُوتُ ۚ وَأَلَهُمْ يُخْزَنُونَ ۝

وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ	اور قیامت کے دن	أَلَيْسَ	کیا نہیں ہے	اتَّقَوْا	بچ رہے
تَرَى	دیکھے گا تو	فِي جَهَنَّمَ	دوزخ میں	بِعَفَائِهِمْ ^(۲)	انکی کامیابی کی جگہ میں
الَّذِينَ	جنہوں نے	مَثْوًى	ٹھکانا	لَا يَسْتَمُ	نہیں چھوئے گی ان کو
كَذَبُوا	جھوٹ بولا	لِّلْمُتَكَبِّرِينَ	گھمنڈ کرنے والوں کا	السُّبُوتُ	برائی
عَلَى اللَّهِ	اللہ تعالیٰ پر	وَيُنَادِي	اور نجات دیں گے	وَأَلَهُمْ	اور نہ وہ
وُجُوهُهُمْ ^(۱)	ان کے چہرے	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	يُخْزَنُونَ	غم گین ہو گئے
مُّسْوَدَّةٌ	سیاہ ہیں	الَّذِينَ	ان کو جو		

آخرت میں مشرک اور مومن کا انجام

مشرک: اللہ پر جھوٹ بولتا ہے، مورتیوں کو خدا کا شریک سمجھتا ہے، بلکہ ان کی پرستش کو اللہ کا حکم قرار دیتا ہے، اس لئے قیامت کے دن وہ درو سیاہ ہوگا اور جنم کا ایندھن بنے گا، ارشاد فرماتے ہیں: — اور قیامت کے دن تو دیکھے گا ان لوگوں کو جنہوں نے اللہ پر جھوٹ بولا: ان کے چہرے سیاہ ہو گئے، کیا جہنم میں تکبروں کا ٹھکانا نہیں؟ — بے شک ہے ایہ استکبار و غرور کا صلہ ہے، اور کذب کا صلہ درو سیاہی ہے!

اور نجات دیں گے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو (مشرک و کفر سے) بچ رہے ان کی کامیابی کی جگہ میں یعنی جنت میں، ان کو نہ برائی چھوئے گی نہ وہ غم گیں ہو گئے — یعنی وہ مشرک و کفر سے بچ رہنے کی وجہ سے کامیابی کے بلند مقام (جنت میں) پہنچیں گے، جہاں ہر قسم کی تکالیف سے محفوظ رہیں گے اور ہر طرح کے فکر و غم سے آزاد ہوں گے۔

اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ۝ لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَأْتِيهِمُ اللَّهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝ قُلْ أَغْوَيْنَا اللَّهُ تَأْمُرُونِي أَعْبُدُ أَيُّهَا الْجَاهِلُونَ ۝

(۱) جملہ وجوہہم مسودۃ: تہی کے مفعول ثانی کے قائم مقام ہے (۲) مفازہ: ظرف مکان یا اسم مصدر ہے، اور ہاء پہلی صورت میں ظرفیہ اور دوسری صورت میں مع کے متنی میں ہے، شاہ عبدالقادر صاحب نے پہلا ترجمہ کیا ہے: ”ان کی بچاؤ کی جگہ میں“، یعنی جنت میں اور حضرت تھانویؒ نے دوسرا ترجمہ کیا ہے: ”ان کی کامیابی کے ساتھ“، یعنی جہنم سے بچ کر۔

وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ أَشْرَكَتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ بَلِ اللَّهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ ۝ وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ ۚ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَالسَّمَوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ ۚ سُبْحَنَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝

اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	قُلْ	کہو	وَلَتَكُونَنَّ	اور ضرور ہوگا تو
خَالِقِ	پیدا کرنے والے ہیں	أَفَعَبُدْ	پس کیا علاوہ کی	مِنَ الْخَاسِرِينَ	ٹوٹا پانے والوں میں سے
كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز کے	اللَّهُ	اللہ کے	بَلِ اللَّهِ	بلکہ اللہ کی
وَهُوَ	اور وہ	تَأْمُرُونِي ^(۲)	حکم دیتے ہو تم مجھ کو	فَاعْبُدْ	پس عبادت کر
عَلَى كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز کے	أَعْبُدْ	(کہ) عبادت میں	وَكُنْ	اور ہو تو
فَكَيْفَ	کار ساز ہیں	أَيُّهَا الْجَاهِلُونَ	اے نادانو!	مِنَ الشَّاكِرِينَ	شکر گزاروں میں سے
لَهُ	ان کے لئے	وَلَقَدْ	اور بخدا! حقیق	وَمَا	اور نہیں
مَقَالِيدُ ^(۱)	چابیاں ہیں	أُوحِيَ	وحی کی گئی	قَدَرُوا	مرتبہ پہچانا انھوں نے
السَّمَوَاتِ	آسمانوں	إِلَيْكَ	آپ کی طرف	اللَّهُ	اللہ کا
وَالْأَرْضِ	اور زمین کی	وَالَّذِينَ	اور ان کی طرف جو	حَقَّ قَدْرِهِ ^(۳)	جو ان کے مرتبہ کا حق ہے
وَالَّذِينَ	اور جنھوں نے	مِن قَبْلِكَ	آپ سے پہلے ہوئے	وَالْأَرْضِ	در احاطہ کی زمین
كَفَرُوا	انکار کیا	لَئِنْ	بخدا! اگر	جَمِيعًا	ساری
يَايُتِ اللَّهُ	اللہ کی آجیوں کا	أَشْرَكَتَ	شریک کیا تو نے	قَبْضَتُهُ	ان کی مٹھی ہوگی
أُولَئِكَ هُمُ	وہ ہی	لَيَحْبَطَنَّ	ضرور کارت جائیں گے	يَوْمَ الْقِيَمَةِ	قیامت کے دن
الْخَاسِرُونَ	گھٹا پانے والے ہیں	عَمَلُكَ	تیرے اعمال	وَالسَّمَوَاتِ	اور آسمان

(۱) مقالید: جمع نسی الجوع، مفرد مقلید اور مقلاد: چابی، کچی، تالہ کھولنے کا آلہ (۲) تأمرونی: اصل میں تأمرونی تھا تو نسی جمع کا نون وقایہ میں اقام کیا ہے (۳) حق قدرہ: مفعول مطلق ہے، حق: وجب و ثبت..... قدر: عظمت و مرتبہ..... صفت کی موصوف کی طرف اضافت ہے، جیسے عظیم القدر: ای قدر عظیم، و قدر ثابت یعنی جو اللہ کا واقعی مقام و مرتبہ ہے اس کو مشرکین نے نہیں پہچانا اس لئے شرک میں مبتلا ہوئے۔

مَطُورٌ رَبِّكَ يَذِیْبُهُ	لیٹے ہوئے ہونگے ان کی دائیں ہاتھ میں	سُبْحَنَهُ وَلَعَلَّی	ان کی ذات پاک ہے اور برتر ہے	عَمَّا يُشْرِكُونَ	ان سے جن کو شریک ظہراتے ہیں وہ
-------------------------------	---	--------------------------	---------------------------------	--------------------	-----------------------------------

اثبات تو حید اور ردِ اشراک

اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کے پیدا کرنے والے ہیں — اور کوئی خالق نہیں اور یہ بات مشرکین کو بھی تسلیم ہے — اور وہی ہر چیز کے ذمہ دار ہیں — مخلوقات کی بقاء کا سامان بھی انھوں نے کیا ہے اور ہر چیز کی حفاظت بھی وہی کر رہے ہیں — انہی کے پاس آسمانوں اور زمین کی کھجیاں ہیں — وہ اوپر سے بارش برساتے ہیں، اور زمین سے غلہ اگاتے ہیں، ایسے خالق و مالک کو چھوڑ کر آدمی کہاں جائے؟ چاہئے کہ اس پر ایمان لائے اور اس کی رحمت کا امیدوار رہے — اور جو لوگ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں وہی لوگ بڑے خسارہ میں رہنے والے ہیں! — یہاں ”اللہ کی آیتوں“ سے مراد: اللہ کی قدرت کی وہ نشانیاں ہیں جو اوپر مذکور ہوئیں۔

نامعقول مطالبہ: — مشرکین نے نبی ﷺ کو اپنے دیوتاؤں کی پرستش کی طرف بلایا، ان کو جواب دیتے ہیں: — آپ کہئے: اونا دانو! کیا تم مجھے حکم دیتے ہو کہ میں اللہ کے علاوہ کی عبادت کروں؟ — جبکہ تو حید تمام انبیاء کی متفق علیہ دعوت ہے — اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ آپ کی طرف اور ان انبیاء کی طرف جو آپ سے پہلے گذرے ہیں یہ وہی بھیجی گئی ہے کہ بخدا! اگر تو نے (اسے مخاطب) شرک کیا تو ضرور تیرے اعمال اکارت جائیں گے، اور تو ضرور گھانا پانے والوں میں سے ہوگا، بلکہ اللہ کی عبادت کر، اور شکر گزاروں میں سے ہو! — یعنی تمام انبیاء اور تمام ادیان ساویہ تو حید کی صحت اور شرک کے بطلان پر متفق ہیں: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُولٍ إِلَّا نُوْحِيْ اِلَيْهِ اِنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدْنِيْ﴾: اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی بھی رسول نہیں بھیجا مگر ہم نے اس کی طرف وحی کی کہ معبود میں ہی ہوں، پس میری عبادت کرو! [الانبیاء ۲۵] کیونکہ مشرک کے تمام اعمال اکارت ہیں، خواہ شرک سابقہ ہو یا لاحقہ، ارتداد سے بھی سب سرمایہ برباد ہو جاتا ہے، اور آخرت میں حرمان و خسران کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا، پس انسان کو چاہئے کہ ہر طرف سے کٹ کر ایک اللہ کا ہو کر رہے ابھی اس کی نعمتوں کی شکر گزاری ہے۔

شرک کا سبب اللہ کی عظمت کو کما حقہ نہ پہچاننا ہے

اور ان لوگوں نے (مشرکوں نے) اللہ کی عظمت کو نہیں پہچانا جیسا ان کی عظمت کا حق ہے، جبکہ ساری زمینیں ان کی منہی میں ہونگی، قیامت کے دن، اور آسمان لیٹے ہوئے ہونگے ان کے دائیں ہاتھ میں — یہ ان کی عظمت و شان اور علو

قدر کا بیان ہے، قیامت کے دن ساتوں زمینیں ان کی ایک مٹھی میں ہوگی، اور ساتوں آسمان کاغذ کی طرح لپیٹے ہوئے ایک ہاتھ میں ہونگے، ایسے کی عبادت میں عاجز بے جان اور محتاج مخلوق کو شریک کرنا کہاں کی عظمت دی ہے — اور مٹھی اور ہاتھ اللہ کی صفات ہیں ان پر بلا کیف ایمان رکھنا واجب ہے، اور مقصود کمال قدرت کا بیان، اور اشراک کی نفی کرنا ہے: — وہ لوگوں کے شرک سے پاک اور برتر ہیں!

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَوَقَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ الْأَمَنُ شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ ۝ وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجِئَتْ بِالنَّبِيِّينَ وَالشُّهَدَاءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُونَ ۝

ع ۴

وَنُفِخَ	اور پھونکا گیا	وَإِذَا هُمْ	پس اچانک وہ	وَقُضِيَ	اور فیصلہ کیا گیا
فِي الصُّورِ	ترسیکے میں	قِيَامٌ	کھڑے	بَيْنَهُمْ	ان کے درمیان
فَصَوَقَ	پس ہوش اڑ گئے	يَنْظُرُونَ	دیکھ رہے ہیں	بِالْحَقِّ	انصاف سے
مَنْ	(ان کے) جو	وَأَشْرَقَتِ	اور چمک گئی	وَهُمْ	اور وہ
فِي السَّمَوَاتِ	آسمانوں میں ہیں	الْأَرْضِ	زمین	لَا يُظْلَمُونَ	ظلم نہیں کئے جائیں گے
وَمَنْ	اور ان کے جو	بِنُورِ	نور سے	وَوُفِّيَتْ	اور پورا پورا وصول کر لیا
فِي الْأَرْضِ	زمین میں ہیں	رَبِّهَا	اس کے رب کی	كُلُّ نَفْسٍ	ہر شخص نے
الْأَمَنُ	مگر جس کو	وَوُضِعَ	اور رکھی گئی	مَّا عَمِلَتْ	جو کیا اس نے
شَاءَ اللَّهُ	چاہا اللہ نے	الْكِتَابُ	کتاب	وَهُوَ	اور وہ
ثُمَّ نُفِخَ	پھر پھونکا گیا	وَجِئَتْ	اور لائے گئے	أَعْلَمُ	خوب جاننے والے ہیں
فِيهِ	اس میں	بِالنَّبِيِّينَ	انبیاء	بِمَا	ان کاموں کو جو
أُخْرَىٰ	دوسری مرتبہ	وَالشُّهَدَاءِ	اور گواہ	يَفْعَلُونَ	وہ کرتے ہیں

قیامت برپا ہوگی اور انصاف سے فیصلہ ہونگے

قیامت کا ذکر آیا کہ قیامت کے دن زمین اللہ کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان لپیٹے ہوئے ان کے دائیں ہاتھ میں ہونگے۔

اس لئے اب آخر سورت تک قیامت کے احوال کا بیان ہے، جاننا چاہئے کہ آئندہ پیش آنے والے احوال کی پوری حقیقت ابھی نہیں جانی جاسکتی، جو کچھ نص میں ہے اتنا ہی جانا جاسکتا ہے، باقی تفصیل وقت پر معلوم ہوگی، قیاس آرائی سے کچھ فائدہ نہیں، مقصد پر نظر رہنی چاہئے۔

یہ دنیا اپنے شب و روز کے ساتھ چلتی رہے گی، کب تک چلے گی؟ یہ بات اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں، پھر جب اس کو ختم کر کے دوسری دنیا آباد کرنے کا وقت آئے گا تو کیا احوال پیش آئیں گے؟ ارشاد فرماتے ہیں:۔۔۔ اور (قیامت کے دن) بڑے سینک میں پھونک ماری جائے گی۔۔۔ قرآن کریم میں صور کا تذکرہ دس جگہ آیا ہے، ترمذی کی حدیث (نمبر ۲۳۲۳) میں اس کی یہ تفسیر آئی ہے: ﴿يَنْفُخُ فِيهِ﴾ وہ ایک سینک ہے جس میں پھونکا جائے گا، سینک نوک کی طرف سے باریک ہوتا ہے، اور دوسری طرف سے کشادہ ہوتا ہے، اس کا پتلا حصہ منہ میں لے کر پھونکا جائے تو بہت بلند آواز پیدا ہوتی ہے، اور حضرت اسرافیل علیہ السلام جس صور میں پھونکیں گے اس کی پوری حقیقت ابھی کوئی نہیں جانتا، نبی ﷺ نے اس کو سینک سے تشبیہ دی ہے۔۔۔ پس جو آسمانوں میں ہیں۔۔۔ یعنی آسمانی فرشتے۔۔۔ اور جو زمین میں ہیں۔۔۔ یعنی زمینی فرشتے، جنات، حیوانات اور انسان۔۔۔ سب بے ہوش ہو جائیں گے۔۔۔ یعنی مرجائیں گے، مگر ختم نہیں ہونگے، روح مرقی نہیں مرگ بدن سے، فی الجملہ باقی رہیں گے، کیونکہ وصولی کبھی مشکل ہے، وصولی کے مختلف درجات ہیں، نیند اور بے ہوشی میں ایک درجہ تک وصولی ہوتی ہے، اس سے زیادہ وصولی موت کے وقت ہوتی ہے۔۔۔ پس آیت میں موت کو بے ہوشی سے تعبیر کر کے اشارہ کیا ہے کہ نفع صور پر مخلوقات بالکلیہ معدوم نہیں ہوں گی، فی الجملہ ان کا وجود باقی رہے گا، اسی کا آگے استثناء ہے۔۔۔ مگر جس کو اللہ تعالیٰ چاہیں۔۔۔ جس درجہ میں اللہ چاہیں گے وہ باقی رہیں گے۔ کہتے ہیں: حضرات جبرئیل، میکائیل، اسرافیل اور ملک الموت علیہم السلام باقی رہیں گے (چوتھے فرشتہ کا نام (اسم علم) روایت میں نہیں آیا، اسم وصف (ملک الموت) آیا ہے)

پھر اس میں دوبارہ پھونک ماری جائے گی، پس اچانک وہ کھڑے دیکھ رہے ہونگے۔۔۔ یعنی سب زندہ ہو جائیں گے اور حیرت سے گرد و پیش کو دیکھیں گے۔۔۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ چار مرتبہ نفع صور مانتے ہیں، پہلی مرتبہ میں عالم ختم ہو جائے گا، دوسری مرتبہ میں سب زندہ ہو جائیں گے، تیسری مرتبہ میں میدانِ حشر میں سب بے ہوش ہو جائیں گے اور چوتھی مرتبہ میں خبردار ہو جائیں گے، پھر حساب و کتاب شروع ہوگا۔۔۔ لیکن عام علماء دو ہی مرتبہ نفع صور مانتے ہیں، پہلی مرتبہ میں سب کے ہوش اڑ جائیں گے، زندے تو مردہ ہو جائیں گے اور جو مر چکے ہیں ان کی ارواح پر بے ہوشی کی کیفیت طاری ہو جائے گی، بعدہ دوسرا نفع ہوگا جس سے مردوں کی ارواح ابدان کی طرف واپس آجائیں گی

اور بے ہوشوں کو افاقہ ہوگا، اس وقت محشر کے عجیب و غریب منظر کو حیرت زدہ ہو کر تکتے رہیں گے، پھر خداوند قدوس کی پیشی میں تیزی کے ساتھ حاضر کئے جائیں گے (فوائد)

اور زمین چمک جائے گی اس کے پروردگار کے نور سے — یعنی اللہ تعالیٰ حساب کے لئے اپنی شان کے مناسب نزول فرمائیں گے، اس وقت تجلی اور نور بے کیف سے زمین چمک اٹھے گی — اور کتاب رکھی جائے گی — یعنی حساب کا دفتر کھلے گا، سب کو نلکہ اعمال تمھاری جانے گا — اور انبیاء اور گواہ لائے جائیں گے — اور ان کے اظہارات (بیانات) سنے جائیں گے اور گواہیاں گذریں گی — اور ان کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کیا جائے گا، اور وہ ظلم نہیں کئے جائیں گے، اور ہر شخص کو اس کے کاموں کا پورا پورا بدلہ دیدیا جائے گا، اور اللہ تعالیٰ ان کے کاموں سے خوب واقف ہیں — نیکی کے بدلہ میں کی کرنا اور بدی کے بدلہ میں زیادتی کرنا ظلم ہے، جس کا اللہ کی بارگاہ میں گذر نہیں، اور لوگوں کا اچھا برا عمل اللہ کے علم میں ہے اسی کے موافق بدلہ ملے گا۔

وَسَيَقُ الَذِينَ كَفَرُوا لَے جَهَنَّمَ زُمْرًا ۚ حَتَّىٰ اِذَا جَآءُوهَا فَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا اَلَمْ يَاۤتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْكُمْ لِقَآءِ یَوْمِكُمْ ۙ هٰذَا ۙ قَالُوْا بَلٰی وَلٰكِنْ حَقَّتْ کَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ ۝ قِیْلَ اَدْخُلُوْا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ۚ فِیْ شِسْ مَثْوٰی الْمُتَكَبِّرِیْنَ ۝

وَسَيَقُ الَذِينَ	اور چلائے گئے	فُتِحَتْ	کھولے گئے	وَمِنْكُمْ	تم میں سے
الذین	جنہوں نے	اَبْوَابُهَا	اس کے دروازے	يَتْلُوْنَ	(جو) پڑھتے تھے
كَفَرُوا	انکار کیا	وَقَالَ لَهُمْ	اور کہا ان سے	عَلَيْكُمْ	تم پر
لَے جَهَنَّمَ	دوزخ کی طرف	خَزَنَتُهَا ^(۳)	اس کے ذمہ داروں نے	اٰیٰتِ	آیتیں
زُمْرًا ^(۲)	گروہ گروہ بنا کر	اَلَمْ	کیا نہیں	رَبِّكُمْ	تمہارے رب کی
حَتَّىٰ اِذَا	یہاں تک کہ جب	يَاۤتِكُمْ	پہنچے تمہارے پاس	وَيُنْذِرُوْكُمْ	اور ڈراتے تھے تم کو
جَآءُوهَا	پہنچے وہ اس پر	رُسُلٌ	پیغامبر	لِقَآءِ	ملاقات سے

(۱) سبق: صاف کا مجھول: ہائیکنا، پیچھے سے چلا تا (۲) زُمْر: زُمْرۃ کی جمع: گروہ، جتھا (۳) خَزَنَة: خزانہ کی جمع: ذمہ دار، داروغہ، چوکیدار۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا اَمْرَ الْمُشْکِکِیْنَ	اُنکار کرنے والوں پر	خُلْدِیْنَ	سدا رہنے والے
قَالُوْا	کہا گیا	فِیْہَا	اس میں
بَلٰی	داخل ہو جاؤ	فَیْشَئْ	پس برا ہے
وَلٰکِنْ حَقَّتْ	دروازوں میں	مَنْعُوْی	ٹھکانا
کَلِمَةُ الْعَذَابِ	دوزخ کے	الْمُنْکَرِیْنَ	سمجھنا دوزخ کرنے والوں کا
تہمارے اس دن کی	عَلَى الْکٰفِرِیْنَ		
کہا انھوں نے	قِیْلَ		
کیوں نہیں	اَدْخُلُوْا		
لیکن ثابت ہو گئی	اَبْوَابَ		
عذاب کی بات	جَهَنَّمَ		

قرآن پر ایمان نہ لانے والوں کو جہنم میں پہنچایا جائے گا

اب آخر میں قرآن پر ایمان نہ لانے والوں کا برا انجام، اور ایمان لا کر تقویٰ کی زندگی اختیار کرنے والوں کا اچھا انجام بیان کرتے ہیں، ارشاد فرماتے ہیں: — اور چلایا جائے گا ان لوگوں کو جنھوں نے (قرآن کا) انکار کیا دوزخ کی طرف گروہ گروہ بنا کر — کفر کے اقسام و مراتب بہت ہیں، انکار کلی مشکل ہے، اس لئے ہر درجہ کے کافروں کا الگ الگ گروہ بنایا جائے گا، اور فرشتے ان کو پیچھے سے ہانک کر دوزخ کی طرف لے چلیں گے — یہاں تک کہ جب وہ دوزخ پر پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھولے جائیں گے — سر جیل خانہ کا کھانا کھا نہیں رہتا، بھڑا رہتا ہے، جب کسی قیدی کو داخل کرنا ہوتا ہے تو کھول کر داخل کرتے ہیں، پھر بند کر دیتے ہیں، اسی طرح جب کفار دوزخ کے قریب پہنچیں گے تو دروازے کھول کر ان میں دھکیل دیا جائے گا، اس کے بعد دروازے بند کر دیئے جائیں گے — اور ان سے دوزخ کے محافظ فرشتے (بطور سرزنش) پوچھیں گے: ”کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تمہارے پروردگار کی آیتیں پڑھ کر سناتے اور تم کو تمہارے اس دن سے ڈراتے؟ وہ جواب دیں گے: کیوں نہیں! — ضرور آئے تھے، انھوں نے ہم کو اللہ کی باتیں سنائیں، اور آج کے دن سے خبردار کیا — لیکن عذاب کا فیصلہ منکروں پر پورا ہو کر رہا — کلمۃ العذاب: یعنی لا ملین جہنم یعنی ہم نے بد قسمتی سے اللہ کی باتوں کو نہ مانا تو یہ برادوں دیکھنا پڑا — کہا جائے گا: جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، سدا اس میں رہنا ہے، پس (جہنم) تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانا ہے! — یعنی تم نے منجی اور ضرور میں قرآن کی دعوت قبول نہیں کی، پس اب ہمیشہ دوزخ میں سڑو!

وَسِیْقَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَی الْعِثَّةِ زُمَرًا حَتّٰی اِذَا جَآءُوهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمْ عَلَیْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِیْنَ ۝ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقْنَا وَعَدَهُ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَّبِعُوْا مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۚ فَنُفْعَمْ اَجْرَ الْعٰمِلِیْنَ ۝ وَتَرٰے

الْمَلَائِكَةُ حَاقِقِينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ
بِالْحَقِّ وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

ع

وَسَيَقُولُ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا هُمَّا	اور چلا یا گیا ان کو جو ڈرتے رہے اپنے رب سے جنت کی طرف گروہ گروہ کر کے یہاں تک کہ جب پہنچے وہ اس پر	خَلِيلَيْنِ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقْنَا ^(۲) وَعَدَهُ وَأَوْفَتْنَا	سدا رہنے والے اور کہا انھوں نے تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جنھوں نے سچا کیا ہم سے اپنا وعدہ اور وارث بنایا ہمیں	الْمَلَائِكَةُ حَاقِقِينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ	فرشتوں کو گھیرنے والے ارد گرد کو عرش کے پاکی بیان کرتے ہیں ان کے رب کی خوبیوں کے ساتھ اور فیصلہ کیا گیا لوگوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک اور کہا گیا تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں (جو) پالتا رہیں سارے جہانوں کے
---	--	--	---	---	---

ایمان و تقویٰ والے جنت کی طرف روانہ کئے جائیں گے

اور چلائے گئے وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے رہے جنت کی طرف جماعت جماعت بنا کر — ایمان و تقویٰ

(۱) طِبْنُہُمْ: ماضی، جمع مذکر حاضر، طَابَ الشَّيْءُ (ض) طِبَّ: اچھا ہونا، خوش گوار ہونا (۲) صَلَّٰفُنَا: اس نے ہم سے سچ کر دکھایا
(۳) الْأَرْضُ: میں اس عہدی ہے، مراد جنت کی زمین ہے (۴) كَتَبُوا: مضارع، جمع حکم، قَبُولُ: رہنا، سکونت پذیر ہونا (۵) مِنَ
الْجَنَّةِ میں من جمع غیہ ہے، مراد ہر جنتی کا اپنا مقام ہے۔

کے مدارج (مراتب) بھی متفاوت ہیں، پس ہر درجہ کے مؤمنین متقین کی جماعت الگ ہوگی، ان سب جماعتوں کو میدانِ محشر سے سیدھا جنت میں لے جایا جائے گا۔ یہاں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ کھڑوا کے مقابل آمنوا نہیں کہا، بلکہ اتقوا کہا ہے، میدانِ محشر سے سیدھے جنت میں وہی مؤمنین جائیں گے جو حقیقی پرہیزگار ہیں، نافرمان گنہگار وایا (برادر) جہنم جائیں گے۔ آج اکثر مسلمان اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ بس ایمان سے نجات آؤلی ہوگی، ایسا نہیں ہے بھائیو! جو جنت میں سیدھا جانا چاہتا ہے وہ عمل پر مضبوط ہو جائے، کرنے کا ہر کام کرے اور بچنے کے ہر کام سے بچے، تاکہ جہنم سے سابقہ نہ پڑے۔ یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھلے ہو گئے۔ مہمانوں کے لئے ان کی آمد کے پہلے سے گھر کا دروازہ کھلا رکھا جاتا ہے۔ اور ان سے جنت کے ذمہ دار فرشتے کہیں گے: السلام علیکم! (تم صوبو!) تم مزہ میں رہے! اب ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل ہو جاؤ!

اور (جنت میں پہنچ کر) جنتیوں نے کہا: اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے، جس نے ہم سے کیا ہوا اپنا وعدہ سچا (پورا) کیا، اور ہمیں جنت کی زمین کا وارث (مالک) بنایا، تاکہ ہم جنت کے اپنے حصہ میں جہاں چاہیں رہیں، پس کیسا عمدہ بدلہ ہے نیک کام کرنے والوں کا!

عدالت برخواست!

جب اللہ تعالیٰ حساب کتاب کے لئے نزولِ اجلال فرمائیں گے تو فرشتے عرش کے گرد اگرد حلقہ بنائے ہوئے پروردگار کی تسبیح و تحمید میں مشغول ہونگے، اور سب لوگوں کا انصاف سے فیصلہ کیا جائے گا، اور ہر طرف سے آواز اٹھے گی، ساری خوبیاں اس اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہاں کے پالتار ہیں! پھر عدالت برخواست ہو جائے گی اور یہ دنیا ختم کر دی جائے گی اور دوسری دنیا ہمیشہ کے لئے آباد ہو جائے گی، ارشادِ پاک ہے: اور آپ (حساب کے اجلاس کے وقت) فرشتوں کو دیکھیں گے کہ وہ عرش کے گرد اگرد حلقہ بنائے ہوئے ہونگے، اور اپنے رب کی تسبیح و تحمید کر رہے ہونگے، اور لوگوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جائے گا، اور کہا جائے گا: تمام خوبیاں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کے پالتار ہیں!

﴿بسم اللہ تعالیٰ سورۃ الزمر کی تفسیر الاحرام ۱۴۳۷ھ = ۲۵ اکتوبر ۲۰۱۵ء کو پوری ہوئی﴾



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(۴۰) سُورَةُ الْمُؤْمِنِينَ مَكِّيَّةٌ (۶۰) رُكُوعَاتُهَا

حَمْ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَلِيلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ ۝ ذِي الطَّوْلِ لَكَ آلَاءُ إِلَّا هُوَ إِلَهُ الْمَصِيرِ ۝ مَا يُجَادِلُ فِي آيَاتِ اللَّهِ إِلَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَا يَغْزُوكَ تَقْلُبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ۝ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَالْأَحْزَابُ مِنْ بَعْدِهِمْ وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ لِيَأْخُذُوهُ وَجَدُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ فَأَخَذْتُهُمْ ۝ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۝ وَكَذَلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّهُمْ أَصْحَابُ النَّارِ ۝

حَمْ	ہام	وَقَلِيلِ	اور قلیل کرنے والے	الْمَصِيرِ	لوٹنے
تَنْزِيلُ	بتدریج اتارنا	التَّوْبِ	توبہ کے	مَا يُجَادِلُ	نہیں جھگڑتے
الْكِتَابِ	قرآن کا	شَدِيدِ	سخت	فِي آيَاتِ اللَّهِ	اللہ کی آیتوں میں
مِنَ اللَّهِ	اللہ کی طرف سے ہے	الْعِقَابِ	سزا والے	إِلَّا الَّذِينَ	مگر جنہوں نے
الْعَزِيزِ	(جو) زبردست	ذِي الطَّوْلِ ^(۱)	انعام و احسان والے	كَفَرُوا	انکار کیا
الْعَلِيمِ	بڑے جاننے والے ہیں	لَكَ آلَاءُ	کوئی معبود نہیں	فَلَا يَغْزُوكَ ^(۲)	پس نہ امیہاہ میں فالے
غَافِرِ	بخشنے والے	إِلَّا هُوَ	مگروہی	تَقْلُبُهُمْ ^(۳)	تھکو
الذَّنْبِ	گناہوں کے	الْبَيْتِ	انہی کی طرف		ان کا چلنا پھرنا

(۱) طول (عام پر نہ محمول) طام پر پیش کی طرح طام بطول کا مصدر ہے، اول کے معنی: انعام و احسان کرنے کے ہیں اور اس کا صلہ علی آتا ہے اور عافی کے معنی لمبا ہونے کے ہیں اور اس کے معنی مقدرت (قدرت) کے بھی ہیں، امام راغب کہتے ہیں: طول: فضیلت اور احسان کے معنی میں مخصوص ہو گیا ہے (اھ) یہاں یہی معنی ہیں، کیونکہ یہ شدید العقاب کی مقابل صفت ہے۔ (۲) غَزَا فَلَاحَا (ن) غَزَا وَغُرُوزًا: دھوکہ دینا، بہکانا، باطل چیز کا لالچ دینا (۳) تَقْلَبُ: التناقل، تَقْلَبُ فی البلاد: ملکوں اور شہروں میں گھومتا۔

فِي الْبِلَادِ	شہروں میں	يَوْمَئِذٍ يَخْلُفُ	اپنے رسول کے ساتھ	كَلَيْفَ كَانَ	پس کیسا تھا
كَذَّبَتْ	جھٹلایا	لَيْكَا خُذْ ذَا	کہ پکڑیں وہ اس کو	عِقَابٍ	میرا عذاب
قَبْلَهُمْ	ان سے پہلے	وَجَدَلُوا	اور لڑیں وہ	وَكَذَلِكَ كُنْتُمْ	اور اسی طرح ثابت ہو گئی
قَوْمُ نُوحٍ	قوم نوح نے	بِالْبَاطِلِ	ناحق	كَلِمَتٍ رَدِّكَ	تیرے رب کی بات
وَالْأَخْزَابِ	اور جنھوں نے	لِيُنْذِرَ جُنُودًا	تاکہ پھسلادیں	يَحْيَى الَّذِينَ	ان پر جنھوں نے
مِنَ بَنِي إِسْرَءِيلَ	ان کے بعد	يَوْمَ	اس کے ذریعہ	كَفَرُوا	انکار کیا
وَكُنْتُمْ	اور ارادہ کیا	الْحَقِّ	(دین) حق کو	أَنْتُمْ	کہ وہ
كُلُّ أُمَّةٍ	ہر امت نے	فَاخَذْتُمْ	پس پکڑا میں نے ان کو	أَصْحَابُ الثَّالِثِ	دورخ والے ہیں

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

رابطہ: گذشتہ سورت کے آخری رکوع میں اہل جہنم اور اہل جنت کا ذکر آیا ہے، یہ سورت انہی دونوں کے تذکرے سے شروع ہو رہی ہے، پہلے یہ مضمون ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتاب ہے، کسی انسان کی تصنیف نہیں، یہی مضمون تمام حوامیم کے شروع میں ہے، اور اللہ تعالیٰ کی چھ صفتیں ذکر کی ہیں، جس کی وجہ سے شروع کی تین آیتیں اہم ہو گئی ہیں (حکم ایک پوری آیت ہے) اس کے بعد اہل نار کا پھر اہل جنت کا ذکر ہے۔

حوامیم یا آلِ حامیم

یہاں سے مسلسل سات سورتیں حتم سے شروع ہوئی ہیں، اس لئے یہ سورتیں حوامیم یا آلِ حتم (حم والی) کہلاتی ہیں، اس سورت کا نزول کا نمبر ۶۰ ہے، یہی دور کے آخری سورت ہے، یہ پورا کش کش کا دور تھا، اسلام کی مخالفت زوروں پر تھی، مشرکین: اسلام کا پودا اکھاڑنے کی پوری کوشش کر رہے تھے، اس لئے اس سورت کا موضوع بھی توحید، رسالت اور دلیل رسالت (قرآن کریم) ہے، اس سورت میں خاندانِ فرعون کے ایک مؤمن بندے کی نصیحتوں کا ذکر ہے، اس لئے اس کا نام سورۃ المؤمن رکھا گیا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حوامیم کو بیان القرآن کہا ہے، دیباچ کے معنی ہیں: ریشم، ریشم کا لباس زینت ہوتا ہے، پس یہ سورتیں قرآن کی زینت ہیں، نیز آپؐ نے ان سورتوں کو رُضَات و مَنَات فرمایا ہے، یعنی ہری کیاریاں اور سبزہ زار، اور یہ بھی فرمایا ہے کہ جب میں قرآن کی تلاوت کرتا ہوں ان سورتوں پڑ پچھتا ہوں تو گویا ان میں میری تفریق

ہوتی ہے یعنی مجھے ان سورتوں میں بڑا مزہ آتا ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سورتوں کو قرآن کا خلاصہ کہا ہے، اور کوئی ان کو قرآن کی لہجہ نہیں کہتا ہے، اس لئے ان سورتوں کو اہتمام سے پڑھنا چاہئے، یہ سورتیں حفظ و فہم کے اعتبار سے اہم ہیں۔

قرآن کریم بہ تدریج اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے

حام، مم۔ جمہور کے نزدیک یہ حروف مقطعات (حروف بجاہ) ہیں، ان کی مراد اللہ تعالیٰ جانتے ہیں، اور ممکن ہے نبی ﷺ کو بھی بتائی ہو، مگر آپؐ نے امت کو نہیں بتائی، یہی حال تمام مشاہدات کا ہے۔ اللہ زبردست، ہر چیز جاننے والے نے بہ تدریج قرآن اتارا ہے، گناہ بخشنے والے، اور توبہ قبول فرمانے والے، سخت سزا دینے والے، انعام و احسان فرمانے والے، ان کے سوا کوئی معبود نہیں، انہی کی طرف لوٹنا ہے۔

یہ تین آیتیں اہم ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ کے شون و صفات کا ذکر ہے، اور جن آیات میں یہ بات ہوتی ہے ان کی اہمیت بڑھ جاتی ہے، جیسے سورۃ الحشر کی آخری تین آیتیں اور آیت الکرسی۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی چھ صفات کا ذکر ہے، اور منقول (اتارنے والے) کی صفات کا منقول (اتاری ہوئی کتاب) میں اثر ہوتا ہے، جیسے شیعہ اور غصیلے کی تحریروں میں واضح فرق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی چھ صفات یہ ہیں:

قاعدہ: جب واو کے ذریعہ عطف کیا جائے تو معطوف اور معطوف علیہ میں من و وجہ اتحاد اور من وجہ مفارقت ہوتی ہے، اور جہاں یہ عطف نہ ہو تو وہ مستقل صفت ہوتی ہے۔

پہلی صفت: العزیز: زبردست، غالب، یعنی قرآن نے اسلام کے غلبہ کی جو خبر دی ہے اس کو واقعہ بنانے پر اللہ تعالیٰ قادر ہیں۔

دوسری صفت: العليم: خوب جاننے والے، یعنی اسلام کس طرح غالب ہوگا؟ اس کو اللہ تعالیٰ بخوبی جانتے ہیں۔ تیسری صفت: غافر اللب: کوتاہیوں کو بخشنے والے، ذنب: معمولی درجہ کا چھوٹا گناہ یعنی کوتاہی، اس سے اوپر خطیئہ: چوک ہے، اس سے اوپر مہیئہ: برائی ہے اور اس سے اوپر معصیہ: نافرمانی ہے (یہ کبیرہ گناہ ہے) اللہ تعالیٰ مؤمنین کی کوتاہیوں کو مختلف اسباب سے توبہ کے بغیر بھی معاف کرتے ہیں، جیسے وضوء سے، نماز سے اور دوسری نیکیوں سے ذنوب (کوتاہیاں یعنی چھوٹے گناہ) توبہ کے بغیر بھی اللہ تعالیٰ بخش دیتے ہیں۔

چوتھی صفت: نقابل التوب: توبہ قبول کرنے والے، یعنی جن گناہوں کے لئے توبہ شرط ہے۔ کبیرہ گناہوں کے لئے توبہ شرط ہے۔ اس گناہ سے بندہ توبہ کر لے، مثلاً: سب سے بڑا گناہ کفر و شرک ہے، اس سے بندہ توبہ کر لے تو اللہ

تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتے ہیں، اور اس کا گناہ ایسا معاف کر دیتے ہیں جیسے اس نے کبھی گناہ کیا ہی نہیں۔

پانچویں صفت: شدید العقاب: سخت سزا دینے والے، یہ کافر و مشرک کے حق میں ہے، ان کا ذکر آگے آ رہا ہے۔
 چھٹی صفت: ذو الطول: انعام و احسان فرمانے والے، یہ توبہ کرنے والے مؤمن کے حق میں ہے، اور اس کا مظہر (ظاہر ہونے کی جگہ) وہ تو مسلم یا موروثی مسلمان ہیں جو شریعت کی پوری پیروی کرتے ہیں، جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔
 لا اِلٰهَ اِلاَّ هُوَ: ان کے سوا کوئی معبود نہیں، یعنی جو ہستی ان صفات کے ساتھ متصف ہے وہی معبود ہو سکتی ہے۔
 اِلَیْہِ الْمَصِیْرُ: انہی کی طرف لوٹنا ہے۔ یہ توحید کی دلیل ہے، کیونکہ کوئی اور معبود ہوتا تو وہ اپنے پرستاروں کو اپنی طرف لوٹاتا، جبکہ لوٹنا سب کو اللہ ہی کی طرف ہے، پس وہی معبود برحق ہیں، باقی سب ڈھکوسلے ہیں۔

جولوگ قرآن میں جھگڑا اٹھاتے ہیں ان کی چاروں کی چاندنی

دھوکہ نہ دے، ان کا انجام اگلوں کی طرح دوزخ ہے

اللہ تعالیٰ کی آخری دو صفتیں تھیں سخت سزا دینے والے اور انعام و احسان فرمانے والے: اب ان کے مظاہر بیان فرماتے ہیں، پہلی صفت کا مظہر قرآن کا انکار کرنے والے ہیں اور دوسری کا قرآن پر ایمان لانے والے۔
 ارشاد فرماتے ہیں: ————— نہیں جھگڑتے اللہ کی آیتوں میں مگر جنہوں نے (ان کو اللہ کا کلام) نہیں مانا ————— یعنی اللہ کی باتیں ایسی نہیں کہ ان میں کوئی جھگڑا کرے، کھلی باتیں ہیں، مگر جنہوں نے ٹھان لی ہے کہ روشن سے روشن دلائل کو بھی نہیں ماننا، وہی قرآن کی سچی باتوں میں ناحق جھگڑے ڈالتے ہیں ————— پس تجھے دھوکہ میں نہ ڈالے ان کا شہروں میں چلنا پھرنا ————— یعنی مسلمانوں کو منکرین کا عروج دیکھ کر کوئی اشتباہ نہ ہو، وہ کاروبار کے لئے شہروں میں چلتے پھرتے اور کھاتے پیتے ہیں، اس سے دھوکہ نہ کھانا چاہئے، یہ چاروں کی چاندنی ہے پھر آگے اندھیری رات ہے اگلی قوموں کا جو حال ہوا وہی ان کا بھی ہوتا ہے ————— ان سے پہلے جھٹلایا تو مومنؑ نے اور جتھوں نے ان کے بعد ————— مثلاً عاد و ثمود نے جو بڑی زبردست قومیں تھیں ————— اور ہر امت نے ارادہ کیا اپنے رسول کے ساتھ کہ وہ اس کو پکڑیں، اور اس سے ناحق جھگڑیں تاکہ وہ پھسلادیں اپنے جھگڑے کے ذریعہ دین حق کو ————— یعنی ہر امت نے اپنے نبی کے ساتھ بحث و تکرار شروع کی، تاکہ سچے دین کو شکست دیدیں، اور حق کی آواز کو ابھرنے نہ دیں ————— پس میں نے ان کو پکڑا، پس کیسی رہی میری سزا؟ ————— یعنی ہم نے ان کا داؤ چلنے نہ دیا، جب ان کا جھگڑا حد سے بڑھا تو ہم نے ان کو پکڑ کر سخت سزا دی، بیخ و بن سے ان کو اکھاڑ پھینکا ————— اور اس طرح تیرے رب کی بات ثابت ہو گئی ان کے حق میں جنہوں نے انکار کیا کہ وہ

دور خلی ہیں — یعنی ان مکرین کو بھی صرف دنیا میں سزا نہیں ملے گی، بلکہ آخرت کی سزا سے بھی سابقہ پڑے گا۔

گذشتہ تباہ شدہ قوموں کے آثار کہیں کہیں موجود ہیں ان کو دیکھ کر ان کی تباہی کا تصور کیا جاسکتا ہے

الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ
لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ
وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ۝ رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّاتٍ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدْتَهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ
آبَائِهِمْ وَازْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّتِهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ وَمَنْ يَقِ
السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝

ع

الَّذِينَ	يَحْمِلُونَ	الْعَرْشَ	وَمَنْ حَوْلَهُ	يُسَبِّحُونَ	بِحَمْدِ رَبِّهِمْ	وَيُؤْمِنُونَ بِهِ	وَيَسْتَغْفِرُونَ	لِلَّذِينَ آمَنُوا	رَبَّنَا
جو (فرشتے)	اٹھائے ہوئے ہیں	تخت کو	اور جو اس کے گرد ہیں	پاک بیان کرتے ہیں	خوبی کے ساتھ	ان کے پروردگار کی	اور یقین رکھتے ہیں وہ اس کے	اور مغفرت طلب کرتے	ہیں وہ
وَسِعْتَ	کُلَّ شَيْءٍ	رَّحْمَةً	وَعِلْمًا	فَاغْفِرْ	لِلَّذِينَ	تَابُوا	وَاتَّبَعُوا	سَبِيلَكَ	وَقِهِمْ
وسیع ہیں آپ	ہر چیز کو	رحمہ بانی	اور علم کے ذریعہ	پس بخش دیں آپ	ان کو جنہوں نے	توبہ کی	اور پیروی کی	آپ کے راستہ کی	اور بچائیں آپ ان کو
وَأَدْخِلْهُمْ	جَنَّاتٍ	عَدْنٍ	الَّتِي	وَعَدْتَهُمْ	وَمَنْ	صَلَحَ	مِنْ آبَائِهِمْ	وَأَزْوَاجِهِمْ	وَذُرِّيَّتِهِمْ
اور داخل کریں آپ ان کو	باغات میں	بمیں رہنے کے	جن کا	آپ نے ان کو وعدہ کیا ہے	اور جو	ٹھیک ہوئے (قابل ہوئے)	ان کے باپوں سے	اور ان کی بیویوں سے	اور ان کی اولاد سے
رَبَّنَا	وَسِعْتَ	رَّحْمَةً	وَعِلْمًا	فَاغْفِرْ	لِلَّذِينَ	تَابُوا	وَاتَّبَعُوا	سَبِيلَكَ	وَقِهِمْ
اے ہمارے پروردگار!	کُلَّ شَيْءٍ	رَّحْمَةً	وَعِلْمًا	فَاغْفِرْ	لِلَّذِينَ	تَابُوا	وَاتَّبَعُوا	سَبِيلَكَ	وَقِهِمْ
رَبَّنَا	وَسِعْتَ	رَّحْمَةً	وَعِلْمًا	فَاغْفِرْ	لِلَّذِينَ	تَابُوا	وَاتَّبَعُوا	سَبِيلَكَ	وَقِهِمْ
رَبَّنَا	وَسِعْتَ	رَّحْمَةً	وَعِلْمًا	فَاغْفِرْ	لِلَّذِينَ	تَابُوا	وَاتَّبَعُوا	سَبِيلَكَ	وَقِهِمْ

(۱) رحمة وعلما: تیز ہیں (۲) ق: فعل امر: بچا، وقی: وقایہ: بچانا، ہم: مفعول اول، عذاب الجحیم: مفعول ثانی

(۳) صلح (ن) صلاحاً: ٹھیک ہونا، خرابی دور ہونا۔

اَلْحٰكِمِيْنَ	بڑی حکمت والے ہیں	السَّيَّٰتِ	برائیوں سے	وَذٰلِكَ هُوَ	اور یہی وہ
وَقٰتِلِيْهِمْ	اور بچائیں آپ ان کو	يَوْمَ يَمِيْنُ	اس دن	الْفَوْزُ	کامیابی ہے
السَّيَّٰتِ	برائیوں سے	فَقَدْ رَجَعْتُمْ	تو یقیناً مہرمانی کی آپ	الْعَظِيْمُ	بڑی
وَمَنْ يُّنِ	اور جس کو آپ بچائیں		نے اس پر		

جو لوگ کفر و شرک سے توبہ کر لیں اور شریعت کی پیروی کریں ان کے لئے مقرب فرشتے دعا کرتے ہیں

اللہ کی صفت آئی ہے فُو الطول: انعام و احسان فرمانے والے، اس صفت کا مظہر (ظاہر ہونے کی جگہ) وہ کفار و مشرکین ہیں جو شرک و کفر سے توبہ کر لیں، کنارہ کش ہو جائیں، اور مسلمان ہو کر شریعت کی پوری پابندی کریں، یا وہ موروٹی (قدیم) مسلمان ہیں اور شریعت کا اتباع کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ ان پر فضل و کرم اور انعام و احسان فرمائیں گے، مغفرت فرمائیں گے، جہنم سے بچائیں گے اور سدا بہار جنت میں داخل کریں گے، جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے مقرب فرشتوں کو دعائیں لگا رکھا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ ان کی دعائیں ضرور سنیں گے، کیونکہ وہ مقرب بندے ہیں۔

ارشاد فرماتے ہیں: — جو فرشتے عرش الہی کو اٹھائے ہوئے ہیں — فی الحال چار فرشتے اللہ کے تحت کو اٹھائے ہوئے ہیں، اور قیامت کے دن آٹھ فرشتے اٹھائیں گے [الاعاقۃ: ۱۷] — اور جو فرشتے عرش کے گرد اگرد ہیں — ان کی تعداد اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں، انہی فرشتوں کو کزوہی کہتے ہیں، یہ سب قرہین ہارگاہ ہیں — وہ اپنے پروردگار کی تسبیح و تحمید میں لگے رہتے ہیں — تسبیح: پاکی بیان کرنا: یعنی یہ واضح کرنا کہ اللہ تعالیٰ میں کوئی عیب اور کمی نہیں۔ اور تحمید کے معنی ہیں: تعریف کرنا یعنی خوبیوں کے ساتھ متصف کرنا، یہ بیان کرنا کہ ہر خوبی اللہ تعالیٰ میں موجود ہے — اور وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں — سوال: یہ بات کیوں بیان کی ہے؟ فرشتوں میں تو عدم ایمان کا احتمال ہی نہیں! پھر اگر بیان کرنی تھی تو یَسْبَحُوْنَ سے پہلے بیان کرتے، ایمان والے ہی تو تسبیح و تحمید کرتے ہیں! — جواب: یہ بات مؤمنین کے حق میں دعا کرنے کی وجہ کے طور پر بیان کی گئی ہے، فرشتے مؤمنین کے لئے دعا کیوں کرتے ہیں؟ اس لئے کرتے ہیں کہ وہ بھی مؤمن ہیں، اور مسلمان مسلمان بھائی ہیں، اور بھائی بھائی کی خیر خواہی کرتا ہے، یہ طبعی مناسبت بتانے کے لئے یہ جملہ لایا گیا ہے — اور ایمان والوں کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں — استغفار میں سین تاء طلب کے لئے ہیں، اور غفور کے مادہ میں چھپانے کے معنی ہیں، معفو: لوہے کی ٹوپی کو کہتے ہیں، جو پولیس والے پہنتے ہیں، پس استغفار کے معنی ہیں: اللہ سے دعا کرنا کہ وہ اپنی رحمت میں چھپالیں، گناہ ہوں تو معاف کر کے، ورنہ بدرجہ اولیٰ، پس سید المرسلین ﷺ (۱) تقی: مضارع، صیغہ واحد کر حاضر، اصل میں تقی تھا، آخر سے حرف علت ی: من شرطیہ کی وجہ سے گر گئی ہے۔

مجی استغفار کے محتاج ہیں۔ اور فرشتے اس طرح دعا کرتے ہیں: اے ہمارے پروردگار! آپ کی رحمت اور علم ہر چیز کو شامل ہے، پس آپ ان لوگوں کی بخشش فرمائیں جنہوں نے (شرک و کفر سے) توبہ کی، اور وہ آپ کے راستہ پر چلے۔ یعنی شریعت کی پیروی کی۔ اور ان کو جہنم کے عذاب سے بچائیں۔ یہ منفی پہلو سے دعا کی ہے۔۔۔۔۔۔ اور آپ کی رحمت اور علم ہر چیز کو شامل ہے: یعنی آپ کے علم میں وہ جہنم سے رہنمائی کے مستحق ہیں، کافر و شرک نہیں، مؤمن ہیں، پس ان کی معمولی کوتاہیوں سے درگزر فرمائیں، آپ کی رحمت وسیع ہے۔ اے ہمارے پروردگار! اور آپ ان کو ہمیشہ رہنے کے باغات میں داخل فرمائیں، جن کا آپ نے ان سے۔ ایمان و عمل صالح پر۔ وعدہ فرمایا ہے۔ اور ان لوگوں کو بھی جو جنت کے لائق ہیں، ان کے آباء، ازواج اور فریاد میں سے۔ ومن صلح کا عطف اذخلفہم کی ضمیر منصوب پر ہے۔۔۔۔۔۔ صلح: قابل و لائق ہوں یعنی مؤمن ہوں۔۔۔۔۔۔ بے شک آپ زبردست بڑی حکمت والے ہیں۔ یعنی متعلقین جنت میں نہیں ہونگے تو جنتیوں کا مزہ کر کر اہو جائے گا، پس ان کو بھی جنت میں داخل کر کے جنتیوں پر انعام و احسان فرمائیں۔ یہ مثبت پہلو سے دعا کی ہے۔ اور ان کو برائیوں سے بچائیں۔ یعنی دنیا میں، تاکہ وہ جہنم میں نہ پہنچیں، اور سب سے بڑی برائی کفر و شرک ہے۔ اور آپ جس کو اس دن (قیامت کے دن) برائیوں سے (یعنی کفر و شرک کے انجام سے) بچائیں تو یقیناً آپ نے ان پر مہربانی فرمائی، اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

جو مسلمان انابت کی راہ اختیار نہیں کرتے ان کے حق میں مقرب فرشتے دعا نہیں کرتے (فوائد)

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنَادُونَ لِمَقْتُ اللَّهِ أَكْبَرُ مِنْ مَقْتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ إِذْ تُدْعَوْنَ إِلَى الْإِيمَانِ فَتَكْفُرُونَ ۝ قَالُوا رَبَّنَا آمَنَّا أَثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْنَا أَثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ إِلَى خُرُوجٍ مِنْ سَبِيلٍ ۝ ذِكْرُكُمْ بِأَنَّهُ إِذَا دُعِيَ اللَّهُ وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ وَلَنْ يَشْرَكَ بِهِ تَوْمِنُوا ۝ فَالْحُكْمُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ ۝

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا	بے شک جنہوں نے انکار کیا	یُنَادُونَ لِمَقْتُ ①	پکارے جائیں گے	اللَّهُ أَكْبَرُ	اللہ کی زیادہ بڑی ہے
--------------------------	--------------------------	-----------------------	----------------	------------------	----------------------

(۱) مَقْتُ (ن) فَلَاحًا مَقْتًا: کسی سے سخت بغض و عناد رکھنا، کسی سے سخت ناراض ہونا، بیزار ہونا۔

وَمَنْ مَّقْتُلُكُمْ أَنفُسُكُمْ إِذْ تُدْعَوْنَ إِلَى الْإِيمَانِ فَتَكْفُرُونَ قَالُوا لَكِنَّا أَمَنَّا اِشْتَكَيْنَا	تمہاری بیزاری سے اپنی ذاتوں سے جب بلائے جاتے تھے تم ایمان کی طرف تو انکار کرتے تھے تم کہا انھوں نے اے ہمارے رب! مارا آپ نے ہم کو دور تیرے	وَ أَخْبَيْنَا اِشْتَكَيْنَا فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ إِلَّا خُرُوجُ مِن سَيِّئِ ذُنُوبِكُمْ يَا أَيُّهَا إِذَا دُعِيَ	اور زعمہ کیا آپ نے ہم کو دور تیرے پس اقرار کرتے ہیں ہم اپنے گناہوں کا پس کیا نکلے گی کوئی راہ ہے؟ یہ بات (فیصلہ) بائیں وجہ ہے کہ جب پکڑے جاتے تھے	اللَّهُ وَحَدَّثَا كُفْرًا ثُمَّ وَلَنْ يَشْرَكَ بِهِ تُؤْمِنُوا فَأَنحَلْكُمُ اللَّهُ الْعَلِيِّ الْكُفْيَا	اللہ تعالیٰ تمہا (تو) تم انکار کرتے تھے اور اگر شریک کیا جاتا تھا ان کے ساتھ (تو) تم ایمان لے آتے تھے پس فیصلہ اللہ کا ہے (جو) برتر بڑے ہیں
---	--	---	--	---	--

کافروں اور مشرکوں پر فرشتے لعنت بھیجتے ہیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان سے بیزار ہیں

گذشتہ آیات میں آیا ہے کہ فرشتے نیک مؤمنین کے لئے دعائیں کرتے ہیں، فرشتے یہ کام بہ حکم الہی کرتے ہیں، اللہ نے ان کو اس کام پر لگایا ہے، اور اس لئے لگایا ہے کہ تیج شریعت مؤمنین سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہے، پس کافروں اور مشرکوں کے لئے فرشتے دعائیں نہیں کرتے، بلکہ ان پر لعنت بھیجتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سے بیزار ہیں، یہ ماضی سے رابطہ ہوا۔

جب دوزخی جہنم میں پہنچ جائیں گے تو اپنے آپ سے سخت ناراض ہونگے کہ ہم دنیا میں کیسے برے کام کر کے آئے کہ آج یہ مردان دیکھنا پڑا! اس وقت ان کو دوزرے پکار کر کہا جائے گا کہ آج جتنا تم اپنی ذاتوں سے بیزار ہو اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ تم سے بیزار تھے جب تم کو دنیا میں ایمان لانے کی دعوت دی جاتی تھی اور تم نہیں مانتے تھے، ارشاد فرماتے ہیں: — بے شک جن لوگوں نے (ایمان لانے سے) انکار کیا: وہ پکارے جائیں گے: ”یقیناً اللہ تعالیٰ کی بیزاری بڑی تھی تمہاری بیزاری سے اپنی ذاتوں سے، جب تم (دنیا میں) ایمان لانے کے لئے بلائے جاتے تھے، پس تم نہیں مانتے تھے!“

جہنمی اپنی جانوں سے بیزار ہونگے اور بار بار دنیا کی طرف لوٹنے کی درخواست کریں گے

ماں کے پیٹ میں بدن بنا اس سے پہلے عدم تھا، یہ پہلی موت ہوئی، پھر بدن زعمہ ہوا، یہ پہلی زندگی ہوئی، پھر بدن

(۱) بالانہ: میں ضمیر شان ہے۔

مر گیا، یہ دوسری موت ہوئی، قیامت میں بدن دوبارہ زندہ ہوگا، یہ دوسری زندگی ہوگی، سورۃ البقرۃ (آیت ۲۸) میں اس کا ذکر ہے، چہنچی تیسری زندگی کی درخواست کریں گے، کیونکہ وہ چہنم کی زندگی سے تنگ آچکے ہونگے، ارشاد فرماتے ہیں: — وہ کہیں گے: اے ہمارے پروردگار! آپ نے ہمیں دوسری مرتبہ مارا، اور دوسری مرتبہ زندہ کیا، اب ہم اپنی خطاؤں کا اقرار کرتے ہیں، پس کیا جہنم سے نکلنے کی کوئی راہ ہے؟ — یعنی ایک مرتبہ اور دنیا میں بھیج دیں، پھر دیکھیں: ہم وہاں سے خوب نیکیاں سمیٹ کر لائیں گے۔

کافروں اور مشرکوں کو جہنم میں ہمیشہ رہنا ہے، یہ برتر بڑے کا فیصلہ ہے جو بدل نہیں سکتا مشرکوں اور کافروں کی درخواست منظور نہیں ہوگی، اب وہ دنیا کی طرف نہیں لوٹ سکیں گے، کیونکہ یہ اللہ برتر و بڑے کا فیصلہ ہے جس کو کوئی بدل نہیں سکتا، ارشاد فرماتے ہیں: — وہ (جہنم میں سدا رہنے کا فیصلہ) اس وجہ سے ہے کہ جب صرف اللہ کی عبادت کی جاتی — یعنی صرف اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دی جاتی — تو تم انکار کرتے تھے — یعنی تو حید تمہارے گلے نہیں اتارتی تھی — اور جب ان کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جاتا تو تم مان لیتے تھے، پس فیصلہ برتر بڑے اللہ کا ہے — جس کا مرقعہ (ایپل) نہیں ہو سکتا، پس اُس سے چھوٹنے کی تمنا عبث ہے۔

قرآن میں بابا باری اعلان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے

هُوَ الَّذِي يُرِيكُمْ آيَاتِهِ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ رِزْقًا وَمَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا مَنْ يُنِيبُ ۝
فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝ رَفِيعَ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ
يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ۝ يَوْمَ هُمْ
بَبْرُورُونَ ۝ لَا يَخْفَى عَلَى اللَّهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۚ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝
الْيَوْمَ تُجْزَى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝

هُوَ الَّذِي يُرِيكُمْ آيَاتِهِ	وہ جو دکھلاتے ہیں تمہیں اپنی نشانیاں	وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ	اور اتارتے ہیں تمہارے لئے آسمان سے	رِزْقًا وَمَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا مَنْ	روزِ (بارش) اور نہیں صحت قبول کرتا مگر جو
---------------------------------------	--	--	--	---	---

يُنَبِّئُ (۱)	رجوع کرے (اللہ الف)	مِنْ آفَرِہ (۳)	یعنی اپنے حکم کو	الْيَوْمَ	آج؟
فَادْعُوا	پس پکارو	عَلَىٰ مَنْ يَنْتَازِ	جس پر چاہتے ہیں	لِللّٰهِ	اللہ کے لئے
اللّٰهُ	اللہ کو	مِنْ عِبَادِہ	اپنے بندوں میں سے	الْوَحِيدِ	ایک
مُخْلِصِينَ	خالص کر کے	رَبِّنَّزْدِ	تاکہ وہ ڈرائے	الْقَهَّارِ (۶)	قاب!
لَهُ (۲)	اس کے لئے	يَوْمَ التَّلَاقِ (۵)	ملاقات کے دن سے	الْيَوْمَ	آج
الَّذِينَ (۲)	دین کو	يَوْمَ	(یاد کرو) جس دن	تُجْزَىٰ	بدلہ دیا جائے گا
وَلَوْ كَرِهَ	اگر چہ ناپسند کریں	هَمَّ	وہ لوگ	كُلُّ نَفْسٍ	ہر نفس
الْكُفْرُونَ	انکار کرنے والے	بِزُرُونِ	ظاہر ہونے والے ہو گئے	بِمَا كَسَبَتْ	اس کا جو کیا اس نے
رَفِيعَ (۳)	بلند کرنے والے	لَا يَخْفَىٰ	نہیں پوشیدہ ہوگی	لَا ظَلَمَ	نہیں ظلم ہے
الْمَلَأَتْ	مرا تب کے	عَلَىٰ اللّٰهِ	اللہ پر	الْيَوْمَ	آج
ذُو الْعَرْشِ	تحت شاهی والے	وَمِنْهُمْ شَقِيٌّ	ان کی کوئی بات	لَانَ اللّٰهُ	بے شک اللہ
يُلْقِي	ڈالتے ہیں وہ	لِمَنْ	کس کے لئے ہے	سَرِيعٌ	جلد لینے والے ہیں
الرُّوحَ	روح (حیات) کو	الْمَلَكُ	حکومت	الْحَسَابِ	حساب

ایک اللہ کی عبادت کرو، اگر چہ کافر ناک چڑھائیں!

گذشتہ آیت میں فرمایا تھا کہ جب ایک اللہ کو پکارا جاتا ہے تو کفار انکار کرتے ہیں، اور جب کسی اور کو اس کے ساتھ شریک کیا جاتا ہے تو وہ مان لیتے ہیں، اب توحید کا بیان ہے کہ معبود ایک ہی ذات ہے، پھر تم اس کی عبادت سے کیوں ناک چڑھاتے ہو، اللہ کے ایک ہونے کی نشانیاں ہر سو پھیلی ہوئی ہیں، پتہ پتہ اللہ کے ایک ہونے کی گواہی دیتا ہے، ایک اپنی روزی ہی کے مسئلہ کو لے لو، اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برساتے ہیں، جس سے زمین سے تمہاری روزی پیدا ہوتی ہے،

(۱) اِنَابِ اِلٰی اللہ الیہ: تابع ہو کر اللہ کی طرف لوٹنا (۲) الدین: پوری شریعت، عقائد و اعمال کا مجموعہ اور ہر معاملہ میں اخلاص ضروری ہے (۳) رفیع: بروزن فعیل: بمعنی اسم فاعل (۴) من امرہ: من، بیانیہ، روح کی وضاحت ہے (۵) التلاق: باب تفاعل کا مصدر، دراصل فَلَاحَتْ تھا، آخر سے ی حذف ہوئی ہے: ایک دوسرے سے ملاقات کرنا، جمع ہونا، یوم التلاق: قیامت کا دن (۶) القہار: اسم مبالغہ، اللہ کا مبارک نام قَهْرَہ (ف) قَهْرًا: کسی پر غالب ہونا، زیر کرنا، القہار: وہ ذات جو سب پر غالب ہو، اس کے غلبہ کو کوئی طاقت روک نہ سکے۔

مگر سمجھے گا وہ جو اللہ کی طرف متوجہ ہو، اور غور و فکر سے کام لے، ورنہ کیا خاک فائدہ حاصل ہوگا، ارشاد فرماتے ہیں: —
 (اللہ) وہی ہیں جو تم کو اپنی نشانیاں دکھلاتے ہیں — جلد ہی تم اسلام کے غلبہ کو دیکھ لو گے، اور تو حید کا بول بالا ہوگا —
 اور جو آسمان سے تمہارے لئے روزی اتارتے ہیں — یہ ربوبیت کا بیان ہے، رب اللہ ہی ہیں، انھوں نے تمہاری
 معاش (گندارے) کا انتظام کیا ہے، اور کوئی نہیں جو تمہاری روزی کا سامان کرے، اور تو حید ربوبیت کے لئے تو حید
 الوہیت لازم ہے — بارش: روزی کا سبب ہے، پس مسبب بول کر سبب مراد لیا ہے — اور فیضیت وہی قبول کرتا
 ہے جو اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے — پس بندوں کو چاہئے کہ اللہ کی طرف رجوع ہوں، بات سمجھیں، اور صرف اللہ کی
 بندگی کریں — پس اللہ کو پکارو، اس کے لئے دین (عبادت) کو خالص کر کے، گو کافروں کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو! —
 یعنی موصدین کے طرز عمل سے مشرک ناک چڑھائیں گے، مگر اس کا خیال نہ کریں، ڈنکے کی چوٹ تو حید کا اعلان کریں
 — اور عبادت کے بجائے دین کہنے میں اشارہ ہے کہ سارے دین میں اللہ کی خوشنودی پیش نظر رہنی چاہئے، صرف
 نماز روزہ کی حد تک نہیں۔

مادی روزی کی طرح اللہ نے روحانی روزی کا بھی انتظام کیا ہے

انسان میں بدن کے علاوہ روح بھی ہے، اس کی ضروریات الگ ہیں، غذا بدن کی ضرورت ہے، اس کے لئے اللہ
 نے آسمان سے پانی برسایا، جس سے زمین سے غذا اگتی ہے، اور بدن کی ضرورت پوری ہوتی ہے، اور روح کی تربیت کے
 لئے بھی آسمان سے علوم نازل کئے ہیں، نبوت کا سلسلہ قائم کیا ہے، اللہ تعالیٰ کسی شخصیت کو منتخب فرماتے ہیں، اس پر اپنے
 احکام نازل فرماتے ہیں، جو حیات ابدی کا سبب بنتے ہیں، اللہ کے سوا کون ہے جو انسان کی یہ ضرورت پوری کرے؟ پس
 اسی کی بندگی کرو، ارشاد فرماتے ہیں: — (اللہ تعالیٰ) درجات بلند کرنے والے ہیں، وہ تخت شہابی کے مالک ہیں، وہ
 روح (حیات) کو یعنی اپنے احکام کو اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتے ہیں اتارتے ہیں، تاکہ وہ قیامت کے دن سے
 ڈرائے — اس آیت پاک میں چار باتیں بیان فرمائی ہیں:

۱- اللہ تعالیٰ دین پر عمل کرنے کی وجہ سے مؤمنین کے مراتب بلند کرتے ہیں، اور اتنے بلند کرتے ہیں کہ وہ کتر و بیوں
 (مقرب فرشتوں) سے بھی آگے نکل جاتے ہیں، افاضل بشر: افاضل ملائکہ سے بھی افضل ہیں، دونوں جہانوں کی پہنائی
 (چوڑائی) محدود ذاتی کے لئے ناکافی ہو جاتی ہے۔

۲- کائنات پر کنٹرول اللہ تعالیٰ کا ہے، وہی تخت شہابی کے مالک ہیں، دوسرا کوئی مالک و تصرف نہیں، پس کوئی اور

معبود نہیں ہو سکتا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ قائم کیا ہے اور نبی کے انتخاب میں کسی کا دخل نہیں، وہ جس کو چاہتے ہیں نبوت سے سرفراز کرتے ہیں، اس پر اپنے احکام نازل کرتے ہیں، جو انسانوں کی حیات ابدی کا سبب بنتے ہیں۔

۴۔ اس دنیا کے بعد دوسری دنیا ہے، اسی میں بندوں کی اپنے پروردگار سے ملاقات ہوگی، انبیاء آنے والی اس دنیا سے لوگوں کو باخبر کرتے ہیں، تاکہ وہ اُس کے لئے تیاری کریں، غفلت میں نہ رہیں، ورنہ وہ جمال خداوندی کی زیارت سے محروم رہیں گے۔

فائدہ (۱): روح سے مراد وحی ہے، معن اُمرہ: روح کا بیان ہے، اور الاُمرہ: اسمِ جنس ہے، تمام اُمراس میں داخل ہیں، بلکہ منہیات بھی، کیونکہ مثنیٰ پہلو سے نبی بھی امر ہے، اور وحی کو روح سے تعبیر کرنے میں اشارہ ہے کہ احکام: روح کی تربیت کے لئے نازل کئے گئے ہیں، یہ روح کی روزی ہیں۔

فائدہ (۲): روح: حیوانات میں بھی ہے، مگر معمولی درجہ کی ہے، اس کی تربیت کے لئے علومِ فوقانی کی ضرورت نہیں، حیوانات کی صرف جسمانی ضروریات ہیں، ان کو پورا کرنے کے لئے ان کو عقل دی ہے، اور انسان کی روح: رابیہ (برہمی ہوئی) ہے، اس کو نیکوکاری اور بدکاری کا رُئی التہام کی گئی ہے، اس لئے ہیبت کو دبانے کے لئے اور ملکیت کو ابھارنے کے لئے راہ نمائی ضروری ہے، اور اسی مقصد سے علومِ فوقانی نازل کئے گئے ہیں۔

دنیا کے آخری دن میں انسانوں کا انصاف سے حساب ہوگا

انسان کو علومِ فوقانی دیئے ہیں، اور اس کو احکام کا مکلف بنایا ہے، پس قیامت کے دن اس سے حساب لیا جائے گا، جس نے احکام پر عمل کیا ہے وہ پامراد ہوگا، اور ناجہار (غلط راستہ اپنانے والا) نامراد ہوگا، اور آج مجازی بادشاہ ہیں، مگر قیامت کے دن صرف اللہ بادشاہ ہونگے، ان کے علاوہ کسی کی حکومت نہیں ہوگی، پس حساب کتاب میں کوئی دخل نہیں دے سکے گا، اور انصاف کے ساتھ فیصلے ہونگے، کسی پر ختمِ ظلم نہیں ہوگا، اور حساب کا یہ دن بہت جلد آ رہا ہے، غفلت میں مت رہو، تیاری میں لگو، ارشاد فرماتے ہیں: — پس جس دن لوگ اللہ کے روبرو حاضر ہونگے — قبروں سے نکل کر میدانِ محشر میں جمع ہونگے، اس دن — اُن کی کوئی بات اللہ سے پوشیدہ نہیں ہوگی — انسان کا ظاہر و باطن سب کھلا ہوگا، اس دن اللہ تعالیٰ اہل محشر سے پوچھیں گے: — آج کس کی حکومت ہے؟ — سب لرز جائیں گے، کسی میں جواب دینے کی ہمت نہ ہوگی، پس اللہ تعالیٰ خود ہی جواب دیں گے: — ایک غالب اللہ کی! — حکومت ہے، جزاء کے دن کے وہی مالک ہیں — آج بدلہ دیا جائے گا ہر شخص کو اس کے کئے کا، آج ظلم نہیں ہوگا، بے شک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والے ہیں — وقت: ربو کی مثال ہے، جب وہ سٹ جاتا ہے تو ذرا سا رہ جاتا ہے!

وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْأَرْزَاقِ إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كَظَمِينَ هَ مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ ۖ يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ ۚ وَاللَّهُ يَقْضِي بِالْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَقْضُونَ شَيْءًا إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝

عج

وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْأَرْزَاقِ ^(۱)	اور ڈرائیے ان کو دن سے نزدیک آنے والی (آفت کے)	وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ ^(۵) يَعْلَمُ خَائِنَةَ ^(۶) الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ ^(۷)	اور نہ کوئی سفارشی جس کی بات مانی جائے جانتے ہیں وہ خیانت کرنے والی آنکھوں کو اور جس کو چھپاتے ہیں (ان کے) سینے اور اللہ تعالیٰ فیصلہ کریں گے	بِالْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَقْضُونَ شَيْءًا إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ	ٹھیک ٹھیک اور جن کو پکارتے ہیں وہ اللہ سے نیچے نہیں فیصلہ کریں گے کچھ بھی بے شک اللہ تعالیٰ ہی ہر بات سننے والے ہر چیز دیکھنے والے ہیں
--	---	--	---	--	--

قیامت کے کچھ احوال

اور آپ کو گول کو قریب آنے والی مصیبت کے دن سے ڈرائیں، جب کلیجہ منہ کو آجائیں گے، اور وہ لوگ دہانے والے ہونگے! — یعنی خوف اور گھبراہٹ سے دل دھڑک کر گلوں تک پہنچ رہے ہونگے، اور لوگ دونوں ہاتھوں سے ان کو پکڑ کر دبائیں گے کہ کہیں سانس کے ساتھ باہر نہ نکل پڑیں (فوائد عثمانی) — (اس دن) ظالموں (مشرکوں اور کافروں) کا نہ کوئی تمسکار دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی ہوگا جس کا کہا مانا ہی جائے — اس دن سفارش وہی کر سکے گا جس کو اجازت ہوگی، اور اسی کے حق میں کرے گا جس کے لئے پسند ہو (فوائد) — اللہ تعالیٰ آنکھوں کی چوری کو جانتے

(۱) الْأَرْزَاقُ: اسم فاعل، واحد مؤنث: قریب آگئی (مصیبت) موصوف کے قائم مقام ہے، أَزْفَ الْوَقْتُ (س) أَزْفًا: وقت کا قریب آجانا (۲) الْخَنْجَرَةُ: گلا، نزعہ، سانس کی نالی (۳) اصحاب القلوب کا حال ہے (۴) مبتدایہ پر من زائد ہے (۵) جملہ يُطَاع: شفیع کی صفت ہے (۶) خائنة: اسم فاعل، مؤنث، مرکب اضافی درحقیقت مرکب توصیفی ہے۔

ہیں، اور سینوں کی پوشیدہ باتوں کو بھی — یعنی مخلوق سے نظر بچا کر چوری چھپے سے کسی پر نگاہ ڈالی یا گن انکھیں سے دیکھا یا دل میں کچھ نیت کی یا کسی بات کا ارادہ یا خیال آیا: ان میں سے ہر چیز کو اللہ جانتا ہے (فوائد) — اور اللہ تعالیٰ ٹھیک ٹھیک فیصلہ کریں گے — یعنی فیصلہ انصاف سے ہوگا — اور مشرکین اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں وہ کسی طرح کا کوئی فیصلہ نہیں کر سکیں گے — پھر وہ معبود کیسے ہو گئے؟ — بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والے، سب کچھ دیکھنے والے ہیں — یعنی فیصلہ کرنا اسی کا کام ہو سکتا ہے جو سننے اور جاننے والا ہو، بھلا یہ پتھر کی بے جان مورتیں جنہیں تم خدا کہہ کر پکارتے ہو کیا خاک فیصلہ کریں گی؟ پھر جو فیصلہ بھی نہ کر سکے وہ خدا کس طرح ہوا؟ (فوائد)

أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ كَانُوا مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوا هُمْ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَاقٍ ۖ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانَتْ تَأْتِيهِمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَاخْتَرُوا فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ إِنَّهُ قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝

اَوَلَمْ	کیا اور نہیں	قُوَّةً	طاقت میں	ذَلِكَ	یہ (مواخذہ)
يَسِيرُوا	چلے پھرے وہ	وَآثَارًا	اور نشانات میں	بِأَنَّهُمْ	پاس وجہ ہوا کہ
فِي الْأَرْضِ	سر زمین عرب میں	فِي الْأَرْضِ	زمین میں	كَانَتْ تَأْتِيهِمْ	پہنچنے رہے ان کے پاس
فَيَنْظُرُوا	پس دیکھتے وہ	فَأَخَذَهُمُ	پس پکڑا ان کو	رُسُلُهُمْ	ان کے پیغامبر
كَيْفَ كَانَ	کیسا ہوا	اللَّهُ	اللہ نے	بِالْبَيِّنَاتِ	واضح دلائل کے ساتھ
عَاقِبَةُ	انجام	بِذُنُوبِهِمْ	انکے گناہوں کی وجہ سے	فَاخْتَرُوا	پس نہیں مانا انھوں نے
الَّذِينَ كَانُوا	ان کا جو تھے	وَمَا كَانَ	اور نہیں تھا	فَأَخَذَهُمُ	پس پکڑا ان کو
مِنْ قَبْلِهِمْ	ان سے پہلے	لَهُمْ	ان کے لئے	اللَّهُ	اللہ نے
كَانُوا هُمْ	تھے وہ	وَمِنَ اللَّهِ	اللہ سے	لَئِنَّهُ قَوِيٌّ	بے شک وہ زور والے
أَشَدَّ مِنْهُمْ	زیادہ ان سے	مِنْ وَاقٍ	کوئی بچانے والا	شَدِيدُ الْعِقَابِ	سخت سزا دینے والے ہیں

رسولوں کی تکذیب کا انجام

نبی ﷺ نے حسبِ حکم مکہ والوں کو قیامت کے دن سے باخبر کیا، مگر انھوں نے سنی اُن سنی کر دی، اور ایمان نہیں

لائے، اس لئے اب ان کو گزشتہ اقوام: عاد و ثمود وغیرہ کا انجام سناتے ہیں، انھوں نے بھی اپنے رسولوں کی تکذیب کی تھی، اس کی پاداش (سزا) میں وہ ہلاک کئے گئے، مکہ کے کذبین ان سے سبق لیں، ان کی بھی ان کی طرح پکڑ ہو سکتی ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: — کیا یہ لوگ سرزمین عرب میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے کیا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے ہوئے وہ لوگ طاقت میں ان (مکہ والوں) سے بڑھے ہوئے تھے — وہ زور اور اوقد آور قومیں تھیں — اور زمین میں نشانوں کے اعتبار سے بھی — بڑے مضبوط قلعے اور عالی شان عمارتیں یادگار چھوڑی تھیں — پس اللہ نے ان کو ان کے گناہوں کی پاداش میں پکڑا — اور وہ حرف غلط کی طرح صفیر ہستی سے مٹا دیئے گئے — اور کوئی نہیں تھا ان کو اللہ کے عذاب سے بچانے والا — یعنی ان کے مجبور آڑے وقت میں کام نہیں آئے — یہ (مواخذہ) بایں وجہ ہوا کہ ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل کے ساتھ پہنچے رہے، پس انھوں نے نہیں مانا تو اللہ نے ان کو (عذاب میں) پکڑا — بے شک وہ بڑی قوت والے سخت سزا دینے والے ہیں — یعنی تم بھی گزشتہ اقوام کی طرح اپنے رسول کی تکذیب کر رہے ہو، پس اپنا انجام سوچ لو، ان کی طرح رسوا اور ہلاک ہوؤ گے، اللہ تعالیٰ زور قوت والے ہیں وہ اپنے رسول کو غالب و منصور فرمائیں گے، آگے موی علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ سناتے ہیں کہ دیکھو: کس طرح زبردست ہلاک ہوا اور زبردست غالب آیا!

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَ سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۖ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ هٰٓاِمٰنَ وَقَارُوْنَ ۚ فَقَالُوْا سِحْرٌ كَذٰبٌ ۝ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا اقْتُلُوْا اَبْنَاءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوا نِسَاءَهُمْ ۚ وَمَا كَيْدُ الْكَافِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۝ۚ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْ اَقْتُلْ مُوسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّىْۤ اَخَافُ اَنْ يُبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُظْهِرَ فِى الْاَرْضِ الْفَسَادَ ۝ۚ وَقَالَ مُوسٰى اِنِّىْۤ اَعُوْذُ بِرَبِّىْ وَرَبِّكُمْ مِنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ ۚ لَا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝ۚ

وَلَقَدْ	اور البتہ واقعہ یہ ہے	وَسُلْطٰنٍ ^(۱)	اور شوکت کے ساتھ	وَقَارُوْنَ	اور قارون کی طرف
اَرْسَلْنَا	بھیجا ہم نے	مُبِيْنٍ	واضح	فَقَالُوْا	پس کہا انھوں نے
مُوسٰى	موسیٰ کو	اِلٰى فِرْعَوْنَ	فرعون کی طرف	سِحْرٌ	جادوگر ہے
بِآيَاتِنَا	ہمارے معجزات کے ساتھ	وَهٰٓاِمٰنَ	اور ہامان	كَذٰبٌ	بڑا جھوٹا ہے

فَلَنَأْتِيَنَّهُمُ	پس جب	وَمَا كُنْتُمْ	اور نہیں ہے چال	دِينَكَمُ	تمہارے مذہب کو
جَاءَهُمْ	پہنچا وہ ان کے پاس	الْكَافِرِينَ	کافروں کی	أَوَانٌ	یاد یہ کہ
بِالْحَقِّ	دین حق کے ساتھ	إِلَّا فِي ضَلَالٍ	مگر گمراہی و غور	يُظْهِرُ	پھیلائے وہ
مِنْ عِنْدِنَا	ہمارے پاس سے	وَقَالَ	اور کہا	فِي الْأَرْضِ	زمین مصر میں
فَالُوا	کہا انھوں نے	فَزَعَوْهُ	فرعون نے	الْفَسَادَ	خرابی
اِقْتُلُوا	قتل کرو	كَرُوفِي ^(۲)	چھوڑ دو مجھے	وَقَالَ مُوسَى	اور کہا موسیٰ نے
أَبْنَاءَ	بیٹوں کو	أَقْتُلْ	قتل کروں	إِنِّي عَذْتُ	بیٹک میں پناہ لیتا ہوں
الَّذِينَ	ان کے جو	مُوسَى	موسیٰ کو	بِرَبِّي	میرے رب کی
أَمُونا	ایمان لائے	وَلْيَدْعُ	اور چاہئے کہ پکارے	وَرَبِّكُمْ	اور تمہارے رب کی
مَعَهُ	اس کے ساتھ	رَبِّهِ	اپنے رب کو	مَنْ حَتَّى مَقْلَبٍ	ہر گھمڑی سے
وَأَسْتَعِينُوا	اور زمرہ رہتے دو	إِنِّي أَخَافُ	بے شک میں ڈرتا ہوں	لَا يُؤْمِنُ	(جو) ایمان نہیں رکھتا
نِسَاءَهُمْ ^(۱)	ان کی عورتوں کو	أَنْ يَبْدَلَ	کہ بدل دے وہ	يَوْمَ الْحِسَابِ	حساب کے دن پر

موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ

اس واقعہ میں تکذیب رسول کا انجام دکھایا ہے، مشرکین مکہ کو یہی بات سمجھائی مقصود ہے، ارشاد فرماتے ہیں: — اور البتہ واقعہ یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ کو ہمارے معجزات — عصا اور ید بیضاء — اور واضح شوکت کے ساتھ فرعون، ہامان اور قارون کی طرف بھجا — اصل بحث آپ کی بنی اسرائیل کی طرف ہوئی تھی، ساتھ ہی ان مرچھروں کو بھی دعوت ایمان دینے کا حکم ملتا تھا — فرعون شاہان مصر کا لقب ہے، کسی خاص بادشاہ کا نام نہیں، اور موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے فرعون کے نام میں اختلاف ہے (دیکھیں قصص القرآن از مجاہد ملت: ۳۶۱:۱) — اور ہامان: فرعون کا وزیر تھا — اور قارون: موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھائی تھا، اور فرعون کی پیشی میں رہتا تھا اس کا حال و حال (ہدایت القرآن ۶: ۳۰۸) میں گزر چکا ہے — اور معجزات (نشانوں) سے بڑی دو نشانیاں: عصا اور ید بیضاء یا تمام نو نشانیاں مراد ہیں، جن کا ذکر ہدایت القرآن (۱۳: ۵) میں آچکا ہے — اور سلطان کے معنی ہیں: رعب، دبدبہ، دھاک، شوکت، موسیٰ علیہ السلام کو یہ خاص (۱) بناتھم کے بجائے نساء ہم کہتے ہیں اشارہ ہے کہ لڑکیاں بڑی ہو کر ہماری بیگار (مفت خدمت) کریں گی (۲) ذُرُؤًا: نسل امر: چھوڑ دو، ذُرُؤًا: چھوڑنا، اس کا صرف مضارع اور امر استعمال ہوتا ہے۔

صفت عطا فرمائی گئی تھی، دشمن چاہتے ہوئے بھی ہاتھ نہیں ڈال سکتا تھا، ہمارے حضرت ﷺ کو بھی یہ وصف ملا تھا، فرمایا: **نُصْرَتُ بِالرَّعْبِ مَسِيرَةُ شَهْرٍ**: ایک ماہ کی مسافت تک دھاک کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے۔ اور فرعون سے مراد: سربراہ اعلیٰ ہے، جو ایک تھا، اور ہامان سے مراد: ارکانِ دولت ہیں، اور قارون سے مراد: ہم نوائیں، اگرچہ دوسری قوم سے ہوں، قارون: اس وقت بظاہر بھی مسلمان نہیں تھا۔

انھوں نے کہا۔۔۔ یعنی سب نے بادشاہ نے، ارکانِ دولت نے اور ہمنواؤں نے: سب نے دعوتِ توحید کے جواب میں کہا:۔۔۔ جادوگر ہے مہا جھوٹا!۔۔۔ یعنی معجزات دکھانے میں جادوگر ہے اور دعویٰ رسالت میں بڑا جھوٹا ہے۔ پس جب وہ ہمارے پاس سے دینِ حق کے ساتھ ان کے پاس پہنچا تو انھوں نے کہا۔۔۔ یعنی سب نے مشورہ کر کے متفقہ طور پر کہا کہ۔۔۔ اُن لوگوں کے بیٹوں کو قتل کرو جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں۔۔۔ مہلے سے معلوم ہوا کہ شروع میں بنی اسرائیل بھی سب ایمان نہیں لائے تھے، پس جو ایمان لائے ہیں ان کے لڑکوں کو قتل کرو، تاکہ ان کی تعداد گھٹے، اور یہ لہر کے۔۔۔ اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دو۔۔۔ یعنی لڑکیوں کو قتل مت کرو، تاکہ وہ بڑی ہو کر ہماری بیگار (مفت خدمت) کریں۔۔۔ ایسا حکم ایک مرتبہ جب دیا تھا جب کہ موسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہونے والی تھی، تاکہ وہ اسرائیلی بچہ وجود میں نہ آئے جس کے ہاتھ سے فرعون کی حکومت جانی تھی، اب دوسری مرتبہ سب نے یہی بات طے کی۔ اور کافروں کی اسکیم کا خورد ہو گئی۔۔۔ یعنی اس اسکیم پر عمل نہ ہوا کچھ تو موسیٰ علیہ السلام کا بدبدیہ مانع بنا، کچھ پبلک میں خلفشار کا اندیشہ ہوا، اس لئے دوسری مرتبہ لڑکوں کو قتل نہیں کیا گیا۔

البتہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی پارلیمنٹ سے اجازت چاہی، ارشاد پاک ہے:۔۔۔ اور فرعون نے کہا: مجھے چھوڑو۔۔۔ یعنی اجازت دو تم سب متفق ہو جاؤ تو۔۔۔ میں موسیٰ کو قتل کروں۔۔۔ ایک کے قتل سے کوئی خلفشار نہ ہوگا۔۔۔ اور (تم موسیٰ کے خدا سے مت ڈرو) اس کو چاہئے کہ وہ اپنے پروردگار کو (مدد کے لئے) پکارے۔۔۔ یعنی اس کا خدا ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔۔۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ تمہارا دین بگاڑ نہ دے یا ملک میں کوئی خرابی پھیلادے!۔۔۔ مگر ارکانِ دولت میں سے ایک مؤمن نے جو اپنا ایمان مخفی رکھے ہوئے تھا: اس تجویز کی سخت مخالفت کی، جیسا کہ آگے آ رہا ہے، اس لئے اس تجویز پر بھی عمل نہ ہوا۔ اور موسیٰ نے کہا: میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ لیتا ہوں ہر شکبر آدمی سے جو روزِ حساب پر یقین نہیں رکھتا!۔۔۔ یہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی پناہ اس وقت چاہی ہے جب آپ کو ان کے مشورے کی خبر ملی، چنانچہ اللہ نے فرعون کے خاندان ہی کے ایک آدمی کو کھڑا کر دیا اور اس نے زبردست تقریر کر کے فرعون کو اس کے ارادے سے باز رکھا۔

وَقَالَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ ۚ وَإِنْ يَكْذِبُوا فَعَلَيْهِمْ كَذِبُهُمْ وَإِنْ يَكْفُرُوا فَهُوَ مَكْرُهُمْ ۚ أَفَتَصْنَعُونَ ۚ

يَقُولُ لَكُمْ الْمَلِكُ الْيَوْمَ ظَهَرَ لِي فِي الْأَرْضِ رَقَمٌ يَنْصُرُنَا مِنْ بَأْسِ اللَّهِ إِنِ جَاءَنَا ۖ قَالَ فِرْعَوْنُ مَا أُرِيكُمْ إِلَّا مَا أَرَىٰ وَمَا أَهْدِيكُمْ إِلَّا سَبِيلَ الرَّشَادِ ۚ وَقَالَ الَّذِي آمَنَ يَقُولُ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِثْلَ يَوْمِ الْأَحْزَابِ ۚ مِثْلَ دَاوُدَ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادَ وَثَمُودَ ۚ وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ ۚ وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ۚ وَيَقُولُ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ۚ يَوْمَ تَوَلَّوْنَ مَدْبِرِينَ ۚ مَا لَكُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۚ وَلَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلِ الْبَيِّنَاتِ فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِّمَّا جَاءَكُمْ بِهِ ۚ حَتَّىٰ إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَبْعَثَ اللَّهُ مِنْ بَعْدِهِ رَسُولًا ۚ كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ ۚ ۞ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَتْهُمْ كِبَرٌ مَّقْتًا عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ الَّذِينَ آمَنُوا ۚ كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ قَلْبٍ مُّتَكَبِّرٍ ۚ جَبَّارٌ ۝

وَقَالَ	اور کہا	يَكْتُمُ	چھپائے ہوئے ہے	رَبِّيَ اللَّهُ	میرا رب اللہ ہے
رَجُلٌ	ایک آدمی نے	إِيمَانَهُ	اپنا ایمان	وَقَدْ جَاءَكُمْ	اور حقیقت لایا ہے وہ
مُؤْمِنٌ	ایماندار	أَتَقْتُلُونَ	کیا قتل کرو گے تم		تمہارے پاس
مِّنْ آلِ	خاندان سے	رَجُلًا	ایک آدمی کو	بِالْبَيِّنَاتِ	واضح معجزات
فِرْعَوْنَ	فرعون کے	أَنْ يَقُولَ	اس وجہ سے کہ کہتا ہے:	وَمِنْ رَبِّكُمْ	تمہارے رب کی طرف سے

وَلَنْ يَكُ	اور اگر ہے وہ	فِي الْأَرْضِ	مصر کی زمین میں	يَوْمَهُ	دن
كَاذِبًا	جھوٹا	فَمَنْ	پس کون	الْآخِرَآپ	جھوٹوں کے
فَعَلِيْهِ	تو اس پر ہے	يَنْصُرُنَا	مدد کرے گا ہماری	مِثْلُ	جیسے
كَذِبُهُ	اس کا جھوٹ	مِنْ بَاسِ	سختی سے	دَابِ	حال
فَإِنْ يَكُ	اور اگر ہے وہ	اللَّهُ	اللہ کی	قَوِيْرُ فُتُوْجِ	قوم نوح کا
صَادِقًا	سچا	إِنْ جَاءَنَا	اگر پہنچی وہ ہمیں	وَعَلِدَ وَكَعُودَ	اور عادیث و عود کا
يُضَيِّبُكُمْ	(۷) پیچھے کا تم کو	قَالَ	کہا	وَالَّذِيْنَ	اور ان کا جو
بَعْضُ	کچھ حصہ	فِرْعَوْنُ	فرعون نے	مِنْ بَعْدِهِمْ	ان کے بعد ہوئے
الَّذِيْ	اس کا جس کا	مَنَّا لِيُكُفِّرَكُمْ	نہیں سُجھاتا میں تم کو	وَمَا اللَّهُ	اور اللہ نہیں
يُعِدُّكُمْ	وہ تم سے وعدہ کرتا ہے	لَا مَا آتَايَ	مگر جو سُجھتا ہوں میں	يُرِيدُ	چاہتے
إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	وَمَا أَهْدِيَكُمْ	اور نہیں دکھاتا میں تم کو	ظُلُمًا	ظلم
لَا يَهْدِيْ	راہ نہیں دیتے	لِلْآسِيْنِ	مگر راہ	لِلْعَبَادِ	بندوں پر
مَنْ هُوَ	اس کو جو وہ	الرَّشَادِ ^(۳)	بھلائی کی	وَيَقُوْرُ	اور اے میری قوم!
مُسْرِفٌ ^(۲)	حد سے تجاوز کرنے والا	وَقَالَ	اور کہا	لَا فِیْ أَخَافُ	بے شک میں ڈرتا ہوں
كَذَّآبٌ	مہاجھوٹا ہے	الَّذِيْ	اس نے جو	عَلَيْكُمْ	تم پر
يَقُوْرُ	اے میری قوم!	أَمِنْ	ایمان لایا	يَوْمَ التَّنَادِ ^(۵)	پکار کے دن سے
لَكُمْ	تمہارے لئے	يَقُوْرُ	اے میری قوم	يَوْمَهُ	جس دن
النَّاسُ	حکومت ہے	لَا فِیْ أَخَافُ	بے شک میں ڈرتا ہوں	تَوَلَّوْنَ	مڑو گئے تم
الْيَوْمَ	آج	عَلَيْكُمْ	تم پر	مُذْبِحِيْنَ	پٹہ پٹہ پھیر کر
ظَهْرِيْنَ ^(۳)	غالب ہونے والے	وَمِثْلُ	مانند	مَا لَكُمْ	نہیں ہوگا تمہارے لئے

(۱) يَكُ: مفارغ مجزوم، واحد مذکر غائب، اصل میں یكون تھا، ان شرط کی وجہ سے نون ساکن ہوا تو اجتماع ساکنین کی وجہ سے واو کو حذف کیا، پھر نون کو تحقیقاً حذف کیا (۲) مُسْرِفٌ: اسم فاعل، اسراف: حد سے بڑھنا (۳) ظاہرین: لکم کی ضمیر سے حال ہے (۴) الرشاد: نیکی، بھلائی، راستی، رُشد پر شد کا مصدر ہے (۵) التناد: فریاد کرتا، پکارنا، مصدر ہے، اصل میں تَنَادَى تھا، مصنف الیہ ہونے کی وجہ سے آخر سے ی حرف علت حذف ہوئی ہے۔

وَمِنَ الَّذِينَ	اللہ سے	جاء کفر	آیا وہ تمہارے پاس	الَّذِينَ	جو لوگ
عَصِمَ	کوئی بچانے والا	ہے	اس کے ساتھ	يُجَادِلُونَ	جھگڑتے ہیں
وَمَنْ	اور جس کو	حَقَّقِي إِذَا	یہاں تک کہ جب	فَآيَاتِ اللَّهِ	آیتوں میں اللہ کی
يُضِلُّ	گمراہ کریں	هَلَكَ	مر گیا وہ	بَعْدُ	بعد
اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	قُلْتُمْ	کہا تم نے	سُلْطٰنٍ	کسی سند کے
فَمَا لَهُ	پس نہیں اس کے لئے	لَنْ يَنْصَحَ	ہرگز نہیں بھیجیں گے	أَنَّهُمْ	(جو) آئی ہوا ان کے پاس
مِنْ هَادٍ	کوئی راہ نما	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	كِبْرٌ مَّقْتًا	بڑی بیزارى ہے
وَلَقَدْ	اور البتہ حقیق	مِنْ بَعْدٍ	اس کے بعد	عِنْدَ اللَّهِ	اللہ کے پاس
جاء کفر	آیا تمہارے پاس	رَسُولًا	کوئی رسول	وَعِنْدَ الَّذِينَ	اور ان کے پاس جو
يُوسُفُ	یوسف	كَذَلِكَ	اسی طرح	أَمَنُوا	ایمان لائے
مِنْ قَبْلُ	قبل ازیں	يُضِلُّ	گمراہ کرتے ہیں	كَذَلِكَ يَطْبَعُ	اسی طرح مہر کرتے ہیں
بِالْبَيِّنَاتِ	واضح دلائل کے ساتھ	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
فَمَا زِلْتُمْ	پس برابر رہے تم	مَنْ هُوَ	اس کو جو وہ	عَلَى كُلِّ قَلْبٍ	ہر دل پر
فِي شَكٍّ	شک میں	مُصْرَفٌ	حد سے نکلنے والا ہے	مُتَكَلِّفٌ	غور کرنے والے
رَبَّنَا	اس سے جو	مُزْتَابٌ	شک میں مبتلا ہے	جَبَّارٌ	سرکش

خاندان فرعون کے ایک مؤمن نے فرعون کو قتل موسیٰ سے روکا

فرعون نے ارکان دولت سے کہا: خذونی: مجھے چھوڑو: یعنی اگر تم اتفاق کر لو تو میں موسیٰ کو ننداؤں، تاکہ نہ رہے پاس نہ بچے بائسری! فرعون بے لگام بادشاہ تھا، اس کو کسی کے قتل کے لئے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں تھی، اس نے سینکڑوں جادوگروں کو جب وہ مسلمان ہو گئے تھے بغیر مشورہ کے قتل کر دیا تھا، مگر وہ موسیٰ علیہ السلام پر ہاتھ ڈالتے ہوئے ڈرتا تھا، موسیٰ علیہ السلام کی شوکت مانع بن رہی تھی، اس لئے ارکان دولت کے اتفاق کا خواہاں تھا — اس موقع پر اس کے خاندان کے ایک شخص نے زوردار تقریر کی، اور اس کو قتل موسیٰ سے روکا، یہ شخص موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکا تھا، جس طرح فرعون کی بیوی اسلام لا چکی تھی، مگر ابھی اس نے اپنا ایمان ظاہر نہیں کیا تھا، کہتے ہیں: یہ شخص فرعون کا چچا زاد بھائی تھا، بلکہ کہتے ہیں: ولی عہد (آئندہ بننے والا بادشاہ) تھا، اس لئے اس کو بولنے کا حق تھا، اسی مؤمن نے مشورہ سے اٹھ کر موسیٰ

علیہ السلام کو قطعی کے قتل کے موقع پر اطلاع دی تھی کہ آپ کے قتل کا مشورہ ہو رہا ہے، آپ شہر سے نکل جائیں، اسی نے آج بھی تقریر کی — اور کہا ایک ایماندار آدمی نے، جو خاندانِ فرعون سے تھا، اور جو اپنا ایمان مخفی رکھے ہوئے تھا: کیا تم ایک شخص کو جس سے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے! اور وہ تمہارے پاس تمہارے رب کے پاس سے واضح معجزات بھی لایا ہے؟ — یعنی موسیٰ کا گناہ کیا ہے؟ یہی ناکہ وہ تم کو خدا نہیں مانتا، اللہ کو اپنا رب مانتا ہے، اور وہ اپنی بات کے دلائل یعنی واضح معجزات بھی تم کو دکھا چکا ہے، اور مذہب کے معاملہ میں ہر شخص کو آزادی ہوتی ہے، پھر تم اس کے قتل کے درپے کیوں ہو؟ — اور اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ اسی پر پڑے گا — کاغذ کی ناؤ سدا چلتی نہیں! اس کا جھوٹ اس کو ہلاک یا رسوا کر دے گا، جنہیں اس کے خون میں ہاتھ رنگنے کی کیا ضرورت ہے؟ — اور اگر وہ سچا ہے تو تم کو پہنچے گا اس میں سے کچھ جس کی وہ پیشین گوئی کرتا ہے — یعنی وہ اپنی تکذیب پر جس عذاب سے ڈراتا ہے اس کا کچھ حصہ تم کو ضرور پہنچ کر رہے گا — پس پہلی شق پر اس کے قتل میں جلدی کرنے کی ضرورت نہیں، اور دوسری شق پر اس کا قتل کرنا سراسر موجب نقصان و خسران ہوگا۔

بے شک اللہ تعالیٰ منزلِ مقصود تک نہیں پہنچائے اس کو جو حد سے تجاوز کرنے والا مہاجر جھوٹا ہے! — یہ آیت کا فاصلہ (آخری حصہ) ہے، اور فواصل کے لئے ضروری نہیں کہ وہ اسی بندے کا کلام ہو، اللہ کا کلام بھی ہو سکتا ہے — یعنی اگر موسیٰ دعوئے رسالت میں سچا ہے، اور تم اس کو قتل کرنا چاہتے ہو تو تم صرف (حد سے تجاوز کرنے والے) ہو، اور اگر وہ دعوئے رسالت میں جھوٹا ہے تو وہ مہاجر جھوٹا ہے، کیونکہ انسانوں پر جھوٹ سے اللہ پر جھوٹے سنگین گناہ ہے، اور دونوں ہی شخصوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت سے ہم کنار نہیں کرتے۔

اے میری قوم کے لوگو! — اب رخِ ارکانِ دولت کی طرف ہے — آج تمہاری حکومت ہے، سرزمینِ مصر میں تم غالب ہو، پس کون تمہاری مدد کرے گا اللہ کے عذاب سے اگر وہ ہمیں پہنچا؟ — یعنی اپنی آن بان پر مت اتراؤ، جب اللہ کا عذاب آگھرے گا تو سب شاٹھ پڑا رہ جائے گا، اور کوئی آنسو پونچھنے والا بھی نہ ہوگا۔

فرعون ڈھیلا پڑا: — فرعون نے کہا: میں تمہیں وہی بات سمجھاتا ہوں جو خود میں سمجھتا ہوں، اور میں تمہیں بھلائی کا راستہ ہی دکھاتا ہوں! — یعنی میرے نزدیک مصلحت یہی ہے کہ موسیٰ کو قتل کر دیا جائے، یہی تمہاری بہتری کی بات ہے، باقی تم جانو!

اور اس مؤمن نے کہا: بھائیو! مجھے تمہارے حق میں اندیشہ ہے دیگر امتوں جیسے روزِ بدکا، جیسے قومِ نوح، عاد، ثمود اور ان کے بعد والوں کا حال ہوا — یہ سب اقوام تکذیبِ رسل کی پاداش میں ہلاک ہوئی ہیں، آج تم بھی اللہ کے رسول کی

مکذیب کر رہے ہو، پس اپنا انجام سوچ لو۔ اور اللہ تعالیٰ بندوں پر کسی طرح کا ظلم کرنا نہیں چاہتے۔ یعنی اگر ایسے بھاری جرم (مکذیب رسول) پر ان اقوام کو تباہ کیا تو وہ عین عدل و انصاف کا تقاضا تھا، ظلم کسی درجہ میں نہیں تھا، اسی طرح اگر تم مکذیب پر جیسے تو سخت اندیشہ ہے کہ تم کو بھی کہیں وہی دن دیکھنا نہ پڑے۔ اور یہ تو دنیا کا عذاب ہوگا، اور آخرت کا عذاب علاحدہ ہے:۔ اور اے میرے بھائیو! مجھے تمہاری نسبت اندیشہ ہے چیخ و پکار کے دن کا۔ تَنَادَ الْقَوْمُ کے معنی ہیں: ایک دوسرے کو بلند آواز سے پکارنا، اور یَوْمُ التَّنَادِ: قیامت کا دن ہے، میدانِ حشر میں واویلا مچنے لگی: آؤ مدد کرو! آؤ مدد کرو! مگر کان پڑی کوئی سنے گا نہیں، نہ مدد کو پہنچے گا۔ جس دن تم پیٹھ پھیرو گے اللہ کے عذاب سے تم کو کوئی بچانے والا نہیں ہوگا۔ یعنی جب محشر سے پیٹھ پھیرو گے، اور دوزخ کی طرف ہانکے جاؤ گے، تو اللہ کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ بے راہ کر دیں اس کو کوئی سیدھا راستہ دکھانے والا نہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے عناد کی غصت سے تمہارے لئے گمراہی مقدر کر دی ہے پس اب میں ہزار جہنم کروں تم کو سیدھا راستہ نہیں دکھا سکتا۔

نعمت کی قدر زوال کے بعد ہوتی ہے:۔ اور یہ واقعہ ہے کہ تمہارے پاس آج سے پہلے یوسفؑ واضح دلائل کے ساتھ آچکے ہیں، پس تم برابر شک میں مبتلا رہے اس دن کے بارے میں جس کو وہ لائے۔ یعنی تم ایمان نہیں لائے، نعمت کی قدر نہیں پہچانی۔ یہاں تک کہ جب ان کی وفات ہوگئی تو تم نے (کفِ افسوس ملا) اور کہا: اب ان کے بعد اللہ تعالیٰ کوئی رسول مبعوث نہیں فرمائیں گے۔ یعنی ان کی موت کے بعد جب مصر کی سلطنت کا بندوبست بگڑا تو کہنے لگے: یوسف کا قدم اس شہر پر کیا مبارک تھا، ایسا نبی کوئی نہیں آئے گا (موضح القرآن)۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ گمراہ کرتے ہیں اس کو جو حد سے نکلنے والا شک میں مبتلا ہے۔ یعنی تم بھی موسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں شک میں مبتلا ہو، پس اگر تم حد سے گزرو گے اور ان کو قتل کرو گے تو اپنی ہلاکت کا سامان خود کرو گے!

موسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں بلا وجہ کا شک تھا:۔ جو لوگ جھگڑے کھڑے کرتے ہیں اللہ کے معجزات میں بغیر کسی ایسی دلیل کے جو ان کے پاس موجود ہو، اللہ تعالیٰ کو۔ اس کج بخشی سے۔ بڑی نفرت ہے اور مؤمنین کو بھی۔ وہ ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر مغرور سرکش کے پورے دل پر مہر کر دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے قبول حق اور نفوذِ خیر کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓهَٰؤُلَاءِ اٰنِیْ اِلٰی صِرَٰطٍ لِّعَلِّیْ اَبْلُغُوْا اِلَیَّ سَبَیْلَ ۙ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ
فَاَطٰعُوْا اِلٰہَ مُوْسٰی وَاٰتٰی لَآظْمَتُہٗ کَاذِبًا ۚ وَکَذٰلِکَ زَیِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءَ عَلَمِہٖ وَصَدَّ عَنِ

السَّبِيلَ ۚ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ إِلَّا فِي تَبَابٍ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ آمَنُوا يَقَوْمِ اتَّبِعُونِ
 أَهْدِكُمْ سَبِيلَ الرَّشَادِ ۝ يَقَوْمِ إِنَّمَا هِيَ دُنْيَا مَتَاعٌ وَإِنَّ الْآخِرَةَ هِيَ
 دَارُ الْقَرَارِ ۚ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزَى إِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذِكْرِ
 أَوْ أَثْنَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلِلَّهِ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُونَ فِيهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝
 وَيَقَوْمِ مَا لِيَ أَدْعُوكُمْ إِلَى التَّجْوَةِ وَتَدْعُونَنِي إِلَى النَّارِ ۚ تَدْعُونَنِي لِأَكْفُرَ
 بِاللَّهِ وَ أَشْرِكُ بِهِ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ ۚ وَأَنَا أَدْعُوكُمْ إِلَى الْعَزِيزِ الْغَفَّارِ ۚ لَا
 جَرَمَ أَتَمَّا تَدْعُونَنِي إِلَيْهِ لَيْسَ لَهُ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْآخِرَةِ ۚ وَأَن
 مَّرَدَّنَا إِلَى اللَّهِ وَأَنَّ الْمُسْرِفِينَ هُمْ أَصْحَابُ النَّارِ ۝ فَسْتَذَكِّرُونَ مَا أَقُولُ لَكُمْ ۚ وَأَفْوَضُ
 أَمْرِي إِلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ۝

وَقَالَ	اور کہا	اسباب	برائیں	ذُرین	حرین کیا گیا
فِرْعَوْنُ	فرعون نے	الْتَّمَاتِ	آسمانوں کی	فِرْعَوْنُ	فرعون کے لئے
يَهْلِكُنَّ	اے ہامان	فَاطِلَةٍ	پس جہانوں میں	سُوءَ عَمَلٍ	اس کا برا عمل
اٰیٰتِیْ	بناتو	إِلَى اللَّهِ	معبود کی طرف	وَصُدَّ	اور روکا گیا وہ
لَیْ	میرے لئے	مُوسَىٰ	موسیٰ کے	عَنِ السَّبِيلِ	سیدھی راہ سے
صَوْحًا ^(۲)	کوئی عالی شان محل	وَلَا نِيَّ	اور بے شک میں	وَمَا كَيْدُ	اور نہیں ہے چال
لَعَنَیْ	تا کہ میں	لَا تُكَلِّمُهُ	یقیناً گمان کہتا ہوں اس کو	فِرْعَوْنَ	فرعون کی
أَبْلَغُ	پہنچوں	كَأَدْبَا	جھوٹا	إِلَّا فِي تَبَابٍ ^(۲)	مگر تباہی میں
الْأَسْبَابُ ^(۳)	راہوں تک	وَكَذَلِكَ	اور اس طرح	وَقَالَ الَّذِينَ	اور کہا اس نے جو

(۱) ایہی: بناتو: امر، واحد مذکر حاضر، یعنی (ض) بناء، تعمیر کرنا (۲) صُوح: عالی شان عمارت جس میں نقش و نگار ہو
 (۳) اسباب: سبب کی جمع: اصل معنی رشتی، پھر ہر اس چیز کو سبب کہا جانے لگا جو دوسری چیز تک پہنچنے کا ذریعہ ہو (۴) تباہ: تباہ
 تباہ کی طرح مصدر ہے: پایہ ضرب: ہلاکت، تباہی، ہمیشہ ٹوٹے میں رہنا۔

اٰمَنَ	ایمان لایا	فَاُولٰٓئِكَ	پس وہ لوگ	اَدْعُوْكُمْ	بلاتا ہوں تم کو
يَقُوْمُوْنَ	اے میری قوم!	يَذْكُرُوْنَ	داخل ہو گئے	رَاٰی الْعَزِيْزُ	زبردست کی طرف
اَتَّبِعُوْنَ	پیروی کرو تم میری	الْحَيٰٓةَ	ہاغ میں	الْعَقَّارِ	بڑا بچنے والا
اَهْدِكُمْ	دکھاؤں گا میں تم کو	يُزَيِّنُوْنَ	روزی دینے جائیں گے	لَا جَرَمَ ^(۱)	لاحالہ
سَبِيْلَ الرَّشٰدِ	بھلائی کی راہ	غِيْثًا	اس میں	اَنْتُمْ	اس کے سوا نہیں کہ
يَقُوْمُوْنَ	اے میری قوم!	رَبْعِيْنَ حِسَابٍ	بے شمار	تَدْعُوْنِيْ	بلاتے ہو تم مجھے
لَا تَكُنَّا هٰٓلِكَ	اس کے سوا نہیں کہ یہ	وَيَقُوْمُوْنَ	اور اے میری قوم!	رَاٰیہٗ	اس (معبود) کی طرف
الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا	دنیا کی زندگی	مَتَايَ	مجھے کیا ہوا (کیا ہاٹ)	لَيْسَ لَهُ	(کہ) نہیں ہے اس کے لئے
مَتَاعٌ	چند روز قاندہ اٹھانا ہے	اَدْعُوْكُمْ	بلاتا ہوں میں تم کو	دَعْوَةً ^(۲)	کوئی بلاوا (صداء، بھائی)
وَ اِنَّ الْاٰخِرَةَ	اور بے شک آخرت	اِلَى النُّجُوْةِ	نجات کی طرف	فِي الدُّنْيَا	دنیا میں
هِيَ دَارٌ	ہی گھر ہے	وَتَدْعُوْنِيْ	اور بلاتے ہو تم مجھ کو	وَلَا فِی الْاٰخِرَةِ	اور نہ آخرت میں
اِنْقِرَادٍ	اطمینان سے رہنے کا	رَاٰی النَّارَ	آگ کی طرف	وَ اَنْ مَّرَدَّنَا	اور یہ کہ ہمارا لوٹنا
مَنْ عَمِلَ	جس نے کی	تَدْعُوْنِيْ	بلاتے ہو تم مجھ کو	اِلَى اللّٰهِ	اللہ کی طرف ہے
سَبِيْلَةً	برائی	لَا كُفْرَ	تاکہ انکار کروں میں	وَ اَنْ الْمُسْرِفِيْنَ	اور یہ کہ حد سے لگنے والے
فَلَا يُجْزٰٓءُ	پس نہیں بدل دیا جائے گا وہ	بِاللّٰهِ	اللہ کا	هُمْ	وہی
اِلَّا مِثْلَهَا	مگر اس کے مانند	وَ اَشْرَكَ	اور شریک کروں میں	اَضْحَبُ النَّارِ	دورخ والے ہیں
وَمَنْ عَمِلَ	اور جس نے کیا	بِهٖ	اس کے ساتھ	فَتَسْتَكْبِرُوْنَ	پس عنقریب یاد کرو گے تم
صَالِحًا	نیک کام	مَا لَيْسَ	اس کو کہ نہیں	مَّا اَقُوْلُ لَكُمْ	جو کہہ رہا ہوں میں تم سے
فَن ذٰکِرٌ	مرد سے	بٰی بِہٖ	میرے لئے اس کا	وَ اَقْوَصُ	اور سوچتا ہوں میں
اَوْ اُنْثٰی	یا عورت سے	عَلِمَ	کچھ علم	اَمْرِيْ	اپنا معاملہ
وَهُوَ مُؤْمِنٌ	ورجائیکہ وہ مؤمن ہے	وَ اَنْتَا	اور میں	رَاٰی اللّٰهَ	اللہ تعالیٰ کو

(۱) لا جرم: کے اصل معنی ہیں: لاحالہ، پھر حقاً اور قسم کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے (۲) دعوة: دعا، يدعو کا مصدر ہے: دعا،

پکارہ بلاوا۔

اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	بَصِيْرٌ	خوب دیکھنے والے ہیں	پالنے والا	بندوں کو
---------------	-------------------	----------	---------------------	------------	----------

فرعون نے قتل کا منصوبہ تو پیچھے ڈال دیا مگر اس کو بہت دور کی سوچھی

مؤمن بندے کی تقریر سے متاثر ہو کر فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا منصوبہ پیچھے ڈال دیا، البتہ اس کو بہت دور کی سوچھی — اور فرعون نے کہا: اے ہامان! میرے لئے ایک اونچا محل بنا، تاکہ میں راہوں تک پہنچوں یعنی آسمانوں کی راہوں تک — یعنی وہ پختہ بلند عمارت کو سیڑھی بنائے گا، اور اس پر چڑھ کر آسمانوں میں پہنچ جائے گا، پھر وہاں وہ ننگے پاؤں گھومے گا — پس میں موسیٰ کے معبود کو جھانکوں — یعنی اس کا معبود یوان خاص میں ہوگا، اور فرعون کو اندر جانے کی اجازت تو ملے گی نہیں، پس باہر سے جھانک کر دیکھ لے گا — اور میں تو اس کو بالیقین جھوٹا سمجھتا ہوں — یعنی خدا میرے علاوہ کوئی نہیں، پس میں کہہ سکوں گا کہ میں آسمانوں میں گھوم آیا، مجھے وہاں کوئی خدا نہیں ملا! — اور اس طرح فرعون کے لئے اس کی بد عملی حزین کی گئی — بد عملی سے مراد یہاں دو باتیں ہیں: قتل موسیٰ کا منصوبہ اور آسمانوں میں چڑھ کر اللہ کو جھانکنا: دونوں باتیں حماقت بھری ہیں، مگر فرعون کو خوش نما نظر آئیں — اور وہ سیدھے راستے سے روک دیا گیا — یعنی اس مؤمن کی تقریر سے بھی اس کو راہ راست نصیب نہ ہوئی — تمام گمراہوں کا یہی حال ہے، ان گمراہوں کے لئے ان کی گمراہیاں حزین کر دی جاتی ہیں، وہ اسی کو حق سمجھتے ہیں، اور اس دلدل سے کبھی باہر نہیں نکل سکتے — اور فرعون کی اسکیم ہلاک ہی ہو کر رہی! — یعنی نہ وہ موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر سکا اور نہ محل بنا کر آسمان پر چڑھ سکا، کہتے ہیں: ہامان نے محل بنانا شروع کیا تھا، مگر بنیادیں کمزور تھیں، اس لئے تیار ہونے سے پہلے ہی ڈھ پڑا!

مؤمن بندے کا بیان جاری ہے

اور اس مؤمن نے کہا: بھائیو! تم میری پیروی کرو، میں تم کو ”بھلائی کا راستہ“ دکھاؤں گا — یعنی بھلائی اور بہتری کا راستہ وہ نہیں، جو فرعون دکھاتا ہے، تم میری سنو، میں تمہیں بھلائی کا راستہ دکھاؤں گا۔

بھلائی کا راستہ: — بھائیو! یہ دنیاوی زندگی محض چند روزہ ہے، اور اصل ٹھہرنے کی جگہ آخرت ہے — اور وہاں جزاء کا قانون یہ ہے: — جس نے گناہ کیا تو اس کو برابر سزا بری بدلہ ملے گا، اور جس نے نیک کام کیا، خواہ مرد ہو یا عورت، بشرطے کہ وہ مؤمن ہو، تو وہ لوگ جنت میں داخل ہونگے، وہاں وہ بے حساب روزی دیئے جائیں گے — یعنی دنیا کا نشہ ٹھیک نہیں، یہ زندگی چند روز کی ہے، اللہ پر ایمان لاؤ، اس کی بندگی کرو، اور آخرت کے لئے تیاری کرو، وہاں نیک بندوں کے وارے نیارے ہو جائیں گے۔

اور اے میرے بھائیو! یہ کیا بات ہے کہ میں تم کو نجات کی طرف بلاتا ہوں، اور تم مجھے دوزخ کی طرف بلاتے ہو، تم مجھے بلاتے ہو کہ میں اللہ کا انکار کروں، اور اس کے ساتھ ایسی چیز کو شریک کروں جس کے شریک ہونے کی میرے پاس کوئی دلیل نہیں۔ اور میں تمہیں زبردست بڑے بخشنے والے کی طرف بلاتا ہوں۔ یعنی میرا اور تمہارا معاملہ عجیب ہے، میں چاہتا ہوں کہ تم کو ایمان کے راستہ پر لگا کر خدا کے عذاب سے نجات دلاؤں، اور تمہاری کوشش یہ ہے کہ اپنے ساتھ مجھے بھی دوزخ کی آگ میں دھکیل دو (فوائد)۔ یقینی بات ہے کہ تم مجھے جس کی طرف بلاتے ہو اس کے لئے نہ دنیا میں دُھائی ہے نہ آخرت میں۔ دُھائی نہ دُطلب کرنا، فریاد کرنا یعنی اللہ کے علاوہ نہ دنیا میں کوئی فریاد سننے والا ہے نہ آخرت میں، پھر ان کو موجود ماننے سے کیا فائدہ؟ اور یہ (بات بھی یقینی ہے) کہ ہمارا اللہ کی طرف ہے۔ یعنی اس دنیا سے گذر کر اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے، پس وہی معبود برحق ہے۔ اور یہ (بات بھی یقینی ہے) کہ حد سے تجاوز کرنے والے ہی دوزخی ہیں۔ پس تم جو موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنا چاہتے ہو اس کا انجام سوچ لو!

مؤمن بندے کی تقریر پوری ہوتی ہے

پس آگے چل کر تم میری بات کو یاد کرو گے اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں، بے شک اللہ تعالیٰ سب بندوں کو خوب دیکھنے والے ہیں۔ اس تقریر سے مؤمن بندے کا ایمان کھل گیا، اس نے کہا: آگے چل کر میری باتیں یاد آئیں گی کہ ایک بندہ نے سمجھا یا تھا مگر ہم نہیں سمجھتے تھے، اس وقت پشیمان ہوئے۔ اسے کچھ فائدہ نہ ہوگا، اور اب میں خود کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں، تم مجھے ستانا چاہو تو وہی میری حفاظت کرے گا، اور سب بندے اللہ کی نگاہ میں ہیں، وہ میرا اور تمہارا دونوں کا معاملہ دیکھ رہے ہیں، ﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ﴾ اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ اس کے لئے کافی ہے۔

قَوْفَهُ اللَّهُ سَيِّئَاتٍ مَا مَكَرُوا وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ ۝ النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا ۖ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ ۝ وَإِذْ يَتَحَاوَنُونَ فِي النَّارِ فَيَقُولُ الضُّعَفَاءُ لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ أَنْتُمْ مُغْنُونَ عَنَّا نَصِيبًا مِنَ النَّارِ ۖ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُلٌّ فِيهَا إِنَّ اللَّهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ۖ وَقَالَ الَّذِينَ فِي النَّارِ لِغَزَنَةِ جَهَنَّمَ

ادْعُوا رَبَّكُمْ يَخْشَفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ۖ قَالُوا أَوَلَمْ تَكُنْ تَأْتِيكُم رُسُلُكُمْ
بِالْبَيِّنَاتِ ۖ قَالُوا بَلَىٰ ۖ قَالُوا فَادْعُوا ۚ وَمَا دُعَاؤُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ۝

عج

فَوْفَهُ	پس بچایا اس کو	أَشَدَّ الْعَذَابِ	سخت عذاب میں	اسْتَكَبَرُوا	گھمنڈ کیا
اللَّهُ	اللہ نے	وَإِذْ	اور (یا دیکرو) جب	إِنَّا كُلَّ	بے شک ہم سب
سَيِّئَاتٍ ^(۱)	برائیوں سے	يَخْتَصِمُونَ	ہا ہم جھڑپیں گے وہ	فِيهَا	دوزخ میں ہیں
مَا مَكَرُوا	ان کی چالوں کی	فِي النَّارِ	دوزخ میں	لَإِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ نے
وَحَاقَ	اور گھیر لیا	فَيَقُولُ	پس کہیں گے	قَدْ حَكَمَ	قطعی فیصلہ کر دیا ہے
يَلِيلَ فِرْعَوْنَ	فرعون والوں کو	الضُّعْفَىٰ	کمزور	بَيْنَ الْعِبَادِ	بندوں کے درمیان
سُوءَ الْعَذَابِ	برے عذاب نے	لِلَّذِينَ	ان سے جو	وَقَالَ	اور کہا
النَّارُ ^(۲)	(وہ) دوزخ ہے	اسْتَكَبَرُوا	بڑے بنتے تھے	الَّذِينَ	ان لوگوں نے جو
يُعْرَضُونَ	پیش کئے جاتے ہیں وہ	إِنَّا كُنَّا	بے شک ہم تھے	فِي النَّارِ	دوزخ میں ہیں
عَلَيْهَا	دوزخ پر	لَكُمْ	تمہارے	لِعَذَابِكُمْ	ذمہ داروں سے
عُدُوًا	صح	تَبَعًا	پیروکار	جَهَنَّمَ	دوزخ کے
وَعَشِيَّتَا	اور شام	فَهَلْ أُنْتُمْ	تو کیا تم	ادْعُوا	پکارو
وَيَوْمَ ^(۳)	اور جس دن	مُخْتَلُونَ	ہٹانے والے ہو	رَبَّكُمْ	اپنے رب کو
تَقُومُ	برپا ہوگی	عَنَّا	ہم سے	يَخْشَفُ	ہکا کریں
السَّاعَةُ	قیامت	نَحْيِيئًا	کوئی حصہ	عَنَّا	ہم سے
أَدْخُلُوا	داخل کرو	مِنَ النَّارِ	آگ کا	يَوْمًا	کسی دن
أَلْ فِرْعَوْنَ ^(۳)	فرعون والوں کو	قَالَ الَّذِينَ	کہا جنہوں نے	مِنَ الْعَذَابِ	کچھ عذاب

(۱) سیئات: مضاف، ہا مکروا: مضاف الیہ، اور اس میں فرعونوں کے دنیاوی انجام کی طرف اشارہ ہے یعنی
سب غرق ہوئے، علاوہ اُس مسلمان کے (۲) النار: ہو محذوف کی خبر ہے، اور مرجع سوء العذاب ہے، اور یہ عذاب برزخ
کا بیان ہے (۳) یہ عذاب آخرت کا بیان ہے (۳) آل فرعون: فرعون کی پارٹی۔

قَالُوا	کہا انھوں نے	يَا لَيْتَنِي	واضح دلائل کے ساتھ	قَالُوا	پس پکارو تم (ہی)
اَوْ لَمْ تَكُنْ	کیا اور نہیں تھے	قَالُوا	کہا انھوں نے	وَمَا دُعُوا	اور نہیں دہائی
تَأْتِيَنَا	آتے تمہارے پاس	بَلَىٰ	کیوں نہیں	الْكُفْرَيْنِ	کافروں کی
رُسُلُكُمْ	تمہارے رسول	قَالُوا	کہا انھوں نے	اِلَّا فِي ضَلَالٍ	مگر لا حاصل

فرعونیوں کی دنیا میں، برزخ میں اور آخرت میں سزا

پس اللہ نے اُس (مومن) کو ان کی چالوں کی برائی (سزا) سے بچالیا — یہ فرعونوں کی دنیاوی سزا کا بیان ہے۔ وہ زندگی بھر موسیٰ علیہ السلام کے خلاف جو کچھ کرتے رہے، اس کی برائی یعنی سزا اُن کو یہی ملی کہ وہ سب بحرِ قلزم کی موجوں کی نذر کر دیئے گئے، البتہ خاندانِ فرعون کے اُس مومن کو بچالیا، کہتے ہیں: وہ بنی اسرائیل کے ساتھ دیا سے پار اتر گئے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ عقاب کرنے والوں کے ساتھ نہ گئے ہوں، کوئی بہانہ بنا کر پیچھے رہ گئے ہوں۔

اور فرعونوں کو سخت عذاب ملے گا۔ وہ سخت عذاب: دوزخ کی — آگ ہے، جس پر وہ صبح و شام پیش کئے جاتے ہیں — یہ برزخ (عالمِ قبر) کی سزا کا بیان ہے، عالمِ برزخ میں ان کو ہر صبح و شام دوزخ کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے تاکہ ان کو اپنا روح فرسا اندر ہی انجام دیکھ کر نانی یاد آتی رہے۔ اور پیش کرنے کی صورت کیا ہوتی ہے؟ اس کا صحیح جواب معلوم نہیں، اور آثار میں ہے کہ ان کو سیاہ رنگ کے پرندوں کے پوٹوں میں بٹھا کر جہنم دکھائی جاتی ہے، جیسے شہداء کو ہرے رنگ کے پرندوں کے پوٹوں میں بٹھا کر جنت کی سیر کرائی جاتی ہے — یا جیسے ہریت کو قبر میں سوال و جواب کے بعد اس کا جنت یا جہنم کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے، اس طرح دکھائی جاتی ہو۔

عذابِ قبر برحق ہے، اور یہ آدمی بات ہے

پہلے یہ بات جان لیں کہ عذابِ القبر حق! آدھا مضمون ہے، دوسرا آدھا مضمون فہمِ سامع پر اعتماد کر کے چھوڑ دیا گیا ہے۔ قبر میں عذاب ہی نہیں ہوتا، عذاب تو نافرمانوں کے لئے ہے اور اطاعت شعاروں کے لئے راحۃں ہیں۔

قرآن وحدیث میں کبھی فہمِ سامع پر اعتماد کر کے آدھا مضمون چھوڑ دیتے ہیں جیسے ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخْشَوْنَ الْوَحْيَ الَّذِيْ يُرْسِلُ بِالْحَقِّ﴾ (آل عمران آیت ۲۶) اللہ کے ہاتھ میں خیر ہے، شر بھی اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے مگر فہمِ سامع پر اعتماد کر کے اس کو چھوڑ دیا گیا ہے، کیونکہ اس سے پہلے مقابلات آئے ہیں، پس سامع خود آدھا مضمون سمجھ لے گا کہ شر بھی اللہ ہی کے قبضہ میں ہے۔

اور جو جزء جہاں اہم اور مقصود ہوتا ہے اس کو ذکر کیا جاتا ہے اور دوسرا جزء قرینہ پر اعتماد کر کے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ جیسے

مذکورہ آیت میں اللہ کی تعریف کی جارہی ہے، اس کے مناسب ﴿بِیَدِكَ الْخَيْرُ﴾ ہے، پس اس کو ذکر کیا اور دوسرا آدھا فہم سامع پر اعتماد کر کے چھوڑ دیا۔

اور قبر کے معاملات میں چونکہ عذاب کا جزء اہم ہے تاکہ لوگ محتاط زندگی گذاریں اور آنے والی زندگی کی تیاری کریں، اس لئے اسی جزء کو بیان کیا جاتا ہے، اگر قبر میں نعمتوں والا جزء بیان کریں گے تو لوگوں کو غلط فہمی ہوگی، اور وہ آخرت سے بے فکر ہو جائیں گے۔

عذاب قبر روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے

اہل السنۃ والجماعہ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ عذاب قبر روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے، حدیث شریف میں اس کی یہ تعبیر ہے کہ نیک بندے کی قبر چوڑی اور منور کردی جاتی ہے اور برے شخص کی قبر تنگ کی جاتی ہے، یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں، معلوم ہوا کہ جسم کے اجزاء بھی عذاب و نعمت میں شریک ہوتے ہیں، اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ عذاب قبر صرف روح کو ہوتا ہے وہ اہل السنۃ والجماعہ کے اجماعی عقیدہ کے خلاف ہیں، اس لئے وہ گمراہ ہیں۔

اور اس بات کو اس طرح سمجھ سکتے ہیں کہ مرنے کے بعد بھی روح کا جسم کے ساتھ تعلق باقی رہتا ہے، البتہ وہ وہی (حکمی) تعلق ہوتا ہے، اس وہی تعلق کو ٹیلیفون کی مثال سے سمجھا جاسکتا ہے، فون اگر P.C.O ہے تو اس کا تعلق بستی کے ہرفون سے ہوتا ہے S.T.D ہے تو اس کا تعلق ملک کے ہرفون سے ہوتا ہے اور I.S.D ہے تو اس کا تعلق پوری دنیا کے فونوں سے ہوتا ہے، یہ تعلق وہی ہے اور شہر کے مرکز مواصلات سے فون کا تعلق تحقیقی ہے، پھر اس کے توسط سے دیگر فونوں کے ساتھ تحقیقی تعلق قائم ہوتا ہے، جب آپ کوئی نمبر ڈائل کرتے ہیں تو اگر آپ کے فون کا سامنے والے فون سے حکمی تعلق ہوتا ہے تو تحقیقی تعلق قائم ہو جاتا ہے اور گھنٹی بجنے لگتی ہے، ورنہ جواب ملتا ہے: ”آپ کے فون پر یہ سہولت نہیں“ اب آپ اس مثال سے یہ مضمون سمجھئے کہ قیامت کے دن جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا اور تمام روہیں اس دنیا میں واپس آئیں گی تو ہر روح اپنے جسم میں داخل ہوگی، کوئی روح دوسرے جسم میں داخل نہیں ہوگی، یہ ارواح کا اجسام سے تحقیقی تعلق ہے، اور تحقیقی تعلق فرع حکمی تعلق کی، پس ماننا پڑے گا کہ برزخ کی زندگی میں روح کا جسم کے اجزاء کے ساتھ تعلق باقی رہتا ہے اگر حکمی (وہی) تعلق نہیں مائیں گے تو سوال پیدا ہوگا کہ ارواح اپنے اجسام کو کس طرح پہچانیں گی؟ اور وہ اپنے ہی اجسام میں کس تعلق کی بنا پر داخل ہوگی؟ اس طرح جسم کے اجزاء بھی جزاء و سزا میں روح کے ساتھ کسی درجہ میں شریک ہوتے ہیں۔

عذاب قبر قرآن اور تواتر سے ثابت ہے

امام بخاری رحمہ اللہ نے بخاری شریف (تحفۃ القاری ۴: ۱۳۶) میں عذاب قبر کے تعلق سے تین آیتیں ذکر کی ہیں،

ایک: یہی آیت ذکر کی ہے، دوسری: سورۃ الانعام کی (آیت ۹۳) اور تیسری سورۃ التوبہ کی آیت ۱۰ اذکر کی ہے، ان کی تفصیل تحفۃ القاری (۴: ۱۳۷) میں ہے۔ علاوہ ازیں: سورۃ الحکاثر میں عذاب قبر اور عذاب آخرت کا ذکر ہے، اور اس سلسلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد بھی ہے، تفصیل کے لئے دیکھیں تحفۃ المؤمن (۷: ۵۶۰) اسی طرح بے شمار روایات میں عذاب قبر کا ذکر آیا ہے، وہ روایات اگرچہ الگ الگ ہیں، مگر ان کا قدر مشترک یہ ہے کہ قبر کا عذاب برحق ہے، پس جو شخص عذاب قبر کا انکار کرتا ہے وہ بدین گمراہ ہے۔

اور جس دن قیامت قائم ہوگی — فرشتوں کو حکم ہوگا کہ — فرعونوں کو سخت عذاب میں داخل کرو — یعنی دوزخ کے عذاب میں، یہ عذاب آخرت کا بیان ہے۔

جہنم میں چھوٹے بڑے باہم جھگڑیں گے

جھگڑا ایک عذاب ہے، خواہ دنیا میں ہو یا جہنم میں، جتنی ایک دل ہو گئے، ان میں کبھی کوئی نزاع پیش نہیں آئے گا، اور یہ اتفاق ایک نعمت ہوگا — فرعون اپنی پارٹی کا بڑا تھا، اسی نے سب کو جہنم میں پہنچایا ہے (ہود ۹۸) جہنم میں چھوٹے بڑوں میں جھگڑا ہوگا، جو ایک مستقل عذاب ہوگا، ارشاد فرماتے ہیں: — اور (یاد کرو) جب کفار دوزخ میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے، پس ادنیٰ درجہ کے لوگ اعلیٰ درجہ کے لوگوں سے کہیں گے: بے شک ہم تمہارے تابع تھے، پس کیا تم ہم سے آگ کا کوئی جزء ہٹا سکتے ہو؟ — یعنی دنیا میں ہم سے اپنی اطاعت اور اتباع کراتے رہے، جس کی بدولت آج ہم پکڑے گئے، اب یہاں ہمارے کچھ تو کام آؤ، آخر بڑوں کو چھوٹوں کی تھوڑی بہت خبر تو لینا ہی چاہئے، دیکھتے نہیں! ہم آج کس قدر مصیبت میں ہیں! کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ اس مصیبت کا کوئی جزو ہم سے ہٹا کر دو — بڑے جواب دیں گے: ہم سبھی دوزخ میں ہیں، اللہ تعالیٰ نے بندوں کو درمیان قطعی فیصلہ کر دیا ہے — یعنی اب موقع نہیں ہے کہ کوئی کسی کے کام آئے، ہم اپنی ہی مصیبت کو ہٹا نہیں کر سکتے، تمہارے کیا کام آ سکتے ہیں؟ (نوائد)

بڑوں سے مایوس ہو کر جہنمی: جہنم کے ذمہ دار فرشتوں سے درخواست کریں گے

جہنمی اپنے سرداروں کی طرف سے مایوس ہو کر ان فرشتوں سے درخواست کریں گے جو دوزخ کے انتظام پر مقرر ہیں کہ تم ہی اپنے رب سے کہہ کر کسی دن کچھ عذاب ہٹا کر دو، فرشتے ان کو نکاسا جواب دیں گے، ارشاد فرماتے ہیں: — اور کہا ان لوگوں نے جو دوزخ میں ہیں جہنم کے ذمہ دار فرشتوں سے کہ درخواست کرو اپنے رب سے کہ ہم سے کسی دن تھوڑا سا عذاب ہٹا کر دیں — فرشتے پوچھیں گے: کیا تمہارے پاس تمہارے رسول واضح دلائل کے ساتھ نہیں آئے تھے؟

— دوزخی جواب دیں گے: کیوں نہیں! — بے شک آئے تھے، مگر ہم نے ان کی ایک نہ سنی! — فرشتے کہیں گے: پس تم ہی درخواست کرلو — یعنی سفارش کرنا ہمارا کام نہیں، ہم تو عذاب دینے پر مقرر ہیں، سفارش کرنا رسولوں کا کام ہے اور تم رسولوں کے خلاف ہی چلتے رہے، لہذا تم جانتو تمہارا کام! — اب وہ براہ راست چلا کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کریں گے — اور کافروں کی صدا محض بے اثر ہوگی! — یعنی صدا بہ صحرائیات ہوگی، کوئی جواب ہی نہیں ملے گا۔

إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَبِیَوْمٍ يَقُومُ ٱلْأَشْهَادُ ۝ یُنْفَعُ الظَّالِمِیْنَ مَعَذِرَتُهُمْ وَ لَهُمُ ٱلْعَذَابُ وَ لَهُمْ سُوءُ ٱلدَّارِ ۝ وَ لَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى ٱلْهُدًى وَ أَوْرَثْنَا بَنِی إِسْرَءِیْلَ ٱلْكِتَٰبَ ۝ هُدًى وَ ذِكْرًى لِّأُولِی ٱلْأَلْبَٰبِ ۝ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ ٱللّٰهِ حَقٌّ وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَ سَمِّ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِٱلْعَشِیِّ وَ ٱلْإِبْكَارِ ۝

إِنَّا لَنَنْصُرُ	بے شک ہم	یَوْمَ	جس دن	آتَيْنَا	دی ہم نے
رُسُلَنَا	ضرور مدد کرتے ہیں	لَا يَنْفَعُ	کام نہیں آئے گی	مُوسَى	موسیٰ کو
وَ الَّذِينَ	اپنے رسولوں کی	الظَّالِمِينَ	ظالموں (کافروں) کے	ٱلْهُدًى ^(۱)	راہ نمائی
آمَنُوا	اور ان کی جو	مَعَذِرَتُهُمْ	ان کی عذرخواہی	وَ أَوْرَثْنَا	اور وارث بنایا ہم نے
فِي الْحَيَاةِ	ایمان لائے	وَ لَهُمُ	(معافی مانگنا)	بَنِی إِسْرَءِیْلَ	اولاد یعقوب کو
الدُّنْيَا	زندگی میں	الْعَذَابُ	اور ان کے لئے	ٱلْكِتَٰبَ	کتاب (تورات) کا
وَ بِیَوْمٍ	دنیا کی	وَ لَهُمُ	لجنت	هُدًى ^(۲)	(جو) راہ نما
يَقُومُ	اور جس دن	سُوءُ ٱلدَّارِ	اور ان کے لئے	وَ ذِكْرًى	اور نصیحت (حق)
ٱلْأَشْهَادُ	کھڑے ہو گئے	وَ لَقَدْ	برا گھر ہے	لِّأُولِی ٱلْأَلْبَٰبِ ^(۳)	عقل سلیم والوں کیلئے
	گواہ (کافروں کے خلاف)		اور الٰہت تحقیق	فَاصْبِرْ	پس آپ صبر کریں

(۱) الہدی: راہ نمائی: یعنی موسیٰ علیہ السلام دین سے بے خبر تھے ان کو باخبر کیا (۲) ہدی اور ذکری: مصدر ہیں، حال کی جگہ واقع ہیں (۳) الالباب: لب کی جمع: گواہ یعنی خالص عقل۔

اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرُ	بے شک وعدہ اللہ کا سچا ہے اور بخشوائیں آپ	لِذٰلِكَ ^(۱) وَسَيَجْزِيْ يَحْمَدُ	اپنی کوتاہی اور پاکی بیان کریں تعریف کے ساتھ	لَا يَنْفَكُ بِالْعَصِيْبِ وَالْاَبْكَارِ	اپنے پروردگار کی شام میں اور صبح میں
---	---	---	--	---	--

ذرا صبر کریں، دن پھرنے والے ہیں، اللہ کا وعدہ سچا ہے

یہ سورت مکی دور کے تقریباً آخر میں نازل ہوئی ہے، اس کا نزول کا نمبر ۶۰ ہے، یہ پورا انگلش کا دور تھا، انقلاب عام تھا، اور گذشتہ آیت میں جہنم کے ذمہ دار فرشتوں نے جہنمیوں سے پوچھا تھا: کیا تمہارے پاس تمہارے رسول واضح دین لے کر نہیں آئے؟ انھوں نے جواب دیا تھا: کیوں نہیں! یعنی آئے تھے، مگر ہم نے ان کی سن کر نہ دی — اب اسی دستور الہی کے مطابق آخری رسول تشریف لائے ہیں، مگر ان پر معدودے چند حضرات ہی ایمان لائے ہیں، مکہ والوں کی اکثریت مخالفت پر کمر بستہ ہے، اس لئے اب اللہ کے رسول ﷺ کو اور ایمان لانے والوں کو خوش خبری سنائی جاتی ہے کہ دن پھرنے والے ہیں، ذرا صبر کریں، اللہ کا وعدہ سچا ہے، اسلام غالب ہو کر رہے گا، پھر مثال دی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو کیسے سخت حالات سے گزرنا پڑا ہے، مگر آخر میں کامیاب وہی ہوئے ہیں، اسی طرح تم بھی ضرور کامیاب ہوؤ گے — اور اُس وقت تک دو کام کرو: (۱) دعوت و تبلیغ میں اگر کوئی کوتاہی رہ گئی ہو تو اس کی تلافی کرو، اور ماضی میں کوتاہی کی معافی مانگو، اللہ بڑے بخشنے والے ہیں (۲) صبح و شام نمازوں کا اہتمام کرو، معراج میں پانچ نمازیں فرض ہوئی ہیں، اس سے پہلے صبح و شام کی دو نمازیں تھیں، ان کو اہتمام سے ادا کرو۔

آیات پاک: — بے شک ہم ضرور مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی دنیا کی زندگی میں — پس حسب دستور ہم اپنے آخری رسول کی اور ان پر ایمان لانے والوں کی بھی ضرور مدد کریں گے — اور جس دن (کافروں کے خلاف) گواہ کھڑے ہونگے — یعنی قیامت کے دن، اللہ تعالیٰ مؤمنین کو ایمان کی برکت سے مضبوط رکھیں گے، انہیں ذرا گھبراہٹ نہ ہوگی (سورۃ ابراہیم آیت ۲۷) — جس دن کافروں کے کام نہیں آئے گی ان کی عذر خواہی — وہ دن معافی تلافی کا نہیں ہوگا — یہ مخالفین کو سنایا جا رہا ہے — اور ان کے لئے لعنت ہوگی، اور ان کے لئے برا گھر ہوگا — خدا سے ضد بچانی جاتی ہے، پس مؤمنین کے لئے اس دن رحمت ہوگی اور اچھا گھر!

مثال: — اور البتہ واقعہ یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ کی راہ نمائی کی — یعنی دین سے باخبر کیا، نبوت سے سرفراز کیا — ہر نبی قبل نبوت دین سے تقصیلی طور پر واقف نہیں ہوتا، ہمارے نبی ﷺ کے حق میں ہے: ﴿وَوَجَدَكَ ضَالًّا﴾

(۱) ذنب: کوتاہی یعنی بہت ہی معمولی گناہ۔

فہدیٰ ہے: اور اللہ نے آپ کو دین سے بے خبر پایا، پس آپ کو باخبر کیا — موسیٰ علیہ السلام کو بھی اسی طرح باخبر کیا — اور ہم نے بنی اسرائیل کو تورات کا وارث بنایا، جو عقل سلیم والوں کے لئے راہ نمائی اور نصیحت تھی — اسی طرح ہم نے اپنے اس نبی کو دین سے واقف کیا ہے، اور اس کی امت کو قرآن کریم کا وارث بنایا ہے، جو عقل سلیم رکھنے والوں کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے۔

پس آپ ممبر کریں، بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے، اور آپ اپنی کوتاہی بخشوائیں، اور آپ صبح و شام اپنے رب کی خوبیوں کے ساتھ پاکی بیان کریں — یہ رسول اللہ ﷺ کی اور مؤمنین کی تسلی فرمائی۔

إِنَّ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَتْهُمْ لَئِنْ فِي صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبُورٌ
مَّا هُمْ بِبَالِغِيهِ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝ لَخَلَقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ۝
وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَلَا الْمُسِيءُ قَلِيلًا مَّا تَتَذَكَّرُونَ ۝ إِنَّ السَّاعَةَ
لَأْتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي
أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دُخْرِينَ ۝

إِنَّ الَّذِينَ	بے شک جو لوگ	إِلَّا كِبُورٌ	مغرور (کبر)	لَخَلَقُ	یقیناً پیدا کرنا
يُجَادِلُونَ	جھگڑتے ہیں	مَّا هُمْ	نہیں ہیں وہ	السَّمَوَاتِ	آسمانوں کا
فِي آيَاتِ	آیتوں (باتوں) میں	بِالْغَيْبِ ^(۲)	پہنچنے والے اس کو	وَالْأَرْضِ	اور زمین کا
اللَّهُ	اللہ کی	فَاسْتَعِذْ	پس پناہ طلب کر	أَكْبَرُ	بڑا ہے
يَغْيِرُ	بغیر	بِاللَّهِ	اللہ کی	وَمِنْ خَلْقِ	پیدا کرنے سے
سُلْطَانٍ	کسی دلیل کے	لَئِنَّهُ هُوَ	بے شک وہی	النَّاسِ	لوگوں کے
أَتَتْهُمْ ^(۱)	جوان کو پہنچی ہو	السَّمِيعُ	خوب سننے والے	وَلَكِنَّ أَكْثَرَ	لیکن بہت
لَئِنْ فِي صُدُورِهِمْ	نہیں، ان کی سینوں میں	الْبَصِيرُ	سب کچھ دیکھنے والے ہیں	النَّاسِ	لوگ

(۱) جملہ اناہم: سلطان کی صفت ہے (۲) بالغین کا نون اضافت کی وجہ سے حذف ہوا ہے، اور ضمیر کا مرجع کبر ہے۔

لَا يَعْلمُونَ وَمَا يَنْسَوْنَ الْأَعْمَى وَالْبَصِيرُ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَلَا الْمُنَافِقِينَ ^(۱) قَلِيلًا مَّا	جانتے نہیں اور یکساں نہیں اندھا اور بینا اور جو ایمان لائے اور کئے انھوں نے نیک کام اور نہ بدکار بہت ہی کم	تَنكِدُ كَذِبًا إِنَّ السَّاعَةَ لَأَنبِئُكُمْ لَا رَيْبَ فِيهَا وَلَكِنْ أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ وَقَالَ رَبُّكُمْ	صیحت حاصل کرتے تھے بے شک قیامت یقیناً آنے والی ہے کوئی شک نہیں اس میں مگر اکثر لوگ یقین نہیں رکھتے اور فرمایا تمہارے رب نے	ادْعُونِيْ أَسْتَجِبْ ^(۲) لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِيْ مَبْعُوثُونَ بِجَهَنَّمَ ذُخْرِينَ	مجھے پکارو میں تمہاری پکار قبول کروں گا بے شک جو لوگ سر تابی کرتے ہیں میری عبادت سے عقربند داخل ہوں گے دوزخ میں ذلیل ہو کر
---	--	---	--	--	--

اسلام کی بنیادی تعلیمات میں مشرکین کا جھگڑا

کئی سورتوں میں اسلام کے تین بنیادی عقیدے: توحید، رسالت (دلیل رسالت) اور آخرت سمجھائے گئے ہیں، مشرکین ان میں خواہ مخواہ نبی ﷺ اور مسلمانوں سے جھگڑتے تھے، ان کے پاس کوئی نقلی دلیل نہیں تھی، محض خیالات اور ادھام تھے، پھر وہ قرآن کی باتیں کیوں قبول نہیں کرتے تھے؟ ان کی شیخی اور غرور مانع بنتا تھا، وہ حق کے سامنے جھکنا نہیں چاہتے تھے، خود کو بہت لمبا کھینچتے تھے، پیغمبر کی اتباع میں ان کو عار محسوس ہوتا تھا، وہ چاہتے تھے کہ پیغمبر سے اونچے ہو کر رہیں، لیکن یاد رکھیں: وہ اس مقصد کو کبھی حاصل نہیں کر سکتے، پیغمبر کے سامنے سر اطاعت جھکانا پڑے گا، ورنہ سخت ذلیل و رسوا ہوں گے، ارشاد فرماتے ہیں: — بے شک جو لوگ جھگڑے نکالا کرتے ہیں اللہ کی باتوں میں، بغیر کسی ایسی دلیل کے جو ان کو پہنچی ہو، ان کے دلوں میں بس بڑائی ہی بڑائی ہے، جس تک وہ کبھی پہنچنے والے نہیں! — اللہ کی باتوں میں: یعنی اسلام کے بنیادی عقائد میں جو قرآن پیش کر رہا ہے — کسی دلیل کے بغیر جو ان کو پہنچی ہو: یعنی نقلی دلیل کے بغیر جو اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہو، کیونکہ نقلی دلیل ہی قطعی ہوتی ہے، عقلی باتیں تو ڈھکوسلے ہوتے ہیں، ان کا کیا اعتبار! — جس تک وہ کبھی پہنچنے والے نہیں: یعنی ان کی شیخی پر زوال آنے والا ہے۔

مگر فی الحال ہیں وہ زبردست اور غالب، اسلام کے خلاف کچھ بھی کر سکتے ہیں — پس آپ اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کریں، بے شک وہی سب کچھ سننے والے، سب کچھ دیکھنے والے ہیں — وہ آپ کو ان کے شر سے محفوظ رکھیں گے،

(۱) المؤمنین: إساءة سے اسم قائل، بدی کرنے والا (۲) استجاب لہ: قبول کرنا، کہا مانتا، لیکر کہنا۔

اللہ کے سامنے ان کی کیا حیثیت ہے، اور اللہ کی کائنات میں ان کا کیا مقام ہے، ہاتھی اور چیونٹی کی نسبت بھی نہیں — آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا حقیقتاً بڑا کام ہے لوگوں کے پیدا کرنے سے، لیکن اکثر لوگ سمجھتے نہیں — وہ اس خام خیالی میں مبتلا ہیں کہ سب سے زبردست مخلوق ہم ہیں، سچ ہے: جب چیونٹی کی موت آتی ہے تو اس کے پر ٹپکتے ہیں اور وہ آسمان پر اڑنے کی کوشش کرتی ہے، ایسا قدر خود شناس!

یہ تو جسمانی ساخت اور زور و قوت کی بات تھی، آسمانوں و زمین کے سامنے انسان ایک ذرہ بے مقدار ہے۔ رہا معنوی مقام و مرتبہ تو وہ اللہ کے محبوب و مقبول بندوں کے لئے ہے، مبغوض و مطر و دلوگ تو جہنم کا ایندھن بنیں گے، اگر دنیا میں چند روز نالے کے جھاگ کی طرح پانی پر چھائے رہے تو اس سے کیا ہوتا ہے؟ جو لوگ اللہ کی باتوں کو مانتے ہیں وہ بیٹا ہیں، اور جو لوگ نہیں مانتے وہ اندھے ہیں، جو قرآن پر ایمان رکھتے ہیں، اور اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں وہ نیک کردار ہیں، اور دوسرے لوگ بد کردار، اور اندھا اور بیٹا کب برابر ہوتے ہیں اور ایماندار نیک کردار اور بد کردار کب یکساں ہوتے ہیں؟ دونوں کا فرق سمجھو! ارشاد فرماتے ہیں: اور یکساں نہیں اندھا اور بینا، اور نہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے اور برا کرنے والے، بہت ہی کم نصیحت پذیر ہوتے ہوئے! —

مگر دونوں میں فرق دنیا میں ظاہر ہونا ضروری نہیں، البتہ قیامت کے دن یہ فرق ظاہر ہو کر رہے گا، اور — قیامت بالیقین آنے والی ہے، اس میں کچھ شک نہیں، مگر اکثر لوگ یقین نہیں کرتے!

اللہ کی نزدیکی حاصل کرنے کی صورت

اگر مشرکین پوچھیں کہ اللہ کی نزدیکی حاصل کرنے کی کیا صورت ہے؟ اللہ کا مقبول بندہ کیسے بنا جاسکتا ہے؟ اور آنکھیں روشن اور آدمی نیک کردار کیسے بن سکتا ہے؟ تو ان کو بتاؤ کہ اس کی ایک ہی صورت ہے، مورتیوں کو چھوڑو، اور ایک اللہ کی پرستش کرو، غیر اللہ سے منہ موڑو اور ایک اللہ کو پکارو، یہی لوگ مقبول بندے ہیں، جنت انہی کی میراث ہے، اور جو لوگ اللہ کی عبادت سے سرتابی کریں گے وہ کبھی مقبول بندے نہیں بن سکتے، ان کو تو ذلیل و رسوا ہو کر جہنم میں جانا ہے۔

آیت پاک: — اور تمہارے رب نے فرمایا کہ مجھ کو پکارو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا، جو لوگ میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں وہ عقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہونگے۔

تفسیر: اس آیت کریمہ میں دو مضمون ہیں، اور دونوں میں گہرا ربط ہے، پہلے دونوں کو الگ الگ سمجھ لیں، پھر دونوں کو ملا لیں۔

پہلا مضمون: — بندوں کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، غیر اللہ سے دعا: یعنی مانگنا جائز نہیں، و اتا ایک ہی

ہے، اسی سے مانگو۔ اور اللہ تعالیٰ بندوں کی ہر دعا قبول فرماتے ہیں، کوئی دعا رد نہیں کرتے، مگر مانگی ہوئی چیز دینا بندے کی مصلحت پر موقوف ہے، اگر مصلحت ہوتی ہے تو دیتے ہیں، ورنہ دعا کو عبادت بنا کر اس کے تلخ اعمال میں لکھ لیتے ہیں۔ قرآن کریم میں کہیں بھی یہ نہیں کہا گیا کہ مجھ سے مانگو، تم جو مانگو گے وہ میں دوں گا، بلکہ ہر جگہ یہ فرمایا ہے کہ میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ سورۃ البقرہ (آیت ۱۸۶) میں ہے: ﴿حَاجِبٌ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَا﴾: میں قبول کرتا ہوں دعا مانگنے والے کی دعا، رہا دینا نہ دینا تو وہ بندے کی مصلحت پر موقوف ہے۔

ایک مثال سے وضاحت:۔ کسی کا اکلوتا لڑکا ہے، اس کو لیر یا ہو گیا، گرمی کا زمانہ ہے، سڑک پر قلفی بیچنے والا آیا، اس نے ٹھنڈی بجائی اور صد انگائی، بچہ بے تاب ہو گیا، وہ برف کھانے کا عادی ہے، اس نے کہا: ابوا! میں قلفی کھاؤں! باپ اس کا مطالبہ رد نہیں کرے گا، اس کو بچہ سے محبت ہے، بلکہ وہ نوکر کو پیسے دے کر دوڑائے گا کہ قلفی لا، نوکر اداسنا ہے، وہ پیسے لے کر غائب ہو جائے گا اور لاری والا آگے بڑھ جائے گا، اور بچہ مطالبہ بھول جائے گا، باپ اس کو برف اس وقت دے گا جب ڈاکٹر اجازت دے، اس کو بچہ کی زندگی سے کھیلنا نہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ کو بندوں سے باپ سے زیادہ محبت ہے، وہ بھی بندوں کی ہر دعا قبول فرمالتے ہیں، مگر مانگی ہوئی چیز دیتے ہیں جب ہیں جب بندے کی مصلحت ہو۔

دوسرا مضمون:۔ مشرکین اللہ تعالیٰ کو جانتے اور مانتے ہیں، مگر دنیا میں ایک مندر بھی بھگوان کی بھگتی کا نہیں ہے، تمام مندروں میں غیر اللہ کی پرستش ہوتی ہے، وہ اللہ کی بندگی سے سرتابی کرتے ہیں، ان کو اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ ان کا انجام دوزخ ہے، وہ ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں داخل ہونگے (اور جو لوگ قبروں کو بچھہ کرتے ہیں اور اولیاء سے مانگتے ہیں اور نماز بھی پڑھتے ہیں وہ آیت کا مصداق نہیں)

دونوں مضمون ملائیں:۔ دعا میں عبادت کی شان ہے، اس لئے غیر اللہ سے دعا کرنا جائز نہیں، جیسے غیر اللہ کی عبادت جائز نہیں، اور عبادت کا مغر دعا ہے، پس کوئی عبادت دعا سے خالی نہیں رہنی چاہئے، ورنہ عبادت بے گری کی مونگ بھلی ہوگی، اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کرتا وہ اللہ کی عبادت سے سرتابی کرتا ہے۔

اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْيَلَ لَتَسْكُنُوا فِيهِ ۚ وَ التَّهَارُ مُبْصِرًا إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ۝ ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ لَدَالَهُ إِلَّا هُوَ ۚ فَآفَنِي تَوْفَكُونَ ۝ كَذٰلِكَ يُؤْفِكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِآيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝ اللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَ السَّمَآءَ بِنَآءٍ ۚ وَ صَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوْرَكُمْ

وَرَزَقْنَاكَ مِنَ الطَّيِّبَاتِ ۖ ذِكْرُكَ اللَّهُ رَبُّكُمْ ۖ فَتَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝ هُوَ الْحَيُّ
لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

اور روزی دی تم کو	وَرَزَقْنَاكَ	مگر وہ	إِلَّا هُوَ	اللہ جنہوں نے	اللَّهُ الَّذِي
سحری (حلال) چیزوں	مِنَ الطَّيِّبَاتِ	پس کہاں	فَإِنِّي	بنایا تمہارے لئے	جَعَلَ لَكُمْ
وہ اللہ	ذِكْرُكَ اللَّهُ	بھٹکے جاتے ہو تم	تَوْفِيقُونَ	رات کو	الْيَلِ
تمہارے رب ہیں	رَبُّكُمْ	اسی طرح	كَذَلِكَ	تا کہ چین بگڑے تم اس میں	لِتَسْكُنُوا فِيهِ
پس بڑی برکت والے ہیں	فَتَبَارَكَ	بھٹکائے جاتے ہیں	يُؤْفِكُ	اور دن کو	وَالنَّهَارَ
اللہ تعالیٰ	اللَّهُ	وہ لوگ جو ہیں	الَّذِينَ كَانُوا	روشن	مُبْصِرًا ^(۱)
(جو) جہانوں کے رب ہیں	رَبُّ الْعَالَمِينَ	اللہ کی آیتوں کا	بَيِّنَاتٍ اللَّهُ	بے شک اللہ	إِنَّ اللَّهَ
وہ سدا زنده ہیں	هُوَ الْحَيُّ	انکار کرتے	يَبْعَثُ دُونَ	مہربانی والے ہیں	لَذَوِ فَضْلٍ
کوئی معبود نہیں	لَا إِلَهَ	اللہ جس نے	اللَّهُ الَّذِي	لوگوں پر	عَلَى النَّاسِ
مگر وہی	إِلَّا هُوَ	بنایا تمہارے لئے	جَعَلَ لَكُمْ	لیکن اکثر	وَلَكِنَّ أَكْثَرَ
پس پکارو ان کو	فَادْعُوهُ	زمین کو	الْأَرْضِ	لوگ	النَّاسِ
خالص کر کے ان کیلئے	مُخْلِصِينَ لَهُ	نہر نے کی جگہ	قَرَارًا	حق نہیں مانتے	لَا يَشْكُرُونَ
بندگی کو	الَّذِينَ	اور آسمان کو	وَالسَّمَاءَ	وہ اللہ	ذِكْرُكَ اللَّهُ
تمام تعریفیں	الْحَمْدُ	ایک عمارت	يُنَادُّ	تمہارے رب ہیں	رَبُّكُمْ
اللہ کے لئے ہیں	لِلَّهِ	اور نقشہ بنایا تمہارا	وَصَوَّرَكُمْ	پیدا کرنے والے	خَالِقُ
(جو) پروردگار ہیں	رَبِّ	پس عہد بنایا	فَأَحْسَنَ	ہر چیز کے	كُلِّ شَيْءٍ
جہانوں کے	الْعَالَمِينَ	تمہارا نقشہ	صَوَّرَكُمْ	کوئی معبود نہیں	لَا إِلَهَ

نعمتیں یا دولا کر تو حید کی دعوت

اللہ کا محبوب بندہ بننے کی صورت یہ بتائی تھی کہ اسی کو پکارا جائے اور اسی کی بندگی کی جائے، اب اللہ تعالیٰ اپنے مشرک

(۱) مبصر: ابصار سے اسم فاعل ہے، اس کے معنی ہیں: روشن اور روشن کرنے والا۔

بندوں کو اپنی دو نعمتیں یاد دلانا کر اپنی عبادت کی دعوت دیتے ہیں:

پہلی نعمت: — شب و روز کا نظام ہے — اللہ تعالیٰ نے وقت کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے، بارہ گھنٹے رات رہتی ہے، پھر دن شروع ہو جاتا ہے، رات میں لوگ آرام کرتے ہیں، پھر دن کی روشنی ہو جاتی ہے تو کاروبار کرتے ہیں، یہ انسانوں کے چننے کا سامان کیا ہے، اگر رات نہ ہوتی تو محنت کرتے کرتے تھک جاتے، اور سوتے تو چین کی نیند نہ آتی، اور رات ہی رات ہوتی تو سوتے سوتے تھک جاتے، اور اٹھتے تو اندھیرے میں کیا کرتے؟ پس رات دن کا نظام اللہ کی عظیم نعمت ہے، اس نعمت کا شکر بجالانا ضروری ہے، اور اس کی شکر گزاری یہی ہے کہ اسی مالک و مولیٰ کی بندگی کی جائے، اس کے در کو چھوڑ کر کسی اور کی چوکھٹ پر جہہ سائی نہ کی جائے۔

ارشاد فرماتے ہیں: — اللہ: جنہوں نے تمہارے لئے رات بنائی، تاکہ تم اس میں آرام کرو، اور دن کو روشن بنایا — تاکہ تم اس میں کام کرو — بے شک اللہ تعالیٰ بڑے فضل (واحسان) والے ہیں، لیکن اکثر لوگ شکر گزار نہیں ہوتے — یہی تمہارے پروردگار اللہ تعالیٰ ہر چیز کے پیدا کرنے والے ہیں، ان کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر تم کہاں لٹے پھیرے جا رہے ہو — تمہارے ہمت تمہیں کدھر لے جا رہے ہیں؟ — اسی طرح لٹے پھیرے جاتے ہیں جو لوگ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں — یعنی سارا قصور تمہارے بڑوں کا نہیں تمہارے عمل کا بھی اس میں داخل ہے، تم اللہ کی باتیں نہیں مانتے اس لئے تم کو ان کی باتیں ماننی پڑتی ہیں، اور وہ جہاں چاہتے ہیں لے جاتے ہیں۔

دوسری نعمت: چار نعمتوں کا مجموعہ ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو قراگاہ یعنی قابل رہائش بنایا، زندگی کے لئے جو چیزیں ضروری ہیں: مثلاً: ہوا، پانی، گرمی، آکسیجن وغیرہ سب چیزیں زمین میں مہیا کیں: ﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَالِیَ الْأَرْضِ جَمِیعًا﴾: اللہ وہ ہیں جنہوں نے تمہارے لئے وہ سب چیزیں پیدا کیں جو زمین میں ہیں، کہتے ہیں: دوسرے سیاروں میں ممداتِ حیات نہیں، اس لئے وہاں تنفس (سانس لینے والی مخلوق) نہیں۔

۲۔ آسمان بنایا، جو قہہ کی طرح ایک گول عمارت ہے، اس گولہ میں چاند، سورج، ستارے، سیارے اور زمین مع اپنی مشمولات کے ہے، یہ سارا نظام انسان کی مصلحت کے لئے بنایا ہے، پس کیا انسان پر اس کا شکر واجب نہیں؟

۳۔ انسان کی صورت گری کی، اس کا بہترین ناک نقشہ بنایا: ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِیْ أَحْسَنِ تَقْوِیمٍ﴾: اللہ نے انسان کو بہت خوبصورت سانچے میں ڈھالا، مخلوقات میں سب سے اچھی صورت اس کو عنایت فرمائی، اور اس کو اشرف المخلوقات بنایا، اس کا شکر بھی اس پر واجب ہے۔

۴- انسان کے کھانے پینے کے لئے صاف ستھری، حلال و طیب چیزیں پیدا کیں، جن سے وہ متمتع ہوتا ہے اور عیش کی زندگی گذارتا ہے۔

یہی نعم حقیقی انسانوں کے پالنے والے ہیں، اور سارے جہانوں کے پروردگار ہیں، وہ سدا زندہ ہیں، پس وہی معبود ہیں، مشرکین کو چاہئے کہ اسی کو خالص اعتقاد سے پکاریں اور اسی کی بندگی کریں، تمام خوبیاں انہیں کے لئے ہیں، اور معبود ہونا سب سے بڑی خوبی ہے، پس وہ بھی انہی کے لئے سزاوار ہے۔

آیات پاک: — اللہ تعالیٰ: جنہوں نے تمہارے لئے زمین کو قرار گاہ بنایا، اور آسمان کو ایک عمارت بنایا، اور تمہاری صورت گری کی، پس تمہارا بہترین نقشہ بنایا، اور تم کو ستھری چیزوں میں سے روزی دی، یہی اللہ تمہارے پالنے والے ہیں، سو بڑے عالی شان ہیں اللہ تعالیٰ جو تمام جہانوں کے پالنے والے ہیں، وہ سدا زندہ ہیں، ان کے سوا کوئی معبود نہیں، پس ان کو خالص اعتقاد سے پکارو، تمام خوبیاں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کے پالنے والے ہیں!

قُلْ إِنِّي نُهُيْتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَمَّا جَاءَنِي الْبَيِّنَاتُ مِنْ رَبِّي وَأُمِرْتُ أَنْ أُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُونُوا شُيُوخًا ۚ وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَقَّىٰ مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوا أَجَلًا مُّسَمًّىٰ وَلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ هُوَ الَّذِي يُبَيِّتُ ۖ فَإِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝

ع

قُلْ إِنِّي	کہو: بے شک میں	الْبَيِّنَاتُ	واضح دلیلیں	وَمِنْ تُرَابٍ	مٹی سے
نُهُيْتُ	منع کیا گیا ہوں	مِنْ رَبِّي	میرے رب کی طرف سے	ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ	پھر مادہ سے
أَنْ أَعْبُدَ	عبادت کرنے سے	وَأُمِرْتُ	اور حکم دیا گیا ہوں میں	ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ	پھر خون بستہ سے
الَّذِينَ	اس کی جس کو	أَنْ أُسْلِمَ	کہہ سرائگندہ ہو جاؤں	ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ	پھر نکالتے ہیں وہ تم کو
تَدْعُونَ	تم پکارتے ہو	لِرَبِّ الْعَالَمِينَ	جہانوں کے پالنے والے	طِفْلًا	بچہ ہونے کی حالت میں
مِنْ دُونِ اللَّهِ	اللہ سے نیچے	هُوَ الَّذِي	وہ جنہوں نے	ثُمَّ لِتَبْلُغُوا	پھر (باقی رکھتے ہیں)
لَمَّا جَاءَنِي	جب پہنچیں مجھے	خَلَقَكُمْ	پیدا کیا تم کو	تَاكِدًا	تاکہ پہنچو تم

اَشْكُدُّكُمْ	اپنے پورے زور کو	وَلَسْتَبْلُغُوا	اور (بعض باقی رکھے	یُنْجِیْ	زندہ کرتے ہیں
ثُمَّ لَتَسْكُنُوا	پھر (باقی رکھتے ہیں)	اَحْجَالًا	جاتے ہیں) تاکہ پہنچو تم	وَيُؤَيِّدُكُمْ	اور مارتے ہیں
شُبُوحًا	تاکہ ہوؤ تم	مُسْعٰی	مدت کو	فَاِذَا قَضٰی	پس جب طے کرتے ہیں وہ
وَمِنْكُمْ مَنْ	بوزے	وَلَعَلَّكُمْ	مقررہ	اَمْرًا	کوئی کام
يُتَوَقَّى	اور بعض تم میں سے	تَعْقِلُوْنَ	اور تاکہ	فَاِنَّمَا يَقُولُ	تو بس کہتے ہیں
مَنْ قَبْلُ	وصول کرائے جاتے ہیں	هُوَ الَّذِي	سمجھو تم	لَهُ كُنْ	اس سے ہو جا
	اس سے پہلے	وَهُوَ	وہ جو	فَيَكُونُ	پس وہ ہو جاتی ہے

جب توحید پر دلائل قائم ہو گئے تو غیر اللہ کی عبادت کا کیا جواز ہے!

توحید کے دلائل سے کئی سورتیں بھری پڑی ہیں، ابھی گزشتہ آیات میں اللہ پاک نے اپنی نعمتیں یاد دلانا کر اپنی عبادت کی دعوت دی ہے، اور آگے بھی دلیل آ رہی ہے کہ مارنا جلانا اللہ کا کام ہے، دوسرا کوئی نہیں جو یہ کام کر سکتا ہو، پھر غیر اللہ کی عبادت کا کیا جواز ہے؟ اللہ ہی کی بندگی ضروری ہے اور اسی کے احکام کے سامنے سر جھکا نا ضروری ہے، ارشاد فرماتے ہیں: — آپ (مشرکین سے) کہئے کہ مجھے اس بات کی ممانعت کی گئی ہے کہ میں اُن (مورتیوں) کی عبادت کروں جن کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو، جبکہ میرے پاس میرے رب کی طرف سے واضح دلائل آ گئے، اور میں حکم دیا گیا ہوں کہ جہانوں کے پالتہار کے سامنے سر جھکا لوں — اسلام کے معنی ہیں: فرمان برداری، یعنی اللہ کے احکامات کی پیروی کرنا، نجات اولی کے لئے ایمان کافی نہیں، احکام پر عمل بھی ضروری ہے۔

توحید کی دلیل: — (معبود) وہی ہیں جنہوں نے تم کوٹی سے پیدا کیا — نطفہ جس غذا کا خلاصہ ہے وہ خاک سے ہی پیدا ہوتی ہے — پھر نطفہ سے، پھر خون بستہ سے — اس کے بعد کے تطورات کا یہاں ذکر نہیں، سورۃ المؤمنون کے شروع میں سات تبدیلیوں کا ذکر ہے — پھر تم کو بچے ہونے کی حالت میں نکالتا ہے، پھر (تم کو پالتا ہے) تاکہ تم اپنی بھرپور جوانی کو پہنچو، پھر (تم کو باقی رکھتا ہے) تاکہ تم بوڑھے ہو جاؤ — یعنی زندگی کے آخری مرحلہ تک پہنچاتا ہے — اور کوئی کوئی تم میں سے پہلے ہی وصول کر لیا جاتا ہے — یعنی جوانی یا بڑھاپے سے پہلے ہی گذر جاتا ہے — اور تاکہ تم اپنے وقت مقرر تک پہنچ جاؤ — یعنی ہر ایک کو لکھی ہوئی مدت تک پہنچ کر گزارنا ہے، یہ نیا سدا رہنے کی جگہ نہیں — اور تاکہ تم سمجھو — اور سوچو کہ جب اتنے احوال تم پر گزر رہے ہیں تو ممکن ہے ایک حال اور بھی گذرے، اور وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے، پس اس کو محال مت سمجھو — وہی (اللہ ہیں) جو جلاتے اور مارتے ہیں —

جب وہ تم کو دوبارہ زندہ کرنا چاہیں گے تو بس ایک حکم کی دیر ہوگی — پس جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتے ہیں تو بس اتنا کہتے ہیں کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے — یعنی ان کو کچھ پاپڑ بنینے نہیں پڑتے، اور ہو جا کہنے سے مراد ہے: ارادہ کرنا۔

سوال: ﴿فَيَكُونُ﴾ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے ارادہ کرتے ہی چیز آنا فانا وجود میں آ جاتی ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا ہے، اور خود انسان کو سات مراحل سے گزرا کر وجود پذیر کرتے ہیں، یعنی اللہ کے کاموں میں تدریج ہے، پس یہ تعارض ہے!

جواب: ﴿فَيَكُونُ﴾ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ کے ارادہ کرتے ہی ہر چیز آنا فانا وجود میں آ جاتی ہے، کیونکہ یحیٰی فعل مضارع ہے، اور مضارع میں دو زمانے ہوتے ہیں: حال اور استقبال، پس اگر اللہ کی حکمت کسی چیز کو آنا فانا وجود میں لانے کی ہوتی ہے تو ایسا ہوتا ہے، اور اگر حکمت بہ تدریج وجود میں لانے کی ہوتی ہے تو ایسا ہوتا ہے، پس کیا تعارض ہے!

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ أَنَّهُمْ يُضَرِّفُونَ ۖ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِالْكِتَابِ وَمَا أَرْسَلْنَا بِهِ رُسُلَنَا فَتَنُوفَ يُعَلِّمُونَ ۖ إِذْ الْأَغْلُلُ فِي أَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلْسِلُ يُسْعَبُونَ ۖ فِي الْحِمِيمِ ۖ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ ۖ ثُمَّ قِيلَ لَهُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُونَ ۖ مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا بَلْ لَمْ نَكُنْ نَدْعُوا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا ۚ كَذَلِكَ يَضِلُّ اللَّهُ الْكَافِرِينَ ۖ ذَلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُونَ ۖ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوًى الْمُتَكَبِّرِينَ ۖ

أَلَمْ تَرَ	کیا نہیں دیکھا تو نے	أَنَّهُمْ يُضَرِّفُونَ	کہاں پھیرے جاتے ہیں	یہ	اس کے ساتھ
إِلَى الَّذِينَ	ان لوگوں کو جو	الَّذِينَ كَذَّبُوا	جنہوں نے جھٹلایا	رُسُلَنَا	اپنے رسولوں کو؟
يُجَادِلُونَ	جھگڑتے ہیں	بِالْكِتَابِ	اس کتاب کو	فَتَنُوفَ	پس مقررہ
فِي آيَاتِ	آجوں (ہاتوں) میں	وَنَجْمًا	اور اس کو جو	يُعَلِّمُونَ	جائیں گے وہ
اللَّهُ ۚ	اللہ کی	أَرْسَلْنَا	بھیجا ہم نے	إِذْ الْأَغْلُلُ	جب طوق

فَإِنَّا نَحْنُ	اور انگریزوں میں ہو گئے	قَالُوا	کہا انھوں نے	تَقْرَحُونَ	خوش ہوتے
وَالسَّلَاسِلُ	اور زنجیریں (بھی)	صَلُّوا عَنَّا	رو پکڑ ہو گئے وہ ہم سے	فِي الْأَرْحَامِ	زمن میں
يُسْعَبُونَ	گھسیٹے جائیں گے	بَلْ لَّمْ يَكُنْ	بلکہ نہیں تھے ہم	بِغَيْرِ الْحَقِّ	باق
فِي الْجَنِينِ	جلتے پانی میں	نَدَّعُوا	پکارتے	وَبِمَا كُنْتُمْ	اور بایں وجہ ہیں کہ تھے تم
ثُمَّ فِي النُّكْرِ	پھر آگ میں	مِن قَبْلُ	قبل ازیں	تَقْرَحُونَ	اتراتے
يُسْعَبُونَ	جھونکے جائیں گے	شَيْئًا	کسی چیز کو	أَدْخُلُوا	جاگھو
ثُمَّ فِيلٌ ^(۱)	پھر کہا جائے گا	كَذَلِكَ	اس طرح	أَبْوَابُ جَهَنَّمَ	دور فرکروازوں میں
كُهُنَّ	ان سے	يُضِلُّ اللَّهُ	پھسلاتے ہیں اللہ	خَالِدِينَ فِيهَا	سدا رہنے والے اس میں
أَيْنَ مَا كُنْتُمْ	جہاں بھی تھے تم	الْكُفْرَيْنِ	کافروں کو	فَيَبْسُ	پس براہے
تَنْشُرُكُونَ	شریک ٹھہراتے تھے	ذَلِكُمْ	یہ سزائیں	مَتَّوًى	ٹھکانا
مِن دُونِ اللَّهِ	اللہ سے کم رتبہ والوں کو	بِمَا كُنْتُمْ	بایں وجہ ہیں کہ تھے تم	الْمُتَكَبِّرِينَ	گھمنڈ کرنے والوں کا

دلائل توحید میں جھگڑنے والوں کی اور مورتی پوجا کرنے والوں کی سزا

توحید (ایک معبود ہونے) کی بات مشرکین کے گلے نہیں اترتی، وہ ہمیشہ اس میں الجھتے رہتے ہیں، کہتے ہیں: ایک خدا اتنی بڑی کائنات کیسے سنبھالے گا! ذیلی خدا (مددگار خدا) ہونے ضروری ہے، اس لئے وہ مورتیوں کے آسن بھرتے ہیں^(۲)، ان لوگوں کو سزا سناتے ہیں: — کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اللہ کی باتوں میں — توحید کے مسئلہ میں — جھگڑتے ہیں، وہ کہاں پھیرے جارہے ہیں — ان کے مہنت ان کو کہاں لے جا رہے ہیں — جن لوگوں نے اس کتاب (قرآن) کو جھٹلایا اور ان تعلیمات کو بھی جھٹلایا جن کے ساتھ ہم نے اپنے رسولوں کو بھیجا ہے؟ — یعنی جھگڑا کھڑا کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کا قرآن پر ایمان نہیں، اور رسول اللہ ﷺ کی بھی تکذیب کرتے ہیں اس لئے جھگڑتے ہیں — پس عنقریب وہ جان لیں گے جب ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ہوں گی — یعنی جب عذاب آخرت سے دوچار ہو گئے تب ان کی سمجھ میں قرآن کی حقانیت اور رسول کی صداقت آئے گی — طوق: لوہے کا حلقہ جو مجرم کی گردن میں ڈالا جاتا ہے — اور زنجیر کا ایک سرا طوق سے بندھا ہوا ہوگا، اور دوسرا فرشتوں کے ہاتھ میں (۱) لام قبل: یہ قسم ترتیب ذکر کی کے لئے ہے۔ (۲) رو پکڑ ہونا: بھاگ جانا، غائب ہو جانا (۳) پھسلانا یعنی بچلانا، بہکانا، غلطی کرانا۔ (۴) آسن: بیٹھنے کی حالت، آسن بھرتا: جو گیوں کا عبادت کے لئے بیٹھتا۔

ہوگا یعنی وہ مجرموں اور قیدیوں کی طرح لائے جائیں گے۔ وہ کھولتے پانی میں گھیٹے جائیں گے۔ یعنی جب پیاسے ہونگے تو ان کو گھسیٹ کر جلتے پانی پر لایا جائے گا۔ پھر آگ میں جھونکے جائیں گے۔ یعنی پھر ان کو آگ میں لوٹا دیا جائے گا۔ کھولتے پانی کا یہ چشمہ بھی دوزخ میں ہوگا، البتہ آگ سے باہر ہوگا۔

پھر ان سے پوچھا جائے گا۔ یہ دخولِ جہنم سے پہلے کی بات ہے۔ اللہ کے سوا تمہارے وہ معبود کہاں ہیں جن کو تم شریک ٹھہراتے تھے؟ یعنی اللہ کے سوال ان کی پرستش کرتے تھے۔ وہ کہاں گئے؟ آج تمہاری مدد کو کیوں نہیں آتے؟ وہ جواب دیں گے: سب ہم سے غائب ہو گئے! وقت پر دھوکہ دے گئے! پھر یکدم سنبھل جائیں گے اور کہیں گے: بلکہ ہم اس سے پہلے کسی بھی چیز کو نہیں پوجتے تھے۔ یعنی ہم نے کسی کو آپ کا شریک نہیں ٹھہرایا، ہم نے آپ کے علاوہ کسی کو نہیں پوجا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کا فروں کو پھسلا دیتے ہیں۔ یعنی گھبراہٹ میں اولاً انھوں نے شرک کا اعتراف کر لیا، پھر مکر گئے، کتنے کی ذمہ داری! یہ (مذکورہ سرائیں) بایں وجہ ہیں کہ تم زمین میں نافع خوشیاں مٹاتے تھے۔ خوش ہونا جائز ہے، مگر نافع کی خوشی دباں ہے۔ اور بایں وجہ ہے کہ تم اکثر کرتے تھے۔ اکثر فوں مطلقاً ممنوع ہے۔ جہنم کے دروازوں میں جاگسو، سد اس میں رہنا ہے، سو برا ہے گنہگار کرنے والوں کا ٹھکانا! یہ بات وقوع کے اعتبار سے مقدم ہے۔

فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ ۖ فَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَقَّيَنَّكَ ۖ فَإِلَيْنَا يَرْجِعُونَ ۝ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ فَإِذَا جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ فَخِصْ بِالْحَقِّ وَخَسِرْ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ ۝

۱۱۱

فَاصْبِرْ	پس ذرا ٹھہریں آپ	بَعْضُ	کچھ حصہ	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق
إِنَّ وَعْدَ	بے شک وعدہ	الَّذِي	اس سزا کا جس کا	أَرْسَلْنَا	بھیجے ہم نے
اللَّهُ	اللہ کا	نَعِدُهُمْ	وعدہ کر رہے ہیں ہم ان سے	رُسُلًا	رسول
حَقٌّ	سچا ہے	أَوْ نَتَوَقَّيَنَّكَ	یا موت دیں گے ہم آپ کو	مِنْ قَبْلِكَ	آپ سے پہلے
فَإِمَّا	پس یا تو	فَإِلَيْنَا	پس ہماری طرف	وَمِنْهُمْ	ان میں سے بعض
يُرِيَنَّكَ	دکھلائیں گے ہم آپ کو	يَرْجِعُونَ	وہ لوٹیں گے	مَنْ	وہ ہیں جن کا

قَصَصْنَا	حال بیان کیا ہم نے	وَمَا كَانَ	اور نہیں تھا	أَمَرَ اللَّهُ	اللہ کا معاملہ
عَلَيْكَ	آپ کے سامنے	لِرَسُولٍ	کسی بھی رسول کے لئے	قُضِيَ	(تو) فیصلہ کیا جائے گا
وَمِنْهُمْ	اور ان میں سے بعض	أَنْ يَأْتِيَ	کہ لاتا وہ	بِالْحَقِّ	انصاف کے ساتھ
مَنْ	وہ ہیں جن کا	بَيَانٌ	کوئی نشانی	وَحَسْرَ	اور خسارے میں رہیں گے
لَمْ نَقْصُصْ	حال بیان نہیں کیا ہم نے	لَاكَ بِذُنِ اللَّهِ	مگر اجازت سے اللہ کی	هُنَالِكَ	اس وقت
عَلَيْكَ	آپ کے سامنے	فَإِذَا جَاءَ	پس جب آجائے گا	الْمُبْطِلُونَ	باطل پرست

مشرکین کو دیر سویر سزا ہونی ہے مگر یہ بات نبی کے اختیار میں نہیں

قرآن کریم میں جگہ جگہ مشرکین سے کہا گیا ہے کہ ان کو شرک کی سزا دنیا و آخرت میں ضرور ملے گی، اللہ کا یہ وعدہ ہے، جو یقیناً پورا ہو کر رہے گا، پھر ممکن ہے عذاب کا کچھ حصہ نبی ﷺ کی حیات میں آجائے، جیسے بدر میں افتاد پڑی، اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کی وفات کے بعد مزہ چکھایا جائے، بہر حال وہ نہ دنیا کے عذاب سے بچ نہیں سکتے نہ آخرت کے، وہ اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں، پس عذاب کی تکمیل اُس زندگی میں ہوگی، چھٹکارا کسی صورت میں نہیں ملے گا۔

اس کے بعد کی آیت میں یہ مضمون ہے کہ عذاب لا تاتانی ﷺ کے اختیار میں نہیں، آپ سے پہلے جتنے رسول گذرے ہیں ان کے اختیار میں بھی محجرات دکھانا نہیں تھا، عذاب کا فیصلہ اللہ ہی کرتے ہیں، اور ان کا فیصلہ برحق ہوتا ہے، ظلم کا اس بارگاہ میں گذر نہیں، اور جب عذاب نازل ہوتا ہے اور رسولوں اور ان کی قوموں کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا ہے تو غلط قسم کے لوگ گھائٹے میں رہتے ہیں۔

آیات پاک: — پس آپ صبر کریں — مخالفین کے عذاب کے لئے انتظار کریں — اللہ کا وعدہ یقیناً سچا ہے — وقت پر گرفت ضرور ہوگی — پس یا تو دکھلائیں گے ہم آپ کو کچھ حصہ اس عذاب کا جس کا ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں، یا ہم آپ کو وفات دیں تو وہ ہماری طرف لوٹیں گے — یعنی ممکن ہے کچھ عذاب آپ کی حیات میں آئے — چنانچہ جنگ بدر وغیرہ میں آیا — یا آپ کی وفات کے بعد آئے، ورنہ آخرت میں سزا ملے گی، ان کو بہر حال ہمارے پاس آنا ہے، انجام کار ہمارے ہاتھ میں ہے، وہ ہم سے بچ کر کہیں نہیں جاسکتے۔

بہر حال عذاب لا تاتانی ﷺ کے اختیار میں نہیں — اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے — مسند احمد کی روایت میں انبیاء و رسل کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار آئی ہے، ان میں سے تین سو تیرہ رسول (بڑے انبیاء) تھے — جن میں سے بعض کا حال ہم نے آپ سے بیان کیا ہے — قرآن کریم میں پچیس انبیاء

ورسل کا ذکر آیا ہے، یہ وہ حضرات ہیں جن سے قرآن کے پہلے مخاطب (عرب) واقف تھے، جن سے عرب واقف نہیں تھے ان کا نام بھی ذکر نہیں کیا، تاکہ قرآن کریم تاریخ کی کتاب یا تاریخی چیدستان نہ بن جائے۔ اور بعض کا حال آپ سے بیان نہیں کیا۔ ان پر بھی اجمالاً ایمان لانا ضروری ہے۔ اور یہ غمنی بات ہے، اصل بات یہ ہے:۔ اور کسی رسول کے اختیار میں نہیں تھا کہ وہ کوئی نشانی (معجزہ) بدوں اذن الہی کے ظاہر کرے۔ معجزات اللہ تعالیٰ ظاہر فرماتے ہیں، جب مصلحت ہوتی ہے کوئی نشان دکھلاتے ہیں، انبیاء صرف دعا کرتے ہیں۔ پھر جب اللہ کا معاملہ۔ یعنی عذاب۔ آتا ہے تو ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جاتا ہے، اور اس وقت باطل پرست خسارے میں رہتے ہیں!۔ یعنی رسول اور مؤمنین سرخ رو اور کامیاب ہوتے ہیں، اور باطل پرستوں کے حصہ میں ذلت و خسران آتا ہے۔

اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَنْعَامَ لِتَرْكَبُوا مِنْهَا وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ۝ وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَلِتَبَلَّغُوا عَلَيْهَا حَاجَةً فِي صُدُورِكُمْ وَعَلَى الْفَالِكِ تَحْمَلُونَ ۝ وَيُزَيِّنُكُمْ آيَاتِهِ ۖ فَأَيُّ آيَاتِ اللَّهِ تُنْكِرُونَ ۝ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوا أَكْثَرُ مِنْهُمْ وَأَشَدَّ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَمَا أَغْنَى عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ فَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝ فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحْدَهُ وَكُفِّرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ ۝ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا سُنَّتَ اللَّهُ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ ۚ وَخَسِرَ هُنَاكَ الْكَافِرُونَ ۝

ع ۱۶

اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	مِنْهَا	ان میں سے بعض پر	وَلِتَبَلَّغُوا	اور تاکہ پہنچتم
الَّذِي	الذی	وَمِنْهَا	اور ان میں سے بعض کو	عَلَيْهَا	ان پر (لا ذکر)
جَعَلَ لَكُمُ	بنایا تمہارے لئے	تَأْكُلُونَ	کھاتے ہو تم	حَاجَةً	اس حاجت کو
الْأَنْعَامَ	پالتو چوپایوں کو	وَلَكُمْ فِيهَا	اور تمہارے لئے ان میں	فِي صُدُورِكُمْ	(جو) تمہارے سینوں میں
لِتَرْكَبُوا	تاکہ سوار ہوو تم	مَنَافِعُ	(اور بھی) فوائد ہیں	وَعَلَيْهَا	اور ان پر

وَعَلَى الْفَلَاحِ	اور کشتیوں پر	قَوَّكُ	زور میں	قَالُوا	کہا انھوں نے
تُخَمَلُونَ	اٹھائے جاتے ہو تم	وَأَنكَرُوا	اور نشانہ کے اعتبار سے	أَمِنَّا يَا اللَّهُ	ایمان لائے ہم اللہ پر
وَيُرِيدُكُمْ	اور دکھلاتے ہیں وہ تم کو	فِي الْأَرْضِ	زمین میں	وَحَدَا	تھا
الْبَيْتِ	اپنی نشانیاں	فَمَا آخِظِي عَنْهُمْ	پس نہیں کام آیا ان کے	وَكَفَرْنَا	اور انکار کیا ہم نے
فَأَنَّى	پس کوئی	مَا كُنَّا	جو تھے وہ	بِمَا	ان صورتوں کا
أَيُّتُ اللَّهُ	اللہ کی نشانیوں کا	يَكْسِبُونَ	کھاتے	كُنَّا بِهِ	جن کو تھے ہم
تُنْكِرُونَ	انکار کرو گے تم؟	فَكُنَّا	پس جب	مُشْرِكِينَ	شریک ٹھہراتے
أَفَلَمْ	کیا پس نہیں	جَاءَ تَهُمُ	پہنچے ان کے پاس	فَلَمْ يَكُ	پس نہیں تھا
يَسِيرُونَ	چلے پھرے وہ	رُسُلَهُمُ	ان کے رسول	يَنْقَعُهُمُ	(کہا فائدہ پہنچاتا ان کو
فِي الْأَرْضِ	زمین میں	بِالْبَيِّنَاتِ	واضح دلائل کے ساتھ	إِنَّمَا تَهُمُ	ان کا ایمان لانا
فَيَنْظُرُوا	کہہ دیکھتے وہ	فِرْعَوُا	(تو) ناز کیا انھوں نے	لَمَّا رَأَوْا	جب دیکھ لیا انھوں نے
كَيْفَ كَانَ	کیسا ہوا	بِمَا عِنْدَهُمُ	اس پر جو ان کے پاس تھا	بِأَسْنَا	ہمارا عذاب
عَاقِبَتُهُ	انجام	وَمِنَ الْجُلُودِ	عظم میں سے	سُنَّتِ	طریقہ
الَّذِينَ	ان کا جو	وَحَاقَ بِهِمْ	اور گھیر لیا ان کو	اللَّهُ	اللہ کا
مِنْ قَبْلِهِمْ	ان سے پہلے ہوئے	مَا	اس عذاب نے	الَّتِي قَدْ خَلَتْ	جو بالیقین گذر چکا
كَانُوا أَكْثَرَ	وہ زیادہ تھے	كَانُوا بِهِ	جس کا تھے وہ	رَفِي عِبَادِهِ	اس کے بندوں میں
مِنْهُمْ	ان (مکہ والوں) سے	يَسْتَهْزِئُونَ	ٹھٹھا کرتے	وَحَسِرَ	اور گھٹائے میں رہے
وَأَشَدُّ	(تعداد میں)	فَلَمَّا رَأَوْا	پس جب دیکھا انھوں نے	هَذَا لَكَ	اس وقت
	اور سخت	بِأَسْنَا	ہمارا عذاب	الْكَلْبُورُ	انکار کرنے والے

عام وخاص: ہر معاملہ کا اختیار اللہ کا ہے

عام معاملہ: جیسے انسانوں کے لئے مولیٰ پیدا کرنا خاص معاملہ: جیسے عذاب سے قوموں کو تباہ کرنا
رہل جانے کے لئے ایک اصول: — قرآن کریم منظم کلام ہے، اس کے مضامین میں گہرا ارتباط ہے، آیات

میں بھی اور آیات کے اجزاء میں بھی ربط ہوتا ہے، جو حضرات خیال کرتے ہیں کہ قرآن میں ربط نہیں وہ درحقیقت ربط کا ایک اصول نہیں جانتے، ایک عقلمند کا کلام بے ربط نہیں ہوتا پھر حکیم الحکماء کا کلام بے ربط کیسے ہو سکتا ہے؟ قرآن کریم جب کسی مقصد سے کوئی کلام چلاتا ہے تو ذیلی مضامین تفصیل سے بیان کرتا ہے، پڑھنے والے کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان ضمنی مضامین کے لئے کلام چلایا گیا ہے، جبکہ مقصود کلام خاص مضمون ہوتا ہے۔ اس کی ایک مثال زیر تفسیر آیات ہیں، اس پورے رکوع میں یہ مضمون ہے کہ ہر معاملہ کا اختیار اللہ کا ہے، خواہ وہ معاملہ عام ہو یا خاص، نہ انبیاء کا کوئی اختیار ہے نہ ملائکہ کا نہ اولیاء کا، عام معاملہ کی مثال: انسانوں کے فائدے کے لئے موسیٰ پیدا کئے ہیں، چونکہ یہ روزمرہ کا معاملہ ہے اس لئے اس کی طرف خاص توجہ نہیں دی جاتی، اور خاص معاملہ کی مثال: نافرمان قوموں کو عذاب سے ہلاک کرنا ہے، صدیوں میں ایسا معاملہ پیش آتا ہے، جب کسی جگہ زلزلہ آتا ہے اور ایک علاقہ زمین ہضم کر لیتی ہے یا سیلاب آتا ہے اور ایک دنیا غرقاب ہو جاتی ہے تو او ویلا جچ جاتا ہے، اس لئے یہ خاص معاملہ ہے، ان آیات میں یہ دو باتیں ذکر کی ہیں، مگر ساتھ ہی ہر مضمون کی تفصیلات بھی بیان کی ہیں، لیکن آیات کا خلاصہ نکالا جائے تو وہ ماسبق سے مربوط ہیں کہ عذاب کا لانا نبی ﷺ کے اختیار میں نہیں، جب اللہ چاہیں گے عذاب آئے گا، اگر دنیوی زندگی میں نہ آئے تو وہ بھاگ کر کہاں جائیں گے، ان کو لوٹنا اللہ کی طرف ہے، اس وقت وہ عذاب سے دو چار ہو گئے۔

مواشی میں انسانوں کے لئے گونا گویں فوائد ہیں

آیات کریمہ مع تفسیر: — اللہ تعالیٰ: جنہوں نے تمہارے لئے موسیٰ پیدا کئے، تاکہ تم ان میں سے بعض پر سواری کرو — یہ ملکیت کے گھوڑے اور اونٹ ہیں — اور تم ان میں سے بعض کو کھاتے ہو — تعبیر بدل کر اشارہ کیا ہے کہ جانوروں کو کھانا ضروری نہیں، جائز ہے — اور تمہارے لئے ان میں (اور بھی) فوائد ہیں — مثلاً: اُن کے چمڑے، بال اور اُون وغیرہ سے طرح طرح کے فائدے اٹھاتے ہو — اور تاکہ پہنچوان پر (لاؤ کر) اپنی اس ضرورت کو جو تمہارے دلوں میں ہے — یعنی یہ جانور بار برداری کے کام بھی آتے ہیں — اور ان پر اور کشتی پر اٹھائے جاتے ہو — یہ کرایہ کی سواریاں ہیں، کشتی کا مالک لوگوں کو کرایہ لے کر بٹھاتا ہے اسی طرح بہت سے لوگ سواری کے جانور کرایہ پر چلاتے ہیں یا لفٹ دیتے ہیں یعنی مفت بٹھاتے ہیں — یہ سواریاں کرایہ کی ہیں: اس کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کشتی کا تذکرہ کیا ہے، کشتی کا مالک کشتی کرایہ ہی پر چلاتا ہے — اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی نشانیاں دکھلاتے ہیں — یعنی صرف موسیٰ کی بات نہیں، ارد گرد میں بے شمار نشانیاں ہیں، کھیت میں غلہ پیدا ہوتا ہے، بارغ میں پھل نمودار ہوتا ہے، بادل سے پانی برستا ہے اور خوش گوار ہوائیں چلتی ہیں: یہ سب کس کا کارنامہ ہے؟ اللہ ہی کا — پس

تم اللہ کی کن کن نشانیوں کا انکار کرو گے! — الہی! ہم آپ کی کسی نعمت کا انکار نہیں کرتے، اور ہم شکر گزار ہیں کہ آپ نے ہمیں ان نعمتوں سے نوازا!

رسولوں کی مخالفت پر ہمیشہ عذاب آیا ہے

ماضی میں بہت قومیں گزر چکی ہیں جو تعداد میں اور زور و قوت میں مکہ کے مشرکین سے زیادہ تھیں، انھوں نے ان سے کہیں بڑھ کر زمین میں اپنی یادگاریں اور نشانیاں بنائیں، لیکن جب رسولوں کی مخالفت کی پاداش میں عذاب آیا تو وہ زور و طاقت اور ساز و سامان کچھ کام نہ آیا، سب ہلاک ہو گئے، پس آج جو لوگ اللہ کے رسول کی مخالفت کر رہے ہیں وہ اپنا انجام سوچ لیں۔

آیاتِ پاک مع تفسیر: — کیا پس وہ — مکہ والے رسول کے مخالفین — سرزمینِ عرب میں چلے پھرے نہیں کہ ان لوگوں کا انجام دیکھتے جو ان سے پہلے گزرے — عادی و عادی غیرہ مراد ہیں — وہ لوگ ان سے تعداد میں زیادہ تھے، اور زور آور تھے، اور زمین میں نشانیوں کے اعتبار سے بھی زیادہ تھے، پس ان کے کچھ کام نہ آئیں وہ چیزیں جو وہ کھاتے تھے — یعنی ان کا ساز و سامان دھرا کا دھرا رہ گیا! — پس جب پہنچے ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل کے ساتھ تو وہ لوگ اپنے علم پر نازاں ہوئے — یعنی وجوہ معاش اور مادی ترقیات کا جو علم ان کے پاس تھا اس پر اترنے لگے، اور انبیاء کو خاطر میں نہ لائے، بلکہ ان کا ٹھٹھا اڑا لیا، تو ان کا استہزاء ان ہی پر الٹ پڑا — اور ان کو گھیر لیا اس عذاب نے جس کا وہ ٹھٹھا کیا کرتے تھے — پس جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے: ہم ایک اللہ پر ایمان لائے، اور ہم ان مجبوروں کا انکار کرتے ہیں جن کو ہم شریک ٹھہرایا کرتے تھے — یعنی جب عذاب آنکھوں کے سامنے آ گیا تو ایمان و توبہ کی سوچھی — پس نہیں نافع ہوا ان کے لئے ان کا ایمان لا نا جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا، اللہ تعالیٰ کا یہی طریقہ ہے جو ان کے بندوں میں پہلے سے چلا آ رہا ہے، اور اس وقت منکرینِ خسارہ میں رہ گئے! — یعنی ہمیشہ سے یہی ہوتا رہا ہے کہ پہلے لوگ انکار و استہزاء سے پیش آتے ہیں، پھر جب عذاب آتا ہے تو وہ اوپلا چاتے ہیں مگر اب کیا ہو: چڑیا چک گئی کھیت!

عذاب سامنے آ جانے کے بعد ایمان مقبول نہیں، اور توبہ اس وقت تک مقبول ہے جب تک موت

کا غرغہ نہ لگ جائے

الحمد للہ! ۲۵ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ مطابق ۸ نومبر ۲۰۱۵ء کو سورۃ المؤمن کی تفسیر پوری ہوئی

(۳۱) سُوْرَةُ حَمِ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ (۳۱) اِنَّا نَحْنُ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حَمّ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ كَتَبَ فُضِّلَتْ اٰيَتُهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا
لِّعَلَّكُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ بَشِيْرًا وَنَذِيْرًا ۝ فَاَعْرَضْ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝ وَكَالُوا
قُلُوْبُنَا فِیْٓ اَكْثَنِّۢ مِمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ ۝ وَفِیْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَمِنْ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ
حِجَابٌ ۝ فَاَعْمَلْ اِنَّا عَمِلُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحٰی اِلَیَّ اَنْتَۤ اِلٰهَهُمْ
اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۝ فَاسْتَقِيْمُوْا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۝ وَكَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ
لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوٰةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ مِّنْهُ ۝

ع

حَمّ	حَامِ	لِقَوْمٍ	لوگوں کے لئے	قُلُوْبِنَا	ہمارے دل
تَنْزِيْلٌ	اتارنا	يَعْلَمُوْنَ	(جو) جانتے ہیں	فِیْٓ اَكْثَنِّۢ	غلافوں میں ہیں
مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	نہایت مہربان	بَشِيْرًا	خوشخبری سنانے والی	مِمَّا	اس سے جو
كَتَبَ	برے رسم والے کا	وَنَذِيْرًا	اور ڈرانے والی	تَدْعُوْنَآ	بلاتے ہیں آپ ہمیں
فُضِّلَتْ	ایک کتاب	فَاَعْرَضْ	پس روگردانی کی	اِلَيْهِ	اس کی طرف
اٰيَتُهُ	واضح کی گئیں	اَكْثَرُهُمْ	ان کے اکثر نے	وَفِیْٓ اٰذَانِنَا	اور ہمارے کانوں میں
قُرْاٰنًا	اس کی آیتیں	فَهُمْ	پس وہ	وَقْرٌ	بوجھ ہے
عَرَبِيًّا	پڑھنے کی کتاب	لَا يَسْمَعُوْنَ	سننے نہیں	وَمِنْ بَيْنِنَا	اور ہمارے درمیان
	عربی زبان میں	وَكَالُوا	اور کہا انھوں نے	وَبَيْنِكَ	اور تیرے درمیان

(۱) لُفْلُ الْأُمْرِ: واضح کرنا۔ (۲) قُرْاٰنًا عربیاً: کتاب کے احوال ہیں (۳) بَشِيْرًا وَنَذِيْرًا: بھی کتاب کے احوال ہیں

(۴) اَكْثَنِّ: بَحْثَان کی جمع، غلاف، پردہ۔

جَعَلْتُ	پردہ ہے	أَتَيْنَا ^(۱)	سوائے اس کے نہیں	وَهُمْ	اور وہ
فَاعْمَلْ	پس کام کر تو	إِلَهُكُمْ	(کہ) تمہارا معبود	بِأَلَّا خَدَقُوا	آخرت کا
رَأَيْنَا	بے شک ہم	إِلَهُ وَاحِدٌ	ایک معبود ہے	هُمْ	وہ
عَمِلُونَ	کام کرنے والے ہیں	فَأَسْتَقِيمُوا	پس سیدھے ہو جاؤ	كُفْرُونَ	انکار کرنے والے ہیں
قُلْ	کہو:	إِلَيْنَا	اس کی طرف	إِنَّ الَّذِينَ	بے شک جو لوگ
رَأَيْنَا ^(۱)	سوائے اس کے نہیں	وَأَسْتَغْفِرُونَ	اور گناہ بخشوا اس سے	آمَنُوا	ایمان لائے
أَنَا	(کہ) میں	وَكَيْلٌ	اور بڑی خرابی ہے	وَعَمِلُوا	اور کئے انھوں نے
بَشَرٌ	ایک آدمی ہوں	لِنُنْشِرَ كَيْدَ	شرک کرنے والوں کیلئے	الضَّلَاحِثِ	نیک کام
عَمَلِكُمْ	تم جیسا	الَّذِينَ	جو	لَهُمْ	ان کے لئے
يُنْجَى	وحی کی جاتی ہے	لَا يُؤْتُونَ	نہیں دیتے	أَجْرٌ	ثواب ہے
لَائِي	میری طرف	الزُّكُوَّةَ	خیرات	عَبِيدٌ مَّعْنُونٍ ^(۲)	نہ ختم ہونے والا

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

سورت کا نام اور موضوع

یہ سات حوامیم میں سے دوسری سورت ہے، اس کا نام حَمَّ السَّجْدَةِ ہے، ایک سورۃ السجدة اکیسویں پارہ میں ہے، اس سے جدا کرنے کے لئے شروع میں حَمَّ لگاتے ہیں، اس کا دوسرا نام سورۃ فَصَّلَتْ ہے۔ یہ سورت مکی ہے اور اس کا نزول نمبر ۶۱ ہے یعنی سورۃ المؤمن کے بعد حصلاً نازل ہوئی ہے، اور متصل ہی رکھی گئی ہے، کیونکہ دونوں کا موضوع ایک ہے، توحید، رسالت اور آخرت۔ سورت کے شروع میں قرآن کی اہمیت و اوصاف کا بیان ہے، پھر وہی مضمون ہے جو گزشتہ سورت کا آخری مضمون تھا۔

قرآن کے چار اوصاف

سورت کے شروع میں قرآن کریم کے تعلق سے چار باتیں بیان کی ہیں:

(۱) إِنَّمَا أَوَّلُوا لَهَا: دونوں کلمہ حصر ہیں، اِنْ اور اُنْ: حروف مشبہ بالفعل ہیں، اور مَا کافہ ہے، عمل سے روک دیتا ہے (۲) مَعْنُون: مَنْ سے اسم مفعول: کم کیا ہوا۔

۱- قرآن کریم نہایت مہربان بڑے رحم والے کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، اور منزل (اسم فاعل) کے اوصاف کا منزل (اسم مفعول) میں اثر لازمی ہے، پس قرآن خالق کائنات کی پیاری کتاب ہے، اس میں لوگوں کے لئے محبت بھری باتیں ہیں، یہ کتاب صرف مسلمانوں کے لئے نہیں، بلکہ سبھی بندوں کے لئے نازل کی گئی ہے۔

۲- قرآن واضح کتاب ہے، اس کے سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں، آیات الگ الگ ہیں، جملے لمبے نہیں کہ فہم میں دشواری ہو۔

۳- قرآن عربی زبان میں ہے، جو پہلے خطین کی مادری زبان تھی، تاکہ وہ بے تکلف سمجھیں اور دوسروں کو سمجھائیں۔
۴- قرآن کریم اپنے ماننے والوں کو آخرت میں اچھے انجام کی خوش خبری سناتا ہے، اور نہ ماننے والوں کو نتائج اعمال سے آگاہ کرتا ہے، تاکہ وہ اپنی عاقبت سنواریں۔

قرآن سے فائدہ کون لوگ اٹھاتے ہیں؟

قرآن کریم سے فائدہ وہی لوگ اٹھاتے ہیں جو کچھ بوجھ رکھتے ہیں، جو لوگ نفع نقصان سوچنے کے عادی ہیں انہی کو قرآن سے فائدہ پہنچتا ہے، دوسرے لاکھ ان کی کڑویتے ہیں، اور ایسے ہی لوگوں کی تعداد زیادہ ہے، وہ قرآن کو سننے کی زحمت ہی گوارا نہیں کرتے، بلکہ وہ اس پر فخر کرتے ہیں کہ وہ نہیں سنتے، کہتے ہیں: ہمارے دل پیک ہیں، کان بوجھل ہیں، اور ہمارے اور غیر کے درمیان پردہ ہے، اور وہ یہ کہہ کر چل ڈیتے ہیں کہ تم اپنا کام کرو، ہم اپنا کام کر رہے ہیں! یعنی ہمیں تم سے کچھ مطلب نہیں! — ظاہر ہے: ایسے لوگوں کو کوئی کیا سمجھا دے گا!

آیات پاک: — حامیم — یہ حروف ہجا ہیں، ان کا مطلب اللہ تعالیٰ جانتے ہیں — یہ کلام رحمان و رحیم کی طرف سے نازل کیا جا رہا ہے، ایک کتاب جس کی آیتیں واضح کی گئی ہیں — یعنی چھوٹے چھوٹے جملے ہیں جن کے سمجھنے میں کچھ دشواری نہیں — پڑھنے کی کتاب ہے عربی زبان میں — جو خطین اولین کی مادری زبان تھی — ایسے لوگوں کے لئے ہے جو جانتے ہیں — یعنی جو سمجھ رکھتے ہیں وہی اس سے متفع ہوتے ہیں — خوش خبری سنانے والی اور نتائج اعمال سے آگاہ کرنے والی ہے، پس اکثر لوگوں نے روگردانی کی، وہ سننے ہی نہیں!

اور انھوں نے کہا: ہمارے دل غلاف میں ہیں اس بات سے جس کی طرف تو ہمیں بلاتا ہے، اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے، اور ہمارے اور تیرے درمیان پردہ ہے، پس تو اپنا کام کر، بے شک ہم اپنا کام کر رہے ہیں!

نبی زور جبر نہیں کر سکتا، وہ صرف پیغام پہنچاتا ہے

جو لوگ قرآن کی بات سننا نہیں چاہتے، ان کو نبی ﷺ کیسے سنا دیں؟ ڈبوں میں پیک دلوں میں بات کیسے اتار

دیں؟ وہ کانوں کی ڈاٹ نہیں نکال سکتے اور درمیان کے پردے کو نہیں ہٹا سکتے، وہ ایک انسان ہیں، خدا نہیں، ان کا کام پیغام رسانی ہے، آگے اختیار اللہ کا ہے، ارشاد فرماتے ہیں: — کہہ دیں: میں تم ہی جیسا ایک انسان ہوں — خدا کی اختیارات کا مالک نہیں، ہاں میرے اندر ایک مُرخاب کا پُور لگ رہا ہے — میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک معبود ہے — اس اختیار نے نبی ﷺ کو دوسرے انسانوں سے ممتاز کر دیا ہے، اب وہ ایک عام انسان نہیں رہے، مگر وہ خدا بھی نہیں بن گئے، بلکہ بعد از خدا بزرگ تو کی قصہ مختصر! — اور نبی: انسان کو اس لئے بنایا جاتا ہے کہ ہم جنسی کی وجہ سے اس کی بات سمجھنا آسان ہو، اور وہ اپنے ذوق سے بھی احکام شروع کر سکے، فرشتہ انسانی جذبات کو نہیں سمجھ سکتا، پھر وہ تشریح (قانون سازی) کیسے کرے گا؟ — اور نبی کے پاس سب سے اہم وحی توحید کی آتی ہے کہ تمام انسانوں کے معبود ایک اللہ ہیں، ان کے سوا کسی کی بندگی نہیں — پس اس کی طرف سیدہ بانندہ لو — یعنی تمام معاملات میں اسی ایک اللہ کا رخ کرو، اس کے راستہ سے قدم مت ہٹاؤ — اور اس سے معافی مانگو — یعنی اب تک جو نیزہ تھے ترجمے چلتے رہے اس کی معافی مانگو، وہ سب پچھلی خطائیں معاف کر دیں گے — اور اگر اپنی روش سے باز نہیں آؤ گے تو سن لو! — اور بڑی خرابی ہے — یعنی دوزخ کا سخت عذاب ہے — ان شریک ٹھہرانے والوں کے لئے جو خیرات نہیں دیتے، اور وہ آخرت کو بھی نہیں مانتے — کلی سورتوں میں زکات کا لفظ مطلق اتفاق (خیر خیرات) کے معنی میں استعمال ہوا ہے، جو غیر مسلم دان (خیرات) کرتے ہیں اور آخرت کو بھی مانتے ہیں، ان کو قرآن سنانا اور توحید و رسالت کے عقیدے سمجھانا آسان ہے، اور جو انتہائی بخیل ہیں، چڑی دے سکتے ہیں دھڑی نہیں دے سکتے، اس دنیا سے آگے کوئی زندگی نہیں مانتے ان کو بات سنانا اور سمجھانا بہت مشکل ہے، وہ بات سنیں گے ہی نہیں، پھر سمجھیں گے کیسے؟ آخرت کے صحیح اعتقاد کے ساتھ خیرات ایمان کا سبب ہے:

جو غیر مسلم دان (خیرات) کرتے ہیں، اور آخرت کو صحیح طریقہ پر مانتے ہیں (آداگون کا عقیدہ نہیں رکھتے) ان کو توحید و رسالت کے عقیدے آسانی سے سمجھائے جاسکتے ہیں، وہ دان کس لئے کرتے ہیں؟ آخرت کے فائدے کے لئے! آخرت کون برپا کرے گا؟ وہی جس نے یہ عالم سچایا ہے! پس وہی معبود ہے، اسی کی بندگی کرو، اس کے علاوہ کو مت پوجو، یہی توحید کا عقیدہ ہے، اور اس معبود نے اپنی مرضی کی اطلاع نبیوں کی معرفت انسانوں کو دی ہے، اس سلسلہ کی آخری کڑی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں، ان پر جو اللہ کا کلام نازل ہوا ہے وہ قرآن کریم ہے، یہ اللہ کا تمام بندوں کے نام پیام محبت ہے، اس کو پڑھو اور اس کے مطابق زندگی گزارو۔

اور ایمان تک پہنچنے کے لیے نیک کام کرو، خاص طور پر خیرات کرو، دان: دین تک پہنچاتا ہے۔ ایک بڑے صحابی

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ ہیں، وہ کثر اسلام کے مخالف تھے مگر ایک وقت آیا کہ انھوں نے اسلام قبول کر لیا، انھوں نے نبی ﷺ سے پوچھا: میں نے اسلام سے پہلے خاندان کے لوگوں کے ساتھ جو حسن سلوک کیا ہے، جو غلام آزاد کئے ہیں، جو خیراتیں کی ہیں: ان کا کوئی ثواب مجھے ملے گا؟ نبی ﷺ نے فرمایا: اَسَلَمْتَ عَلَى مَا سَلَفَ لَكَ مِنْ خَيْرٍ؟ تم نے پہلے جو اچھے کام کئے ہیں انہی کی برکت سے تمہیں دولتِ اسلام ملی ہے، معلوم ہوا کہ آخرت کے صحیح اعتقاد کے ساتھ جو خیراتیں کی جائیں وہ ایمان کا سبب بنتی ہیں۔

مشرکین کے مقابل مومنین کا ذکر: — بے شک جو لوگ ایمان لائے، اور انھوں نے نیک کام کئے، ان کے لئے نہ موقوف ہونے والا ثواب ہے — نجاتِ اولیٰ کے لئے ایمان کے ساتھ ثبات و متقی پہلوؤں سے نیک اعمال ضروری ہیں — اور جنتِ درحقیقت ایمان کا صلہ ہے، اور ایمان ایک حقیقتِ مستمرہ ہے، پس اس کا صلہ جنت بھی ابدی ہے، اور مومن کے نیک اعمال: اس کے ایمان کے تابع کر دیئے جائیں گے، اس لئے ان کا ثواب بھی ابدی ہوگا۔

قُلْ اَيْنَكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِي خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ تَجْعَلُوْنَ لَهُ اَنْدَادًا ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَ جَعَلَ فِيْهَا رِوَاسِيْ مِّنْ فَوْقِهَا وَ بَرَكَ فِيْهَا وَ قَدَّرَ فِيْهَا اَنْوَاثَهَا فِيْ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ سَوَآءٍ لِّلْسَا بِلَدِيْنَ ۝ ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَآءِ وَ هِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَا اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ۝ فَقَضَهُنَّ سَبْعَ سَمَوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ اَوْخَىٰ فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا وَ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَآئِيْجٍ ۝ وَ حِفْظًا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝

قُلْ	کہو	پالذی	اس کا جس نے	فِيْ يَوْمَيْنِ	دو دنوں میں
اَيْنَكُمْ ^(۱)	کیا بے شک تم	خَلَقَ	پیدا کیا	وَجَعَلُوْنَ	اور بناتے ہو تم
لَتَكْفُرُوْنَ	البتہ انکار کرتے ہو	الْاَرْضَ	زمین کو	لَهُ	اس کے لئے

(۱) انکم: تین حروف ہیں: ا: حمزہ استفہام، اِنْ: حرف مشبہ بالفعل، اور کم: ضمیر جمع مذکر حاضر۔

اَنۡتَ اِنۡدَا ^(۱)	ہم سر (مقابل)	اَنۡتَا ^(۲)	دُنوں میں	فَقَضٰہُنَّ	پس بتایا ان کو
ذٰلِكَ	وہ	سَوَاءٌ ^(۳)	ٹھیک (پورے)	سَمِعَ سَمَوَاتٍ	سات آسمان
رَبِّ	پروردگار ہیں	لَئِنۡ اٰتٰیٰہُنَّ	پوچھنے والوں کے لئے	فِیۡ یَّوۡمَہُنَّ	دو دنوں میں
الْعٰلَمِیۡنَ	تمام جہانوں کے	ثُمَّ اَسۡتَوٰی	پھر تصد کیا	وَ اَوۡلٰی	اور وحی بھیجی
وَجَعَلَ	اور بنائے	لِیۡ السَّمَآءِ	آسمان کا	فِیۡ کُلِّ سَمَآءٍ	ہر آسمان میں
فِیۡہَا	زمین میں	وَجِیۡ دُحَآئِ	اور وہ دھواں ہے	اَمۡرَہَا	اس کے معاملہ کی
رَوَاسِیَ ^(۴)	پہاڑ	فَقَالَ لَہَا	پس کہا اس سے	وَزَیۡتَا	اور مرین کیا ہم نے
مِّنۡ فُرۡقَتَہَا	اس کے اوپر سے	وَلَاۤ اَنْزِیۡنَ	اور زمین سے	السَّمَآءِ الدُّنۡیَا	نزدیک والے آسمان کو
وَبُرۡکَ	اور برکت فرمائی	اِثۡتِیۡبَا ^(۵)	آؤ تم دونوں	بِمَصَّٰطِیۡہِ	چراغوں سے
فِیۡہَا	اس میں	طَوَعَا	خوشی سے	وَحَفِظَا ^(۶)	اور حفاظت کی
وَقَدَّرَ	اور جو پر فرمائی	اَوْ كَظَہَا	یا ناخوشی سے	ذٰلِكَ	یہ
فِیۡہَا	اس میں	فَاَلۡتَمَا	کہا دونوں نے	تَقَدَّرِیۡرُ	اندازہ ہے
اَقۡوَاتَہَا ^(۷)	اس کی روزی	اَتَکِنَا	اے ہم	الْعَزِیۡزِ	زبردست
فِیۡ اَرْبَعَۃٍ	چار	طَلَاہِیۡنَ	خوشی سے	الْعٰلِیۡمِ	بڑے جاننے والے کا

اللہ نے کائنات چھ دنوں میں پیدا کی ہے: دن سے کیا مراد ہے؟

قرآن کریم میں سات جگہ یہ بات آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو چھ دنوں میں پیدا کیا ہے: پس دن سے کیا مراد ہے؟ یوم (دن) کے معروف معنی ہیں: سورج کے نکلنے سے غروب ہونے کا عرصہ، مگر سورۃ آلہم السجدۃ (آیت ۵) میں ہزار برس کی مقدار پر بھی یوم کا اطلاق آیا ہے، اور سورۃ المعارج (آیت ۵) میں پچاس ہزار سال کی مقدار پر بھی یوم کا

(۱) اندھا: ند کی جمع: برابر، ہم سر، مقابل، جو ذات میں شریک ہو۔ (۲) دو اسی: راسیہ کی جمع: بوجھ، پہاڑ (۳) افوات: قوت کی جمع: خوراک، روزی (۴) سواء: فعل مقدر کا مفعول مطلق ہے، پھر ایام کی صفت ہے، ای استوت سواء (ایک قراءت سواء: مجرور بھی ہے، پس صفت ہونا متعین ہو گیا) (۵) التیا: ایتان سے فعل امر، حثیہ مذکر حاضر: تم دونوں آؤ۔ (۶) حفظا: فعل مقدر کا مفعول مطلق ہے، پھر زینا پر معطوف ہے، ای حفظنا ہا حفظا: خوب حفاظت کی ہم نے آسمان کی یعنی محفوظ کیا۔

اطلاق آیا ہے، اور تخلیق ارض و سماء کے وقت سورج موجود نہیں تھا، اس لیے مفسرین کرام چھ دن کی مقدار مراد لیتے ہیں یعنی ۷۲ یا ۱۴۴ گھنٹوں میں کائنات بن کر تیار ہوئی، مگر مقدار مراد لینے کی کوئی دلیل نہیں، اس لیے لمباز مان مراد لینا بہتر ہے، لہٰذا زمانہ کو دور اور پُر پُر بھی کہہ سکتے ہیں، اور اس کی مدت کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔

آسمان پہلے پیدا کئے یا زمین؟

سورۃ النازعات میں ہے کہ اللہ نے پہلے آسمانوں کو پیدا کیا، اور یہاں ہے کہ پہلے زمین کو پیدا کیا: یہ مخالف ہے، یہ اعتراض نافع ابن ازرق حروری خارجی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے کیا تھا، حضرتؓ کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ زمین کی تخلیق من وجہ آسمان سے مقدم ہے، اور من وجہ مؤخر، فرمایا: ”پہلے دو دنوں میں زمین پیدا کی یعنی اس کی ہیئت کدائی بنائی، مگر اس کی تکمیل نہیں کی، پھر دو دنوں میں آسمانوں کو ٹھیک بنایا یعنی ان کی تکمیل کی، پھر زمین کو پھیلایا یعنی پانی اور چارہ نکالا، اور پہاڑ، اونٹ اور ٹیلے پیدا کئے، اور آسمان وزمین کی درمیانی چیزیں پیدا کیں، سورۃ النازعات میں جو زمین کو آسمان کے بعد بچھانے کا تذکرہ ہے وہ یہی ہے، پس زمین چار دنوں میں تیار ہوئی اور آسمان دو دنوں میں، (تختمہ القاری: ۹: ۷۷۸)

معبود و معبودی ہے جو کائنات کا خالق و مالک ہے

کائنات کو یعنی آسمان وزمین کو ان کے مشتملات کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، ایک ذرہ بھی کسی اور نے پیدا نہیں کیا، اور یہ بات مشرکین بھی تسلیم کرتے ہیں، پھر معبودان کے سوا اور کوئی کیسے ہو سکتا ہے؟ ارشاد فرماتے ہیں: — کہو: کیا واقعی تم اس ہستی کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا — یعنی اس کی ہیئت کدائی (موجودہ ہیئت) بنائی — اور تم اس کے لیے ہم سر ٹھہراتے ہو؟ — یعنی کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ زمین کے خالق کا انکار کرتے ہو، اور دوسری چیزوں کو اس کے برابر سمجھتے ہو، اور ان کی پرستش کرتے ہو، جو ایک ذرہ کے بھی خالق نہیں — یہی سارے جہانوں کے پانہار ہیں — ان کو چھوڑ کر تم کدھر جا رہے ہو؟ — اور اس نے زمین کے اوپر پہاڑ بنائے — تاکہ زمین ڈانواں ڈول نہ ہو — اور اس میں فواکھ رکھے — قسم قسم کی کھانیں، درخت، میوے، پھل، پھول، غلے اور بھانت بھانت کے حیوانات پیدا کئے — اور اس میں غذائیں تجویز کیں — گوشت خور مخلوقات کے لئے حیوانات پیدا کئے، گھاس خور مخلوقات کے لئے چراگاہیں اگائیں، اور ہر علاقہ کے مناسب حال غلہ پیدا کیا — چار دنوں میں — یہ چار دن مسلسل نہیں، دو دن مقدم ہیں، اور دو دن مؤخر، درمیان کے دو دنوں میں آسمان بنائے ہیں — ٹھیک پوچھنے والوں کے لئے — مدینہ کے یہود مکہ آئے تھے اور انھوں نے یہ بات پوچھی تھی (درمنثور اور تفسیر ابن جریر) —

پھر آسمان کا قصد کیا — ہم ترتیبِ ذکر کی لئے ہے، تراخیِ زمان کے لئے نہیں، کیونکہ آسمانوں کی تخلیق درمیان میں ہوئی ہے — اور وہ دھواں ہے — ممکن ہے یہ آسمانوں کے مادہ کی طرف اشارہ ہو (فوائد) — پس (جب آسمان وزمین بن کر تیار ہو گئے تو) اس سے اور زمین سے کہا: دونوں خوشی سے آؤ یا ناخوشی سے — یعنی تمہیں جس مقصد کے لئے پیدا کیا ہے اس کی تمہیں خواہی خواہی تکمیل کرنی ہے — دونوں نے عرض کیا: ہم خوشی سے آئے — یعنی ہم بہ رضا و رغبت مقصدِ تخلیق کی تکمیل کریں گے، اسی طرح ہر مخلوق خوشی خوشی مقصدِ تخلیق کی تکمیل کرتی ہے، ناخوار انسانوں اور جنات کے سوا، وہ ہندگی سے سرتابی کرتے ہیں — پس ان کو سات آسمان بنایا، دونوں میں — یہ دونوں درمیان کے ہیں — اور ہر آسمان میں اس کا معاملہ وحی کیا — فطرت میں کوئی بات رکھ دینے کے لئے بھی لفظ وحی آیا ہے — اور ہم نے نزدیک والے آسمان کو ستاروں سے مزین کیا — یعنی دیکھنے میں معلوم ہوتا ہے کہ گویا سب ستارے اسی آسمان میں جڑے ہوئے ہیں، رات کو ان قدر چرائی جرائی سے آسمان کیسا پر رونق معلوم ہوتا ہے! — اور محفوظ کیا — شیاطین آسمان تک نہیں پہنچ سکتے، فرشتے ستاروں کے میزائل ان پر داغے ہیں — یہ زیر دست واقف کار کا اندازہ ٹھہرانا ہے — یعنی یہ ایسا محکم نظام ہے کہ زبانہ بیت گیا، مگر لمحہ بھر کا فرق نہیں پڑا۔

تخلیق ارض و سماء کے اوقات، دن اور ان میں ترتیب ثابت نہیں

جن روایات میں یہ بات آئی ہے کہ اتوار کو یہ اور پیر کو یہ الی آخرہ چیزیں پیدا کیں (مثلاً مسلم شریف حدیث ۲۷۸۹ کتاب صفات النافقین) میں یہ بات آئی ہے، اس روایت کو معلول قرار دیا ہے، صحیح بات یہ ہے کہ اس روایت کو حضرت ابو ہریرہؓ نے کعب احبار سے نقل کیا ہے، وہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نہیں (ابن کثیر ۴: ۹۳ بحوالہ معارف القرآن ۷: ۶۳۶) اور تخلیق آدم علیہ السلام کا واقعہ تخلیق ارض و سماء سے بہت بعد کا ہے، جبکہ زمین کی تمام ضروریات مکمل ہو چکی تھیں (معارف)

فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنْذَرْتُكُمْ صُفْعَةً مِّثْلَ صُفْعَةِ عَادٍ وَتُسُودٌ مَّاذَ جَاءَهُمْ
الرُّسُلُ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ قَالُوا لَوْ شَاءَ
رَبُّنَا لَأَنْزَلَ مَلَكًا مِّنَّا فَأَنبَأَهُم بِمَا أُرْسِلُوا بِهِ كَفَرُوا ۖ فَكُنَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوا
فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ۖ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي
خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۖ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ۖ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِم رِجْئًا

صَرَصْرًا فِي أَيَّامٍ نُّحْسِتٍ لِنُذِيقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَخْزَرُ وَهُمْ لَا يُنصَرُونَ ۝ وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا
الْعَنَى عَلَى الْهُدَى فَأَخَذَتْهُمْ صَرْعَةُ الْعَذَابِ الْهُونِ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝
وَنَجَّيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝

بج

فَانْ	پس اگر	کوشاء	اگر چاہتے	اَوَّلَهُمْ يَرْوَا	کیا اور نہیں دیکھا انھوں نے
أَعْرَضُوا	روگردانی کریں وہ	رَبُّنَا	ہمارے رب	أَنَّ اللَّهَ	کہ اللہ تعالیٰ
فَقُلْ	تو آپ کہیں	لَا تَزَلْ	(تو) ضرور اترتے	الَّذِي	جنھوں نے
أَنْذَرْتَكُمْ	ڈرایا میں نے تم کو	مَلَكًا	فرشتوں کو	خَلَقَهُمْ	ان کو پیدا کیا
صَرْعَةً	سخت عذاب سے	فَأَنَّا بِمَا	پس بیشک ہم اس کا جو	هُوَ	وہ
مِثْلُ	جیسا	أُرْسِلْتُمْ	بھیجے گئے ہو تم	أَشَدُّ مِنْهُمْ	زیادہ ہیں ان سے
صَرْعَةً ^(۱)	سخت عذاب	بِهِ	اس کے ساتھ	قُوَّةً	زور میں
عَالِدٍ وَثَمُودَ	عادا اور ثمود کا	كُفْرُونَ	انکار کرنے والے ہیں	وَكَاثِبًا	اور تھوہ
إِذْ جَاءَهُمْ	جب پہنچے ان کو	فَأَنَّا عَادُ	پس رہے عاد:	بِإِيتِنَا	ہماری آیتوں کا
الرُّسُلُ	رسول	فَأَنشَكَبُوا	تو گھمڑ کیا انھوں نے	بِجَعْدُونَ	انکار کرتے
مَنْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ ^(۲)	ان کے آگے سے	فِي الْأَنْفُسِ	زمین میں	فَأَرْسَلْنَا	پس چھوڑی ہم نے
وَمِنْ خَلْفِهِمْ	اور ان کے پیچھے سے	بَغْيُ الْعَوَقِ	ناحق (بلاوجہ)	عَلَيْهِمْ	ان پر
أَلَّا تَعْبُدُوا ^(۳)	کہ نہ عبادت کرو تم	وَقَالُوا	اور کہا انھوں نے	رَبِّنَا صَرَصْرًا	زور کی ہوا
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ	مگر اللہ کی	مَنْ أَشَدُّ مِنَّا	کون ہم سے زیادہ ہے	فِي أَيَّامٍ	دنوں میں
قَالُوا	کہا انھوں نے	قُوَّةً	زور میں	نُّحْسِتُ ^(۵)	منحوس

(۱) صاعقہ: کڑک، زوردار بجلی، سخت عذاب (۲) من بین ایدیہم ومن خلفہم: محاورہ ہے یعنی ہر طرف سے۔ (۳) اَلَا: لا: نون کا لام میں ادغام کیا ہے۔ (۴) صَرَصْر: ہوائے تند، سخت ٹھہر، سناٹے کی ٹھنڈی ہوا (۵) انحسات: نحسہ کی جمع، منحوس، بے برکت۔

رَلَّٰنُذِیْقَهُمْ	تاکہ چکھائیں ہم ان کو	لَا یُضْطَرُّونَ	مرد نہیں کئے جائیں گے	الْعَذَابِ الْهُونِ	رسوا کن عذاب کے
عَذَابِ الْخِزْيِ	رسوائی کا عذاب	وَأَمَّا ثَمُودُ	اور رہے ثمود:	بَنَاتٍ كَانُوا	بندہ میں اس کے جو
فِی الْحَبِیْقَةِ	زندگی میں	فَهَذَا نِسْهُمْ	پس راہ دکھائی ہم ان کو	بِکَسْبِهِمْ	وہ کمایا کرتے تھے
الدُّنْیَا	دنیا کی	فَاسْتَجَبْنَا	پس پسند کیا انھوں نے	وَنَجَّيْنَا	اور بچا لیا ہم نے
وَلَعَذَابُ	اور البتہ عذاب	الْعَلٰی	اندھا پن کو	الَّذِیْنَ	ان کو جو
الْآخِرَةِ	آخرت کا	عَلَى الْهَدٰی	راہ نمائی پر	اٰمَنُوْا	ایمان لائے
اٰخِزْہُ	زیادہ رسوا کن ہے	فَاَخَذْنٰهُمْ	پس پکڑا ان کو	وَكَاٰنُوا	اور تھے وہ
وَهُمْ	اور وہ	صٰعِقٰہُ	کڑا کے نے	یَنْتَقِبُوْنَ	(شرک سے) بچتے

مشرکین کو وارننگ کہ اگر وہ شرک سے باز نہ آئے تو ان کا دنیوی انجام عا د و ثمود جیسا ہوگا

عا د عرب کا ایک قدیم قبیلہ تھا، اس کا مرکزی مقام احقاف تھا، جو حضرموت (یعنی) کے شمال میں واقع ہے، یہ لوگ اپنے ذیل و ذول اور قوت و شجاعت کے اعتبار سے ممتاز تھے، دوسری قوموں کی طرح ان کی گراہی بھی شرک اور صنم پرستی تھی، ان کی طرف ہو د علیہ السلام مبعوث کئے گئے، انھوں نے حجّت تام کر دی تو اللہ کا عذاب آیا، سات راتیں اور آٹھ دن متواتر ٹھنڈی ہوا چلی، جس سے وہ ٹھنڈے ہو گئے۔

اور ثمود: بھی سامی اقوام ہی کی ایک شاخ ہے، اس کو عاد ثانیہ بھی کہتے ہیں، ان کی بستیاں حِجْر میں تھیں، یہ بھی شرک میں مبتلا تھے، ان کی طرف صالح علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا، مگر ان کی محنت بھی رائیگاں گئی تو وہ ایک زور کی آواز سے ہلاک کئے گئے۔

آیات پاک: — پس اگر وہ (کہہ کے مشرکین) اعراض کریں تو آپ کہہ دیں: میں تم کو ایک ایسی آفت سے ڈراتا ہوں جیسی عاد و ثمود پر آئی تھی، جبکہ ان کے پاس رسول ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے پہنچے۔ یعنی ہر طرف سے، اور انھوں نے کہا: — اللہ کے سوا کسی کو مت پوجو! — کیونکہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں — انھوں نے جواب دیا: اگر ہمارے پروردگار کو منظور ہوتا تو وہ فرشتوں کو بھیجتے — یعنی بشر رسول نہیں ہو سکتا، اللہ چاہتے تو کسی کزدوبی (مقرب فرشتہ) کو رسول بنا کر بھیجتے — پس ہم اُس بات کو نہیں مانتے جس کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو — یعنی ہم تمہاری دعوتِ توحید کو ماننے کے لئے تیار نہیں — یہاں تک دونوں قوموں کا مشترک ذکر ہے، آگے الگ الگ تذکرہ ہے۔

پس رہے عا: تو انھوں نے زمین میں بلاوجہ گھمنڈ کیا — اور — ہود علیہ السلام نے ان کو عذاب سے ڈرایا تو انھوں نے کہا: ہم سے زیادہ قوت میں کون ہے؟ — جس سے ہم خوف کھائیں — کیا اور انھوں نے دیکھا نہیں کہ جس نے ان کو پیدا کیا ہے وہ ان سے بہت زیادہ طاقت ور ہے؟ — کیا اس کے عذاب سے بھی نہیں ڈرو گے! — اور وہ ہماری باتوں کا انکار کیا کرتے تھے — دل میں ان کا حق ہونا سمجھتے تھے، مگر ضد اور عناد سے انکار کرتے تھے — پس ہم نے ان پر ایک ہوائی سمند بھیجی تا مبارک دنوں میں، تاکہ ہم ان کو رسوا کن عذاب چکھائیں دنیوی زندگی میں، اور آخرت کا عذاب یقیناً زیادہ رسوا کن ہے، اور وہ مدد نہیں کئے جائیں گے — کوئی اس عذاب کو ٹال نہیں سکے گا۔

اور رہے ثمود! پس ہم نے ان کو راہ راست دکھائی — صالح علیہ السلام نے ان کو نجات کا راستہ دکھلایا — پس انھوں نے اندھا رہنے کو راہ راست پر ترجیح دی، پس ان کو رسوا کن سخت عذاب نے آچکڑا، ان کی بدکرداریوں کی وجہ سے — زلزلہ آیا، جس کے ساتھ سخت ہولناک آواز تھی جس سے سب کے جگر پھٹ گئے — اور ہم نے بچایا ایمان والوں کو اور ان کو جو (شرک سے) بچے ہوئے تھے — ان کو ذرا آج نہیں آئی۔

وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ۝ حَتَّىٰ إِذَا مَا جَاءُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ وَقَالُوا لَوْلَا جُلُودُنَا لَمَ شَهِدْتُمْ عَلَيْنَا ۚ قَالُوا أَنْطَقْنَا اللَّهُ الَّذِي أَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَآلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَوُونَ أَنْ يُشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ وَلَكِنْ ظَنَنْتُمْ أَنَّ اللَّهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيرًا مِمَّا تَعْمَلُونَ ۝ وَذَلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ أَرْدَاكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ فَإِنْ يَصِبرُوا فَالْنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَإِنْ يَسْتَعْتِبُوا فَمَا هُمْ مِنَ الْمُعْتَبِينَ ۝ وَقَتِصْنَا لَهُمْ قُرْآنًا فَزَيَّنُوا لَهُمْ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ ۝

مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ يَحْصِيهِ وَحَقُّ عَلَيْهِمْ	اس کو جو اگے سامنے ہے اور اس کو جو ان کے پچھے ہے اور ثابت ہو گئی ان پر	الْقَوْلُ فِي آيَاتِهِ كَذَلِكَ مِنْ قَبْلِهِمْ	بات امتوں میں جو بالیقین گزر گئیں ان سے پہلے	يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالْآيَاتِ لَا تُغْنِيهِمْ كَانُوا ظَالِمِينَ	جنت سے اور انسانوں سے بے شک وہ تھے گھانا پانے والے
---	---	--	---	---	---

مشرکین کو آگئی کہ اگر وہ اسلام کی مخالفت سے باز نہ آئے تو ان کا اخروی انجام بہت برا ہوگا۔
گذشتہ آیات میں مخالفین اسلام کو وارننگ دی تھی کہ اگر وہ شرک و کفر اور اسلام دشمنی سے باز نہ آئے تو ان کا دنیوی
انجام عاదు و مود جیسا ہو سکتا ہے، اب ان آیات میں ان کو اخروی انجام کی خبر دی جا رہی ہے کہ وہ آخرت میں بھی گذشتہ اقوام
کی طرح گھائے میں رہیں گے۔

جاننا چاہئے کہ لوگ قبروں سے اٹھ کر میدانِ حشر میں جمع ہونگے، یہی قیامت کا میدان ہے، یہاں مخالفین اسلام کو
رد کا جائے گا، اور ان کا حساب ہوگا، جنت و جہنم وہاں سے قریب ہیں، سورۃ اشعراء (آیات ۹۰ تا ۹۱) میں ہے: ”اور جنت
خدا ترستوں کے لئے نزدیک کر دی جائے گی، اور جہنم گمراہوں کے سامنے ظاہر کر دی جائے گی“ یعنی محشر میں جب پردہ
ہٹ جائے گا تو جنت اور جہنم دونوں نظر آنے لگیں گی، ارشاد فرماتے ہیں: — اور ان کو وہ دن یاد دلائیں جس دن اللہ کے
دشمن دوزخ کی طرف جمع کئے جائیں گے، پس وہ (میدانِ حشر میں) روئے کر جائیں گے — یعنی ان کو دوزخ کی طرف
لے جایا رہا ہے، مگر اس کے قریب محشر میں رد کا جائے گا۔

اور کفار جس طرح موت کے قریب برائیوں کے ارتکاب کا انکار کرتے ہیں میدانِ قیامت میں بھی انکار کریں گے۔
سورۃ النحل (آیت ۲۸) میں ان کا قول ہے: ﴿مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ شَيْءٍ﴾ ہم کوئی برائی نہیں کیا کرتے تھے، تب ان کے
مؤمنوں پر مہر لگائی جائے گی، اور ان کے اعضاء کو زبان دی جائے گی۔ ارشاد فرماتے ہیں: — یہاں تک کہ جب وہ
دوزخ پر آئیں گے — یعنی جب دوزخ ان کو نظر آنے لگے گی تو کفر و شرک اور برائیوں سے مکر جائیں گے، جیسے موت
کے وقت فرشتوں کے سامنے مکر جاتے ہیں، جبکہ زندگی میں تو اپنی حرکتوں پر فخر کرتے ہیں، پس — ان کے خلاف گواہی
دیں گے ان کے کان، ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان اعمال کی جو وہ کیا کرتے تھے — روایات سے معلوم ہوتا ہے
کہ محشر میں کفار اپنے جرائم کا زبان سے انکار کریں گے، اس وقت حکم ہوگا کہ ان کے اعضاء کی شہادت پیش کی جائے، جن
کے ذریعہ گناہ کئے تھے، چنانچہ ہر عضو شہادت دے گا، اور اس طرح زبان کی تکذیب ہو جائے گی، تب حیران ہو کر اپنے
اعضاء کو کوئیں گے — اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے: تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی؟ — یعنی کم بختی مارو!

تمہارے ہی لئے میں جھگڑاتا تھا تمہاری طرف سے مدافعت کرتا تھا، تمہیں کو میں عذاب سے بچانا چاہتا تھا، اب تم خود اپنے جرموں کا اعتراف کرنے لگے، کیا آفت نازل ہوئی تھی تم پر! — وہ جواب دیں گے، ہمیں اس اللہ نے گویا کیا جس نے ہر چیز کو گویا کیا — پس ہم نہ بولتے اور نہ بتلاتے تو کیا کرتے؟ اور کیا ہم تمہاری طرح جھوٹ بولتے! — اس کے بعد آیت کا فاصلہ ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: — اور اسی نے تم کو اول بار پیدا کیا ہے — اس وقت صرف زبان کو گویائی دی تھی، اب اعضاء کو بھی قوت گویائی دیدی — اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے — یعنی دوسری زندگی برحق ہے، اس کو ابھی سے ذہن میں رکھو — آگے بھی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے: — اور تم چھپ نہیں سکتے تھے اس بات سے کہ تمہارے خلاف گواہی دیں گے تمہارے کان، تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں — یعنی اپنے اعضاء سے چھپ کر تم کوئی گناہ نہیں کر سکتے تھے — لیکن تم گمان کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نہیں جاننے بہت سے وہ کام جو تم کرتے تھے — یعنی تمہارے طرز عمل سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ گویا تم کو اللہ تعالیٰ کے علم محیط کا یقین ہی نہیں، اس لئے جو چاہتے ہو شرارتیں کرتے ہو — اور یہی تمہارا گمان جو تم نے اپنے پروردگار کے بارے میں قائم کیا تھا وہ تم کو لے ڈوبا — یعنی اگر تمہیں یقین ہوتا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری تمام حرکتوں سے باخبر ہیں تو تم ہرگز ایسی شرارتیں نہ کرتے — پس تم کھانا پانے والوں میں سے ہو کر رہ گئے!

پس اگر وہ صبر کریں (یا نہ کریں) ووزن ان کا ٹھکانا ہو چکا، اور اگر وہ (اللہ تعالیٰ کو) منانا چاہیں تو وہ مقبول التوبہ نہیں ہوں گے — یہ ﴿فَلَا تُصْبِحُوا مِنَ الْفَاسِقِينَ﴾ کی شرح ہے۔

اور مقدر کیا ہم نے ان کے لئے ساتھ لگے رہنے والوں کو، پس مزین کیا انھوں نے ان کے لئے ان کاموں کو جو ان کے سامنے ہیں اور ان کاموں کو جو ان کے پیچھے ہیں — مقدر کیا: یعنی نظام عالم ایسا تجویز کیا ہے — ساتھ لگے رہنے والوں کو: یعنی شیاطین کو — ہر انسان کے پیچھے شیطان لگا ہوا ہے، وہ بے کاموں کو بھٹکے کر کے اور تباہ کن اعمال کو خوبصورت بنا کر دکھاتا ہے، اور آدمی گناہوں میں پیر پساتا چلا جاتا ہے۔

اور یہ بات واقعہ بن گئی ان کے حق میں — کہ میں ضرور جنت اور انسانوں سے جہنم کو بھروں گا (ہود ۱۱۹) — من جملہ ان امتوں کے جو ان سے پہلے جن و انس میں سے گذر چکی ہیں — یعنی جس طرح ماضی کی امتیں جہنم رسید ہوئیں یہ مکہ کے مخالفین بھی وہیں پہنچیں گے — بے شک وہ خسارہ میں رہنے والے تھے — پس یہ بھی ان کی طرح کھائے میں رہیں گے۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوَا فِيهِ لَكُمْ تَعْلُبُونَ ۝

فَلَنذِيقَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا عَذَابًا شَدِيدًا وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَشْوَأَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱﴾
 ذَٰلِكَ جَزَاءُ أَعْدَاءِ اللَّهِ النَّارُ لَهُمْ فِيهَا دَارُ الْخُلْدِ جَزَاءً بِمَا كَانُوا
 بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ﴿۲﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا رَبَّنَا أَرَبْنَا الَّذِينَ أَضَلَّنَا مِنْ
 الْجِنِّ وَالْإِنسِ نَجْعَلُهُمَا تَحْتَ أَقْدَامِنَا لِيَكُونُوا مِنَ الْأَسْفَلِينَ ﴿۳﴾

وَقَالَ	اور کہا	أَشْوَأَ ^(۲)	برے سے برا	يَجْحَدُونَ	انکار کرتے
الَّذِينَ	جنہوں نے	الَّذِينَ	ان کاموں کا جو	وَقَالَ الَّذِينَ	اور کہا جنہوں نے
كَفَرُوا	انکار کیا	كَانُوا يَعْمَلُونَ	وہ کیا کرتے تھے	كَفَرُوا	انکار کیا
لَا تَسْمَعُوا	مت سنو	ذَٰلِكَ	یہ	رَبَّنَا	اے ہمارے پروردگار
لِهَٰذَا الْقُرْآنِ	اس قرآن کو	جَزَاءُ	بدلہ ہے	أَرَبْنَا	دکھلائیں ہمیں
وَالْعَوَافِيهِ ^(۱)	اور یک بیک رو اس میں	أَعْدَاءُ اللَّهِ	اللہ کے دشمنوں کا	الَّذِينَ ^(۲)	وہ دو جنہوں نے
كَعَلْمُ	تا کہ تم	النَّارُ ^(۳)	دوزخ	أَضَلَّنَا	گمراہ کیا ہم کو
تَغْلِبُونَ	غالب آ جاؤ	لَهُمْ	ان کے لئے	وَمِنَ الْجِنِّ	جنات سے
فَلَنذِيقَنَّ	پس ضرور چکھائیں گے ہم	فِيهَا	اس میں	وَالْإِنسِ	اور انسانوں سے
الَّذِينَ كَفَرُوا	ان کو جنہوں نے انکار کیا	دَارُ الْخُلْدِ	ہمیشہ کا گھر ہے	نَجْعَلُهُمَا	پس کریں ہم دونوں کو
عَذَابًا شَدِيدًا	سخت عذاب	جَزَاءً	بدلہ	تَحْتَ أَقْدَامِنَا	ہمارے پیروں تلے
وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ	اور ضرور بدلہ دیں گے	بِمَا كَانُوا	اس کا جو تھے وہ	لِيَكُونُوا	تاکہ ہوں دونوں
هَمَّ	ہم ان کو	بِآيَاتِنَا	ہماری آیتوں کا	مِنَ الْأَسْفَلِينَ	نچلوں میں سے

انسان متضاد صلاحیتوں کا جامع ہے

جاننا چاہئے کہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے متضاد صلاحیتوں کا سنگم بنایا ہے، اس میں خیر کی صلاحیت بھی رکھی ہے اور شر کی بھی: ﴿فَالْتَمِمْهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا﴾ پس نفس کو اس کی بدکرداری اور پرہیزگاری الہام کی، نیکی کی صلاحیت کا نام (۱) الْتَفْوٰ: امر، جمع مذکر حاضر، تَفَا (ن، س، ف) لَفَوْا: یک بیک کرنا، بیکار بات کرنا (۲) أَسْوَأُ: اسم تفضیل، مایہد کی طرف مضاف ہے (۳) النار: جزاء سے بدل یا عطف بیان ہے (۴) الَّذِينَ: اللہ کی کاٹنیہ ہے۔

ملکیت اور برائی کی صلاحیت کا نام بھیمت ہے، پھر نیکی کی صلاحیت کو ہمیز کرنے لئے ملائکہ (زمینی فرشتے) پیدا کئے ہیں، اور بدی کی صلاحیت کو ابھارنے کے لئے شیاطین (سرکش جنات) چھوڑے ہیں، دونوں اپنا اپنا کام کرتے ہیں۔ اور انسان اپنی خدا داد صلاحیت سے کسی ایک کی طرف مائل ہوتا ہے، اور اچھائی یا برائی کرتا ہے اور جزا و سزا کا مستحق ہوتا ہے، یہ فرشتے اور شیاطین ہر وقت انسان کے ساتھ لگے رہتے ہیں، اور قرین کہلاتے ہیں، ابھی ایک آیت پہلے قرناہ (ہر وقت ساتھ لگے رہنے والے شیاطین) کا ذکر آیا ہے، اور سورۃ ق میں دونوں قریبوں کا ذکر ہے۔ آیت ۲۴ میں فرشتہ کا اور آیت ۲۸ میں شیطان کا۔

شیاطین کفار سے کیا کیا حرکتیں کراتے ہیں

ہمزاد (روایتی شیاطین) کفار کے لئے گمراہی کی باتیں مزین کرتے ہیں، نہ کرنے کے کام ان کو بھجاتے ہیں، اور وہ اسلام کے خلاف عجیب عجیب حرکتیں کرتے ہیں، اس کی ایک مثال یہ ہے: لوگ قرآن سے متاثر ہوتے تھے، جو سنتا تھا فریفتہ ہو جاتا تھا، اس سے روکنے کی تدبیر کفار نے نہ نکالی کہ جب قرآن پڑھا جائے تو غل مچا دیا جائے، نہ خود سنا جائے نہ دوسروں کو سننے دیا جائے، اس طرح قرآن کی بات دُپ کر رہ جائے گی، ارشاد فرماتے ہیں: — اور منکرین نے کہا: اس قرآن کو مت سنو، اور اس میں غل مچا دیا کرو، تاکہ تم غالب رہو۔ — مگر ان کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوا، قرآن کی صداقت سب تدبیروں کے باوجود غالب ہو کر رہی اور اس کی آواز دلوں کی گہرائی تک پہنچ گئی۔

مخالفین اسلام کی سزا: — پس ہم ضرور چکھائیں گے انکار کرنے والوں کو سخت عذاب، اور ضرور بدلہ دیں گے، ہم ان کو ان برے کاموں کا جو وہ کیا کرتے تھے، یہ دوزخ اللہ کے دشمنوں کا بدلہ ہے، ان کو اس میں ہمیشہ رہنا ہے، اس بات کا بدلہ کہ وہ ہماری باتوں کا انکار کیا کرتے تھے — یعنی دنیا میں عذاب ضروری نہیں، مگر آخرت میں سزا مل کر رہے گی۔

آج جن سے دوستی کل ان سے دشمنی! — اور منکرین نے کہا: اے ہمارے پروردگار! ہمیں وہ دونوں: شیطان اور انسان دکھلائیے جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا، ہم ان کو اپنے پیروں تلے روند ڈالیں، تاکہ وہ خوب ذلیل ہوں! — یعنی آدمیوں اور جنوں میں سے جن شیطانوں نے ہم کو بہکا بہکا کر اس آفت میں پھنسا دیا ہے، ورنہ ان کو ہمارے سامنے کر دیتے تھے کہ ان کو ہم اپنے پاؤں تلے روند ڈالیں، تاکہ وہ خوب ذلیل و خوار ہوں، اور ہمارا کبچہ ٹھنڈا ہو!

شیطان کے معنی ہیں: سرکش، نافرمان، اور شیطان جس طرح جنات میں ہوتے ہیں انسانوں

میں بھی ہوتے ہیں [الانعام ۱۱۱]

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَفَامُوا تَنْزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْبِئُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ۝ نَحْنُ أَوْلَیُّوكُمْ فِي الْحَیْوةِ الدُّنْیَا وَفِي الْآخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهَى أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ۝ نُزِّلَا مِنْ غَفُورٍ رَحِيمٍ

ع

إِنَّ الَّذِينَ	بے شک جنہوں نے	وَلَا تَحْزَنُوا	اور نہ غم کرو	وَلَكُمْ فِيهَا	اور تمہارے لئے اس میں
قَالُوا	کہا	وَأَنْبِئُوا ^(۱)	اور خوش خبری سنو	مَا تَشْتَهَى	جو چاہیں گے
رَبُّنَا اللَّهُ	ہمارا رب اللہ ہے	بِالْجَنَّةِ	جنت کی	أَنْفُسُكُمْ	تمہاری جی
ثُمَّ اسْتَفَامُوا	پھر سیدھے رہے وہ	الَّتِي	جس کا	وَلَكُمْ فِيهَا	اور تمہارے لئے اس میں
تَنْزَّلُ	اترتے ہیں	كُنْتُمْ تُوعَدُونَ	وعدہ کئے جاتے تھے تم	مَا تَدَّعُونَ ^(۲)	جو آرزو کرو گے تم
عَلَيْهِمْ	ان پر	نَحْنُ أَوْلَیُّوكُمْ	ہم تمہارے دوست ہیں	نُزِّلَا ^(۳)	مہمانی کے طور پر
الْمَلَائِكَةُ	فرشتے	فِي الْحَیْوةِ الدُّنْیَا	دنوی زندگی میں	مِنْ غَفُورٍ	بخشنے والے کی طرف سے
أَلَّا تَخَافُوا	کہ نہ رو تم	وَفِي الْآخِرَةِ	اور آخرت میں	رَحِيمٍ	بڑے مہربان

روحیں وصول کرنے کے لئے عالم بالا سے فرشتے آتے ہیں، اور مستقیم مسلمانوں کو خوش خبری سناتے ہیں ملائکہ انسان کی مصلحت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں: — فُرِئَاء (شیاطین) کے تذکرہ کے بعد اب ملائکہ کا تذکرہ کرتے ہیں، ملائکہ نورانی مخلوق ہیں، اللہ کی حمد و تسبیح میں گھر رہتے ہیں، ان کی دو قسمیں ہیں: ملائکہ اعلیٰ اور ملائکہ سفلیٰ یعنی عالم بالا کے فرشتے اور عالم زیریں کے فرشتے، اور دونوں قسموں کے ساتھ انسان کی مصلحت وابستہ ہے۔ ملائکہ اعلیٰ: — مؤمنین کے لئے استغفار کرتے ہیں، حضرت میکائیل بارش کا نظام سنبھالے ہوئے ہیں، اور بارش کا انسان کی مصلحت سے قریبی تعلق ہے، پہاڑوں پر بھی فرشتے مقرر ہیں، حدیث میں ملک الجبال کا ذکر آیا ہے، انسان کی حفاظت بھی فرشتے کرتے ہیں، جن کی ڈیوٹیاں بدلتی رہتی ہیں، جبرئیل علیہ السلام وحی لاتے تھے، اور حیوانات کی روحیں وصول کرنے کے لئے بھی فرشتے اترتے ہیں۔

(۱) أَنْبِئُوا الرَّجُلَ بِكَلِمَاتِهِ: خوش ہونا، خوشی منانا (۲) إِذْ عَاءَ: مانگنا، چاہنا، آرزو کرنا (۳) نُزِّلَا: جُعِلَتْ: فعل مجہول مضارع مقرر کا مفعول ثانی ہے۔

ملاسافل: — زمینی فرشتے بھی اللہ کی حمد و تسبیح میں لگے رہتے ہیں، اور ساتھ ہی انسانوں کی ملکیت کو بھیز کرتے رہتے ہیں، مومنین کے دلوں میں اچھے خیالات پیدا کرتے ہیں، خاص طور پر رمضان میں جبکہ شیاطین (شر کی قوت) کو جکڑ دیا جاتا ہے تو خیر کی قوت (ملائکہ) کو پھیلادیا جاتا ہے، اور آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا بھی اسی سلسلہ کی کڑی تھی۔

خوش خبری: — نزع کے وقت جو فرشتے روح وصول کرنے کے لئے آتے ہیں وہ مستقیم مسلمانوں کو خوش خبری سناتے ہیں، اور مستقیم مسلمان وہ ہیں جو ایمان کا اقرار کرنے کے بعد اس پر مضبوط رہتے ہیں، اللہ کی ربوبیت اور الوہیت میں کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے، اور زبان سے جو انھوں نے کہا ہے کہ ہمارا رب اللہ ہے اس کے عملی تقاضوں پر سچے رہتے ہیں، اور اللہ نے جو شریعت نازل کی ہے اس کی پیروی کرتے ہیں، اگلی آیات میں ان کا تفصیل سے تذکرہ آ رہا ہے، ایسے مستقیم الحال بندوں پر موت کے قریب فرشتے اترتے ہیں، یہ فرشتے روحیں وصول کرنے کے لئے آتے ہیں، وہ اس وقت تسکین دہانی دیتے ہیں، اور جنت کی بشارت سناتے ہیں، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ تمہارے لئے آگے کوئی ڈر اور خوف نہیں، گھبرانے کی قطعاً ضرورت نہیں، اور جو فانی دنیا یا تمہ سے نکلی جا رہی ہے اس کا کچھ غم نہ کرو، تم اس سے بہتر دنیا میں جا رہے ہو، جنت کے جو وعدے انبیاء کے ذریعہ کئے گئے ہیں ان کے پورا ہونے کا وقت آ گیا ہے، اور ہم تمہارے دوست اور کارساز ہیں، آگے کے تمام مراحل تمہارے لئے ہم آسان کریں گے، قبر کی زندگی میں تمہیں کوئی پریشانی ہوگی نہ میدانِ حشر میں اور نہ آخرت میں، اور جنت میں تمہارا جو جی چاہے گا، اور جس چیز کا آرزو کرو گے فوراً حاضر کی جائے گی، اور یہ جنت بھیک کا القہہ نہیں ہوگی، بلکہ اللہ غفور رحیم کی میزبانی ہوگی جو تمہیں شاد کام کرے گی۔

آیاتِ پاک: — بے شک جن لوگوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے! پھر وہ اس پر مستقیم رہے، ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ اندیشہ کرو، اور نہ رنج کرو، اور تم جنت کی خوش خبری سن لو، جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا — ہم تمہارے دوست ہیں دنیوی زندگی میں اور آخرت میں، اور تمہارے لئے جنت میں وہ چیز ہے جس کو تمہارا جی چاہے گا، اور تمہارے لئے جنت میں وہ چیز ہے جس کو تم مانگو گے، بطور مہمانی اللہ غفور رحیم کی طرف سے!

فائدہ: اگر تَنْزِيلُ سے اترنا مراد نہ لیا جائے، بلکہ پاس آنا مراد لیا جائے تو وقتِ نزع کی اور ملاطفت کی تخصیص نہیں رہے گی، سورۃ الحدید (آیت ۲۵) میں لوہا پیدا کرنے کے لئے اَنْزَلْنَا آیا ہے، اور سورۃ اشعراء (آیت ۲۲۲) میں شیاطین کے لئے تَنْزِيلُ آیا ہے، پس اب معنی ہونگے: ”مستقیم و امرا کو ملائکہ بہتری کی باتیں الہام کرتے ہیں، جو ان کے شرح صدر اور تسکین وطمینان کا موجب ہو جاتی ہیں“ اور لَكُمْ فِيهَا الْآيَةُ اللہ تعالیٰ کا کلام ہوگا، اب فی الحیاۃ الدنیا فٹ ہو جائے گا۔

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿١﴾
 وَلَا تَسْتَوِ الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ لِمَ ذُفِّرَتْ بِلِئْلِئِلِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ
 وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ﴿٢﴾ وَمَا يُلْقِيهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا ۖ وَمَا
 يُلْقِيهَا إِلَّا ذُو حِظٍّ عَظِيمٍ ﴿٣﴾ وَإِنَّمَا يَنزَغُكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْعٌ ۖ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ
 إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٤﴾

وَمَنْ (۱)	اور کون	وَلَا تَسْتَوِی	اور یکساں نہیں	وَمَا يُلْقِيهَا (۲)	اور نہیں لیتا اس بات کو
أَحْسَنُ	زیادہ اچھا ہے	الْحَسَنَةُ	نیکی	إِلَّا الَّذِينَ	مگر جس نے
قَوْلًا (۲)	بات کے اعتبار سے	وَلَا السَّيِّئَةُ (۳)	اور برائی	صَبَرُوا	برداشت کیا
مِمَّنْ	اس شخص سے جس نے	لِمَ ذُفِّرَتْ	ہٹا	وَمَا يُلْقِيهَا	اور نہیں لیتا اس بات کو
دَعَا	دعوت دی	بِإِلِّئِلِي (۵)	اس (طریقہ) سے جو	إِلَّا	مگر
إِلَّا	اللہ کی طرف	هِيَ أَحْسَنُ	وہ بہتر ہے	ذُو حِظٍّ	قسمت والا
وَعَمِلَ	اور کیا اس نے	فَإِذَا الَّذِي (۶)	پس ایک ایک جو	عَظِيمٍ	بڑی
صَالِحًا	نیک کام	بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ	تیرے اور اس کے درمیان	وَمَا	اور اگر
وَقَالَ	اور کہا اس نے	عَدَاوَةٌ	دشمنی ہے	يَنزَغُكَ (۸)	کچھ کو لگے تجھے
إِنِّي (۳)	بے شک میں	كَأَنَّهُ	گو یا وہ	وَمِنَ الشَّيْطَانِ	شیطان کی طرف سے
مِنَ الْمُسْلِمِينَ	فرمان برداروں میں	وَلِيٌّ	دوست ہے	نَزْعٌ	کوئی کچھ
	سے ہوں	حَمِيمٌ	گرم (گہرا)	فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ	تو پناہ مانگ لے اللہ کی

(۱) استفہام انکاری ہے ای لا اَحَدٌ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّنْهُ اور مستقیم (مفعول) پوری آیت ہے (۲) قولاً: تیز ہے (۳) انی: اِن: حرف مشبہ بالفعل، نون وقایہی: ضمیر واحد متکلم (۴) لا: زائدہ تاکید کے لئے ہے، جیسے: لا الظل ولا الحرور (۵) النی: العصلۃ محذوف کا صلہ ہے، ہی ضمیر اسی کی طرف راجع ہے (۶) اِذَا: مفاجاتیہ ہے (۷) لَقَّاهُ الشَّيْطَانُ: کوئی چیز ڈالنا تاکہ دوسرا لے لے کچھ کرنا یا بُلَغَی: مضارع مجہول، واحد مذکر غائب، مصدر تلقیۃ (تفعلیل) (۸) اِمَّا: اِن شرطیہ کا ما زائدہ میں اقام کیا ہے، ہنز غن: مضارع بانون تاکید، فزع ھلانا: کسی کے انگلی چھونا، کچھ کا لگانا، نیزہ کا چکالگانا، مجازی معنی: دوسرے ڈالنا۔

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ

بے شک وہی

التَّوَكَّلْ

خوب سننے والا

الْعَلِيمُ

سب کچھ جاننے والا ہے

استقامت یہ ہے کہ مکمل دین پر عمل کے ساتھ دین کی دعوت بھی دے

ابھی فرمایا ہے کہ جو لوگ ایمان لے آئیں، پھر مستقیم (مضبوط) ہو جائیں تو ان پر بوقت نزع فرشتے اترتے ہیں، جو تسلی دیتے ہیں اور خوش خبری سناتے ہیں، اب ان آیات میں دین پر استقامت کا بیان ہے، ایمان میں مضبوط وہ شخص ہے جو مکمل دین پر عمل کرتا ہے، اور ساتھ ہی اللہ کے دین کی دعوت بھی دیتا ہے، دعوت دینے میں خود داعی کا بھی فائدہ ہے، جو باتیں وہ بار بار لوگوں سے کہے گا ان پر خود بھی عمل کرے گا، یہ نگرار کوئی بات کہنے کا دل پر اثر پڑتا ہے، تجربہ کر کے دیکھ لیں، ارشاد فرماتے ہیں: — اور اس شخص سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو اللہ کے دین کی طرف دعوت دیتا ہے، اور خود بھی نیک کام کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ میں فرمان برداروں میں سے ہوں؟ — جواب: اس سے بہتر کسی کی بات نہیں ہو سکتی! — یہی استقامت ہے، ایمان پر مضبوطی سے جمنایہی ہے۔

یہ آیت اہم ہے، اس کو ذرا تفصیل سے سمجھنا چاہئے:

۱۔ دعوت کو مقدم کیا: — اس سے اس کی اہمیت واضح ہوتی ہے، اور دین کی طرف دعوت کی دو صورتیں ہیں:

اول: غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دینا۔ دوم: دین سے بے گانہ مسلمانوں کو اعمال اسلام کی دعوت دینا۔ دونوں ہی دعوتیں ضروری ہیں، اور آیت میں دونوں مراد ہیں، آیت عام ہے، جیسے لفظ جہاد عام ہے، دین کی کوئی بھی تن تو زحمت جہاد اور مجاہدہ ہے، لیکن جب اس کے بعد لفظ مسیبل آئے تو جہاد خاص ہو جاتا ہے، جہاد فی سبیل اللہ میں جہاد کے اصطلاحی معنی مراد ہیں، یعنی اعدائے اسلام سے لوہا لینا، اب جہاد عام نہیں رہتا، اسی طرح لفظ دعوت کے بعد لفظ مسیبل آئے تو دعوت کی پہلی قسم مراد ہوتی ہے، جیسے: ﴿هَذَا دُعَاؤُا إِلَى سَبِيلِ دِيْنِكَ﴾: آپ اپنے پروردگار کے راستہ کی طرف بلائیں [نحل ۱۲۵] اور زیر تفسیر آیت میں لفظ مسیبل نہیں، اس لئے آیت دعوت کی دونوں قسموں کو شامل ہے۔

۲۔ وَعَمَلٌ صَالِحًا کو مفسر ابو حیان رحمہ اللہ نے جملہ حالیہ قرار دیا ہے (جمل) لیکن اگر واد کو مطلق جمع کے لئے لیا جائے تو بھی مطلب یہی ہوگا کہ دعوت کے ساتھ داعی کا دین پر عمل ضروری ہے، اگر داعی کا دین پر عمل نہیں تو اس کی دعوت بے اثر ہوگی، بات میں وزن اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب کردار اور گفتار ہم آہنگ ہوں، حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم سے کہا تھا: ﴿وَمَا أُرِيدُ أَنْ أَمْلَأَ فَمَكُمْ إِلَىٰ مَا أَنهَاكُمْ عَنْهُ﴾: اور میں یہ نہیں چاہتا کہ تمہارے پیچھے خود ان کاموں کی طرف جاؤ جن سے تم کو روکتا ہوں، یعنی جو کچھ میں تم سے کہتا ہوں اس پر خود بھی عمل پیرا ہوں۔ غرض: داعی، واعظ اور مبلغ کے عمل کا اس کے وعظ و نصیحت میں بوا دخل ہوتا ہے، جس چیز پر داعی خود عامل نہ ہو اس کی بات

کا دوسروں پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

۳۔ عَمِلَ صَالِحًا: قضیہ مہملہ ہے، اس میں موجب کلیہ کا سونپ نہیں، یعنی ہر حکم پر عمل کرنا: اس کے مفہوم میں شامل نہیں، پس بعض احکام پر عمل کرنے کی صورت میں بھی یہ بات صادق آتی ہے کہ اس نے نیک کام کیا، اس لئے آگے بڑھایا: ﴿قَالَ: إِنَّكَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾: اور اس نے کہا: میں فرمان برداروں میں سے ہوں۔ اسلام کے معنی ہیں: سرافگند بن جوئے^(۱) کے نیچے سر ڈال دینا، یعنی مکمل دین پر عمل کرنا۔ پس داعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ مکمل دین پر عمل کا پختہ ارادہ رکھتا ہو، نماز روزہ کی حد تک دین دار ہونا کافی نہیں، خاص طور پر اخلاق، معاشرت اور معاملات میں احکام کی پابندی داعی کرے گا تبھی اس کی بات سنی جائے گی۔

دعوت کا ایک اصول: پتھر کے جواب میں پھول برسانا

دعوت کے کام میں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مدعو بدتمیزی پر اتر آتا ہے، کوئی سخت بات کہہ دیتا ہے یا برا برباد کرتا ہے: ایسی صورت میں داعی کو صبر و تحمل سے کام لینا چاہئے، اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرنا چاہئے، پتھر کے جواب میں پھول برسانے چاہئیں، دشمن رام ہو جائے گا، اس سلسلہ میں پہلے ایک قاعدہ بن لیں — اور نیک خصلت اور بد خصلت یکساں نہیں — الحسنۃ اور السيئۃ: موصوف الخصلۃ کے قائم مقام ہیں یعنی حسن سلوک اور بد سلوکی کے ثمرات (نتائج) مختلف ہوتے ہیں، مدعو اگر بد سلوکی کرے تو جواب میں حسن سلوک کرنا چاہئے، ارشاد فرماتے ہیں: — آپ برے برباد کو اچھے برباد سے ہٹائیں — یعنی جواب ترکی بہ ترکی نہ دیں، غصے کے جواب میں حمد باری، گالی کے جواب میں شائستگی، اور سختی کے جواب میں نرمی اختیار کریں، اس طرز عمل کا نتیجہ یہ ہوگا کہ سخت سے سخت دشمن بھی ڈھیلا پڑ جائے گا، اور گودل سے دوست نہ بنے مگر بظاہر گرم جوش دوست کی طرح برتاؤ کرے گا، ارشاد فرماتے ہیں: — پس یکا یک وہ شخص کہ تیرے اور اس کے درمیان دشمنی ہے: گویا وہ جگری دوست ہے — گویا کی لاگ رکھ کر کیل ٹھوکی ہے^(۲) یعنی دل چاہے صاف نہ ہو، مگر ظاہری برتاؤ بدل جائے گا — مگر یہ بات یعنی پتھر کے جواب میں پھول برسانا آسان کام نہیں، فرماتے ہیں: — اور یہ بات اسی کو نصیب ہوتی ہے جو برداشت کرتا ہے — جو شخص بے برداشت ہو جاتا ہے، آپے سے باہر ہو جاتا ہے: اس کے بس کی یہ بات نہیں، پس داعی کو برداشت کا مادہ پیدا کرنا چاہئے — اور یہ بات بڑے نصیبہ و ربی کو حاصل

(۱) جُڑا: وہ لکڑی جو بال یا گاڑی کھینچنے والے بیلوں کے کندھے پر رکھی جاتی ہے۔ استعارۃ ذمہ داری ۱۲

(۲) لاگ: سہارا: جب بوہٹی کو اوڑھ کر بغیر ہٹنے والی لکڑی میں کیل ٹھوکتا ہے تو دوسرا شخص لکڑی کے پیچھے بولہ وغیرہ لوہا رکھ کر دہاتا ہے، تاکہ لکڑی ہٹے نہیں، پھر بوہٹی کیل ٹھوکتا ہے: اس کو لاگ رکھ کر بات کہنا کہتے ہیں ۱۲

ہوتی ہے۔ یعنی جس داعی کو یہ بات حاصل ہو جائے وہ بڑا خوش قسمت ہے، اس کی دعوت کا فیض عام و تمام ہوگا۔

کبھی داعی کو شیطان اوچھا کر دیتا ہے:۔ داعی بھی ایک انسان ہے، مدعو کی بدتمیزی سے کبھی اس کو طیش آ جاتا ہے، یہ شیطان کچھ کے لگاتا ہے، اگر ایسی صورت پیش آئے تو فوراً کہے: أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، ان شاء اللہ شیطان کا وسوسہ دور ہو جائے گا، ارشاد فرماتے ہیں:۔ اور اگر تجھے شیطان کی طرف سے کوئی — چھوٹا بڑا — کچھ لگے تو اللہ کی پناہ مانگ لے، بے شک وہ خوب سننے والے سب کچھ جاننے والے ہیں — اور یہ ہر غصہ کا علاج ہے، جب بھی غصہ پڑھے: أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ کہہ لے، ان شاء اللہ غصہ کا فوراً دور ہو جائے گا۔ حدیث شریف میں ایک واقعہ آیا ہے، ایک شخص کسی پر غضبناک ہو رہا تھا، چہرہ سرخ ہو گیا تھا، اور گردن کی رگیں پھول گئی تھیں، نبی ﷺ نے حاضرین سے فرمایا: ”میں ایک کلمہ جانتا ہوں، اگر یہ شخص اس کو کہہ لے تو اس کا غصہ ہلکا پڑ جائے گا، کہے: أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ“ میں اللہ کی پناہ (حفاظت) چاہتا ہوں مردود شیطان سے! کسی نے جا کر اس شخص سے اپنی طرف سے کہا کہ أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ کہہ لے، تیرا غصہ اتر جائے گا، وہ شخص غصہ میں پاگل ہو رہا تھا، اس نے کہا: کیا میں پاگل ہو گیا ہوں!

جب دو شخص لڑتے ہیں تو عرب کہتے ہیں: صَلَّ عَلَى مُحَمَّدٍ: دُرُود پڑھو، دونوں درود پڑھنے

لگتے ہیں تو لڑائی کی آگ بجھ جاتی ہے

وَمِنْ آيَاتِهِ الْبَيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ
وَأَسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِن كُنتُمْ رَآيَاهُ تَعْبُدُونَ ۝ فَإِنْ اسْتَكْبَرُوا
فَالَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُونَ لَهُ بِالْبَيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ۝ وَمِنْ آيَاتِهِ
أَنَّا نُرْصِ الْأَرْضَ حَاشِعَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ۝ ذَاتِ
الَّذِي أَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتِ ۝ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

وَمِنْ آيَاتِهِ	اور اللہ کی نشانیوں میں	الْبَيْلُ وَالنَّهَارُ	شب و روز	وَالْقَمَرُ	اور چاند
سے ہیں	وَالشَّمْسُ	اور سورج	لَا تَسْجُدُوا	مت سجدہ کرو	

(۱) ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہیں، اور من آیاتہ: خبر مقدم ہے۔

السَّجْدِ وَكُلًّا لِّلْقَمَرِ وَالشَّجَرِ وَالَّذِي حَقَّقَهُنَّ إِنْ كُنْتُمْ رَآيَا تَعْبُدُونَ فَإِنْ اسْتَكْبَرُوا فَالَّذِينَ	سورج کو اور نہ چاند کو اور سجدہ کرو اللہ کو جس نے ان کو پیدا کیا اگر ہو تم اسی کی عبادت کرتے پس اگر گھمنہ کریں وہ پس جو بندے	عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُونَ لَهُ بِالنَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ^(۱) وَمِنَ الْآيَةِ أَنَّكَ تَكُونُ الْأَرْضَ حَاشِعَةً ^(۲)	تیرے رب کے پاس ہیں پاکی بیان کرتے ہیں اس کی شب و روز اور وہ نہیں جھکتے ہیں اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ آپ دیکھتے ہیں زمین کو دلی پڑی (ویران)	فَإِذَا أُنزِلْنَا عَلَيْهَا النَّارُ أَهْتَزَّتْ ^(۳) وَرَبَّتْ ^(۴) لِأَنَّ اللَّهَ الَّذِي أَخْبَاهَا مُخْجِي ^(۵) النُّوْمِ لَئِنَّ اللَّهَ لَآتِي كُلَّ شَيْءٍ قَدِيرٌ	پس جب اتارتے ہیں ہم اس پر پانی (تو) لہلہانے لگتی ہے اور پھولتی ہے بے شک جس نے اس کو زندہ کیا یقیناً زندہ کرنے والا ہے مردوں کو بے شک وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا
--	--	---	---	---	--

اسلام کے بنیادی عقائد کا بیان

اب اسلام کے بنیادی عقائد کا تذکرہ شروع کرتے ہیں، آخر سورت تک یہی سلسلہ چلے گا۔ اور اسلام کے بنیادی عقائد ہیں: توحید، رسالت (مع دلیل رسالت: قرآن کریم) اور آخرت (معاد) اللہ کی طرف دعوت دینے والوں کو ان مضامین کی ضرورت پڑتی ہے، اور یہ سورت کی ہے، اور کی دور میں یہی عقائد سمجھائے جاتے تھے۔

آفتاب و ماہتاب کو مت پوجو، یہ تو اللہ کی نشانیاں ہیں، ان کے ساتھ شب و روز کا نظام وابستہ ہے مشرکین آفتاب و ماہتاب کو بھی پوجتے ہیں، وہ ہر مفید و مضر کے گرویدہ ہوتے ہیں، سورج کی تابانی اور چاند کی نسیا پاشی ان کے لئے فتنہ بنی ہوئی ہے، ان سے کہا جا رہا ہے کہ آفتاب و ماہتاب کو مت پوجو، ان کی نفع رسانی ذاتی نہیں، اللہ نے ان کو روشنی عطا کی ہے، پس ان کے خالق و مالک کی عبادت کرو۔ آفتاب و ماہتاب کے ساتھ شب و روز کا نظام وابستہ ہے، سورج دیا (جراخ) ہے اور چاند دیا بتی، سورج لکھتا ہے تو زمین روشن ہو جاتی ہے اور دن شروع ہو جاتا ہے، لوگ کام (۱) سبیم (س) سماء: آسمان، کبیدہ خاطر ہونا (۲) حاشعۃ: ذلیل، بے قدر، دلی ہوئی (۳) اھواز: شادابی اور تازگی سے گھاس وغیرہ کا ہلنا، حرکت کرنا، لہلہانا (۴) کو یا (ن) زبوا: پھولنا، بڑھنا، بلند ہونا (۵) محجی کی اصل مُحْجِی: اسم فاعل از احباء: ایک ہی حذف کی ہے۔

کانج میں لگ جاتے ہیں، پھر جب آرام کے لئے رات لائی جاتی ہے تو سورج چھپ جاتا ہے، اور چاند اس سے روشنی حاصل کر کے چاندنی بکھیرتا ہے تاکہ لوگ رات کی گھٹاؤپ تاریکی سے متوحش نہ ہوں، جیسے لوگ کمرے میں رات میں زیر و لاٹ جلاتے ہیں تاکہ تاریکی سے وحشت نہ ہو، باہر کھلی جگہ میں اس کی ضرورت نہیں ہوتی، چاند کی روشنی کافی ہو جاتی ہے، بلکہ لوگ چاندنی میں چلنے پھرتے بھی ہیں۔

آیت پاک: — اور اللہ کی نشانیوں میں سے رات اور دن اور سورج اور چاند ہیں، تم لوگ سورج کو سجدہ مت کرو، اور نہ چاند کو، اور اس اللہ کے لئے سجدہ کرو جس نے ان کو بنایا ہے، اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو — سورج اور چاند وغیرہ کو پوجنے والے بھی زبان سے یہی کہتے ہیں کہ ہماری غرض ان چیزوں کی پرستش سے اللہ کی پرستش ہے، مگر اللہ نے بتلادیا کہ یہ چیزیں پرستش کے لائق نہیں، عبادت کا مستحق صرف ایک خدا ہے، کسی غیر اللہ کی عبادت کرنا خدا نے واحد سے بغاوت کے مُرادف ہے (فوائد)

اور مشرکین اللہ کی عبادت نہیں کریں گے تو اللہ کا کیا نقصان ہے، اس کی بندگی کے لئے کزدوبی (مقرب فرشتے) بہت ہیں، وہ شب و روز تسبیح و تہلیل میں لگے ہوئے ہیں، نہ ٹھکتے ہیں نہ اکتاتے ہیں، تم اس کی عبادت سے منہ موڑ کر اپنا ہی نقصان کرو گے۔ ارشاد فرماتے ہیں: — پس اگر وہ لوگ گھمنڈ کریں تو جو فرشتے آپ کے رب کے پاس ہیں وہ شب و روز اس کی پاکی بیان کرتے ہیں، اور وہ اکتاتے نہیں!

جو مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے وہی مردہ انسانوں کو بھی زندہ کرے گا

زمین اجڑ جاتی ہے، ہر طرف خاک اڑتی ہے، اور وہ بے قدر و قیمت ہو جاتی ہے کہ اچانک رحمت کی بارش برتی ہے، اس وقت زمین کی تازگی اور رونق قابلِ دلیل ہو جاتی ہے۔ یہ انقلاب کون رونما کرتا ہے؟ قادر مطلق کا یہ کارنامہ ہے۔ وہی قادر مطلق جو مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے وقت آنے پر مردہ انسانوں کے بدنوں میں بھی دوبارہ جان ڈالے گا، مردہ زمین کی حیات نو سے مردہ انسانوں کی حیات نو کو سمجھا سکتا ہے، ارشاد فرماتے ہیں: — اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بات ہے کہ آپ زمین کو اجڑی ہوئی دیکھتے ہیں، پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ لہلہانے لگتی ہے اور ابھرتی ہے — یعنی پھوٹی ہے اور اس میں سے گھاس پودے نکلتے ہیں — بے شک جس نے اس کو زندہ کیا وہ ضرور مردوں کو زندہ کرنے والا ہے، بے شک وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے!

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يُجِدُونَ فِي آيَاتِنَا لَا يَحْفَظُونَ عَكِبْنَا ۚ أَفَمَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ خَيْرٌ

أَمْرٌ مَنْ يَأْتِ أَمِنًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۖ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ ۖ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ إِنْ
الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ ۖ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ ۝ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ
بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ۖ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ۝ مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا
مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ۖ إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٍ ۝ وَلَوْ
جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَجَبِيًّا لَقَالُوا لَوْلَا فُصِّلَتْ آيَاتُهُ ۖ أَعْجَبِيٌّ وَعَرَبِيٌّ ۖ قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ
آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ ۖ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي آذَانِهِمْ وَقْرٌ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۖ
أُولَٰئِكَ يُنَادُونَ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ ۖ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَاخْتَلَفَ
فِيهِ ۖ وَلَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَفُضِيَ بَيْنَهُمْ ۖ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ
مُزْنٍ ۖ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ۖ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ۝

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ	یَا قَوْمِ	اے لوگو	گفرو	انکار کیا
یُجَادُونَ ^(۱)	أَمِنًا	بہ اطمینان	بِالذِّکْرِ	صیحت (قرآن) کا
فِی آيَاتِنَا	یَوْمَ الْقِيَامَةِ	قیامت کے دن	لَمَّا جَاءَهُمْ	جب پہنچی وہ ان کو
لَا يَخْفَوْنَ	اعْمَلُوا	کرو	وَإِنَّهُ	اور بے شک وہ (ذکر)
عَلَيْنَا	مَا شِئْتُمْ	جو چاہو	لَكِتَابٍ	البتہ کتاب ہے
أَفْتَنَ	لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ	بے شک اللہ	عَزِيزٌ	مکرم
يُلْقَى	رَبَّنَا	ان کاموں سے جو	لَا يَأْتِيهِ	نہیں آتا اس کے پاس
فِی النَّارِ	تَعْمَلُونَ	تم کرتے ہو	الْبَاطِلِ ^(۲)	باطل
حَزِيزٌ	بَصِيرٌ	باخبر ہیں	وَمِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ	اس کے سامنے سے
أَمْرٌ	لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ	بے شک جنہوں نے	وَلَا مِنْ خَلْفِهِ	اور نہ اس کے پیچھے سے

(۱) یجادلون: الازھاد (افعال) ٹیڑھا چلنا، راہ راست سے ہٹنا، حق سے منحرف ہو کر اس میں بے بنیاد باتیں داخل کرنا

(۲) باطل: حق کی ضد، ناحق، غیر ثابت۔

تَنْزِيلُ	بدرج اتارنا ہے	ءَاجْمَعِي ^(۱)	کیا غیر واضح فیض کلام	الْكِتَابِ	خاص کتاب (تورات)
مِنْ حَكِيمٍ	حکمت والے کی طرف	وَعَرَفِي	اور عربی (امت اور رسول)	فَاخْتَلَفَ	پس اختلاف کیا گیا
حَوِينٍ	ستودہ صفات	قُلْ هُوَ	کہو: وہ	رَبُّهُ	اس میں
مَا يُقَالُ	نہیں کہا جاتا	لِلَّذِينَ	ان کیلئے جنہوں نے	وَلَوْ لَا كَلِمَةٌ	اور اگر نہ ہوتی ایک بات
لَكَ	آپ سے	أَمَنَّا	مان لیا	سَبَقَتْ	(جو) پہلے نکل چکی ہے
إِلَّا مَا	مگر جو	هَدَانِي	راہ نمائی	مِنْ رَبِّكَ	تیرے رب کی طرف
فَلَمَّا قِيلَ	بات حقین کہا گیا	وَشِفَاءٌ	اور شفا (دوا دارو) ہے	لِقُضِيِّ	(تو) ضرور فیصلہ کیا جاتا
لِلرُّسُلِ	رسولوں سے	وَالَّذِينَ	اور جو لوگ	بَيْنَهُمْ	ان کے درمیان
مِنْ قَبْلِكَ	آپ سے پہلے	لَا يُفْعَلُونَ	نہیں مانتے	وَرَأَيْنَهُمْ	اور بے شک وہ
إِنَّ رَبَّكَ	بے شک آپ کا رب	لَعَزَّ أَذَانَهُمْ	ان کے کانوں میں	لَقِيَ شَكَّ	البتہ شک میں ہیں
لَذُو مَغْفِرٍ	بخشنے والا ہے	وَقَوَّ	بوجھ ہے	وَمَنْهُ	قرآن کے بارے میں
وَذُو عِقَابٍ	اور عذاب دینے والا ہے	وَهُوَ عَلِيمٌ	اور وہ ان پر	مُرَافِقٌ ^(۲)	بے چکن کرنے والے
الْبَیِّنِ	دروناک	عَمِّي	بے بھری ہے	مَنْ عَمِلَ	جس نے کیا
وَلَوْ جَعَلْنَاهُ	اور اگر بناتے ہم اس کو	أَوَّلَ لَيْلٍ	یہ لوگ	صَالِحًا	نیک کام
فَرَأَانَا	پڑھنے کی کتاب	يُنَادُونَ	پکارے جاتے ہیں	فَلْيَنْفِسْ	تو وہ اسی کے لئے ہے
أَعْجَمِيَّةً ^(۱)	غیر واضح غیر فصیح	مِنْ مَّكَانٍ	جگہ سے	وَمِنْ أَسَاءَ	اور جس نے برائی کی
لَقَالُوا	(تو) ضرور کہتے وہ	بَعِيدٍ	دور	فَعَالِيهَا	تو وہ اسی پر ہے
لَوْ لَا	کیوں نہیں	وَلَقَدْ	اور بخدا واقعہ یہ ہے	وَمَا رَبُّكَ	اور نہیں ہے تیرا رب
فَصَدَّكَ	واضح کی گئیں	أَتَيْنَا	دی ہم نے	بِظُلْمٍ ^(۳)	ذرا بھی ظلم کرنے والا
أَيُّ شَيْءٍ	اس کی آیتیں	مُؤَسَّسَ	موسیٰ کو	لِلْعَبِيدِ	بندوں پر

(۱) اعجمی: میں یا نسبت کی ہے الاغصم: غیر واضح اور غیر فصیح زبان یا کتاب (القاموس الوحید)

(۲) إرابة سے اسم قائل: شک میں مبتلا کرنا۔

(۳) ظلام: نفی میں مبالغہ ہے۔

دلیل رسالت (قرآن کریم) کا بیان

۱۔ قرآن کریم کے بارے میں غلط بیانی مت کرو، جہنم میں جھوٹے جاؤ گے!

مشرکوں کے سردار عام لوگوں کو قرآن سننے سے روکنے کے لئے کبھی کہتے کہ وہ جادو ہے، اس کو مت سنو، ورنہ پاگل ہو جاؤ گے، کبھی کہتے کہ وہ کہانت ہے، شیاطین سے لی ہوئی باتیں ہیں، ان کو کیا سنتے ہو؟ اور کبھی کہتے کہ وہ خود ساختہ کلام ہے، ادھر ادھر کے قصے کہانیاں ہیں، اللہ کا نازل کیا ہوا نہیں ہے، ہم بھی ایسا کلام بنا سکتے ہیں: ﴿لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِفْلَٰهَٰذَا، اِنْ هَٰذَا اِلَّا اُصَاطِرُ الْاَوَّلٰیْنَ﴾: ہم چاہیں تو ہم بھی ایسا کلام بنا سکتے ہیں، یہ (قرآن) کچھ نہیں صرف اگلوں سے منقول مذہبی جھوٹی داستانیں ہیں، اس طرح وہ لوگ قرآن کے بارے میں غلط بیانی کرتے تھے، تاکہ لوگ قرآن نہ سنیں۔

جیسے بعض لوگ اگر ان کی مسجد میں کوئی صحیح عقیدہ نماز پڑھنے چلا جاتا ہے تو مسجد کو دھوتے ہیں، اور کتا چلا جاتا ہے تو نہیں دھوتے، درحقیقت وہ اپنے لوگوں کو الٹا ہی سے دور رکھنا چاہتے ہیں، تاکہ ہدایت کی روشنی ان تک نہ پہنچے، اسی طرح مشرکوں کے سردار بھی عوام کو قرآن کی روشنی سے محروم رکھنے کے لئے غلط بیانی کرتے تھے، ان کو دھمکیاں جا رہا ہے — جو لوگ ہماری آیتوں میں کج روی اختیار کرتے ہیں وہ بالیقین ہم سے مخفی نہیں — ہم سب کو جان پہچان رہے ہیں، ان کی سزا یہ ہے: — کیا پس جو شخص دوزخ میں ڈالا جائے گا وہ بہتر ہے یا وہ شخص جو قیامت کے دن بہ اطمینان آئے گا — اسے ڈر نہیں ہوگا کہ اسے پکڑ کر جہنم میں جھونکا جائے گا — اس میں قرآن کے بارے میں غلط بیانی کرنے والوں کے انجام کی طرف واضح اشارہ ہے — آگے مزید دھمکی ہے: — کرو تمہارا جو جی چاہے! بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو دیکھ رہے ہیں!

الحاد کی صورتیں

الحاد: کے معنی ہیں: کج روی، ٹیڑھا چلنا، اور حق سے پھر جانا، الحاد کو زندق بھی کہتے ہیں، پھر:

۱۔ الحاد فی الذات: تو ہوتا نہیں، ذاتِ باری کے تعلق سے یا تو اقرار ہوگا یا انکار تمام لوگ (مسلمان، ہندو، یہودی، عیسائی وغیرہ) اللہ کا وجود تسلیم کرتے ہیں، صرف دہریے وجودِ باری کا انکار کرتے ہیں، ان کے نزدیک عالم کے پیچھے کوئی ذہن کا فرما نہیں، دنیا خود کار ہے، اور ارتقاء کے اصول پر مبنی ہے، یہی لوگ کہتے ہیں کہ انسان ہندو سے ترقی کر کے بنا ہے، مگر وہ نہیں سوچتے کہ اب ہندو ترقی کر کے انسان کیوں نہیں بنتے؟ ایک ہی مرتبہ بن کر کیوں رہ گئے؟

۲- الحاد فی الصفات: کی صورتیں یہ ہیں:

۱- اللہ کی ایسی صفات تجویز کرنا جو شایان الوہیت کے مناسب نہیں، جیسے اللہ تعالیٰ کو مکان میں متمکن ماننا یا اللہ تعالیٰ کو بھی مخلوقات کی طرح عاجز ماننا، جس کو تعاون کی ضرورت پڑتی ہے۔

۲- اللہ کی صفات کی ایسی تاویل کرنا جو اللہ کے شایان شان نہ ہو، جیسے معتزلہ کا کہنا کہ اللہ کی صفات عین ذات ہیں یعنی ذات باری سے زیادہ ان کا کوئی مفہوم نہیں، یہ تاویل نازیبا ہے، یہ کیا صفت کا ماننا ہوا!

۳- الحاد فی الآیات: یہ ہے: (۱) سیدھی بات میں شبہ پیدا کر کے ٹیڑھا کرنا (۲) آیت کو توڑ مروڑ کر غلط مطلب بیان کرنا (۳) بہانہ بنا کر آیات کا انکار کرنا (فوائد)

۴- الحاد فی الدین: ضروریات دین کا انکار کرنا ہے یعنی دین کی جو باتیں معمولی لکھا پڑھا مسلمان بھی جانتا اور مانتا ہے ان کا کچھ دوسرا مطلب گڑھنا، جیسے قرآن، احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ ہر طرح کی نبوت خاتم النبیین ﷺ پر پوری ہوگئی، آپ کے بعد کسی قسم کا کوئی نیا نبی نہیں آسکتا، اب یہ کہنا کہ تشریحی نبوت ختم ہوئی ہے ذیلی، ظلی اور بروزی نبوت باقی ہے، اتنی کامل اتباع کر کے نبی بن سکتا ہے، یہ دین میں تحریف اور زندقہ ہے۔

”تاویل کرنے والے کو کافر نہیں کہنا چاہئے“ یہ قاعدہ ضروریات دین کے علاوہ کے لئے ہے علم الکلام میں اور فقہ میں جو ہے کہ متنازل کو کافر نہیں کہنا چاہئے۔ یہ قاعدہ ضروریات دین کے علاوہ کے لئے ہے، ورنہ تو مشرکین بھی مورتی پوجا کی تاویل کرتے ہیں، کہتے ہیں: ہم ان کو اس لئے پوجتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ سے قریب کریں گی، اور یہود و نصاریٰ کی تاویلیں تو مشہور ہیں، وہ تین خداؤں کو بھی تاویل کر کے ایک خدا بناتے ہیں، معلوم ہوا کہ مذکورہ قاعدہ عام نہیں، اس سلسلہ میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی قدس سرہ کی بات کا نئے کے قول پوری ہے، فرماتے ہیں:

”آیات میں تاویل باطل جس کو قرآن کی مذکورہ آیت میں الحاد فرمایا ہے: اس کی دو قسمیں ہیں: اول: وہ تاویل جو

نصوص قطعیہ متواترہ یا اجماع قطعی کے خلاف ہو: وہ بلاشبہ کفر ہے۔ دوسری: یہ کہ وہ ایسی نصوص کے خلاف ہو جو اگرچہ ظنی ہیں، مگر قریب بہ یقین ہیں، یا اجماع عرفی کے خلاف ہو: ایسی تاویل گمراہی اور فسق ہے، کفر نہیں — ان دو قسم کی تاویلوں کے علاوہ باقی تاویلات جو قرآن وحدیث کے الفاظ میں مختلف احتمالات ہونے کی بنا پر ہوں:

وہ تاویل: عام فقہائے امت کا میدان اجتہاد ہے، جو بہ تصریح حدیث ہر حال میں باعث اجرو ثواب ہے“

(بحوالہ معارف القرآن شفہی ۷: ۶۶۱)

قرآن کا انکار بلا وجہ ہے: قرآن میں تو تین خوبیاں ہیں

پہلی خوبی: — وہ مکرم اور پسندیدہ کتاب ہے، غزوہ الشیء کے ایک معنی ہیں: محبوب و پسندیدہ ہونا، اور سورۃ الواقعہ میں ہے: ﴿وَإِنَّ لِقُرْآنٍ كَرِيمٍ﴾ بے شک وہ ایک مکرم قرآن ہے۔ قرآن کریم کے تعلق سے آج کل یہ غلط فہمی عام ہے کہ مسلمانوں کی کتاب ہے، ہم بھی یہی سمجھتے ہیں اور دوسرے بھی، حالانکہ یہ خالق انسانیت کا پیامِ محبت ہے، اپنے بندوں کے نام، کاش یہ بات ہم بھی سمجھتے اور دوسرے بھی تو قرآن کا فائدہ عام و تمام ہوتا۔

دوسری خوبی: قرآن کریم میں کوئی غیر واقعی بات نہیں، ہر بات سچی اور کھری ہے، اور اللہ کی کتاب میں کوئی غیر واقعی بات آنے تو کہاں سے آئے؟ نہ آگے سے آسکتی ہے نہ پیچھے سے، چاروں طرف حقائق پہرے لگے ہوئے ہیں۔ تیسری خوبی: وہ حکیم و حیدرستی کی نازل کردہ کتاب ہے، پس اس میں حکمت و دانشمندی کی باتیں ہیں، اور اللہ ستودہ صفات کا تعارف ہے، جس کی معرفت انسان کے لئے ضروری ہے۔

آیتِ کریمہ: — بے شک جن لوگوں نے قرآن کا انکار کیا جب وہ ان کو پہنچا — یعنی انھوں نے خواہ مخواہ انکار کیا — اور بے شک وہ (صحیح نامہ) بڑی پیاری کتاب ہے، جس میں غیر واقعی بات نہ اس کے آگے کی طرف سے آسکتی ہے اور نہ اس کے پیچھے کی طرف سے، وہ حکمت والے ستودہ صفات کی طرف سے بتدریج اتاری ہوئی ہے!

قرآن کے تعلق سے نبی ﷺ پر چھٹی کسا کوئی نئی بات نہیں

مشرکین قرآن کریم کے تعلق سے نبی ﷺ کو کسمی جادو گر کہتے ہیں، کسمی کا ہن اور کسمی، ناوٹ کرنے والا۔ یہ مضحکہ خیز باتیں کچھ نئی نہیں، ہمیشہ رسولوں کے ساتھ یہی معاملہ ہوتا رہا ہے، پس نبی ﷺ ان باتوں سے دل گیر نہ ہوں، اپنا کام جاری رکھیں، لوگوں کی خیر خواہی کرتے رہیں، اور جس طرح گذشتہ رسولوں نے ایذا رسانیوں پر صبر کیا ہے آپ بھی صبر کریں — نتیجہ یہ ہوگا کہ کچھ لوگ شرک سے توبہ کر کے راہِ راست پر آجائیں گے، وہ مغفرت کے حقدار ہونگے، اور جو ضد اور عناد پر قائم رہیں گے وہ دردناک عذاب سے دوچار ہونگے۔

آیتِ پاک: — آپ سے وہی باتیں کہی جارہی ہیں جو پہلے رسولوں سے کہی جا چکی ہیں، بے شک آپ کا رب مغفرت والا اور دردناک مزا والا ہے۔

قرآن کریم کے تین اوصاف

۱۔ قرآن کریم واضح و فصیح کلام ہے: — اس لئے کہ وہ اللہ کا کلام ہے، اور اللہ کا کلام: اللہ کی صفت ہے، اور اللہ

کی صفات: صفات کمالیہ ہیں، اس لئے اللہ کے کلام میں کسی طرح کی کوئی کمی نہیں ہو سکتی، وہ فصیح و بلیغ ہے اور مفصل و واضح بھی، دیگر آسمانی کتابوں کی طرح نہیں، دوسری کتابیں اللہ کی کتابیں تھیں، وہ اللہ کا کلام نہیں تھیں، ان کا مضمون اللہ کی طرف سے آتا تھا، اور تعبیر فرشتہ کی یا رسول کی ہوتی تھی، جیسا کہ احادیث شریفہ کا حال ہے، اس لئے وہ کتابیں مُعْجِز (عاجز کرنے والی) نہیں تھیں، نہ وہ معجزہ تھیں، اور قرآن کریم خاتم النبیین ﷺ کا زندہ جاوید معجزہ ہے، اس لئے کہ وہ اللہ کا کلام ہے، جس میں نہ کوئی تبدیلی کر سکتا ہے، نہ اس کے مانند بنا سکتا ہے۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعوتِ حق پر مامور ہوتے ہیں، ان کو اثباتِ دعویٰ کے لئے اور امتوں کو قائل و مائل کرنے کے لئے بطور حجت معجزات عطا کئے جاتے ہیں، اور آسمانی کتابیں بھی، پس دعوت و حجت دو علاحدہ چیزیں ہیں۔

پھر ہر پیغمبر کو اس کے زمانہ کے تقاضوں کے مطابق معجزات عطا کئے جاتے ہیں، موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جادو کا زور تھا تو ان کو عصا اور ید بیضاء کے معجزات دیئے گئے، اور عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ طب و حکمت کا زمانہ تھا تو ان کو مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو چمکا کرنے کے معجزات دیئے گئے، اور ساتھ ہی اللہ کی کتابیں (تورات و انجیل) بھی دی گئیں، جو دعوت پر مشتمل تھیں، اور ہمارے نبی ﷺ عربوں میں مبعوث کئے گئے، اور عربوں میں فصاحت و بلاغت کا زور تھا، اس لئے آپ کو معجزہ کے طور پر قرآن کریم عطا ہوا، جس میں دعوت و حجت دونوں جمع ہیں، وہ معنی کے لحاظ سے دعوت ہے، اور بلاغت و فصاحت کے لحاظ سے حجت ہے یعنی اس کی حجیت اس کی ذات میں مضمر ہے، وہ اللہ کا کلام ہے، نہ اس کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے، نہ اس میں تبدیلی ممکن ہے، وہ نبی ﷺ کا زندہ جاوید معجزہ ہے، اور وجوہ اعجاز بے شمار ہیں جو بڑی کتابوں میں مذکور ہیں۔

۲۔ قرآن کریم جنت کا راستہ دکھاتا ہے: — وہ راہ نما (گائڈ بک) ہے، انسان کا وطن جنت ہے، وادادادی کو زمین پر پیدا کرنے کے بعد جنت میں بسایا گیا تھا، وہاں سے عارضی طور پر زمین میں اتارا گیا۔ ان کو لوٹ کر جنت ہی میں جانا ہے، مگر دنیا بھول بھلیاں ہے، اور صرف ایک راستہ جنت تک جاتا ہے، باقی ہزاروں راستے جہنم کے کھڑتک پہنچتے ہیں، اس لئے انسانوں کی راہ نمائی ضروری ہے تاکہ وہ منزل مقصود تک پہنچیں، راستہ بھٹک کر کہیں اور نہ پہنچ جائیں، چنانچہ ہر زمانہ میں کتابیں نازل فرمائیں، اب آخر زمانہ میں قرآن کریم راہ نما کتاب ہے جو زندہ جاوید معجزہ ہے، جو اس کی پیروی کرے گا جنت میں پہنچے گا۔

۳۔ قرآن کریم روحانی اور جسمانی بیماریوں کی دوا ہے: — وہ نسخہ شفاء ہے، اس میں روحانی بیماریوں کا بھی

علاج ہے اور جسمانی بیماریوں کا بھی — روحانی بیماریوں میں سب سے بڑی بیماری کفر و شرک ہے، پھر اخلاق رذیلہ ہیں، سب کا علاج قرآن میں ہے، اور یہ بات واضح ہے — اور جسمانی بیماریاں دو طرح کی ہیں:

(الف) جھاڑ کی بیماریاں، ان میں جھاڑ زیادہ کام کرتی ہے اور دواء کم، جیسے نظر لگ جائے تو جھاڑ فوری فائدہ کرتی ہے، اور قرآن سے جھاڑنے کے لئے اصول یہ ہے کہ جھاڑنے والے کا ذہن جس آیت کی طرف متوجہ ہو اس سے جھاڑ دے، البتہ بیماری اور آیت کے مضمون میں مناسبت ضروری ہے، اعمال قرآنی اسی اصول پر مرتب کی گئی ہے۔

(ب) جسمانی بیماریاں: جن میں دوائیں زیادہ کارگر ہیں اور جھاڑ بھی مفید ہے، ایسی بیماریوں کے لئے سورۃ فاتحہ اور معوذتین متعین ہیں، اور آیات شفاء کا تو جواب نہیں، یہ چھ آیات ہیں، جن میں لفظ شفاء آیا ہے، یہ آیات بہشتی زیور وغیرہ کتابوں میں ہیں۔

ملاحظہ: قرآن کریم سے دوسرا اور تیسرا فائدہ اس وقت حاصل ہوگا جب قرآن کے کلام الہی ہونے پر ایمان و یقین ہو۔ عملیات میں بھی عامل کا یقین ضروری ہے، اور یقین کی قوت کے بقدر فائدہ ہوتا ہے، اور مریض کا یقین ضروری نہیں، اور یہ غلط مشہور ہے کہ بیمار کا یقین ہوگا تو جھاڑ تعویذ فائدہ کرے گا ورنہ نہیں (للین آمنوا کی قید اسی لئے ہے) آیت کریمہ: ﴿وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُزَاقًا فَجَمَعِيْنَا لَقَالُوا لَوْلَا فَضْلُكَ اِيٰنْهٖ اَعْجَبَ بَعِيْ وَعَبْرِيْ قُلْ هُوَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هٰكُنْهٖ وَشِفَاۗءُ﴾

ترجمہ: اور اگر ہم اس (قرآن) کو غیر واضح غیر فصیح پڑھنے کی کتاب بناتے — تو بنا سکتے تھے، جیسے گذشتہ آسمانی کتابوں کا حال تھا، مگر اس صورت میں اولین مخاطب اس میں فیہ (کیڑا) نکالتے^(۱) — وہ ضرور کہتے: اس کی آیتیں واضح اور فصیح کیوں نہیں! کیا غیر واضح غیر فصیح کلام اور عربی — رسول اور امت! — یہ عجیب بات! العجۃ تو مخاطبین کا لحاظ کر کے دیا جاتا ہے — اس وجہ سے آخری پیغام بہ شکل کلام نازل کیا گیا، اور ایسی کتاب اتاری گئی جو نہایت واضح اور فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ معیار پر ہے — آپ کہیں: قرآن کریم یقین کرنے والوں کے لئے راہ نما اور دواء ہے۔ فائدہ (۱): ﴿جَعَلْنَاهُ﴾ میں اشارہ ہے کہ سابقہ کتابیں منجھول (مخلوق) تھیں، اور قرآن مخلوق نہیں، کلام اللہ ہے، جو اللہ کی صفت غیر مخلوق ہے۔

فائدہ (۲): اعجمی میں ی نسبت کی ہے، اور اعجم کے تین معنی ہیں: (۱) غیر عربی (اگرچہ واضح کلام کرتا ہو) (۲) غیر واضح کلام کرنے والا (اگرچہ عربی ہو) (۳) غیر واضح اور غیر فصیح زبان یا کتاب (یہاں یہ آخری معنی ہیں) سوال: جب قرآن کریم ایسا اور ایسا ہے تو مکہ کے کفار اس کو کیوں نہیں مانتے؟ وہ اس پر ایمان کیوں نہیں لاتے؟

(۱) فیہ نکالتا: یعنی خواہ خواہ کا اعتراض کھڑا کرتا۔

جواب: اس میں قرآن کا کچھ قصور نہیں، لوگوں میں کمی ہے: (۱) ان کے کانوں میں ڈاٹ لگی ہوئی ہے، وہ سننے کی زحمت ہی کو ادا نہیں کرتے (۲) وہ بے بصر (اندھے) ہیں، قرآن پر ایمان لانے والوں کے بدلے ہوئے حالات کا مشاہدہ نہیں کرتے (۳) اور وہ دور سے پکارے جارہے ہیں، اور جس کو دور سے پکارا جاتا ہے وہ آواز تو سنتا ہے، مگر سمجھتا نہیں — ایسوں سے کیا امید کی جائے کہ وہ مان لیں گے!

باقی آیت: ﴿وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ فِي آذَانِهِمْ وَقْرًا وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًّ ۖ أُولَٰئِكَ يُنَادُونَ مِنْ مَّكَانٍ

بَعِيدٍ ۚ﴾

ترجمہ: اور جو لوگ مانتے نہیں ان کے کانوں میں بوجھ ہے، اور وہ (قرآن) ان کے حق میں بے بصری ہے، یہ لوگ دور جگہ سے پکارے جارہے ہیں۔

قرآن کو نہ ماننے کی نظیر: — کفار مکہ قرآن کو نہیں مان رہے، یہ آج کوئی نئی بات نہیں، اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کو عظیم الشان کتاب تورات دی گئی تواسے بھی کچھ لوگوں نے نہیں مانا، سورۃ الاعراف (آیت ۱۷۱) میں ہے کہ ان پر پہاڑ اٹھا کر منوایا گیا، پس آج یہ کیا نئی بات ہے!

آیت کریمہ: ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَاخْتَلَفَ فِيهِ﴾

ترجمہ: اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ کو کتاب (تورات) دی، پس اس میں اختلاف کیا گیا — بعض نے نہیں مانا، انھوں نے موسیٰ علیہ السلام سے اختلاف کیا۔

سوال: پھر ایسے ناجنباروں (بدکرداروں) کا علاج کیا ہے؟

جواب: ان کا علاج پانچویں دلیل یعنی کیل دار جوتا ہے^(۱)، مگر ابھی اس کا وقت نہیں آیا، قیامت کے دن ان کی خبر لی جائے گی، اور یہ بات پروردگار کی طرف سے پہلے سے طے کر دی گئی ہے۔

سوال: فی الحال مکہ کے کفار کس پوزیشن میں ہیں؟ مؤمنین میں تو شامل نہیں، پس کیا وہ کٹر مخالفین کے پالے^(۲) میں ہیں؟

جواب: نہیں، فی الحال وہ بے چین کرنے والے تردد کا شکار ہیں، چہ می کرم؟ میں جتلا ہیں، کل کیا کرتے ہیں دیکھا جائے گا!

(۱) لیلیں چار ہیں: قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس، اگر کوئی ان چاروں دلیلوں سے نہ مانے تو پانچویں دلیل ضرب مضرب ضرباً فہو مضارب و هو مضروب ہے، جب سر پر جوتا بیجے گا تو عقل ٹھکانے آجائے گی۔

(۲) پالا کے اصل معنی ہیں: خاک کا وہ تودہ جو کبڈی میں حد فاصل ہوتا ہے، پھر دونوں طرف کی فیلڈ کو بھی پالا کہتے ہیں ۱۲

باقی آیت: ﴿وَلَوْ كُنَّا كَلِمَةً سَبَعَتْ مِنْ رَبِّكَ لَفُضِيَ بَيْنَهُمْ ۖ وَإِنْتَبِهَتْ مِنْهُ خُرَابٌ﴾

ترجمہ: اور اگر ایک بات نہ ہوتی جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے سے ظہر چکی ہے تو ان کے درمیان — یعنی مؤمنین اور منکرین کے درمیان — فیصلہ کر دیا جاتا — مؤمنین سرخ رو ہوتے اور منکرین خائب و خاسر — اور بے شک وہ قرآن کے بارے میں بے چین کرنے والے تردد میں ہیں۔

قرآن کو ماننے نہ ماننے کا نتیجہ قیامت میں ظاہر ہوگا: — جو قرآن کو قبول کرے گا اور اس کے مطابق زندگی بنائے گا اس کا بھلا ہوگا، اور جو اس سے منہ موڑے گا اور بد عملی کی راہ اختیار کرے گا اس کا وبال اسی پر پڑے گا، اللہ کا کیا بگڑے گا؟ اور قیامت کے دن جو اس کو بدی کا بدلہ ملے گا وہ اللہ کا ظلم نہیں ہوگا، اس کے کہنے کی سزا ہوگی، اللہ کی بارگاہ ظلم سے قطعاً بری ہے۔

آیت کریمہ: ﴿مَنْ عَمِلْ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ، وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا، وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ﴾:

ترجمہ: جس نے نیک کام کیا اس کا نفع اسی کے لئے ہے، اور جس نے برا کام کیا: اس کا وبال اسی پر ہے، اور آپ کے پروردگار بندوں پر ظلم کرنے والے نہیں۔

إِلَيْهِ يُرْدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ شَرَاتٍ مِنَ الْمَوْتِ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أَنْثَى وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ ۖ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ أَيْنَ شُرَكَائِيَ ۖ قَالُوا أَدْذُكَ ۖ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيدٍ ۖ وَصَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَدْعُونَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُوا مَا لَهُمْ مِنْ مَّخِصٍ ۖ لَا يَسْمُرُ الْإِنْسَانُ مِنْ دُعَاءِ الْخَيْرِ ۖ وَإِنْ مَسَّهُ الشَّرُّ فَيُؤْسُ قَنُوطٌ ۖ وَلَكِنْ أَدْقَنُ رَحْمَةً مِنَّا مِنْ بَعْدِ صَدْرَاءَ مَسْتَهْ كَيْفُوكُنْ هَذَا لِي ۖ وَمَا أَكُنُ السَّاعَةَ قَائِمَةً ۖ وَلَكِنْ رُجِعْتُ إِلَىٰ رَبِّي ۖ إِنَّ لِي عِنْدَهُ لَلْحُسْنَىٰ ۖ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِمَا عَمِلُوا ۖ وَلَكِنَّ يَفْقَهُمْ مِنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ۖ وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَنَأَىٰ بِجَانِبِهِ ۖ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُو دُعَاءٍ عَرِيضٍ ۖ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهِ مِنْ أَصْلٍ مِمَّنْ هُوَ فِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ۖ سَدُّهُمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ ۖ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ

أَنَّهُ الْحَقُّ ۖ أَوَلَمْ يَكُنْ بِرَبِّكَ أَتَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۖ أَلَا إِنَّهُمْ فِي مَرِيبَةٍ
مِّنْ لِّقَاءِ رَبِّهِمْ ۖ أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ ۝

لَا يُلَاحِظُ	اس کی طرف	وَصَلَّىٰ عَنْهُمْ	اور پل گئے ان سے	مِنْ بَعْدِ	بعد
يُرَدُّ	پھیرا جاتا ہے	مَا كَانُوا	جن کو تھے وہ	صَدَّاءَ	تکلیف کے
عَلِمَ	علم	يَذْعُونَ	پکارا کرتے	مَسْنَةً	جس نے اس کو چھوایا ہے
السَّاعَةِ	قیامت کا	مِن قَبْلُ	پہلے سے	لَيَقُولَنَّ	ضرور کہے گا وہ
وَمَا تَخْزُهُ	اور نہیں نکلتے	وَكَلْبًا	اور گمان کیا انھوں نے	هَذَا بَلَىٰ	یہ میرے لئے ہے
مِن ثَمَرَاتِ	پھلوں میں سے	مَا لَهُمْ	نہیں ان کے لئے	وَمَا أَظُنُّ	اور نہیں خیال کرتا میں
مِنَ الْكَاثِمَاتِ ^(۱)	ان کے غلافوں سے	مِن مَّحْضٍ ^(۲)	کوئی جائے پناہ	السَّاعَةِ	قیامت کو
وَمَا تَحْصِي	اور نہیں اٹھاتی	لَا يَسْأَلُ	نہیں پوچھتا	قَائِمَةً	برپا ہونے والا
مِنْ أُنْثَىٰ	کوئی مادہ	الْإِنْسَانِ	انسان	وَلَكِنْ	اور بخدا! اگر
وَلَا تَصْغُرُ	اور نہیں جھٹی	مِن دُعَاءِ	دعا سے	تُجِصُّ	لوٹا یا گیا میں
لَا يَعْزِلُ	مگر اس کے علم سے	الْخَيْرِ	خیر کی	لَا يَكُنَّ	میرے رب کی طرف
وَيَوْمَ	اور جس دن	وَلَمَّا مَسَّهُ	اور اگر چھو لے اس کو	بِأَن يَكُنَّ	بے شک میرے لئے
يُنَادِيهِمْ	پکارے گا وہ ان کو	الشُّرَّ	برائی	عِنْدَهُ	اس کے پاس
أَيُّنَ شُرَكَائِي	کہاں ہیں میرے شرکاء؟	فَيَكُونُ	تو آس توڑنے والا	لَلْحَسَنِ	یقیناً خوبی ہے
فَالْوَا	جواب دیں گے وہ	فَتُؤْخَذُ	مایوس ہونے والا ہے	فَلَنُتَبِّحَنَّهُ	پس ضرور جلتا میں گہم
أَذْنًا ^(۳)	بتلا چکے ہم آپ کو	وَلَكِنْ	اور بخدا! اگر	الَّذِينَ نَقَرْنَا	ان کو جنھوں نے انکار کیا
مَارِئًا	نہیں تھا ہم میں سے	أَذْقَنُ	چکھائیں ہم اس کو	بِمَا عَمِلُوا	وہ کام جو انھوں نے کئے
مِن شَهِيدٍ	کوئی گواہ	رَحْمَةً مِنَّا	اپنی مہربانی سے	وَلَكِنْ يَنْقُصُهُمْ	اور ضرور چکھائیں گے ہم ان کو

(۱) اکھام: یکم کی جمع: وہ غلاف جو کھلی یا پھل پر لپٹا ہوا ہوتا ہے (۲) آذَن فلان: خبر کرتا، آگاہ کرتا أَذْنًاكَ میں ضمیر محکم ہے، اور کاف ضمیر حاضر: ہم نے آپ کو کہہ سنایا، آگاہ کر دیا (۳) محیص: ظرف مکان: پناہ گاہ۔

قَمْن عَذَابٍ عَلَيْكَ وَأَذًا أَلْعَمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَنَا ^(۱) وَبَحْلَيْنِ وَأَذًا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُو دُعَاةٍ عَرِضِي قُلْ أَرَأَيْتُمْ	عذاب سے گاڑھا (سخت) اور جب انعام کیا ہم نے انسان پر روگردانی کرتا ہے اور دور ہوتا ہے اپنے پہلو سے اور جب چھو یا اس کو برائی نے تو دعا والا ہے چوڑی کہہ کیا دیکھا تو نے	إِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثَمَرٌ كَغَرْثٍ بَلْ مَنْ أَضَلُّ وَمَنْ هُوَ فِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ سَتَرْنَاهُمْ بِأَيِّتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّى يَتَّبِعِنَ	اگر ہو (قرآن) پاس سے اللہ کے پھر نہیں مانا تم نے اس کو کون زیادہ گمراہ ہے اس سے جوہ اختلاف میں ہے دور کے عنقریب دیکھائیں گے ہم ان کو اپنی نشانیاں دنیا کے کناروں میں اور ان کی جانوں میں یہاں تک کہ کھل جائے گا	لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ أَوَلَمْ يَكُنْ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ أَلَا إِنَّهُمْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَاءِ رَبِّهِمْ أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ	ان کے لئے کہ وہ (قرآن) برحق ہے کیا اور نہیں کافی تیرے پروردگار کے لئے کہ وہ علیٰ کل شئیء ہر چیز پر شہید ہے سنو ابے شک وہ شک میں ہیں ملاقات سے ان کے رب کی سنو ابے شک وہ گھیرنے والا ہے
---	--	---	---	---	--

قیامت کب آئے گی؟ — چونکہ نیکی بدی کا پورا بدلہ قیامت کے دن ملے گا، اس لئے مکر پر پوچھیں گے: قیامت کب آئے گی؟ اس کا جواب کوئی نہیں دے سکتا، اسرائیل علیہ السلام بھی کہیں گے: اللہ اعلم! اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں، میں نہیں جانتا!

آیت کریمہ: ﴿الَّذِينَ يُرِيدُ عِلْمَهُ السَّاعَةِ﴾: اللہ ہی کی طرف قیامت کا علم پھیرا جاتا ہے! قیامت جب بھی آئے گی اللہ کے علم سے کوئی بات مخفی نہیں ہوگی: — علم الہی ہر چیز کو محیط ہے، کوئی کھجور اپنے گانے سے، کوئی دانہ اپنے خوشہ سے اور کوئی پھل اپنے غلاف سے نہیں نکلتا مگر وہ اللہ کے علم میں ہوتا ہے، اور کسی مادہ کے حمل نہیں ٹھہرتا اور نہ وہ بچہ جنتی ہے مگر اللہ کو اس کی سب خبر ہے، اسی طرح انسان کا ہر اچھا برا عمل بھی علم الہی میں ہے، پس

اہم بات یہ نہیں کہ قیامت کب آئے گی؟ اہم بات یہ ہے کہ امتحان کی تیاری کرو، امتحان بہر حال ایک دن ہوتا ہے، اسی طرح آدمی قیامت کا یقین کر کے اس دن کی فکر کرے۔

آیت کریمہ: ﴿وَمَا تَخْزِيهِمْ مِنْ ثَمَرَاتٍ مِنْ ثَمَرَاتِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنْثَىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ﴾

ترجمہ: — اور کوئی پھل اپنے خول سے نہیں نکلتا، اور کسی مادہ کو حمل نہیں ٹھہرتا، اور نہ وہ بچہ جنتی ہے، مگر سب اس کے علم سے ہوتا ہے۔

قیامت کی جلدی کیوں ہے؟ — قیامت کا دن ہوش ربا ہے، اس دن شرک کے سوراشرک سے مکر جائیں گے، جب اللہ تعالیٰ دور سے پکار کر ان سے پوچھیں گے: جن کو میری عبادت میں شریک ٹھہراتے تھے وہ کہاں ہیں؟ ذرا ان کو سامنے تو لاؤ! — وہ جواب دیں گے: پروردگار! ہم تو آپ سے پہلے ہی عرض کر چکے ہیں کہ ہم نے آپ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا، ہم نے آپ کو چھوڑ کر کسی کی عبادت نہیں کی، اور عبادت کرتا تو درکنار! شرک کی جگہ میں (مندرس) ہم میں سے کوئی موجود نہیں تھا! — چھوٹے لپاٹی! جھوٹوں کا منہ کالا!

اور قیامت کے دن دنیا میں جن شرکا کو پکارتے تھے، ان کا کہیں پتہ نہیں ہوگا، سب رفو چکر ہو جائیں گے، وہ اپنے پرستاروں کی مدد کو نہیں آئیں گے — اور پرستار بھی سمجھ جائیں گے کہ بڑے ہنسنے! اب گلو خلاصی کی کوئی راہ نہیں۔

آیت کریمہ: ﴿وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ آيُنَ شَرِّكَائِي ۖ قَالُوا اَذَلَّكَ مَا مَكَانًا مِنْ شَيْعِيٍّ ۖ وَصَلَ عَنْهُمْ مَا كُنَّا نَادِيْعُونَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوا مَا لَهُمْ مِنْ مَّعِيْنٍ ۝﴾

ترجمہ: اور جس دن اللہ تعالیٰ شرکین کو پکاریں گے: میرے شریک کہاں ہیں؟ وہ جواب دیں گے: ہم آپ سے عرض کر چکے ہیں کہ ہم میں سے کوئی (شرک کا) گواہ نہیں، اور غائب ہو جائیں گے ان سے جن کو وہ آج سے پہلے پکارا کرتے تھے اور سمجھ جائیں گے وہ کہ ان کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں!

عجیب ماجرا! — شرکین گلو خلاصی سے مایوس کیوں ہو جاتے ہیں؟ انسان جس طرح خیر مانگنے سے نہیں ٹھکتا پریشانی میں بھی مایوس اور ناامید نہیں ہونا چاہئے، راحت رساں وہ ہیں تو مشکل کشا بھی وہی ہیں، شرکین کو چاہئے کہ مایوسی کا دن آئے اس سے پہلے پریشانی کا مداوا کر لیں۔

آیت کریمہ: ﴿لَا يَنْفَعُ الْاِنْسَانَ مِنْ دُعَاءِ الْغَافِلِيْنَ ۚ وَلَنْ مَّسَّهُ الشُّرْكُ فَيُكْفِرُ ۚ قَنُوطُ ۝﴾

ترجمہ: انسان خیر مانگنے سے نہیں ٹھکتا، اور اگر اس کو برائی پہنچتی ہے تو ناامید مایوس ہو کر رہ جاتا ہے! مایوسی کے بعد مہربانی پہنچتی ہے تو اس کو اپنا کمال سمجھتا ہے! — انسان کی ایک کمزوری تو یہ ہے کہ تکلیف میں

مایوس ہو جاتا ہے، دوسری کمزوری یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ تکلیف دور کر کے راحت پہنچاتے ہیں تو وہ اس خوش حالی کو اپنا کمال سمجھتا ہے، بلکہ خوشی میں پھولا نہیں ساتا، اپنی خوشی کو کھینچ کر قیامت تک لے جاتا ہے۔

آیت کریمہ: ﴿وَلٰكِنْ اَذْقَنَهُمْ زُمَرًا مِّنْ بَعْدِ مَضَآئِمٍ مِّنْهُمْ لِيُظْهَرٰ لَهُمْ اَنَّهُمْ لَظٰلِمُونَ ۝۷۰﴾ ﴿وَمَا اَطْلَقَ السَّاعَةَ ۚ فَاُولٰٓئِكَ ۚ وَلٰكِنْ فُضِّلَ اِلٰی رَبِّیْ اَنْ لِّیْ عِنْدَهُ لَلْحُسْنٰی ۝۷۱﴾

ترجمہ: اور بخدا! اگر ہم اس کو اپنی مہربانی کا مزہ چکھائیں، کسی ایسی تکلیف کے بعد جو اس کو پہنچی، تو وہ ضرور کہے گا: یہ تو میرے لئے ہے۔ یعنی میری ہنرمندی سے یہ چیز مجھے حاصل ہوئی ہے۔ اور میں قیامت کو آنے والا خیال نہیں کرتا، اور اگر میں (بالفرض) میرے رب کی طرف سے لوٹا یا گیا تو ضرور میرے لئے اس کے پاس بہتری ہوگی۔ یعنی جو یہاں بہتر وہاں بہتر! وہاں بھی میرا انجام بہتر ہوگا، کیونکہ اگر میں اللہ کے نزدیک برا ہوتا تو دنیا میں مجھے عیش کیوں دیتا؟ میں اللہ کا مقبول بندہ ہوں جسے مزے اڑا رہا ہوں! لہذا وہاں بھی توقع ہے کہ یہی معاملہ میرے ساتھ ہوگا۔

خوش فہمی! — خوش ہولو کہ کفر و غرور کے باوجود وہاں بھی مزے لوٹو گے، وہاں پہنچ کر پتہ چل جائے گا کہ مشرکوں اور منکروں کو کیسی سخت سزا ملتی ہے، وہاں عمر بھر کی بدکرداریاں سامنے آ جائیں گی۔

باقی آیت: ﴿فَلَنُذِیْقَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرْنَا بِسَا عِلْمِنَا ۚ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُجْرِمِیْنَ ۝۷۱﴾ ﴿عَلٰیظِ ۝۷۲﴾

ترجمہ: پس ہم ضرور بتلائیں گے ان لوگوں کو جنہوں نے انکار کیا، ان کے وہ کام جو انہوں نے کئے، اور ہم ضرور ان کو سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے!

گاہے چٹاں گاہے چٹیں! — انسان کبھی تکلیفوں میں مایوس اور نعمتوں میں نازاں فرماں ہوتا ہے، اور کبھی اس کے برعکس ہوتا ہے، نعمتوں میں اعراض کرتا ہے اور بے پرواہی برتا ہے، اور تکالیف میں لمبی چوڑی دعائیں کرتا ہے، گاہے چٹاں گاہے چٹیں: کبھی ایسا کبھی ویسا ایسا انسان کی بڑی کمزوری ہے، نہ سچی میں مبرہنہ نری میں شکرا!

آیت کریمہ: ﴿وَ اِذَا اَنْعَمْنَا عَلٰی الْاِنْسَانِ اَخْرَجْنٰ وَنَا بَجَانِبِهٖ ۚ وَ اِذَا اَسْتَشْرَفْنَا فَؤُودَهَا ۚ عَلٰی عِوَضِیْ ۝۷۲﴾

ترجمہ: اور جب ہم انسان کو نعمت عطا کرتے ہیں تو وہ منہ موڑتا ہے، اور پہلو تہی کرتا ہے، اور جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو لمبی چوڑی دعاؤں میں لگ جاتا ہے۔

قرآن اللہ کی برحق کتاب ہے، اس کا انکار کر کے گھائے میں مت پڑو

انسان کی متضاد طبیعت کا نقشہ کھینچ کر، اور اس کی کمزوریاں مؤثر انداز میں بیان کر کے اب حتمیہ کرتے ہیں کہ قرآن کریم اللہ کے پاس سے آیا ہے، جو انسان کی کمزوریوں کا علاج ہے، اور اس کو انجام کی طرف توجہ دلاتا ہے، اس کا انکار

کر کے اپنی عاقبت خراب مت کرو، ورنہ تم حق کی مخالفت میں بہت دور چلے جاؤ گے، پھر تمہارے دلوں پر مہر لگ جائے گی، اور گمراہی سے واپسی نصیب نہیں ہوگی۔

آیت کریمہ: ﴿قُلْ اَزِيدْتُمْ اِيَّاهُ كُنْزًا مِّنْ عِندِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مِّنْ اَمَلٍ مِّنْ هُوَ فِىْ شِقَاقِہٖۙ﴾
 یعنی: ﴿﴾

ترجمہ: آپ کو چھینے بتلاؤ: اگر قرآن اللہ کے پاس سے ہو — جیسا کہ واقع میں ہے — پھر تم اس کا انکار کر دو تو کون بڑا گمراہ ہوگا، اس سے جو دور کے اختلاف میں ہے؟ — کوئی نہیں! وہی سب سے بڑا مجرم ہے، اور ایسے ہی مجرموں کے دلوں پر مہر لگ جاتا ہے۔

قرآن کی صداقت آج نہیں کل ظاہر ہوگی

یہ کی سورت ہے، اُس وقت اسلام دیا ہوا تھا، اور قرآن کی باتیں سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں، اب آخری آیت میں ہشیشین کوئی ہے کہ ذرا اسلام کو مکہ سے کل کے اطراف میں پھیلنے دو، پھر تم خود بھی اس کو قبول کرو گے اور اس وقت قرآن کی صداقت تمہارے لئے واضح ہو جائے گی، اور فی الحال تم اس لئے قبول نہیں کر رہے کہ تم اس دھوکے میں ہو کہ تمہیں خدا سے ملنا اور اس کے سامنے جانا نہیں — اور اس بات کی خبر اللہ تعالیٰ دے رہا ہے ہیں جو ہر چیز کے گواہ ہیں، موقع پر موجود آدمی سے وہ زیادہ جانتے ہیں — اور تمام امور ان کی دسترس میں ہیں، وہ جس طرح چاہتے ہیں حالات کو پلٹ دیتے ہیں، ان کے لئے یہ کام کچھ مشکل نہیں۔

آیت کریمہ: ﴿سَآءَ لِّیُنۡمَ اٰیٰتِنَا فِی الْاَفَاقِ وَفِیْۤ اَنْفُسِہِمۡ حَتّٰی یَنْبَیِّنَ لَہُمۡ اٰیٰتُہُ الْحَقِّ ؕ اَا لَمْ یَکُنۡ بِرَبِّکَ اَنَّہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیۡدٌ ؕ اَلَا اَنۡنٰہُمۡ فِیْ مَہِیۡمَہٖۙ مِّنۡ لِّقَآءِ رَبِّہِمۡ ؕ اَلَا اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّجِیۡظٌ ؕ﴾
 ترجمہ: عنقریب ہم ان کو اپنی (علیہ اسلام کی) نشانیاں دکھلائیں گے، دنیا کے کناروں میں (مثلاً مدینہ میں) اور ان کی ذاتوں میں — یعنی وہ خود اسلام قبول کر لیں گے — یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہ (قرآن) برحق ہے، کیا آپ کے رب کے لئے یہ بات کافی نہیں کہ وہ ہر چیز کے گواہ ہیں — پس ان کی باتیں گویا دیدہ ہیں۔

سنو! بے شک وہ لوگ شک میں مبتلا ہیں اپنے رب کی ملاقات کے بارے میں، سنو! بے شک وہ ہر چیز کو گھیرنے والے ہیں!

اِنَّا نُنَزِّلُهَا ۝۲۲ سُوْرَةُ الشُّوْرٰى مَكِّيَّةٌ ۝۶۲ رَمٰنًا ۝۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حَمَّ ۝ عَسَقَ ۝ كَذٰلِكَ يُوْحٰى اِلَيْكَ وَلِی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۝ اللّٰهُ الْعَزِیْزُ
 الْحَكِيْمُ ۝ لَهُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۝ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِيْمُ ۝ تَكَادُ
 السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ ۝ وَالْمَلَائِكَةُ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِنَّ
 وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِی الْاَرْضِ ۝ اَلَا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَالَّذِیْنَ
 اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖ اَوْلِیَاءَ اللّٰهُ حَفِیْظٌ عَلَیْہُمْ ۝ وَمَا اَنْتَ عَلَیْہُمْ بِوَکِيْلٍ ۝
 وَكَذٰلِكَ اَوْحٰیْنَا اِلَیْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ۝ وَتُنْذِرَ
 یَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَیْبَ فِیْہِ ۝ فَرِیْقٌ فِی الْجَنَّةِ وَفَرِیْقٌ فِی السَّعِیْرِ ۝ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ
 لَجَعَلْہُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۝ وَلٰكِنْ یُدْخِلُ مَنْ یَّشَآءُ فِی رَحْمَتِہٖ ۝ وَالظَّالِمُوْنَ مَا
 لَہُمْ مِنْ وَّلٰی ۝ وَلَا نَصِیْرٍ ۝ اَمْرٌ اَتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖ اَوْلِیَاءَ ۝ قَالَ اللّٰهُ هُوَ الْوَلٰی
 وَهُوَ یُعِیْ الْمَوْتٰی ۝ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

حَمَّ	حامم	وَلِی الَّذِیْنَ	اور ان کی طرف جو	لَهُ مَا	انہی کا ہے جو
عَسَقَ	عین، سین، قاف	مِنْ قَبْلِكَ	آپ سے پہلے ہوئے	فِی السَّمٰوٰتِ	آسمانوں میں ہے
كَذٰلِكَ ^(۱)	اسی طرح	اللّٰهُ ^(۲)	اللہ تعالیٰ	وَمَا فِی الْاَرْضِ	اور جو زمین میں ہے
یُوحٰی	وحی کرتے ہیں	الْعَزِیْزُ	زبردست	وَهُوَ الْعَلِیُّ	اور وہ برتر
اِلَیْكَ	آپ کی طرف	الْحَكِيْمُ	حکمت والے	الْعَظِيْمُ	بڑے ہیں

(۱) كذلك: کاف: حرف تشبیہ، ذلك: اسم اشارہ، معتر بہ یہی سورت، جیسے: ہلہ مقدمہ میں اشارۃ الیہ مقدمہ ہی ہوتا ہے

(۲) اللہ: یوحی کا قائل ہے، رعایت قائلہ کی وجہ سے مؤخر کیا ہے۔

تَنكِادُ ^(۱)	قریب ہیں	وَمَا أَنتَ	اور نہیں ہیں آپ	فِي السَّعِيرِ	دیکتی آگ میں ہوگی
السَّمُوتُ	آسمان	عَلَيْهِمْ	ان کے	وَلَوْ شَاءَ	اور اگر چاہتے
يَبْقُظُونَ	(کہ) پھٹ جائیں	يُوحِيْلُ	کچھ ذمہ دار	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
وَمَنْ فَوْقَهُمْ ^(۲)	ان کے اوپر سے	وَكَذَلِكَ ^(۵)	اور اسی طرح	لَجَعَلَهُمْ	تو بنائے ان کو
وَالْمَلَائِكَةُ	اور فرشتے	أَوْحَيْنَا	بھیجی ہم نے	أُمَّةً وَاحِدَةً	ایک گروہ
يُسَبِّحُونَ	پاکی بیان کرتے ہیں	لَا إِلَهَ	آپ کی طرف	وَلَكِنْ يَدْخُلُونَ	لیکن داخل کریں گے
يَعْبُدُونَ	خوبی کے ساتھ	قُرْآنًا ^(۶)	پڑھنے کی کتاب	مَنْ يَشَاءُ	جس کو چاہیں گے
رَبِّهِمْ	ان کے رب کی	عَبِيدِيًّا ^(۷)	فصح وبلغ عربی میں	فِي رَحْمَتِهِ	اپنی رحمت میں
وَيَسْتَغْفِرُونَ	اور استغفار کرتے ہیں	لِشَنْذِ	تا کہ ذرائع آپ	وَالظَّالِمُونَ	اور ظالم (مشرک)
لِمَنْ فِي الْأَرْضِ	ان کے لئے جو زمین میں ہیں	أَمَرَ الْقُرْآنَ	مرکزی ہستی کو	مَا لَهُمْ	نہیں ہوگا ان کے لئے
أَلَّا لِمَنْ لَدَى اللَّهِ	سنو! بے شک اللہ	وَمَنْ حَوْلَهَا	اور ان کو جو اس کے	عَيْنَ وَحِيلَ	کوئی کارساز
هُوَ الْعَفْوَ	ہی بڑے بخشنے والے	وَمَنْ حَوْلَهَا	اور گرد ہیں	وَلَا تَصْنَعُ	اور نہ کوئی مددگار
الرَّحِيمِ	نہایت مہربان ہیں	وَتُنذِرُ	اور ڈرائیں آپ	أَوِ اتَّخَذُوا	کیا بنائے انھوں نے
وَالَّذِينَ	اور جنھوں نے	يَوْمَ الْجَنَّةِ	اکٹھا ہونے کے دن	مِنْ دُونِهِ	اللہ سے کم تر
اتَّخَذُوا	بنائے	لَا زَيْبَ	نہیں ذرا شک	أُولَئِكَ	کارساز
مِنْ دُونِهِ	اللہ سے ورے	فِيهِ	اس میں	قَالَ اللَّهُ	پس اللہ
أُولَئِكَ ^(۳)	کارساز	قَرِيبٌ	ایک جماعت	هُوَ الْوَحِيدُ	ہی کارساز ہیں
اللَّهُ ^(۴)	اللہ تعالیٰ	فِي الْجَنَّةِ	جنت میں ہوگی	وَهُوَ يَحْيِي	اور وہ زندہ کریں گے
حَافِظٌ عَلَيْهِمْ	نگراں ہیں ان پر	وَقَرِيبٌ	اور دوسری جماعت	الْمُتَوَلَّى	مردوں کو

(۱) کا دلچسپ لفظ ہے، اور محل ثبات میں ثبات کرتا ہے، یہاں محل ثبات میں ہے یعنی آسمان چمکے نہیں، مقصد: ملائکہ کی کثرت کا بیان ہے (۲) سمجھنے کی دوسری صورتیں ہیں: ایک: پھٹ کر دو ٹکڑے ہو جانا یا سوراخ ہو جانا، یہ مراد نہیں۔ دوم: کرپک ہو جانا، جیسے زمین اوپر سے ٹھنکتی ہے، یہ معنی مراد ہیں (۳) اولیاء: اتَّخَذُوا کا مفعول بہ ہے (۴) اللہ: مبتداء، حفیظ علیہم: خبر حفیظ (فعلیل) بمعنی حافظ ہے (۵) كذلك: مشبہ بہ سابقہ کتابیں ہیں (۶) قرآن: قرء (ف) کا قراءۃ کی طرح مصدر ہے: پڑھنا، مراد پڑھنے کی کتاب ہے (۷) عربی کے مفہوم میں وضاحت و فصاحت داخل ہے۔

وَهُوَ

اور وہ

عَلَى كُلِّ شَيْءٍ

ہر چیز پر

قَدِيرٌ

پوری قدرت رکھنے والا ہے

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

سورت کا نام اور موضوع

آیت ۳۸ میں مشورہ کا ذکر آیا ہے، اس کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے سورت کا نام الشوری رکھا گیا، اس کے نزول کا نمبر ۶۲ ہے، تمام حوامیم بالترتیب نازل ہوئی ہیں، حوامیم سورۃ المؤمن سے سورۃ الاحقاف تک ہیں، بلکہ سورۃ الزمر بھی متصل ہی نازل ہوئی ہے، اس کا نزول کا نمبر ۵۹ ہے، پھر تا احقاف بالترتیب نہرات ہیں، یہ سورتیں مکی دور کے نصف آخر میں اتری ہیں، یہ پورا کش کش کا دور تھا، اسلام کی، نبی ﷺ کی اور مسلمانوں کی مخالفت زوروں پر تھی، ان سورتوں کا انداز بھی نرالا ہے اور یہ سورت تو مضامین کا گنجینہ ہے، اس لئے یہ سورتیں حفظ و فہم کے اعتبار سے اہم ہیں، ان کو توجہ سے پڑھنا چاہئے۔

حوامیم کے مضامین مشترک ہیں، اور وہ یہ ہیں:

۱۔ تو حید مع ابطال شرک، اور اسی سلسلہ میں صفات کمال، افعال حکمت اور عموم نعمت کا بیان ہے۔

۲۔ رسالت مع دلیل رسالت (قرآن کریم) اور اس کی عظمت و ضرورت کا بیان ہے۔

۳۔ معاد و آخرت اور بعث و جزاء کا بیان ہے، اور استعجال کا جواب دیا ہے، اور اسی سلسلہ میں انتہاک فی الدنیا کی ذمت اور طلب آخرت کی ترغیب ہے، نیز مؤمنین کا حسن اعمال و حسن مال اور کفار کا قبیح اعمال اور قبیح مال بیان کیا ہے۔ اور گذشتہ سورت دلیل رسالت یعنی قرآن کے تذکرہ پر ختم ہوئی تھی، یہ سورت اسی بیان سے شروع ہو رہی ہے۔

پانچ حروفِ ہجاء: — سورت کے شروع میں پانچ حروفِ ہجاء ہیں: — حاء، یمن، عین، سین، قاف — ان کو ایک ساتھ لکھا گیا ہے، مگر پڑھا الگ الگ جاتا ہے، اس لئے ان کو حروفِ مقطعات کہا جاتا ہے، پانچ حروفِ مقطعات سورۃ مریم کے شروع میں بھی ہیں: کاف، ہاء، یاء، عین، صاد، مگر وہ ایک آیت ہیں، اور یہاں دو آیتیں ہیں، اس کی وجہ ان کے معانی کی طرح اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں۔

وحی بھیجے کا سلسلہ قدیم سے جاری ہے

جس طرح یہ سورت آپ کی طرف وحی کی جارہی ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی عادت آپ کی طرف اور دوسرے انبیاء کی طرف وحی بھیجے کی رہی ہے، جس سے اس کی شانِ حکمت و حکومت کا اظہار ہوتا ہے (فوائد)

آیت کریمہ: ﴿كَذَٰلِكَ يُوحِي إِلَيْكَ قَوْلَ الَّذِينَ مِن قَبْلِكَ ۖ اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝﴾

ترجمہ: اسی طرح وحی بھیجتے ہیں اللہ تعالیٰ جو بر دست بڑے حکمت والے ہیں آپ کی طرف اور ان پیغمبروں کی طرف جو آپ سے پہلے گزرے ہیں — یعنی اللہ تعالیٰ زبردست اور غالب ہیں، وہی معبود برحق ہیں، اس لئے اپنی الوہیت واضح کرنے کے لئے اور کم تر خداؤں کی سخافت (بوداپن) ظاہر کرنے کے لئے از آدم تا اس دم وحی بھیجتے رہتے ہیں، اور اس وحی میں دانشمندی کی باتیں ہوتی ہیں، تاکہ لوگ احقافانہ نظریات سے احتراز کریں اور سیدھی راہ پر چلیں۔

کائنات اللہ تعالیٰ کی ملک ہے

اور اللہ تعالیٰ ہی معبود اس لئے ہیں کہ وہی کائنات کے مالک ہیں، وہی برتر و بالا اور وہی عظیم الشان ہیں، دوسرا کوئی ایک ذرہ کا مالک نہیں، اور وہ اللہ تعالیٰ سے رتبہ میں بھی کم تر ہیں، اور ان کی کوئی شان بھی نہیں، پھر وہ معبود کیسے ہو سکتے ہیں؟ آیت کریمہ: ﴿لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ۝﴾

ترجمہ: انہی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور وہ برتر بڑے مرتبہ والے ہیں۔

اللہ کی عبادت کے لئے فرشتے بہت ہیں

اگر کوئی اللہ کو معبود نہیں مانتا، اور ان کی عبادت نہیں کرتا تو اللہ کا کیا نقصان ہے؟ ان کی عبادت کے لئے فرشتے بہت ہیں، ان کے بوجھ سے آسمان پشاجار ہا ہے، آسمانوں میں چار انگشت جگہ ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ سر بہ سجود نہ ہو (حدیث) — اور وہ تمام زمین والوں کے لئے (بہ شمول مشرکین و کفار) دعائے مغفرت کرتے ہیں، مومنین کے لئے گناہوں سے حفاظت کی اور کفار و مشرکین کے لئے ہدایت کی، تاکہ وہ آخرت میں کامیاب ہوں۔

آیت کریمہ: ﴿كَثٰدُ السَّمٰوٰتِ يَنْفَخُوْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِنَّ ۚ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنۢ فِي الْاَرْضِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝﴾

ترجمہ: کچھ بچہ نہیں کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں — یعنی کریک ہو جائیں، اوپر سے پھٹنے کا یہی مطلب ہے، اور یہ استعارہ ہے، کثرت ملائکہ کا بیان مقصود ہے، فرشتوں کا ٹھیل (بوجھ والا) ہونا اس سے لازم نہیں آتا — اور فرشتے اپنے رب کی پاکی بیان کرتے ہیں ان کی خوبیوں کے ساتھ — یہ بات پہلی بات سے مربوط ہے یعنی بے شمار فرشتے حمد و تسبیح میں لگے ہوئے ہیں، اگر کچھ تالائق انسان اس کی بندگی سے سرتابی کرتے ہیں تو اللہ کا کیا نقصان ہے؟ انہی کا نقصان ہے! — اور ان لوگوں کے لئے جو زمین میں ہیں استغفار کرتے ہیں — یعنی دعا کرتے ہیں کہ مومنین کی

خطاؤں اور لغزشوں کو معاف فرما، اور کفار و مشرکین کو ہدایت نصیب فرما، تاکہ وہ آخرت میں کامیاب ہوں — غیر مسلموں کے لئے ان کی حیات میں استغفار جائز ہے، کیونکہ زندگی میں استغفار کا مطلب ہے ہدایت سے سرفراز کرنا تاکہ موت کے بعد ان کی بخشش ہو، البتہ جب کفر و شرک پر کسی کی موت ہو جائے تو اب استغفار جائز نہیں، یہ مسئلہ سورۃ التوبہ (آیت ۱۱۳) میں ہے، اور فرشتے بھی اب ان پر لعنت بھیجتے ہیں، دعائے مغفرت حیات تک ہی کرتے ہیں، چنانچہ فرشتوں کی دعاء کی برکت سے وہ ایک دم نہیں پکڑے جاتے، ایک عرصہ کے لئے مہلت دی جاتی ہے — سنو ابے شک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے، بڑی مہربانی فرمانے والے ہیں!

تالائق بندے اللہ کی گرفت سے باہر نہیں

اللہ تعالیٰ دنیا میں مشرکین و کفار کو مہلت تو دیتے ہیں، مگر وہ یہ نہ سمجھیں کہ وہ ہمیشہ کے لئے بچ گئے، ان کے سب اعمال و احوال اللہ کے علم میں ہیں اور وہ اللہ کی گرفت سے باہر نہیں، وقت آنے پر ان کا حساب چکا دیا جائے گا — اور رسول اللہ ﷺ پر ان کی کچھ ذمہ داری نہیں کہ وہ مانتے کیوں نہیں، آپ کا کام صرف پیغام حق پہنچانا ہے، آگے اللہ جانیں! آیت کریمہ: ﴿وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ اللَّهُ حَفِيفٌ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ﴾

ترجمہ: اور جن لوگوں نے اللہ سے کم تر بندوں کو کارساز بنایا ہے وہ اللہ کی گرفت سے باہر نہیں، اور آپ ان کے کچھ ذمہ دار نہیں!

عربوں میں کام کی ذمہ داری نبی ﷺ پر تھی

نبی ﷺ کی بعثت تمام انسانوں کے لئے ہے، سورۃ سہا کی (آیت ۲۸) ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُخَالَفَةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَئِنْ أَكْثَرَ النَّاسُ لَا يَعْلَمُونَ﴾: اور ہم نے آپ کو کبھی لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے، خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا، لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں!

مگر کام کرنے کے اعتبار سے سورۃ الجمعہ میں آپ کی امت کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے: ایک: امینین یعنی عرب۔ دوم: آخرین یعنی غیر عرب، اول میں کام کرنے کی ذمہ داری نبی ﷺ کی تھی، اور دوسروں میں کام کرنے کی ذمہ داری پہلی امت کی تھی، سورۃ آل عمران (آیت ۱۱۰) میں ہے: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾: تم (علم الہی میں) بہترین امت تھے، جس کو لوگوں کی نفع رسانی کے لئے وجود میں لایا گیا ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ یہ آیت خاص صحابہ کے حق میں ہے (حیات الصحابہ جلد اول، باب سوم)

چنانچہ عربوں میں کام پورا ہونے کا وقت آیا، مکہ مکرمہ فتح ہو گیا، اور لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے تو سورۃ النصر نازل ہوئی، اور آپ کو قریب وفات کی اطلاع دی گئی، کیونکہ آپؐ کے ذمہ جو کام تھا وہ پورا ہو گیا، یہاں بھی یہی مضمون ہے۔

آیت کریمہ: ﴿وَكَذَلِكَ أَذِيقُنَا لِكَيْفَ قَدْ جَاءَنَا عِبْرَتًا لِمَن تَدْرَأُ الْقُرْآنَ وَمَنْ حَوْلَهَا﴾
ترجمہ: اور اسی طرح وحی کی ہم نے آپ کی طرف واضح فصیح عربی زبان میں پڑھنے کی کتاب — عربوں میں کام کرنے کے لئے ایسی کتاب ضروری تھی، جیسا ابھی سورۃ حتم السحرة (آیت ۴۳) میں گذرا — تاکہ آپ مرکزی ہستی کو اور ان کو جو اس کے ارد گرد ہیں محتاج اعمال سے آگاہ کریں — أم القرى (مرکزی ہستی) یعنی مکہ مکرمہ، اور اس کا ارد گرد: یعنی جزیرۃ العرب، ہمارا عرب حج کے لئے کھلتا تھا، اس لئے ان میں کام کی ذمہ داری رسول اللہ ﷺ کو سونپی گئی تھی۔

انبیاء کے مشن میں قیامت اور اس کے احوال سے آگاہ کرنا بھی ہے

انبیاء کرام سب سے پہلے تو حید کی دعوت دیتے ہیں، اور ساتھ ہی آخرت سے بھی آگاہ کرتے ہیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ ایک دن آنے والا ہے، جب تمام اگلے پچھلے اللہ کے حضور میں حساب کے لئے جمع کئے جائیں گے، یہ ایک طے شدہ بات ہے، اس میں ادنیٰ شک کی گنجائش نہیں، اس دن لوگ دو حصوں میں تقسیم ہو جائیں گے، ایک فریق جنت میں جائے گا دوسرا جہنم میں، لوگوں کو چاہئے کہ اس دن کی تیاری کریں تاکہ جہنم سے بچ جائیں۔

آیت کریمہ: ﴿وَنُفِثَ رَوْحَهُمَ الْجَنَّةَ لَا رَيْبَ فِيهِ فَنُفِثَ فِي الْجَنَّةِ وَفُتِحَ فِي السَّعِيرِ﴾
ترجمہ: اور جمع ہونے کے دن سے ڈرائیں، جس کے آنے میں ذرا شک نہیں، ایک گروہ جنت میں ہوگا اور دوسرا گروہ
دوزخ میں!

جن وائس کی صلاحیتیں دیگر مخلوقات سے مختلف ہیں، اس لئے انجام بھی مختلف ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی فطرت یک رخ بنائی ہے اور جن وائس کی دورخی، فرشتے ہمیشہ عبادت کرتے ہیں، سورج، چاند، تارے، ہوا، سمندر اور چندو پرند اپنا کام کرتے ہیں، جس کو جس مقصد کے لئے بنایا ہے۔ اس کی تکمیل میں لگا ہوا ہے، اور مکلف مخلوق (جن وائس) جزوی اختیار رکھتی ہے، وہ اپنی مرضی سے طاعت بھی کر سکتی ہے اور نافرمانی بھی، اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کو بھی ایک رخ کی فطرت دے سکتے تھے، مگر ان کی حکمت کا تقاضا یہ ہوا کہ ان کو دونوں طرح کی صلاحیت دی جائے، اس لئے ان کا انجام دوسری مخلوقات سے مختلف ہوگا، جو طاعت کرے گا وہ اللہ کی رحمت کا حقدار ہوگا اور جو نافرمانی

کرے گا آخرت میں اس کا نہ کوئی کارساز ہوگا نہ دگارا

آیت کریمہ: ﴿وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَهُمْ أُمَّةً ۖ وَاحِدَةً ۚ وَلَكِنْ يُدْخِلُ مَنْ يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ ۚ وَالظَّالِمُونَ مَا لَهُمْ مِنْ وَصِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ﴾

ترجمہ: اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو ان (انسانوں) کو ایک ہی امت بناتے — یعنی ایک طرح کی صلاحیت دیتے، تاکہ آخرت میں ان کے دو گروہ نہ بننے، ایک ہی انجام ہوتا یعنی سب مٹی کر دیے جاتے — لیکن وہ (اللہ تعالیٰ) جس کو چاہتے ہیں اپنی رحمت میں داخل کرتے ہیں — ﴿وَلِلَّذَلِكَ خَلْقَهُمْ﴾ اور اسی (مہربانی کے) لئے ان کو پیدا کیا ہے [ہو ۱۹۹] یعنی اللہ تعالیٰ نے مکلف مخلوق کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ اس کی مہربانی کے سزاوار بنیں، ان کی اطاعت و عبادت کر کے ان کی جنت کے حقدار بنیں، مگر لوگ ہیں کہ بھلا براسوچے بغیر دوزخ کی طرف دوڑے جا رہے ہیں — اور ظالموں (مشرکوں اور کافروں) کے لئے نہ کوئی کارساز ہے نہ دگارا

کارساز بنانا ہے تو اللہ کو بناؤ جو ہر کام کر سکتے ہیں، بے چاروں کو کیا مددگار بناتے ہو! رفت و مددگار بنانے کے لائق اللہ تعالیٰ ہیں، انہی کو کارساز بناؤ، وہ ہر کام کر سکتے ہیں، وہی مردوں کو زندہ کریں گے، وہ ہر چیز پر قادر ہیں تمہارے معبود بے چارے عاجز و مجبور ہیں، وہ کچھ نہیں کر سکتے، ان سے کیا امید باندھے بیٹھے ہو! آیت کریمہ: ﴿أَمْ أَمَّا أَتَىٰ مِنَ الْوَيْلِ ۚ قَالَ هُوَ الْوَيْلُ ۚ وَهُوَ يُعْجِزُ الْمُؤْمِنِينَ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾

ترجمہ: کیا انھوں نے اللہ سے کم ترکو کارساز بنایا ہے؟ — یہ ان کی ناولی ہے! — پس اللہ ہی کارساز ہیں — سب کام وہی کر سکتے ہیں، پس انہی کو کارساز بناؤ — وہی مردوں کو زندہ کریں گے، اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں!

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ۝ فَاطْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا ۚ وَهِيَ الْاُنْثٰى ۚ يَذُرُوْكُمْ فِيْهِ ۚ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيْرُ ۝ لَهُ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

وَمَا	اور جو	فَاطِرُ	پیدا کرنے والے	وَهُوَ	اور وہ
اخْتَلَفْتُمْ	اختلاف کیا تم نے	السَّمَوَاتِ	آسمانوں کے	النَّجْمِ	خوب سننے والے
رَفِيقُو ^(۱)	اس میں	وَالْأَرْضِ	اور زمین کے	الْبَصِيرُ	خوب دیکھنے والے ہیں
مَنْ شِئْنُو	کسی بھی چیز سے	جَعَلَ لَكُمْ	بنایا اس نے تمہارے لئے	لَهُ ^(۵)	ان ہی کے پاس
فَهَكُمَا	پس اس کا فیصلہ	مَنْ أَنْفُسِكُمْ	تمہاری جس سے	مَقَالِيدُ	چابیاں ہیں
لِأَلِ اللَّهِ	اللہ کی طرف ہے	أَزْوَاجًا	جوڑے	السَّمَوَاتِ	آسمانوں کی
ذُلُكُم ^(۲)	وہی	وَمِنَ الْأَنْعَامِ	اور پالتو چوپایوں کے	وَالْأَرْضِ	اور زمین کی
اللَّهُ	اللہ	أَزْوَاجًا	جوڑے	يَبْنُطُ	کشادہ کرتے ہیں وہ
رَبِّي	میرے رب ہیں	يَذَرُوكُمْ	تعداد بڑھاتا ہے تمہاری	الرِّزْقِ	روزی
عَلَيْهِ	ان پر	فِيهِ ^(۳)	اس کے ذریعہ	لِمَنْ يَشَاءُ	جس کیلئے چاہتے ہیں
تَوَكَّلْتُ	بھروسہ کیا میں نے	لَيْسَ	نہیں ہے	وَيَقْدِرُ	اور حکم کرتے ہیں
وَالَيْهِ	اور اسی کی طرف	كَمَثَلِهِ ^(۴)	اس کے مانند	إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ	بے شک وہ ہر چیز کو
أَرْبِيبٌ	رجوع کرتا ہوں میں	شَيْءٌ	کوئی چیز	عَلَيْكُمْ	خوب جاننے والے ہیں

اللہ تعالیٰ کی مادی کار سازی

ابھی آیا کہ اللہ تعالیٰ ہی کار ساز ہیں، اب اس کی تفصیل کرتے ہیں، اللہ نے انسان کی مصلحت سے آسمان و زمین پیدا کئے، پھر انسان کو پیدا کیا، اور اس کی جنس سے اس کا جوڑا بنایا، اور دونوں سے نسل چلائی، جس سے زمین بھر گئی، اسی طرح اس کی ضرورت کے لئے پالتو جانور پیدا کئے، ان کے بھی ہم جنس جوڑے بنائے، اور ان کو بھی زمین میں پھیلا دیا۔ اب بتاؤ! کون ہے جو یہ کام کرتا ہو یا کر سکتا ہو؟ کوئی نہیں! اللہ تعالیٰ ہی یہ کام کرتے ہیں، پس کہو: یہی اللہ میرے رب ہیں، اسی پر میرا بھروسہ ہے، اور اسی سے میں کو لگتا ہوں، وہ بے مثل ہیں، ان کے مانند کوئی نہیں، وہ ہر چیز کو دیکھتے سنتے ہیں، اور

(۱) لہ: کی ضمیر موصولہ کی طرف لوٹتی ہے اور من شئ: ما کا بیان ہے، اور موصول صلل کر مبتدا ہیں اور حکمہ: خبر ہے (۲) ذلکم: جمع کی ضمیر تعظیم کے لئے ہے۔ (۳) فی تعلیل کے لئے، جیسے: ﴿فَذَلِكُمْ الَّذِي لَمْ تَشْعُرُوا بِهِ﴾ یہی وہ ہے جس کی وجہ سے تم مجھے لعن طعن کرتی ہو [یوسف ۳۲] اور فیہ کی ضمیر جعل کی طرف لوٹتی ہے، فَوَ اَفْلَانِ الشَّيْءِ: تعداد بڑھانا، زیادہ کرنا۔ (۴) کاف یاعمل زائد ہے (۵) مقالید: عقلا د کی جمع بخزانہ، کنجی۔

آسمان وزمین کے خزانوں کی چابیاں انہی کے پاس ہیں، وہ جس کو چاہتے ہیں زیادہ روزی دیتے ہیں، اور جس کو چاہتے ہیں کم دیتے ہیں، اور کم و بیش کی تعیین اپنے علم و حکمت کے مطابق کرتے ہیں (اور یہ مادی کار سازی کا بیان ہے اور روحانی ضروریات کی تکمیل کا بیان آگے آئے گا، اور ان آیات میں دو اصولی باتیں بھی ہیں، ان کی تفصیل تفسیر میں ہے)

آیات پاک: — اور جس بات میں بھی تم (اہل حق سے) اختلاف کرتے ہو، کوئی سی بات ہو، اس کا فیصلہ اللہ کے حوالے ہے — یہ پہلی اصولی بات ہے، سب جھگڑوں کے فیصلے اللہ کے سپرد ہونے چاہئیں، عقائد، احکام، عبادات یا معاملات جس میں بھی اختلاف پڑ جائے اس کا فیصلہ قرآن و سنت سے کرنا چاہئے، سورۃ النساء (آیت ۵۹) میں ہے: ”پھر اگر تم کسی امر میں باہم اختلاف کرنے لگو تو اس امر کو اللہ اور رسول کے حوالے کر دیا کرو“ پھر قرآن و سنت سے صراحتاً یا اشارۃً جو فیصلہ ملے اس کو بے چون و چرا قبول کیا جائے، یہی بہتر اور اس کا انجام خوش تر ہے۔

اور یہ اصولی بات یہاں اس لئے ذکر کی ہے کہ مشرکین توحید کے مسئلہ میں مسلمانوں سے اختلاف کرتے تھے، ان سے کہا جا رہا ہے کہ اس کا فیصلہ اللہ کے حوالے لے کرو، وہ آگے فیصلہ فرما رہے ہیں، ان کا فیصلہ خوش دلی سے قبول کرو، اور کہو: — **یٰٰہٰی اللہ میرے رب** ہیں، میں انہی پر بھروسہ کرتا ہوں، اور انہی کی طرف رجوع کرتا ہوں!

اللہ تعالیٰ کی کار سازی کا بیان: — وہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے ہیں — یعنی آسمان وزمین انسان کی مصلحت کے لئے پیدا کئے ہیں — اور انھوں نے تمہارے لئے تمہاری جنس کے جوڑے بنائے — تاکہ ایک کو دوسرے سے سکون حاصل ہو، تا جنس جوڑا ہوتا تو یہ مقصد حاصل نہ ہوتا — اور پالتو چوپایوں کے (بھی) جوڑے بنائے، پھر وہ تمہاری نسل چلاتے ہیں جوڑے ملانے کے ذریعہ!

دوسری اصولی بات: — کوئی چیز ان کے مثل نہیں، اور وہ ہر بات سننے والے، ہر چیز دیکھنے والے ہیں — یعنی جیسی کار سازی اللہ تعالیٰ بندوں کی کرتے ہیں کوئی دوسرا نہیں کر سکتا، وہ سمیع و بصیر ہیں، حکمت و مصلحت کے مطابق کام بناتے ہیں، مثلاً: — انہی کے اختیار میں آسمانوں اور زمین کی نیکیاں ہیں، جس کو چاہتے ہیں زیادہ روزی دیتے ہیں، اور جس کو چاہتے ہیں کم دیتے ہیں، بے شک وہ ہر چیز کو خوب جاننے والے ہیں!

نذات میں اللہ کا کوئی مماثل نہ صفات میں

اوپر دوسری اصولی بات یہ آئی ہے کہ کوئی چیز اللہ کے مثل نہیں، اور وہ سمیع و بصیر ہیں، جانتا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا کما حقہ ادراک ممکن نہیں، کیونکہ ان کا نہ تو کسی محسوس چیز سے اندازہ کیا جاسکتا ہے، اور نہ کسی معقول چیز سے تخمینہ لگایا جاسکتا ہے، ان کی شانِ عالی: **لَا تَمَثَّلُ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ** ہے، نذات میں ان کا کوئی

مماثل ہے نہ صفات میں، وہ سمجھ و بصیرت بے شک ہیں، مگر ان کا دیکھنا سنا مخلوق کے دیکھنے سننے کی طرح نہیں، کمالات ان کی ذات میں بے شمار ہیں، مگر کوئی کمال ایسا نہیں جس کی کیفیت بیان کی جاسکے، کیونکہ ان کی نظیر موجود نہیں، وہ مخلوق کی مشابہت و مماثلت سے بالکلیہ پاک، مقدس و متزہ ہیں، پھر ان کا قیاس و اندازہ کیسے کیا جائے، انسان کے معقولات بھی تمام تر محسوسات سے مستفاد ہوتے ہیں، وہ محسوسات سے پوری طرح بلند ہو کر نہیں سوچ سکتا، اس لئے حق تعالیٰ کی ذات و صفات کے کما حقہ ادراک کی کوئی صورت نہیں (تفصیل کے لئے رحمۃ اللہ العالیہ شرح حجۃ اللہ البالغہ جلد اول از صفحہ ۶۳۳ تا ۶۵۵ دیکھیں)

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّ بِهِ نُوْحًا ۚ وَ الَّذِي اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا
 بِهِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيسٰى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۚ كَبُرَ
 عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ۚ اللَّهُ يَجْتَبِيْ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَيَهْدِيْ
 اِلَيْهِ مَنْ يَّيْتِبُ ۝

شَرَعَ (۱)	تعیین کی	وَصَّيْنَا	مکلف کیا ہم نے	عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ	مشرکین پر
لَكُمْ	تمہارے لئے	بِهِ	اس کا	مَا	جو
مِنَ الدِّينِ	مذہب کی	اِبْرٰهِيْمَ	ابراہیم	تَدْعُوْهُمْ	بلاتے ہیں آپ ان کو
مَا وَصَّ (۲)	جو مکلف کیا	وَمُوْسٰى	موسیٰ	اِلَيْهِ	اس کی طرف
بِهِ	اس کا	وَعِيسٰى	اور عیسیٰ کو	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
نُوْحًا	نوح کو	اَنْ اَقِيْمُوا	کہ قائم کرو	يَجْتَبِيْ (۳)	چنتے ہیں
وَ الَّذِي (۳)	اور جو	الدِّيْنَ	مذہب کو	اِلَيْهِ	اپنی طرف
اَوْحَيْنَا	بیجا ہم نے	وَلَا تَتَفَرَّقُوْا	اور نہ جدا ہوؤ	مَنْ يَّشَاءُ	جس کو چاہتے ہیں
اِلَيْكَ	آپ کی طرف	فِيْهِ	اس میں	وَيَهْدِيْ اِلَيْهِ	اور راہ دکھاتے ہیں اپنی
وَمَا	اور جو	كَبُرَ	بھاری گزرتا ہے	مَنْ يَّيْتِبُ	جو رجوع کرتا ہے

(۱) شَرَعَ الدِّينَ: مذہب کی تعیین و وضاحت کرنا، شروع کرنا (۲) وَصَّی بِالْشَيْءِ: نامور و مکلف کرنا، تاکید کرنا (۳) اَوْحَيْنَا: میں التفات ہے، پہلے وَصَّی: قاصد آیا تھا، اب جمع متکلم آیا (۴) اجتناء: چھٹنا، برگزیدہ کرنا۔

روحانی کار سازی کا بیان

حیوانات کی ایک ضرورت ہے، اور وہ مادی ہے یعنی ان کی جسمانی ضرورت ہے، جو اللہ نے مہیا کی ہے، اور انسان کی دوسری ضرورتیں ہیں: ایک: مادی یعنی جسم کی ضرورت، دوسری: روحانی یعنی روح کی تربیت کے لئے ہدایت، دونوں ضرورتیں اللہ نے پوری کی ہیں، مادی کار سازی کا بیان ہو چکا، اب ایک آیت میں روحانی کار سازی کا بیان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی دینی ضرورت کا انتظام ہر زمانہ میں کیا ہے، نوح علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین ﷺ تک برابر اللہ تعالیٰ انسانوں کی دینی راہ نمائی فرماتے رہے ہیں، ارشاد فرماتے ہیں: — اللہ تعالیٰ نے — مقرر کیا تمہارے لئے وہی دین جس کا مکلف کیا نوح کو، اور جو ہم نے آپ کی طرف اتارا، اور جس کا مکلف کیا ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو۔ یہی روحانی کار سازی ہے، جو الوہیت کے لئے ضروری ہے، اور دین یعنی مذہب: عقائد و اصول کا نام ہے، جو ہمیشہ ایک رہا ہے، اور تمام مذاہب عقائد، اخلاق اور اصول و دیانات میں متفق رہے ہیں، اور اصل الاصول تین عقیدے ہیں: توحید، رسالت اور آخرت تمام مذاہب میں انہی بنیادی باتوں پر زور رہا ہے، اور یہاں پانچ اولوالعزم (بڑے درجے کے) رسولوں کا ذکر کیا ہے، باقی حضرات ان کے ضمن میں آگئے، سورۃ احزاب (آیت ۷) میں بھی انہیں پانچ کا ذکر ہے۔

سوال: سب سے پہلے پیغمبر تو حضرت آدم علیہ السلام ہیں، انبیاء کا ذکر ان سے کیوں نہیں شروع کیا؟
جواب: ان کے زمانہ میں شرک و کفر نہیں تھا، کفر و شرک کا مقابلہ نوح علیہ السلام سے شروع ہوا، اس لحاظ سے نوح علیہ السلام پہلے پیغمبر ہیں جن کو اس طرح کے معاملات پیش آئے، اس لئے سلسلہ بیان نوح علیہ السلام سے شروع کیا۔

اقامت دین فرض اور اس میں اختلاف حرام ہے

(اور ہم نے حکم دیا) کہ قائم کرو اس دین کو، اور اس میں جدا جدا مت ہو جاؤ — اس دین کو: یعنی جو دین سب انبیاء میں مشترک چلا آ رہا ہے، اور وہ اصول، عقائد، اصول، عبادت اور اصول، اخلاق ہیں — اور فروع احکام میں شریعتوں میں جزوی اختلاف رہا ہے، اس کا تذکرہ سورۃ المائدہ (آیت ۴۸) میں ہے کہ ہم نے ہر ایک کے لئے خاص شریعت اور خاص طریقت تجویز کی ہے، اسی طرح فروع مسائل میں جہاں قرآن وحدیث میں کوئی واضح حکم موجود نہیں یا باہر ظاہر تعارض ہے: وہاں ائمہ کا اجتہاد سے کوئی حکم متعین کرنا تفریق ممنوع میں داخل نہیں، ایسا اختلاف صحابہ میں عہد رسالت سے چلا آ رہا ہے، جس کو حدیث میں رحمت کہا گیا ہے۔

اور آیت کریمہ میں جو دو حکم ہیں وہ درحقیقت ایک ہی حکم ہے، اقامت دین کا حکم مثبت پہلو سے ہے اور تفریق کی

ممانعت منافی پہلو سے، قرآن کریم میں اور سنت قائمہ میں جو احکام منصوص ہیں، جن میں تاویل کا کوئی احتمال نہیں: وہ آیت کا مصداق ہیں، ان میں تفرق و اختلاف ممنوع اور موجب ہلاکت ہے۔

توحید کی دعوت مشرکین پر گراں گذرتی ہے

انبیاء کے دین کا رکن اعظم توحید ہے، مگر لوگ شرک کے ایسے عادی ہو گئے ہیں کہ توحید کی دعوت ان کو بڑی بھاری معلوم ہوتی ہے، ارشاد فرماتے ہیں: — مشرکین پر بڑی گراں گذرتی ہے وہ بات جس کی طرف آپ لوگوں کو بلاتے ہیں — یہ ایک مثال ہے مذکورہ بالا حکم کی، توحید تمام انبیاء کی مشترک دعوت ہے، چاہئے تھا کہ لوگ اس کو فوراً قبول کرتے، مگر مشرکین اس دین حق کو قائم نہیں کرتے، انہیں توحید کی طرف آنا بڑا بھاری معلوم ہوتا ہے، وہ تفرق ڈالتے ہیں، جو حرام ہے۔

حسن استعداد والے توحید کو قبول کرتے ہیں

مشرکین میں جو اہل سعادت ہیں وہ اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی دہگیری کرتے ہیں، اور وہ کامیاب ہو جاتے ہیں، اور جن کو یہ دعوت بھاری معلوم ہوتی ہے وہ ان کی سوء استعداد کی وجہ سے ہے، ارشاد فرماتے ہیں: — اللہ تعالیٰ اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں جس کو چاہتے ہیں، اور اپنی راہ دیتے ہیں اس کو جو (ان کی طرف) رجوع کرتا ہے۔

وَمَا تَفْقَهُوا إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَعِيًّا بَيْنَهُمْ ۖ وَلَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى لَفُضِّ بَيْنَهُمْ ۖ وَإِنَّ الَّذِينَ أُورِثُوا الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مُرِيبٍ ۖ فَلِذَاٰلِكَ قَادُءٌ ۖ وَاسْتَقَمَّ كَمَا أُمِرْتُ ۖ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ ۖ وَقُلْ أَمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ ۖ وَأُورِثُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ۖ اللَّهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۖ لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ ۖ لَا حِجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۖ اللَّهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۖ وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ۝

وَمَا تَفْقَهُوا (۱) اور نہیں جدا ہوئے | إِلَّا مِنْ بَعْدِ (۲) مگر بعد | مَا جَاءَهُمْ ان کے پاس آنے

(۱) تَفْقَهُ الشَّيْءَ: بکھر جانا، جدا جدا ہونا، تَفْقَرُ الرِّجْلَانِ: ہر ایک کا اپنی اپنی راہ لینا (۲) بعد: مضاف ہے اور ما جاء ہم مضاف الیہ، اور ما: مصدر یہ ہے۔

الْعِلْمُ	علم کے	وَنَنْهَ	اس (عقیدہ توحید)	بَيِّنْكُمْ	تمہارے درمیان
بَفَيْحًا ^(۱)	ضد کی وجہ سے	مُرِيْبٍ	کے بارے میں	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
بَيِّنْهُمْ	آپس کی	فَلْيَذْ	بے چین کرنے والے	رَبَّنَا	ہمارے پروردگار
وَلَوْلَا	اور اگر نہ ہوتی	كَأَذُو	پس اُس کے لئے	وَرَبِّكُمْ	اور تمہارے پروردگار ہیں
كَالْمِثْقَةِ	ایک ہات	وَأَسْتَقِمْ	پس آپ بلائیں	كُنَّا	ہمارے لئے
سَبَقَتْ	جو پہلے سے ہو چکی ہے	كَمَا أُمِرْتُ	اور مضبوط رہیں	أَعْمَلْنَا	ہمارے کام ہیں
وَنَزَّلَتْ	تیرے ب کی طرف سے	وَلَا تَنْبَغِ	جیسا آپ حکم دیئے گئے ہیں	وَلَكُمْ	اور تمہارے لئے
إِلَّا أَجَلٍ	مدت تک	أَهْوَأُ لَهُمْ	اور نہ پیروی کریں آپ	أَعْمَلُ الْكُفْرِ ^(۲)	تمہارے کام ہیں
مُشْعَى	متعین	وَقُلْ	ان کی خواہشات کی	لَا تُحِجُّهُ ^(۳)	نہیں بھٹ مباحثہ
لَقِضَ	ضرور فیصلہ کیا جاتا	أَمَدْتُ	اور کہیں	بَيِّنْنَا	ہمارے درمیان
بَيِّنْهُمْ	ان کے درمیان	بِمَا أُنْزِلَ	میں ایمان لایا	وَبَيِّنْكُمْ	اور تمہارے درمیان
وَالَّذِينَ	اور بے شک جو لوگ	اللَّهُ	اس پر جو اتاری	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
أُورِثُوا	وارث بنائے گئے	وَمِنْ كِتَابٍ ^(۳)	اللہ نے	يَجْمَعُ	جمع کریں گے
الْكِتَابِ	آسمانی کتاب کے	وَأُمِرْتُ	یعنی کتاب (قرآن)	بَيِّنْنَا	ہمارے درمیان
مِنْ بَعْدِهِمْ ^(۲)	ان (انگوں) کے بعد	لِأَعْدِلَ	اور حکم دیا گیا ہوں میں	وَالْيَهُو	اور اسی کی طرف
لَقِيَ شَيْئًا	یقیناً شک میں ہیں		کہ انصاف کروں	النَّصِيرُ	لوٹنا ہے

توحید: ادیانِ سماویہ کا متفقہ عقیدہ کہاں ہے؟ عیسائی تثلیث کے قائل ہیں؟

اب ایک سوال کا جواب دیتے ہیں، مکہ میں عیسائی تھے، یہودی نہیں تھے، وہ مدینہ میں تھے، وہاں عیسائی نہیں تھے، مکہ کے مشرکین عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث سے واقف تھے، اور قرآن کریم نے ابھی کہا ہے کہ پانچ الواحزم رسولوں کا دین ایک ہے، اور اس کی بنیادی تعلیم توحید ہے، یعنی معبود صرف اللہ تعالیٰ ہیں، ان کی خدائی میں کوئی حصہ دار نہیں۔ اس پر

(۱) ہمیں: مفعول لہ ہے (۲) من بعدہم: انگوں کے بعد یعنی نزول قرآن کے زمانہ کے اہل کتاب (۳) من کتاب: من: بیانیہ، ما کا بیان ہے، اور کتاب سے مراد قرآن کریم ہے (۴) الحجۃ: دلیل، برہان، حاجۃ مع حاجۃ: حجت بازی کرنا، بحث و مباحثہ کرنا۔

مشرکین کہہ سکتے ہیں کہ عیسائی تو تین خدا مانتے ہیں، پھر تو حید ا دیان ساویہ کا متفقہ عقیدہ کہاں رہا؟ اس کا جواب دیتے ہیں کہ تثلیث عیسائیت کا اصل عقیدہ نہیں، بعد کے عیسائیوں کا بگاڑا ہوا مذہب ہے، عیسیٰ علیہ السلام نے تو تو حید خالص کی تعلیم دی تھی، بعد میں پولس نے خود عیسیٰ علیہ السلام کو خدائی میں حصہ دار بنادیا، اور تیسرا حصہ دار روح القدس (جبرئیل علیہ السلام) کو یا حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو قرار دیا۔

اور اس تحریف کا سبب ضد و عناد بنا یعنی یہ جذبہ کہ میری چلے، یہی جذبہ دین کو بگاڑتا ہے، اسلام میں جو گمراہ فرقے وجود میں آئے ہیں اس کا سبب بھی یہی جذبہ بنا ہے۔ یہ تو اللہ کا شکر ہے کہ قرآن محفوظ ہے، اس لئے ایک طائفہ ہمیشہ دین حق پر قائم رہتا ہے، اور اس میں جب بگاڑ پیدا ہوتا ہے تو مجدہ جھاڑو لے کر آتا ہے اور کڑی کے جالوں کو صاف کر دیتا ہے، اور گزشتہ مذاہب کی آسمانی کتابیں محفوظ نہیں رہیں، اس لئے جب وہ بگڑے تو بگڑے ہی چلے گئے، اور حقیقت گم ہو گئی۔

آیت پاک: — اور وہ لوگ (عیسائی) باہم متفرق نہیں ہوئے، مگر ان کے پاس (توحید کا) علم آجانے کے بعد آپس کی خدا ضدی سے — یعنی تو حید میں انھوں نے رنستہ والا وہ کچھ غلط فہمی یا اشتباہ کی وجہ سے نہیں تھا، بلکہ نفسانیت اور ضد سبب تھا، مگر انہی پیدا کرنے والا اپنی بات چلانا چاہتا ہے، اور اس کو کچھ ماننے والے مل جاتے ہیں، پس اس کی پارٹی بن جاتی ہے، اور اس کا مذہب چل پڑتا ہے۔

دین بگاڑنے والوں کو اللہ تعالیٰ سزا کیوں نہیں دیتے؟

سوال: جن لوگوں نے عیسائیت کو بگاڑا ان کو اللہ تعالیٰ نے سزا کیوں نہیں دی؟

جواب: اس دنیا میں اللہ کا قانون اہمال کام کرتا ہے، اگر وہ چاہتے تو اختلاف کرنے والوں کو یک دم ختم کر دیتے، لیکن ایسا کرتا کنوین کی غرض کے منافی ہے، ان کی حکمت کا فیصلہ یہ ہے کہ اختلافات کا دونوں فیصلہ قیامت کے دن کیا جائے، اس لئے مجرم پھنپ رہے ہیں۔

آیت کریمہ: — اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات قرار نہ پا چکی ہوتی: معین وقت تک مہلت کی تو ضروران کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا!

کیا عیسائی عقیدہ تثلیث پر مطمئن ہیں؟

سوال: عیسائیوں نے عقیدہ توحید کو بگاڑ کر جو تثلیث کا نظریہ چلایا ہے: کیا وہ اس پر مطمئن ہیں؟

جواب: ہرگز نہیں، وہ اپنے عقیدہ کے سلسلہ میں بے چین کرنے والے شک میں ہیں، ان کا بڑے سے بڑا پادری متیٹ کو نہیں سمجھا سکتا، ایک کے تین اور تین کا ایک: ایسا چکڑ ہے جس کو مذہب کا راز کہہ کر باور کرایا جاتا ہے، ان کی یہ بے اطمینانی دلیل ہے کہ وہ نظریہ باطل ہے، اگر دین کا بنیادی عقیدہ ہی قابل فہم نہ ہو تو وہ دین کیا ہوا!

آیت کریمہ: — اور بے شک جو لوگ آسمانی کتاب (انجیل) کے وارث بنائے گئے اُن (انگوں) کے بعد یقیناً وہ اس (متیٹ) میں بے چین کرنے والے شک میں ہیں!

عیسائیوں سے دو ٹوک دس باتیں:

آخر میں ایک آیت میں عیسائیوں سے دس باتیں کہی گئی ہیں^(۱):

۱ — پس آپ اُسی کی دعوت دیں — عیسائی بھی متیٹ کو تو حید کا نام دیتے ہیں، وہ تین خداؤں کا لڈو بناتے ہیں، صحیح تو حید وہ ہے جو قرآن کریم بیان کرتا ہے، آپ عیسائیوں کو اس کی دعوت دیں۔

۲ — اور آپ مستقیم رہیں جیسا آپ کو حکم دیا گیا ہے — یعنی مسلمان قولاً، فعلاً، علماً، عقیدہً اور حالاً برابر اسی راستہ پر گامزن رہیں جس پر وہ اب تک ہیں۔

۳ — اور آپ اُن کی خواہشات (باطل نظریات) کی پیروی نہ کریں — وہ مسلمانوں کے سر اپنا باطل نظریہ تھونپنا چاہیں گے، مسلمان اس سے ہوشیار رہیں۔

۴ — اور آپ کہیں: میں اللہ کی اس کتاب (قرآن) پر ایمان لایا، جو اللہ نے مجھ پر نازل فرمائی ہے — یعنی اس میں تو حید کا جو مطلب بیان کیا گیا ہے میں اسی کو مانتا ہوں۔

۵ — اور میں حکم دیا گیا ہوں کہ تمہارے درمیان انصاف کروں — یعنی تم میں اختلاف ہے، کوئی متیٹ کو مانتا ہے کوئی نہیں مانتا، اسی طرح اقاہیم کی تعین میں بھی اختلاف ہے، تم یہ نزاع میرے پاس لاؤ، میں انصاف سے، کسی کی رعایت کے بغیر فیصلہ کروں گا۔

۶ — اللہ تعالیٰ ہمارے پروردگار ہیں، اور تمہارے پروردگار ہیں — یہ بنیادی عقیدہ ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے۔

۷ — ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں — یعنی ہر کوئی اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے۔

(۱) اس کی نظیر آیت الکرسی ہے، اس میں بھی ایک ہی آیت میں دس باتیں ہیں ۱۲

۸۔ ہمارے اور تمہارے درمیان کچھ بحث نہیں — یعنی میں نے توحید خالص کو دلائل و براہین سے واضح کر دیا ہے، اب ماننا نہ ماننا تمہارا کام ہے، آگے دلائل کی گفتگو بے فائدہ ہے۔

۹۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اکٹھا کریں گے — یعنی قیامت کے دن، اس دن حق و باطل کا عملی فیصلہ ہو جائے گا۔

۱۰۔ اور اسی کی طرف لوٹنا ہے — اس کو تم بھی مانتے ہو، پھر تین خدا کہاں سے آگئے؟ اگر کوئی اور خدا ہوتا تو وہ اپنے بندوں کو اپنی طرف لوٹاتا۔

وَالَّذِينَ يُحَاجُّونَ فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا اسْتُجِيبَ لَهُ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۝ اللَّهُ الَّذِي أَنْزَلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ وَالْمِيزَانَ ۚ وَمَا يُدْرِيكُ لَعَلَّ السَّاعَةِ قَرِيبٌ ۝ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا مُشْفِقُونَ مِنْهَا ۚ وَيَعْلَمُونَ أَنَّهَا الْحَقُّ ۚ أَكَا إِنَّ الَّذِينَ يُبَارِزُونَ فِي السَّاعَةِ لَفِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ ۝ اللَّهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهِ ۚ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ۝ مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ ۖ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا ۖ نُؤْتِهِ مِنْهَا ۚ وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ ۝

وَالَّذِينَ يُحَاجُّونَ ^(۱)	اور جو لوگ	حُجَّتُهُمْ ^(۲)	ان کی دلیل	عَذَابٌ	عذاب ہے
فِي اللَّهِ	بحث کرتے ہیں	دَاحِضَةٌ	باطل ہے	شَدِيدٌ	سخت
عَلَيْهِمْ غَضَبٌ ^(۳)	اللہ (کی یلکائی) میں	عِنْدَ رَبِّهِمْ	ان کے رب کے پاس	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
يَسْتَعْجِلُ بِهَا	بعد	وَعَلَيْهِمْ	اور ان پر	الَّذِينَ	جنہوں نے
الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا	ماں لینے کے	عَذَابٌ	عصہ ہے	أَنْزَلَ	اتارا
وَالَّذِينَ آمَنُوا مُشْفِقُونَ مِنْهَا	اس کو	وَلَهُمْ	اور ان کے لئے	الْكِتَابَ	قرآن

(۱) حَاجُّهُ مُحَاجَّةٌ: بحث مباحثہ کرنا، حجت بازی کرنا (۲) بَعْدُ: مضاف، ما استجيب مضاف الیہ: بعد (۳) دَحَضَ: چھلنا، داحضة: باطلہ۔

يٰۤاَيُّهَا الْحَقُّ	حق کے ساتھ	اَنۡهٰا الْحَقُّ	کہ وہ برحق ہے	كَانَ يُرِيدُ	چاہتا ہے
وَالْمِيزَانَ	اور ترازو	اَلَا	سنو	حَزَنًا	کھیتی
وَمَا يَذَرِيكَ	اور تجھے کیا خبر	لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْنَ	بے شک جو لوگ	الْاٰخِرَةُ	آخرت کی
لَعَلَّ السَّاعَةَ	شاید قیامت	يُمَاۤرُونَ ^(۱)	بھٹکا کرتے ہیں	تَزِدُ	زیادہ کرتے ہیں ہم
قَرِيْبٌ	نزدیک ہو	فِي السَّاعَةِ	قیامت میں	لَهُ	اس کے لئے
يَسْتَعْجِلُ	جلدی چاہتے ہیں	كَيْفِيْ صَلٰى	یقیناً گمراہی میں ہیں	فِيْ حَزَنٍ	اس کی کھیتی میں
يَهٰنَا	اس کے ہارے میں	بَعِيْدٌ	دور کی	وَمَنْ	اور جو
الَّذِيْنَ	جو لوگ	اَللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	كَانَ يُرِيدُ	چاہتا ہے
لَا يُفْعِلُوْنَ	نہیں مانتے	كَطِيْفٌ	مہربان ہیں	حَزَنًا	کھیتی
يَهٰنَا	اس کو	رَبِّعَاۤدَةً	اپنے بندوں پر	الدُّنْيَا	دنیا کی
وَالَّذِيْنَ	اور جو لوگ	يُزَوِّدُ	روزی دیتے ہیں	نُفُوْثًا	دیتے ہیں ہم اس کو
اٰمَنُوْا	مانتے ہیں	مَنْ يَنْشَأُ	جس کو چاہتے ہیں	وَمِنْهَا	اس میں سے کچھ
مُشْفِقُوْنَ	ڈرنے والے ہیں	وَهُوَ الْقَوِيُّ	اور وہ ڈروا اور	وَمَا لَهُ	اور نہیں سہاس کے لئے
وَمِنْهَا	اس سے	الْعَزِيْزُ	زبردست ہیں	فِي الْاٰخِرَةِ	آخرت میں
وَيَعْلَمُوْنَ	اور جانتے ہیں وہ	مَنْ	جو	مِنْ نٰصِيْبٍ	کوئی حصہ

توحید میں بحث فضول ہے، اور مشرکین کے دلائل بے بنیاد ہیں

جب تثلیث کی بات آئی تو مشرکین کہنے لگے: جب تین خدا ہو سکتے ہیں تو میں کیوں نہیں ہو سکتے؟ آخر ایک خدا اتنی بڑی دنیا کیسے سنبھال سکتا ہے؟ پھر خدا کی بڑی شان ہے، اس تک وسیلہ کے بغیر کیسے پہنچ سکتے ہیں؟ ہماری مورتیاں اللہ کی مددگار ہیں، وہ ہمیں اللہ سے نزدیک کریں گی، اس لئے ہم ان کو پوجتے ہیں۔

اس کا جواب دے رہے ہیں کہ عیسائی توحید کے قائل ہیں، اور تم اس میں بکھیرا ڈالنے ہو، اور تمہارے جواز شرک کے دلائل پادروا ہیں، تم سے اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہیں، وہ تمہیں سخت سزا دیں گے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ توحید کے قائل ہیں، اللہ ہی کو معبود مانتے ہیں، پھر یہود تو توحید میں پکے ہیں

(۱) یکمارون: مضارع، معزاء اور معزاة: مضارع باب مفاعله: بھگڑنا۔

اور عیسائی کہے ہیں، لندن میں یہود کے بڑے رہائی نے مجھ سے کہا: ہم چرچوں میں نہیں جاسکتے، مسجدوں میں جاسکتے ہیں۔ میں نے پوچھا: کیوں؟ کہنے لگا: چرچوں میں شرک ہوتا ہے اور مسجدوں میں شرک نہیں ہوتا۔ اور عیسائیوں نے ڈالر پر لکھا ہے: ہو کلنا علی اللہ: ہم اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں، پس وہ بھی توحید کے قائل ہیں، اور اللہ کے لئے نماز پڑھتے ہیں، مگر وہ عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں غلو کرتے ہیں، ان کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں، جیسے خالی بدعتی اللہ کو معبود مانتے ہیں، مگر نبی ﷺ اور اولیاء کرام کی شان میں غلو کرتے ہیں، آپ کو جمع ماکان و مایکون کا عالم اور ہر جگہ حاضر و ناظر مانتے ہیں اور اولیاء کو کائنات میں تصرف کرنے والا مانتے ہیں، اس لئے ان کی قبروں کو سجدہ کرتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں۔ مگر یہود و نصاریٰ کافر ہیں، سورۃ البینہ میں دو جگہ ان پر کفر کا اطلاق آیا ہے، کیونکہ وہ محمد رسول اللہ کو نہیں مانتے، اور ایمان کے لئے کلمہ کے دونوں اجزاء کو ماننا ضروری ہے، اور بدعتیوں کے کفر کا فتویٰ نہیں، کیونکہ وہ تاویل سے غلو کرتے ہیں، وہ کلمہ کے دونوں اجزاء پر ایمان رکھتے ہیں، اس لئے وہ گمراہ مسلمان ہیں۔

آیت کریمہ: ﴿وَالَّذِينَ يُخَاجُّونَ فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا اسْتَجِيبَ لَهُ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ﴾

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ (کی یکتائی) میں بحث کرتے ہیں (یعنی مشرکین) اُس کے لئے (یکتائی) مان لینے کے بعد (یعنی عیسائیوں نے مان لی) ان کی دلیل ان کے پروردگار کے نزدیک باطل ہے، اور ان پر غضب نازل ہونے والا ہے، اور ان کے لئے (قیامت کو) سخت عذاب ہوگا۔

اللہ کی یکتائی سمجھنے کے لئے تین چیزوں کی ضرورت

جب تین باتیں جمع ہوگی تب توحید گلے سے اترے گی:

- ۱۔ اللہ کی کتاب کو بغور پڑھنا — قرآن کریم دین حق کی تعلیمات پر مشتمل ہے، اور دین کی بنیادی تعلیم: توحید کی تعلیم ہے قرآن کریم نے اس کو طرح طرح سے سمجھایا ہے، پس جو شخص قرآن کا بغور مطالعہ کرے گا اس کی سمجھ میں توحید آجائے گی۔
- ۲۔ عقل سلیم کی ترازو سے قرآن کی باتوں کو تولنا — اللہ نے ترازو اتاری ہے، ماڈی چیزیں بھی اس سے تولی جاتی ہیں، اور معنوی چیزیں بھی، پس جس کو عقل سلیم ملی ہے اس کو ایک نعمت ملی ہے، اور اس ترازو سے قرآن کی باتوں کو تولے گا تو ان شاء اللہ محروم نہیں رہے گا۔

۳۔ آخرت کو ماننا — مرنے کے بعد دوسری زندگی کا کسی درجہ میں قائل ہو، جیسا کہ قرآن کی باتیں اس کو اپیل کریں گی۔

آیت کریمہ: ﴿اللَّهُ الَّذِي أَنْزَلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ وَالْبَيِّنَاتِ، وَمَا يُذَرِّيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ

﴿ذُرِّيَّةٌ﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جنہوں نے قرآن اتارا، جو دین حق پر مشتمل ہے اور ترازو (بھی) اور تجھے کیا ہے! شاید قیامت قریب ہو!

قیامت کے ماننے والے اور نہ ماننے والے

جن کو قیامت کا یقین نہیں وہ ہنسی مذاق کے طور پر نہایت بے فکری سے کہتے ہیں: ہاں صاحب وہ قیامت کب آئے گی؟ آخر دیر کیا ہے؟ جلدی کیوں نہیں آ جاتی؟ — لیکن جن کو اللہ تعالیٰ نے ایمان و یقین سے بہرہ ور کیا ہے وہ اُس ہولناک گھڑی کے تصور سے لرزتے اور کانپتے ہیں، اور خوب سمجھتے ہیں کہ یہ چیز ہونے والی ہے، کسی کے ٹائے ٹل نہیں سکتی، اسی لئے اس کی تیاری میں لگے رہتے ہیں — اسی سے سمجھ لو کہ ان جھگڑنے والے منکرین کا حشر کیا ہوگا؟ جب ایک شخص کو قیامت کے آنے کا یقین ہی نہیں تو وہ تیاری کیا خاک کرے گا؟ ہاں جتنا اس حقیقت کا مذاق اڑائے گا گمراہی میں اور زیادہ دور ہوتا چلا جائے گا (نورائد)

آیت کریمہ: ﴿يَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ وَيَنظُرُونَ إِلَى السَّمَاءِ لَا يَبْصُرُونَ فِيهَا شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَعُونَ﴾
 ﴿أَلَمْ يَكُنْ لَهُ الْبَاقِرُ إِذْ يَخْلُقُ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْعَزِيزُ﴾

ترجمہ: اس کی جلدی چاہتے ہیں وہ لوگ جو اس کا یقین نہیں رکھتے، اور جو یقین رکھتے ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں، اور جاننے ہیں کہ وہ برحق ہے، سنو! جو لوگ قیامت کے بارے میں جھگڑتے ہیں وہ بڑی دور کی گمراہی میں ہیں!

اللہ تعالیٰ منکرین قیامت کی بھی روزی روٹی بند نہیں کرتے

جو لوگ قیامت کی تکذیب و انکار کرتے ہیں، اور اہل حق سے جھگڑتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی روزی روٹی بند نہیں کرتے، کیونکہ وہ بندوں پر مہربان ہیں، ان کو سنبھلنے کا موقع دیتے ہیں — بلکہ بعض منکرین تو لاکھ من کے ہوتے ہیں، کروڑوں میں پلتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو خوب روزی دیتے ہیں — تاہم وہ اللہ کی قدرت سے باہر نہیں، اللہ تعالیٰ زور آور و بردست ہیں، وقت آنے پر ان کو دیکھ لیں گے۔

آیت کریمہ: ﴿اللَّهُ كَافٍ بِعِبَادِهِ لِيُذِقُوا مِنْ عَذَابٍ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہیں، جس کو چاہتے ہیں روزی دیتے ہیں، اور وہ زور آور و بردست ہیں۔

منکرین پر عنایت دنیا کی حد تک ہے، آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں

اللہ تعالیٰ کا دنیا میں خوانِ نعمت عام بچھا ہوا ہے، پس جو لوگ دنیا پیش نظر رکھ کر کھیتی کرتے ہیں ان کو بھی اللہ تعالیٰ محروم

نہیں کرتے، ان کا کھلیاں بھی کچھ نہ کچھ بھر جاتا ہے، وہ بھی محروم نہیں رہتے، مگر آخرت میں ان کا کچھ حصہ نہیں، وہاں وہ بالکل تہی دست ہونگے۔ اور جو لوگ آخرت کے لئے کام کرتے ہیں ان کے آخرت میں وارے نیارے ہونگے، ان کی خوب چاندی ہوگی، ایک نیکی کا دس گنا ثواب ملے گا، بلکہ سات سو گنا یا اس سے بھی زیادہ مل سکتا ہے، وہ آخرت میں مالا مال ہونگے، اور دنیا میں ایمان اور عمل صالح کی جو برکت پہنچے گی وہ الگ ہے!

آیت کریمہ: ﴿مَنْ كَانَ يُؤَيِّدُ حَزَنَ الْآخِرَةِ تَزِدْ لَهُ فِي حَزَنِهِ، وَمَنْ كَانَ يُؤَيِّدُ حَزَنَ الدُّنْيَا نَفَعْتُمْ مِنْهَا، وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ تَوْنٍ﴾

ترجمہ: جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہے، ہم اس کو اس کی کھیتی میں ترقی دیتے ہیں۔ یعنی اس کو آخرت میں دونوں ثواب ملے گا۔ اور جو شخص دنیا کی کھیتی کا طالب ہے، ہم اس کو دنیا میں سے کچھ دیتے ہیں، اور اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں!

أَمْرُهُمْ شُرْكُؤُا شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ وَلَوْ لَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ تَرَى الظَّالِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا كَسَبُوا وَهُوَ وَاقِعٌ بِهِمْ ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي رَوْضَةٍ أُنْجَتْ لَهُمْ مِمَّا يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذَلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ۝ ذَلِكَ الَّذِي يُبَشِّرُ اللَّهُ عِبَادَهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ وَمَنْ يَقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْنًا إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ شَكُورٌ ۝

آمر	کیا	لہم	ان کے لئے	یہ	اس کی
لہم	اُن (شرکین) کے لئے	مِنَ الدِّينِ	کوئی دین	اللہ	اللہ نے
شُرْكُؤُا	شریک ہیں	مَا ^(۲)	جو	وَلَوْ لَا	اور اگر نہ ہوتی
شَرَعُوا ^(۱)	م شروع کیا انھوں نے	لَمْ يَأْذَنْ	اجازت نہیں دی	كَلِمَةً	ایک بات

(۱) جملہ شرعاً: شرکاء کی صفت ہے، شرع الدین: مذہب کی تعیین و وضاحت کرنا، شروع کرنا (۲) ما لم یاذن: شرعاً کا مفعول ہے۔

الْفَضْلُ	فیصل کن	وَعَمِلُوا	اور کئے انھوں نے	وَعَمِلُوا	اور کئے انھوں نے
لِقَضَىٰ	ضرور فیصلہ کر دیا جاتا	الصَّالِحَاتِ	نیک کام	الصَّالِحَاتِ	نیک کام
بَيْنَهُمْ	ان کے درمیان	فِي رَوْحَاتٍ ^(۱)	سبزہ زاروں میں ہونگے	قُلْ	کہ:
وَلَا يَنْ	اور بے شک	الْجَنَّةِ	باغات کے	لَا أَسْأَلُكُمْ	نہیں مانگتا میں تم سے
الْقُلُوبِينَ	نا انصاف (شرکین)	كُهُم	ان کے لئے ہے	عَلَيْهِ	اس پر
لَهُمْ	ان کے لئے	فَمَا يَشَاءُونَ	جو چاہیں گے وہ	أَجْرًا	کچھ بدلہ
عَذَابٍ	عذاب ہے	عِنْدَ رَبِّهِمْ	ان کے رب کے پاس	إِلَّا الْكَوْثَةَ ^(۲)	لیکن محبت
أَلِيمٌ	دردناک	ذَلِكَ	یہ	فِي الْقَهْرِ ^(۳)	رشتہ داری کی وجہ سے
تَرَىٰ	دیکھئے گا تو	هُوَ	ہی	وَمَنْ ^(۴)	اور جو شخص
الظَّالِمِينَ	نا انصافوں کو	الْفَضْلُ	بزرگی ہے	يَعْتَرِفُ	کمائے گا
مُشْفِقِينَ	ڈرنے والا	الْكِبِيرُ	بڑی	حَسَنَةً	کوئی نیکی
مِمَّا	اس سے جو	ذَلِكَ	یہ	تَرَدَّدُ	بڑھائیں گے ہم
كَتَبُوا	کمایا انھوں نے	الَّذِي	وہ ہے جس کی	لَهُ	اس کے لئے
وَهُوَ	اور وہ (کمایا ہوا)	يُبَشِّرُ	خوش خبری دیتے ہیں	فِيهَا	اس (نیکی) میں
وَأَقْرَبُ	پڑنے والا ہے	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	حُسْنًا ^(۵)	خوبی
يَهُمُّ	ان پر	عِبَادَةً	اپنے اُن بندوں کو	إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ
وَالَّذِينَ	اور جو لوگ	الَّذِينَ	جو	عَفْوٌ	بڑے بخشنے والے
أَمَنُوا	ایمان لائے	أَمَنُوا	ایمان لائے	شُكْرٌ	بڑے حق سناں ہیں

روحانی کارسازی مورتیاں نہیں کرتیں پھر وہ معبود کیسے ہو سکتی ہیں؟

ذرا پیچھے لوٹیں! آیت ۱۳ میں یہ بات گزری ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہیں، کیونکہ وہی بندوں کی دینی ضرورت

(۱) روضات: روضۃ کی جمع: سبزہ زار، ہری کیاری (۲) إلا: استثناء منقطع، بمعنی لیکن ہے (۳) لہی: سیمہ ہے، جیسے: إِنَّ أَمْرًا دَخَلَ النَّارَ فِي حُورَةٍ: ایک عورت لہی کی وجہ سے دوزخ میں گئی (روح) (۴) اعترف: کمانا، کہا جاتا ہے: فلان یقرِف لعلالہ۔ (۵) حسناً: محفول بہ یا تیز ہے۔

پوری کرتے ہیں۔ اب مشرکین سے سوال ہے: کیا تمہاری مورتیاں تمہاری یہ ضرورت پوری کرتی ہیں؟ کیا انھوں نے اللہ کے مشروع کئے ہوئے دین کے علاوہ کوئی دین مشروع کیا ہے؟ نہیں کیا! پھر وہ معبود کیسے ہو سکتی ہیں؟ معبود ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ مادی اور روحانی چارہ سازی کرے۔ اور مادی چارہ سازی کا سوال اس لئے نہیں کیا کہ مشرکین بدعہم خود اپنی مادی ضرورتیں خود ہی پوری کرتے ہیں، وہ اپنی عقل کو اپنی یہ ضرورت پوری کرنے کے لئے کافی سمجھتے ہیں، اس سلسلہ میں ان کو کسی کی چارہ سازی کی حاجت نہیں، مگر روحانی راہ نمائی تو عقل نہیں کر سکتی، اس کے لئے تو بالائی راہ نمائی کی ضرورت ہے، پس سوال ہے کہ تمہاری مورتیاں تمہاری یہ ضرورت پوری کرتی ہیں؟ نہیں کرتیں تو وہ معبود کیسے ہو سکتی ہیں؟

آیت کریمہ: ﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شُكِرُوا لَهُمْ مِمَّا نَمُنُّ بِمَا نَدْعُوهُ﴾

ترجمہ: کیا مشرکین کے لئے ایسے شرکاء ہیں جنھوں نے تجویز کیا ہو ان کے لئے ایسا دین جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی؟

تفسیر: شرکاء: ساجھی: یعنی مورتیاں اور وہ بندے جن کا پیکر (نظر آنے والی صورت) یہ مورتیاں ہیں یعنی ملائکہ، انبیاء اور اولیاء وغیرہ..... جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی: یعنی خود ساختہ: پس انبیائے کرام وحی کے ذریعہ جو دینی راہ نمائی کرتے ہیں: وہ نکل گئی۔

عذاب بھیج کر حق و باطل کا عملی فیصلہ نہ کرنے کی وجہ

مکہ کے مشرکین بات کسی طرح نہیں مانتے تھے، ایسی صورت میں اللہ کی سخت یہ ہے کہ عذاب آتا ہے، مخالفین تباہ ہو جاتے ہیں، اور مؤمنین بچ جاتے ہیں، مگر حسب عادت عذاب بھیج کر مشرکین و مؤمنین کے درمیان عملی فیصلہ نہیں کیا جا رہا، اس کی وجہ یہ ہے کہ علم ازل میں ایک بات مقدر ہے، اور وہ یہ ہے کہ یہی مخالفین ایک وقت کے بعد ایمان لے آئیں گے، اور خیر امت بن کر ایک دنیا کو سنبھالیں گے، اگر یہ بات طے نہ ہوتی تو ضرور عذاب آتا اور عملی فیصلہ کر دیا جاتا۔

آیت کریمہ: ﴿وَلَوْ كُنَّا كُفْرًا لَقَضَيْنَا إِلَيْكُمْ﴾

ترجمہ: اور اگر ایک قول فیصلہ نہ ہوتا تو ان (مؤمنین و مخالفین) کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا۔

جو مخالفین کفر و شرک پر مریں گے ان کو آخرت کے عذاب سے سابقہ پڑے گا

جب مخالفین پر عمومی عذاب نہیں آئے گا، کیونکہ وہ آئندہ اسلام قبول کرنے والے ہیں، پس جو مخالفین کفر و شرک پر مریں گے وہ سزا سے بچ جائیں گے، حالانکہ ان کو سزا ملنی چاہئے؟ اس کا جواب دیتے ہیں کہ وہ اگرچہ دنیا کے عذاب سے بچ جائیں گے، مگر آخرت کا عذاب ان کا انتظار کر رہا ہے، اس سے کسی طرح نہیں بچ سکتے، جب آخرت میں وہ اپنی

بد کرداریوں کا وبال دیکھیں گے تو سہم جائیں گے مگر وہ وبال بہر حال ان پر پڑ کر رہے گا، وہ اس سے بچ نہیں سکتے!
 آیت کریمہ: ﴿وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَكَفُّرٌ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ تَرَىٰ الظَّالِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا كَسَبُوا وَهُوَ وَاقِعٌ
 بِهِمْ ۝﴾

ترجمہ: اور مشرکوں کو آخرت میں ضرور دردناک سزا ملے گی، اور آپ مشرکوں کو دیکھیں گے ڈر رہے ہونگے ان اعمال کے وبال سے جو انھوں نے کئے ہیں، اور وہ وبال ان پر پڑ کر رہے گا!

مؤمنین جنت کے سبزہ زاروں میں شاد کام ہونگے

کافروں کو دنیا میں سزا ملتی تو مؤمنین کا کلیجہ ٹھنڈا ہوتا، مگر ایسا ہوگا نہیں! اس لئے نیک مؤمنین کو خوش خبری سناتے ہیں جو کفار کا ستم سہہ رہے ہیں کہ آخرت میں تمہاری خوب چاندی ہوگی، تم جنت کے سبزہ زاروں میں عیش کرو گے، وہاں جو چاہو گے نصیب ہوگا، اور یہ بڑا انعام ہے جس کی خوش خبری اللہ تعالیٰ نیک مؤمنین کو دیتے ہیں، اور اللہ کی بات سے کچی بات کس کی ہو سکتی ہے!

آیت کریمہ: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي رَوْحَاتٍ الْجَنَّاتِ ۚ لَهُمْ فِيهَا زَوْجَاتٌ وَهُمْ فِيهَا كَاظِمُونَ ۖ وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۖ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ۚ ذَٰلِكَ الَّذِي يُبَشِّرُ اللَّهُ عِبَادَهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۝﴾

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے، اور انھوں نے اچھے کام کئے وہ باغوں کے سبزہ زاروں میں ہونگے، ان کے لئے ان پروردگار کے پاس وہ ہے جو وہ چاہیں گے، یہی بڑا انعام ہے، اسی کی اللہ تعالیٰ بشارت دیتے ہیں اپنے ان بندوں کو جو ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کئے — روضات الجنات: اضافت بیان یہ بھی ہو سکتی ہے اور حقیقیہ بھی، بیان یہ جیسے خاتم فضیلت اس صورت میں سارا باغ سبزہ زار ہوگا، اور حقیقیہ کی صورت میں باغات کا خاص حصہ مراد ہوگا، کیونکہ باغ میں ہر جگہ سبزہ نہیں ہوتا، پس یہ خصوصیت در خصوصیت ہے۔

مخالفین سے بھڑی رشتہ کی رعایت کی درخواست

مکہ مکرمہ میں قریش آباد تھے، قریش: نضر بن کنانہ کی اولاد کو کہتے ہیں، مکہ کے تمام قبائل کے انساب نبی ﷺ کے اجداد سے جڑتے تھے، پس مکہ والے سارے جدی رشتہ سے نبی ﷺ کے قرابت دار تھے، وہی اسلام کے اولین مخاطب اور کثر مخالف تھے — اور اب جبکہ ان پر عمومی عذاب نازل ہوا ہے، اور مسلمان ان کی حیرہ دہشتوں سے تنگ آچکے ہیں: تو چارہ کیا ہے؟ اب ایک ہی راہ ہے کہ ان سے جدی رشتہ کا واسطہ دے کر رعایت کی درخواست کی جائے، شاید کچھ ڈھیلے

پڑیں، چنانچہ نبی ﷺ کی زبان سے یہ درخواست کرائی گئی۔

آیت کریمہ: ﴿قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ﴾

ترجمہ: آپ کہیں: میں تم سے (تبلیغ دین) پر کچھ بدلہ نہیں چاہتا، بجز رشتہ داری کی محبت کے! تفسیر: یعنی قرآن جیسی دولت تم کو دے رہا ہوں، اور ابدی نجات و فلاح کا راستہ بتلاتا اور جنت کی خوش خبری سناتا ہوں: یہ سب محض اوجہ اللہ ہے اس خیر خواہی اور احسان کا تم سے کچھ بدلہ نہیں مانگتا۔ صرف ایک بات چاہتا ہوں کہ تم سے جو میرے ایسی و خانہ دانی تعلقات ہیں: کم از کم اُن کو نظر انداز مت کرو، آخر تمہارا معاملہ اقارب اور شہ داروں کے ساتھ کیا ہوتا ہے؟ بسا اوقات اُن کی بے موقع بھی حمایت کرتے ہو، میرا کہنا یہ ہے کہ تم اگر میری بات نہیں مانتے نہ مانو، میرا دین قبول نہیں کرتے یا میری تائید و حمایت میں کھڑے نہیں ہوتے نہ سہی، لیکن کم از کم قرابت و رحم (ناتا) کا خیال کر کے ظلم و اذیت رسانی سے باز رہو، اور مجھ کو اتنی آزادی دو کہ میں اپنے پروردگار کا پیغام دنیا کو پہنچاتا رہوں، کیا اتنی دوستی اور فطری محبت کا بھی میں مستحق نہیں ہوں؟ (نوائے شبیری)

رعایت در رعایت کی ترغیب

اب ایک قاعدہ کلیہ بیان کرتے ہیں، جو مسلمانوں کے حق میں اور غیروں کے حق میں یکساں نافذ ہے، اس میں کفار کو رعایت در رعایت کی ترغیب دی ہے، یعنی قرابت کی محبت: ایذا رسانی اور ظلم و زیادتی سے روکتی ہے، لیکن اگر کوئی اس سے زیادہ نبی ﷺ اور مسلمانوں کے ساتھ حسن سلوک کرے تو اس کی نیکی ضائع نہیں ہوگی، دنیا و آخرت میں وہ نفع بخش ہوگی۔ چند مثالیں:

- ۱۔ نبی ﷺ کے چچا ابوطالب نے ہر نازک موڑ پر آپ کی حمایت کی ہے، پس ایمان تو ان کے لئے مقدر نہیں تھا، مگر آخرت میں وہ فتحوں تک آگ میں ہو گئے، یہ نبی ﷺ کی حمایت کا ان کو فائدہ پہنچے گا۔
- ۲۔ مطعم بن عدی: عہد مناف کے لڑکے نوفل کی اولاد میں تھے، اور رؤسا میں سے تھے، انھوں نے نبی ﷺ کے ساتھ دوا چھے سلوک کئے:

(الف) جب نبی ﷺ طائف تشریف لے گئے، اور طائف والوں نے بات نہ مانی تو آپ مطعم کی پناہ میں مکہ مکرمہ واپس آئے۔

(ب) جب مکہ والوں نے نبی ﷺ کا بایکاث کیا، اور تین سال گزر گئے، اور بنو ہاشم اور بنو مطلب جاں بلب ہو گئے تو اسی مطعم نے اس بایکاث کو ختم کرنے میں اہم رول ادا کیا۔

مگر اس کے لئے بھی ایمان مقدر نہیں تھا، مگر جب اس کے لڑکے جبیرؓ بدر کے قیدیوں کو بغیر عوض چھڑانے کے لئے مدینہ آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر بڑے میاں زندہ ہوتے، اور وہ مجھ سے ان گندوں کے بارے میں گفتگو کرتے تو میں سب کو مفت چھوڑ دیتا“ — یہ احسان شناسی ہے۔

۳۔ حبشہ والوں کا مسلمانوں پر احسان تھا، انھوں نے کٹھن حالات میں مسلمانوں کو نہاد دی تھی، چنانچہ نبی ﷺ نے امت کو حکم دیا: دَعُوا الْحَبَشَةَ مَا وَدَّعَوْكُمْ: جب تک حبشہ والے تم پر حملہ نہ کریں تم ان پر لشکر کشی نہ کرنا — یہ بھی احسان شناسی ہے، آج تک مسلمانوں نے حبشہ پر حملہ نہیں کیا۔

آیت کریمہ: ﴿وَمَنْ يَفْزِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْنًا إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ شَكُورٌ﴾

ترجمہ: اور جو شخص کوئی نیکی کرے گا ہم اس میں خوبی بڑھائیں گے، بے شک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے قدرداں ہیں!

تفسیر: مسلمان جب کوئی نیکی کرتا ہے تو اس کو دوسری نیکی کی توفیق ملتی ہے، یہ دنیا میں اللہ نے نیکی میں خوبی بڑھائی، حدیث میں ہے: ”ہمیشہ سچ بولو، اس لئے کہ سچ نیکی تک پہنچاتا ہے، اور نیکی جنت تک پہنچاتی ہے“ نیز نیک اعمال سے گناہ بھی معاف ہوتے ہیں: ﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُغْفِرُ السَّيِّئَاتِ﴾: نیک کام (نعمۃ اعمال سے) برائیوں کو مٹاتے ہیں، وہ بڑے بخشنے والے ہیں، رحمت حق بہانہ دی جوید، بہانہ بخشنے کے لئے بہانہ چاہئے، پوری قیمت نہیں چاہئے — اور آخرت میں اجر و ثواب کے اعتبار سے خوبی بڑھے گی، یہ اللہ کی قدر دانی ہے۔

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا، فَإِنْ يَشَأِ اللَّهُ يَخْتِمْ عَلَىٰ قَلْبِكَ، وَبِمَنْعِ اللَّهِ الْبَاطِلَ وَيُجِشُّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ، إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ، وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ، وَكَيَسِّرَ حَيْبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَبَرِّزُوا هُمْ مَنْ فَضَّلَهُ، وَالْكَافِرُونَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ

آمر (۱)	کیا	یَقُولُونَ	کہتے ہیں وہ:	افْتَرَىٰ	گھڑا ہے اس نے
---------	-----	------------	--------------	-----------	---------------

(۱) ام: محظوظ ہے، وہ کبھی صرف اضراب (اعراض) کے لئے آتا ہے، اس وقت ترجمہ: بلکہ ہوتا ہے، اور کبھی اس میں استفہام انکاری کے معنی بھی ہوتے ہیں، اس وقت ترجمہ: ”کیا ہوتا ہے، یہاں دونوں صورتیں ہو سکتی ہیں۔“

عَلَى اللَّهِ	اللہ پر	الْحَقُّ	برحق بات کو	وَيَعْلَمُ	اور جانتے ہیں
كَذِبًا	جھوٹ	بِكَلِمَتِهِ	اپنے فرمودات سے	مَا تَفْعَلُونَ	جو کرتے ہو تم
فَإِنْ	پس اگر	لَا تَعْلَمُ	بے شک وہ	وَيَسْتَجِيبُ	اور دعا قبول کرتے ہیں
يَشَاءُ	چاہیں	عَلَيْهِمْ	خوب جاننے والے ہیں	الَّذِينَ آمَنُوا	ان کی جو ایمان لائے
اللَّهُ	اللہ	بِذَاتِ الصُّدُورِ	سینوں کی باتوں کو	وَعَمِلُوا	اور کئے انھوں نے
يَعْلَمُ	(تو) مہر کرویں	وَهُوَ الَّذِي	اور وہی ہیں جو	الصَّالِحَاتِ	نیک کام
عَلَى قَلْبِكَ	تیرے دل پر	يَقْبَلُ	قبول کرتے ہیں	وَيَزِيدُهُمْ	اور زیادہ دیتے ہیں ان کو
وَيَنْصُرُ ^(۱)	اور مٹائیں گے	التَّوْبَةَ	توبہ	مَنْ قَضَاهُ	اپنے فضل سے
اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	عَنْ عِبَادِهِ	اپنے بندوں کی	وَالْكَافِرُونَ	اور انکار کرنے والے
الْبَاطِلِ	غلط بات کو	وَيَعْفُوا	اور معاف کرتے ہیں	لَهُمْ عَذَابٌ	ان کیلئے عذاب ہے
وَيُحِقُّ	اور ثابت کریں گے	عَنِ السَّيِّئَاتِ	برائیاں	مَشِيدًا	سخت

مخالفت کی اصل وجہ: ایک سنگین الزام

مکہ کے مشرکین مخالفت پر غلے ہوئے ہیں! جانتے ہو! اس کی اصل وجہ کیا ہے؟ وہ نبی ﷺ پر ایک سنگین الزام لگاتے ہیں، کہتے ہیں: اس شخص نے نبوت کا ڈھونگ رچا ہے، قرآن خود بناتا ہے اور اللہ کا نام لیتا ہے، یہ اللہ پر بہتان ہے، ایسے جھوٹے کو اس کے گھر تک پہنچانا چاہئے!

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یہ ایسا سنگین الزام ہے کہ الزام تراش کے دل پر مہر لگ سکتی ہے، اس کی ایمان کی صلاحیت ختم ہو سکتی ہے، جیسے سورۃ مریم کے آخری رکوع میں ہے کہ جو لوگ اللہ کے لئے اولاد مانگتے ہیں: یہ ایسی سنگین بات ہے کہ آسمان وزمین زریزہ بر ہو سکتے ہیں، اسی طرح بعض شرارتیں بھی دل سے ایمان کی جڑ اکھاڑ دیتی ہیں۔

پھر فرماتے ہیں کہ یہ غلط بات چلنے والی نہیں، اللہ تعالیٰ اس کو ناپود کر دیں گے، کیونکہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے، اور کاغذ کی ناؤ آج نہ ڈوبی کل ڈوبی اور برحق بات یعنی نبوت کی صداقت اور کلام اللہ کی حقانیت آشکارہ ہو کر رہے گی، خود

(۱) علی قلبک: میں الثقافت ہے، پہلے بقولون: جمع غائب آیا ہے، اب واحد مذکر حاضر کی ضمیر لائے ہیں اور مراد ان قائلین میں سے وہ ایک ہے جو الزام تراش ہے، اس کے دل پر مہر لگ سکتی ہے، دوسرے تو اس کے ظہورے ہیں (۲) یجمع کے آخر کا واو قرآنی رسم الخط میں نہیں لکھا گیا، اصل یجمعو ہے۔

کلام معجز اپنی صداقت ثابت کر کے رہے گا، اور اس کی خبریں جب واقعہ بنیں گی تو نبوت اور قرآن کی حقانیت ظاہر ہو کر رہے گی۔

پھر آخر میں فرماتے ہیں کہ تم جو الزام لگاتے ہو وہ دل کی بات پر یہ یارک (تبرہ) کرتے ہو، جبکہ سینوں کے عہد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، پھر ایسی جسارت کیوں کرتے ہو؟

نوٹ: ﴿فَإِنْ يَشَأْ اللَّهُ يُخْجِمْ عَلَىٰ قَلْبِكَ﴾ کی یہ تفسیر فقیری رحمہ اللہ نے کی ہے، اور آلوسی رحمہ اللہ نے اس کو روح المعانی میں نقل کیا ہے، اور پسند نہیں کیا، مگر میرے نزدیک یہی تفسیر متعین ہے۔

آیت کریمہ: ﴿أَمْ يَتَوَكَّلُونَ أَفْكَرَىٰ عَلَىٰ اللَّهِ كَذِبًا، فَإِنْ يَشَأْ اللَّهُ يُخْجِمْ عَلَىٰ قَلْبِكَ، وَيَنصُرْ اللَّهُ الْبَاطِلَ وَيُجِثِّ الْعَقَّ بِكَلِمَتِهِ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾

ترجمہ: کیا وہ لوگ کہتے ہیں کہ اُس نے اللہ پر جھوٹا بہتان باندھا ہے؟ پس اگر اللہ چاہیں تو تیرے دل پر مہر کر دیں — یہ وعید ہے، اس کا وقوع ضروری نہیں، مقصود الزام کی سنگینی بیان کرنا ہے — اور اللہ تعالیٰ غلط بات کو مٹائیں گے، اور برحق بات کو ثابت کریں گے اپنے فرمودات کے ذریعہ، بے شک وہ سینوں کی باتوں کو خوب جاننے والے ہیں۔

مخالفین کو ایمان کی دعوت اور مومنین کو دعا کی ترغیب

اب ان الزام لگانے والوں کو ایمان کی دعوت دیتے ہیں کہ اپنی حرکتوں سے باز آؤ، اللہ کی بارگاہ مایوسی کی بارگاہ نہیں، تم نے جو کچھ کیا ہے، سب اللہ کو معلوم ہے، تو بہ کر لو، سب برائیاں معاف کر دیں گے۔

اور نیک مومنین کو ترغیب دیتے ہیں کہ وہ ان مخالفین کے لئے ایمان کی دعا کریں، اللہ تعالیٰ ان کی دعائیں سنیں گے، اور ان کی برکت سے مخالفین کو دولتِ ایمان سے نوازیں گے، اور انہیں ایمان لائیں گے تو ان کے لئے سخت عذاب تیار ہے، تمہارا کچھ نقصان نہیں ہوگا، تم دعا کے اجر و ثواب سے محروم نہیں رہو گے، کیونکہ دعا خود عبادت ہے، اس کا صلہ تمہیں ضرور ملے گا۔

﴿وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ﴾ وَ كَيْسَتْ حَبِيبُ

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَبْتَغِئُهُمْ مِنْ فَضْلِهِ، وَالْكَافِرُونَ لَعْنٌ عَذَابٌ شَدِيدٌ ﴿۷﴾

ترجمہ: اور وہی ہیں جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتے ہیں، اور ان کی برائیوں سے درگزر فرماتے ہیں، اور جانتے ہیں جو تم کرتے ہو اور ان لوگوں کی دعائیں قبول کرتے ہیں جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے، اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ دیتے ہیں — یعنی دعا کی برکت سے ان کو ایمان ملے گا، اور اس کے علاوہ تمہیں دعا کرنے کا ثواب بھی ملے گا — اور انکار کرنے والوں کے لئے سخت عذاب ہے!

وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلَكِنْ يُنْزِلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَاءُ ۚ
 إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ ۝ وَهُوَ الَّذِي يُنْزِلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا
 وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ ۚ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ ۝ وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
 وَمَا بَيْنَهُمَا مِنْ ذَا بَيْنٍ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ جَمْعِهِمْ إِذَا يَشَاءُ قَدِيرٌ ۝

وَلَوْ	اور اگر	ربعبادہ	اپنے بندوں کی	وَمِنْ آيَاتِهِ	اور انکی نشانیوں میں ہے
بَسَطَ	پھیلا کر	خَبِيرٌ	خوب خبر رکھنے والے	خَلْقَ	پیدا کرنا
اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	بَصِيرٌ	خوب دیکھنے والے ہیں	السَّمَوَاتِ	آسمانوں
الرِّزْقَ	روزی	وَهُوَ الَّذِي	اور وہی ہیں جو	وَالْأَرْضِ	اور زمین کا
لِعِبَادِهِ	اپنے بندوں کے لئے	يُنْزِلُ	اتارتے ہیں	وَمَا بَيْنَ	اور یکھیرنا
لَبَغَوْا ^(۱)	(تو) ضرور شرارت کریں وہ	الْغَيْثَ	بارش	فِيهِمَا	دونوں میں
فِي الْأَرْضِ	زمین میں	مِنْ بَعْدِ	بعد	وَمِنْ ذَا بَيْنٍ ^(۲)	چلنے والی مخلوق کا
وَلَكِنْ	لیکن	مَا قَنَطُوا ^(۳)	آس توڑنے کے	وَهُوَ	اور وہ
يُنْزِلُ	اتارتے ہیں	وَيَنْشُرُ	اور پھیلاتے ہیں	كُلَّ جَمْعِهِمْ	ان کو اکٹھا کرنے پر
بِقَدَرٍ	انداز سے	رَحْمَتَهُ	اپنی مہربانی	إِذَا يَشَاءُ	جب چاہیں
مَّا يَشَاءُ ^(۴)	جو چاہتے ہیں	وَهُوَ الْوَلِيُّ	اور وہ کارساز	قَدِيرٌ	پوری قدرت رکھنے
إِنَّهُ	بے شک وہ	الْحَمِيدُ	ستودہ ہیں	وَالْأَرْضِ	والے ہیں

مکہ کے مالداروں کے لئے مومنین کی غریبی ایمان کی راہ کاروڑ اپنی ہوئی تھی

اللہ کی سنت یہ ہے کہ جب بھی کوئی ملت وجود میں آتی ہے تو معاشی حیثیت سے کمزور لوگ بڑھ کر اس کا استقبال کرتے ہیں، اور سربرآوردہ لوگ پیچھے رہتے ہیں، وہ نبی کی پیروی میں اپنی توہین محسوس کرتے ہیں، ان کی مونچھ پچی (۱) ابھنی (ض) بغیا: سرکشی، زیادتی، میانہ روی سے بڑھنے کی خواہش (۲) ماہشاء: بزل کا مفعول ہے (۳) ما قنطوا: مضاف الیہ، ما: مصدر یہ ہے (۴) کذابہ: چلنے والا، ریگنے والا، ذی حیات (فرشتوں کے پر ہیں مگر وہ چلنے بھی ہیں) اور ما: مصدر یہ ہے اور خلق پر معطوف ہے۔

ہو جاتی ہے، اور غریبوں کے ساتھ بیٹھنا ان کو گوارا نہیں ہوتا، مکہ کے مالداروں کے لئے بھی یہی چیز ایمان کی راہ کا روڑا بنی ہوئی تھی، ان کو سمجھاتے ہیں کہ مالدار اور غریب کا تعلق اللہ کی حکمت سے ہے، عزت و ذلت سے اس کا تعلق نہیں، پس یہ چیز ایمان کے لئے مانع نہیں بنی چاہئے۔

پھر یہ بات مثالوں سے واضح کی ہے:

پہلی مثال: بارش: نعمت (مال) کی مثال ہے، وہ ہر سال کم زیادہ برسی ہے، سب جگہ یکساں نہیں برسی، زمین کی حالت اور لوگوں کی حاجت کا لحاظ رکھا جاتا ہے، مضبوط زمین میں پانی زیادہ پڑتا ہے اور کمزور زمین میں کم، اور کبھی سخت قحط پڑتا ہے، اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ بارش سال بہ سال گھٹتی جاتی ہے، یہاں تک کہ بالکل نہیں ہوتی یا برائے نام ہوتی ہے، اور لوگ سخت پریشان ہو جاتے ہیں، پھر خوش حالی آتی ہے، اور خوب بارش ہوتی ہے، لوگ اللہ کی رحمت سے آسودہ ہو جاتے ہیں، جیسے یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں مصر میں سات سال کا کال پڑا، ہر سال بارش اور پیداوار گھٹتی گئی، پھر آٹھویں سال خوب ٹمن (زر) برسا، اور لوگ آسودہ ہو گئے، اور تجربہ یہ ہے کہ پچاس سال میں ایک مرتبہ ایسا سخت کال پڑتا ہے، مگر ساری زمین پر ایک ساتھ ٹمن پڑتا، علاقہ واری پڑتا ہے۔ یہی معاملہ مال و دولت کا ہے، سب لوگوں کو یہ نعمت یکساں نہیں ملتی، اور اس میں بندوں کی مصلحت پیش نظر ہوتی ہے، اس کا عزت و ذلت سے کچھ تعلق نہیں۔

دوسری مثال: اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی معاشی ضرورت پوری کرنے کے لئے آسمان و زمین بنائے ہیں، آسمان برستا ہے اور زمین اگاتی ہے، اس سے تمام مخلوقات کو روزی ملتی ہے، اور اللہ نے آسمان و زمین میں ملنے چلنے والی مخلوق ہر سو پھیلانی ہے، جن کو ان کی ضرورت کے مطابق روزی پہنچاتے ہیں، اسی سنت کے مطابق انسانوں کو بھی حسب مصلحت کم و بیش روزی پہنچاتے ہیں، اور یہ پھیلی ہوئی مخلوقات اللہ کی قدرت سے باہر نہیں، جب چاہیں گے سکندروں میں سمیٹ لیں گے۔

دولت کی عام فراوانی فساد کا سبب ہے

دنیا میں ہر فرد پر ہر قسم کے رزق کی اور ہر قسم کی نعمت کی فراوانی کر دی جائے تو فی فساد حد سے بڑھ جائے، اس لئے کہ دولت کی فراوانی کی وجہ سے نہ کوئی کسی کا محتاج رہے گا نہ کوئی کسی سے دبے گا، پھر دولت مندی کی ایک خاصیت یہ ہے کہ جتنی دولت ہوتی ہے اتنا ہی حرص و ہوس میں اضافہ ہوتا ہے، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کی املاک پر قبضہ جمانے کے لئے زور و بردی کا استعمال عام ہو جاتا ہے، لڑائی جھگڑے، سرکشی اور دوسری بد اعمالیاں حد سے بڑھ جاتی ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہر فرد کو ہر قسم کا رزق اور ہر قسم کی نعمت دینے کے بجائے ان نعمتوں کو اپنے بندوں پر اس طرح

تقسیم کیا ہے کہ کسی کے پاس مال و دولت زیادہ ہے، کوئی صحت و قوت میں دوسرے سے بڑھا ہوا ہے، کوئی حسن و جمال سے مالا مال ہے، کسی کے پاس علم و حکمت کی دولت دوسروں سے زیادہ ہے، غرض: ہر شخص کسی نہ کسی چیز کے لئے دوسرے کا محتاج ہے، اور اسی باہمی احتیاج پر تمدن کی عمارت قائم ہے (معارف القرآن صفحہ ۱۵)

اللہ تعالیٰ نعمتیں دیتے بھی مصلحت سے ہیں اور لیتے بھی مصلحت سے ہیں

اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں کہ کس شخص کے لئے کوئی نعمت کتنی مناسب ہے اور کوئی نقصان وہ ہے، لہذا اس نے ہر شخص کو مناسب نعمتیں دی ہیں، اور اگر کسی سے کوئی نعمت سلب کی ہے (یا نہیں دی) تو وہ اس کی اور پورے عالم کی مصلحت ہی کی بنا پر سلب کی ہے (یا نہیں دی) اور یہ مصلحت ہر فرد کی سمجھ میں آجائے یہ ضروری نہیں، کیونکہ ہر شخص اپنی معلومات کے دائرہ میں سوچتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پوری کائنات کی مصلحتیں ہیں۔

اس کی ایک نظیر: یہ ہے کہ حکومت ایک قانون بناتی ہے، جو بعض افراد کے خلاف پڑتا ہے، اس قانون کی وجہ سے اس کا نقصان ہوتا ہے، اس لئے وہ اپنے دائرہ میں سوچتا ہے اور حکومت کے اقدام کو غلط سمجھتا ہے، جبکہ وہ قانون ملک و قوم کے مفاد میں ہوتا ہے، اور جس کی نظر ملک و قوم کے حالات پر ہوتی ہے وہ اس اقدام کو مناسب سمجھتا ہے، اسی طرح رب کائنات جو پوری کائنات کا نظام چلا رہا ہے: اس کی حکمتوں کا احاطہ کون کر سکتا ہے؟ وہ کوئی نعمت کسی کو دیتا ہے یا لیتا ہے یا نہیں دیتا تو اس میں بھی مصلحت ہوتی ہے، یہ نکتہ ذہن میں رہے تو بہت سی الجھنوں سے نجات مل جائے گی۔

(ماخوذ از معارف القرآن)

تمام انسانوں کا مال و دولت میں مساوی ہونا نہ ممکن ہے نہ مطلوب اور نہ نظامِ عالم کی مصلحتیں اس

کا تقاضا کرتی ہیں (معارف)

سوال: اشتراکی (کیونسٹ) نظریہ پر عمل کرنے والے ملکوں میں سب لوگ معیشت میں برابر ہوتے ہیں، اور وہاں کوئی بگاڑ پیدا نہیں ہوتا!

جواب: وہ لوگ ناداری میں برابر ہوتے ہیں، مالدار میں برابر نہیں ہوتے، اور بگاڑ مالدار میں مساوات سے پیدا ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں: وہ مساوات دکھاوے کی ہے یا صرف دعویٰ ہے، آپ چین اور روس جا کر دیکھیں: ایک وزیر اور ایک عام آدمی معیشت میں برابر نہیں، وہاں بھی احتیاج ہے، ایک دوسرے کا محتاج ہے۔

سوال: جنت میں سب لوگ نعمتوں میں ہونگے، اور وہاں کوئی فساد نہیں ہوگا!

جواب: وہاں حرص وہوس نہیں ہوگی، اس لئے کوئی بگاڑ نہیں ہوگا، فساد کی جزا (حرص) ہے۔

سوال: اس دنیا میں بھی آرزو ختم کر کے سب کو نعمتوں میں برابر کر دیا جائے تو کیا حرج ہے؟

جواب: یہ دنیا خیر و شر کا مجموعہ ہے، یہاں ایثار کے ساتھ حرص ہے، اور یہ اس عالم کا مقتضی ہے اور جنت خیر محض ہے، وہاں متضاد صلاحیتیں نہیں ہوگی، اس لئے وہاں بگاڑ پیدا نہیں ہوگا، سب لوگ نعمتوں میں سرشار (مست) ہونگے۔

اس کی ایک نظیر: یہ ہے کہ اس دنیا میں نسیان (بھول) ایک نعمت ہے، اسی کے سہارے لوگ پنپ رہے ہیں، بڑا نقصان ہو جاتا ہے تو آدمی کا برا حال ہو جاتا ہے مگر چند دن کے بعد آدمی صدمہ بھول جاتا ہے، اور زندگی نارمل (معمول کے مطابق) ہو جاتی ہے۔ آخرت میں اس نعمت کی ضرورت نہیں رہے گی، پس وہاں پہنچ کر ہر بات یاد آ جائے گی:

﴿يَوْمَ يَنْذَعُ الْإِنْسَانُ مَا صَعِيَ﴾: اس دن انسانوں کو سب کیا کرایا یاد آ جائے گا [النازعات ۳۵]

آیت کریمہ: ﴿وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلَكِنْ يُنْزِلُ بِقَدَرٍ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ﴾

ترجمہ: اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے (سب) بندوں کے لئے روزی کشادہ کر دیتے تو وہ ضرور زمین میں شرارتیں کرتے، لیکن اللہ تعالیٰ (روزی) اتارتے ہیں اندازے سے جتنی چاہتے ہیں، بے شک وہ بندوں (کے احوال) سے خوب واقف دیکھنے والے ہیں!

جب لوگ بارش سے مایوس ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ رحمت کی بارش برساتے ہیں

ظاہری اسباب و حالات پر نظر کر کے جب لوگ بارش سے ناامید ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ رحمت کی گھٹنا بھیجتے ہیں جو چاروں طرف پھیل جاتی ہے اور خوب برقی ہے اور بندے جان لیتے ہیں کہ اسباب رزق اللہ کے قبضہ میں ہیں اور جس طرح وہ روزی ایک خاص اندازہ سے عطا فرماتے ہیں بارش بھی خاص اوقات اور خاص مقدار میں برساتے ہیں۔

آیت کریمہ: ﴿وَهُوَ الَّذِي يُنْزِلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ ۚ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ﴾

ترجمہ: اور وہی ہیں جو بارش برساتے ہیں لوگوں کے ناامید ہو جانے کے بعد — یعنی سخت کال کے بعد —

اور اپنی رحمت پھیلاتے ہیں — عطف تفسیری ہے، بارش اور رحمت ایک ہیں — اور وہی کار ساز ستودہ ہیں!

آیت کریمہ: ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا مِنْ ذَاتَاتٍ ۚ وَهُوَ عَلِيمٌ

بِغَيْبِهِمْ إِذَا يَشَاءُ ۚ قَدِيرٌ﴾

ترجمہ: اور اللہ کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا ہے — یعنی مخلوق کو روزی پہنچانے کے لئے اللہ

تعالیٰ نے اسباب مایہ اور ارضیہ پیدا کئے ہیں — اور دونوں میں چلنے والی مخلوق کا پھیلا تا ہے — یعنی ان اسباب سے ان پھیلی ہوئی مخلوق کو روزی پہنچاتے ہیں — اور وہ ان کو سینے پر جب چاں ہیں قادر ہیں — بکھری ہوئی مخلوق کو قیامت کے دن اکٹھا کریں گے۔

وَمَا أَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ ۖ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۚ وَمِنْ آيَاتِهِ الْجَوَادِ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ۚ إِنَّ يَشَاءُ يُسْكِنِ الرِّيحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلَى ظَهْرِهِ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ۚ أَوْ يُوقِفُهُنَّ بِمَا كَسَبُوا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيرٍ ۚ وَيَعْلَمَ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِنَا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِصٍ ۝

وَمَا	اور جو	وَمَا لَكُمْ	اور نہیں ہے تمہارے لئے	يُسْكِنِ	تھا دیں
أَصَابَكُمْ	پہنچی تمہیں	مِّنْ دُونِ اللَّهِ	اللہ کے سوا	الرِّيحَ	ہوا کو
مِّنْ مُّصِيبَةٍ	کچھ مصیبت	مِّنْ وَلِيٍّ	کوئی کام نہ کرنے والا	فَيَظْلَلْنَ	پس ہو کر رہ جائیں
فَبِمَا كَسَبَتْ ^(۱)	پس یہ سب کمائی	وَلَا نَصِيرٍ	اور نہ کوئی مدد کرنے والا	رَوَاكِدَ ^(۲)	ٹھہری ہوئیں
أَيْدِيكُمْ	تمہارے ہاتھوں کے	وَمِنْ آيَاتِهِ	اور اس کی نشانیوں میں	عَلَى ظَهْرِهِ	اس کی پیٹھ پر
وَيَعْفُوا	اور درگزر کرتے ہیں	إِنَّ فِي ذَلِكَ	سے ہیں	لَآيَاتٍ	بے شک اس میں
عَنْ كَثِيرٍ ^(۲)	بہت سے (گناہوں)	لِكُلِّ صَبَّارٍ	کشتیاں	شُكُورٍ	یقیناً نشانیاں ہیں
وَمَا أَنْتُمْ	اور نہیں ہو تم	فِي الْبَحْرِ	سمندر میں	أَوْ يُوقِفُهُنَّ ^(۴)	ہر صبر شعار
بِمُعْجِزِينَ	ہرانے والے	كَالْأَعْلَامِ ^(۳)	پہاڑوں جیسی	لَآيَاتٍ	شکر گزار کے لئے
فِي الْأَرْضِ	زمین میں	إِنَّ يَشَاءُ	اگر چاہیں وہ	يُوقِفُهُنَّ	یا ہلاک کر دیں ان کو

(۱) لہذا: ف جزائیہ، ب سیہ، ما مصدریہ ہے (۲) عن کثیر: اى من الذنوب۔ (۳) الجوار: البحار کی جمع: کشتی، پانی کا جہاز (۴) اعلام: علم کی جمع: پہاڑ (۵) يظللن: فعل مضارع ناقص، صیغہ جمع مؤنث غائب: وہ ہو جائیں۔ (۶) روا اکند: روا اکد کی جمع: ایستادہ، کھڑی ہوئی، فعل ناقص کی خبر ہے (۷) یوقف: مضارع، واحد مذکر غائب، ایباقی (افعال): ہلاک کرنا، یوقف (ض) یوقف: ہلاک ہوتا۔

رَبَّنَا كَسَبُوا	لوگوں کی کرتوتوں کی	وَيَعْلَمُ ^(۲)	اور جانتے ہیں وہ	مَا ^(۳)	نہیں ہے
وَيَعْفُ	وجہ سے	الَّذِينَ	ان کو جو	لَهُمْ	ان کے لئے
عَنْ كَثِيرٍ ^(۱)	اور معاف کرتے ہیں وہ	يُجَادِلُونَ	جھگڑتے ہیں	وَمِنْ مَّعْجِنٍ	کوئی جائے پناہ
	بہت سے (لوگوں کو)	فِي آيَاتِنَا	ہماری آیتوں میں		

مکذبین جب مصائب سے دوچار ہوتے ہیں تو وہ اس کو نبی کی محسوس سمجھتے ہیں

اللہ کی ایک سنت یہ ہے کہ جب کوئی نئی مبعوث کئے جاتے ہیں، اور لوگ مکذیب سے پیش آتے ہیں تو تنبیہ کے لئے بیماری، قحط سالی اور مختلف قسم کی سختیاں اور تکلیفیں مسلط کی جاتی ہیں، تاکہ مکذبین ڈھیلے پڑیں اور شرارتوں سے باز آئیں، سورۃ الاعراف (آیت ۹۴) میں اس کا ذکر ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ إِلَّا أَخْلَدْنَا أَهْلَهَا بِالنَّاسِ وَالضَّرَآءِ لَعَلَّهُمْ يَضُرَّوْنَ﴾ اور کسی بستی میں ہم نے کوئی نبی نہیں بھیجا مگر وہاں کے باشندوں کو سختی اور پریشانی میں پکڑا کہ شاید وہ عاجزی اختیار کریں۔

مگر ہوتا یہ ہے کہ مکذبین پیش آمدہ حالات کو نبی کی اور مومنین کی محسوس سمجھتے ہیں، وہ کہتے ہیں: ہم پہلے آرام چین کی زندگی بسر کر رہے تھے تم نے آ کر رنگ میں بھگ ڈال دیا، میں شریف میں تین رسولوں کی سرگذشت ہے، لوگوں نے ان سے کہا تھا: ﴿إِنَّا نَعْتَدُكَ بِحُكْمٍ﴾ ہم تو تم کو محسوس سمجھتے ہیں! تمہارے نامہاں قدم کیا آئے کہ ہم مصائب میں مبتلا ہو گئے! مکہ کے مکذبین بھی جب مصائب سے دوچار ہوئے تو انھوں نے بلاء نبی ﷺ اور مومنین کے سر ڈالی، ان آیات میں ان سے کہا جا رہا ہے کہ مصائب تو تمہارے کرتوتوں کا نتیجہ ہیں، اور تمہاری بہت سی حرکتوں سے اللہ تعالیٰ نے درگزر کیا ہے، مگر آگے ان کی بھی سزا ملے گی، تم نہ خشکی میں کہیں بھاگ کر فرج کئے ہو نہ سمندر میں کہیں سفر کر کے جاسکتے ہو، زمین تمہیں نکل سکتی ہے، اور کشتیاں تمہاری ڈوب سکتی ہیں، پانی میں جو بڑے بڑے جہاز نظر آتے ہیں وہ اللہ کے رحم و کرم پر چل رہے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ ہوا کو روک دیں تو یہ دیو پیکر جہاز کھڑے کے کھڑے رہ جائیں، اور چاہیں تو ان کو غرقاب کر دیں — اور سنو! اللہ کی باتوں میں بکھیر ڈالنے والوں کو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں، ان کو اللہ سے بچ کر کہیں پناہ نہیں مل سکتی!

آیت کریمہ: ﴿وَمَا أَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ ۖ وَمَا أَنتُمْ بِمُعْجِزِينَ

(۱) عن کثیر: ای من الناس (۲) یعلم: مقدر پر معطوف ہے ای یذکر فہم لیتنبہم منہم و یعلم (جلالین) اور الذین یفعلون (۳) کما: مشابہ نہیں ہے اور جملہ مستقلہ ہے۔

فِي الْأَرْضِ ۖ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿٦٠﴾

ترجمہ: اور تم کو — اے تکذیب کرنے والو! — جو کوئی مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے لئے ہوئے کاموں کا نتیجہ ہے — یعنی تمہاری بعض شرارتوں کی سزا ہے — اور بہت (سی حرکتوں) سے تو وہ درگزر ہی کر جاتے ہیں! — ابھی سزا نہیں دیتے — اور تم زمین میں — یعنی خشکی میں — بھاگ کر ہرانے والے نہیں اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی حامی ہے نہ مددگار!

آیت کریمہ: ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ۝ إِنَّ يَتْلُو تِلْكَ آيَاتِ الْكِتَابِ لَذِكْرٌ لِّلرَّجِيءِ ۖ فَيُظَلِّمُونَ دَوَائِدَهُمْ ۖ وَكَذَلِكَ عَلَى ظَهْرِهِ أَنِ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ۝﴾

ترجمہ: اور اللہ (کے قابو یافتہ ہونے) کی نشانیوں میں سے کشتیاں ہیں، (جو چل رہی ہیں) سمندر میں (جو) پہاڑوں کی طرح (نظر آتی ہیں) اور اگر اللہ چاہیں تو ہوا کو روک دیں، پس کشتیاں سمندر کی سطح پر کھڑی کی کھڑی رہ جائیں، بے شک اس میں ہر صبر شعار شکر گزار کے لئے نشانیاں ہیں۔

تفسیر: پہاڑوں کی طرح — یعنی جیسے مین کی سطح پر پہاڑ ابھرے ہوئے ہیں سمندر کی سطح پر بڑے بڑے جہاز ابھرے ہوئے نظر آتے ہیں (نوائد) — ہوا کو روک دیں — یعنی ہوا بھی اللہ کے قبضہ میں ہے، اگر ہوا کو ٹھہرا رکھیں، چلنے نہ دیں تو تمام بادبانی جہاز دریا کی پیٹھ پر جہاں کے تہاں کھڑے رہ جائیں، غرق پانی اور ہوا سب اس کے زیر فرمان ہیں (نوائد) — دریائی سفر میں موافق اور ناموافق دونوں قسم کے حالات سے سناجھ پڑتا ہے، اس لئے بہت ضروری ہے کہ انسان موافق حالات پر شکر، اور ناموافق حالات پر صبر کرتا ہو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور نعمت کو پہچانے (نوائد)

باقی ترجمہ: یا ان کشتیوں کو لوگوں کے اعمال کے سبب تباہ کر دیں، اور بہت سے لوگوں سے تو درگزر کر جاتے ہیں، اور ان لوگوں کو جانتے ہیں جو ہماری آجوں میں جھگڑتے ہیں، ان کے لئے کوئی بچاؤ کی جگہ نہیں!

فَمَا أَوْتِيتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَّاءُ الْحَيَوةِ الدُّنْيَا ۖ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَجْزَلٌ ۖ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ وَالَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبِيرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ ۝ وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ ۖ وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۝ وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُونَ ۝ وَجَزَا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۖ فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ لَا

يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۚ وَلَكِنْ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَٰئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيلٍ ۚ إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۚ وَلَكِنْ صَبَرْ وَعَفِّرْ إِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ۝

ج ۱

فَمَا	پس جو	وَلَا ذَا مَا ^(۲)	اور جب	أَصَابَهُمْ	پہنچی ان کو
أُوتِيْتُمْ	دیئے گئے تم	عَصَبُوا	غضبناک ہوتے ہیں	الْبُعَى	زیادتی
مِنْ شَيْءٍ	کوئی بھی چیز	هُمْ	وہ	هُمْ	وہ
فَمَتَّاءُ	پس متنے کا سامان ہے	يَغْفِرُونَ	معاف کر دیتے ہیں	يَنْتَصِرُونَ	بدلہ لیتے ہیں
الْمُجُوعِ الدُّنْيَا	دنوی زندگی میں	وَالَّذِينَ	اور ان لوگوں کیلئے جنہوں نے	وَجَزَّوْا	اور بدلہ
وَمَا عِنْدَ اللَّهِ	اور جو اللہ کے پاس ہے	اسْتَجَابُوا ^(۳)	حکم مانا	سَيِّئَاتِهِ	برائی کا
حَذِيرٌ	(دو) بہتر	لِرَبِّهِمْ	اپنے رب کا	سَيِّئَةٍ	برائی ہے
وَ أَتَقَفُّ	اور دیر پا ہے	وَأَتَا مُوَا	اور اہتمام کیا انہوں نے	وَتَشْلُهَا	اس کے ماتم
لِلَّذِينَ	ان لوگوں کے لئے جو	الضَّلَوةَ	نماز کا	فَمَنْ عَقَا	پس جس نے معاف کیا
أَمَنُوا	ایمان لائے	وَأَهْرَهُمْ	اور ان کا کام	وَأَصْلَحَ	اور سنوارا
وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ	اور اپنے رب پر	شُورَى ^(۴)	مشورہ سے ہوتا ہے	فَأَجْرُهُ	پس اس کا ثواب
يَبْتَوِيكَوْنُ	بھروسہ کرتے ہیں	بَيْنَهُمْ	ہا ام	عَلَى اللَّهِ	اللہ پر ہے
وَالَّذِينَ ^(۱)	اور ان لوگوں کے لئے جو	وَمِمَّا	اور اس میں سے جو	لَانَّهُ	بے شک وہ
يَجْتَنِبُونَ	بچتے ہیں	رَكَرَهُمْ	روزی دی ہم نے ان کو	لَا يُحِبُّ	جس پسند کرتے
كِبَارِهِ	بڑے	يُنْفِقُونَ	خرچ کرتے ہیں	الظَّالِمِينَ	ظالموں کو
الْإِثْمِ	گناہوں سے	وَالَّذِينَ	اور ان لوگوں کے لئے جو	وَلَكِنْ	اور البتہ جس نے
وَالْفَوَاحِشَ	اور بے حیائی کے کاموں سے	إِذَا	جب	انْتَصَرَ	بدلہ لیا

(۱) یہ اللہ اور بعد والے اللہ معطوف ہیں پہلے اللہ پر (۲) إذا ما میں ماضی اندہ (۳) استجاب لہ: کہا ماننا، قبول کرنا،
لیک کہا (۴) شوری: مصدر ہے: مشورہ کرنا۔

بَعْدَ ظُلْمِهِ ^(۱)	اس ظلم کئے جانے کے بعد	يُظْلِمُونَ	ظلم کرتے ہیں	الْيَوْمَ	اور تاک
فَأُولَٰئِكَ	پس وہ لوگ	النَّاسُ	لوگوں پر	وَلَكِنَّ	اور البتہ جس نے
مَنَا عَلَيْهِمْ	نہیں ہے ان پر	وَيَنْبَغُونَ	اور چاہتے ہیں	صَدْرُ	ممبر کیا
فَمَنْ سَبِيلِ	کوئی راہ	فِي الْأَرْضِ	زمین میں	وَعَقَرُ	اور معاف کیا
إِنَّمَا	سوائے اس کے نہیں	بِغَيْرِ الْحَقِّ	ناحق بات	لَاقَ ذَلِكَ	بے شک یہ بات
السَّيِّئُ	(کے) راہ	أُولَٰئِكَ	یہ لوگ	لَكِنَّ عَذْرَ	البتہ مضبوط امور میں
عَلَى الَّذِينَ	ان لوگوں پر ہے جو	كُفُّوا عَذَابَ	ان کیلئے عذاب ہے	الْأُمُورِ	سے ہے

دنیا کی چیزیں چند روزہ استعمال کے لئے ہیں

گذشتہ آیات میں مکرین سے کہا تھا کہ نہ خشکی میں بھاگ کر اللہ کو ہراستے ہو، نہ تری میں تیر کر اللہ سے فک سکتے ہو، تمہاری کشتیاں غرقاب ہو سکتی ہیں، اب تر تری کر کے فرماتے ہیں کہ تم اپنی جگہ بھی بچے ہوئے نہیں ہو، تمہیں دنیا میں جو بھی چیزیں دی گئی ہیں وہ چند روزہ استعمال کا سامان ہیں، دنیا میں انسان کو بدن اور مال سامان ملتا ہے کیونکہ روح تو عالم ارواح سے آتی ہے، جو گذر جاتی ہے، عالم بزرخ میں پہنچ جاتی ہے، البتہ بدن مٹی سے بنا ہے، وہ اس عالم کی چیز ہے، اور چونکہ اس دنیا کی زندگی مختصر ہے اس لئے بدن کمزور بنا ہے، اسی طرح انسان کو جو مال سامان ملا ہے وہ بھی دیر پا نہیں، یہاں کی ہر چیز ناپائدار ہے، مختصر وقت کے بعد آدمی راہی ملک عدم ہو جاتا ہے، اور مال سامان بھی ایک وقت کے بعد ختم ہو جاتا ہے، پس مکذبین کس چیز پر نازاں ہیں؟ اور کس مدتے (طاقت) پر کودتے ہیں، ان کا بدن اور مال کئی روز کا ہے؟ غرض وہ اپنی جگہ میں بھی اللہ کی گرفت سے بچے ہوئے نہیں ہیں۔

آخرت کی نعمتیں بہتر اور دیر پا ہیں، اور وہ اُن مومنین کے لئے ہیں جن میں آٹھ باتیں ہوتی ہیں

قیامت کے دن جب نئی زندگی شروع ہوگی تو بدن اسی مٹی سے دوبارہ بنیں گے، اور بڑے ڈیل ڈول کے نہایت قوی اور مضبوط بنیں گے، ہر شخص کا قد ساٹھ ہاتھ کا ہوگا، اور اسی قدر موٹا بھی ہوگا، اس لئے وہ بدن ہمیشہ چلے گا، کمزور نہیں پڑے گا، اور جنت کی نعمتیں بھی دائمی ہیں، کبھی ختم نہیں ہوگی، مگر وہ ان مومنین کے لئے ہیں جن میں آٹھ باتیں ہوں:

پہلی بات: — وہ اللہ پر بھروسہ کریں — مکی دور میں مخالفت زوروں پر تھی، مسلمان دے ہوئے تھے، اور دور ابتلاء کب ختم ہوگا یہ معلوم نہیں تھا، ایسے وقت میں آسر اللہ ہی کا تھا، ایسے وقت میں اللہ پر بھروسہ کی زیادہ ضرورت ہوتی (۱) ظلم: مصدر مجہول مضاف ہے، عربی میں مصدر معروف اور مصدر مجہول میں فرق نہیں ہوتا، قرآن سے فرق پہچانا جاتا ہے۔

ہے، چنانچہ سب سے پہلے یہی وصف ذکر کیا کہ مسلمان اللہ پر بھروسہ کریں، وہ سب کچھ ٹھیک کر دیں گے۔

دوسری بات: — وہ بڑے گناہوں سے اور بے حیائی کے کاموں سے بچ رہیں — متفق علیہ روایت میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچو؟“ لوگوں نے دریافت کیا: وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: (۱) اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا (۲) جادو (کرنا کرنا) (۳) ناحق کسی کو قتل کرنا (۴) سود لینا (۵) یتیم کا مال کھانا (۶) جہاد میں جب مڑھیں ہو پیٹھ پھیرنا (۷) پاک دامن مسلمان گناہ سے بے خبر عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا“ (مشکوٰۃ ۵۲) اور دوسری متفق علیہ روایت میں ہے: ایک شخص نے پوچھا: اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کا شریک ٹھہرانا، اور حالیکہ اس نے تم کو پیدا کیا ہے“ — یعنی دوسرا کوئی پیدا کرنے والا نہیں، پھر کوئی اللہ کا شریک کیسے ہو سکتا ہے؟ — سائل نے پوچھا: پھر کونسا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا: ”اپنی اولاد کو مار ڈالنا اس ڈر سے کہ اس کو کھلانا پڑے گا“ سائل نے پوچھا: پھر کونسا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا: ”اپنے بڑی کی بیوی سے بدکاری کرنا“ (مشکوٰۃ ۳۹) اس کے بعد جاننا چاہئے کہ کبار کی تعداد روایات میں مختلف آئی ہے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں:

”حق بات یہ ہے کہ کبار کی تعداد متعین نہیں۔ ان کو حد (تعریف) ہی سے پہچانا جاسکتا ہے کہ جس کام پر قرآن کریم میں اور احادیث صحیحہ میں جہنم کی وعید آئی ہے یا اس پر سزا مقرر کی گئی ہے یا نصوص میں اس کو کبیرہ کہا گیا ہے یا اس کے مرتکب کو طے سے خارج قرار دیا گیا ہے یا اس کی خرابی ان گناہوں سے بڑھی ہوئی ہے یا ان کے برابر ہے جن کے کبیرہ ہونے کی رسول اللہ ﷺ نے صراحت فرمائی ہے“

اور واحدی رحمہ اللہ نے تعداد متعین نہ ہونے کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ اگر کبار کی تعداد متعین کر دی جاتی تو لوگ صفائے کار کا رکاب شروع کر دیتے، اور ان کو جائز سمجھ لیتے کہ یہ تو معمولی گناہ ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے بندوں سے کبار کی تعداد مخفی رکھی تاکہ لوگ ہر منیٰ عنہ سے بچیں، یہ خیال کر کے کہ کہیں وہ کبیرہ کا ارتکاب نہ کر بیٹھیں۔ جیسے صلوة ہوسطی کا، شب قدر کا اور جمعہ کے دن قبولیت کی گھڑی کا علم مخفی کر دیا گیا ہے، تاکہ لوگ ہر نماز کو درمیان نماز خیال کر کے اس کا اہتمام کریں اور رمضان کی ہر رات میں شب قدر کو تلاش کریں اور جمعہ کے دن بوقت نماز بھی، عصر کے بعد بھی اور دیگر ساعات میں بھی دعا کریں (روح المعانی ۵: ۱۷۷)

اور فلو احش: فاحشہ کی جمع ہے: ہر بری بے شرمی کی بات یا کام، جیسے زنا، افلاہ، چٹائی، گالی گلوچ وغیرہ، علماء سے اس کے معنی بھی مختلف مروی ہیں، جیسے حد سے بڑھی ہوئی بدی، ایسی بے حیائی جس کا اثر دوسروں پر پڑے۔

تیسری بات: — جب سخت غصہ آئے تو معاف کریں — کئی دور میں کھری کھری سنانے کی کوئی صورت نہیں تھی، مسلمانوں کا ہاتھ دبا ہوا تھا، اور مخالفین کبھی بے ہودگی پر اتر آتے تھے، پس سخت غصہ آ جاتا تھا، تاہم اس وقت

مصلحت کا تقاضا یہ تھا کہ معاف کر دیا جائے۔

چوتھی بات: — اللہ کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنا — احکام بتدریج نازل ہو رہے تھے اور بعض احکام ہماری معلوم ہوتے تھے، جیسے سورۃ البقرۃ کی (آیت ۲۸۴) نازل ہوئی ﴿وَاِنْ تَبَلَّوْا مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تَخْشَوْهُ يَخَابِسْكُمْ بِهٖ اللّٰهُ﴾ اور اگر ظاہر کرو گے اپنے جی کی بات یا چھپاؤ گے اس کو حساب لیں گے اللہ تعالیٰ اس کا تم سے۔ یہ آیت صحابہ پر بھاری پڑی، انھوں نے نبی ﷺ سے شکوہ کیا، آپؐ نے فرمایا: *اسمعنا و اطعنا* ہو، چنانچہ کہا، پس ہمیشہ دل میں یہ جذبہ رہنا چاہئے کہ اللہ کا جو بھی حکم آئے گا، ہم فوراً اس کو قبول کریں گے، چاہے ہمارا جی نہ چاہے۔

پانچویں بات: — نماز کا اہتمام کرنا — عباداتِ بدنیہ میں سب سے اہم نماز ہے، وہ دین کا بنیادی ستون ہے، اور جو نماز کا اہتمام کرتا ہے وہ دیگر اوسر کا بھی اہتمام کرتا ہے، نیز کٹھن حالات میں نماز سے ڈھارس بھی بندھتی ہے، اور یہ سورت سخت حالات میں نازل ہوئی ہیں، اس وقت نماز سے مدد لینے کی خاص ضرورت تھی۔

چھٹی بات: — باہمی مشورہ سے کام کرنا — مشورہ سے کام کرنا اللہ کو پسند ہے، دین کا ہو یا دنیا کا، البتہ مشورہ کی ضرورت ان کاموں میں ہے جو عہدِ قائم بالشان ہوں، اور جو قرآن و سنت میں منصوص نہ ہوں، جو چیز منصوص ہو اس میں رائے اور مشورہ کے کوئی معنی نہیں، اور ہر چھوٹے بڑے کام میں اگر مشورہ ہوا کرے تو کوئی کام نہ ہو سکے (فوائد) جاننا چاہئے کہ یہ سورت کئی دور کے وسط میں نازل ہوئی ہے اس وقت تک مکہ مکرمہ غیر اسلامی ملک تھا، اقتدار اعلیٰ مسلمانوں کے ہاتھ میں نہیں تھا، غیروں کے ہاتھ میں تھا، ایسے ملک میں مسلمان اپنے معاملات باہمی مشورہ سے طے کریں گے، فقہ میں جزیہ ہے *يَقْضِيْهِ الْقَاضِي قَاضِيًا بَتَوَاضِعِ الْمُسْلِمِيْنَ* مسلمان باہمی مشورہ سے قاضی مقرر کر سکتے ہیں، اسی طرح مساجد کے ائمہ، جمعہ کا امام اور امیر بھی مقرر کر سکتے ہیں، اگرچہ امیر کو قوت نافذہ حاصل نہیں ہوگی، مگر مسلمان اپنے اوپر کسی کو اختیار دے کر چھوٹے موٹے معاملات نمٹا سکتے ہیں، غیر اسلامی ملک میں اس طرح معاملات طے کرنا اس آیت سے ماخوذ ہے۔

ساتویں بات: — خیر خیرات کرنا — مکی سورتوں میں زکات کا لفظ مطلق اتفاق کے معنی میں استعمال ہوا ہے، شروع میں اسلام قبول کرنے والے معیشت کے اعتبار سے کمزور تھے، اس لئے اس وقت خیر خیرات کی ضرورت تھی، اسی زمانہ میں حکم دیا تھا کہ اپنی ضرورت سے جو بچے اسے خرچ کیا کرو (البقرہ ۲۱۹)

آٹھویں بات: — عظیم کا برابر کا بدلہ لے سکتے ہیں مگر معاف کرنا باعثِ اجر ہے — پہلے یہ بات جان لیں کہ غصہ کسی بات پر آتا ہے، کوئی بدکلامی یا یہودگی کرتا ہے تو پارا پڑھ جاتا ہے، اور ترکی بہ ترکی جواب دے سکتا ہے، مگر غصہ پل جاتے اور معاف کر دے تو اچھی بات ہے، اس کا ذکر تیسری بات میں آگیا — اور عظیم: حق تلفی کا نام ہے، جانی یا مالی

نقصان پہنچانا ظلم ہے، اس کا بدلہ لینے کی اجازت ہے، بشرطیکہ برابر سراسر کا بدلہ ہو، بدلہ لینے میں زیادتی نہ کرے، اور معاف کر دے تو اس سے بہتر کیا بات ہو سکتی ہے؟ معاف کرنے سے باہمی تعلقات سنور جاتے ہیں، اور آخرت میں اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرماتے ہیں۔

ظلم کا بدلہ لینے کی اجازت پر ایک سوال کا جواب

سوال: ظلم کا بدلہ لینے سے نقصان ڈبل ہو جائے گا، کسی نے کسی کا ظلم کیا تو اس کا بدلہ دیا، اب اگر مظلوم قصاص میں اس کا ہاتھ کاٹے گا تو وہ ہاتھ کٹے، یک نہ شد و شد!

جواب: اس کی ذمہ داری ظالم پر ہے، مظلوم پر نہیں، مظلوم کا ہاتھ گیا، اب بدلہ بھی نہ لے سکے تو اس کا وہ ہر نقصان ہوگا، اور ظالم کا جو ہاتھ کٹا وہ اس کے ظلم کا بدلہ ہے، اس میں مظلوم کا کیا قصور؟ مگر معاف کرنا ہمت کا کام ہے، اپنا وہ ہر نقصان برداشت کر لے تو آخرت میں اجر عظیم کا حقدار ہوگا۔

آیت کریمہ: ﴿فَمَا أَوْفَيْتُمْ مِنْ شَيْءٍ مِّمَّا تَعْتَدُونَ﴾ الْحَبِیْرَةُ الدُّنْیَا وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَبِیْرٌ وَآیُفُّ لِلَّذِیْنَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُونَ ﴿۱۰﴾

ترجمہ: پس جو کچھ بھی تم دیئے گئے ہو وہ دنیوی زندگی میں چند روز کا فائدہ اٹھانے کا سامان ہے! — یہ کذبین سے خطاب ہے، مگر ارشاد عام ہے، سبھی انسانوں کو دنیا میں جو کچھ ملا ہے وہ متان ہے۔ — دنیا میں انسان کو دوسری چیزیں ملتی ہیں: بدن اور اسباب معیشت، دونوں عارضی چیزیں ہیں، ایک وقت کے بعد بدن کمزور پڑ جاتا ہے، اور مال سامان پرانا ہو کر ختم ہو جاتا ہے۔ اور کوئی یہ ہے کہ ان ناپائدار چیزوں پر کیا اترتے ہو اور کیوں مسلمانوں کے سر ہوتے ہو!

اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور دیر پا ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے۔ — پس تم بھی ایمان لاؤ اور ان اخروی نعمتوں کے سستی، غو، مگر ایمان کے ساتھ چند اوصاف بھی ضروری ہیں، پہلا وصف: — اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ آیات: ﴿وَالَّذِیْنَ یُحِبُّنَ دِیْنََ الْاٰثِمِ وَالْفَوَاحِشِ طَاغَا مَا عَضُّوْهُمُ یَغْفِرُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلَاةَ ۝ وَاٰخِرُھُمْ شَوٰی ۝ یَذِیْقُھُمْ وِمِمَّا زَكَاٰتُھُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ اِذَا صَابَھُمْ السُّعٰی ھُمْ یَنْتَصِرُوْنَ ۝ وَجَزَا سَبِّیْنِ سَبِّیْنِ قَتْلُھَا ۝ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاٰخِرُھُ عَلٰی اللّٰهِ اِنَّہٗ لَذِیْجَابٍ ۝﴾

ترجمہ: دوسرا وصف: — اور جو لوگ کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں — تیسرا وصف: اور ان کو قصداً آتا ہے تو وہ معاف کر دیتے ہیں — ترکی بہ ترکی جواب نہیں دیتے۔ چوتھا وصف: — اور (آخرت کی نعمتیں) ان کے لئے ہیں جنہوں نے اپنے رب کا حکم مانا — یعنی سر تسلیم خم کئے رہتے ہیں۔ پانچواں وصف: —

اور نماز کا اہتمام کرتے ہیں۔ چھٹا وصف:۔۔۔ اور ان کا کام مشورہ سے ہوتا ہے۔۔۔ ساتواں وصف:۔۔۔ اور ہم نے ان کو جو روزی دی ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔۔۔ آٹھواں وصف:۔۔۔ اور وہ لوگ ایسے ہیں کہ جب ان پر ظلم واقع ہوتا ہے تو وہ بدلہ لیتے ہیں۔۔۔ یہ جواز کا بیان ہے۔۔۔ اور برائی (ظلم) کا بدلہ برائی ہے اس کے مانند۔۔۔ برائی کے بدلہ کو مشاکلتہ برائی کہا ہے، نیز اس میں اشارہ ہے کہ برائی کا بدلہ لینا اچھا نہیں، کیونکہ وہ بھی گونہ برائی ہے۔۔۔ پس جس نے معاف کیا اور (باہمی تعلقات کو) سنوارا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے، بے شک اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتے۔۔۔ یعنی ظالم نے تو برا کام کیا مگر اس کو معاف کرنا اچھا کام ہے۔

آيَات: ﴿١٠﴾ وَلَكِنْ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَٰئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيلٍ ﴿١١﴾ إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظُنُّونَ
النَّاسَ أَن يَعْبُدُوا اللَّهَ دُونَهُ وَالَّذِينَ كُفِّرُوا عَنْ ذُنُوبِهِمْ وَلَكِنَّ صَبْرًا وَعَقْرًا إِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ عَزْمِ
الْأُمُورِ ﴿١٢﴾

ترجمہ: سوال کا جواب: — اور جو شخص بدلہ لے اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد تو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں — یعنی اس کا کچھ قصور نہیں — الزام صرف ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں، اور ناحق زمین میں سرکشی کرتے ہیں — اودھم مچاتے ہیں، بگاڑ پیدا کرتے ہیں — ایسوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اور جو صبر کرے اور معاف کر دے تو یہ بے شک بڑی اہمیت کے کاموں میں سے ہے۔ اس کو اس لئے مکرر لائے کہ یہ خیال نہ ہو کہ شاید معاف کرنے کی فضیلت ختم ہوگئی، بدلہ لینا ہی چاہیے۔ یہیں معاف کرنے کی فضیلت برقرار ہے۔

ظالم کو معاف کرنا اس وقت افضل ہے جب وہ اپنے فعل پر نادم ہو، اور ظلم پر اس کی جرأت بڑھ جانے کا اندیشہ نہ ہو

وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ وَجْهٍِ مِّنْ بَعْدِهِ ۚ وَتَرَى الظَّالِمِينَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ يَقُولُونَ هَلْ إِلَٰهٌ مَّكَرَدٍ مِّنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۚ وَتَرَاهُمْ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا خَشَعَتِ مِنَ الذَّلِيلِ عَيْنُهُمْ مِّنْ طَرَفٍ خَفِيَ دَوَاقِلُ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ الْخَاسِرِينَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَأَهْلِيَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۚ أَلَا إِنَّ الظَّالِمِينَ فِي عَذَابٍ مُّقِيمٍ ۝ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنْ أَوْلِيَاءَ يَنْصُرُوهُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ ۚ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ سَبِيلٍ ۝

برے کام کا سبب کرتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ وجود بخشتے ہیں، پس جن لوگوں نے گمراہی اختیار کی ان کی گمراہی اللہ نے پیدا کی، اب اللہ کے سوا ان کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ ارشاد فرماتے ہیں: — اور جس کو اللہ گمراہ کریں اس کے لئے اللہ کے بعد کوئی چارہ ساز نہیں — جو اس کو ہدایت سے سرفراز کرے، پس کافروں اور مشرکوں کو چاہئے کہ ہدایت اللہ سے طلب کریں، ہدایت کا سامان کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی ہدایت کو پیدا کر دیں گے۔

ہدایت یہاں سے لے کر آخرت میں جانا ہے: — ہدایت حاصل کرنے کی جگہ یہ دنیا ہے، جو اس سے آخرت میں تہی دست گیا وہ بڑی تنہا کرے گا کہ دنیا کی طرف لوٹنے کا موقع مل جائے، تاکہ وہاں سے ہدایت لے آئے، مگر کیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں، اب جو گمراہی لے کر آخرت میں پہنچا ہے وہاں اس کا وبال بھگتنا پڑے گا، ارشاد فرماتے ہیں: — اور آپ اُن ظالموں (کافروں اور مشرکوں) کو دیکھیں گے جب وہ عذاب کا معائنہ کریں گے تو کہتے ہو گئے: کیا واپسی کی کوئی صورت ہے؟ — یعنی کیا کوئی ایسی سبیل ہے کہ ہم دنیا کی طرف واپس کر دیئے جائیں، اور وہاں سے ہدایت لے کر آئیں؟ — کوئی سبیل نہیں۔

آخرت میں گمراہی کا خیارہ بھگتنا پڑے گا: — اور آپ ان (مشرکین و کفار) کو دیکھیں گے کہ پیش کئے جا رہے ہونگے دوزخ پر — یعنی جہنم میں ٹھونسے کے لئے ان کو جہنم پر لے جایا جائے گا — آنکھیں جھکانے والے ہونگے ذلت سے — یعنی ڈرے سہمے ہونگے، اور رسوائی سے نظر اوپر نہیں اٹھا سکیں گے — دزدیدہ نظروں سے دیکھ رہے ہونگے — یعنی گن آکھیوں سے دیکھیں گے، دیکھنا نہیں چاہیں گے مگر دیکھیں گے!

اور (اس وقت) ایماندار کہیں گے: بے شک گھانا پانے والے وہ لوگ ہیں جو قیامت کے دن اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو گنوا بیٹھے — یعنی کم بخت اپنے ساتھ اپنے گھر والوں کو بھی لے ڈوبے، سبھی کوتاہ و ہر با دکر کے چھوڑا! سنو! بے شک ظالم (کافروں و مشرک) دائمی عذاب میں ہونگے، اور ان کے لئے (وہاں) اللہ سے نیچے ایسے کار ساز نہیں ہونگے جو ان کی مدد کریں — یعنی ان کو جہنم کے عذاب سے بچالیں — اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کریں اس کے لئے (نجات کا) کوئی راستہ نہیں! — اللہ تعالیٰ با اختیار بندوں کو گمراہی اختیار کرنے پر گمراہ کرتے ہیں، خواہ خواہ گمراہ نہیں کرتے۔

لَا تَسْتَجِيبُوا لِلَّذِينَ يَدْعُونَكُم مِّنْ قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمُهُ لَا مَرَدٍّ لَهُ مِنَ اللَّهِ مَا لَكُم مِّنْ مُّلْجٍ يَّوْمَئِذٍ وَمَا لَكُم مِّنْ نَّكِيرٍ ۚ فَإِنِ اعْرَضُوا كَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيفًا إِنَّا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاءُ ۚ وَإِنَّا إِذَا أَذَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا

وَلَمَّا تَصِبْتُمْ سَبِّحْتُمْ مَا قَدَّمْتُ آبِدِيهِمْ فَإِنَّ الْإِنْسَانَ كَفُورٌ ۝

اَسْتَجِیْبُوْا ^(۱)	حکم مان لو	فَاِنَّ	پس اگر	رَسْمًا	کوئی مہربانی
لِرَبِّکُمْ	اپنے رب کا	اَعْرَضْنَا	اعراض کریں وہ	فَرِحَ	(تو) خوش ہوتا ہے
مِّنْ قَبْلِ	پہلے	قَمًا	تو نہیں	یَهْمًا	اس کی وجہ سے
اَنْ یَّآئِلَیْ	اس سے کہ آئے	اَوْ سَلَفًا	بھیجا ہم نے آپ کو	وَلَمَّا	اور اگر
یَوْمٌ	وہ دن	عَلَيْهِمْ	ان پر	تَصِیْبُهُمْ	پہنچتی ہے ان کو
لَا مَرَدَ لَہٗ	پھر نہیں اس کے لئے	حَفِیْظًا	نگہبان (بنا کر)	سَبِّحْتُمْ	کوئی برائی
مِّنَ اللّٰہِ ^(۲)	اللہ کی طرف سے	اِنْ عَلَیْکُمْ	نہیں ہے آپ کے ذمہ	رَمًا	ان کا مومن کی وجہ سے جو
مَا لَکُمْ	نہیں ہوگی تمہارے لئے	اِلَّا الْاَبْدَیْ	مگر پہنچانا	قَدَّمْتُ	آگے بھیجے
مِّنْ مَّلَآئِیَہٗ	کوئی جائے پناہ	وَاَنَّا اِنَّا	اور بے شک ہم جب	اَبْدِیْنٰہُمْ	ان کے ہاتھوں نے
یَوْمَیْنِ	اس دن	اَذْقَنَا	پکھاتے ہیں	فَاِنَّ	تو بے شک
وَمَا لَکُمْ	اونہیں ہوگا تمہارے لئے	اِلَّا اِنْسَانَ	انسان کو	اِلَّا اِنْسَانَ	انسان
مِّنْ نَّکٰثِرٍ ^(۳)	کوئی روک ٹوک کرنے والا	وَمَا	اپنی طرف سے	کَفُورٌ	بڑا ناشکرا ہے

منکرین کو نصیحت کہ قیامت سے پہلے ایمان لے آؤ

چونکہ ہدایت دنیا سے لے کر آخرت میں جانا ہے، اس لئے مہذبین کو نصیحت کرتے ہیں کہ آخرت آئے اس سے پہلے ایمان لے آؤ، اگر آخرت میں ایمان سے تہی دست گئے تو وہاں تمہارے لئے نہ کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ تمہاری طرف سے اللہ کی کورٹ میں کوئی اعتراض داخل کرنے والا ہوگا، حکم شد شد ارشاد فرماتے ہیں: — تم اپنے رب کا حکم مان لو، اس سے پہلے کہ اللہ کی طرف سے وہ دن آجائے جس کے لئے ”پھرنا“ نہیں، اس دن تمہارے لئے نہ کوئی جائے پناہ ہوگی، اور نہ تمہاری طرف سے کوئی روک ٹوک کرنے والا ہوگا!

رسول کی ذمہ داری صرف بات پہنچانے کی ہے

اور اگر مکذبین ایمان نہیں لاتے تو سن لیں: ہمارا رسول زبردستی نہیں منوا سکتا، اس کا کام پیغام پہنچانا ہے، اور وہ یہ فریضہ

(۱) استعجاب لہ: لیبیک کہنا، کہا ماننا (۲) من اللہ: یاقنی سے متعلق ہے (۳) نکیر (فعل) بمعنی اسم فاعل بمعنی کہ ہے۔

انجام دے چکا، آگے تم جانو تمہارا کام! — پس اگر وہ لوگ اعراض کریں تو ہم نے آپ کو ان کا نگران بنا کر نہیں بھیجا، آپ کے ذمہ صرف پہنچانا ہے۔

نہیں مانو گے تو آخرت میں سزا پائے گے اور وہ تمہارے کرتوتوں کا نتیجہ ہوگی

انسان کی فطرت بھی عجیب ہے: بیٹھا ہپ کڑوا تھا! اللہ تعالیٰ بلا استحقاق انعام فرمائیں تو باپھیں کھل جائیں اور اس کے کرتوتوں کی بدولت کوئی افتاد پڑے تو سب نعمتیں بھول جائے اور ناشکر بن جائے، اسی فطرت کے مطابق دنیا میں اللہ نے اس کو بغیر استحقاق کے نعمتوں سے نوازا تو اکثر تا پھرتا ہے، اتراتا ہے اور اس کو اپنا استحقاق بتلاتا ہے، مگر جب قیامت کے دن اس کے آگے بھیجے ہوئے کاموں کی سزا ملے گی تو اپنی ماں کو روئے گا۔ اب کیا روئے ہے یہ تو تیرے بوئے ہوئے کا پھل ہے! اگر اس کیلے پھل سے چٹا ہے تو آج موقع ہے، ایمان لے آ، تا کہ کل کی سزا سے بچ جائے۔

آیتِ کریمہ: — اور بے شک ہم جب انسان کو اپنی طرف سے — یعنی استحقاق کے بغیر — مہربانی کا مزہ چکھاتے ہیں — یعنی کچھ عیش دیتے ہیں، کیونکہ کامل عیش تو آخرت میں ملے گا، اور وہ مومنین ہی کو ملے گا — تو وہ خوش ہو جاتا ہے — یعنی اس کو اپنے ہنر کا کمال سمجھتا ہے — اور اگر ان کو کوئی برائی پہنچتی ہے — دنیا میں یا آخرت میں — ان اعمال کی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں تو انسان بڑا ناشکر ہو جاتا ہے!

مومنین فراخی میں شکر اور تنگی میں صبر کرتے ہیں، اور کسی حال میں اللہ کے احسانات کو فراموش نہیں کرتے

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ يُخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَهْبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَّا نَا وَ يَهْبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الدُّكُوْرَ اَوْ يَزُوْجَهُمْ دُكْرًا اَوْ اِنَا نَا وَ يَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝

اللہ	اللہ کے لئے ہے	مَا يَشَآءُ	جو چاہتے ہیں	لِمَنْ يَّشَآءُ	جسے چاہتے ہیں
مُلْكُ	حکومت	يَهْبُ	بخشتے ہیں	الدُّكُوْرَ	لڑکے
السَّمٰوٰتِ	آسمانوں	لِمَنْ يَّشَآءُ	جسے چاہتے ہیں	اَوْ يَزُوْجَهُمْ	یا جوڑ لیتا ہے ہیں ان کا
وَ الْاَرْضِ	اور زمین کی	اِنَا نَا	لڑکیاں	دُكْرًا	لڑکوں
يُخْلُقُ	پیدا کرتے ہیں	وَيَهْبُ	اور بخشتے ہیں	وَ اِنَا نَا	اور لڑکیوں کا!

(ا) یزویجہم: تزویج جمع کرنا، جوڑ لینا، ہم کا مزاج اولاد ہے اور ذکر انا وانا: ہم سے بدل ہیں۔

وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ	اور بناتے ہیں جسے چاہتے ہیں	عَقِيمًا ^(۱) إِنَّهُ	بانجھ بے شک وہ	عَلِيمٌ قَدِيرٌ	سب کچھ جاننے والے بڑی قدرت والے ہیں
----------------------------	--------------------------------	------------------------------------	-------------------	--------------------	--

جس کا راج اس کا تاج

راج: حکومت، تاج: بادشاہت یعنی الوہیت۔ اب آخر میں توحید و رسالت کا بیان ہے، توحید: یعنی معبود ایک ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ ہیں، ان کے سوا کوئی معبود نہیں، کیونکہ کائنات پر حکومت انہی کی ہے، چنانچہ وہ جو چیز چاہتے ہیں پیدا کرتے ہیں، کوئی ان کے کام میں دخل نہیں دے سکتا، مثلاً: کسی کو صرف بیٹیاں دیتے ہیں، کسی کو صرف بیٹے، اور کسی کو جڑواں: بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی، اور کسی کو بے اولاد رکھتے ہیں، جو ان کی حکمت اور بندوں کی مصلحت کا تقاضا ہوتا ہے کرتے ہیں، وہ علیم ہیں، البتہ ان کی قدرت میں سب کچھ ہے، جن کو لڑکیاں دی ہیں ان کو لڑکے بھی دے سکتے ہیں، اور اس کے برعکس بھی کر سکتے ہیں، یہی اللہ تعالیٰ معبود برحق ہیں، ان پر ایمان لاؤ، اور انہی کی بندگی کرو۔

آیت کریمہ: — اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں — یہ توحید کی دلیل ہے — وہ جو چاہتے ہیں پیدا کرتے ہیں — یہ دلیل کا تقاضا ہے، پھر اس کی مثال ہے: — جس کو چاہتے ہیں بیٹیاں عنایت فرماتے ہیں — لوگ لڑکیوں کو پسند نہیں کرتے، عرب مشرک بھی پسند نہیں کرتے تھے، زندہ درگور کر دیتے تھے، اس لئے ان کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے ان کا تذکرہ پہلے کیا — اور جس کو چاہتے ہیں بیٹے عنایت فرماتے ہیں، یا ان کو دونوں دیتے ہیں: بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی — خواہ ایک پیٹ سے یا الگ الگ پیٹوں سے — اور جس کو چاہتے ہیں بے اولاد رکھتے ہیں — بے شک وہ سب کچھ جاننے والے، بڑی قدرت والے ہیں!

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَآئِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا تَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ صِرَاطُ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَا أَلَا إِلَهُ إِلَّا اللَّهُ تَصِيرُ الْأُمُورُ

(۱) عقیقہ: بانجھ، وہ عورت جس کے مادہ میں بیضے نہ ہوں اور وہ مرد جس کے مادے میں بخیر ٹوٹے نہ ہوں، دونوں صورتوں میں اولاد نہیں ہوتی۔

وَمَا كَانَ لِنَبِيِّهِ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ لَا وَخِيًّا ^(۲) أَوْ مِنْ دُونِ رَجَائِ أَوْ يُرْسِلَ رُسُلًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ لَهُ عَلَى حُكْمٍ	اور نہیں تھا کسی بھی انسان کیلئے کہ بات کریں اس سے اللہ تعالیٰ مگر اشارہ غیبی کے طور پر یا بھیجے سے پردہ کے یا بھیجیں وہ کوئی پیغام پر بہن پہنچائے وہ اس کی اجازت سے جو چاہیں وہ بے شک وہ بہت برتر بڑی حکمت والے ہیں	وَكَلَّاكَ أَوْخِيًّا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ آمَرِنَا مَا كُنْتَ تَتَذَكَّرُ مِنَ الْكِتَابِ وَلَا الْإِيمَانِ وَلَكِنْ بِحُكْمِهِ نُوحًا نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ	اور اسی طرح پہنچائی ہم نے آپ کی طرف زندگی یعنی ہمارا دین نہیں تھے آپ جانتے کتاب کیا ہے اور نہ ایمان لیکن بنیایا ہم نے اس کو روشنی راہ دکھاتے ہیں ہم اس کے ذریعہ جس کو چاہتے ہیں	وَمِنْ عِبَادِنَا وَأَنكَ لَنَهْدِي رَاسِطًا مُسْقِيًّا بِصِرَاطٍ ^(۳) اللَّهُ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ أَكْبَرُ إِلَّا اللَّهُ تَجِيبُ الْأُمُورَ	اپنے بندوں میں سے اور بے شک آپ البتہ دکھاتے ہیں راستہ کی طرف مسقون راستہ اللہ کا جس کے لئے ہے جو آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے سنتا ہے! اللہ کی طرف ہو گئے تمام امور
---	--	---	---	---	---

رسالت کا بیان

مخلوق کی راہنمائی خالق کی ذمہ داری ہے

کائنات کی سلطنت اللہ کی ہے، اسی نے ہر مخلوق پیدا کی ہے، اور مخلوق کو دنیا میں زندگی کیسی گزارنی چاہئے؟ یہ راہنمائی بھی خالق و مالک کی ذمہ داری ہے، پھر حیوانات کی صرف جسمانی ضرورتیں ہیں، ان کو پورا کرنے کے لئے ان کو عقل دی، جس سے وہ اپنی ضرورتیں پوری کرتے ہیں، اور انسان کی دو ضرورتیں ہیں: جسمانی اور روحانی، اول کے لئے انسان کو بھی عقل دی، جس سے وہ اپنی حاجتیں، ہم پہنچاتا ہے، اور روحانی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے نبوت کا سلسلہ قائم کیا، عالم بالا (۱) ماکان: ای ما صَاحَّ (روح) یعنی نہیں ہو سکتا (۲) الوحی: مصدر وحی یُوحی وَخِیًّا (ض): کسی سے اس طرح بات کرنا کہ دوسرا نہ سکے، چپکے سے بات کرنا، اَوْحَىٰ لِهَاجِءٍ: کسی کو کسی بات کا اشارہ کرنا (۳) پہلے صراط سے بدل ہے۔

سے ان پر علوم کا فیضان کیا، اس سے وہ اپنی روح کی ضرورتیں پوری کرتے ہیں۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہود نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: ہم آپ پر کیسے ایمان لائیں، جبکہ آپ نہ خدا کو دیکھتے ہیں، نہ اس سے بالمشافہ کلام کرتے ہیں، جس طرح موسیٰ علیہ السلام کلام کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کو دیکھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو جواب دیا: یہ غلط ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کو دیکھا ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَمَا كَانَ لِأَن يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ وَرَاءَ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِمِزَانٍ مَّا يَشَاءُ مَلَائِكَةُ عَلَيْهِ حَكِيمٌ ۝﴾

ترجمہ: کسی بشر کے لئے ممکن نہیں کہ اس سے اللہ تعالیٰ کلام فرمائیں۔ مگر انسان کا مٹھ بھر (نگاہ کی کمزوری) ہے، اللہ کی طرف کوئی مانع نہیں، چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی درخواست پر فرمایا: ﴿لَنْ تَرَانِي﴾ تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے، یہ نہیں فرمایا کہ میں ہرگز نہیں دکھ سکتا، جیسے دوپہر میں سورج کو نہیں دیکھ سکتے، آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں، تو قصور آنکھوں کا ہے، سورج کا قصور نہیں۔ اور نگاہ کی یہ کمزوری اس دنیا میں ہے، آخرت میں نظر قوی ہو جائے گی: ﴿فَبَصُرْنَا الْيَوْمَ حَدِيدٌ﴾ سو آج تیری نگاہ بڑی تیز ہے (پن ۳۲) اس لئے جنت میں پہنچ کر اللہ کی زیارت ہوگی، اس پر الٰہی حق کا اتفاق ہے — مگر بطور اشارہ خفیہ، یا پردہ کے پیچھے سے، نا سمجھیں پیغام بر (فرشتہ) پس وہ وحی کرے باذن الٰہی جو اللہ چاہیں، بے شک وہ بہت برتر بڑی حکمت والے ہیں! — برتر ہیں اس لئے زور دے دو کلام ممکن نہیں، اور حکیم ہیں: اس لئے انسانوں کی راہ نمائی بھی ضروری ہے چنانچہ تین طرح راہ نمائی فرماتے ہیں:

فیضانِ علوم (وحی) کی تین صورتیں

پہلی صورت: — اشارہ سے علوم کا فیضان کرنا — یعنی اللہ تعالیٰ کوئی مضمون دل میں ڈالتے ہیں، اور اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں:

۱۔ کبھی نیند میں بصورت خواب القاء فرماتے ہیں، نبی کا خواب وحی ہوتا ہے، غیر نبی کا خواب وحی نہیں ہوتا، اس میں شیطانی تصرف کا احتمال ہوتا ہے، اس صورت میں الفاظ عموماً اللہ کی طرف سے نہیں ہوتے، صرف ایک مضمون اللہ تعالیٰ دل میں ڈالتے ہیں، جس کو کبھی اپنے الفاظ میں تعبیر کرتے ہیں۔

۲۔ اور کبھی بیداری میں جب بندہ غیب (اللہ تعالیٰ) کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کوئی واضح علم، جو غور و فکر کا نتیجہ نہیں ہوتا، نبی کے دل میں پیدا کرتے ہیں، بہت سی احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ”میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی“

اس آیت میں فیضانِ علوم کی ان دونوں صورتوں کو لفظ وحی سے تعبیر کیا ہے، وحی کے لغوی معنی ہیں: اشارہ خفیہ، جو

مذکورہ دونوں صورتوں کو شامل ہے۔ اور عرف میں وحی کا لفظ عام ہے، فیضانِ علوم کی تمام صورتوں کو وحی کہا جاتا ہے۔

دوسری صورت: — پردہ کے پیچھے سے کلام کرنا — اللہ تعالیٰ بلا واسطہ پردہ کے پیچھے سے بندے کو کوئی منظم و مرتب کلام سناتے ہیں، بندہ خوب سمجھتا ہے کہ وہ خارج سے سن رہا ہے، مگر بندے کو کوئی بولنے والا نظر نہیں آتا یعنی نبی کی قوتِ سامعہ استماع کلام سے لذت اندوز ہوتی ہے، مگر آنکھیں دولتِ دیدار سے محبت نہیں ہوتیں — کوہ طور پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اسی طریقہ سے وحی فرمائی تھی، اور شبِ محراب میں سید الانبیاء ﷺ کو کلام کی اسی صورت سے نوازا گیا تھا۔

تیسری صورت: — فرشتہ کا نبی کے پاس آنا اور پیام پہنچانا — حضرت جبرئیل علیہ السلام آتے تھے، اور نبی ﷺ سے اس طرح بات کرتے تھے جس طرح ایک آدمی دوسرے آدمی سے بات کرتا ہے، وحی کا عام طریقہ یہی رہا ہے، قرآن کریم پورا اسی طریقہ سے بواسطہ جبرئیل علیہ السلام نازل ہوا ہے، پھر اس کی دو صورتیں ہوتی تھیں:

۱- جبرئیل علیہ السلام عالم ملکوت میں رہتے تھے، اور نبی ﷺ عالم ناسوت سے عالم ملکوت کی طرف ترقی کرتے تھے، اور وحی اخذ کرتے تھے، یہ صورت نبی پر بھاری ہوتی تھی، چنانچہ سخت جاڑے میں نبی ﷺ کی پیشانی سے پسینہ موتیوں کی طرح ٹپکنے لگتا تھا، اس صورت میں فرشتہ آپ کے علاوہ کسی کو نظر نہیں آتا۔

۲- جبرئیل علیہ السلام عالم ناسوت میں تنزل فرماتے تھے، یہ صورت نبی ﷺ پر بھاری نہیں ہوتی تھی، اور اس صورت میں دوسرے بھی جبرئیل علیہ السلام کو دیکھتے تھے، جیسا کہ حدیث جبرئیل میں ہے۔

وحی کی ایک چوتھی صورت جو حدیث میں ہے

جب بندہ عالم ملکوت کی طرف پوری طرح متوجہ ہو جاتا ہے اور اس کے حواس مغلوب ہو جاتے ہیں یعنی کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں تو نبی کو ایک گھنٹے کی سی آواز سنائی دیتی ہے اور اس ذریعہ سے وحی کی جاتی ہے۔ متفق علیہ حدیث میں ہے کہ حضرت حارث بن ہشام نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ پر وحی کس طرح آتی ہے؟ آپ نے فرمایا:

”میرے پاس وحی کبھی گھنٹے کی آواز کی طرح آتی ہے۔ اور وحی کی یہ صورت مجھ پر بہت بھاری ہوتی ہے۔ پھر وہ مجھ سے موقوف ہوتی ہے اس حال میں کہ میں اس کو اس فرشتہ سے یاد کر چکا ہوتا ہوں“ (مشکوٰۃ، کتاب الفضائل)

باب المبعث و بدء الوحی، حدیث نمبر ۵۸۴۳

علماء نے بیان کیا ہے کہ وحی کرنے والے فرشتے اور وحی لینے والے نبی میں مناسبت شرط ہے اور یہ مناسبت دو طرح پر پیدا کی جاتی ہے کبھی فرشتہ کی ملکیت اور روحانیت نبی پر غالب آتی ہے اور نبی بشریت سے غائب ہو جاتا ہے تو مذکورہ صورت پیش آتی ہے اور کبھی نبی کی بشریت فرشتہ پر غالب آتی ہے تو فرشتہ بصورت بشر نمودار ہوتا ہے اور دوسری صورت

پیش آتی ہے (مظاہر حق)

وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِنشَانُ وَلَكِنَّ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَّهْدِي بِهِ مَن نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَفِي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝ صِرَاطُ اللَّهِ الَّذِي لَكَ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ تَعَالَى الْأَمُورُ ۝

ترجمہ: اور اسی طرح — یعنی تیسرے طریقہ پر ضمیر کے مرجع کی طرح مشار الیہ بھی اقرب ہوتا ہے — ہم نے آپ کی طرف حیات (زندگی) بھیجی یعنی اپنا دین (نازل فرمایا) — من امرنا: روح کا بیان ہے، من بیان ہے، اور امر سے مراد دین ہے، اور دین کو روح اس لئے کہا ہے کہ وہ روحانی حیات کا سبب ہے — آپ کو کچھ خبر نہیں تھی کہ کتاب کیا ہے؟ — یعنی قرآن سے آپ نا آشنا تھے — اور ایمان کیا ہے؟ — یعنی دین کی تعلیمات سے بھی آپ باخبر نہیں تھے: ﴿وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ﴾: اور آپ کو دین سے بے خبر پایا پس باخبر کیا! اور دینی تعلیمات کی بنیاد ایمان کی تعلیم ہے، اس اصل الاصول کو ذکر فرمایا ہے، مراد سارا دین ہے — لیکن ہم نے اس کتاب کو نور بنایا — یہ قرآن کا بلکہ اللہ کی سب کتابوں کا خاص وصف ہے — جس کے ذریعہ ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں — یعنی قرآن کریم ایک روشنی ہے، اس سے تاریکیوں میں بھٹکتی انسانیت کو راہ ملتی ہے — البتہ قرآن کی دعوت پر محنت کرنے والا چاہئے، اور وہ نبی ﷺ (اور ان کے ورثہ) ہیں، ارشاد فرماتے ہیں: — اور بے شک آپ سیدھا راستہ دکھاتے ہیں یعنی اللہ کا راستہ، جس کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے — پس وہی معبود ہیں، اور قرآن اسی معبود کی راہ دکھاتا ہے، اور آپ اسی کی دعوت دیتے ہیں — سنتا ہے اسب چیزیں اللہ کی طرف لوٹیں گی — اس میں جزا و سزا کی طرف اشارہ ہے، یعنی آئیں گے سب — راہ یاب بھی اور گمراہ بھی — ہمارے پاس، ان وقت ہدایت یا بسرخ رو ہو گئے، اور گمراہ سیاہ چہرہ!

قرآن روح ہے اور قرآن لانے والا فرشتہ روح الامین

قرآن کریم جو دین کی تعلیمات پر مشتمل ہے روح (حیات) ہے، اس سے بندوں کی دینی زندگی استوار ہوتی ہے، سورۃ النحل (آیت ۲) میں بھی دین کو روح کہا ہے: ﴿يُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِهُ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ﴾: اتارتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتے ہیں، فرشتوں کی معرفت، روح (زندگی) یعنی اپنا دین — اور دین (احکام) لانے والے فرشتہ (جبرئیل علیہ السلام) کو روح الامین کہا گیا ہے، سورۃ اشعراء میں ہے: ﴿نَزَّلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ۝ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ﴾: اس (قرآن) کو امانت دار فرشتے (جبرئیل علیہ السلام) نے

اتارا ہے، آپؐ کے دل پر، تاکہ آپؐ من جملہ ڈرانے والوں کے ہوں، اور دل کی تخصیص اس لئے کی ہے کہ دل ہی ہمدرد (مجھنے والا) ہے، کان میں بات پڑی اور دل نے نہیں سمجھی تو کیا خاک سنی! غرض: قرآن وحی کے تین طریقوں میں سے تیسرے طریقے پر نازل کیا گیا ہے، کلمہ کا بھی مطلب ہے، اور سورۃ انکویر میں قرآن کی اہمیت کے لئے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اوصاف بیان کئے ہیں: ﴿إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝ ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ۝ مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ﴾: بے شک قرآن ایک معزز فرشتہ کا لایا ہوا کلام ہے، جوت والا ہے، مالک عرش کے نزدیک ذی رتبہ ہے، اور آسمانوں میں اس کا کہا مانا جاتا ہے، امانت دار ہے، اسی طرح سورۃ النجم کے شروع میں بھی حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اوصاف بیان کئے ہیں، اور معارف القرآن (۷: ۱۳۷) میں مفتی شفیع صاحب نے لکھا ہے:

”تیسری صورت: ﴿وَإِنْ يُؤْمِلْ دَسُولا﴾ ہے یعنی کسی فرشتہ جبرئیل وغیرہ کو اپنا کلام دے کر بھیجا جائے، وہ رسول کو پڑھ کر سنا دے، اور یہی طریقہ عام ہے، قرآن مجید پورا اسی طرح بواسطہ ملائکہ نازل ہوا ہے“

اور فوائد شمیری میں جو فرمایا ہے کہ قرآن کی وحی زنجیر کی جھنکار کی طرح آتی تھی: اس سے اتفاق مشکل ہے، اب اگر کوئی سوال کرے کہ زنجیر کی جھنکار کی طرح کبھی وحی آتی تھی؟ اور وہ آواز کس کی ہوتی تھی؟ تو اس کا جواب دینا مشکل ہے، نص میں اس کی تعین نہیں آئی، شاید احادیث قدسیہ کی وحی اس طرح آتی ہوگی۔ واللہ اعلم

قرآن کریم شمع رسالت ہے

﴿جَعَلْنَاهُ نُورًا﴾: ہم نے قرآن کو نور بنایا، قرآن شمع رسالت ہے، داخل اس کے ذریعہ ہدایت کی روشنی پھیلاتا ہے، اور یہ وصف اللہ کی سبھی کتابوں کا ہے، سورۃ المائدہ (آیات ۴۴ و ۴۶) میں تورات و انجیل کو بھی نور کہا گیا ہے، قرآن کریم میں کسی شخصیت (نبی) پر نور کا اطلاق نہیں آیا، نہ کسی حدیث صحیحہ میں یہ اطلاق آیا ہے، اور سورۃ المائدہ کی (آیت ۱۵) میں جو آیا ہے: ﴿قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ﴾: بالتحقیق تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور واضح کتاب آئی ہے، اس میں نور سے قرآن ہی مراد ہے، اور عطف تفسیری ہے، ذات والا صفات کو مراد لینا سیاق کلام کے خلاف ہے، اس لئے کہ آگے ﴿يَهْدِي بِهِ﴾ ہے، اس کے ذریعہ یعنی قرآن کے ذریعہ، عطف فی الجملہ مغائرت کے لئے ہوتا تو یہما آتا اور حدیث: ﴿أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِي﴾: بے اصل روایت ہے، مصنف عبد الرزاق میں اس کا کہیں وجود نہیں، نہ کسی دوسری حدیث کی کتاب میں یہ روایت ہے۔

سُورَةُ الزَّخْرِفِ مَكِّيَّةٌ (۶۳) اِنشَاءً ۸۹
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَمْدٌ ۝ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ۝ اِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْءَانًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ وَاِنَّهُ
فِيْ اُمْرِ الْكِتَابِ لَدَيْنَا لَعَلٰى حَكِيْمٌ ۝ اَفَنْصَرِبُ عَنْكُمْ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا
مُّسْرِفِيْنَ ۝ وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهِ
يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ كَاھْلَكُنَا اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمِصْطٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ ۝

حَمْدٌ	حامد	فِيْ اُمْرِ الْكِتَابِ	اصل کتاب میں	مُسْرِفِيْنَ ^(۸)	حد سے نکلنے والے
وَالْكِتَابِ ^(۱)	اس کتاب	لَدَيْنَا	ہمارے پاس	وَكَمْ اَرْسَلْنَا ^(۹)	اور بہت سے بھیجے ہم نے
الْمُبِينِ ^(۲)	واضح کی	لَعَلٰى	یقیناً بڑا (علی)	مِنْ نَّبِيٍّ	انبیاء
اِنَّا	بے شک ہم نے	حَكِيْمٌ	ہر حکمت ہے	فِي الْاَوَّلِيْنَ	انگوں میں
جَعَلْنَاهُ	بنایا اس کو	اَفَنْصَرِبُ ^(۱)	کیا پس پھیریں ہم	وَمَا يَأْتِيهِمْ	اور نہیں آیا ان کے پاس
قُرْءَانًا ^(۳)	پڑھنا	عَنْكُمْ	تم سے	مِنْ نَّبِيٍّ	کوئی نبی
عَرَبِيًّا ^(۴)	فصح عربی میں	الذِّكْرَ	نصحت کو	اِلَّا كَانُوْا	مگر تھے وہ
لَّعَلَّكُمْ	تا کہ تم	صَفْحًا ^(۵)	ہازوں میں	بِهِمْ	اس کا
تَعْقِلُونَ	سمجھو	اَنْ كُنْتُمْ	(اس وجہ سے) کہ ہو تم	يَسْتَهْزِءُوْنَ	ٹھٹھا کرتے
وَاِنَّهُ	اور بے شک وہ	قَوْمًا	لوگ	كَاهْلَكُنَا	پس برباد کیا ہم نے

- (۱) الکتاب: میں الف لام عہدی ہے، مراد قرآن ہے (۲) المبين: إيالة (لازم) سے اسم فاعل ہے: واضح (۳) قرآن: قراءۃ کی طرح مصدر ہے (۴) عَرَبٌ (ک) کے معنی میں جو فصاحت کا مفہوم ہے وہ عربی میں بھی ہے (۵) ام الکتاب: مرکزی کتاب یعنی لوح محفوظ، جس میں ہر چیز ریکارڈ ہے (۶) ضَرَبَ عَنْهُ صَفْحًا: پھیرنا، صفحا: پہلو، ہازو، یہ ضَرَبَ کا مفعول مطلق ہے، من غیر لفظہ (۷) اَنْ سے پہلے لام اجلیہ محذوف ہے (۸) اِسْرَاف: حد سے بڑھنا (۹) کم: خبر یہ ہے۔

اَشَدَّ ^(۱) وَمِنْهُمْ	زیادہ سخت کو ان میں سے	بَطْشًا وَمَصْطٰی	پکڑ میں اور گد رگیا	مَثَلٌ ^(۲) الْاَقْلَابِیْنَ	حال انگوں کا
--------------------------------------	---------------------------	----------------------	------------------------	---	-----------------

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بے حد مہربان نہایت رحم والے ہیں

سورت کا نام اور موضوع

الزخرف کے معنی ہیں: سونا، آیت ۳۵ میں سونے کا ذکر آیا ہے، اس لئے سورت کا یہ نام رکھا گیا ہے، مجھ سے کل کا نام رکھنا معروف ہے، اور گد شہ سورت قرآن کے ذکر پر پوری ہوئی تھی، یہ سورت اسی کے تذکرہ سے شروع ہو رہی ہے، یہ سورت: سورۃ الشوری کے بعد مصلّا نازل ہوئی ہے، اس کا نزول کا نمبر ۶۳ ہے، اُس کا ۶۲ تھا، اور اس کو اُس سے متصل ہی رکھا گیا ہے، اس لئے کہ دونوں کا موضوع ایک ہے، تمام حوامیم کا موضوع اسلام کے بنیادی عقائد: توحید، رسالت، دلیل رسالت اور آخرت کا بیان ہے، دیگر مضامین ان کے متعلقات ہیں۔

قرآن کریم پانچ خوبیوں کی حامل کتاب ہے

قرآن کریم کی قسمیں شواہد و دلائل ہوتی ہیں، سورت کے شروع میں قرآن کی قسم کھائی گئی ہے، اور اس کی پانچ خوبیاں بیان کی ہیں، پھر مفسر فوں (حد سے تجاوز کرنے والوں) کی طرف قرآن نازل کرنے کی نفیر بیان کی ہے، اس کے بعد توحید کا بیان شروع ہوا ہے، وہی مدعی (مقصد) ہے، اور قرآن کریم اس کی دلیل بیان کرتا ہے۔

قرآن کریم کی پانچ خوبیاں یہ ہیں:

۱۔ قرآن واضح کتاب ہے — اس میں کوئی پیچیدگی اور جھجک نہیں، اپنی بات صاف وضاحت کے ساتھ

سمجھاتا ہے۔

۲۔ قرآن فصیح عربی میں ہے — دوسری آسمانی کتابوں کی طرح نہیں، اس لئے کہ اس کے پہلے مخاطب عرب

تھے، جن کو اپنی فصاحت پر ناز تھا، اگر قرآن دوسری کتابوں کی طرح ہوتا تو عرب اس کو درخور اعتناء نہ سمجھتے، اب وہ قرآن کی فصاحت و بلاغت سے متاثر ہو کر پڑھیں گے اور سمجھیں گے۔

۳۔ آسمانی کتابوں میں قرآن سب سے برتر ہے — آسمانی کتابیں لوح محفوظ میں ریکارڈ ہیں، ان میں اول

نمبر قرآن کا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسری کتابیں: اللہ کی کتابیں ہیں، وہ نبی کا کام تھیں یا جبرئیل علیہ السلام کا، اور

(۱) اشد بطشاً: اسم تفضیل ہے: سخت زور والا (۲) مثل: کے بہت معانی ہیں، یہاں حالت کے معنی ہیں۔

قرآن اللہ کا کلام ہے، اور کلام الملوک، الملوک بادشاہ کی بات سب سے اوپر ہوتی ہے، اسی قاعدہ سے قرآن برتر ہے اور لدینا (ہمارے پاس) اس لئے بڑھایا ہے کہ اللہ کی دوسری کتابیں دنیا میں اصلی حالت میں نہیں رہیں، پھر ان کے ساتھ موازنہ کیسے کریں گے؟ ہاں اللہ کے ہاں لوح محفوظ میں اصلی حالت میں ہیں، وہاں موازنہ کر کے بتلایا ہے کہ قرآن سب سے برتر والا ہے۔

۴- قرآن پر حکمت ہے — دانشمندی کی باتیں اس کے لفظ لفظ سے نکلتی ہیں، اور حدیث میں ہے: لَا تَنْفَعُنِي عَجَابُهُ: اس کی حیرت زبا باتیں کبھی فہم نہیں ہوتیں، ایسی کوئی دوسری کتاب نہیں ہو سکتی۔

۵- قرآن خیر خواہی پر مشتمل ہے — اس میں لوگوں کی بھلائی کی باتیں ہیں، اور اس لحاظ سے قرآن بہت آسان ہے: ﴿وَلَقَدْ يَسِّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ﴾: اور بخدا واقعہ یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو فصاحت پذیری کے لئے آسان کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایسی خوبیوں کی حامل کتاب اتاری، لوگوں کی نالائقی کی وجہ سے اس کو لپیٹ کر نہیں رکھا، اب لوگوں کا کام ہے: اس کو ماننا، داعیِ توبہ کی سوزی کے ساتھ خیر خواہی کی باتیں کہنا ہے۔

نظیر: — مثال نہیں تھی، اس لئے نظیر پیش کی، دوسری کتابیں قرآن کے ہم پلہ نہیں، اس لئے نظیر پیش کی ہے کہ انبیاء کی بعثت کا سلسلہ قدیم سے جاری ہے، لوگ ان کا مذاق اڑاتے رہے مگر اللہ نے نبیوں کے بھیجے کا سلسلہ بند نہیں کیا، پھر جو لوگ نالائق ثابت ہوئے وہ اگرچہ زور آور تھے، مگر اللہ نے ان کو ہلاک کیا، اور برہمادی کا یہ سلسلہ قدیم سے جاری ہے اور مکہ کے مخالفین بھی حد سے تجاوز کرنے والے ہیں، وہ قرآن نہیں چاہتے، مگر ہم نازل کر رہے ہیں، اگر وہ نہیں مانیں گے اور مخالفت سے باز نہیں آئیں گے تو اپنا انجام سوچ لیں، پہلوں سے کچھ مختلف نہیں ہوگا۔

آیاتِ پاک: — ہائیم — یہ رموز و اشارات ہیں، ان کے معانی اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں — اس واضح کتاب کی قسم! — یہ قرآن کی پہلی خوبی ہے — بے شک ہم نے اس کو فصیح عربی زبان میں پڑھنے کی کتاب بنایا ہے تاکہ تم سمجھو! — یہ دوسری خوبی ہے — تیسری اور چوتھی خوبی: — اور بے شک وہ ہمارے پاس لوح محفوظ میں بڑے رتبہ کی حکمت کتاب ہے — کیا پس ہم اس فصاحت کو تم سے پھیر کر ایک طرف کر دیں اس وجہ سے کہ تم حد سے گزرنے والے لوگ ہو؟ — اس میں پانچویں خوبی ہے، اور اس میں یہ بات بھی ہے کہ تم ناہنجار ہو، امید نہیں کہ مانو گے، تاہم نازل کر رہے ہیں، ہم اس کو لپیٹ کر ایک طرف نہیں رکھیں گے، اپنے بندوں کی طرف ضرور بھیجیں گے، سعید روحیں اس سے مستفید ہوگی، اور منکرین پر اتمامِ حجت ہوگا۔

نظیر: — اور ہم پہلے لوگوں میں بہت سے نبی بھیج چکے ہیں، اور ان لوگوں کے پاس جب بھی کوئی نبی پہنچا تو انھوں نے اس کا ٹھٹھا ہی کیا — مگر اس کی وجہ سے بعثت کا سلسلہ بند نہیں کیا — پس ہم نے ان کے مضبوط پکڑ والے کو برباد کر دیا — اس میں کذبین کے لئے ایک اشارہ ہے کہ اگر تم بھی کذب پر مائل رہے تو تمہارا بھی وہی انجام ہوگا — اور اگلوں کا یہ حال گذر چکا ہے — یعنی کذبین کی تباہی کی مثالیں پیش آ چکی ہیں، جب وہ لوگ جو درود قوت میں تم سے زیادہ تھے پکڑ سے نچنے کے تو تم کا ہے پر مغرور ہوتے ہو اسیدھے سیدھے قرآن کو مان لو اور ایک اللہ کی بندگی کرو! مَضٰی (گذر چکا) یعنی ماضی میں تسلسل کے ساتھ یہ سنت جاری رہی ہے، پس آج بھی اس پر عمل ہوگا۔

وَلَیِّنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِیْزُ الْعَلِیْمُ ۝ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمْ الْاَرْضَ مَهْدًا وَجَعَلَ لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ وَالَّذِیْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَآءً یَّقْدِرُ فَاَنْشُرْنَا بِهٖ بَلَدًا مَّیِّتًا ۚ کَذٰلِکَ تُخْرَجُوْنَ ۝ وَالَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِنْ الْفُلْکِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْکَبُوْنَ ۝ لِتَسْتَوِیَ عَلٰی ظُهُوْرِهِ ثُمَّ تَذْكُرُوْنَ رِیْعَمَهُ رِیْعَکُمْ اِذَا اسْتَوٰیْتُمْ عَلَیْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا کُنَّا لَهٗ مُقْرِئِیْنَ ۝ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝

وَلَیِّنْ	اور بخدا!! اگر	الْعَزِیْمُ	سب کچھ جاننے والے نے	فِیْهَا	اس میں
سَأَلْتَهُمْ	پوچھیں آپ ان سے:	الَّذِیْ	جس نے	سُبُلًا	راستے
مَنْ خَلَقَ	کس نے پیدا کئے	جَعَلَ	بنایا	لَّعَلَّكُمْ	تا کہ تم
السَّمٰوٰتِ	آسمان	لَكُمْ	تمہارے لئے	تَهْتَدُوْنَ	راہ پاؤ
وَالْاَرْضَ	اور زمین	الْاَرْضَ	زمین کو	وَالَّذِیْ	اور جس نے
لَیَقُوْلُنَّ	ضرور کہیں گے وہ	مَهْدًا ^(۱)	نرم	نَزَّلَ	اتارا
خَلَقَهُنَّ	پیدا کیا ان کو	وَجَعَلَ	اور بنائے	مِنَ السَّمَاءِ	آسمان سے
الْعَزِیْبُ	زیر دست	لَكُمْ	تمہارے لئے	مَآءً	پانی

(۱) المہد: نرم و ہموار زمین، اس کے معنی گوارہ اور بچھوتا بھی کرتے ہیں۔

يَقْدِرُ فَأَنْشُرْنَا ^(۱)	انما دے سے پس جان ڈالی ہم نے	لَكُمْ مِنَ الْفُلْكِ	تمہارے لئے کشتیوں سے	وَتَقُولُوا سُبْحَنَ	اور کہو تم پاک ذات ہے
بَلَدًا ^(۲) مَيِّتًا	علاقہ میں ویران	وَالْأَنْعَامِ مِثْلَ ^(۳)	اور چوپایوں سے جو	الَّذِي مَسَّحُو ^(۴)	جس نے کام میں لگایا
كَذَلِكَ تُخْرَجُونَ	اسی طرح نکلے جاؤ گے تم	كَزَكَّيْنٍ لِّمَشْرِئِهِ ^(۵)	سواری کرتے ہو (اس پر) تاکہ ٹھیک بیٹھ جاؤ	لَنَا هَذَا	ہمارے اس کو
وَالَّذِينَ خَلَقُوا	اور جس نے پیدا کیں	عَلَى ظُهُورِهِ ثُمَّ تَنْزَكُّوْا	اس کی پیٹھ پر پھر یاد کرو	وَمَا كُنَّا لَهُ ^(۶)	اور نہیں تھے ہم اس کو
الْأَزْوَاجَ ^(۷) كُلَّهَا	اقسام ساری	نِعْمَةً رَبِّكُمْ	احسان اپنے رب کا	مُفْرِنِينَ وَأَنَّا	قابو میں کرنے والے اور بے شک ہم
وَجَعَلَ	اور بنایا	إِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ	جب ٹھیک بیٹھ جاؤ اس پر	إِلَى رَبِّنَا لِنُقَلِّبَنَّ	ہمارے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں

توحید کا بیان اور قدرت کی پانچ کار فرمائیاں

توحید: یعنی اللہ کی یگانگی، معبود صرف اللہ تعالیٰ ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ جو کارنامے انجام دیتے ہیں کوئی نہیں دے سکتا، پھر کوئی اور معبود کیسے ہو سکتا ہے؟ ان آیات میں اللہ تعالیٰ کے پانچ کارنامے بیان کئے ہیں، غور کریں! اللہ کے سوا کون ہے جو یہ کام کر سکتا ہے؟

۱۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، جن کی پہچانی کا کوئی اندازہ ہی نہیں کر سکتا، اللہ کے سوا کون ہے جو ایسی عظیم مخلوقات پیدا کرے؟

۲۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو نرم و گداز بنایا، اس پر زندگی بسر کرنا ایسا ہے جیسا نرم بستر پر آرام کرنا، انسان اپنی ہر ضرورت

- (۱) أَنْشُرَ الْأَرْضَ: پانی دے کر زمین میں جان پیدا کرنا (۲) مِثْلَ: مذکر اس لئے ہے کہ بِلَدٌ بمعنی بلد اور مکان ہے (روح)
(۳) الْأَزْوَاجَ کے معنی یہاں جوڑے نہیں، بلکہ اقسام و انواع ہیں: فالزوج هنا بمعنى الصنف، لا بمعناه المشهور (روح)
(۴) مِثْلَ: مذکر ضمیر اس کا کی طرف لوٹیں گی (۵) اسْتَوَى عليه: متمكن ہونا، استوى على العرش: تخت نشین ہوا
(۶) مَسَّحُو: کسی کو ایسے کام کا پابند کرنا جسے وہ نہ چاہتا ہو، کسی کام کے لئے مجبور کرنا (۷) مُفْرِنِينَ: اسم فاعل، إفران: قابو میں لانا۔

اس سے پوری کرتا ہے، کوئی پتھر کی چٹان پر زندگی گزار کر دیکھے تو اسے زمین کی نرمی کی قدر ہو!

۳- زمین کی مصلحت سے اللہ نے زمین میں بڑے بڑے پہاڑ ڈالے، اور ان کے درمیان راستے بنائے، اسی طرح ہموار زمین میں بھی راستے بنائے، تاکہ لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ سکیں، اگر یہ راستے نہ ہوتے تو لوگ ایک جگہ گھر کر رہ جاتے، اور بھٹکتے پھرتے!

۴- اللہ تعالیٰ بارش برساتے ہیں، اور ہر جگہ کے مناسب حال برساتے ہیں، اس سے مردہ زمین میں جان پڑتی ہے اور سبزہ اُگ آتا ہے، اس طرح حیوانات کی معیشت کا انتظام کیا (اسی طرح قیامت کے دن خاص بارش ہوگی جس سے مردے زمین سے نکل آئیں گے اور قیامت شروع ہو جائے گی)

۵- اللہ تعالیٰ نے زمین میں انسان کے فائدے کے لئے ہر قسم کی انواع و اقسام پیدا کیں، پھلوں کی قسمیں، غلوں کی انواع، پھولوں کے رنگ، بھانت بھانت کے حیوانات، اور معلوم نہیں کیا کیا اقسام پیدا کیں، گلابے رنگ رنگ سے ہے زینت چمن!

مختلف انواع کی ایک مثال: مختلف سواریاں ہیں، سمندر میں سفر کے لئے کشتیاں پیدا کیں، اور خشکی میں سفر کے لئے چوپایے، جن پر لوگ لدے لدے پھرتے ہیں، اور یہ سہولت ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتے ہیں (اور اب تو ہوا میں اڑنے والی سواریاں بھی مہیا کیں، جن سے مہینوں کی مسافت منٹوں میں طے ہو جاتی ہے) پس بندوں کو چاہئے کہ جب ان سواریوں پر بیٹھیں تو اللہ کا احسان یاد کریں۔

آیات پاک مع تفسیر: — اور اگر آپ ان (مشرکین) سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو وہ ضرور کہیں گے: ان کو زبردست خبردار اللہ نے پیدا کیا ہے! — مشرکین بھی جواہر (وہ چیزیں جو بذات خود قائم ہیں) کا خالق اللہ کو مانتے ہیں، اس لئے وہ یہی جواب دیں گے — لوگ اعراض (وہ چیزیں جو دوسری چیزوں کے ذریعہ قائم ہیں) میں اختلاف کرتے ہیں، مثلاً: بندوں کے اختیاری افعال اللہ تعالیٰ پیدا کرتے ہیں یا بندے خود پیدا کرتے ہیں؟ معطلہ کہتے ہیں: بندے خود پیدا کرتے ہیں، حالانکہ اللہ کے علاوہ کوئی خالق نہیں، سورۃ الرعد (آیت ۱۶) میں ہے: **وَإِلَٰهُ الْخَالِقِ كُلِّ شَيْءٍ ۖ اللَّهُ هِيَ هِيَ** ہر چیز کے خالق ہیں، یہی بات سورۃ الزمر (آیت ۶۲) میں بھی ہے۔

اسی طرح کائنات میں تصرف کا حق صرف اللہ تعالیٰ کا ہے یا انبیاء اور اولیاء کا بھی؟ مشرکین اور غالی بدعتی کہتے ہیں: مورتیاں اور اولیاء بھی تصرف کرتے ہیں، اسی لئے ان کی پرستش کی جاتی ہے، قرآن کریم بار بار مختلف انداز سے اس کی تردید کرتا ہے، مگر جواہر میں کوئی اختلاف نہیں، اس لئے مشرکین بھی یہی جواب دیں گے۔

سوال: مشرکین اللہ کی صفات العزیز اور العلیم کو نہیں جانتے، اگر جاننے تو شرک میں کیوں مبتلا ہوتے؟ پھر انھوں

نے جواب میں یہ صفات کیسے ذکر کیں؟

جواب: یہ سوال بافضل (سردست) نہیں کیا گیا، نہ انھوں نے بافضل جواب دیا ہے، بلکہ سوال بافقہ ہے یعنی اگر یہ سوال کیا جائے تو وہ یہ جواب دیں گے، بافضل جواب ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔

اللہ کا دوسرا کارنامہ: — جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا — یعنی زمین کی ظاہری صورت آرام دہ ہونے میں فرش کی طرح ہے، اور زمین گول ہے، مگر اتنی بڑی ہے کہ بستر بن سکتی ہے، بڑے گنبد پر چوٹی اس طرح چلتی ہے جیسے ہم زمین پر چلتے ہیں۔

اللہ کا تیسرا کارنامہ: — اور تمہارے لئے اس میں راستے بنائے تاکہ تم راہ پاؤ — یعنی ہموار زمین میں، پہاڑوں میں، سمندروں میں اور فضا میں راستے بنائے، انہی راستوں پر لوگ کشتیاں اور ہوائی جہاز چلاتے ہیں، اگر اُس راہ سے ہٹ جائیں تو کہیں سے کہیں جا پڑیں!

اللہ کا چوتھا کارنامہ: — اور جس نے آسمان سے اندازے سے پانی برسایا، پس ہم نے اس کے ذریعہ ویران زمین میں جان ڈالی، اسی طرح تم نکالے جاؤ گے — آخری بات بطور فائدہ کے بیان کی ہے، زمین کی حیات سے مردوں کی حیات پر استدلال کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا پانچواں کارنامہ: — اور جس نے تمام اقسام پیدا کیں — یعنی مخلوقات کی بے شمار انواع و اقسام پیدا کیں۔

تنوع کی مثال: — اور بنائے تمہارے لئے کشتیوں اور چوپایوں سے وہ جن پر تم سواری کرتے ہو — اب ان میں سائیکلوں، موٹر سائیکلوں، کاروں اور ہوائی جہازوں کو بھی شامل کر لو، اور آگے دیکھو: سواریوں کی کیا قسمیں پیدا ہوتی ہیں۔ سواریاں اللہ کی نعمت ہیں، ان کا شکر بجالاؤ: — تاکہ تم ان کی بیٹیوں پر جم کر بیٹھو، پھر اپنے رب کا احسان یاد کرو جب ان پر ٹھیک سے بیٹھ جاؤ — یہ دعا پڑھنے کا وقت ہے — اور کہو: ”پاک ہے وہ ذات جس نے ہمارے کام میں لگایا اس کو، اور نہیں تھے ہم اس کو قابو میں کرنے والے، اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف یقیناً لوٹنے والے ہیں — پاک ہے وہ ذات: یعنی وہ سواری کی محتاج نہیں — قابو میں کرنے والے نہیں تھے: یہ بات مشفیٰ سواریوں پر بھی صادق آتی ہے، اس طرح کہ اللہ نے انسانی دماغ کو یہ طاقت بخشی کہ اس نے ایسی سواریاں ایجاد کیں، پھر ان کے لئے خام مال پیدا کیا جس سے یہ سواریاں تیار ہوئیں — اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں: ان افضلوں میں تعلیم دی گئی ہے کہ ہر دنیوی سفر کے وقت آخرت کے کٹھن سفر کو یاد کرنا چاہئے، اور سوار ہو کر بھی اللہ کا ذکر جاری رکھنا چاہئے، تاکہ

آخرت کا سفر بھی بہ سہولت طے ہو جائے۔

جب سواری پر پاؤں رکھے تو بسم اللہ کہے، پھر سوار ہو جانے کے بعد الحمد للہ کہے، پھر یہ کلمات کہے: ﴿سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرْنَا هَذَا، وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ، وَإِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ﴾

وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادَةٍ جُزْءًا ۖ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُورٌ مُّبِينٌ ﴿٥﴾ أَمَّا اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَدْنًا وَآصَفَكُمْ بِالْبَنِينَ ﴿٦﴾ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِمَا صَرَبَ لِلرَّحْمَنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ﴿٧﴾ أَوْ مَنْ يُّنْشَوُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ ﴿٨﴾ وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَدُ الرَّحْمَنِ إِنَاثًا أَشْهَدُوا خَلَقَهُمْ ۖ سَتَكُنُّبُ شَهَادَتُهُمْ وَيَسْأَلُونَ ﴿٩﴾

وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادَةٍ جُزْءًا ۖ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُورٌ مُّبِينٌ ﴿٥﴾	اور بنایا انھوں نے اس کے لئے اس کے بندوں میں سے	بَدْنًا وَآصَفَكُمْ بِالْبَنِينَ ﴿٦﴾	بچوں کو اور انھیں بچوں کے ہونے کے لئے	ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ﴿٧﴾	ظلم (تو) پڑ جاتا ہے اس کا چہرہ کالا اور وہ گھٹنے والا ہے
أَوْ مَنْ يُّنْشَوُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ ﴿٨﴾	جڑ (اولاد) بے شک انسان البتہ ناشکر ہے واضح	وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِمَا صَرَبَ لِلرَّحْمَنِ مَثَلًا	خوش خبری دیا جاتا ہے ان میں سے کوئی اس منفی حکم ساتھ ماری ہے اس نے مہربان اللہ کے لئے مثال	أَوْ مَنْ يُّنْشَوُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ ﴿٩﴾	اور وہ زیور میں اور وہ مباحثہ میں

(۱) أَصْفَى فَلَا يَكْلَا: کسی کے لئے کوئی چیز خاص کرنا، یا اسے اس چیز میں ترجیح دینا (۲) كَظِيمٌ (فعلیل) كَظَمَهُ الْغَيْظُ: غصہ نے اسے دبا لیا (۳) يُنْشَوُا: مغفوعہ مجبول، واحد مذکر غائب، نَشَأَ نَشِئَةً الصَّبِيَّ: تربیت کرنا، نَشَأَ فِي النِّعَمِ: آسودگی میں پرورش پائی۔ (۴) الْخِصَامِ: جھگڑا، یہاں لمبی لنگھو اور مباحثہ مراد ہے۔

عَبْدٌ مُّيْنٌ وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ	صاف باکے نے واللہ ہو اور بنایا انھوں نے فرشتوں کو جو وہ	عَبْدٌ الرَّحْمٰنِ اِنَّا كَا اَشْهَدُوْا	بندے ہیں مہربان ذات کے عورتیں کیا موجود تھے وہ	خَلَقَهُمْ سَيِّئَاتُ شَهَادَتُهُمْ وَيُنْعٰوْنُ	ان کی بناوٹ کے وقت عنقریب لکھیں گے ہم ان کی گواہی اور پوچھے جائیں گے وہ
---	--	--	---	---	--

ابطال شرک: اللہ کی اولاد! وہ بھی بیٹیاں! الحیاذ بانلہ!

اللہ کی یکمائی کے بیان کے بعد اب شرک (بھاگی داری) کو باطل کرتے ہیں یعنی معبود صرف اللہ تعالیٰ ہیں، ان کی خدائی میں کوئی حصہ دار نہیں، مشرکین اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد مانتے ہیں، وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے ہیں، اس کی تردید میں پانچ باتیں فرمائی ہیں:

۱- اگر اللہ کی اولاد ہوگی تو وہ بھی خدا ہوگی، علاقہ جزیت و بعضیت کا یہی تقاضا ہے، پھر تو حید کہاں رہی؟

۲- آدمی اپنے حصہ میں اچھی چیز لگاتا ہے اور صنف نازک مشرکین کے خیال میں اچھی صنف نہیں، پھر کیا یہ بات معقول ہے کہ اللہ نے لڑکیاں لیں اور مشرکین کو لڑکوں کے ساتھ خاص کیا؟

۳- بیٹیاں کو مشرکین پسند نہیں کرتے، ان کو اپنے لئے عیب سمجھتے ہیں، پھر وہ یہ عیب اللہ کے لئے کیوں ثابت کرتے ہیں؟ اللہ تو بے عیب ہیں!

۴- اولاد ہونا ایک صفت ہے، اور اللہ کی تمام صفات: صفات کمالیہ ہیں، اور عورتیں کمزور صنف ہیں، وہ کہنوں میں پلنے کی وجہ سے مباحث میں پھسڈی ثابت ہوتی ہیں، پس اللہ کے لئے بیٹیاں ماننا: اللہ کے لئے صفت ناقص ثابت کرنا ہے، یہ کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟

۵- فرشتے نہ مذکر ہیں نہ مؤنث، وہ الگ جنس ہیں، جیسے آسمان و زمین وغیرہ نہ مذکر ہیں، نہ مؤنث، پس ان کو عورتیں قرار دینا ایک طرح کا الزام ہے، یہ الزام ریکارڈ کیا جا رہا ہے، مشرکین کو قیامت کے دن یہ جھوٹی بات ثابت کرنی پڑے گی، نہیں کر سکیں گے تو جوتے پڑیں گے!

آیات پاک مع تفسیر: — اور بنایا انھوں نے اللہ کے لئے اس کے بندوں میں سے جزء — یعنی اولاد — اولاد ماں باپ کا جزء ہوتی ہے، اسی جزیت و بعضیت کی وجہ سے زوجین پر ایک دوسرے کے اصول و فروع حرام ہوتے ہیں، اور اولاد: ماں باپ کی ہم جنس بھی ہوتی ہے، ناجنس اولاد بڑا عیب ہے، کسی کے گھر میں کتابی جنم لیں تو وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتا۔ پس اگر اللہ کی اولاد ہوگی تو وہ ہم جنس یعنی خدا اور معبود ہوگی، پھر تو حید کہاں رہی؟ — علاوہ

ازیں: اولاد غیر کی دین ہوتی ہے، اور فرشتے وغیرہ اللہ کے بندے اور اس کی مخلوق ہیں، وہ اللہ کی اولاد کیسے ہو سکتے ہیں؟
 — غرض آیت میں دو طرح سے اولاد ہونے کا رد کیا ہے: ایک: ﴿مِنْ عِبَادِهِ﴾ میں دوسرے: ﴿جُزْءًا﴾ میں —
 بے شک انسان صریح ناشکر ہے — یہ تیسری طرح تردید کی ہے کہ اللہ کے لئے اولاد ماننا اللہ کی بدیہی ناشکری ہے،
 غلام: حقیقی آقا کے ساتھ کسی کو خواہ مخواہ آقا مان لے تو یہ حقیقی آقا کی ناکدری ہے — علاوہ ازیں: فاصلہ میں ماقبل سے
 ربط کی طرف بھی اشارہ ہے، توحید کے بیان میں اللہ کی نعمتوں کا ذکر آیا ہے، بندوں کو چاہئے کہ وہ ان نعمتوں کو پہچان کر
 شکر بجالائیں، مگر انھوں نے گستاخی شروع کر دی، اللہ کے لئے ایک نازیبا صفت (اولاد ہونا) ثابت کی، یہ الٹی گنگا
 بہائی، یہی ناشکری ہے۔

دوسری آیت: ﴿وَاَوْ اَتَّخَذَ مِنَّا يَخْلُقُ بَٰئِتٍ وَّاَصْلَفَكُمْ بِالْبَٰئِتِ ۝۱۰﴾

ترجمہ: کیا اللہ نے اپنی مخلوقات میں سے بیٹیوں کو پسند کیا اور تمہارے لئے بیٹے مخصوص کئے — یعنی اللہ نے
 اپنے حصہ میں گھٹیا اور ناقص چیز رکھی اور تمہارے حصہ میں عمدہ اور بڑھیا چیز لگائی؟ یہ نہایت نامعقول بات ہے۔

تیسری آیت: ﴿وَاِذَا بَشَّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا صَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۝۱۱﴾

ترجمہ: اور جب ان میں سے کوئی اس صنف کی خوشخبری دیا جاتا ہے جس کی وہ رحمان کے لئے مثال دیتا ہے تو اس
 کا منہ کالا پڑ جاتا ہے اور وہ دل میں گھٹتا رہتا ہے! — لڑکیاں، مشرکین کے نزدیک ناقص صنف تھیں، اس کی دلیل یہ
 ہے کہ اگر ان کے گھر میں لڑکی آتی تو ان کے چہروں پر بولیٹ (سیاہی) برتی، اور وہ دل ہی دل میں گھٹتے رہتے کہ ہائے
 کیسی بری اولاد سے ہم نوازے گئے! پھر یہ بری صفت اللہ کے لئے کیوں ثابت کرتے ہو، وہ تو بے عیب ہیں اور ان کی
 صفات تو صفاتِ کمالیہ ہیں۔

چوتھی آیت: ﴿اَوْ مَن يُّنْكِرُ فِيْ اٰحِلِّيَّتِهٖ وَّهُوَ فِي الْاِخْصَانِ غَيْرُ مُبِينٍ ۝۱۲﴾

ترجمہ: کیا اور جو یور میں نشوونما پائے، اور وہ مباحثہ میں بھی زور بیان نہ رکھے! — وہ ناقص صنف اللہ کی صفت
 ہو سکتی ہے؟ نہیں ہو سکتی، اللہ کی صفات: صفاتِ کمالیہ ہیں — اور آیت سے معلوم ہوا کہ جو آرائش و زیبائش میں نشوونما
 پاتا ہے وہ رائے اور عقل میں ضعیف ہوتا ہے، اسی وجہ سے مردوں کے لئے سونا اور ریشم حرام ہیں۔

پانچویں آیت: ﴿وَجَعَلُوا الْاَمَلِ الْكَفَّةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبْدُ الرَّحْمٰنِ اِنَّا كُنَّا اَشْهَدُ وَاَخْلَقْنٰهُمْ ۚ سَتَكْتُبُ شَهَادَتَهُمْ
 وَيُسْأَلُوْنَ ۝۱۳﴾

ترجمہ: اور انھوں نے فرشتوں کو جو اللہ کے بندے ہیں عورتیں قرار دیا — یعنی فرشتوں کا حال تم جانتے ہو یا اللہ؟

وہ اللہ کے بندے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کا حال بہتر جانتے ہیں، تم کیا جانو! — کیا وہ ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے — نہیں تھے! پھر قطعیت کے ساتھ یہ بات کیوں کہتے ہیں؟ — اب ان کا یہ دعویٰ لکھ لیا جائے گا — یعنی یہ جھوٹا دعویٰ ریکارڈ کر لیا گیا ہے — اور وہ باز پرس کئے جائیں گے — یعنی ان سے کہا جائے گا: اپنا یہ دعویٰ ثابت کرو، ورنہ جو تے کھاؤ! — اور ثابت نہیں کر سکیں گے، کیونکہ فرشتے ان کی نظروں کے سامنے ہو گئے، ان کی حالت دیکھ رہے ہو گئے، پس وہ جھوٹوں سے نوازے جائیں گے (رؤاشر اک پر ابھی گفتگو باقی ہے)

وَقَالُوا كُوشًا الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ مَا لَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنَّهُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۝
 اَمْ اَتَيْنَهُمْ كِتٰبًا مِنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُّسْتَمْسِكُوْنَ ۝ بَلْ قَالُوْا اِنَّا وَجَدْنَا اٰبَاءَنَا
 عَلٰى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰى اَثَرِهِمْ مُّهُتَدُوْنَ ۝ وَكَذٰلِكَ مَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ
 نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالُ الْمُرْفُوْهُ اِنَّا وَجَدْنَا اٰبَاءَنَا عَلٰى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰى اَثَرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ۝
 قُلْ اُولٰٓئِكَ هُم بِاِهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُمْ عَلَيْهِ اٰبَاؤُكُمْ قَالُوْا اِنَّا بِمَا اُرْسِلْتُمْ بِهِ
 كٰفِرُوْنَ ۝ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عٰقِبَةُ الْمُكْذِبِيْنَ ۝ وَاِذْ قَالَ
 اِبْرٰهِيْمُ لٰبِيْهٖ وَقَوْمِهٖ اِنِّىْۤ اَبْرَءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِىۤ اَقْرَبَنِىۤ فَاَتَهٗ
 سَبِّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّكَ حَمْدًا مَّخْفٰتًا ۝ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِى عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝

وَقَالُوا	اور کہا انھوں نے	بِذَلِكَ	اس بارے میں	مِّنْ قَبْلِهٖ	اس سے پہلے
كُوشًا	اگر چاہتے	مِنْ عِلْمٍ	کچھ علم	فَهُمْ بِهٖ	پس وہ اس کو
الرَّحْمٰنُ	نہایت مہربان	اِنَّهُمْ	نہیں ہیں وہ	مُسْتَمْسِكُوْنَ (۲)	مضبوط چکھنے والے ہیں
مَا	(تو) نہ	اِلَّا يَخْرُصُوْنَ (۱)	مگر انکل کرتے	بَلْ قَالُوْا	بلکہ کہا انھوں نے
عَبَدْنَاهُمْ	پوجتے ہم ان کو	اَمْ اَتَيْنَهُمْ	کیا دی ہم نے ان کو	اِنَّا وَجَدْنَا	بے شک ہم نے پایا
مَا لَهُمْ	نہیں ان کے لئے	كِتٰبًا	کوئی کتاب	اٰبَاءَنَا	ہمارے اسلاف کو

(۱) عَرَضَ (ن، ض) عَرَضًا الشَّيْءُ: اُتْلَ اور اندازے سے بات کہنا، قیاس دوڑانا (۲) اِسْتَمْسَكَ بِالشَّيْءِ: مضبوطی سے پکڑے رہنا، استدلال کرنا

عَلَا أُمَّةٌ ^(۱)	ایک مذہب پر	أَوَلَوْ	کیا اگرچہ	وَرَأَوْا قَالُوا	اور (یا دیکھو) جب کہا
وَرَأَوْا	اور بے شک ہم	حِثُّنَا	لایا میں تمہارے پاس	لَا بُرْهَانُ	ابراہیمؑ نے
عَلَا أَثَرِهِمْ	ان کے نقش قدم پر	يَا هَٰذِهِ ^(۲)	بہتر	لَا يَبِينُ	اپنے باپ سے
مُهْتَدُونَ	راہ پانے والے ہیں	مِمَّا	اس سے جو	وَقَوْمَهُ	اور اپنی قوم سے
وَكَذَٰلِكَ	اور اسی طرح	وَجَدْتُمْ	پایا تم نے	إِنِّي	بے شک میں
مَا أَرْسَلْنَا	نہیں بھیجا ہم نے	عَلَيْهِ	اس پر	بِرَّاءٍ ^(۳)	بیزار ہوں
مِّن قَبْلِكَ	آپ سے پہلے	أَبَاءَكُمْ	تمہارے اسلاف کو	رَبِّمَا	ان سے جن کو
فِي قَرْيَةٍ	کسی ہستی میں	قَالُوا	جواب دیا انھوں نے	تَعْبُدُونَ	پوجتے ہو تم
مِّن نَّذِيرٍ	کوئی ڈرانے والا	إِنَّا بِمَا	بے شک ہم اس کا جو	لَا إِلَهَ إِلَّا الَّذِي	مگر جس نے
إِلَّا قَالُوا	مگر کہا	أَرْسَلْنَاهُ	بھیج گئے ہو تم	فَطَرَنِي	پیدا کیا مجھے
مُتَّفُوهُ ^(۴)	اس کنوش عیش لوگوں پر	بِهِ	اس کے ساتھ	وَأَنَّهُ	پس بے شک وہ
إِنَّا وَجَدْنَا	بے شک پایا ہم نے	كَفَرُونَ	انکار کرنے والے ہیں	سَيِّفِي دِينٍ	اب راہ دکھائے گا مجھے
أَبَاءَنَا	ہمارے اسلاف کو	فَأَن تَقِينَا	پس بدل لیا ہم نے	وَجَعَلْنَا	اور بنایا اس کو
عَلَا أُمَّةٌ	ایک مذہب پر	مِنْهُمْ	ان سے	كَلِمَةً	بات
وَرَأَوْا	اور بے شک ہم	فَأَنظُرْ	پس دیکھ	بِأَقْبَتِهِ	باقی رہنے والی
عَلَا أَثَرِهِمْ	ان کے نقش قدم کی	كَيْفَ كَانَ	کیسا ہوا	فِي عَقِبِهِ	اپنی نسل میں
مُقْتَدُونَ	پیروی کرنے والے ہیں	عَاقِبَةُ	انجام	لَعَلَّهُمْ	تا کہ وہ
قُلْ	کہا (بغیر نے)	الْمُكَذِّبِينَ	جھٹلانے والوں کا	يَجْعَلُونَ	باز آئیں

شرک کے جواز و استحسان پر مشرکین کی عقلی دلیل اور اس کا جواب

مشرکین کہتے ہیں: اگر رحمان و رحیم چاہے تو ہم ان کے سوا کسی کو نہ پوجتے، جب ہم برابر مورتیوں کی پوجا کر رہے

(۱) امة کے متعدد معانی ہیں، یہاں مذہب اور طریقہ کے معنی ہیں (۲) مُتَوَف: اسم مفعول، اُتُوَف: ہلاکا: عیش پرست بنانا

(۳) اھدی: اسم تفصیل: لغوی معنی میں ہے، اصطلاحی ہدایت مراد نہیں (۴) ہراء: مصدر ہے جو صفت کے طور پر استعمال ہوا

ہے، اصل میں اس کے معنی ہیں: ہر وہ چیز جس کا پاس رہنا برا لگتا ہو، جس سے چھٹکارا ڈھونڈنا چاہئے

ہیں اور وہ قادر مطلق ہیں، پھر بھی ہمیں نہیں روکتے تو یہ دلیل ہے کہ ہمارا کام بہتر ہے، اور اللہ کو پسند ہے۔

جواب: بشرکین مسئلہ سمجھ بغیر انکل اڑاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو کسی فعل پر قدرت دینا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ اس فعل پر راضی بھی ہیں، سورۃ الزمر (آیت ۷) میں گنہگار ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کا منکر ہونا پسند نہیں کرتے اور ان کا شکر گزار ہونا پسند کرتے ہیں، یعنی یہ سچ ہے کہ اللہ کے چاہے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا، مگر تمہارے افعال کا تمہارے حق میں بہتر ہونا اس سے نہیں نکلتا، اگر ایسا ہونے لگے تو پھر دنیا میں کوئی چیز بری نہ رہے، ہر ظالم خونخوار کہہ دے کہ میرا کام اللہ کو پسند ہے جیسی کرنے دیا، بہر حال مشیت اور رضا کو ایک کر دینا محض انکل کا تیر ہے۔

﴿ وَقَالُوا لَوْ شَاءَ الرَّحْمَنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ مَا لَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴾ ﴿١٠﴾

ترجمہ: اور انھوں نے (مشرکوں نے) کہا: اگر مہربان اللہ چاہے تو ہم ان (مورتیوں) کی عبادت نہ کرتے، انہیں اس مسئلہ کی کچھ تحقیق نہیں، وہ محض اٹکل اڑاتے ہیں!

جواز شرک کی کوئی نقلی دلیل نہیں، بس باپ دادوں کی اندھی تقلید ہے

سوال: دلیل عقلی کا حال تو تم سن چکے، اب بتاؤ! تمہارے پاس جواز شرک کی کوئی نقلی دلیل بھی ہے؟ یعنی قرآن سے پہلے اللہ کی اتاری ہوئی کوئی کتاب تمہارے پاس ہے جس میں شرک کا اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہونا لکھا ہو؟ اور وہ تمہارا مستند ہو؟

جواب: ایسی کوئی سند ان کے پاس نہیں، وہ تو اپنے باپ دادوں کے طریقہ پر چل رہے ہیں اور اسی کو ہدایت کا راستہ سمجھتے ہیں یعنی گمراہ اسلاف کی اندھی تقلید کے سوا ان کے پاس کوئی دلیل نہیں، یہی ان کی زبردست دلیل ہے۔ اور یہی دلیل ہر زمانہ کے مشرک پیش کرتے آئے ہیں۔

﴿ أَمَّا اتَّبَعْتُمْ كِتَابًا مِنْ قَبْلِهِ فَمِمَّ بِهِ مُسْتَمْسِكُونَ ﴾ بَلْ قَالُوا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَرِهِمْ مُقْتَدُونَ ﴿ وَكَذَلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ مِنْ نَذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَرِهِمْ مُقْتَدُونَ ﴾ ﴿

ترجمہ: کیا ہم نے ان کو قرآن سے پہلے کوئی کتاب دی ہے، پس وہ اس سے استدلال کرتے ہیں؟ — ایسی کوئی آسمانی کتاب ان کے پاس نہیں — بلکہ انھوں نے کہا: ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے، اور بے شک ہم ان کے نقش قدم پر چل کر ہی راہ یاب ہیں — یعنی وہ اسی کو ہدایت کا راستہ تصور کرتے ہیں — اور یہی جواب ہر زمانہ کے مشرکوں نے دیا ہے: — اور اسی طرح ہم نے آپؐ سے پہلے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا (پیغمبر) نہیں بھیجا،

مگر اس کے خوش حال لوگوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے، اور بے شک ہم ان کے نقش قدم کی پیروی کرنے والے ہیں۔ یعنی کچھ بھی ہو: ہم اسلاف کا طریقہ ہی نہیں چھوڑ سکتے۔

بطلان شرک کی نقلی دلیل ہے، مگر مشرکین اس کو کہاں مانتے ہیں!

پیغمبر ﷺ نے کہا: تمہارے پاس تو جواز شرک کی دلیل نقلی نہیں، مگر میرے پاس بطلان شرک کی نقلی دلیل ہے، اللہ نے مجھ پر قرآن نازل کیا ہے، اس میں شرک کو دلائل سے باطل کیا ہے، اور اس میں تمہارے مذہبی طریقہ سے بہتر طریقہ کی تعلیم دی ہے، اس کو قبول کرو۔

مشرکین نے جواب دیا: ہم نہ تمہاری کتاب کو مانتے ہیں، نہ اس کے بتلائے ہوئے طریقہ کو، ہم تو اپنی راہ پر ہی رہیں گے! — یہی جواب گذشتہ امتوں نے بھی اپنے پیغمبروں کو دیا ہے، پھر ان کا انجام کیا ہوا؟ اور کیا تمہارا انجام ان سے مختلف ہوگا؟

﴿قُلْ أَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِآهْدَىٰ مِمَّا وَجَدْتُمْ عَلَيْهِ آبَاءَكُمْ قُلُوا لَا بَأْسًا أَوْسَلْتُمْ بِهِ كَيْفَ دُونَهُ ۖ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَنْظَرُكُمْ كَيْفَ كَانَتْ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ۝﴾

ترجمہ: (مذکورہ جواب پر) پیغمبر نے کہا: کیا اگر چلا آیا ہوں میں تمہارے پاس اس سے بہتر جس پر تم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے؟ — یعنی میں تمہارے باپ دادوں کی راہ سے اچھی راہ بتلاؤں تو بھی تم میری بات قبول نہیں کرو گے، اور پرانی لکیر پینتے رہو گے؟ — انھوں نے جواب دیا: بے شک ہم اس دین کو جس کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو نہیں مانتے! — یعنی ہم آبائی طریقہ ترک نہیں کر سکتے — سو ہم نے ان سے انتقام لیا، پس دیکھ! کھذیب کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا؟ — وہ عذاب میں پکڑے گئے، اور صفحہ ہستی سے مٹا دیے گئے۔

مشرکین کے جدا امجد نے باپ کی اور قوم کی راہ غلط دیکھ کر

چھوڑ دی تھی پس کیا ان کے لئے اس میں اسوہ نہیں!

ابطال شرک کی گفتگو اس پر ختم کی جا رہی ہے کہ قریش کے جدا امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے باپ کی اور قوم کی راہ غلط دیکھ کر چھوڑ دی تھی، اور صاف تو حید کا اعلان کر دیا تھا، پس اگر آباؤ اجداد کی تقلید کرنی ہے تو اُس بڑے باپ کی راہ پر چلو، جس نے مکہ میں تو حید کا جھنڈا گاڑا ہے، ایک اللہ کی عبادت کے لئے کعبہ شریف تعمیر کیا ہے، اور اپنی اولاد کو وصیت کی ہے کہ وہ ایک اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجیں۔

﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبْنَيْهِ لَا يَنْبَغُ لَكَ بِهَذَا عِبْدُونَ إِلَّا الَّذِي قَطَرْنَا فَأَنْتَ سَيِّدٌ ۝﴾

وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقْبِهِ ۖ فَلَمَّا نَزَلَ بَرَأةً لِّمَن تَشَاءُ ۝﴾

ترجمہ: اور (یاد کرو) جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا: بے شک میں بیزار ہوں ان (مورتیوں) سے جن کی تم پوجا کرتے ہو، لیکن جس نے مجھ کو پیدا کیا، پس بے شک وہ اب مجھے راہ دکھائے گا — إِلَّا: استثناء منقطع بمعنی لیکن ہے، کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ کے مشرکین اللہ کی عبادت نہیں کرتے تھے، پس اللہ تعالیٰ متشکی منہ میں داخل نہیں — اور وہ اس (عقیدہ توحید) کو اپنی اولاد میں ایک باقی رہنے والی بات بنا گئے — یعنی اولاد کو توحید کی وصیت کر گئے — تاکہ وہ شرک سے باز آئیں — اور راجح کی طرف رجوع کریں۔

اولاد کو صحیح دین پر رکھنے کی فکر انسان کے فرائض میں داخل ہے، ان کو دین کی تعلیم دے اور ان کی

دینی استقامت کے لئے دعا کا اہتمام کرے

بَلْ مَتَّعْتُ هَؤُلَاءَ وَآبَاءَهُمْ حَتَّىٰ جَاءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُولٌ مُّبِينٌ ۝ وَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ وَإِنَّا بِهِ كَافِرُونَ ۝ وَقَالُوا لَوْلَا نَزَلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ الْقَرِيبَتَيْنِ عَظِيمٍ ۝ أَهْمُ يَقْسُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُلْطَانًا ۖ وَرَحِمْتَ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ۝ وَلَوْلَا أَن يَكُونَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَن يَكْفُرُ بِالرَّحْمَنِ لِيُؤْتِيَهُمْ سُقْفًا مِّنْ سُقْفَةٍ ۖ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ ۝ وَلِيُؤْتِيَهُمْ آبَآءًا وَسُرَرًا عَلَيْهَِا يَتَّكُونَ ۝ وَزُخْرَفَاءَ ۖ وَإِنْ كُلُّ ذَٰلِكَ لَمِنَّا مَتَاءٌ ۖ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِينَ ۝ وَمَن يَعِشْ عَنِ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نَقِيضٌ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ ۝ وَإِنَّهُمْ لَيَصُدُّونَهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُم مُّهْتَدُونَ ۝

بَلْ	بلکہ	عَلَى رَجُلٍ	آدمی پر	مُخَوِّرًا ^(۳)	خدمت گار
مَنْعَتُ	برحمتہ کا سامان دیا جس نے	فَمَنْ الْفَرِيقَيْنِ	دو فریقوں کے	وَرَحْمَتُ	اور مہربانی
هَؤُلَاءِ	ان لوگوں کو	عَظِيمٍ ^(۱)	بڑے	رَبِّكَ	تیرے رب کی
وَأَبَاءَهُمْ	اور ان کے اسلاف کو	أَهُمْ	کیا وہ	خَيْرٌ	بہتر ہے
حَتَّى	یہاں تک کہ	يَقْبِضُونَ	ہاتھ پکڑتے ہیں	رَبَّنَا	اس سے جو
جَاءَهُمْ	پہنچان کے پاس	رَحْمَتُ	مہربانی	يَجْعَلُونَ	سمیٹتے ہیں وہ
الْحَقُّ	حق (قرآن)	سَرَّيْكَ	تیرے رب کی	وَكُلًّا أَوْ	اور اگر نہ ہوتی یہ بات کہ
وَرَسُولٌ	اور پیغامبر	نَحْنُ فَتَنَّا	ہم نے پائی ہے	يَكُونُ	ہو جائیں گے
مُبِينٌ	کھول کر بیان کرنے والا	بَيْنَهُمْ	ان کے درمیان	النَّاسُ	لوگ
وَكُلَّمَا	اور جب	مَعِيشَتَهُمْ ^(۲)	ان کی معاش	أُمَّةٌ	گروہ (جماعت)
جَاءَهُمْ	پہنچان کے پاس	فِي الْحَيَاةِ	زندگی میں	وَإِحْدَةً	ایک
الْحَقُّ	حق (قرآن)	الَّذِينَ	وہ لوگ	لَجَعَلْنَا	(۷) ضرور بناتے ہم
فَالْتَوَا	(۷) کہا انھوں نے	وَرَفَعْنَا	اور بلند کیا ہے ہم نے	لَهُمْ	اس کے لئے جو
هَذَا سِحْرٌ	یہ جادو ہے	بَعْضُهُمْ	ان کے بعض کو	يَكْفُرُ	انکار کرے
وَأَنكَارٌ	اور بے شک ہم اس کا	فَوْقَ بَعْضٍ	بعض پر	بِالرَّحْمَنِ	نہایت مہربان کا
كُفْرًا وَنَافِلًا	انکار کرنے والے ہیں	دَرَجَاتٍ	مراتب میں	لِيُبَيِّنَ لَهُمُ ^(۴)	ان کے گھروں کیلئے
وَقَالُوا	اور کہا انھوں نے	لَيَبْتَغُوا	تا کہ نہائیں	سُقْفًا	چھتیں
لَوْ لَا نُزِّلَ	کیوں نہیں اتارا گیا	بَعْضُهُمْ	ان کے بعض	مِنْ فَضْلِهِ ^(۵)	چاندی کی
هَذَا الْقُرْآنُ	یہ قرآن	بَعْضًا	بعض کو	وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا ^(۵)	اور میڑھیاں جن پر

(۱) عظیم: رجل کی صفت ہے (۲) مَعِيشَةٌ: اُم مصدر: سامان زندگی، معاش: وہ چیز جس سے ہر اوقات کی جائے (۳) سَخَوٌ (ف) فَلَانًا مُخَوِّرًا: کسی سے جبراً کام لینا، جو اس نے اپنی مرضی سے کیا ہو۔ (۴) لِيُبَيِّنَ لَهُمُ: لَمَنْ يَكْفُرُ سے بدل اشتغال ہے، اور بدل میں مل کر جعل کا مقول اول اور سُقْفًا مقول ثانی ہے۔ (۵) عَلَيْهَا: پتھروں سے متعلق ہے، اور جملہ معارج کی صفت ہے۔

بِظُهُورُنْ وَالْيُؤَيُّوتِهِمْ ^(۱)	پڑھیں وہ اور ان کے گھروں کیلئے	الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا	زندگی کا دنیا کی	لَهُ سَيِّطُنَا	اس کے لئے ایک شیطان
أَبْوَابًا وَأَسْرَارًا	کواڑ اور مخفی	وَالْآخِرَةِ عِنْدَ رَبِّكَ	اور آخرت تیرے رب کے یہاں	فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ	پس وہ اس کا ساتھی ہے
عَلَيْهَا ^(۲) يَتَكَلَّمُونَ	جن پر تک لگائیں وہ	لِلْمُتَّقِينَ وَمَنْ	پر ایمانداروں کیلئے ہے اور جو شخص	وَرَأَيْنَاهُمْ لَيَصُدُّونَهُمْ	اور بے شک وہ ضرور روکتے ہیں ان کو
وَزُخْرُفًا ^(۳) وَأَنْ ^(۴)	اور سونے کے اور نہیں	يَبْعَثُ عَنْ ذِكْرِ	صرف نظر کرتا ہے فیض (قرآن) سے	عَنِ السَّيِّئِينَ ^(۵) وَيَكْسِبُونَ	سیدھے راستے سے اور گمان کرتے ہیں
كُلِّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَّأَ	یہ سب مگر برتنے کا سامان	الزَّخْمِينَ تُقَبِّضُ ^(۶)	نہایت مہربان کی (تو) مقدر کرتے ہیں ہم	أَنَّهُمْ مُهْتَدُونَ ^(۷)	کہ وہ راہیاب ہیں

روحانیت اور دلیل رسالت کا بیان

مکہ یا طائف کے کسی بڑے آدمی کو نبی بنا کر اس پر قرآن کیوں نازل نہیں کیا گیا؟

توحید اور ابطالِ شرک سے فارغ ہو کر اب رسالت اور دلیل رسالت کا تذکرہ شروع کرتے ہیں، اور بات یہاں سے شروع کی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے جس بات کو اپنی نسل میں باقی رکھا تھا، یعنی شرک سے بیزاری اور توحید پر استواری: وہ بات ان کی نسل میں باقی نہیں رہی، رفتہ رفتہ ان کی نسل شرک میں مبتلا ہو گئی، یہاں تک کہ نبی ﷺ کا عہد میمون آیا، اور قرآن کا نزول شروع ہوا، مکہ کے مشرکین ابراہیم علیہ السلام کی اولاد تھے — ابراہیم علیہ السلام کی نسل شرک میں مبتلا ہوئی، مگر ان کو سزا نہیں دی گئی، بلکہ ان کو سامانِ عیش دیا گیا، قانونِ امہال کام کرتا رہا، اور وہ خوب پھلے پھولے، پھر جب قرآن کریم کا نزول شروع ہوا تو اس کو ماننے سے انکار کر دیا، اور اس کو جادو بتلایا، مگر یہ ایسی مضحکہ خیز بات تھی کہ اس کے (۱) یہ دوسرا بیوتہم پہلے بیوتہم کی تکرار ہے۔ (۲) علیہا: یعنی وہ سے متعلق ہے، اور جملہ سُورَہ کی صفت ہے (۳) زُخْرُفًا کا حال جعلنا کے قرینہ سے مقدر ہے اِیْ لِّجَعْلِنَا لَهُمْ زُخْرُفًا اور زخرف کے دو معنی ہیں: سونا اور زینت (۴) اِنْ اور لَمَّا: نفیِ اثباتِ حصر کے لئے ہیں۔ (۵) یَبْعَثُ: فعل مضارع، صیغہ واحد مذکر فاعل، آخر سے واو (حرفِ عطف) محذوف ہے، عَشَا (ن) عَشُوا عَنْ الشَّيْءِ: صرفِ نظر کرنا (۶) قُبِضَ اللہ: مقدر کرنا، نصیب میں کرنا (۷) السَّيِّئِينَ: اللہ کے عہد کی ہے (۸) مُهْتَدُونَ: راہیاب۔

جواب کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔

البتہ ان کی دوسری بات سنجیدگی سے لی، اور اس کا مفصل جواب دیا، مشرکین نے کہا: اگر اللہ تعالیٰ کو قرآن اتارنا تھا تو مکہ یا طائف کے کسی سردار کو نبی بناتے اور اس پر قرآن اتارتے، پس ہم مان لیتے، اب ہم یہ بات کیسے مانیں کہ بڑے بڑے دولت مند سرداروں کو چھوڑ کر ایک بے حیثیت آدمی کو نبی بنایا اور اس پر قرآن اتارا؟

اس کا جواب دیتے ہیں کہ کیا اللہ کی رحمت یعنی نبوت تم بانٹو گے؟ یعنی تم جس کو اہل قرار دو اس کو نبوت ملے، ﴿اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ﴾: اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں اس جگہ کو جہاں وہ اپنا پیغام رکھتے ہیں [الانعام ۱۲۳] یعنی کون نبوت کا اہل ہے کون نہیں؟ اس کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں تم کیا جانو؟

اور نبوت تو بڑی چیز ہے، تمہاری روزی روٹی، ہم بانٹتے ہیں، اس میں تمہارا کوئی دخل نہیں، پھر ہم مال سامان سب کو برابر نہیں دیتے، تفاوت رکھتے ہیں، تاکہ بعض بعض سے کام لیتے رہیں، اگر سب مالدار ہوتے یا سب نادار ہوتے تو کوئی کسی کا کام نہ کرتا، کیوں کرتا؟ اور کس امید پر کرتا؟ اور کس کو کم یا زیادہ دیتا ہے یہ اللہ ہی بہتر جانتے ہیں، تمہارا اس میں کچھ دخل نہیں، جبکہ دنیاوی مال سامان، نبوت کی بہ نسبت معمولی چیز ہے، اس میں تمہارا اختیار نہیں تو نبوت میں تمہارا کیا حصہ ہو سکتا ہے؟

﴿بَلْ مَثَعَتْ لَهُمْ آلِهَةٌ ۚ وَآبَاءَهُمْ حَتَّىٰ جَاءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُولٌ مُّبِينٌ ۚ وَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ وَإِنَّا بِهِ كَافِرُونَ ۚ وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ الْقَرِيبِينَ عَظِيمٍ ۚ أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۚ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ سُلْطَانًا ۚ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْعَلُونَ ۚ﴾

ترجمہ مع تفسیر: — بلکہ میں نے ان کو اور ان کے باپ دادوں کو سامانِ عیش دیا — یعنی ابراہیم علیہ السلام کی نسل شرک میں مبتلا ہو گئی، مگر ان کو ہلاک نہیں کیا، بلکہ سامانِ عیش دیا، اور وہ خوب پلے بڑھے — یہاں تک کہ ان کے پاس سچا قرآن اور صاف صاف دین کی باتیں بتانے والا رسول پہنچا — یعنی نبی ﷺ کا مبارک زمانہ آیا، اور قرآن کا نزول شروع ہوا — اور جب ان کو یہ سچا قرآن پہنچا تو انھوں نے کہا: یہ جادو ہے، اور ہم اس کو نہیں مانتے — مشرکین کی اس بات کا جواب نہیں دیا، یہ مضحکہ خیز بات ہے، جادو کو کون نہیں جانتا کہ کیا ہوتا ہے!

اور انھوں نے کہا: کیوں نہیں اتارا گیا یہ قرآن دو ہستیوں کے کسی بڑے آدمی پر؟ — یعنی مکہ یا طائف کے کسی سردار کو نبی بنایا جاتا، اور اس پر یہ قرآن اتارا جاتا تو ہم مان لیتے — کیا وہ اللہ کی رحمت (نبوت) بانٹ رہے ہیں —

یعنی وہ جس کو کہیں ہم اس کو نبوت سے سرفراز کریں؟ — ہم نے ان کے درمیان دنیوی زندگی میں ان کی معاش بائٹی ہے۔ جس میں ان کا کچھ غل نہیں — اور بعض کو بعض سے مراتب میں اونچا کیا ہے، تاکہ ان کے بعض بعض سے کام لیں — یعنی کسی کو بے شمار دولت دیدی ہے، کسی کو اس سے کم، اور کوئی تہی دست ہے، ہم نے یہ مراتب قائم کئے ہیں، تاکہ احتیاج رہے، اور ایک دوسرے کا کام کرے — اور تیرے رب کی رحمت (نبوت) بہتر ہے اس سے جس کو وہ جمع کرتے ہیں — یعنی نبوت و رسالت کا شرف تو مال و جاہ اور دنیوی ساز و سامان سے کہیں اعلیٰ ہے، جب اللہ نے دنیا کی روزی ان کی تجویز پر نہیں بائٹی، نبوت ان کی تجویز پر کیونکر دیں گے!

دنیا کا مال سامان اللہ کے نزدیک بے وقعت اور حقیر ہے

اوپر ضمایہ بات آئی ہے کہ نبوت کی بہ نسبت دنیا کا مال و متاع ہیچ ہے۔ اب اس کی تفصیل کرتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک دنیوی مال و دولت کی کوئی قدر نہیں، نہ اس کا دیا جانا کچھ کرب و وجاہت کی دلیل ہے، یہ تو ایسی بے قدر اور حقیر چیز ہے کہ اگر ایک مصلحت مانع نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کافروں کے مکانوں کی چھتیں، زینے، دروازے، چوکھٹ، اور تخت چوکیاں سب چاندی اور سونے کے بنادیتے، مگر اس صورت میں لوگ یہ دیکھ کر کہ کافروں ہی کو ایسا سامان ملتا ہے عموماً کفر کا راستہ اختیار کر لیتے، اور یہ چیز مصلحت خداوندی کے خلاف ہوتی، اس لئے ایسا نہیں کیا گیا، حدیث میں ہے کہ اگر اللہ کے نزدیک دنیا کی قدر ایک مچھر کے بازو کے برابر ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی کا نہ دیتے، بھلا جو چیز اللہ کے نزدیک اس قدر حقیر ہو، اسے سیادت و وجاہت عند اللہ اور نبوت و رسالت کا معیار قرار دینا کہاں تک صحیح ہوگا؟ (ماخوذ از نواد شیری)

﴿وَلَوْ أَنَّ يَكُونُ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً لَجَعَلْنَا لِمَنْ يَكْفُرُ بِالْزَحْمَنِ لِبُيُوتِهِمْ سُقْفًا مِّنْ فُضَّةٍ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ ۚ وَلِبُيُوتِهِمْ أَبْوَابًا وَسُرَرًا عَلَيْهَا يَتَكَبَّرُونَ ۚ وَزُخْرَفًا ۚ وَإِنَّ كُلَّ ذَٰلِكَ لَمِنَّا مَتَاعٌ الْحَيَوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْآخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِينَ ۝﴾

ترجمہ مع تفسیر: — اور اگر یہ (اندیشہ) نہ ہوتا کہ لوگ ایک ہی طریقہ پر چل پڑیں گے — یعنی سب کفر کا راستہ لے لیں گے — تو ہم ہاتھ اس کے لئے جو مہربان اللہ کا انکار کرتا: ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی، اور زینے جن پر وہ چڑھتے ہیں، اور ان کے گھروں کے کواڑ، اور تخت جن پر وہ ٹیک لگا کر بیٹھتے ہیں، اور سونے کے — یعنی کسی کی یہ سب چیزیں چاندی کی ہوئیں اور کسی کی سونے کی — اور یہ سب چیزیں صرف دنیوی زندگی کا چند روزہ سامان ہیں — دیر سویرا ان سب چیزوں کو ختم ہو جانا ہے — اور آخرت تیرے پروردگار کے پاس خدا ترسوں کے

لئے ہے۔ اور ان کافروں کے لئے وہاں دہشتی آگ کے سوا کچھ نہیں!

کافروں میں سرمایہ دار ہیں تو مسلمانوں میں بھی ہیں، اور مسلمانوں میں غریب ہیں تو کافروں میں بھی ہیں، پس لوگ اس کو حق و باطل کا معیار نہ سمجھیں

جو شخص قرآن سے اعراض کرتا ہے اس پر شیطان مسلط کیا جاتا ہے

دلیل رسالت (قرآن) کی گفتگو اس پر پوری کرتے ہیں کہ جو شخص اللہ کی ہیئت یعنی قرآن کریم سے روگردانی کرتا ہے، اس پر ایک شیطان مسلط کیا جاتا ہے، جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے، اور طرح طرح سے اس کے دل میں دوسوے ڈالتا ہے، اور غم کی راہ سے روکتا ہے مگر لوگوں کی عقلیں ماری گئی ہیں، وہ گمراہی کو سیدھا راستہ سمجھتے ہیں، اور ان میں نیکی اور بدی کی تمیز باقی نہیں رہی، پس لوگو! ان کریم سے تعلق جوڑو، راہ راست پاؤ گے۔

﴿وَمَنْ يَعْصِ عَنْ شَيْطَانِ فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ ۖ وَإِنَّهُمْ لَيَصُدُّوهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُهُتَدُونَ﴾

ترجمہ: — اور جو شخص اللہ کی ہیئت اور جو شخص اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں،

پس وہ (ہر وقت) اس کے ساتھ رہتا ہے، اور وہ (شیاطین) راہِ روہ (لوگ) خیال کرتے

ہیں کہ وہ راہِ راست پر ہیں۔

قرآن وہ راستہ بتاتا ہے جو نہایت سیدھا ہے اور نیکو کار مومنین کو خوش خبری سناتا ہے کہ ان کو بڑا

ثواب ملنے والا ہے

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَنَا قَالَ لِيَكَتِبَ بِبَيْنِي وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِينُ ۚ وَلَنْ يَنْفَعَكَ الْيَوْمَ إِذْ ظَلَمْتُمْ أَنْفُسَكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ ۖ أَفَأَنْتُمْ تُسْمِعُ الصُّمَّ أَوْ تَهْدِي الْعُمْى وَمَنْ كَانَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۖ فَلَمَّا نَذَّهَبْنَا بِكَ فَإِنَّا مِنْهُمْ مُنْتَقِبُونَ ۖ أَوْ يُرِيدُكَ الَّذِي وَعَدْنَاهُمْ فَإِنَّا عَلَيْهِمْ مُقْتَدِرُونَ ۖ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِي أُوحِيَ إِلَيْكَ إِنَّكَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۖ وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ

تَسْأَلُونَ ۖ وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا ۖ اجْعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ
الْإِلَهَ يُعْبَدُونَ ۚ

۲۰

حقاً! اِذَا	یہاں تک کہ جب	اَفَاَنْتَ	کیا پس آپ	مُفْتَدِرُونَ	قابو پانے والے ہیں
جاءَنا	آیا وہ ہمارے پاس	تُسَبِّحُ	سنا میں گے	فَاَسْتَسْبِحُ	پس مضبوط تمام
قَالَ	کہا اس نے	الضَّمَمُ	بہرے کو	يَا لَذِي	اس کو جو
يَلِيَّتْ	اے کاش	اَوْ تَهْدِيْ	یا راہ دکھائیں گے	اُدْحَى	وحی کیا گیا
بَيْنِيْ	میرے درمیان	الْعُصَى	اندھے کو	لَا يَلِيكَ	تیری طرف
وَبَيْنَكَ	اور تیرے درمیان	وَمَنْ كَانَ	اور اس کو جو	لَا نَكَ	بے شک تو
بُعْدَ	دوری ہوتی	فِي ضَلَالٍ	گمراہی میں ہے	عَلَى صِرَاطٍ	راہ پر ہے
الْمَشْرِقَيْنِ	شرق و مغرب کی	مُتَبِعِينَ	کھلی	مُسْتَقِيمٍ	سیدھی
فَيَسْأَلُ	پس براہے	فَاَمَّا (۴)	پس اگر	وَاِنَّهٗ	اور بیشک وہ (قرآن)
الْقَدِيرِ (۱)	ساتھی (تو)	نَذْهَبَنَّ	لے جائیں ہم	لَا ذِكْرُ	البتہ یاد ہے
وَلَنْ	اور ہرگز نہیں	يَكْ	آپ کو	لَاكَ	آپ کے لئے
يَنْفَعَكُمْ (۲)	نفع پہنچائے گا وہ تم کو	فَاِنَّا مِنْهُمْ	پس بے شک تم ان سے	وَلَقَوْصِكَ	اور آپ کی قوم کے لئے
الْيَوْمَ	آج (قیامت کے دن)	مُتَتَّقِينَ	بدلہ لینے والے ہیں	وَسَوْفَ	اور عنقریب
اِذْ ظَلَمْتُمْ	جب شرک کیا تم نے	اَوْ ذُرِّيَّتَكَ	یا دکھلائیں ہم آپ کو	تَسْأَلُونَ	پوچھے جاؤ گے تم
اَنْتُمْ (۳)	(کیوں) کہ تم	الَّذِي	وہ جس کا	وَسْأَلُ (۵)	اور پوچھو
فِي الْعَذَابِ	عذاب میں	وَعَذَابُهُمْ	وعدہ کیلئے ہم ان سے	مَنْ اَرْسَلْنَا	جن کو بھیجا ہم نے
مُسْتَشْرِكُونَ	اکٹھے ہو	فَاِنَّا عَلَيْهِمْ	پس بیشک ہم ان پر	وَمِنْ قَبْلِكَ	آپ سے پہلے

- (۱) مخصوص بالذم انت محذوف ہے (۲) لن یفعلکم میں فاعل ہو ضمیر مشترک امر جمع قرین (ہم زائد یعنی روایتی شیطان) ہے۔
 (۳) انکم: جملہ تعلیلیہ ہے، لام اجلیہ محذوف ہے ای لانکم، اور اسی جملہ کے قرینہ سے ہو کا مرجع قرین کو بنایا ہے (۴) اَمَّا: إن شرطیہ کا مازائدہ میں اوقام کیا ہے۔ (۵) وَسْأَلُ: قاعدہ: سَأَلَ یَسْأَلُ کا امر منفعل واو یا فاء کے بعد آئے تو قرآنی رسم الخط میں ہمزہ نہیں لکھا جاتا (رائیہ)

مَنْ رُسُلَنَا أَجْعَلْنَا	ہمارے رسولوں میں سے کیا بنائے ہم نے	مَنْ ذُوْنِ الرَّحْمَنِ	نیچے نہایت مہربان کے	الْهَيْكَلُ يُعْبَدُونَ ^(۱)	ایسے معبود جن کی پوجا کی جائے؟
-------------------------------	--	----------------------------	-------------------------	---	-----------------------------------

کل کا دوست آج کا دشمن!

یہ دلیل رسالت (قرآن) اور رسالت کا باقی مضمون ہے۔ فرماتے ہیں: جب قرآن سے اعراض کرنے والا اپنے برے ساتھی کے ساتھ قیامت کے دن ہمارے پاس آئے گا تو کل کا دوست آج کا دشمن ہوگا، اور وہ حسرت اور غصہ سے کہے گا: کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا، اور ایک لمحہ بھی تیری صحبت میں نہ گذرتا، تو دنیا میں میرا برساتی تھا۔ اس طرح کا برساتی شیطان بھی ہو سکتا ہے اور انسان بھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: تیرا یہ ساتھی آج تجھے کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا، کیونکہ تم ایک تھیلی کے پٹے بنے ہو^(۲) ابھی مشرک ہو، اور آج سب عذاب میں گرفتار ہو، جو خود کو عذاب سے نہیں چھڑا سکتا وہ دوسرے کو کیا بچائے گا، دنیا میں آدمی برے ساتھی سے کسی نفع کی امید پر پیگ^(۳) بڑھا رہا ہے، مگر آخرت میں وہ تعلق کچھ کام نہیں آئے گا۔

﴿حَتَّىٰ إِذَا جَاءَنَا قَالَ لَيْلَتُ يَلَيْلَتِ يَلَيْلَتِ الْيُسْرَىٰ نُفْخُ السُّورَٰتِ وَنُصْغِرُ الْجِبَالُ سَوَٰدًا ۚ وَلَوْ رَأَوْاكَ لَعَانُواكَ ۚ وَأُصْبِحُوا بِرَأْسِ جَحِشٍ مَّطْمُورَةٍ ۚ فَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَاٰبَٰبًا ۚ وَيَسْمَوْنَ فِيهَا مِنْ عَصَبٍ أَلْوَنٍ ۚ وَلَهُمْ فِيهَا مِزَاجٌ مَّغْيًى ۚ وَلَهُمْ فِيهَا مِزَاجٌ مَّغْيًى ۚ وَلَهُمْ فِيهَا مِزَاجٌ مَّغْيًى ۚ وَلَهُمْ فِيهَا مِزَاجٌ مَّغْيًى ۚ﴾

ترجمہ: یہاں تک کہ جب وہ (قرآن سے اعراض کرنے والا) ہمارے پاس آئے گا تو (اپنے برے ساتھی) سے کہے گا: اے کاش! میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کی دوری ہوتی! پس تو برساتی ہے! — اور ہرگز نفع نہیں پہنچائے گا وہ (برساتی) تم کو آج (قیامت کے دن) جبکہ تم نے شرک کیا، کیونکہ تم سب عذاب میں اکٹھے ہو!

بجز زمین میں بیج نہیں اُگتا

جس کے دل کے کان بہرے ہوں: نبی ﷺ اس کو قرآن کی آواز نہیں سنا سکتے: جس کے دل کی آنکھیں اندھی ہوں: اس کو قرآن کے ذریعہ راہ نہیں دکھا سکتے، اور جو دیدہ و دانستہ گمراہی میں بہک رہا ہو: اس کو بھی سچائی کی صاف سڑک پر نہیں لا سکتے قرآن کریم کے ذریعہ نفع اسی کو پہنچایا جاسکتا ہے جس میں صلاحیت ہو، کسی درجہ میں حق کا استلاشی ہو، مکہ والے بات اس لئے قبول نہیں کر رہے تھے کہ وہ بہرے اندھے تھے اور عقل کے پیچھے لٹھے لے کر دوڑ رہے تھے یعنی انتہائی بے فکر بھی تھے۔

(۱) ہملہ یعدون: آلہہ کی صفت ہے۔ (۲) پٹے بنے: بچوں کے چھوٹے بڑے کھیلونے (۳) پیگ (ی مجھول) جمبولے کا لمبا جھونک۔

﴿ أَفَأَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ أَوْ تَبْصُرُ الْبَصِيرَ ۚ وَالْعُنَىٰ وَمَنْ كَانَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ ﴾

ترجمہ: پس کیا آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں؟ یا اندھوں کو راہ دکھا سکتے ہیں، اور ان کو جو کھلی گمراہی میں ہیں؟

عذابِ وقت پر آئے گا، پیغمبر کے سامنے آنا ضروری نہیں

سوال: جب مکہ والے قرآنِ کریم سننے ہی نہیں اور ماننے کے لئے تیار نہیں تو ان کو عذاب بھیج کر نسا کیوں نہیں دیا جاتا؟

جواب: عذابِ وقت پر آئے گا، آپ کی وفات کے بعد آئے تب، اور آپ کے سامنے آئے تب، بہر حال وہ اللہ کے قابو سے باہر نہیں، وقت پر ان کو ضرور ملے گی، پیغمبر ﷺ کی حیات میں عذاب آنا ضروری نہیں۔

﴿ فَأَمَّا كَذِّبِينَ يَكُفَّٰرًا مِّنْهُمْ مُّنتَقِبُونَ ۚ أَوْ يُرِيدُكَ الْاِثْمَ وَعَذَابُهُمْ فَاقًا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُونَ ۝ ﴾

ترجمہ: پس اگر ہم آپ کو دنیا سے اٹھالیں پس بے شک ہم ان سے بدلہ لینے والے ہیں — یعنی انکار کی سزا دینے والے ہیں — یا ہم آپ کو دکھلائیں وہ عذاب جس کا ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں — یعنی دھمکی دے رہے ہیں — تو بے شک ہم کو ان پر پوری طرح قدرت ہے!

اب قرآن کے ماننے والے کیا کریں؟

جب مکہ والے ماننے نہیں، اور عذاب آنا نہیں، تو اب قرآن کے ماننے والے کیا کریں؟ — جواب: وہ اپنا فریضہ انجام دیں، اور جو جو ان کی طرف بھیجی گئی ہے اس پر مضبوطی سے عمل کریں، اور جان لیں کہ دنیا کہیں اور کسی راستہ پر جائے: وہ سیدھی راہ پر ہیں، اس لئے ایک قدم اُس سے ابھرا دھرنہ نہیں۔

﴿ فَاسْتَمِعْ بِاللّٰهِ اُذِیْ اَیُّكَ اِنَّكَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ ﴾

ترجمہ: پس آپ اُس قرآن کو مضبوط لئے رہیں جو آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے، بے شک آپ سیدھے راستہ پر ہیں!

قرآنِ کریم دولتِ صدا افتخار ہے!

قرآنِ کریم نبی ﷺ کے لئے اور آپ کی قوم قریش کے لئے فضل و شرف کا سبب ہے کہ اللہ کا کلام اور انسانیت کی نجات و فلاح کا دستور ان کی زبان میں اترا، ان کو اس نعمتِ عظمیٰ کی قدر کرنی چاہئے، اُن سے کل قیامت کو پوچھا جائے گا کہ اس نعمت کی کیا قدر کی؟ پس ایمان لاؤ، اس پر عمل کرو، اور چار دانگ عالم اس کی اشاعت کرو، تاکہ کل مراٹھا کر کہہ سکے کہ مولیٰ! ہم نے آپ کے بخشے ہوئے فضل و شرف کا پورا حق ادا کیا، اب ہمیں صلہ عطا فرمائیے!

﴿ وَرَآئَهُ لَذِذُ لَکَ ۚ وَلَقَوْصٌ تَنْتَلُوْنَ ۝ ﴾

ترجمہ: اور بے شک وہ قرآن بڑا شرف ہے آپ کے لئے اور آپ کی قوم کے لئے، اور عنقریب تم پوچھے جاؤ گے!

جو قرآن کریم کی دعوت ہے وہی تمام انبیاء کی دعوت ہے

قرآن کریم کی بنیادی تعلیم توحید ہے، یہی تمام انبیاء کی مشترک دعوت ہے، شرک کی تعلیم کسی نبی نے نہیں دی، کسی دین میں اس بات کو جائز نہیں رکھا گیا کہ اللہ کے سوا کسی کی پرستش کی جائے، اہل کتاب اور ان کی کتابیں موجود ہیں، دوسرے انبیاء کی تعلیمات تو مٹ گئیں، انھیں سے پوچھ دیکھو، وہ تمہیں بتائیں گے کہ اللہ کے سوا کسی کی پوجا نہیں! اور ان سے پوچھنے کی بھی ضرورت نہیں، قرآن کریم خود آگے موسیٰ علیہ السلام کا قصہ ذکر کر رہا ہے، انھوں نے فرعون کو جو خدائی کا دعویدار تھا توحید کی دعوت دی تھی، اور عیسائیوں نے جو عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں غلو کیا ہے اس کی حقیقت بھی کھولی ہے۔

﴿وَسَأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ إِلَهًا يُعْبَدُونَ﴾

ترجمہ: اور آپ پوچھیں ان سے — یعنی ان کی امتوں سے — جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا: کیا رحمان سے ورے اللہ نے اب؟

کی جائے؟

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِآيَاتِنَا إِذَا هُمْ مِنْهَا يَضْحَكُونَ ﴿١﴾
وَأَخَذْنَاهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٢﴾ وَقَالُوا يَا أَيُّهَا
عَنْدَكَ إِنَّا لَمُهْتَدُونَ ﴿٣﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمْ الْعَذَابَ إِذَا هُمْ يَنْتَكِبُونَ ﴿٤﴾ وَكَادَ
فِرْعَوْنُ فِي قَوْمِهِ قَالَ يُقِيمُ آلِيسَ لِي مَلِكُ مِصْرَ وَهَذِهِ الْأَنْهَارُ تَجْرِي مِنْ تَحْتِي
أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿٥﴾ أَمْ أَنَا خَيْرٌ مِنْ هَٰذَا الَّذِي هُوَ مِثْلُ ۚ وَلَا يُكَادُ يَبِينُ ﴿٦﴾ فَلَوْلَا
الْبَقِي عَلَيْهِ أَسُورَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ أَوْ جَاءَ مَعَهُ الْمَلِكُ مِثْلُ مُقْتَرِبِينَ ﴿٧﴾ فَاسْتَحَفَّ قَوْمَهُ
فَاطَاعُوهُ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿٨﴾ فَلَمَّا أَسْفَوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنَاهُمْ
أَجْمَعِينَ ﴿٩﴾ فَجَعَلْنَاهُمْ سَلَفًا وَمَثَلًا لِّلْآخِرِينَ ﴿١٠﴾

وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	اَرْسَلْنَا	بھیجا ہم نے	مُوسَىٰ	موسیٰ کو
----------	-----------------	-------------	-------------	---------	----------

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَكِهِ	ہماری نشانوں کے ساتھ فرعون کی طرف اور اس کے سرداروں کی طرف	يَا الْعَذَابُ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ	عذاب میں تاکر وہ (شرک سے) باز آئیں اور کہا انھوں نے	قَالَ يُعْقِبُ الْكَافِرِينَ	اس نے کہا: اے میری قوم! کیا نہیں سمجھ لے لے معمری حکومت اور یہ
فَقَالَ رَافِي رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ	پس کہا موسیٰ نے پیغمبر میں بھیجا ہوا ہوں رَبِّ الْعَالَمِينَ جہانوں کے پالنا ہمارا	يَا أَيُّهَا السَّجُورُ ادْعُ لَنَا	اے چادو گر! (باکمال) دعا کیجئے ہمارے لئے	وَهَذِهِ الْأَنْهَارُ تَجْرِي	اور یہ نہریں بہہ رہی ہیں
فَلَمَّا جَاءَهُمْ كَهَنُوتُ الْكَافِرِينَ	پس جب پہنچا وہ ان کے پاس ہماری نشانوں کے ساتھ	رَبَّنَا بِمَا عٰهَدْنَا عِنْدَكَ	اپنے رب سے اس بیان کی وجہ سے جو آپ کے پاس ہے	مِنْ تَعٰقِبِ أَفْكَالِهِمْ تَجْرِي	میرے بچے کیا پاس نہیں سمجھتے تم
يَا أَيُّهَا إِذَا هُمْ فِيهَا	(تو) اچانک وہ ان نشانوں پر ہنے لگے	إِنَّا لَمُهْتَدُونَ فَلَمَّا كَشَفْنَا	بے شک ہم ضرور راہ پر آ جائیں گے پس جب کھول دیں گے	أَمْرًا خَيْرٌ مِنْ هٰذَا	کیا (نہیں ہوں) میں بہتر اس سے
وَمَا يُرِيدُكُمْ وَمَا يَخْلِكُكُمْ بِأَنفُسِكُمْ	اور نہیں دکھلائی ہم نے ان کو کوئی نشانی گمروہ بڑی تھی	عَنْهُمْ الْعَذَابُ إِذَا هُمْ يَكْفُرُونَ	ان سے عذاب یگانہ وہ عہد توڑ رہے ہیں	الَّذِينَ هُمْ مُهْتَدُونَ وَلَا يَكْفُرُونَ	جو کہ وہ بے قدر ہے اور نہیں قریب ہے
أَكْبَرُ مِنْ أُنْجِيهِمْ وَأَخَذْنَاهُمْ	اس کی بہن سے اور پکڑا ہم نے ان کو	وَنَادَىٰ فِرْعَوْنُ فِي قَوْمِهِ	اور بلند آواز سے کہا فرعون نے اپنی قوم میں	فَلَوْلَا أَلْقَىٰ عَيْنِي أَسْوَدَ (۵)	پس کیوں نہیں ڈالے گئے اس پر نگن

(۱) بما عہد: ما: موصولہ بھی ہو سکتا ہے اور مصدر یہ بھی، اور بما وسیعہ ہے، عہد (س) عہد: بیان باندھنا۔ (۲) نکث (ن) نکثنا العہد: بیان توڑنا (۳) ام: محض، محض من معنی استفہام انکاری ہے (۴) کاذ: بھل، نفی میں ہے اس لئے اثبات کرتا ہے یعنی موسیٰ علیہ السلام مشکل سے سبکی مگر صاف بیان کرتے تھے (۵) اسود: میوہ کی جمع، نگن، گلائی میں پہننے کا ایک زیور۔

وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ	سونے کے	كَاطَا عَوْنُهُ	پس کہنا مان لیا انھوں نے	وَمِنْهُمْ	ان سے
أَوْجَاءَ	یا (کیوں نہیں) آئے	لَمْ يَنْتُمْ كَانُوا	بے شک وہ تھے	كَاعْرَضْتَهُمْ	پس ڈھونڈا یا ہم نے ان کو
مَعَهُ	اس کے ساتھ	قَوْمًا	لوگ	أَجْمَعِينَ	سب کو
الْمَلَائِكَةُ	فرشتے	فِي سَفِينٍ	نافرمان	فَجَعَلْنَاهُمْ	پس بنایا ہم نے ان کو
مُتَقَبِّلِينَ ^(۱)	ہدایا ہندھے	فَلَمَّا	پس جب	سَلَفًا	پیش رو
فَأَسْتَفْتَفَ ^(۲)	پس ہلکا کر دیا اس نے	أَسْفُونًا	غصہ دلا یا انھوں نے ہم کو	وَمَثَلًا	اور کہانی
قَوْمَهُ	اپنی قوم کو	انْتَقَبْنَا	(تو) بدلہ لیا ہم نے	لِلْأَخْيَرِينَ	بچھلوں کے لئے

فرعون خود کو رب اعلیٰ (سب سے بڑا پروردگار) کہتا تھا

اس کا دماغ ٹھیک کرنے کے لئے موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا

پچھلی آیت میں فرمایا ہے: ”آپ ان پیغمبروں سے پوچھیں جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے کہ کیا اللہ کے سوا کوئی قابل پرستش ہستی ہے؟“ — یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ گذشتہ انبیاء تو گذر چکے ان سے کوئی کیسے پوچھے گا؟ جواب یہ ہے کہ ان پر نازل ہونے والے صحیفوں سے تحقیق کریں اور ان کی امتوں سے پوچھیں، انبیاء بنی اسرائیل کے صحیفے آج بھی موجود ہیں، ان میں بہت سی تحریفات کے باوجود وحید کی تعلیم اور شرک سے بیزاری کی تعلیم موجود ہے۔

اور دور کیوں جائیں؟ قرآن کریم تو انبیاء کے صحیفوں کا محافظ ہے [المائدہ ۴۸] اور ان کی کجی کو بھی دور کرتا ہے [ہود ۱۲۰] پس قرآن کا بیان ہمارے لئے کافی ہے، اسی مقصد سے موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا یہ واقعہ بیان کیا ہے۔

واقعہ کا خلاصہ: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو نو نشانوں کے ساتھ فرعون اور اس کی حکومت کے بڑے لوگوں کی طرف بھیجا، انھوں نے جاتے ہی توحید کی دعوت دی، فرمایا: ”میں تمام جہانوں کے پانہار کا بھیجا ہوا ہوں“ اس میں توحید کی تعلیم ہے کہ پروردگار: اللہ کے سوا کوئی نہیں، اور میں اسی کا فرستادہ ہوں — موسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں سے عصا اور ید بیضا تو بڑے معجزات تھے، باقی سات میں آزمائش کا پہلو بھی تھا، یعنی سیلاب، مٹی ڈل، جوئیں، خون، مینڈک، قحط سالی اور پھلوں کی کمی: ایسی نشانیاں تھیں جن میں عذاب کا پہلو بھی تھا۔

یہ نشانیاں وقتاً فوقتاً ظاہر ہوئی ہیں، اور جب بھی ظاہر ہوتیں لوگ ان کا مذاق اڑاتے، کہتے: یہ کیا معجزات ہیں؟ یہ تو

(۱) مقفین: اسم فاعل، اقرون الشیء بغیرہ: مل جانا، ساتھ ہونا، نما: صف، قطار، نما باعدہنا: صف بنانا، قطار بنانا

(۲) استخفہ: ہلکا کرنا یعنی بے وقوف بنانا۔

معمولی واقعات اور حوادث ہیں، قسط سالیان وغیرہ تو ویسے بھی ہو جاتی ہیں — مگر جب بھی وہ گرفتار بلاء ہوتے تو موسیٰ علیہ السلام سے دعا کراتے، اور ان کی دعا سے بلاء دور ہوتی، اس کا اثر یہ ہوا کہ قوم کامیلان موسیٰ علیہ السلام کی طرف بڑھا، اور فرعون نے اس کو خطرہ سمجھا، اس نے پوری قوم کو جمع کیا اور زور کا بھاشن (بیان) دیا اور قوم کو متحمل سے پیدل کر دیا، چنانچہ وہ اس کی خدائی پر مطمئن ہو گئے، بالآخر شرک کی پاداش میں غرقاب کر دیئے گئے، اور وہ ایک قصہ پارینہ بن کر رہ گئے!

فرعون کی تقریر: — فرعون نے اپنی تقریر میں تین باتیں کہیں:

پہلی بات: — اپنی خدائی دویلوں سے ثابت کی:

۱- میں مصر کا بادشاہ ہوں، اُس زمانہ میں مصر کا بادشاہ بہت بڑا سمجھا جاتا تھا، جیسے آج کا سپر پاور۔

۲- میں نے نہروں کا جال بچھا رکھا ہے، یعنی میں اُن داتا (رزاق) ہوں — مصر میں بارش کم ہوتی ہے، اور وسطی افریقہ سے دریائے نیل بہہ کر مصر سے گذرتا ہے، اور بحرا بیض متوسط میں گرتا ہے، حکومت مصر نے اس پر ڈیم باندھ کر نہروں نکالی تھیں، اس کو فرعون نے اپنی خدائی کی دلیل میں پیش کیا ہے۔

دوسری بات: — دو باتوں کے ذریعہ قوم کو موسیٰ علیہ السلام کی طرف مائل ہونے سے روکا:

۱- اپنی برتری اور موسیٰ علیہ السلام کی بے وقعتی بیان کی کہ میں ہر طرح موسیٰ سے افضل ہوں، پھر تم مجھے چھوڑ کر موسیٰ کی طرف کیوں مائل ہو رہے ہو؟ کیا تم سمجھتے نہیں!

۲- اپنی زور بیانی اور موسیٰ علیہ السلام میں اس کی کمی بیان کی کہ وہ صاف بات نہیں کر سکتا، پھر تم کیوں اس کو مجھ پر ترجیح دیتے ہو؟

تیسری بات: — کوئی خیال کر سکتا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام پیغمبر ہیں، پس وہ افضل ہیں، اس کو دودویلوں سے روکا گیا ہے:

۱- اگر وہ بڑی سرکار کا نمائندہ ہے تو اس کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن کیوں نہیں؟ میں تو اپنے نمائندے کو کنگن پہنانا کر بھیجتا ہوں!

۲- اگر وہ اللہ کا بھیجا ہوا ہے تو اس کے ساتھ فرشتہ ارذلی کیوں نہیں آیا؟ میں تو اپنے اچلی کو اردلی کے ساتھ بھیجتا ہوں!

آیات پاک مع تفسیر: — اور البتہ واقعہ یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ کو ہمارے معجزات کے ساتھ فرعون اور اس کے ارکانِ دولت کی طرف بھیجا — موسیٰ علیہ السلام کو نوشتانیاں دی گئی تھیں، ان میں سے سات از قبیل آزمائش تھیں — فرعون کی قوم مورٹیوں کو پوجتی تھی، اور فرعون خود کو سب سے بڑا خدا قرار دیتا تھا، اُس شرک کو باطل کرنے کے لئے اور توحید

کی تعلیم دینے کے لئے موسیٰ علیہ السلام کو معوث کیا گیا۔ پس موسیٰ نے کہا: میں بالیقین سارے جہانوں کے پالنے والوں کی طرف سے بھیجا ہوا ہوں! — اس میں صورتوں اور فرعون کی الوہیت کی نفی ہے کہ پالنے والے سارے جہانوں کا ایک اللہ ہے، وہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور میں اسی رب کا فرستادہ ہوں۔

پس جب وہ ان کے پاس ہماری نشانوں کے ساتھ پہنچا، تو وہ یکا یک ان نشانوں پر ہنسنے لگے۔ یعنی اُن نشانوں کا مذاق اڑانے لگے، کہنے لگے: یہ کیا عجرات ہیں؟ ہوا چلی: یہ بھی معجزہ، بارش ہوئی: یہ بھی معجزہ، اور برسات میں مینڈک پیدا ہو گئے: یہ بھی معجزہ، قحط سالی اور بھلوں کی کمی تو ویسے بھی ہو جاتی ہے۔

اور ہم ان کو جو بھی نشانی دکھاتے تھے وہ اُس کی بہن سے بڑی ہوتی تھی — یہ ایک محاورہ ہے، یعنی ہم نے ان کو ایک سے ایک بڑھ کر نشانیاں دکھائیں، مطلب یہ ہے کہ سب نشانیاں بڑی تھیں، کیونکہ جب کئی چیزوں کا کمال بیان کرنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں: ایک سے ایک بڑھ کر (بیان القرآن)

اور ہم نے ان کو تکلیف میں پکڑا — ہم اوسات نشانیاں ہیں جو اذیتیں ہیں — تاکہ وہ (شرک سے) باز آئیں — مگر وہ ماننے والے کب تھے۔ البتہ جب بھی کوئی نشانی ظاہر ہوتی جو عذاب کا رنگ لئے ہوئے تھی، اور اس سے اُن کا ناک میں دم آ جاتا تو موسیٰ علیہ السلام سے دعا کرتے، کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ آزمائش ان کی دعوت قبول نہ کرنے کے نتیجے میں آئی ہے۔

اور انھوں نے کہا: اے جادوگر! — یہ اعزاز کا لقب ہے یعنی اے باکمال! — مصر میں جادو کا بڑا زور تھا، اور جادوگر باکمال سمجھے جاتے تھے، جیسے آج کل پی، ایچ، ڈی والے ڈاکٹر! — ہمارے لئے اپنے پروردگار سے دعا کریں، اس بیان کی وجہ سے جو انھوں نے آپ کے ساتھ باندھا ہے — یعنی نبوت سے سرفراز کیا ہے — ہم ضرور راہ پر آجائیں گے! — یعنی شرک سے توبہ کر لیں گے!

پس جب ہم نے وہ عذاب ان سے ہٹا دیا تو یکا یک انھوں نے اپنا عہد توڑ دیا! — یعنی ایمان نہیں لائے — مگر بار بار کی آزمائش سے، اور موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے آفت نلتی دیکھ کر قوم کا کچھ کچھ میلان موسیٰ علیہ السلام کی طرف ہو گیا، تو فرعون کو خطرہ محسوس ہوا کہ ریوڑ ہاتھ سے نکل نہ جائے، چنانچہ اس نے ساری قوم کو جمع کیا، اور بآواز بلند تقریر کی، کیونکہ مجمع بڑا تھا اور تقریر پر جوش تھی، ارشاد فرماتے ہیں: — اور فرعون نے اپنی قوم میں پکارا، اُس نے کہا: — نادیدی میں قول کا مفہوم ہے، پھر قال مکرر لائے، تاکہ پہلا جملہ الگ ہو جائے، اور وہ اس پر دلالت کرے کہ مجمع بہت بڑا تھا اور تقریر پر جوش تھی — اور اس کی نظیر: ﴿وَوَدَّاعِدُيُّ نُوحٌ وَهُوَ نَادٍ﴾ ہے، یہاں بھی فقال لا کر پہلے جملہ کو الگ کیا ہے یعنی نوح

علیہ السلام نے بے تابی سے پکارا، جب بیٹے کو نظروں کے سامنے ڈوبتے دیکھا، پس بے تاب ہو کر اللہ کو پکارا۔

فرعون نے پہلے دو دلیلوں سے اپنی خدا کی ثابت کی، اس نے کہا: — اے میری قوم! — یہ محبت بھرا خطاب ہے، جیسے: ”اے وہ لوگو جو مجھ پر ایمان لائے ہو!“ — کیا مصر کی سلطنت میری نہیں! — اس زمانہ میں مصر کا بادشاہ بہت بڑا سمجھا جاتا تھا، یہ اس نے اپنی خدا کی پہلی دلیل پیش کی ہے — اور یہ نہریں میرے زیر انتظام بہہ رہی ہیں — ان سے تمہیں روزی روٹی ملتی ہے، پس میں تمہارا رزق رساں ہوں، یہ اس کی دوسری دلیل ہے — کیا پس تم سمجھتے نہیں! — کہ میں ہی تمہارا پروردگار ہوں!

اور لوگوں کا ذہن موسیٰ علیہ السلام سے بٹانے کے لئے بھی اس نے دو باتیں کہیں: پہلی بات: — کیا میں اُس سے افضل نہیں ہوں جو کہ وہ بے قدر ہے! — یعنی موسیٰ کے پاس نہ مال و منال، نہ حکومت، نہ عزت اور میں ہر چیز سے مالا مال، پس سوچو کون افضل ہے؟ — دوسری بات: — اور وہ قوت بیانیہ بھی نہیں رکھتا — جیسی میں فصیح و بلیغ تقریر کر رہا ہوں وہ صاف بات بھی نہیں کر سکتا، پھر تم کا ہے کو اس کی طرف مائل ہو رہے ہو! — پھر اس نے دفعِ ظل مقدر کیا، کوئی کہہ سکتا تھا کہ موسیٰ رسول ہیں، اس لئے وہ تجھ سے افضل ہیں، پس اس نے اس خیال کی تردید میں بھی دو باتیں کہیں، پہلی بات: — پس وہ سونے کے نگین کیوں نہیں پہنایا گیا — سر کا تو اپنے نمائندے کو سونے کے نگین پہنا کر بھیجتی ہے، دوسری بات: — اور اس کے جلو میں فرشتے براہِ اندھے ہوئے کیوں نہیں ہیں؟ — حکومت کے نمائندے کے آگے پیچھے تو فوج رہتی ہے۔

پس اس نے اپنی قوم کو عقل سے ہلکا کر دیا — یعنی ان کا آلو بنادیا — پس انھوں نے اس کی بات مان لی — ان کی فطرت میں نافرمانی تھی جو رنگ لائی۔

پس جب انھوں نے ہمیں غصہ دلایا — یعنی انھوں نے ایسے کام کئے کہ سزا کے حقدار ہو گئے — تو ہم نے ان سے بدلہ لیا — یعنی سزا دی — پس ہم نے سب کو ڈوب دیا — بحرِ قلزم کی موجوں کے حوالے کر دیا! — پس ہم نے ان کو پچھلوں کے لئے پیشِ ردِ اور عبرت کا نمونہ بنادیا — یعنی وہ صفحہِ ہستی سے مٹ گئے، اور ان کا برا نام باقی رہ گیا۔

توحید اور صحیفہ انبیاء

انبیاء نے بنی اسرائیل کی کتابیں آج بھی موجود ہیں، ان میں بہت سی تحریفات کے باوجود توحید کی تعلیم موجود ہے:

۱- تورات (استثناء ۴: ۳۵) میں ہے: ”تا کہ تو جانے کہ خداوند ہی خدا ہے، اور اس کے سوا کوئی ہے ہی نہیں“

۲- ۱- استثناء ۶: ۴) میں ہے: ”سن اے اسرائیل: خداوند ہمارا ایک ہی خدا ہے“

۳- اور انجیل (مقرن ۲۹: ۱۲ و متی ۳۶: ۲۲) میں ہے: ”اے اسرائیل! سن! خداوند ہمارا ایک ہی خداوند ہے، اور تو خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان، اور اپنی پیاری عقل، اور اپنی پیاری طاقت سے محبت رکھ“
(بحوالہ معارف القرآن شفیعی)

توحید اور آج کے یہود

میں نے لندن میں یہود کے سب سے بڑے عالم (ربائی) سے ایک ملاقات میں ان کے عقائد معلوم کئے، تو اس نے مجھے یہ عقائد انگریزی میں مطبوعہ دیئے:

۱- اللہ موجود ہے ۲- اللہ ایک اور بے مثال ہے ۳- اللہ مادہ سے بنا ہوا نہیں ۴- اللہ ہمیشہ سے ہے ۵- عبادت صرف اللہ کے لئے ہے ۶- اللہ تعالیٰ انسان کی سوچ اور عمل کو جانتا ہے ۷- اللہ نیکی کا ثواب اور برائی کی سزا دے گا^(۱)

توحید میں یہود ہم سے مختلف نہیں، رسالت محمدی میں اختلاف کرتے ہیں، اس لئے وہ کافر (منکر) ہیں جنات کے لئے کلمہ کے دونوں اجزاء پر ایمان لانا ضروری ہے

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ۖ وَقَالُوا أَآلهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ ۖ إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِي إِسْرَءِيلَ ۖ وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُقُونَ ۖ وَإِنَّهُمْ لَعِلْمُ السَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَ بِهَا وَاتَّبِعُون ۚ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۖ وَلَا يَصِدَّنَّكُمْ الشَّيْطَانُ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ۖ

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ	اور جب ماری گئی	مَثَلًا	مثال	مِنْهُ	اس (مثال) سے
يَخْلُقُونَ	مریم کے بیٹے کی	إِذَا قَوْمُكَ	یہ ایک آپ کی قوم	يَصِدُّونَ ^(۲)	چلا رہی ہے

(۱) باقی چھ عقائد یہ ہیں: (۱) انبیاء نے سچ بولا (۲) موسیٰ علیہ السلام نبیوں میں سب سے افضل ہیں (۳) نکلی ہوئی اور زبانی تواریخ موسیٰ کو دی گئی (۴) اور کوئی تواریخ نہیں ہوگی (۵) یہود کا مسیح آئے گا (۶) بعثت بعد الموت ہوگی۔

(۲) صَدَّ (ض) کہنے صَدًّا: چلا نا، شور مچاتے ہوئے ہٹ جانا، اور باب نصر سے عن صلہ کے ساتھ متقی ہیں: منہ پھیرنا، اعراض کرنا۔

وَقَالُوا لَا إِلَهَ إِلَّا هُمْ ۚ	اور کہا انھوں نے	أَعْمَنَّا	انعام فرمایا ہم نے	وَأَنَّهُ لَعَلَّهُمْ (۳)	اور بے شک وہ
خَيْرٌ	بہتر ہیں	وَجَعَلْنَاهُ	ان پر	لَيْسَ أَعْوَىٰ	البتہ علم (کا ذریعہ) ہے
أَمْرُهُ	یا وہ (یعنی)	مَثَلًا	ایک مثال	فَلَا يَخْزُونَ	قیامت کے لئے
مَنَاصِرَ بُوءَ	نہیں ماری انھوں مثال	لَيْسَ بِأَمْرٍ كَوْنِيٍّ	اسرائیل کے بیٹوں کیلئے	بِهَآ	اس (قیامت) میں
لَكَ	آپ کے سامنے	وَلَوْ نَشَاءُ	اور اگر چاہیں ہم	وَأَنَّهُمْ	اور بیرونی کرو میری
لَا أَجَدُ لَكَ	مگر جھگڑنے کے لئے	لَجَعَلْنَا	البتہ بنائیں ہم	هَذَا صِرَاطٌ	یہ راستہ ہے
بَلْ هُمْ	بل کہ وہ	مِنْكُمْ	تم میں سے	مُسْتَقِيمٌ	سیدھا
قَوْمٌ	لوگ ہیں	مِنَ الْكَفَّةِ	فرشتے	وَلَا يَصُدُّكُمْ	اور ہرگز نہ روکے تم کو
خَصِيصُونَ	جھگڑالو	فِي الْأَرْضِ (۲)	زمین میں	الشَّيْطَانُ	شیطان
إِنْ هُوَ	نہیں وہ (یعنی)	يَخْلِفُونَ	ایک دوسرے کے پیچھے	إِنَّهُ لَكُمُ	بے شک وہ تمہارا
لَا عَبْدٌ	مگر ایک بندے	أَمِينٌ	آئینہ	عَدُوٌّ مُّبِينٌ	کھلا دشمن ہے

عیسائیت میں تو حید کہاں؟ وہ تو عیسیٰ کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں!

بیان یہ چل رہا ہے کہ تمام انبیاء نے تو حید کا سبق پڑھایا ہے، شرک کی تعلیم کسی خفیہ نے نہیں دی، اسی کے ثبوت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ سنایا ہے، اس پر کوئی کہہ سکتا ہے کہ عیسائیوں کے یہاں تو حید کہاں؟ وہ تو عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں، اور بیٹا باپ کا ہم جنس ہوتا ہے، پس ایک خدا کہاں رہا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ عیسائیوں کو یہ تعلیم عیسیٰ علیہ السلام نے نہیں دی، یہ تو بعد میں ظالموں نے دین بگاڑا ہے، پس اس کی ذمہ داری عیسیٰ علیہ السلام پر نہیں، انھوں نے تو تو حید کی تعلیم دی تھی، جیسا کہ اگلی آیات میں آرہا ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ سورۃ الانبیاء کی (آیت ۹۸) نازل ہوئی: ﴿إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَصَبُ

(۱) استفہام تقریری ہے، اس میں مخاطب سے کسی بات کا اعتراف کرایا جاتا ہے، خواہ وہ اس کو ماننا ہو یا نہ ماننا ہو (معنی الملیب ص ۲۶) مشرکین اپنے معبودوں کا: عیسیٰ علیہ السلام سے بہتر ہونے کا نبی ﷺ سے اقرار کرنا چاہتے ہیں، جس کو آپ نہیں مانتے ہیں۔ (۲) فی الأرض: یخلفون سے متعلق ہے، خلف (ن) فلان: جا نہیں ہوتا، قائم مقام ہوتا (۳) للعلم: میں مجاز بالخلف ہے ای لَسَبَّ علم۔

جَنَّتُمْ ﴿۱﴾ بے شک تم (اے مشرکوں!) اور جن کو تم اللہ سے ورے پوجتے ہو سب جہنم میں جموں گے جاؤ گے! — یہ آیت مشرکین پر بھاری پڑی، اس کا جواب ان سے بن نہ پڑا، پس عبد اللہ بن الزبیری نے — جو اس وقت کافر تھے — کہا: اس آیت کا بہترین جواب میرے پاس ہے، نصاریٰ حضرت مسیح علیہ السلام کی عبادت کرتے ہیں، اور یہود حضرت عزیر علیہ السلام کی، تو کیا یہ دونوں بھی جہنم کا اندھن نہیں گئے؟ یہ بات سن کر قریش کے مشرکین بہت خوش ہوئے کہ جواب ہو گیا، اس پر (آیت ۱۰) نازل ہوئی: ﴿إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ﴾ بے شک جن کے لئے ہماری طرف سے بھلائی مقدر ہو چکی ہے وہ دوزخ سے دور رکھے جائیں گے۔

اس وضاحت کے بعد بھی مشرکین نبی ﷺ سے چلا کر یعنی زور شور سے مطالبہ کرتے تھے کہ یہ بات مان لو کہ ہمارے معبود عیسیٰ علیہ السلام سے بہتر ہیں، کیونکہ یہ آپ کی قوم کے معبود ہیں، اور عیسیٰ غیر قوم کے معبود ہیں، اور جب عیسیٰ جہنم میں نہیں جائیں گے تو ہمارے معبود بدرجہ اولیٰ نہیں جائیں گے۔

یہاں یہ بات تمہید میں ذکر کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پانچ خصوصیات بیان کی ہیں، اور ان کے مطالبہ کو یہ کہہ کر ٹال دیا ہے کہ یہ تو محض جھگڑا کھڑا کرنے کی بات ہے، پھر پہلے یہ دہلا^(۱) رکھا ہے کہ قریش کی تو فطرت ہی جھگڑالو ہے، ان سے کوئی نمٹ سکتا ہے!

﴿وَلَكِنَّا ضَرَبْنَا ابْنَ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ۚ وَقَالُوا أَآلِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ ۝﴾

ترجمہ مع تفسیر: — اور جب (عیسیٰ) ابن مریم کی مثال دی گئی — یہ مثال عبد اللہ بن الزبیری نے دی تھی — تو کیا ایک آپ کی قوم اس مثال کو لے کر چلانے لگی، اور انھوں نے کہا: کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ؟ — یعنی ہمارے معبودوں کو بہتر مان لو پس جواب ہو جائے گا — انھوں نے یہ مثال آپ کے سامنے نہیں ماری مگر جھگڑانے کے لئے — یہ مثال یعنی آہِ اَلْهَتْنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ؟ — مشرکین کے معبود کو عیسیٰ علیہ السلام سے بہتر ماننے کا کیا سوال ہے؟ — بلکہ وہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو! — سیدھی سچی بات ان کے دماغ میں نہیں اترتی، دور از کار جھگڑے ٹکانے میں ان کا ذہن خوب چلتا ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام کے تعلق سے پانچ باتیں

﴿إِنَّ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِي إِسْرَءِيلَ ۖ وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ مِنْكُمْ مَذْمُومًا ۚ فَمِنْ حَيْثُ

(۱) نبی: تاش کا وہ پتہ جس پر نو بند یاں (نشانات) ہوتے ہیں، اور دہلا: وہ پتہ جس پر دس بندیاں ہوتی ہیں، یہ پتہ پہلے کو کاشا

الْأَرْضِ يَخْلُقُونَ ۝ وَإِنَّهُ لَعَلَّكُمْ لَتَسْمَعُونَ ۝ كَذَٰلِكَ نَتَنَزَّلُ ۝ يَهَآءُ وَاشْتَعُونَ ۝ هَٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۝ وَلَا يَصُدُّكُمْ الشَّيْطَانُ ۝ إِنَّكَ لَكُمُ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝ ﴿٣٢٠﴾

ترجمہ: (۱) وہ تو محض ایک بندے ہیں (۲) ہم نے ان پر فضل فرمایا ہے (۳) اور ہم نے ان کو بنی اسرائیل کے لئے ایک مثال بنایا ہے (۴) اور اگر ہم چاہتے تو تم میں سے فرشتے بناتے جو زمین میں یکے بعد دیگرے رہا کرتے (۵) اور بے شک وہ قیامت کا علم ہیں — پس تم قیامت میں ہرگز شک مت کرو، اور میری پیروی کرو، یہ سیدھا راستہ ہے، اور تم کو شیطان ہرگز نہ روکے، وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے

تفسیر: ان آیات میں عیسیٰ علیہ السلام کے تعلق سے پانچ باتیں بیان کی ہیں، پھر بات آگے بڑھائی ہے:

۱- عیسیٰ علیہ السلام محض اللہ کے بندے ہیں، نہ خدا ہیں نہ خدا کے بیٹے، اور عبدیت (بندہ ہونا) ان کے لئے باعثِ فخر ہے، جیسے ہمارے نبی ﷺ کے لئے بھی اللہ کا بندہ ہونا طرہ امتیاز تھا۔
۲- عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز کیا ہے، بلکہ انبیائے بنی اسرائیل کا خاتم بنایا ہے، یہ ان پر اللہ کا فضل عظیم ہے۔

۳- چونکہ عیسیٰ علیہ السلام انبیائے بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر ہیں، اس لئے ان کے بعد جب نبوت کے تمام سلسلوں کے خاتم مطلق آئیں گے تو عیسیٰ علیہ السلام کا خاتم ہونا بنی اسرائیل کے لئے ایک مثال بنے گا، اور ان کے لئے خاتم النبیین ﷺ پر ایمان لانا آسان ہوگا۔

۴- عیسیٰ علیہ السلام میں ملکوتی شان تھی، کیونکہ ان کا حمل فرشتہ کی پھونک سے ٹھہرا تھا، اور اسی لئے ان کو آسمان پر اٹھایا گیا، سورۃ النساء (آیت ۱۵۸) میں صراحت ہے: ﴿هَبْنِي رُفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾: بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا، مگر بایں امتیاز وہ اللہ کے بندے ہی رہے — نیز ان کا رفع سماوی معراج نبوی کو سمجھنے کے لئے بھی ایک مثال ہے۔

اور ان میں ملکوتی شان ہونے سے اور ان کے رفع سماوی سے وہ خدا نہیں بن گئے، بندے ہی رہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اگر چاہیں تو سبھی انسانوں میں یہ شان پیدا کر سکتے ہیں، پھر وہ زمین ہی میں رہیں گے، اور ان کی نسل بھی چلتی رہے گی، جیسے نزول کے بعد عیسیٰ علیہ السلام شادی کریں گے، اور ان کی اولاد بھی ہوگی، اسی طرح انسانوں کی بھی ملکوتی شان کے باوجود نسل چلے گی، مگر وہ انسان ہی رہیں گے، خدا نہیں ہو جائیں گے۔

۵- جب قیامت کے قریب عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا تو سب لوگ جان لیں گے کہ اب قیامت قریب آگئی ہے، پس ان کا نزول قیامت کے علم کا سبب بنے گا، یہ آیت نزول میں صریح جیسی ہے، اور احادیث متواترہ میں اس کی

تفصیل ہے۔

پھر بات آگے بڑھائی ہے: کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا تب تو سب کو قیامت کا یقین آجائے گا، مگر وہ تو جب ہے کہ آج اس کو مان لو، نبی ﷺ کی بات سنو اور اس کی پیروی کرو، یہی سچا راستہ ہے، شیطان جو عیسیٰ پڑھا رہا ہے اس کی مت سنو، وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے، وہ تمہیں بھلائی کا راستہ دکھائی نہیں سکتا!

وَلَمَّا جَاءَ عِيسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِإِبْرَاهِيمَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۖ إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبُّكُمْ وَرَبُّكُمْ فَأَعْبُدُوهُ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۖ فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ ۖ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْبُيُوتِ ۝

وَلَمَّا جَاءَ	اور جب آئے	الَّذِي	وہ باتیں جو	هَذَا صِرَاطٌ	یہ راستہ ہے
عِيسَىٰ	عیسیٰ	تَخْتَلِفُونَ	اختلاف کرتے ہوئے	مُسْتَقِيمٌ	سیدھا
بِالْبَيِّنَاتِ	واضح دلائل کے ساتھ	فِيهِ	اس میں	فَاخْتَلَفَ	پس اختلاف کیا
قَالَ	کہا انھوں نے	فَاتَّقُوا	پس ڈرو تم	الْأَحْزَابُ	جماعتوں نے
قَدْ جِئْتُكُمْ	تحقیق آیا ہوں میں	اللَّهُ	اللہ سے	مِنْ بَيْنِهِمْ	ان کے درمیان
بِالْحِكْمَةِ	تمہارے پاس	وَأَطِيعُوا	اور کہا مانو میرا	فَوَيْلٌ	پس خرابی ہے
وَلِإِبْرَاهِيمَ	واشمندی کی باتوں کے ساتھ	إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	لِلَّذِينَ	ان کے لئے جنھوں نے
لَكُمْ	اور تاکہ واضح کروں میں	هُوَ رَبُّكُمْ	ہی میرے رب ہیں	ظَلَمُوا	ظلم (شرک) کیا
بَعْضُ	تمہارے لئے	وَرَبُّكُمْ	اور تمہارے رب ہیں	مِنْ عَذَابِ	عذاب سے
	بعض	فَاعْبُدُوهُ	پس ان کی عبادت کرو	يَوْمِ الْبُيُوتِ	دردناک دن کے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے توحید کی دعوت دی، پھر بعد میں عیسائیوں میں اختلاف ہوا

اور جب عیسیٰ (علیہ السلام) معجزات لے کر آئے — ان کے معجزات یہ تھے: (۱) گارے سے پرندے کی شکل بناتے، اور اس میں چھونک مارتے تو وہ زندہ ہو جاتا (۲) مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو چنگا کرتے (۳) مردے کو بے حکم الہی زندہ

کرتے وغیرہ۔ کہا انھوں نے: میں تمہارے پاس سمجھ کی باتیں لے کر آیا ہوں۔ بارہ برس کی عمر میں یہود کے سامنے انھوں نے ایسے حکیمانہ دلائل و براہین بیان فرمائے کہ تمام علماء عاجز و مہتوت رہ گئے، اور سامعین عیش و عشرت کرنے لگے۔ اور تاکہ بیان کروں میں تمہارے لئے بعض وہ باتیں جن میں تم اختلاف کرتے ہو۔ یہود میں بعض چیزوں کے حلال و حرام ہونے میں اختلاف ہو گیا تھا، عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو کھول کر بیان کیا۔ پس تم اللہ سے ڈرو، اور میرا کہنا مانو۔ یعنی اپنا اختلاف ختم کرو اور میں جو حکم شرعی بتاتا ہوں اس کو مان لو۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہی میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے، پس اسی کی عبادت کرو، یہی (توحید) سیدھا راستہ ہے! یہ بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی دعوت! پس مختلف گروہوں نے باہم اختلاف کیا۔ یہود نے تو ان کو دجال قرار دیا، اور ان کے قتل کے درپے ہوئے، اور عیسائیوں میں سے کسی نے ان کو خدا ہی مان لیا اور کسی نے خدا کا بیٹا۔ سو بڑی خرابی ہے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے ظلم کیا ایک دردناک دن کے عذاب سے۔ یعنی ان کو سزا قیامت کے دن ملے گی، اس طرح آگے قیامت کا بیان شروع ہو گیا ہے۔

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝ الْأَخْلَاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ ۝ يَعْبَادُ لَخَوْفِ عَلَيْكُمْ الْيَوْمَ وَلَا أَنْتُمْ تَخْزُونَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْآيَاتِ وَكَانُوا مُسْلِمِينَ ۝ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُونَ ۝ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصَافٍ مِنْ ذَهَبٍ وَ أَكْوَابُ ۝ وَ فِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ وَ تَلَذُّ الْأَعْيُنُ ۝ وَأَنْتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ وَ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ مِنْهَا تَأْكُلُونَ ۝

ہل	نہیں	اَنْ تَاْتِيَهُمْ	کہ پہنچو وہ ان کو	لَا يَشْعُرُونَ	پہنچ رہے ہیں
يَنْظُرُونَ	انتظار کرتے وہ	بَغْتَةً	اچانک	الْأَخْلَاءُ (۲)	دوست
إِلَّا السَّاعَةَ	مگر قیامت کا	وَهُمْ	وہ	يَوْمَئِذٍ	اس دن

(۱) ہل: استفہام انکاری بمعنی نفی ہے، ان: تفسیر یہ ہے اور جملہ اَنْ تَاْتِيَهُمْ: الساعۃ سے بدل ہے (۲) الاخلاء: الخلیل کی جمع: دوست۔

بَعْضُهُمْ	ان کے بعض	أَدْخُلُوا	داخل ہوؤ	الْأَعْيُنُ	آنکھیں
رَبِّعُضٍ	بعض کے	الْجَنَّةِ	جنت میں	وَأَنْتُمْ	اور تم
عَدُوٌّ	دشمن ہو گئے	أَنْتُمْ	تم	فِيهَا	اس میں
إِلَّا الْمُتَّقِينَ	مگر پرہیزگار	وَأَزْوَاجُكُمْ	اور تمہاری بیویاں	خُلْدٌ وَنَ	ہمیشہ رہنے والے ہو
يُجَادُّونَ ^(۱)	اے میرے بندو!	تُحِبُّونَ ^(۲)	سرور بخشے جاؤ گے	وَبَلَكَ	اور یہ
لَا خَوْفٌ	نہیں ڈر	يُطَاعُ	گھمائی جائیں گی	الْهَنَةِ	جنت
عَلَيْكُمْ	تم پر	عَلَيْهِمْ	ان پر	الَّتِي	جو
الْيَوْمَ	آج	يُصْعَقُونَ	رکاپیاں	أَوْ رُثْمُوها	وارث بنائے گئے تم اس کے
وَلَا أَنْتُمْ	اور نہ تم	مِنْ ذَهَبٍ	سونے کی	يَبْنَى	بدلہ میں اس کے ہے جو
تَحْزَنُونَ	غم گیں ہوؤ گے	وَ أَكْوَابٍ ^(۳)	اور کٹہرے (سونے کے)	كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ	تم کیا کرتے تھے
الَّذِينَ	جو لوگ	وَفِيهَا	اور اس میں	لَكُمْ فِيهَا	تمہارے لئے اس میں
أَمْثُلًا	ایمان لائے	مَنْ	جو	فَاكْهَمَهُ	میوے ہیں
يَا أَيُّهَا	ہماری باتوں پر	نَشْتَهِيهِ	چاہیں گے اس کو	كَثِيرَةً	بہت
وَكَاوُوا	اور تھے وہ	الْأَنْفُسُ	دل	وَفِيهَا	بعض ان میں سے
مُسْلِمِينَ	فرمان بردار	وَتَلَذُّ	اور مزہ لیں گی	تَأْكُلُونَ	کھاؤ گے تم

ظالموں کا قیامت کے دن برا حال ہوگا

ظالم: یعنی نا انصاف، اور یہاں مراد اللہ تعالیٰ کے حق میں نا انصافی ہے، اور سب سے بڑی نا انصافی کفر و شرک ہے، پھر چھوٹی نا انصافی: مامورات کا ترک اور منہیات کا ارتکاب ہے، گذشتہ آیت میں فرمایا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد عیسائی فرقے باہم مختلف ہو گئے، ان میں سے جنہوں نے ظلم کیا، یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو الوہیت میں شریک کیا، ان کے لئے بڑی خرابی ہے دردناک دن کے عذاب سے، یہ عذاب کب ملے گا؟ وہ دن کب آئے گا؟ فرماتے ہیں: وہ قیامت کا دن ہے، اس دن وہ عذاب سے دوچار ہو گئے، اور قیامت کا دن ڈھول بجا کر نہیں آئے گا، بلکہ اچانک آئے گا، سان گمان بھی نہیں (۱) عباد: کے آخر سے یحذوف ہے (۲) حَبْرَہ (ن) حُبْرًا: خوش کرنا، کیف و سرور بخشا (۳) اکواب: کے بعد من ذہب مقدر ہے۔

ہوگا کہ قیامت قائم ہو جائے گی، اس دن دنیا کی دوستیاں دشمنی سے بدل جائیں گی، کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا۔ البتہ اہل ایمان جو شرک سے بچے رہے ہیں ان کی دوستیاں کام آئیں گی۔

﴿هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝ الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ ۝﴾

ترجمہ: یہ لوگ — یعنی وہ ظالم جنھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو الوہیت میں شریک کیا — بس قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان پر دفعۂ آہٹ سے، دراصل ایک دن ان کو احساس بھی نہ ہو — یعنی ابھی ان کو ان کی حرکت کی سزا نہیں دی جا رہی، قیامت کو آنے دو، اس دن ان کا برا حال ہوگا — سبھی دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے — بچتا نہیں گے کہ فلاں سے دوستی کیوں کی جو آج گرفتار مصیبت ہونا پڑا، اس دن جگری دوست بھی دوست کی صورت سے بیزار ہوگا — مگر اللہ سے ڈرنے والے — متقی ہیں، جو شرک و کفر سے اور گناہوں سے بچ رہے ان کی دوستیاں باقی رہیں گی اور کام آئیں گے، وہ ایک دوسرے کے لئے سفارش کر سکیں گے۔

پرہیز نگار آخرت میں شاد کام ہوں گے

جب متقیوں کا ذکر آیات آخرت میں ان کا نیک انجام بیان فرماتے ہیں، متقی — یعنی بچنے والے، جو کفر و شرک سے بھی بچے رہے اور ہر طرح کی برائیوں سے بھی، فرائض و واجبات کو چھوڑنا کبیرہ گناہ ہے، آج کل مسلمان نماز تک نہیں پڑھتے پھر مرتے ہی جنت میں پہنچنے کی امید باندھے ہوئے ہیں، اسی طرح کبیرہ گناہوں سے احتراز نہیں کرتے، اور جنت کی بے سزا امید رکھتے ہیں، یہ بحال ہے ایمان کے ساتھ اسلام بھی ضروری ہے، اور دونوں میں تعلق ایسا ہے جیسا درخت کے تنے میں اور شاخوں میں، تنے کے بغیر شاخیں نہیں ہو سکتیں، اور شاخوں کے بغیر تنے بے ثمر ہے، بلکہ اس کا زندہ رہنا بھی مشکل ہے، پس مسلمان ہوش کے ناخن لیں، اعمال پر مضبوط ہو جائیں، اور گناہوں سے بچیں، تاکہ آخرت میں شاد کام ہوں۔

﴿يَعْبُدُونَ إِلَّا الْيَوْمَ لَا أَنْتُمْ تَخْلَعُونَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْآيَاتِ وَكَانُوا مُسْلِمِينَ ۝ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُونَ ۝ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِنْ ذَهَبٍ وَأَكْوَابٍ ۝ وَفِيهَا مَا تَشْتَهُ مِنَ الْأَنْفُسِ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ ۝ وَأَنْتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ مِنْهَا تَأْكُلُونَ ۝﴾

ترجمہ: اے میرے بندو! — یہ پیار بھر خطاب ہے — تم پر آج کوئی خوف نہیں، اور نہ غمگین ہوو گے — خوف: آگے کا ہوتا ہے کہ معلوم نہیں کیا پیش آئے! اور غم: پیچھے کا ہوتا ہے جو رہ گیا، پس جنتیوں کے لئے نہ آگے کا ڈر ہوگا کہ

سب کچھ ٹھیک ہوگا، اور نہ پیچھے کاغم کہ ان کا اللہ والی ہے — (یہ) وہ بندے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے — یہ ایمان ہے — اور وہ ہمارے فرمانبردار تھے — یہ اسلام ہے، ایمان: دل سے یقین کرنا ہے، اور اسلام: جوارح (اعضاء) سے احکام پر عمل کرنا ہے، یہی پرہیزگار بندے ہیں، جو اللہ کے چہیتے ہیں، باقی نام کے مسلمان ہیں۔

داخل ہو جاؤ جنت میں تم اور تمہاری بیویاں، خوش کئے جاؤ گے تم — فُخْبِرُونِی: مستقل جملہ ہے، اس کا بیان آگے ہے — ان کے پاس لائی جائیں گی سونے کی رکابیاں اور گلاس — یہ غلامان (جنت کے خدام) لائیں گے — اور یہ خوش کرنے کی ایک صورت ہے — اور جنت میں وہ چیزیں ہیں جن کو ان کا جی چاہے گا اور جن سے آنکھوں کو لذت حاصل ہوگی — اور سب سے اعلیٰ چیز جس سے آنکھیں ٹھنڈی ہوگی وہ جمال حق کا دیدار ہوگا، جو جنت میں پہنچ کر حاصل ہوگا — اور تم ان میں ہمیشہ رہو گے — یہ ایک مستقل نعمت ہے، چند روز کا قیام سہانا خواب ہوتا ہے — یہ وہ جنت ہے جس کے تم وارث بنائے گئے ہو، ان نیک کاموں کے عوض میں جو تم کیا کرتے تھے — اس آیت میں دو اہم باتیں ہیں، جن کو میں آگے دو عنوانوں کے تحت ذکر کروں گا، ابھی ہم آیتیں پوری پڑھ لیں، آخری آیت: — تمہارے لئے اس میں بہت سارے میوے ہیں، جن میں سے تم کھاؤ گے — کَثِیْرَةٌ: بہت، یعنی مختلف انواع کے اور بڑی مقدار میں، جن میں سے جن جن کو جنتی کھائیں گے۔

وارث بنانے اور نائب بنانے میں فرق

﴿وَأُورِثُوهَا﴾: تم جنت کے وارث بنائے گئے: یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں ملکیت کے طور پر ہمیشہ کے لئے جنت دیدی، اب جس طرح چاہو اس میں تصرف کرو، نہ واپس لی جائے گی، نہ دارو گیر کی جائے گی — اور اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے جو مال سامان دیا ہے: اس کا مالک نہیں بنایا، بلکہ نائب بنایا ہے، سورۃ الحدید (آیت ۷) میں ہے: ﴿وَأَنْفَقُوا مِمَّا جَعَلْنَاهُمْ مُسْتَحْفِلِينَ فِيهِ﴾: اور خرچ کرو اس مال میں سے جس میں اللہ نے تم کو قائم مقام بنایا ہے، جیسے دکان کا منیجر سیٹھ کا نائب ہوتا ہے، دکان کا مالک نہیں ہوتا، اسی طرح اس دنیا میں جو کچھ اللہ نے بندوں کو دیا ہے: وہ اللہ ہی کا ہے، چنانچہ بندوں کو تصرف پر بھی پابندی ہے، اور اس کا حساب بھی لیا جائے گا، اور آخرت میں جنت کا وارث بنایا جائے گا، وہاں مالکانہ تصرف کا حق ہوگا، اور کوئی حساب نہیں لیا جائے گا۔

جاننا چاہئے کہ وارث بننا مورث کی موت کے بعد ہوتا ہے، اور وارث ہونا مورث کی حیات میں ہوتا ہے، آدمی مرتا ہے تو ورثاء اس کے ترکہ کے وارث بنتے ہیں، اور آدمی کبھی آخر حیات میں مال جائیداد بطور میراث ورثاء میں تقسیم کرتا ہے، تاکہ بعد میں جھگڑے نہ ہوں، پس ورثاء اس کے مالک ہو جاتے ہیں، اور جو چاہیں تصرف کر سکتے ہیں، جبکہ مورث ابھی

زندہ ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ جو حقیقی لایموت ہیں آخرت میں جنت جنتیوں کو بطور ملکیت عطا فرمائیں گے، اور یہ اہل جنت پر اللہ کا خاص فضل ہوگا۔

معفرت کا حقیقی سبب فضل خداوندی ہے اور اعمال صالحہ سبب ظاہری ہیں

قرآن کریم میں جگہ جگہ یہ بات آئی ہے کہ مؤمنین کو جنت ان کے نیک اعمال کے صلہ میں دی جائے گی، یہ سبب ظاہری کا بیان ہے، اور یہ مؤمنین کی قدر افزائی ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ کوئی شخص اپنے عمل سے جنت میں نہیں جائے گا، جو چاہے گا وہ اللہ کے فضل و کرم سے جائے گا، یہ سبب حقیقی کا بیان ہے، اور سبب حقیقی برائے اعتقاد ہوتا ہے، اس پر عقیدہ رکھنا ضروری ہے، اور سبب ظاہری برائے عمل ہوتا ہے یعنی اس کو اختیار کرنا ضروری ہے۔

جیسے تقدیر کا لکھا اٹل ہے، یہ عقیدہ کا بیان ہے، اور اسبابِ معیشت کا اختیار کرنا فریضہ کے بعد فریضہ ہے، یہ برائے عمل ہے، ہر شخص اسباب اختیار کرتا ہے، تقدیر پر کوئی تکیہ نہیں کرتا، مگر ملتا اتنا ہی ہے جتنا تقدیر میں لکھا ہے، اسی طرح یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ جو جنت میں جائے گا: اللہ کے فضل و کرم سے جائے گا، مگر اسبابِ ظاہری یعنی اعمالِ صالحہ کا اختیار کرنا بھی ضروری ہے۔

سورۃ الاعراف (آیت ۴۳) میں دونوں باتیں جمع ہیں، جنت میں جنتی خوش و خرم باتیں کریں گے: ﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیْ لَوْلَا اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلًا مِنَّا بِالْحَقِّ﴾ جنتی کہیں گے: اللہ کا لاکھ لاکھ احسان ہے، جس نے ہمیں اس مقام (جنت) تک پہنچایا، اور ہماری کبھی رسالت نہ ہوتی، اگر اللہ تعالیٰ ہم کو راستہ نہ دکھاتے، واقعی بات یہ ہے کہ ہمارے رب کے رسول بھی باتیں لے کر آئے، یہ جنتی دخولِ جنت کے حقیقی سبب کا اعتراف کریں گے پس اللہ کی طرف سے ان کو پکار کر کہا جائے گا: ﴿وَنُودُوا اَنْ يَّلْجُؤْا النَّجۃَ اَوْ يَصْمُوْہَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ اور پکار کر ان سے کہا جائے گا یعنی دور سے ندا آئے گی کہ یہ جنت تم کو دی گئی ہے تمہارے کئے ہوئے اعمال کے بدلہ میں۔ یہ سبب ظاہری کا بیان ہے، اور یہ اہل جنت کی قدر افزائی ہے کہ تمہاری محنت رائگاں نہیں گئی، یہ جنت اس کا صلہ ہے۔

لَاۤ اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ عَذَابٍ جَہَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ؕ لَا یَقْتَرِعُهُمْ وُہُمْ فِیْہِ مُبْلِسُوْنَ ؕ وَمَا ظَلَمْنٰہُمْ وَلٰکِنْ کَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِیْنَ ؕ وَنَادٰوْا یٰۤاٰیُّکَ لِیَقْضَ عَلَیْنَا رَبِّکَ مَا قَالَ اَنْکُمْ مُّکِیۡدُوْنَ ؕ لَقَدْ جِئْتُکُمْ بِالْحَقِّ وَلٰکِنْ اَکْثَرُکُمْ لِلْحَقِّ کٰرِہُوْنَ ؕ اَمَّا اَبْرٰہِمَؕ

أَمْ قَاتِلَ الَّذِينَ آمَنُوا أَتَاكَ لَا تَسْمَعُ بِهِمْ وَتَجَاهِلُ بِهِمْ ۚ بَلَىٰ وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ
يَكْتُمُونَ ۝

لَئِنْ الْجَاهِلِيَيْنِ فِي عَذَابٍ جَهَنَّمَ حُلْدُونَ لَا يُقْتَرُونَ ^(۱)	بے شک گنہگار عذاب میں ہو گئے دوزخ کے ہمیشہ رہنے والے ہیں نہیں ست کیا جائے گا عذاب ان سے اور وہ اس میں امید توڑنے والے ہو گئے اور جو ظلم کیا ہم نے ان پر لیکن تم وہ ہی ظلم کرنے والے	وَنَادَوْا يٰۤإِلٰهَكَ رَبِّ قُحٰضٍ عَلَيْنَا رَبَّنَا قَالَ لَا تَكْفُرْ فَكَيْفَ تَكْفُرُونَ لَعَنَّا جَهَنَّمَ بِالْحَقِّ وَلٰكِنْ اَكْثَرُهُمْ بِالْحَقِّ	اور پکارا انھوں نے اے مالک چاہئے کہ فیصلہ کروے ہم پر آپ کا پروردگار جواب دیا اس نے بے شک تم ٹھہرنے والے ہو بخدا ادا قہر یہ ہے آئے ہم تمہارے پاس دین حق کے ساتھ لیکن تمہارے اکثر دین حق کو	كِرْهُونَ أَمْ آتٰرَمُومًا ^(۳) أَمْ قَاتِلَ الَّذِينَ آمَنُوا فَلَا تَكْفُرُونَ أَمْ يَحْسِبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ بِهِمْ وَنَجْهَلُهُمْ بَلَىٰ وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُمُونَ	ناپسند کرنے والے ہیں کیا طے کی ہے انھوں نے کوئی بات پس ہم بھی طے کرنے والے ہیں کیا گمان کرتے ہیں وہ کہ ہم نہیں سن رہے ان کے بھید اور ان کی سرگوشی کیوں نہیں اور ہمارے بھیجے ہوئے ان کے پاس لکھ رہے ہیں
--	---	---	---	--	--

بدکاروں کا انجام بد

نیوکاروں کے انجام کے بالمقابل بدکاروں کا انجام بیان فرماتے ہیں، اور مجرم سے آخری درجہ کا مجرم مراد ہے، یعنی کافر و مشرک، گنہگار مومن مراد نہیں، ارشاد فرماتے ہیں: — بے شک بدکار لوگ دوزخ کے عذاب میں ہمیشہ رہیں گے — جہنم: شرک و کفر کی سزا ہے، اور شرک و کفر عقیدہ ہے، اور عقیدہ مستمر (ابدی) ہوتا ہے، اس لئے اس کی سزا بھی دائمی

(۱) قَتَرَ الشَّيْءَ: تکلیف دہ چیز کی تکلیف کم کرنا (۲) مُبِيلٌ: اسم فاعل از اَبْلَسَ، اَبْلَسَ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ: اللہ کی رحمت سے ناامید ہو گیا، اِبْلِسَ: رحمت خداوندی سے مایوس، مغلای بیخود سے مستعمل نہیں، باب افعال سے تمام مشتقات کے ساتھ مستعمل ہے (۳) اَبْرَمَ الْأَمْرَ: قطعی فیصلہ کرنا۔

ہے۔ وہ عذاب ان سے ہلکانہیں کیا جائے گا۔ پس ملتی ہوئے کا کیا سوال؟ — اور وہ اس عذاب میں مایوس پڑے رہیں گے۔ یعنی ناامید ہو جائیں گے کہ اب یہاں سے نکلنے کی کوئی صورت نہیں — اور ہم نے ان پر کچھ ظلم نہیں کیا، بلکہ وہ خود ہی ظلم کرنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تو ان کو دنیا میں رسولوں کے ذریعہ بھلائی برائی سمجھا دی تھی، پھر بھی نہ مانے اور اپنی غلط راہوں سے نہ پھرے تو یہ برا دن دیکھنا پڑا، پس انھوں نے خود اپنے پیروں پر کلہاڑی ماری، اللہ نے ان پر ذرا ظلم نہیں کیا۔

اور وہ پکاریں گے: اے مالک! چاہئے کہ آپ کا پروردگار ہمارا کام تمام کر دے۔ مالک: جہنم کے ذمہ دار فرشتہ کا نام ہے، اور جنت کے ذمہ دار فرشتہ کا نام رضوان ہے۔ دوزخی: مالک کو پکاریں گے، یعنی دور سے درخواست کریں گے کہ اپنے رب سے کہہ کر ہمارا کام تمام کرادے، ہمیں جنت نہیں چاہئے، بس یہ چاہتے ہیں کہ ہمیں فدا کر دے، جیسے حیوانات کو مٹی کر دیا، ہمیں بھی متادے۔ وہ جواب دے گا: بے شک تم ہمیشہ اسی حال میں رہو گے۔ یہ جواب بھی ہزار سال کے بعد ملے گا!

ان مجرموں کو یہ سزا کیوں ملی؟ — بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے سچا دین تمہیں پہنچایا، لیکن تم میں سے اکثر لوگ سچے دین سے چڑتے تھے! — اور نہ صرف یہ کہ دین حق سے نفرت کرتے تھے، بلکہ اس کے خلاف منصوبے گانٹتے اور اسکے میں مٹاتے تھے۔ کیا انھوں نے کوئی قطعی منصوبہ بنایا ہے؟ سو ہم نے بھی ایک قطعی منصوبہ بنایا ہے! — کافروں نے مل کر مشورہ کیا کہ تمہارے تعاقب سے اس نبی کی بات بڑھی، آئندہ جو اس دین میں داخل ہو، اس کے رشتہ دار اس کو مار مار کر لٹا پھیریں، اور جو باہر کا آدمی شہر میں آئے اس کے کان بھریں، تاکہ وہ اس شخص کے پاس نہ بیٹھے۔ یہ انھوں نے قطعی طور پر ایک بات طے کی۔ اور اللہ نے قطعی طور پر یہ بات طے کی کہ اسلام پھیلے گا اور دین اسلام کو عروج حاصل ہوگا، چنانچہ اللہ کا ارادہ غالب رہا، اور دین اسلام کا چارواک عالم ڈنکا بجا!

کیا ان لوگوں کا خیال ہے کہ ہم ان کی پوشیدہ باتوں اور ان کی سرگوشیوں کو نہیں جانتے؟ — اس سے مراد اوپر والی پلاننگ ہے۔ کیوں نہیں! — سب کچھ اللہ کے علم میں ہے۔ اور ہمارے مقرر کئے ہوئے فرشتے ان کے پاس لکھ رہے ہیں۔ یعنی مسل تیار ہو رہی ہے جو قیامت کے دن ان کے سامنے پیش کر دی جائے گی، تاکہ ان پر حجت تام ہو۔

قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَنِ وَكَدَّةٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعُقِيدِينَ ۝ سُبْحَنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝ فَذَرَهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوْعَدُونَ ۝ وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَهٌُ وَفِي الْأَرْضِ إِلَهٌُ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ۝ وَتَبَرَّكَ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝ وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ فَأَنَّى يُؤْفَكُونَ ۝ وَقِيلَ لَهُ رَبِّ إِنْ هَؤُلَاءِ قَوْمٌ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلَامٌ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۝

قُلْ	کہیں:	عَمَّا يَصِفُونَ	ان باتوں سے جو وہ	إِلَهُ	معبود ہے
إِنْ كَانَ	اگر ہوتی	فَذَرَهُمْ	بیان کرتے ہیں	وَفِي الْأَرْضِ	اور زمین میں
لِلرَّحْمَنِ	مہربان اللہ کی	يَخُوضُوا	نہیں چھوڑیں ان کو	إِلَهُ	معبود ہے
وَكُلٌّ	اولاد	وَيَلْعَبُوا	باتوں میں لگے رہیں	وَهُوَ	اور وہ
فَأَنَّا أَكُولٌ	تو میں پہلا	حَتَّىٰ يُلَاقُوا	اور کھلیں	الْحَكِيمُ	حکمت والا
الْعُلْدَيْنِ	عبادت کرنے والا ہوتا	يَوْمَهُمُ	یہاں تک ملاقات کریں وہ	الْعَلِيمُ	خوب جاننے والا
سُبْحَنَ	پاک ہے (اولاد سے)	الَّذِي	ان کے اس دن سے	وَتَبَرَّكَ	اور بڑی برکت والا ہے
رَبِّ	پروردگار	يُوْعَدُونَ	جس کا	الَّذِي لَهُ	وہ جس کے لئے
السَّمَوَاتِ	آسمانوں کا	وَهُوَ الَّذِي	وہ وعدہ کئے جا رہے ہیں	مُلْكُ	حکومت ہے
وَالْأَرْضِ	اور زمین کا	فِي السَّمَاءِ	اور وہی ہے جو	السَّمَوَاتِ	آسمانوں کی
رَبِّ الْعَرْشِ	تختِ شہی کا مالک		آسمان میں	وَالْأَرْضِ	اور زمین کی

(۱) ان: شرطیہ ہے، اس میں امکان ہوتا ہے، جیسے ان شاء اللہ: اگر اللہ چاہیں، اسی لئے یہ مماشات مع الخصم ہے، اور لو: شرطیہ میں امکان نہیں ہوتا، بالفرض کلام ہوتا ہے، جیسے: لو کان بعدی نبی لکان عمرو: اگر (بالفرض) میرے بعد نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتے۔ (۲) خاض فی الحدیث (ن) خوضاً: لوگوں کا باتوں میں لگنا، گفتگو میں مشغول ہونا (۳) الذی یوعدون: موصول صلیل کر یوم کی صفت ہیں۔

وَمَا يَذْكُرُهُمْ	اور اس کی جودوں	لَا مَن	مگر جنہوں نے	يُؤْفَكُونَ	پھیرے جاتے ہیں وہ
وَعِنْدَهُ	اور اس کے پاس ہے	شَهِدٌ	گواہی دی	وَقِيلَهُ ^(۲)	اور رسول کے کہنے کو
عِلْمُ السَّاعَةِ	قیامت کا علم	بِالْحَقِّ	حق بات کی	يَرْبِّ	(کہ اے میرے رب!
وَالْيَهُ	اور اسی کی طرف	وَهُمْ	در احوالیکہ وہ	إِنْ كُفُّواْ	بے شک یہ
ثُجَعُونَ	لوٹائے جاؤ گے تم	يَعْلَمُونَ	جانتے ہیں	قَوْمٌ	لوگ
وَلَا يَسْلُكُ	اور نہیں مالک ہیں	وَلَكِنَّ	اور بخدا! اگر	لَا يُفْعَلُونَ	ایمان نہیں لاتے
الَّذِينَ ^(۱)	وہ لوگ جن کو	سَأَلْتَهُمْ	پوچھیں آپ ان سے	فَاَصْفَحْ	پس رخ پھیر لیں آپ
يَدْعُونَ	پکارتے ہیں وہ	مَنْ خَلَقَهُمْ	کس نے پیدا کیا ان کو	عَنْهُمْ	ان سے
مَنْ دُونِهِ	اللہ سے ورے	لَيَقُولَنَّ	ضرور کہیں گے وہ	وَقُلْ سَلَمٌ	اور کہیں: سلام لو!
الْشَّفَاعَةُ	سفارش کے (کسی کیلئے)	اللَّهُ	اللہ نے	فَسَوْفَ	پس عتریب
		فَأَنَّى	پھر کہاں	يَعْلَمُونَ	جان لیں گے وہ

توحید کا اثبات اور ولدیت کی نفی

پہلے ذکر آیا ہے کہ عیسائی: حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں، وہ تثلیث کے قائل ہیں، یعنی خدا تین ہیں، پھر وہ تین کا لہو ہونا کہ توحید کے بھی قائل ہیں، اور مکہ کے قریش بھی فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں مانتے ہیں، اور اپنی مورتیوں کو ان کا پیکر (نظر آنے والی صورت) کہتے ہیں، اور ان کی پوجا اس لئے کرتے ہیں کہ وہ اللہ سے قریب کریں گی، اور ان کی سفارش کریں گی۔ اب سورت کے آخر میں دونوں جماعتوں کی تردید ہے، اور توحید کا اثبات ہے۔ سورت کی یہ آخری آیتیں نہایت اہم ہیں، ہر آیت نیا مضمون لئے ہوئے ہے، اس لئے غور سے پڑھیں۔

مماشات مع انھم: مماشات: ساتھ لے چلنا، محصم: مخالف، مماشات مع انھم: مخالف کو رواداری سے تھوڑی دور ساتھ لے چلنا، پھر جب موقع آئے تو جوت بجانا، چنانچہ پہلی آیت میں فرمایا کہ اگر اللہ کی اولاد ہوتی تو میں ان کی عبادت سے گریز نہ کرتا، بڑھ کر ان کی بندگی کرتا — اور اللہ تعالیٰ کا ذکر صفت رحمان سے اس لئے کیا کہ اللہ کے لئے اولاد ماننا ایسی بھڑی اور بھونڈی بات ہے کہ اللہ کا قہر ٹوٹ سکتا ہے، مگر چونکہ اللہ تعالیٰ نہایت مہربان ہیں، دنیا میں ان کی رحمت ہر کسی (۱) الذین یذخون: موصول صلیں کر لا یملک کا قائل ہے (۲) وقیلہ: قیل: مصدر، الساعۃ پر معطوف ہے، اسی عندہ علم قیلہ: اللہ کو رسول کی بات کا بھی علم ہے۔

کو عام ہے، اس لئے فوراً سزا نہیں دیتے، سورۃ مریم (آیات ۸۸-۹۵) میں بھی یہ مضمون ہے، اُن میں چار مرتبہ صفت رحمان کا ذکر اسی مقصد سے آیا ہے۔

پھر دوسری آیت میں تھپڑ مارا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے کہاں؟ وہ اولاد سے پاک ہیں، پوری کائنات کے پروردگار ہیں اور تختِ شہابی کے مالک ہیں، یعنی کائنات پر انہی کا کنٹرول ہے، اگر ان کی اولاد ہوتی تو باپ اپنے ملک کا کچھ حصہ اولاد کو دے کر ان کو مختار بناتا، دنیا کے بادشاہ ایسا ہی کرتے ہیں، جبکہ ایسا نہیں ہے، کوئی دوسرا مختار نہیں، پس دونوں جماعتوں کی بات پاؤ رہو ہوئی۔

﴿قُلْ اِنْ كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ وَلَكَدَّةٌ مَّا كُنَّا اَوَّلُ الْعٰلَمِيْنَ ۝ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يُصُفُّوْنَ ۝﴾

ترجمہ: آپ کہیں: اگر نہایت مہربان ہستی کی اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلے اس کی عبادت کرنے والا ہوتا۔ یعنی بڑھ کر اُن کی پوجا کرتا، انکار نہ کرتا۔ یہ تھوڑی دیر مخالف کو ساتھ لے چلتا ہے، پھر پھنر رسید کرتے ہیں: — پاک ہے آسمانوں اور زمین کا پروردگار، تختِ شہابی کا مالک ان باتوں سے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں! — یعنی اولاد سے جو یہ دونوں جماعتیں ماننی ہیں۔

لوگ قیامت تک بوگس دلائل سے اللہ کے لئے اولاد ثابت کرتے رہیں گے

عیسائی پادری اپنے بوگس دلائل سے اپنے پیروں کو تثلیث سمجھاتے ہیں، پھر تین خداؤں کو ایک بھی کرتے ہیں، ان کے دلائل چیدتاں ہوتے ہیں، نہ سمجھنے کہ نہ سمجھانے کے! اسی طرح ہندو پنڈت بھی مورتیوں کی معبودیت ثابت کرتے ہیں، مگر ان کے دلائل مٹری کے جالے ہوتے ہیں، اور یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا، روزِ قیامت ہی پردہ اٹھے گا اور ان کی زبان بند ہوگی، ارشاد فرماتے ہیں: ان کو ان کی باتوں میں مشغول رہنے دو اور غیر حقیقی دلائل سے کھیلنے دو، تا آنکہ قیامت کی گھڑی آجائے۔

آیتِ کریمہ: ﴿فَذَرَهُمْ يَخْضِبُوْنَ وَاَيُّهَا حَتَّىٰ يَلْقَوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوْعَدُوْنَ ۝﴾

ترجمہ: — پس آپ اُن کو چھوڑیں — یعنی ان کی مخالفت و نفوٹ کی طرف التفات نہ کریں — باتوں میں مشغول رہیں وہ اور کھیلیں — یعنی اپنے مصنوعی دلائل سے اللہ کی اولاد ثابت کرتے رہیں، اور یہی ان کا کھیل تماشا ہے — یہاں تک کہ ان کو اس دن سے سابقہ پڑے جس کا وہ وعدہ کئے جاتے ہیں — یعنی قیامت کا دن آجائے،

اس دن ان کو اپنے دلائل کی حقیقت معلوم ہو جائے گی، اور ان کی گستاخیوں اور شرارتوں کا مزہ چکھایا جائے گا۔

کائنات میں اللہ ہی معبود ہیں

نہ آسمان میں فرشتے معبود ہیں، نہ چاند سورج معبود بن سکتے ہیں، نہ زمین میں مورتیاں اور انبیاء اولیاء معبود ہیں، سب آسمان وزمین والوں کا معبود اکیلا اللہ تعالیٰ ہے، جو عرش سے فرش تک اپنی حکمت و علم سے نظام چلا رہا ہے۔ پس اللہ کے لئے اولاد کا کیا سوال؟ اگر وہ بالفرض ہوتی تو معبود ہوتی، اور تو حید کا دُخورد ہو جاتی۔

آیت کریمہ: ﴿هُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَهٌ وَفِي الْأَرْضِ إِلَهٌ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ﴾

ترجمہ: اور وہی ہیں جو آسمان میں معبود ہیں، اور زمین میں معبود ہیں، اور وہ حکمت والے خوب جاننے والے ہیں۔

تاج و تخت اللہ کے لئے ہے، اور وہی جانتے ہیں کہ قیامت کب آئے گی

ابھی اوپر آیا ہے کہ تخت شاہی کے مالک اللہ تعالیٰ ہیں، اب فرماتے ہیں کہ کائنات کی سلطنت کا تاج بھی انہی کے لئے ہے۔ اور وہی جانتے ہیں کہ قیامت کب برپا ہوگی، اور جب بھی قائم ہوگی سب کو لوٹ کر انہی کے پاس حاضر ہونا ہے، پس وہی معبود ہیں، اگر کوئی اور معبود ہوتا تو اپنے علمبرداروں کو اپنی طرف لوٹاتا۔

﴿وَنُذِرُكَ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾

ترجمہ: اور بڑی عالی شان ہے وہ ذات جس کے لئے آسمانوں اور زمین اور درمیانی چیزوں کی حکومت ہے، اور انہی کو قیامت کی خبر ہے، اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

مشرکین کی مورتیاں سفارش نہیں کر سکیں گی

مشرکین مورتیوں کو اسی لئے پوجتے ہیں کہ وہ قیامت کے دن ان کی سفارش کریں گی، مگر ان کا یہ خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوگا، ان کو شفاعت کا کوئی اختیار نہیں ہوگا، قیامت کے دن الہ ایمان ہی بہ اذن الہی سفارش کر سکیں گے۔

﴿وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾

ترجمہ: اور اللہ کے سوا جن معبودوں کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ سفارش کا اختیار نہیں رکھتے، مگر جس نے حق بات (کلمہ توحید) کا اقرار کیا، دراصل ایک وہ جانتے ہیں — وہ سفارش کر سکیں گے — اسی سے اختلاف کے یہاں ایک رائے یہ ہے کہ ایمان: تصدیق قلبی اور اقرار کا نام ہے — مگر کہا گیا کہ اقرار: دنیا میں اسلامی احکام جاری کرنے کے لئے ضروری ہے، ورنہ نجات کا مدار تصدیق قلبی پر ہے، اور وہی نفس ایمان ہے۔

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

اگر کوئی مشرکین سے پوچھے کہ تمہیں کس نے پیدا کیا؟ تو وہ یہی جواب دیں گے کہ اللہ نے! پھر دوسرا معبود کہاں سے آگیا؟ جو خالق ہے وہی معبود ہے! اسی کو کہتے ہیں: جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے یعنی بات وہی برحق ہے جس کا مخالف بھی اقرار کرے — پھر جب تم نے اپنے منہ سے اللہ کے معبود ہونے کا اقرار کر لیا تو اب الٹے کہاں جا رہے ہو؟ اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کی پرستش کیوں کر رہے ہو؟

﴿وَلَيْنَ سَأَلْتَهُمْ مَن خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ فَأَنَّى يُؤْفَكُونَ﴾

ترجمہ: اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ ان کو کس نے پیدا کیا؟ تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ نے! پس کہاں وہ الٹے پھیرے جا رہے ہیں؟

رسول کی فریاد اور تسلی

نبی ﷺ نے ہر جن کو لیا، ہر لوگوں نے مان کر نہیں دیا، پس اس نے بارگاہِ خداوندی میں فریاد کی کہ الہی ایہ لوگ آپ کی یکتائی نہیں مانتے! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ہمارے رسول کی یہ فریاد ہمارے علم میں ہے، وہ اس کا غم نہ کھائیں، اپنا فرض منصبی ادا کر کے ان سے منہ پھیر لیں، اور کہہ دیں کہ اچھا نہیں مانتے تو ہمارا سلام لو! یہ سلام ستارکت ہے یعنی چھوڑ وان کو! وہ لوگ بہت جلدی جان لیں گے کہ معبود اللہ ہی ہیں، انہی کے نام کا ذکر کیا جیگا۔

﴿وَقِيلَ لَهُ يَرْبِّ اِنَّ هٰؤُلَاءِ قَوْمٌ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلَامٌ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝﴾

ترجمہ: اور رسول کی اس بات کی بھی (اللہ کو خبر ہے) کہ اے میرے رب! یہ لوگ ایمان نہیں لاتے — یعنی توحید کو تسلیم نہیں کرتے — پس آپ ان سے رخ پھیر لیں، اور کہہ دیں: سلام لو! پس عتریب وہ جان لیں گے۔



وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنزَلَ هَذِهِ السُّورَةَ وَمَنَّا ۖ
 (۳۴) سُوْرَةُ الدُّخَانِ مَكِّيَّةٌ (۶۴)
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَمْ ۖ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ۚ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ ۚ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۙ
 فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۙ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ۚ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۙ رَحْمَةً
 مِّنْ رَبِّكَ ۚ اِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيْمُ ۙ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ اِنْ
 كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ۙ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيِیْ وَيُمِیْتُ ۚ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اَبَايَكُمْ ۙ اَقُولِيْنَ ۙ
 بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ۙ

پروردگار	رَبِّ (۵)	ہر کام	کُلُّ اَمْرٍ	حایم	حَمْ
آسمانوں کے	السَّمٰوٰتِ	واشندان	حَكِيْمٍ	قسم اس کتاب	وَالْكِتَابِ (۱)
اور زمین کے	وَالْاَرْضِ	حکم پرور	اَمْرًا (۳)	واضح کی	الْمُبِينِ (۲)
اور اسکے جواں کے بیچ میں	وَمَا بَيْنَهُمَا	ہمارے پاس ہے	مِّنْ عِنْدِنَا	بے شک ہم نے	اِنَّا
اگر ہوتم	اِنْ كُنْتُمْ	بے شک تھے ہم	اِنَّا كُنَّا	اتارا اس کو	اَنْزَلْنَاهُ
یقین کرنے والے	مُؤَقِّنِيْنَ	سمجھنے والے	مُرْسِلِيْنَ	ایک رات میں	فِيْ لَيْلَةٍ
نہیں کوئی معبود	لَا اِلٰهَ	مہربانی کے لئے	رَحْمَةً (۳)	پابرت	مُبَارَكَةٍ
مگر وہ	اِلَّا هُوَ	آپ کے رب کی	مِّنْ رَبِّكَ	بے شک ہم تھے	اِنَّا كُنَّا
جلاتا ہے	يُحْيِیْ	بے شک وہ ہی	اِنَّهُ هُوَ	خبردار کرنے والے	مُنْذِرِيْنَ
اور مارتا ہے	وَيُمِیْتُ	خوب سننے والے	السَّمِيعُ	اس (رات) میں	فِيْهَا
تمہارا رب	رَبُّكُمْ	خوب جاننے والے ہیں	الْعَلِيْمُ	جدا کیا جاتا ہے	يُفْرَقُ

(۱) الکتاب: میں الف لام عہدی ہے، مراد قرآن کریم ہے (۲) المعین: اسم فاعل، ازایانہ (لازم و متعدی): واضح اور واضح کرنے والی (۳) اَمْرًا: مفعول مطلق ہے اَمْرًا مَقْدَرًا (۴) رَحْمَةً: مفعول لہ ہے اور اس میں عامل اَنْزَلَ ہے (۵) رب: بدل ہے ربک سے۔

وَرَبُّ أَبَائِكُمْ	اور رب تمہارے باپ دادوں کا	الْأَدْلَيْنِ بَلَىٰ هُمْ	اگلے بلکہ وہ	فِي شَكٍّ يَلْعَبُونَ	شک میں کھیل رہے ہیں
------------------------	-------------------------------	------------------------------	-----------------	--------------------------	------------------------

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

سورت کا نام اور موضوع

آیت دس میں لفظ دخان (دھواں) آیا ہے، اس کی وجہ سے سورۃ الدخان نام رکھا گیا ہے، اس سورت کے نزول کا نمبر ۶۳ ہے، یہ سورت: سورۃ الزخرف کے بعد موصول نازل ہوئی ہے، اور متصل ہی رکھی گئی ہے، حواہم: مکی دور کے وسط کی سورتیں ہیں۔ مکی سورتیں کل ۸۵ ہیں، اور اس سورت کے مضامین حواہم کی طرح توحید، اور آخرت ہیں، رسالت اور دلیل رسالت کا اس سورت میں تفصیلی تذکرہ نہیں! یہی مکی سورتوں کے بنیادی موضوعات ہیں، اور اس سورت کی فضیلت میں ترمذی شریف میں دو ضعیف حدیثیں ہیں: (۱) جو شخص کسی بھی رات سورۃ حتم الدخان پڑھتا ہے تو صبح تک اس کے لئے ستر ہزار فرشتے استغفار کرتے ہیں (۲) جو شخص جمعہ کی رات سورۃ الدخان پڑھے گا اس کی بخشش کر دی جائے گی — فضائل میں ضعیف حدیثیں چلتی ہیں۔

رابط: گذشتہ سورت توحید کے بیان پر پوری ہوئی تھی، یہ سورت اسی مضمون سے شروع ہو رہی ہے، شروع میں واضح قرآن کی قسم کھائی ہے، پھر مقسم بہ (قرآن) کی اہمیت بیان کی ہے، پھر آیت ہدایت سے توحید کا بیان شروع ہوا ہے، جو مقسم علیہ یعنی مدعی ہے، اور قرآنی قسمیں مدعی کے دلائل ہوتے ہیں، پس اس سورت میں جو دو بنیادی مضامین ہیں ان کی دلیل یہ واضح قرآن ہے، مقسم علیہ (۱) آیت سات سے شروع ہوگا۔

سورت کا آغاز اور حروف مقطعات

حواہم: حروف ہجا ہیں، ملا کر لکھے جاتے ہیں اور علاحدہ علاحدہ پڑھے جاتے ہیں، اس لئے ان کو حروف مقطعات کہتے ہیں یعنی الگ الگ پڑھے جانے والے حروف۔ یہ حروف رموز و اشارات ہیں، ان کا مطلب اللہ کو معلوم ہے، نبی ﷺ نے بھی ان کا مطلب بیان نہیں کیا، پھر کوئی کیا بیان کرے؟ اور قیاسی گھوڑا ہر جگہ نہیں دوڑایا جاسکتا:

نہ ہر جائے مرکب تو اس تاخفن ❁ کہ جاہا سہم باید انداختن
(ہر جگہ سواری نہیں دوڑائی جاسکتی ÷ کیونکہ بہت سی جگہ ڈھال ڈال دینی پڑتی ہے)

(۱) مقسم (مم کا پیش) اسم مفعول: از باب افعال، مگر لوگ ہم پر زبر بولتے ہیں ۱۲

قسم اور اس کی اہمیت

حروف مقطعات کے بعد واضح یا واضح کرنے والی کتاب یعنی قرآن کریم کی قسم کھائی ہے، اور قرآنی قسمیں مقسم علیہ (مدعی) کی دلیلین ہوتی ہیں، اور سورۃ کا مدعی: توحید اور آخرت ہیں، قرآن کریم ان کی دلیل ہے۔

پھر یہ بیان ہے کہ مقسم بہ (قرآن) معمولی چیز نہیں، اس کی اہمیت و طرح بیان کی ہے:

(الف) قرآن کریم ایک بابرکت رات (شبہ قدر) میں اتارا گیا ہے، اس لئے اس کی اہمیت دو بالا ہوگئی ہے، کیونکہ جس طرح اہم چیز کی وجہ سے زمان و مکان میں فضیلت آتی ہے، محترم زمان و مکان کی وجہ سے بھی چیزوں میں فضیلت پیدا ہوتی ہے، جیسے مکہ مکرمہ کو بیت اللہ کی وجہ سے فضیلت حاصل ہوئی ہے، اور بیت اللہ کی وجہ سے وہاں نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کا ملتا ہے، اسی طرح شب قدر میں نزول کی وجہ سے قرآن کی فضیلت دو بالا ہوگئی ہے۔

(ب) اور قرآن کے نزول کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر زمانہ میں لوگوں کو مستحق اعمال سے آگاہ کرتے ہیں، یہ پروردگار، پالنے والا اور خالق و مالک کی ذمہ داری ہے، اسی سنت قدیمہ کے مطابق قرآن نازل کیا جا رہا ہے، تاکہ لوگ باخبر ہو جائیں کہ آنے والی زندگی میں کیا مفید اور کیا مضر ہے؟ اور مقصد کی اہمیت سے بھی کام میں عزیمت پیدا ہوتی ہے، اس طرح بھی قرآن کریم کی اہمیت آشکارہ ہوتی ہے۔

بابرکت رات: — اور شب قدر کی فضیلت بایں وجہ ہے کہ اس رات میں ملائکہ اعلیٰ تمام ہر حکمت معاملات طے کرتے ہیں، اور اپنے طور پر طے نہیں کرتے، بلکہ اللہ کے حکم کے مطابق طے کرتے ہیں، اس لئے وہ رات قابل احترام ہوگئی ہے، اور اسی رات میں قرآن کریم کا نزول طے ہوا ہے اور شروع بھی ہوا ہے اس لئے مقسم بہ (قرآن کریم) کی اہمیت دوچند ہوگئی ہے۔

شب قدر میں طے ہونے والی باتوں کی ایک مثال: — ہر زمانہ میں رسالت اور اس کی تفصیلات شب قدر میں ملائکہ اعلیٰ میں طے ہوتی ہیں، یہ ہر حکمت معاملات کی ایک مثال ہے، اور یہ رسالت بھی سنت قدیمہ ہے: [إِنَّا مُنْكَأ] کا یہی مطلب ہے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ نے حجۃ اللہ الباقی کی قسم اول کے بحث اول کے تیسرے باب میں جو ملائکہ کے سلسلہ میں ہے بیان کیا ہے کہ فیصلہ خداوندی پہلے ملائکہ میں اترتا ہے، اور وہاں شریعتیں مقرر ہوتی ہیں، پھر وہ زمین میں انبیاء پر نازل ہوتی ہیں۔

رسالت رحمت ہے: — پھر یہ بیان ہے کہ رسالت رحمت خداوندی ہے، سورۃ الانبیاء (آیت ۱۰۷) میں ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ اور ہم نے آپ کو جہانوں کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے، رسول آکر لوگوں

کو چوکنا کرتا ہے، غفلت میں بڑی دنیا کو بیدار کرتا ہے تاکہ وہ جنت سے ہم کنار ہوں۔

سمیعِ عظیم صفتیں: — پھر اللہ کی دو صفتیں ذکر کی ہیں، ان میں اشارہ ہے کہ رسول کی بعثت کے بعد لوگوں کا ردِ عمل کیا ہوگا، اور وہ کیا کہیں گے، وہ سب اللہ تعالیٰ سنتے اور جانتے ہیں، یہ بات لوگ سن لیں اور جان لیں۔ یہاں یہ سلسلہ بیان پورا ہوا، آگے مقسم علیہ (مدعی) کا بیان ہے، جس کی دلیل میں قرآن کو پیش کیا ہے، یعنی توحید کا بیان شروع ہوگا۔

فائدہ: مبارک رات کونسی ہے: شب قدر یا شبِ براءت؟ — ان آیات میں بارِ برکت رات سے مراد شبِ قدر ہے، کیونکہ اس میں نزولِ قرآن کا ذکر ہے، اور سورۃ القدر میں صراحت ہے کہ قرآن شبِ قدر میں نازل ہوا ہے۔ پس جو واعظ/مفسر اس سے شبِ براءت مراد لیتے ہیں: وہ غلطی پر ہیں، شبِ براءت کی کچھ فضیلت نہایت ضعیف احادیث میں آئی ہے، مگر وہ انفرادی اعمال ہیں، لوگ گھروں میں نقلیں پڑھیں، ان کو اجتماعی اعمال بنانا اور مسجدوں میں گردانا بدعت ہے، اسی طرح قبرستان میں چراغاں کرنا بھی بدعت ہے، ہاں اس رات میں اموات کے لئے دعا کرنا مردی ہے، مگر اس کے لئے قبرستان جانا ضروری نہیں، اور چاند شہباز کو روزہ رکھنا استحباب کے درجہ کا عمل ہے۔

آیاتِ پاک کا ترجمہ اور تفسیر: — حائِم — اس کا مطلب اللہ تعالیٰ جانتے ہیں — اس واضح/واضح کرنے والی کتاب (قرآن) کی قسم! — بے شک ہم نے اس کو ایک برکت والی رات میں اتارا ہے — یہ مقسم بہ کی پہلی اہمیت کا بیان ہے — بے شک ہم آگاہ کرنے والے تھے — یہ مقسم بہ کی دوسری اہمیت کا بیان ہے، مقصد کی اہمیت سے ذریعہ کی اہمیت پیدا ہوتی ہے — اس رات میں ہر حکمت بھرے معاملہ کی تفصیلات طے کی جاتی ہیں، ہمارے پاس سے حکم ہو کر — یعنی ملا اعلیٰ میں حکم الہی تفصیلات طے ہوتی ہیں، اور یہ شبِ قدر کی اہمیت کی وجہ ہے — بے شک ہم رسولوں کو بھیجے والے تھے — یہ ملا اعلیٰ میں طے ہونے والی باتوں میں سے ایک بات کا تذکرہ بطور مثال ہے — آپؐ کے رب کی مہربانی سے — یعنی رسالت رحمت ہے، رحمت نہیں — بے شک وہی خوب سننے والے، ہر بات جاننے والے ہیں — یعنی رسولوں کو لوگ کیا جواب دیتے ہیں اور ان کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہیں، وہ سب اللہ کے علم میں ہوگا: اس کو لوگ کان کھول کر سن لیں!

توحید کا بیان

توحید: یعنی معبود صرف اللہ تعالیٰ ہیں، ان کے علاوہ سب ڈھکوسلے (فریب، دھوکہ) ہیں، اور اس کی دو دلیلیں ذکر کی ہیں: ایک: آفاق سے، دوسری: انفس سے، اور مدعی دونوں کے بیچ میں آیا ہے ان دلیلوں کو سمجھنے کے لئے پہلے رب کے

معنی جان لیں:

رب: وہ ہستی ہے جو کسی چیز کو نیست سے ہست کرے، عدم سے وجود میں لائے، پھر وجود میں آنے والی مخلوق کی بقاء کا سامان کرے، تاکہ وہ بجلی کی طرح کوئڈ کر ختم نہ ہو جائے، پھر موجود کو آہستہ آہستہ ترقی دے کر لاسٹ پونٹ (منہائے کمال) تک لے جائے، اب دلیل دیکھیں:

دلیل آفاق: — آسمانوں اور زمین اور دونوں کے درمیان کی چیزوں کے رب اللہ تعالیٰ ہیں، انھوں نے ہی کائنات کو وجود بخشا ہے، باقی رکھا ہے، اور موجودہ حالت تک پہنچایا ہے، اور یہ بات مشرکین بھی تسلیم کرتے ہیں، وہ بھی جواہر کا خالق اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں — پس اگر ان کو یقین کرنا ہے تو یہ دلیل کافی ہے!

دلیل انفس: — اللہ تعالیٰ جلاتے اور مارتے ہیں، مثلاً مشرکین زندہ ہیں، اور ان کے اسلاف مر گئے، یہ اللہ ہی کا کارنامہ ہے، دونوں کا رب اللہ ہے، پہلے مشرکین کے اسلاف کو وجود بخشا، پھر جب وہ اپنی مدتِ حیات پوری کر چکے تو رب نے ان کو مار دیا، اور ان کی جگہ موجودہ مشرکین کو پیدا کر دیا، یہ بھی ایک دن ختم ہو جائیں گے — اور رب ہی معبود ہوتا ہے، دوسرا کوئی معبود نہیں ہو سکتا، مگر لوگ شک میں مبتلا ہیں، اور وہ شرک کے بوگس دلائل کو اٹھ پٹتے رہتے ہیں، اور انہیں مصنوعی دلائل سے کھیلتے رہتے ہیں۔

﴿ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ مُّوَقِنِينَ ۝ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۚ رَبُّكُمْ وَرَبُّ الْاَنْبِيَآءِ ۚ كُلُّ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ لَّكُمۡ بَعۡثُوۡنَ ۝﴾

ترجمہ: جو آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کے رب ہیں — یہ کائنات سے دلیل ہے — اگر تم کو یقین آئے — تو یہ دلیل یقین کرنے کے لئے کافی ہے — اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں — یہ وہ بات ہے جس کا یقین کرنا ہے، اور اسی لئے مدعی کو دو دلیلوں کے درمیان میں لایا گیا ہے — وہی جلاتے اور مارتے ہیں — اس کی ایک مثال: — وہ تمہارے رب ہیں — اور تم زندہ ہو، تمہیں اللہ ہی نے زندگی بخشی ہے — اور تمہارے اگلے باپ دادوں کے رب ہیں — جو اپنا وقت گزار کر دنیا سے رخصت ہو گئے، ان کو اللہ ہی نے مارا — بلکہ وہ شک میں کھیل رہے ہیں — بلکہ: یعنی اب بھی انہیں یقین نہیں آ رہا، تو حید کے بارے میں شک میں مبتلا ہیں، اور اپنے شرک کے بوگس دلائل سے کھیل رہے ہیں، انہی کو الٹ پلٹ کر بیان کرتے ہیں، اور اپنے متبعین کو گمراہ کرتے ہیں۔

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ۝ يُغَشَّى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ

اَلَيْكُمْ ۚ رَبَّنَا اَكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُونَ ۝ اَنَّى لَهُمُ الذِّكْرُ وَقَدْ جَاءَهُمْ
رَسُولٌ مُّبِينٌ ۝ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوا مُعَلَّمٌ مَّجْنُونٌ ۝ اِنَّا كَاثِبُوا الْعَذَابَ
اِنَّا كُمْ عَايِدُونَ ۝ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَىٰ اِنَّا مُنْتَقِمُونَ ۝

فَاذْقُوْبَ يَوْمَ	پس انتظار کر اس دن کا	الْعَذَابُ اِنَّا مُؤْمِنُونَ	عذاب اِنَّا مُؤْمِنُونَ	مَجْنُونٌ اِنَّا	باکلا ہے بے شک ہم
تَاْتِیَ السَّمَاۤءِ	کہ آئے آسمان	اَنَّى لَهُمْ	لانے والے ہیں کہاں	كَاشِفُوْا الْعَذَابِ	کھولنے والے ہیں عذاب
یَدْخُلْنَ مُہِیْنٍ	دھویں کے ساتھ واضح	وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ	ان کے لئے یاد کرنا	قَلِيْلًا اِنَّا	تھوڑی دیر کے لئے بے شک تم
یَغْشَى النَّاسَ	چھا جائے وہ لوگوں پر	رَسُولٌ مُہِیْنٍ	اور تحقیق آیا ان کے پاس کھول کر بیان کرتے والا	یَوْمَ نَبْطِشُ	لوٹنے والے ہو (یاد کرو) جس دن
هَذَا عَذَابٌ اَلَيْكُمْ	یہ سزا ہے دردناک	ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ	پھر پیٹھ پھیری اٹھو گے اس سے	الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰی	پکڑیں گے ہم پکڑ
رَبَّنَا اَكْشِفْ	اے ہمارے رب! کھول دے	وَقَالُوا مُعَلَّمٌ	اور کہا انھوں نے سکھا یا ہوا	اِنَّا مُنْتَقِمُونَ	بے شک ہم بدلہ لینے والے ہیں

پیشین گوئی کہ مکہ والوں کو سخت کال سے کھڑکھڑایا جائے گا، مگر کتے کی دم ٹنگی سے ٹیڑھی نکلے گی!

سورۃ الاعراف (آیت ۹۴) میں ایک سنت الہی کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ جب بھی کسی ہستی میں کوئی نئی جیجتے ہیں تو وہاں کے باشندوں کو محتاجی اور غربی کے ذریعہ دھمکاتے ہیں تاکہ وہ ڈھیلے پڑیں، اسی سنت کے مطابق مکہ والوں کو ایک سخت قحط کی خبر دی، اور ساتھ ہی یہ بھی بتلادیا کہ اس کا کچھ فائدہ ظاہر نہیں ہوگا، کوئی ایمان نہیں لائے گا۔

اور پیشین گوئی کے لئے ضروری نہیں کہ فوراً ظاہر ہو، روم کے غلبہ کی پیشین گوئی سات سال کے بعد پوری ہوئی ہے،

(۱) الذکری: مصدر ہے، ذکر الشیء (ن): یاد کرنا، بھولنے کے بعد یاد آ جانا۔

چنانچہ ہجرت کے بعد جب مکہ والے مسلسل مدینہ پر حملے کرنے لگے تو نبی ﷺ نے دعا کی کہ الہی! مکہ والوں پر یوسف علیہ السلام کے زمانہ جیسا قحط مسلط فرما چنانچہ قحط پڑا، جس میں مکہ والوں کو مردار، چمڑے اور ہڈیاں کھانے کی نوبت آگئی، اور بھوک کی شدت سے اور مسلسل بارش نہ ہونے سے فضاء میں دھواں دھواں نظر آنے لگا۔ اس طرح سورۃ الدخان کی پیشین گوئی پوری ہوئی، یہ سورت کئی دور کے وسط کی ہے، اس کی خبر ہجرت کے بعد واقعہ بنی، اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ابو سفیان وغیرہ مدینہ آئے، اور ناتانے کا واسطہ دے کر نبی ﷺ سے دعا کی درخواست کی، اور ایمان لانے کا وعدہ کیا، آپؐ نے دعا فرمائی، بارش ہوئی، اور جان میں جان آئی، مگر کتنے کی دم نڈھی نکل، کوئی ایمان نہیں لایا۔

آیات پاک مع تفسیر: — پس تو انتظار کر — یہ اُن لوگوں سے کہا جا رہا ہے جو شرک کے خود ساختہ دلائل سے کھیل رہے ہیں — اُس دن کا کد آسمان واضح دھواں لائے — یعنی یہ دھواں فضاء میں نظر آئے گا، زمین پر نہیں ہوگا — جو سب لوگوں کو عام ہو جائے گا — یعنی کال سخت ہوگا، ہر کوئی اس سے متاثر ہوگا — یہ دردناک سزا ہے! — معمولی سزا نہیں — جب یہ کال پڑے گا تو وہ دعا اور وعدہ کریں گے — اے ہمارے رب! ہم سے یہ مصیبت دور فرما، ہم ضرور ایمان لے آئیں گے! — اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: — ان کو کہاں صحت حاصل ہوگی، دراصل ایک ان کے پاس واضح کرنے والا رسول آچکا ہے — یعنی قحط و مجرمہ واقعات کی تو لوگ ہزار تالیس کر لیتے ہیں، سب سے بڑی دلیل تو رسول کی ذات ہے، جو ان کے درمیان موجود ہے، جو ہر بات ان کو کھول کر سمجھا رہے ہیں، مگر اس روشن دلیل کے ساتھ ان کا معاملہ کیا ہے؟ — پھر انھوں نے اس سے پیٹھ پھیری، اور کہا: کسٹھلایا ہوا پاگل ہے! — لاحولَ ولا قوۃ الا باللہ!

گر نہ بیند بروز شپہ چشم چشمہ آفتاب را چہ گناہ
(اگر چکاؤر جیسی آنکھوں والے کو دن میں نظر نہ آئے بتو سورج کی تکیا کا اس میں کیا قصور!)

اور شب پرہ گر وصل آفتاب نخواہد رونق بازار کی آفتاب نہ کاہد
(چکاؤر اگر آفتاب سے ملنا نہ چاہے بتو سورج کے بازار کی رونق نہیں ٹھٹھائے گا)

آگے کی بات: — ہم چند عذاب کو ہٹائیں گے، پھر تم اپنی حالت پر آ جاؤ گے — چنانچہ ایسا ہی ہوا، ایک بھی ایمان نہیں لایا، فرماتے ہیں: — (یاد کرو) جس دن ہم بڑی سخت پکڑ پکڑیں گے اس دن ہم بدلہ لیں گے — قیامت کی پکڑ مراد ہے، کیونکہ یہ کال بدر کی جنگ کے بعد پڑا تھا۔

فائدہ: دخان مبین کے بارے میں دو رائیں ہیں: ایک: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی رائے ہے کہ یہ پیشین گوئی

پوری ہو چکی، دوسری رائے: حضرات علی، ابن عباس، ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کی ہے کہ یہ علامات قیامت میں سے ایک علامت ہے، جو قیامت کے بالکل قریب میں ظاہر ہوگی۔

اور دونوں قولوں میں تطبیق یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں ہیں: ایک: دخانِ مبین (واضح دھواں) دوم: محض دھواں۔ علامات قیامت میں یہ دوم ہے، اور اول کا ذکر سورۃ الدخان میں ہے، اور دوم کا تذکرہ قرآن میں نہیں ہے، صرف حدیثوں میں ہے (دیکھیں تفسیر اللمعی ۷: ۴۲۸) اور یہ بات حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، فرمایا: ”دخان دو ہیں: ایک: گذر چکا، اور دوسرا جو باقی ہے وہ آسمان وزمین کی درمیانی فضاء کو بھر دے گا، اور مومن کو اس سے صرف زکام کی کیفیت پیدا ہوگی، اور کافر کے تمام منافذ کو پھاڑ ڈالے گا“ (یہ روایت روح المعانی میں ہے) یعنی سورۃ الدخان والا دھواں صرف آسمان کی طرف نظر آئے گا، اور علامات قیامت والا دھواں زمین سے نکلے گا اور پوری فضاء کو بھر دے گا۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَاءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ ۝ أَنْ أَذْأَبًا لَّيَ عِبَادَ اللَّهِ ۝ لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۝ وَأَنْ لَا تَغْلُوا عَلَى اللَّهِ ۝ إِنِّي أُنَبِّئُكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ۝ وَإِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ أَنْ تَرْجُبُونِي ۝ وَإِنْ لَمْ تُؤْمِنُوا لِي فَاعْتَرِلُونِي ۝ قَدْ عَارَبْتُهُ أَتَىٰ مَلَكًا ۝ قَوْمٌ مُّجْرِمُونَ ۝ فَاسْرِ بِعِبَادِي لَيْلًا لَّا تَكُمُ مُّتَّبِعُونَ ۝ وَاتْرِكِ الْبَهِرَ رَهْوًا ۝ إِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُونَ ۝ كَمْ تَرَكَوْا مِنْ جَدَّتٍ وَعُيُونٍ ۝ وَزُرُوعٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ۝ وَنَعْمَةً كَانُوا فِيهَا فٰكِهِينَ ۝ كَذٰلِكَ نَعِدُ الْآخِرِينَ ۝ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنْظَرِينَ ۝

۱۳۹

وَلَقَدْ فَتَنَّا	اور البتہ تحقیق	وَجَاءَهُمْ	اور آیا ان کے پاس	أَذْأَبًا	حوالے کرو
قَبْلَهُمْ	جانچا ہم نے	رَسُولٌ	رسول	لَّيَ	میرے
قَوْمَهُمْ	ان (کدواؤں) سے پہلے	كَرِيمٌ	معزز	عِبَادَ اللَّهِ	اللہ کے بندے
قَوْمَ فِرْعَوْنَ	فرعون کی قوم کو	أَنْ	کہ	لَا تَكُمُ	پیشک میں تمہارے لئے

(۱) لَفَنَّا: ماضی معروف، جمع حکم، فتنہ بخشی (ض): کسی چیز سے آزمانا۔

رَسُولٌ	پیغامبر ہوں	فَاَعْتَزْ لَوْنِ	تو جدا ہو جاؤ مجھ سے	مِنْ جَدَّتِ	یاغات
اٰمِیْنٌ	معتبر	فَدَعَا	پس پکارا اس نے	وَعِیُوْنِ	اور چشمے
وَاَنْ	اور یہ کہ	رَبَّهَا	اپنے رب کو	وَزُرُوْعِ	اور کھیتیاں
لَا تَعْلَمُوْا	نہ بلند ہوؤ	اِنَّ هٰکُلَکُمْ	کہ یہ	وَمَقٰلِمِ	اور جگہیں
عَلٰی اللّٰهِ	اللہ پر	قُوْمٌ	لوگ ہیں	کَجَنَنِمْ	عمدہ
اِلٰحَکَ	بے شک میں	مُجِبْرُمُوْنِ	گنہگار	وَتَعْمٰتِ	اور مال سامان
اٰتٰیْکُمْ	لایا ہوں تمہارے پاس	فَاَنْصَرِ	پس لے جاؤ	کَاثُوْا فِیْہَا	تھے وہ اس میں
یَسْطٰطِیْنِ	دلیل	یَبْعٰدِیْ	میرے بندوں کو	فَلِیْکُمٰیْنِ	خوش طبعی کرنے والے
مٰیْیْنِ	واضح	اٰیٰتِکُمْ	رات میں	کَذٰلِکَ	اسی طرح ہوا
وَلٰیفِیْ	اور بے شک میں نے	اٰتٰکُمْ	بے شک تم	وَاَوْرَثْنٰہَا	اور مالک بنایا، ہم نے انکا
عُذْنٌ	پناہ لے لی ہے	مُتَّعِیُوْنِ	پہنچا کئے ہوئے ہو	قَوْمًا اٰخَرِیْنَ	دوسرے لوگوں کو
یَرْجٰی	میرے رب کی	وَاَنْزَلِ	اور چھوڑ دیں	فَمَا بَکَتْ	پس نہیں رویا
وَرَبِّکُمْ	اور تمہارے رب کی	الْبَحْرِ	سمندر کو	عَلٰیہُمْ	ان پر
اَنْ ^(۱)	(اس سے) کہ	رَهْوًا ^(۲)	تھما ہوا	السَّمَاءِ	آسمان
تَرْجُمُوْنِ	سنگسار کرو تم مجھے	اِنْہُمْ	بے شک وہ	وَالْاَرْضِ	اور زمین
وَ اِنْ	اور اگر	جُنْدٌ	ایک لشکر ہے	وَمَا	اور نہیں
لَمْ تُلٰوْیُوْا	نہیں ایمان لاتے تم	مُفْرَقُوْنِ	ڈھایا ہوا	کَاثُوْا	تھے وہ
لٰی	مجھ پر	کَعَمْرٍا تَرَکُوْا ^(۳)	کتنے چھوڑے انھوں نے	مُنْظَرِیْنِ	مہلت دیئے ہوئے

مکہ والوں سے پہلے فرعونوں کو جانچا گیا، اور معزز رسول بھی آیا، مگر نتیجہ صفر رہا!

گذشتہ آیات میں مکہ کے مشرکین کو سخت قحط کی دھمکی دی تھی، اور یہ بھی خبر دیدی تھی کہ اس آزمائش کا کچھ فائدہ ظاہر نہیں ہوگا، اب اس کی ایک مثال بیان فرماتے ہیں، مکہ والوں سے پہلے فرعون کی قوم کو سات آفتوں سے آزمایا گیا، کبھی (۱) ان سے پہلے من محذوف ہے۔ (۲) کوھا (ن) کوھوا: پرسکون ہونا، جوش ٹھنڈا ہونا، جیسے دھا البحر: سمندر تھم گیا (۳) کم: خبر یہ ہے، یعنی بہت سے۔

پانی کا سیلاب آگیا، کبھی قحط پڑا، کبھی ہر طرف مینڈک بچھنے لگے، کبھی مٹی یاں آگئیں اور ہر چیز چاٹ گئیں، کبھی ہر چیز خون آلود ہوگئی، کبھی جوئیں پڑ گئیں، یہ سب آفتیں موسیٰ علیہ السلام کی اطلاع کے بعد آتی تھیں، اس لئے وہ ان کے معجزات تھے، جیسے کہ میں جو قحط پڑا وہ نبی ﷺ کا معجزہ تھا، کیونکہ وہ قرآن کی پیشین گوئی کے مطابق اور نبی ﷺ کی بددعا سے پڑا تھا۔

اور فرعونوں کے پاس جلیل القدر وغیرہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی پہنچے تھے، جیسے مکہ والوں کے پاس عظیم المرتبت، سید المرسلین ﷺ آئے ہیں، مگر ہر طرح کی فہمائش کے بعد بھی فرعونو ایمان نہیں لائے، بلکہ موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے درپے ہو گئے، پس اللہ نے ان کی ہلاکت کا سامان کیا، اور وہ بحر قلزم کی موجوں کے حوالے کر دیئے گئے، اور ان کے باغات، چشمے، کھیتیاں اور بہترین جنگبیں دھری کی دھری رہ گئیں، اور وہ ساز و سامان بھی پیچھے رہ گیا جس میں وہ خوش گویاں کرتے تھے، وہ سب دوسروں کے ہاتھ لگا، اور ان کی ہلاکت پر نہ آسمان کو رونہ آیا نہ زمین کو، نہ ان کو لمحہ بھر کی مہلت ملی، اس میں مکہ والوں کے لئے سبق ہے، اگر وہ لیں!

آیاتِ پاک کا ترجمہ مع تفسیر: — اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے (مکہ والوں) سے پہلے فرعون کی قوم کو آزمایا، اور ان کے پاس معزز رسول پہنچا — اس نے فرعون کے سامنے مطالبہ رکھا — کہ اللہ کے بندے (بنی اسرائیل) میرے حوالے کرو — میں ان کو ان کے وطن کنعان (فلسطین) لئے جا کر بساؤں — اور دوسری بات موسیٰ علیہ السلام نے ان سے یہ کہی کہ — میں تمہارے نفع کے لئے اللہ کا بھیجا ہوا معجز رسول ہوں — پس میری بات سنو، اور مانو — اور تم اپنے رب کے سامنے سرکشی مت کرو — یعنی اس کے معبود ہونے کا انکار مت کرو، اسی کو خدا مانو، اور اسی کی بندگی کرو — بے شک میں تمہارے پاس واضح دلیل لایا ہوں — عصا اور ید بیضاء کے معجزات دکھائے ہیں — اور میں نے اپنے رب کی اور تمہارے رب کی پناہ لے لی ہے اس سے کہ تم مجھے سنگسار کرو — یہ موسیٰ علیہ السلام نے اس وقت کہا تھا جب فرعون نے ارکانِ سلطنت سے کہا تھا کہ اگر تم اجازت دو تو میں اس کو قتل کر دوں (المومن آیت ۲۶) اس وقت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تم مجھے قتل نہیں کر سکتے، میں اللہ کی پناہ لے چکا ہوں، بہر حال وہ آپ کے قتل کے درپے ہوئے، مگر اللہ نے آپ کی حفاظت کی — اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے جدا ہو جاؤ — یعنی ستاؤ مت، یہ ارشاد ایسا ہے جیسا نبی ﷺ نے قریش سے کہا تھا: **هَٰذَا أَمْرُؤُا فِی الْقُرْبٰی** ﴿مگر رشتہ داری کی رعایت میں مجھے ستاؤ مت!﴾

پھر جب فرعونوں کے ایمان سے مایوسی ہوگئی — تو موسیٰ نے اپنے رب کو پکارا کہ یہ مجرم لوگ ہیں — یعنی یہ

اپنے جرائم سے باز آنے والے نہیں، پس آپ میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دیجئے — حکم ہوا: — پس لے چلیں میرے بندوں کورات میں، تمہارا بالحقین تعاقب کیا جائے گا، اور چھوڑ دیں سمندر کو پرسکون، وہ بالحقین ڈبو یا ہوا لشکر ہے! — فرعون مع لشکر سمندر میں خشک راستہ دیکھ کر گھسا، اس کے بعد اللہ کے حکم سے سمندر پانی چاروں طرف سے آکر مل گیا، اور سارا لشکر قہقہہ اجل بن گیا!

کتنے ہی چھوڑ گئے باغات اور چشمے، اور کھیتیاں، اور عمدہ جگہیں، اور ساز و سامان جس میں وہ خوش طبعی کیا کرتے تھے — اسی طرح ہوا — یہ بیچ بدلا ہے — اور مالک بنایا ہم نے ان کا ایک دوسری قوم کو — یعنی جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے، وہ سب سامان ان کے ہاتھ لگا — اور سورۃ الشعراء (آیت ۵۹) میں جو ہے کہ: ﴿وَأُورَثْنَاهَا بَنِي إِسْرَٰئِيلَ﴾: اور ان کے بعد بنی اسرائیل کو ان کا وارث بنایا: اس کو بھی یہاں مراد لے سکتے ہیں۔

پس نہ تو ان پر آسمان وزمین کو روٹا آیا، اور نہ وہ مہلت دیئے ہوئے تھے — روایات میں ہے کہ مؤمن کے مرنے پر آسمان کا وہ دروازہ دھڑکتا ہے جس سے اس کی روزی اترتی تھی یا جس سے اُس کا عمل صالح اُوپر چڑھتا تھا، اور زمین روتی ہے جہاں وہ نماز پڑھتا تھا یعنی فسوس کرتی ہے کہ وہ اس سعادت سے محروم ہوگئی — اور کافر کے پاس عمل صالح کا بیج ہی نہیں، پھر اس پر آسمان یا زمین کیوں روئے، بلکہ شاید خوش ہوتے ہوئے کہ چلو پاپ کٹا، خس کم جہاں پاک! (خواند)

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِي إِسْرَٰءِيلَ مِنْ الْعَذَابِ الْمُهِينِ ۚ مِنْ فِرْعَوْنَ ۖ إِنَّهُ كَانَ عَلِيًّا مِنَ السُّورِفِينَ ۖ وَلَقَدْ اخْتَرْنَاهُمْ عَلَىٰ عِلْمٍ عَلَٰمِينَ ۖ وَآتَيْنَاهُمْ مِنَ الْآيَاتِ مَا فِيهِ بَلَاءٌ مُّبِينٌ ۝

وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	مِنْ فِرْعَوْنَ ^(۱)	فرعون سے	اخْتَرْنَاهُمْ	نہج لیا ہم نے ان کو
نَجَّيْنَا	نجات دی ہم نے	إِنَّهُ كَانَ	بے شک وہ تھا	عَلَىٰ عِلْمٍ	اپنے علم کی رُو سے
بَنِي إِسْرَٰءِيلَ	بنی اسرائیل کو	عَلِيًّا	سرکش	عَلَمَ الْعَالَمِينَ	دنیا جہاں پر
مِنْ الْعَذَابِ	معصیت سے	مِنَ السُّورِفِينَ	حد سے نکلنے والوں سے	وَآتَيْنَاهُمْ	اور دی ہم نے ان کو
الْمُهِينِ	رسوا کن	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	مِنَ الْآيَاتِ	نشانوں میں سے

وہ جس میں

ہلکا^(۱)

آزمائش تھی

مُحِیْنٌ

کھلی

بنی اسرائیل کے احوال میں مکہ کے مظلوم مسلمانوں کے لئے تین اشارے

فرعون اور اس کی قوم کے احوال میں کفار قریش کے لئے اشارے تھے، اور بنی اسرائیل کے احوال میں مظلوم مسلمانوں کے لئے تین اشارے ہیں، اور اسی لئے اس مضمون کو فرعون کے واقعہ سے الگ کیا ہے:

۱۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو رسوا کن مصیبت سے یعنی فرعون سے نجات بخشی، اسی طرح ایک وقت آئے گا کہ اللہ تعالیٰ مکہ کے مظلوم مسلمانوں کو بھی ظالموں کی چیرہ دستیوں سے نجات بخشیں گے، کیونکہ یہ کفار بھی فرعون کی طرح سرکش، حد اطاعت سے نکلنے والے ہیں، اس لئے ان کی لٹیا ڈوبے گی، اور حق کا بول بالا ہوگا۔

۲۔ بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے ان کے زمانہ میں ہدایت و قیادت کے لئے منتخب کیا تھا، نبوت ان میں رکھی تھی، قیادت بھی ان کو سپرد کی تھی، اور یہ انتخاب اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے کیا تھا، وہ چھپی کھلی چیزوں سے واقف ہیں، اُس زمانہ میں بنی اسرائیل ہی اس کام کے لئے موزون تھے۔ اسی طرح اب آخری دور میں صحابہ کو خیر امت بنایا جائے گا، علم الہی میں صحابہ ہی اس کام کے لئے موزون تھے، چنانچہ بعد میں ان کے حق میں سورۃ آل عمران کی (آیت ۱۱۹) نازل ہوئی: ﴿كَنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ تم (علم الہی میں) بہترین جماعت تھے، جن کو لوگوں کے فائدے کے لئے وجود میں لایا گیا ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد مروی ہے کہ یہ آیت خاص صحابہ کے بارے میں ہے، اور بعد کے لوگوں میں سے جو صحابہ والے کام کریں وہ بہترین امت ہیں یعنی وہ صحابہ کے ساتھ لاحق ہیں۔

۳۔ فرعون کے شکنجہ سے نجات پانے کے بعد بنی اسرائیل کو متعدد انعامات سے نوازا گیا، ان کو اللہ کی عظیم کتاب تورات دی، میدانِ تیبہ میں بادلوں نے ان پر سایہ کیا، کھانے کے لئے من و سلوی اتارا، اور ملک شام ان کو دیا جو ان کا آبائی وطن تھا، حکم دیا کہ جہاد کرو اور عمالِ قہوہاں سے نکالو، اور وہاں جا کر بسو۔

مگر یہ سب آیات ان کے لئے آزمائش بن گئیں، تورات دی گئی تو اس کو سیدھے قبول نہیں کیا، پہاڑ ان کے سروں پر معلق کیا تب قبول کیا، من و سلوی کا ذخیرہ کرنا شروع کر دیا، اور جہاد سے منہ موڑ لیا پس چالیس سال کے لئے میدانِ تیبہ میں محصور کر دیئے گئے۔

اس میں مکہ کے مظلوم مسلمانوں کے لئے اشارہ ہے کہ ان کو بھی آگے بہت سے انعامات سے نوازا جائے گا، مگر ان

(۱) ہلائے: مصدر ہے، جب اس کی ماضی باب ہر سے آتی ہے تو امتحان و آزمائش کے معنی ہوتے ہیں، ہلائے (ن) ہلائے: آزمائش، گرفتار مصیبت کرنا، اس کا ترجمہ مدد اور انعام بھی کرتے ہیں، کیونکہ اس دنیا میں ہر انعام میں آزمائش ہوتی ہے۔

میں آزمائش کا پہلو بھی ہوگا، اللہ کی ہر نعمت میں یہ پہلو ہوتا ہے: ﴿إِنَّمَا آمَنَوا لَكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فَتَنَةٌ﴾ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد بس تمہارے لئے آزمائش کی چیزیں ہیں، دودھاری تلواریں ہیں، احتیاط سے استعمال کرو گے تو دشمن کا سر پھوڑے گی، اور بے احتیاطی کرو گے تو اپنا سر پھوڑ لو گے، پس بنی اسرائیل کی طرح نہ ہو جانا، اس آزمائش میں کامیاب ہونا، چنانچہ ہجرت کے بعد اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو انعامات سے نوازا، اور وہ اس آزمائش میں کامیاب ہوئے۔

﴿وَلَقَدْ تَجَنَّبْنَا فَتَنَ إِسْرَآءِ بَنِي إِسْرَآءِ مِنَ الصَّدَآپِ الْمُبْهِنِ ۚ وَمَنْ فَرَّغُونَ دِرَآئَتَهُ كَانَ عَلَآئًا وَمِنَ السُّرُوفِ ۚ وَلَقَدْ اخْتَرْنَاهُمْ عَلَىٰ عِلْمِهِ عَلَى الْعُلَمَآءِ ۚ وَآتَيْنَهُمْ مِنَ الْآيَاتِ مَا فَبِهَآؤًا مَّبِينٌ ۝﴾

ترجمہ: — اور بخدا اواقف یہ ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل کو رسوا کن عذاب سے یعنی فرعون سے نجات دی، بے شک وہ سرکش حد سے نکل جانے والوں میں سے تھا — یعنی فرعون بذات خود مجسم مصیبت تھا، بڑا تکبر اور سرکش تھا، اس سے نجات دی، اس میں پہلا اشارہ ہے — اور ہم نے ان کو فو قیت دی، اپنے علم کی رُو سے، دنیا جہاں والوں پر — اس میں دوسرا اشارہ ہے — اور ہم نے ان کو ایسی نشانیاں دیں جن میں صرحت آزمائش تھی — اس میں تیسرا اشارہ ہے۔

إِنَّ هَؤُلَاءِ لَيَقُولُونَ ۚ إِنَّ هِيَ إِلَّا مَوْتُنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُنشَرِينَ ۝
فَاتُوا يَا بَنِي إِسْرَآءِ ۚ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ أَهَمْ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۚ وَالَّذِينَ
مِنْ قَبْلِهِمْ أَهْلَكْنَاهُمْ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ۝ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لِعِبَادٍ ۚ مَا خَلَقْنَاهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا
يَعْلَمُونَ ۝ إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيقَاتُهُمْ أَجْمَعِينَ ۚ يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْلًى عَنْ مَوْلًى
شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ۚ إِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللَّهُ ۚ إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝

ع ۱۳

إِنَّ هَؤُلَاءِ لَيَقُولُونَ	بے شک یہ لوگ ضرور کہیں گے	إِلَّا مَوْتُنَا الْأُولَىٰ	مگر ہماری موت پہلی	مُنشَرِينَ ^(۲)	دوبارہ اٹھائے گئے
إِنَّ هِيَ	نہیں ہے وہ (موت)	وَمَا نَحْنُ بِمُنشَرِينَ	اور نہیں ہیں ہم	فَاتُوا	پس لاؤ
				يَا بَنِي إِسْرَآءِ	ہمارے باپ دادوں کو

(۱) ہی: کا مرجع بعد میں ہے، اور وہ موت ہے (۲) مُنْشَرٍ: اسم مفعول: اٹھائے گئے، زندہ کئے گئے، انشاء: مصدر باب افعال مجرد بشر: پھیلاتا۔

اِنْ كُنْتُمْ	اگر ہو تم	وَالْاَنْصَ	اور زمین کو	يُغْفَرُ	جس دن
صُلِحَ قَيْنَ	بچے	وَمَا بَيْنَهُمَا	اور دونوں کی درمیانی	لَا يُغْفَرُ	نہیں کام آئے گا
اَهُنَّ	کیا وہ	(۲) لَعِينٌ	چیزوں کو	مَوْتٌ (۳)	ایک تعلق والا
خَيْرٌ	بہتر ہیں	(۲) مَا خَلَقْنَاهُمْ	کھیلے ہوئے	عَنْ قَوْمٍ (۳)	دوسرے تعلق والے کے
اَمْ قَوْمُ	یا قوم	لَا اِلٰهَ اِلَّا الْحَقُّ	نہیں پیدا کیا ہم دونوں	شَيْئًا	کچھ بھی
تُبَّجَ (۱)	تج کی	وَلَكِنْ	مگر با مقصد	وَلَا هُمْ	اور نہ وہ
وَالَّذِينَ	اور جو	اَكْذَرُهُمْ	لیکن	يُنْصَرُونَ	مدد کے جائیں گے
مَنْ قَبْلَهُمْ	ان سے پہلے ہوئے؟	لَا اَنْصَ (۵)	ان کے اکثر	مَنْ قَبْلَهُمْ	مگر جس پر
اَهْلَكَ كُنْتُمْ	ہلاک کیا ہم نے ان کو	لَا يَفْعَلُونَ	جانتے نہیں	تَجَمَّ	مہربانی فرمائیں
اِنَّهُمْ كَانُوا	بے شک وہ تھے	لَا اَنْصَ	بے شک دن	اَللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
مُخْبِرِينَ	بدکار	الْقَصَلِ	فیصلہ کا	لَا اَنْصَ	بے شک وہی
وَمَا خَلَقْنَا	اور نہیں پیدا کیا ہم نے	مِيقَاتُهُمْ	ان کا وقت مقرر ہے	الْعَزِيزُ	زبردست
السَّمَوَاتِ	آسمانوں کو	اَجْمَعِينَ	سبھی کا	الْزَحِيمُ	بڑے رحم والے ہیں

ارتباط کا بیان

سورت توحید کے بیان سے شروع ہوئی ہے، پھر مکہ والوں کو کھڑکھڑایا تھا کہ اگر توحید کو نہیں مانو گے تو سخت کال پڑے گا، جس سے نانی یاد آجائے گی، ساتھ ہی یہ بھی بتلادیا تھا کہ تم اس جعبہ سے بھی ایمان نہیں لاؤ گے، پھر اس کی مثال میں فرعونوں کا تذکرہ کیا تھا، اس کے بعد بنی اسرائیل پر انعامات کا ذکر آیا تھا، اب کلام پیچھے کی طرف لوٹ رہا ہے، مشرکین مکہ سے خطاب ہے جو بعث بعد الموت کو نہیں مانتے تھے، اب یہی سلسلہ بیان آخر سورت تک چلے گا، اس سورت میں رسالت اور دلیل رسالت (قرآن) کا تفصیلی تذکرہ نہیں ہے۔

(۱) تَبَّجَ: یحٰن کے بادشاہوں کا لقب تھا۔ (۲) لَا عِینَ: حال ہے (۳) مَوْتٌ: تعلق والا، چار مراتب ہیں: اجنبی، مَوْتٌ (تعلق والا) صدیق (دوست) اور غلیل (مخلص دوست) (۴) تَجَمَّ: تکرہ کا کمرہ سے اعادہ کیا جائے تو ثانی غیر اول ہوتا ہے پس تعلق دو طرفہ ہے، ہر ایک کا دوسرے سے تعلق ہے (۵) اِلَّا: استثناء لا ینصرون سے ہے، لا یعنی سے نہیں اور دلیل فاصلہ ہے یعنی مومنین کی اللہ تعالیٰ مدد کریں گے۔

آخرت کا بیان

مشرکین مکہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کو نہیں مانتے تھے، وہ کہتے تھے: بس موت بھی دنیا کی موت ہے! یعنی مر گئے اور ختم ہو گئے، پھر کوئی زندگی نہیں، اور تم اے مسلمانو! اگر اپنے عقیدہ میں سچے ہو کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو ہمارے مرے ہوئے باپ دادوں کو زندہ کر کے دکھا دو تو ہم مان لیں!

ان پر دو طرح سے رد کیا ہے:

- ۱- یہی بات تیج کی قوم اور ان سے پہلے والے کہتے تھے، ان کو اسی بات کی وجہ سے ہلاک کیا گیا، اگر یہ بات صحیح ہوتی تو ان کو سزا کیوں ملتی؟ اور تم کیا ان سے ساز و سامان میں بہتر ہو؟ نہیں! پھر تم کو سزا کیوں نہیں مل سکتی؟
- ۲- کائنات کا اتنا بڑا کارخانہ کوئی کھیل تماشا نہیں، یہ بچوں کا گھروندہ نہیں کہ کھیلا پھر توڑ دیا! بلکہ آسمان وزمین اور ان کے درمیان کا سب کچھ ایک خاص مقصد سے بنایا گیا ہے، اور وہ مقصد جزا و سزا ہے، اور یہ مقصد دوسری زندگی ہی میں پورا ہوگا، اس لئے وہ زندگی ناگزیر ہے۔

پھر فرمایا کہ گذشتہ قوموں کو تو ان کی اس غلط بات کی سزا دنیا میں ملی، مگر قریش کے مجرموں کو دنیا میں سزا نہیں ملے گی، ان کی سزا کا مقررہ وقت فیصلہ کا دن ہے، قیامت کے دن ان کو بھی اور ان کو بھی سخت سزا ملے گی، دنیا کی سزا پر ان کا قصہ نمٹ نہیں گیا، اصل سزا آخرت کی سزا ہے، وہ ضرور ان کو اور ان کو مل کر رہے گی، اور جب آخرت میں سزا ملے گی تو کوئی تعلق والا دوسرے تعلق والے کے کچھ کام نہیں آئے گا، نہ اللہ کی طرف سے وہ مدد کئے جائیں گے، ہاں مومنین کی اللہ تعالیٰ مدد کریں گے، کیونکہ وہ زبردست بڑے رحم والے ہیں، جس کی چاہیں مدد کریں، اور جس پر چاہیں مہربانی فرمائیں!

آیات پاک مع تفسیر: — بے شک یہ لوگ ضرور کہیں گے: نہیں ہے وہ (موت) مگر بس ہماری پہلی موت — یعنی دنیا کی موت — اور نہیں ہیں ہم دوبارہ زندہ کئے ہوئے — کیونکہ اُس موت کے بعد زندگی ہوگی تو پھر دوسری موت آئے گی ایسا نہیں، بس یہی موت ہے — پس لاؤ تم ہمارے اسلاف کو اگر تم سچے ہو — تو ہم جانیں اور مانیں! پہلا رد: — کیا وہ (ساز و سامان میں) بہتر ہیں یا تیج کی قوم اور جوان سے پہلے ہوئے؟ — تیج: یمن کے بادشاہوں کا لقب تھا، اور تباہ متعدد ہوئے ہیں، آیت میں کوئی تیج مراد ہے؟ اس کی تعین مشکل ہے، اور کہتے ہیں کہ یہ تیج مومن تھا، اور اس کی رعایا کا فرقہ ہی، اس لئے قوم تیج کہا — اور جوان سے پہلے ہوئے: یعنی عاد و ثمود اور قوم نوح وغیرہ۔ عاد: مکہ سے جنوب میں یمن میں حضر موت کے پاس احقاف میں آباد تھے، اور ثمود: شمال میں وادی القریٰ میں، اور شمال میں قوم لوط اور اصحاب مدین تھے، اور قرآن کریم جزیرۃ العرب میں ہلاک ہونے والی قوموں کا تذکرہ کرتا ہے، ساری دنیا

کی اقوام کا ذکر نہیں کرتا، کیونکہ انہی اقوام سے قرآن کے پہلے مخاطب (عرب) واقف تھے، اور ان سے زمانہ کے اعتبار سے قریب تھے، اس لئے ان سے بات شروع کی ہے، پھر ان سے پہلے گذری ہوئی قوموں کا حوالہ دیا ہے — ہم نے ان کو ہلاک کیا، وہ بالیقین گنہگار تھے — یعنی وہ بھی بعث بعد الموت کا انکار کرتے تھے۔

دوسرا رد: — اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمانوں کو، اور زمین کو، اور جو ان کے درمیان ہے — اس میں انسان بھی آگئے — کھیلے ہوئے، نہیں پیدا کیا ہم نے دونوں کو — درمیانی چیزوں کا ذکر چھوڑ دیا، مگر وہ بھی مراد ہیں — مگر خاص مقصد سے، لیکن ان کے اکثر جاننے نہیں! — اس کی تفسیر اوپر آگئی۔

پس فیصلہ کا دن ان کا سب کا وقت مقرر ہے — اس میں اشارہ ہے کہ مکہ کے مشرکوں کو ان کی غلط بات کی سزا دنیا میں نہیں ملے گی، وہ ہلاک نہیں کئے جائیں گے — ان کو سزا قیامت کے دن ملے گی، اور اجمعین: اس لئے بڑھایا ہے کہ گذشتہ اقوام کو بھی قیامت کے دن سزا ملے گی، دنیا کی سزا پر ان کا معاملہ منٹ نہیں گیا۔

جس دن ایک تعلق والا دوسرے تعلق والے کے کچھ بھی کام نہیں آئے گا — اس دن نفسی نفسی کا عالم ہوگا — اور نہ (اللہ کی طرف سے) ان کی مدد کی جائے گی — ہاں مگر جس پر اللہ نے رحم فرمایا — اور اس کو دنیا میں ایمان کی توفیق دی، اس کی ضرورت دیکھ جائے گی — بے شک وہ زبردست بڑے رحم والے ہیں!

لَٰمَ شَجَرَتِ الرَّقُومِ ۚ طَعَامُ الْاٰثِيْمِ ۙ كَالْمُهْلِ ۙ يَغْلِي فِي الْبُطُوْنِ ۙ كَغَلِي الْحَمِيْمِ ۙ خُذُوْكَ فَاَعْتَلُوْهُ ۙ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ۙ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ۙ دُقْ ۙ لَّا نَكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ۙ لَآ اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ۙ

لَٰمَ شَجَرَتِ الرَّقُومِ	بے شک درخت	الْاٰثِيْمِ ^(۲)	بڑے گنہگاروں کا	فِي الْبُطُوْنِ	پیٹوں میں
الرَّقُومِ ^(۱)	زقوم کا	كَالْمُهْلِ ^(۳)	جیسے پگھلی ہوئی دھات	كَغَلِي الْحَمِيْمِ	کھولنے کی طرح
طَعَامُ	کھانا ہے	يَغْلِي	کھولے گا وہ		سخت گرم پانی کے

(۱) زقوم کے لئے اسی جلد میں سورۃ الصافات کی (آیت ۶۲) دیکھیں (۲) الاثیم: میں الف لام عہدی ہے: بڑا گنہگار یعنی کافر۔ (۳) المہل: ہر معدنی چیز، جیسے سونا، چاندی، لوہا، تانبا، اور پگھلی ہوئی دھات کو بھی کہتے ہیں، تیل کی تلچھٹ، گاد بھی اس کا ترجمہ کرتے ہیں۔

خُذُوا قَاعَاتِلُوا ^(۱)	پھر گھسیٹو اس کو	قَوِّ رَأْسَهُ	اس کے سر پر	الْعَزِيزُ	زبردست
لِأَلِّ سَوَاءَ	طرف بچ	وَمِنْ عَذَابِ	عذاب سے	الْكَرِيمُ	عزت والا ہے
الْجَحِيمِ	دوزخ کے	الْحَبِيبِ	جلتے پانی کے	لَا تُهَذَا	بے شک یہ
ثُمَّ صُبُّوا	پھر ریڑھو	ذُنِّي	چکھو	مَا كُنْتُمْ بِهِ	وہ ہے جس میں تھے تم
		لَا أَنْتَ	بے شک تو تو	تَنْتَرُونَ	شک کرتے

قیامت کے دن کافروں کا حال

بے شک زقوم کا درخت بڑے مجرم (کافر) کا کھانا ہے، جیسے پکھلی ہوئی دھات — یعنی زقوم پیٹ میں پہنچ کر پکھلی ہوئی دھات کی شکل اختیار کر لے گا — کھولے گا وہ پیٹوں میں تیز گرم پانی کے کھولنے کی طرح — یہ ایک منظر ہے — دوسرا منظر: قیامت کے دن فرشتوں کو حکم ہوگا — پکڑو اس کو، پھر گھسیٹ کر دوزخ کے بیچ میں لے جاؤ، پھر اس کے سر پر گرم پانی کا عذاب چھوڑو، پھر اٹھو تو بڑا معزز و مکرم تھا — یعنی اب کہاں گئی تیری عزت اور سرداری! — بے شک یہ وہ چیز ہے جس میں تم شک کیا کرتے تھے — یعنی تمہیں اس کا یقین کہاں تھا، اب دیکھ لیا نہ کہ قرآن کی خبریں سچی تھیں!

لَاَ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ ۝ فِي جَنَّاتٍ وَ عِوْنٍ ۝ يَكْبُسُونَ مِنْ سُنْدُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُتَقَابِلِينَ ۝ كَذَلِكَ تَدْورُ وَجْنُهُمْ بِحُورٍ عِينٍ ۝ يَدْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ آمْنِينَ ۝ لَا يَذُقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَى ۝ وَوَقَّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ۝ فَضْلًا مِّن رَّبِّكَ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝ فَإِنَّتَقِبَ لَنَّهُمْ مَّرْتَقِبُونَ ۝

لَاَ الْمُتَّقِينَ	بے شک پرہیزگار	آمْنِينَ	محکم کے ہو گئے	وَ عِوْنٍ	اور چشموں میں
فِي مَقَامٍ	جگہ میں	فِي جَنَّاتٍ	باغات میں	يَكْبُسُونَ	پہنیں گے وہ

(۱) اعتلوا: امر جمع مذکر، غطلہ (ض) اعتلا: بہت زور سے کھینچنا، بخت کے ساتھ گھسیٹنا۔

وَمَنْ سُنْدُسٍ وَأَسْتَبْرَقٍ مُتَقَابِلِينَ ^(۱)	پتلے ریشم سے اور دیز ریشم سے ایک دوسرے کے منے	امینین لَا يَنْتَوُونَ فِيهَا الْمَوْتِ ^(۲) لَا الْمَوْتُ ^(۳)	بہ طہینان نہیں چمکیں گے وہ اس میں موت سوائے موت	ذَلِكْ هُوَ الْقَوْرُ الْعَظِيمُ فَأَنتَنَّا يَسْتَرْئِيهِ بِلِسَانِكَ لَعَنَهُمْ يَتَذَكَّرُونَ فَأَن تَقِيبَ لَهُمْ مُرْتَقِبُونَ	یہ وہ بڑی کامیابی ہے پس اس کے علاوہ نہیں (کہ) آسان کیا ہم نے اس کو آپ کی زبان میں تا کہ وہ صیحت حاصل کریں پس آپ انتظار کریں بے شک وہ انتظار کرنے والے ہیں
كَذَلِكَ ^(۴) وَرَوَّحْنَهُمْ يَخُوفُونَ ^(۵) عَذَابَ يَذْعُونَ فِيهَا يَكُنْ لَّكَ هَٰؤُلَاءِ	ایسا ہی ہوگا اور بیاہ دیں گے ان کو گوری عورتیں بڑی آنکھوں والیاں منگوائیں گے وہ اس میں ہر میوہ	الْأُولَى وَوَفَّيْنَهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ فَضْلًا ^(۶) مَنْ تَرَىٰكَ	پہلی کے اور بچایا اللہ نے ان کو عذاب سے دوزخ کے مہربانی تیرے رب کی طرف سے	يَسْتَرْئِيهِ بِلِسَانِكَ لَعَنَهُمْ يَتَذَكَّرُونَ فَأَن تَقِيبَ لَهُمْ مُرْتَقِبُونَ	یہ وہ آپ کی زبان میں تا کہ وہ صیحت حاصل کریں پس آپ انتظار کریں بے شک وہ انتظار کرنے والے ہیں

قیامت کے دن پرہیزگاروں کا حال

بے شک پرہیزگار امن چین کی جگہ میں ہونگے — یاد رہے: قرآن عام مسلمان کا حال بیان نہیں کرتا، نیک مسلمان کا حال بیان کرتا ہے، یہاں بھی پرہیزگاروں کا حال بیان کیا ہے، پس بے محل اور بد عمل مسلمان چوکتا ہو جائیں — ہانوں میں اور چشموں میں ہونگے — یعنی یہ دونوں نعمتیں ان کو حاصل ہونگی — وہ باریک اور دیز ریشم پہنیں گے — جنت میں ریشم، شراب اور سونا حلال ہیں — آٹنے سامنے بیٹھے ہونگے — یعنی جنت میں کوئی کسی سے روگردانی نہیں کرے گا، بے تکلف دوستوں کی طرح آمنے سامنے بیٹھیں گے — اسی طرح ہوگا — یہ کلام کا بچ بدلا ہے — اور ہم ان کا بیاہ کر دیں گے — یعنی باقاعدہ عقد نکاح کریں گے یا صرف ملائیں گے — گوری بڑی آنکھوں والی عورتوں سے — کالا رنگ ناپسندیدہ ہے، اور چھوٹی آنکھیں عیب ہیں — منگوائیں گے وہ جنت میں ہر میوہ اطمینان سے — یعنی یہ اندیشہ نہیں ہوگا کہ خدام کہہ دیں: اشاک ختم! — وہاں موت کا مزہ نہیں چمکیں گے

(۱) متقابلین: حال ہے پلبسون کے قائل سے (۲) کذلک: اُمی الامر کذلک۔ (۳) حور: حوراء کی جمع: گوری عورت اور عین: عیناء کی جمع: بڑی آنکھوں والی عورت (۴) ایلا: بمعنی غیر: ابجد کی طرف مضاف ہے، پھر مرکب اضافی الموت کی صفت ہے۔ (۵) فضل: فضل مقدراً مفعول مطلق یا وقاهم کا مفعول لڑ ہے۔

سوائے پہلی موت کے — یہ بات دفعِ دخلِ مقدر کے طور پر بڑھائی ہے، ورنہ ”وہاں موت کا مزہ نہیں چکھیں گے“ کہنا کافی تھا، مگر کوئی خیال کر سکتا تھا کہ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ کا قاعدہ کلیہ ہے، جنتیوں پر بھی اس کا اطلاق ہوگا، اس لئے فرمایا کہ پہلی موت میں اس کا تحقق ہو چکا، اب دوبارہ اس کا تحقق نہیں ہوگا۔

اور اللہ تعالیٰ ان کو دوزخ کے عذاب سے بچائیں گے — یہ منفی پہلو سے مستقل نعت ہے — آپ کے رب کے فضل سے — یہ سب ہوگا — یہی بڑی کامیابی ہے!

پس ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان (عربی) میں آسان (نازل) کیا ہے، تاکہ وہ فصیح پڑھیں — یعنی اپنی مادری زبان میں ہونے کی وجہ سے آسانی سے سمجھ لیں اور ایمان لائیں۔

سو آپ انتظار کریں، وہ بھی انتظار کرنے والے ہیں — یعنی اگر نہ سمجھیں تو آپ چندے انتظار کریں، ان کا انجام بد سامنے آجائے گا، اور وہ بھی منتظر ہیں کہ مسلمانوں پر کوئی آفت پڑے اور ان کا وجود ختم ہو جائے، مگر ایسا نہیں ہوگا، اسلام کا پودا پھلے گا پھولے گا!



سُورَةُ الْجَاثِيَةِ مَكِّيَّةٌ (۶۵)

اِنْشَاءً ۳۷

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حَمْ ۝ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۝ إِنَّ فِي السَّالُوتِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝ وَفِي خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُذُّ مِنْ دَابَّةٍ آيَاتٌ لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ۝ وَاختِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ رِزْقٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيفِ الرِّيحِ آيَاتٌ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝ تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَ اللَّهِ وَآيَاتِهِ يُؤْمِنُونَ ۝

حَمْ	ہام	وَمَا يَبُذُّ	اور جو پھیلائے	فَأَحْيَا	پس زندہ کیا
تَنْزِيلُ	اتارنا	مِنْ دَابَّةٍ ^(۱)	جانوروں سے	بِهِ	اس کے ذریعہ
الْكِتَابِ	اس کتاب کا	آيَاتٌ	نشانیوں ہیں	الْأَرْضِ	زمین کو
مِنَ اللَّهِ	اللہ کی طرف سے ہے	لِّقَوْمٍ	ان لوگوں کے لئے	بَعْدَ	بعد
الْعَزِيزِ	(جو) زیورست	يُوقِنُونَ	(جو) یقین کرتے ہیں	مَوْتِهَا	اس کے مرنے کے
الْحَكِيمِ	بڑی حکمت والا ہے	وَاختِلَافِ ^(۲)	اور اولے بدلے میں	وَتَصْرِيفِ ^(۳)	اور رخ بدلنے میں
إِنَّ	بے شک	الَّيْلِ	رات	الرِّيحِ	ہواؤں کے
فِي السَّالُوتِ	آسمانوں میں	وَالنَّهَارِ	اور دن کے	آيَاتٌ	نشانیوں ہیں
وَالْأَرْضِ	اور زمین میں	وَمَا أَنْزَلَ	اور جو اتاری	لِّقَوْمٍ	ان لوگوں کے لئے
لَآيَاتٍ	البتہ نشانیاں ہیں	اللَّهُ	اللہ نے	يَعْقِلُونَ	(جو) سمجھ رکھتے ہیں
لِّلْمُؤْمِنِينَ	ماننے والوں کے لئے	مِنَ السَّمَاءِ	آسمان سے	تِلْكَ	یہ
وَفِي خَلْقِكُمْ	اور تمہارے پیدا کرنے میں	مِنْ رِزْقٍ ^(۳)	روزی (بارش)	آيَاتٌ	آیتیں ہیں

(۱) من دابۃ: ما: موصول کا بیان ہے، اور ما بیت کا خلیفہ پر عطف ہے (۲) اختلاف کو فی مقدر نے جردیا ہے (۳) رزق: سے بارش مراد ہے، سبب بول کر مسبب مراد لیا ہے۔ (۴) تصریف: ہوا کا رخ بدلنا، ایک طرف سے دوسری طرف لے جانا۔

اللّٰهُ	اللّٰهُکِ	یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ	تُحِیکَ تُحِیکَ	بَعْدَ اللّٰهِ	اللّٰهُ کے بعد
نَتَلَوُهَا	پڑھتے ہیں ان کو	قَبْلَۤاۤیْنَ	پس کوئی	وَ اٰیٰتِہٖ	اور اس کی نشانیوں کے بعد
عَلٰیۤکَ	آپ کے سامنے	حَدٰیۤیۡمٌ	ہات پر	یُؤْفُوۡنَہٗ	ایمان لائیں گے وہ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

سورت کا نام اور موضوع

آیت ۲۸ میں لفظ جاثیہ آیا ہے، اس سے سورت کا نام رکھا ہے، جاثیہ: اسم فاعل، واحد مؤنث ہے، اس کے معنی ہیں: دوڑا نو بیٹھنا اور گھٹنوں کے مل بیٹھنا، فعل ہے جَآءَ (ن) جَآءُوْا وَ جَآءُوْا، فہو جاث، وہی جاثیہ، قیامت کے دن اٹھیں اس طرح بیٹھیں گی۔ اس سورت کا نزول کا نمبر ۶۴ ہے، سورہ دخان کا نمبر ۶۳ تھا، یعنی یہ سورت: سورہ دخان کے بعد متصل نازل ہوئی ہے، اور متصل ہی رکھی گئی ہے، اس سورت کے بھی بنیادی مضامین توحید، رسالت اور آخرت ہیں، یہی حوامیم کے بنیادی مضامین ہیں۔ شروع سے آیت ۱۵ تک توحید کا بیان ہے، پھر آیت ۱۶ سے ۲۰ تک رسالت کا مضمون ہے، پھر آیت ۲۱ سے آخر تک آخرت کا بیان ہے، اور اس سورت کا انداز بیان البیلا (انوکھا) ہے، اس لئے گھٹنے ٹیک کر مطالعہ کریں۔

جاننا چاہئے کہ گذشتہ دوسروں کے شروع میں ’کتاب مبین‘ کی قسم کھائی تھی، اور اس سورت میں اور آئندہ سورت میں ہے: ”یہ کتاب: اللہ زبردست حکمت والے کی طرف سے اتاری جا رہی ہے“ یہ یقین ہے، یعنی نفع بدلا ہے، مطلب اس کا بھی وہی ہے کہ قرآن کریم تینوں مسائل کی دلیل ہے، آفتاب آمد دلیل آفتاب!

قدرت کاملہ کے کارناموں سے توحید پر استدلال

قرآن کریم کبھی توحید اس طرح ثابت کرتا ہے کہ اللہ کی قدرت کاملہ کے کارنامے بیان کرتا ہے، اور ان سے توحید الوہیت پر استدلال کرتا ہے، سورۃ الدہا کے شروع میں بھی یہی انداز ہے، یہاں بھی وہی انداز ہے، اللہ کے چھ کارنامے مثال کے طور پر ذکر کئے ہیں، جو اللہ کے ساتھ خاص ہیں، کوئی دوسرا یہ کام نہیں کر سکتا۔

۱۔ جو شخص آسمانوں اور زمین میں غور کرے گا وہ صرف اللہ کی الوہیت مان لے گا، اتنی بڑی مخلوقات اور کون وجود میں لاسکتا ہے؟ خیال رہے: غور آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں نہیں کرنا، اس کا تو راستہ ہی ہمیں معلوم نہیں، بلکہ غور دونوں کی موجودہ ہیئت میں کرنا ہے۔

۲- انسان خود اپنی پیدائش میں غور کرے تو بھی اللہ کی الوہیت کا یقین کر سکتا ہے، اللہ نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا، بے جان مادے کو سات مراحل سے گذارا، اور اشرف المخلوقات انسان بنایا — پھر اس کو ساری زمین میں پھیلا دیا، قدرتی نظام یہ ہے کہ لڑکی تو دوسرے گھر چلی جاتی ہے، لڑکے کے بھی جب بال و نہ آ جاتے ہیں تو وہ اڑنے کی کوشش کرتا ہے، یوں ساری زمین اللہ نے انسانوں سے آباد کر دی، اگر اللہ تعالیٰ انسان کی ایسی فطرت نہ بناتے تو اولاد کبھی ماں باپ سے جدا نہ ہوتی، سارے انسان ایک ہی گھر میں بسے ہوئے ہوتے!

۳- دواب (حیوانات) ان گنت ہیں، ان کی پیدائش میں غور کریں، ان کو بھی اللہ نے مٹی سے بنایا ہے، اور زمین میں پھیلا یا ہے، یعنی ہر علاقہ کے مناسب حیوانات وہاں پیدا کئے ہیں۔

نوٹ: ہٹ: پھیلائے کا مفہوم خلق کم میں ملحوظ ہے، اور تخلیق کا مفہوم دواب میں، یعنی دواب کی پیدائش بھی قدرت کی نشانی ہے، اور انسانوں کو پھیلاتا بھی قدرت کی نشانی ہے، مضامین کا تبادلہ ہوگا۔

۴- اللہ تعالیٰ شب و روز کو یکے بعد دیگرے لاتے ہیں، بارہ گھنٹے دن رہتا ہے، پھر رات آ جاتی ہے، پھر بارہ گھنٹے کے بعد دن شروع ہو جاتا ہے، سوچو! یہ کام اللہ کے سوا کون کر سکتا ہے؟

۵- اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش برساتے ہیں، اس سے مردہ زمین اُبلھانے لگتی ہے، اور اس طرح اللہ تعالیٰ حیوانات کی معیشت کا انتظام کرتے ہیں، یہ کام بھی اللہ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔

۶- ہوائیں رخ بدل بدل کر چلتی ہیں، کبھی مشرق کی طرف سے، کبھی مغرب کی طرف سے، کبھی شمال کی طرف سے، کبھی جنوب کی طرف سے، اور کبھی گرم ہوا چلتی ہے کبھی سرد، اس طرح اللہ تعالیٰ ہوا کو الٹے پلٹتے ہیں، اگر ایسا نہ ہو، اور ایک ہی طرف سے ہوا چلتی رہے تو ہر چیز جھک جائے، کوئی چیز کھڑی نہ رہ سکے، اور گرم ہوا ہی چلتی رہے تو ہر چیز جھلس جائے، اور ٹھنڈی ہی چلتی رہے تو ہر چیز برف بن جائے۔

ان امور میں آدمی غور کرے تو سمجھ سکتا ہے کہ یہ کام اُس زبردست قادر و حکیم کے سوا کسی کے بس کی بات نہیں، پس اللہ کو چھوڑ کر دوسرا کون ہے جس کو معبود بنایا جائے؟ اور اس کی باتوں کو چھوڑ کر کس کی بات ماننے کے قائل ہے؟ یہ اللہ کی بچی اور کھری باتیں ہیں ان کو مان لو، اور صرف اسی کو معبود جانو، اور اسی کی بندگی کرو۔

آیات پاک: — — — — — جا، مِم — — — — — یہ حروف مقطعات ہیں — — — — — اللہ زبردست حکمت والے کی طرف سے یہ کتاب نازل کی جا رہی ہے — — — — — اور یہی کتاب سورت میں مذکور تینوں مضامین کی دلیل ہے — — — — — (۱) بے شک آسمانوں اور زمین میں بالتحقیق ماننے والوں کے لئے دلائل ہیں — — — — — (۲) اور تمہارے پیدا کرنے میں (۳) اور ان

سَيِّئًا وَلَا مَآ أَنفَعُوا وَمِن دُونِ اللَّهِ أَفَلَا يَرَوْنَ وَلَهُمْ	کچھ بھی اور نہ جو بنایا انھوں نے اللہ کو چھوڑ کر کار ساز اور ان کے لئے	عَذَابٌ عَظِيمٌ هَذَا هُدًى وَالَّذِينَ كَفَرُوا	سزا ہے بڑی یہ تجھانا ہے اور جنھوں نے انکار کیا	پالیت رہتے تھے لکھتے تھے عَذَابٌ وَمِن رَّجْزٍ أَلِيمٌ	آجوں کا ان کے رب کی ان کے لئے سزا ہے وَمِن رَّجْزٍ گندگی سے دردناک
---	---	---	---	---	--

توحید کے دلائل سن کر شرک پر اڑے رہنے والے کا انجام

ارشاد فرماتے ہیں: — ہر مہاجھوٹے پانی کے لئے بڑی خرابی ہے — یعنی شرک بہت بڑا جھوٹ ہے، اور وہ ناقابلِ غفوغناہ ہے، اس لئے مشرک کے لئے ہلاکت ہے — وہ اللہ کی آیتیں سنتا ہے، جو اس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں، پھر وہ (شرک پر) تکبر سے اڑا رہتا ہے، گویا اس نے ان کو سنا ہی نہیں، پس آپ اس کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیں! — تکبر سے — یعنی اس کو اللہ کی باتیں سامنے میں اپنی کبھی نظر آتی ہے، کیونکہ اس صورت میں اس کو اللہ کے رسول کی اطاعت کرنی پڑے گی، جو اسے گوارہ نہیں — اور جب اس نے ہمارے (توحید کے) دلائل میں سے کسی چیز کو جانا تو وہ ان کی ہنسی اڑاتا ہے — یہ اس نے انکار میں ترقی کی — انہیں لوگوں کے لئے رسوا کن عذاب ہے — جزاء جنسِ عمل سے ہوتی ہے اس نے آیات کی اہانت کی تو سزا اہانتِ آمیز ملی — ان کے آگے جہنم ہے — جو رسوا کن سزا ہے — اور انہیں کام آئیں گی ان کے وہ چیزیں جو وہ کماتے تھے — یعنی ان کے اموال و اولاد وغیرہ کوئی چیز کام نہ آئے گی جب جہنم سامنے آ جائے گی — اور نہ وہ جن کو انھوں نے اللہ کو چھوڑ کر کار ساز بنا رکھا ہے — جن سے ان کو مدد کی امید ہے وہ امید بھی نہ آئے گی — اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے — وہی جہنم کا عذاب! — یہ تجھانا ہے — یعنی اللہ نے تمہیں شرک کے انجام سے آگاہ کر دیا، آگے تم جانو! — اور جن لوگوں نے اپنے پروردگار کی آجوں کا انکار کیا ان کے لئے دردناک غلیظ عذاب ہے!

اللَّهُ الَّذِي سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلُكُ فِيهِ بِأَمْرِهِ وَلِتَسَبِّحُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِنْهُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝ قُلْ لِلَّذِينَ آمَنُوا

يَغْفِرُوا لِلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ أَيَّامَ اللَّهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٥٠﴾
 مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ثُمَّ إِلَيْنَا رُجْعُكُمْ تَرَجَعُونَ ﴿٥١﴾

اللہ	اللہ تعالیٰ	مَا	اس کو جو	يَلْذِينَ	ان لوگوں سے جو
الَّذِينَ	جنہوں نے	فِي السَّمَوَاتِ	آسمانوں میں ہے	كَالَّذِينَ	نہیں ڈرتے
سَخَّرَ	کام میں لگایا	وَمَا	اور اس کو جو	أَيَّامَ اللَّهِ (۳)	اللہ کے دنوں سے
لَكُمْ	تمہارے لئے	فِي الْأَرْضِ	زمین میں ہے	لِيَجْزِيَ	تاکہ بدل دیں وہ
الْبُحْرَ	سمندر کو	جَمِيعًا (۱)	سب کو	قَوْمًا	لوگوں کو
لِتَجْزِيَ	تاکہ چلیں	مِنْهُ (۲)	اپنی طرف سے	بِمَا كَانُوا	ان کاموں کا جو تھے وہ
الْفُلُكُ	کشتیاں	لَاِنَّ	بے شک	يَكْسِبُونَ	کمایا کرتے
فِيهِ	اس میں	فِي ذَلِكَ	اس میں	مَنْ عَمِلَ	جس نے کیا
بِأَمْرِهِ	اللہ کے حکم سے	لَا يَتَّ	یقیناً نشانیاں ہیں	صَالِحًا	نیک کام
وَلِيَتَّبِعُوا	اور تاکہ تلاش کر تم	لِقَوْمِهِ	ان لوگوں کے لئے	فَلِنَفْسِهِ	تو وہ انکی ذات کیلئے ہے
مِنْ فَضْلِهِ	اللہ کے فضل سے	يَتَفَكَّرُونَ	(جو) سوچتے ہیں	وَمَنْ أَسَاءَ	اور جس نے برا کیا
وَلَعَلَّكُمْ	اور تاکہ تم	تَلَّ	کہو	فَعَلَيْهَا	سو وہ اسی پر ہے
تَتَذَكَّرُونَ	شکر بجالاؤ	يَلْذِينَ	ان لوگوں سے جو	ثُمَّ (۴)	پھر
وَسَخَّرَ	اور کام میں لگایا	أَمْثَلًا	ایمان لائے	إِلَيْنَا رُجْعُكُمْ	تمہارا سبب کی طرف
لَكُمْ	تمہارے لئے	يَغْفِرُوا	درگزر کرو	تَرَجَعُونَ	لوٹائے جاؤ گے تم

نعمتیں ذکر کر کے ایمان کی دعوت

ابھی توحید ہی کا مضمون چل رہا ہے، اب اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں ذکر کر کے مشرکین کو ایمان پر ابھارتے ہیں:

پہلی نعمت: — اللہ تعالیٰ نے سمندروں کو پیاب کر دیا، جہاز بے تکلف ان میں چلتے ہیں، اور لوگ خشکی کی طرح

(۱) جمیعاً: تاکید ہے (۲) منہ: کائنات سے متعلق ہو کر مسخر کے قائل کا حال ہے (۳) ایام اللہ: اللہ کے دن یعنی واقعات و ہر

(۴) ثم: یہاں تقدیم و تاخیر ہے۔

سمندر کے راستہ سے بھی تجارت کرتے ہیں، شکار پکڑتے ہیں، اور موتی مونگے نکالتے ہیں، پس بندوں کو اس نعمت کا شکر گذار ہونا چاہئے، اور جھوٹے معبودوں کو چھوڑ کر ایک اللہ پر ایمان لانا چاہئے۔

دوسری نعمت: — آسمانوں کی بلندی اور زمین کی ہستی میں جو کچھ ہے وہ سب انسان کے کام میں لگا ہوا ہے، سورج کی تابانی، چاند کی چاندنی، تاروں کی جگمگاہٹ اور ہواؤں کی فیض رسانی سب انسان ہی کے لئے ہے، ان میں اگر انسان غور کرے تو راستہ پاک ملتا ہے، اور ایک اللہ پر ایمان لانے کی راہ، ہموار ہو سکتی ہے۔

مسلمان ابھی غفودر گذر سے کام لیں

توحید کا مضمون اب پورا ہو رہا ہے، آخر میں مؤمنین کو ہدایت دی ہے کہ وہ ابھی کافروں سے بدلہ لینے کی فکر نہ کریں، اللہ پر چھوڑ دیں، اللہ تعالیٰ خود دنیا میں پیش آنے والے واقعات کے ذریعہ، اور پھر جب وہ اللہ کے پاس پہنچیں گے تو ان کی شرارتوں کی کافی سزا دیں گے، مسلمان فی الحال صبر تحمل اور غفودر گذر سے کام لیں۔

آیات پاک: — اللہ تعالیٰ ہی ہے تمہارے لئے سمندر کو سخر کیا، تاکہ یہ حکم الہی اس میں کشتیاں چلیں، اور تاکہ تم اس کی روزی تلاش کرو، اور تاکہ تم اس کا شکر بجالاؤ۔ اور تمہارے کام میں لگائیں اپنی طرف سے تمام وہ چیزیں جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں، بے شک اس میں یقیناً نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو سوچتے ہیں۔

آپ مؤمنین سے کہیں کہ ان لوگوں سے درگزر کریں جو اللہ کے معاملات کا یقین نہیں رکھتے، تاکہ اللہ تعالیٰ بدلہ دیں لوگوں کو ان کاموں کا جو وہ کیا کرتے تھے۔ ایام اللہ: اللہ کے دن یعنی واقعات و ہر، اللہ کے معاملات یعنی وہ دن جس میں اللہ تعالیٰ سرکشوں کو سزا دیں اور فرمان برداروں پر فضل فرمائیں۔ لیجزی کا تعلق یعفو واسے ہے یعنی ابھی درگزر کرو، آئندہ (ہجرت کے بعد) اللہ تعالیٰ بدروغیرہ جنگوں میں ان کو سزا دیں گے، آج وہ جو شرارتیں کر رہے ہیں ان کا بھگتان کر دیا جائے گا۔

جس نے اچھا کام کیا — یعنی ایمان لایا — اس کا نفع اسی کے لئے ہے — یعنی اللہ کا اس میں کچھ نفع نہیں — اور جس نے برا کام کیا — یعنی شرک پر جھارہا — تو اس کا وبال اسی پر پڑے گا — جو یو یا ہدہ ضرور کاٹے گا — پھر بے شک تم تمہارے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے — یہ بات مقدم ہے، یعنی دنیا میں پیش آنے والے واقعات میں بھی ان کو ان کی شرارتوں کی سزا ملے گی، پھر جب وہ اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے تو اگر شرک پر برقرار رہے ہیں تو آخرت میں بھی سزا ملے گی، اور ایمان لے آئے ہیں تو اس کا نفع ان کو پہنچے گا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيٓ اِسْرَآءَٓ بِلَ الْكِتٰبِ وَ الْحُكْمِ وَ النَّبُوَّةَ وَ رَزَقْنٰهُمْ

مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَهُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ وَاتَّيْنَهُمْ بَيِّنَاتٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَمَا اخْتَلَفُوا إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَعِيًّا ۚ بَيْنَهُمْ دَانَ رَبُّكَ يَقْضَىٰ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝ ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝ إِنَّهُمْ كَنُ يُغْنُوا عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ ۝ هَذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ۝

وَلَقَدْ	اور البتہ حقیق	مِّنَ الْأَمْرِ ^(۲)	ہمارے دین کے	فِيمَا كَانُوا	ان باتوں میں کہ تھے وہ
اتَّيْنَا	دی ہم نے	فَمَا اخْتَلَفُوا	پس نہیں اختلاف کیا	فِيهِ	اس میں
بَيْنَ إِسْرَائِيلَ	بنی اسرائیل کو	انہوں نے		يَخْتَلِفُونَ	اختلاف کرتے
الْكِتَابِ ^(۱)	کتاب (تورات)	إِلَّا مِنْ بَعْدِ	مگر بعد	ثُمَّ جَعَلْنَاكَ	پھر بتایا ہم نے آپ کو
وَالْحُكْمِ	اور حکومت	مَا جَاءَهُمْ	آئے ان کے پاس	عَلَىٰ شَرِيعَةٍ	ایک راہ پر
وَالنُّبُوَّةِ	اور نبوت	الْعِلْمِ ^(۳)	علم کے	مِّنَ الْأَمْرِ ^(۵)	ہمارے دین کی
وَرَزَقْنَاهُمْ	اور روزی دی ہم نے ان کو	بَعِيًّا ^(۴)	ضد سے	فَاتَّبِعْهَا	پس پیروی کریں آپ
مِّنَ الطَّيِّبَاتِ	سحری چیزوں سے	بَيْنَهُمْ	آپس کی		اس کی
وَفَضَّلْنَهُمْ	اور برتری بخشی ہم نے ان کو	إِنَّ رَبَّكَ	بے شک تیرا رب	وَلَا تَتَّبِعْ	اور نہ پیروی کریں آپ
عَلَى الْعَالَمِينَ	جہانوں پر	يَقْضَىٰ	فیصلہ کرے گا	أَهْوَاءَ	خواہشات کی
وَ اتَّيْنَهُمْ	اور دیئے ہم نے ان کو	بَيْنَهُمْ	ان کے درمیان	الَّذِينَ	ان لوگوں کی جو
بَيِّنَاتٍ	واضح احکام	يَوْمَ الْقِيَامَةِ	قیامت کے دن	لَا يَعْلَمُونَ	نہیں جانتے

- (۱) الکتاب: تورات، الف لام عہدی ہے (۲) من الأمر: کائنات سے متعلق ہو کر بنیات کی صفت ہے، اور الأمر سے مراد دین ہے، الف لام عہدی ہے (۳) لما: مصدر یہ ہے، اور ما جاء ہم: مضاف الیہ ہے بعد کا (۴) بعیًّا: مفقول لہ ہے اختلاف واکا (۵) من الأمر: شریعہ کی صفت ہے، اور الأمر سے دین مراد ہے اور شریعہ کے معنی ہیں: چھوٹا راستہ، پگھلائی۔

اِنَّهُمْ كَنْ يُّغْنَوْنَ عَنْكَ مِنْ اللّٰهِ شَيْئًا وَ اِنَّ الظَّالِمِيْنَ	بے شک وہ لوگ کام نہیں آئیں گے آپ کے اللہ سے کچھ بھی اور بے شک ظالم (شرک)	بَعْضُهُمْ اَوْ دِيَارُ بَعْضُ وَ اللّٰهُ وَ عَلٰى الْمُتَّقِيْنَ هٰذَا	ان کے بعض کارساز ہیں بعض کے اور اللہ تعالیٰ کارساز ہیں بچنے والوں کے یہ	بَصَائِرُ لِّلنَّاسِ وَ هٰذِهِ وَرَحْمَةٌ لِّلْقَوَّامِ يُؤَقِّنُونَ	سمجھ بوجھ کی باتیں ہیں لوگوں کے لئے اور راہ نمائی ہے اور مہربانی ہے ان لوگوں کے لئے (جو) یقین کرتے ہیں
--	--	---	---	---	---

رسالت کا بیان

نبوت کوئی انوکھی چیز نہیں جو اس کا انکار کیا جائے

ان آیات کا موضوع نبی ﷺ کی رسالت ہے، شرکین کداس کو تسلیم نہیں کرتے تھے، بات یہاں سے شروع کی ہے کہ نبوت کوئی انوکھی چیز نہیں جو اس کا انکار کیا جائے، بنی اسرائیل میں ماضی قریب تک نبوت کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بہت سے انبیاء مبعوث ہوئے ہیں، جو تورات کی تبلیغ کرتے تھے، پھر آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے، ان کا زمانہ نبی ﷺ کے زمانہ سے صرف چھ سو سال پہلے ہے۔ اور بنی اسرائیل کو اللہ نے جلیل القدر کتاب تورات عنایت فرمائی، سیادت و حکومت بھی سپرد کی، کھانے پینے کے لئے نفیس چیزیں دیں اور ان کو جہاں والوں پر فوقیت دی، یہ سب نبوت کی برکات تھیں، اور اس میں امت مسلمہ کے لئے اشارہ تھا کہ ان کو بھی یہ سب نعمتیں ملیں گی، رسالت و کتاب تو سرِ دست مل چکی ہیں، حکومت اور کھانے پینے کے لئے نفیس چیزیں بھی اللہ تعالیٰ ان کو عنایت فرمائیں گے، یہ شرکین کو سنایا جا رہا ہے، تاکہ وہ ایمان لائیں۔

علاوہ ازیں: بنی اسرائیل کو دین کے واضح احکامات بھی دیئے، جب تک وہ ان پر قائم رہے ان کی سیادت و قیادت اور ان کی خیریت و فوقیت بھی قائم رہی، مگر آگے چل کر ان میں اختلافات رونما ہوئے، اور اختلافات علم و بصیرت کے بعد ہوئے، اور اس کا سبب نفسانیت بنی، غلط راہ نماؤں نے اپنی چلائی، بغیاً بینہم: آپس کی ضد اضدی سے، ہر عالم چاہتا تھا کہ اس کی جلی، اور مقابل کی بیٹی ہو، یوں اختلافات بڑھتے گئے، اور ایک دوسرے فرقتے بن گئے۔

پھر آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے، انھوں نے اپنی بعثت کا ایک مقصد یہ بیان کیا ہے: ﴿وَلَا بُدَّ لِيَّ مِنْكُمْ﴾

لَكُمْ بَعْضُ الَّذِي تَخْتَلَفُونَ فِيهِ: اور تاکہ میں بعض وہ باتیں واضح کروں جن میں تم اختلاف کرتے ہو [الخرف ۶۳] مگر ان لوگوں نے ایک نہیں سنی، بلکہ یہود نے تو ان کو مسیح ضلالت (دجال) قرار دیا، اور ان کے قتل کے درپے ہوئے، اللہ نے یہودی چالوں سے ان کو بچا کر آسمان پر اٹھالیا، پھر ان کے رفع کے بعد ان کے متبعین نے ان کا دین بگاڑا، تو حید میں شرک کی آمیزش کر لی، اور ان کے پیروں پر فرقے ہو گئے، اس طرح دین کی حقیقت گم ہو کر رہ گئی، اور اختلافات ایسے رائج ہو گئے کہ اب دنیا میں حقیقت سے پردہ اٹھنے کی کوئی صورت نہیں، اب ان کے اختلافات کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا۔

خاتم النبیین ﷺ کی نئی شریعت کے ساتھ بعثت

پھر جب بنی اسرائیل میں اختلافات کی وجہ سے دین و شریعت باقی نہ رہی، اور دنیا ہدایت کے لئے پیاسی ہوئی تو گھٹا اٹھی اور ابرہہ رحمت برسا، نبی آخر الزماں ﷺ کو نئی شریعت دے کر مبعوث فرمایا — جاننا چاہئے کہ دین اصول و فروع کا نام ہے، اصول میں تمام انبیاء متحد ہیں، اور فروع میں زمانہ کے تقاضوں کے لحاظ سے تبدیلی ہوتی ہے، پس دین (اصول) نیا نہیں، شریعت نئی ہے۔

پھر امت سے خطاب ہے، امت محمدیہ کو چاہئے کہ اس آخری شریعت پر مستقیم رہے، اس کی پیروی کرے، اور کبھی بھول کر بھی جاہلوں اور نادانوں (مشرکوں) کی خواہش پر نہ چلے، ان کی طرف جھکنا اللہ کے یہاں کچھ کام نہ آئے گا، وہ ایک دوسرے کے عوان و انصار ہیں، اور اس امت کا ناصر و مددگار اللہ ہے، پھر اس کو کیا فکر ہے۔

پھر آخر میں فرمایا کہ یہ قرآن لوگوں کے لئے یعنی مشرکین کے لئے بھی آگئیں کھولنے والی کتاب ہے، اور یقین کرنے والوں کے لئے یعنی مومنین کے لئے ہدایت و رحمت ہے: ﴿فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا﴾: پس لوگوں کو چاہئے کہ اس پر خوش ہوں!

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا بَنِي إِسْرَءِيلَ ذِكْرًا وَابْتَلَوْنَاهُمْ وَرَزَقْنَاهُمْ مِّنَ التَّائِبَاتِ وَأَعْلَمْنَاهُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ۚ وَآتَيْنَاهُمْ بَيِّنَاتٍ مِّنَ الْكِتَابِ وَخَلَقْنَا لَهُمُ الْفِصْلَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝﴾

ترجمہ: اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل کو تورات، حکومت اور نبوت دی، اور ہم نے ان کو نفس چھڑیں کھانے کو دیں، اور ہم نے ان کو دنیا جہاں والوں پر فوقیت دی، اور ہم نے ان کو دین کے واضح احکامات دیئے — پس انھوں نے باہم اختلاف کیا، ان کے پاس علم کے آجانے کے بعد، آپس کی ضد ضدی سے — بے شک آپ کے پروردگار قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ کریں گے ان باتوں کا جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔

﴿ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِّعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝ إِنَّهُمْ كَنُ يُغْنُوا عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَلَا تَأْتِيكَ بِهِمْ نَارُ الظَّالِمِينَ ۝ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ ۝ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ ۝ هَذَا بِصَافِرٍ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّمَن يُوقِنُونَ ۝﴾

ترجمہ: پھر ہم نے آپؐ کو دین کے ایک خاص طریقہ پر کیا سوا آپؐ — یعنی آپؐ کی امت — اس طریقہ پر چلیں، اور جہلام کی خواہش پر نہ چلیں، بے شک وہ لوگ خدا کے مقابلہ میں آپؐ کے ذرا کام نہیں آ سکتے، اور بے شک ظالم (شُرک) ایک دوسرے کے کارساز ہیں، اور اللہ تعالیٰ (شرک و معاصی سے) بچنے والے کے کارساز ہیں — یہ (قرآن) لوگوں کے لئے بصیرت کی باتیں ہیں، اور یقین کرنے والوں کے لئے ہدایت و رحمت ہے۔

أَمْرٌ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۚ سَوَاءٌ مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝ وَخَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِيُجْزِيَ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝ أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمِهِ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاةً فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝

أَمْرٌ حَسِبَ ^(۱)	کیا گمان کیا	السَّيِّئَاتِ	برائیاں	آمَنُوا	ایمان لائے
الَّذِينَ	جنہوں نے	أَنْ نَّجْعَلَهُمْ	کہ بتائیں گے ہم ان کو	وَعَمِلُوا	اور کئے انہوں نے
اجْتَرَحُوا ^(۲)	کمال	كَالَّذِينَ	مانند ان کے جو	الصَّالِحَاتِ	اچھے کام

(۱) حَسِبَ الشَّيْءُ كَذَا: (ف، ض) جِسْمَانًا: گمان کرنا، کسی چیز کو کچھ سمجھنا۔ (۲) اجْتَرَحَ الشَّيْءُ: کمانا، حاصل کرنا، جرم وغیرہ کا ارتکاب کرنا، فلان یجترح لعیالہ: فلاں اہل و عیال کے لئے کمائی کرتا ہے، مجرد و مجردہ (ف) مجردا: زخمی کرنا۔

ترکیب: ام: استفہام انکاری، حَسِبَ: فعل متعدی بدو مفعول، الذین: موصول صلیل کفاعل، أَنْ نَجْعَلَهُمْ: ان: مصدر یہ، نَجْعَلُهُمْ: یہ تاویل مصدر ہو کر حسب کا مفعول اول، کالذین: حسب کا مفعول ثانی، اور جعل کے مفعول ثانی کے قائم مقام (تتار ع فعلان ہے، اس لئے پہلے فعل کو عمل دیا) سواء: مفعول ثانی کا حال، معہام و معاتہم: سواء (مصدر) کا فاعل، اور ہم کا مرجع عام، کافر اور مسلمان دونوں۔

مَوَآءٍ	یکساں	کُلُّ نَفْسٍ	ہر شخص	وَحَاثَرَهُ	اور مہر لگادی
مَخْبِیَاتُهُمْ	جہان ان کا	یَسْأَلُ کَسَبَتْ	اس کا جو کمایا اس نے	عَلَى سَمْعِهِ	اس کی سماعت پر
وَمَمَاتُهُمْ	اور مرنا ان کا	وَهُمْ	اور وہ	وَقَلْبِهِ	اور اس کے دل پر
سَاءَ	برا ہے	لَا یُظْلَمُونَ	حق نہیں مامے جائیں گے	وَجَعَلَ	اور گردانا (کیا)
مَا یُحْکَمُونَ	جو فیصلہ کرتے ہیں وہ	أَفْرَبَتْ	کیا پس دیکھا تو نے	عَلَى بَصَرِهِ	اس کی بصارت پر
وَحَاقَ	اور پیدا کیا	مِنْ اتَّخَذَ	(اس کو) جس نے بنایا	غَشَاوَهُ (۳)	پروہ
اللَّهُ	اللہ تعالیٰ نے	لِلَّهِ	اپنا معبود	فَمَنْ یَهْدِیْهِ	پس کون راہ دکھائے
الْشَّمُوتِ	آسمانوں	هُوَ	اپنی خواہش کو	وَمَنْ یُعِیْذِ اللَّهُ	اس کو
وَالْأَرْضِ	اور زمین کو	وَأَصْلَهُ	اور گمراہ کیا اس کو	أَفْلَا	کیا پس
بِالْحَقِّ (۱)	خاص مقصد سے	اللَّهُ	اللہ نے	تَذَكَّرُونَ	سمجھے نہیں تم!
وَلِیُتَجَزَّیْ	اور تاکہ بدلہ دیا جائے	عَلَىٰ عَلَمٍ (۲)	علم کی رُو سے		

آخرت کا بیان

نیک و بد ہمیشہ یکساں نہیں رہیں گے

اب آخر تک آخرت کا بیان ہے، اور پہلی آیت میں آخرت کی ضرورت کا بیان ہے، دنیا میں برے اور بھلا زولادت تا وفات یکساں ہیں، برے اگر مالدار، عزت دار اور تن درست ہیں تو بھلوں میں بھی ان کی کمی نہیں، اور نیک بندوں میں اگر غریب اور بیمار ہیں تو بھروسہ میں بھی ان کی کمی نہیں، اور جس طرح کفار و شرکین پیدا ہوتے اور مرتے ہیں، مؤمنین بھی پیدا ہوتے اور مرتے ہیں، غرض: تمام احوال میں بدکار اور نیکو کا مساوی ہیں، اب اگر دونوں کا مرتبا جینا یکساں ہو، اور بدی اور نیکی کا فرق ظاہر نہ ہو تو ہیر اور ٹھیکرا برابر ہو گئے، ایسا کبھی نہیں ہو سکتا، بدی اور نیکی کا فرق ظاہر ہونا ضروری ہے، یہ فرق دوسری زندگی میں ظاہر ہوگا، اور اسی کا نام آخرت ہے۔

ایک مثال: گہوؤں کے کھیت میں دانہ، بھوس اور گھاس ایک ساتھ ہوتے ہیں، اگر وہ ہمیشہ ساتھ رہیں تو کھیت بونے کا فائدہ کیا؟ ضروری ہے کہ ایک دن اناج کٹ کر کھلیان میں آئے، اور دانہ: بھوس اور گھاس سے علاحدہ ہو جائے، (۱) بالحق: خاص مقصد سے: یعنی انسان کی مصلحت کے لئے (۲) اِلَہ: اتخذ کا مفعول اول، اور هو اور مفعول ثانی (۳) علی علم: یعنی علی وجہ البصیرت، (۴) غشَاوَهُ: پروہ، چھلی۔

یہ دنیا بھی آخرت کا کھیت ہے، یہاں نیک و بد ملے ہوئے ہیں، آخرت میں جدا کر دیئے جائیں گے: ﴿وَافْتَاؤا الْيَوْمَ اٰيَهَا الْمَجْمُوعُونَ﴾ (آج (اہل ایمان سے) الگ ہو جاؤ اے مجرمو! کیونکہ مومنین کو جنت میں بھیجنا ہے اور کافروں کو دوزخ میں!

﴿اَمْ حَسِبَ الْاٰمِنِينَ اجْتَمَعُوا الشَّيَاطِ اَنْ تُجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالٰحٰتِ ۚ سَوَآءٌ مَّخْبِيَاهُمْ وَمَنَآئِهِمْ ۚ سَآءٌ مَّا يَخْتُلُوْنَ ۝﴾

ترجمہ: کیا خیال کرتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے برائیاں کمائی ہیں کہ ہم ان کو بتائیں گے ان لوگوں کی طرح جو ایمان لائے، اور انہوں نے اچھے کام کئے: یکساں ہو جائے ان کا چھپنا اور مرنا؟ — یعنی دنیا میں از ولادت تا وفات بدکردار اور نیکوکار برابر ہیں، اب اگر بات اسی زندگی پر ختم ہو جائے، اور آگے کوئی زندگی نہ ہو جہاں پہلے برے کا فرق ظاہر ہو تو بھری مونگ پھلی اور بے گری کی مونگ پھلی برابر ہو گئیں، ایسا نہیں ہو سکتا فرق و امتیاز ہونا ضروری ہے، مگر مشرکین کا خیال ہے کہ آگے کوئی زندگی نہیں — برائے فیصلہ بخود کرتے ہیں!

کائنات بامقصد پیدا کی گئی ہے، اگر آخرت نہیں ہوگی تو مقصد تخلیق فوت ہو جائے گا

یہ آخرت کی ضرورت کی دوسری دلیل ہے، زمین و آسمان کو یونہی بیکار پیدا نہیں کیا، ان کی تخلیق کا خاص مقصد ہے، اور وہ اللہ کی بندگی ہے: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْا﴾ اور میں نے جنات اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں [الذاریات ۵۶] اور جنات کو اور انسانوں کو جزوی (ایک درجہ تک) اختیار دیا ہے کہ وہ چاہیں تو عبادت کریں، اور چاہیں تو نہ کریں، مگر اس کی جزا و سزا ضرور ملے گی، ہاں فضل و انعام ہو سکتا ہے، ظلم (حق تلفی) ہرگز نہیں ہوگی، واجبی بدلہ ملے گا، اور یہ بدلہ اس دنیا میں نہیں ملتا، اس دنیا میں تو عبادت کرنے والے اور منہ موڑنے والے برابر ہیں، پس ضروری ہے کہ دوسری دنیا ہو، ورنہ کائنات کی تخلیق کا مقصد فوت ہو جائے گا۔

﴿وَحَقَّقَ اللّٰهُ السُّوْبَ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلَيُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝﴾

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو خاص مقصد سے پیدا کیا ہے، اور تاکہ ہر شخص بدلہ دیا جائے اس کے کاموں کا — یہ مقصد تخلیق ہے — اور ان کا حق نہیں مارا جائے گا — یعنی نیک عمل کا بدلہ کم دیا جائے یا بد عمل کی سزا زیادہ دی جائے: ایسا نہیں ہوگا۔

جب انسان ہدایت کی صلاحیت کھودیتا ہے تو مہر لگ جاتی ہے اور ہدایت کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں ضرورتِ آخرت کی اوپر جو رو دلیلیں بیان کی ہیں، ضروری نہیں کہ مشرکین مکدان کو سمجھ لیں اور قبول کر لیں، کیونکہ جب

آدمی ہدایت کی صلاحیت کھودیتا ہے تو اس کے کان اور دل پر مہر لگ جاتی ہے، اور آنکھوں پر پردہ پڑ جاتا ہے، اور ہدایت کی تمام راہیں مسدود ہو جاتی ہیں، اب اس کو صحیح راستہ پر لانا اور مقتول بات سمجھنا تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے، اور اس میں نبی ﷺ کے لئے یک گونہ تسلی کا سامان ہے کہ آپ ان کے پیچھے جان نہ کھویں!

جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم حاصل کرنے کے لئے مختلف صلاحیتیں دی ہیں، پانچ حواس ظاہرہ میں سے کان اور آنکھ کا ذکر کیا، مثلاً، ذائقہ اور لامسہ کا ذکر نہیں کیا، کیونکہ دلائل سمجھنے میں ان کا خاص دخل نہیں، علاوہ ازیں: دل اور عقل بھی دی ہے، جو بات سمجھتے ہیں اور فیصلہ کرتے ہیں، اور نفس ان کے علاوہ ہے، ان سب میں بالادستی عقل کو حاصل ہے، مگر کبھی عقل: نفس کے تابع ہو جاتی ہے، جیسے وہم کا ہمیشہ عقل پر غلبہ رہتا ہے، پھر جب نفس غالب آ جاتا ہے تو آدمی من مانی کرنے لگتا ہے، عقل کی نہیں چلتی، یہ خواہش نفس کو خدا بنالینا ہے، ایسی صورت میں آدمی عقل سے پیدل ہو جاتا ہے، اور ہدایت کی صلاحیت کھودیتا ہے۔

﴿أَخْرَجْنَا مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ مَنَ اتَّخَذُوا إِلَهَهُمْ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمِهِ وَخَوَّعَهُ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصِيرَتِهِ غَشَاةً ۖ فَمَنْ يَهْدِيهِ اللَّهُ فَمَا لَاقِيَ إِلَّا اللَّهَ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝﴾

ترجمہ: کیا پس بتلا: جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنالیا — یعنی جبرہ اس کی خواہش لے چلتی ہے اُھر ہی چل پڑتا ہے، عقل کی ایک نہیں سنتا — اور اس کو اللہ نے گمراہ کیا علم کی رو سے — یعنی علم الہی میں وہ گمراہی کا مستحق ہے — اور اس کے کان اور دل پر مہر کر دی — چنانچہ کان نصیحت کی بات نہیں سنتے، اور دل سچی بات کو نہیں سمجھتا — اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا — چنانچہ اس کو آنکھ سے ہدایت کی روشنی نظر نہیں آتی — پس کون اس کو راہ دکھا سکتا ہے اللہ کے بعد؟ — یعنی اللہ کی باتیں تو اس کی سمجھ میں آتی نہیں، دوسرے کی باتیں کیا سمجھے گا؟ — کیا پس تم سمجھتے نہیں! — یہ مسلمانوں سے کہا ہے کہ پھر تم ان کے پیچھے کیوں جان جلا رہے ہو، چھوڑو ان کو ان کے حال پر!

وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْدِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ۝ وَإِذَا تُنْزِلُ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ مَا كَانَ حُجَّتَهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا اتَّبِعُوا بِآبَائِنَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ قُلِ اللَّهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝

وَقَالُوا	اور کہا انھوں نے	وَإِذَا	اور جب	قُلْ	کہہ دیں
مَا هِيَ ^(۱)	نہیں وہ (حیات)	يُسْتَعْتَلُ	پڑھی جاتی ہیں	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
إِلَّا حَيَاتُنَا	مگر ہماری حیات	عَلَيْهِمْ	ان کے سامنے	يُخَوِّدُكُمْ	زندہ کرتے ہیں تم کو
الدُّنْيَا	دنیا کی	الْيُسْتَعْتَلُ	ہماری آستیں	ثُمَّ يُؤْمِنُكُمْ	پھر ماریں گے تم کو
نُفُوتٌ	مرتے ہیں ہم	بِسِنَّتٍ	کھلی کھلی	ثُمَّ يُجْعَلُكُمْ	پھر جمع کریں گے تم کو
وَنَحْيَا	اور جیتے ہیں ہم	مَا كَانَ	نہیں ہوتی	لَا يَذُورُ	دُن میں
وَمَا يُهْدِيكُمْ	اور نہیں ہلاک کرتا ہمیں	حُجَّتُهُمْ ^(۲)	ان کی دلیل	الْقِيَامَةِ	قیامت کے
إِلَّا الدَّهْرُ	مگر زمانہ	إِلَّا أَنْتَ	مگر یہ کہ	لَا زَيْبَ	نہیں کچھ شبہ
وَمَا لَهُمْ	اور نہیں سہان کے لئے	قَالُوا	کہا انھوں نے	فَنِيْلُ	اس میں
بِذَلِكَ	اس بارے میں	اَسْتَوْا	لاؤ تم	وَلَنُكَيِّدَ	لیکن
مِنْ عِلْمٍ	کچھ علم	يَا بَنِي آدَمَ	ہمارے باپ دادوں کو	اَكْثَرُ	اکثر لوگ
إِنْ هُمْ	نہیں وہ	لَنْ كُنْتُمْ	اگر ہوتے	النَّاسِ	لوگ
إِلَّا يُلْطَفُونَ	مگر گمان کرتے	صِدَاقِينَ	سچے	لَا يَفْعَلُونَ	جاننے نہیں

خواہش کو خدا بنانے کی دو مثالیں

جو لوگ عقل سے پیدل ہوتے ہیں، وہ خواہش کو خدا بنا لیتے ہیں، وہ کیسی کیسی بے عقلی کی باتیں کرتے ہیں، اس کی دو مثالیں دیکھیں:

پہلی مثال: جو لوگ دوسری زندگی کا انکار کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: ”بس یہی ہمارا جینا مرنا ہے“ آگے کچھ نہیں، اور زمانہ کا چکر ہی ہمیں ختم کرتا ہے“ — یہ انھوں نے بے دلیل اٹکل لڑائی ہے۔ کیونکہ زمانہ تو ایک اعتباری چیز ہے، اس کا حقیقی وجود نہیں، مثلاً: کوئی شخص پیتا گھماے تو اس کی گردش ایک اعتباری چیز ہے، اس کی طرف کوئی چیز منسوب نہیں کر سکتے، یہ نہیں کہہ سکتے کہ پیسنے کی گردش سے یہ ہوا، اگر پیسنے کے گھومنے سے کسی کو نقصان پہنچتا ہے تو اس کو پیتا گھمانے والے کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، اسی طرح گردش لیل و نہار کے معاملہ کو سمجھنا چاہئے، اس سے کوئی چیز وجود میں آتی ہے تو وہ خالق لیل و نہار کا فضل ہے، اسی لئے حدیث شریف میں ہے: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ذہر (زمانہ) کو برا مت کہو، زمانہ (۱) ہی: کا مرجع بعد میں ہے (۲) حجتہم: کان کی خبر مقدم ہے اور اسم الا ان ہے، کیونکہ حصر: اسم کا کرتا ہے۔

(۱) ہی: کا مرجع بعد میں ہے (۲) حجتہم: کان کی خبر مقدم ہے اور اسم الا ان ہے، کیونکہ حصر: اسم کا کرتا ہے۔

میں ہی ہوں، یعنی گردشِ لیل و نہار اللہ کا فعل ہے، پس اس سے جو اچھی بری چیزیں وجود پذیر ہوتی ہیں وہ اللہ کے افعال ہیں، اس لئے زمانہ کی برائی اللہ تک پہنچے گی۔

دوسری مثال: جب منکرینِ بعث کو ضرورتِ آخرت کی دلیلیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں، تو ان کا جواب بس یہی ہوتا ہے کہ ہمارے باپ داداؤں کو زندہ کر کے دکھا دو تو ہم مانیں! — ان کو جواب دو: اس کا وقت مقرر ہے، یہ کام وقت پر ہوگا، جیسے طلوعِ شمس کا وقت مقرر ہے، اگر کوئی آدھی رات کو کہے کہ ابھی سورج نکال کر دکھا دو تو ہم خدا کی قدرت مانیں، تو اس کو بے عقلی کی بات نہیں تو اور کیا کہیں گے!

آیاتِ پاک: — اور ان لوگوں نے کہا: ہماری اس دنیوی زندگی کے علاوہ کوئی زندگی نہیں، اور ہمیں صرف زمانہ ہلاک کرتا ہے۔ — اور ان لوگوں کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں، وہ محض انکل اڑاتے ہیں۔

اور جب ان کے سامنے ہماری واضح دلیلیں پڑھی جاتی ہیں، تو ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہوتا اس کے سوا کہ وہ کہتے ہیں: ہمارے باپ داداؤں کو زندہ کر کے دکھاؤ، اگر تم سچے ہو! — ان کے جواب کو حجت (دلیل) کہہ کر استہزاء کیا ہے کہ دیکھو: یہ ہے ان کی دلیل! جیسے عجم کی وعید کو خوش خبری کہہ کر استہزاء کیا جاتا ہے۔

جواب: — آپ کہیں: اللہ نے تم کو زندہ کیا ہے۔ یعنی مقررہ وقت پر تم کو حیات بخشی ہے۔ پھر وہ تم کو موت دیں گے۔ یعنی مقررہ وقت پر۔ پھر وہ تم کو مقررہ وقت پر زندہ کر کے جمع کریں گے قیامت کے دن۔ یعنی اس دن تم اور تمہارے اسلاف سب ایک ساتھ زندہ ہو کر جمع ہوؤ گے، ابھی دنیا میں ایک ساتھ زندہ ہو کر جمع نہیں ہو سکتے۔ جس میں ذرا شک نہیں۔ یعنی قیامت کا دن یقیناً آتا ہے۔ لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔ اس لئے انکار کرتے ہیں۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ يَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يَُوْمَئِذٍ يَخْسَرُ الْبٰطِلُوْنَ ۝
وَسَرَّاهُ كُلُّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰى اِلٰى كِتٰبِهَا الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا
كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطٰقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّا كُنَّا
نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا اَفَلَمْ يَكُنْ اٰيٰتِيْ تَتْلٰى عَلَيْهِمْ فَاَسْتَكْبَرُوْا وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ۝

وَاللّٰهُ	اور اللہ کے لئے	أَلَيْسَ	آج	الصَّلٰحَةُ	نیک کام
مَلِكٌ	حکومت ہے	تُحْزَنُونَ	بدلہ دیئے جاؤ گے تم	فَيَذَرُهَا	تو داخل کریں گے ان کو
السَّمَوَاتِ	آسمانوں	مَنْ	(ان کاموں کا) جو	رَبُّهُمْ	ان کے پروردگار
وَالْأَرْضِ	اور زمین کی	كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ	کیا کرتے تھے تم	فِي سَاعَتِهِ	اپنی مہربانی میں
وَيَوْمَ	اور جس دن	هَذَا	یہ	ذَلِكَ هُوَ	یہ وہ
تَقُومُ	کھڑی ہوگی	حُتُّبَاتُ	ہمارا نوشتہ ہے	الْقَوْدُ	کامیابی ہے
السَّاعَةِ	قیامت	يَسْطُو	بولتا ہے	الْيَمِينُ	واضح
يَوْمَئِذٍ	اُس دن	عَلَيْكُمْ	تمہارے خلاف	وَأَمَّا الَّذِينَ	اور رہے جنہوں نے
يَخْشُرُ	گھانے میں رہیں گے	بِالْحَقِّ	بالکل ٹھیک	كَفَرُوا	انکار کیا
الْمُبْطِلُونَ	باطل پرست	إِنَّا	بے شک ہم	أَقَلَمُ	کیا پس نہیں تھیں
وَنَزَلِ	اور دیکھے گا تو	كُنَّا نَسْتَنسِخُ ^(۲)	لکھوا کرتے تھے	أَيُّهَا	میری آیتیں
كُلُّ أُمَّةٍ	ہر امت کو	مَنْ	جو	تُحْشَى	پڑھی جاتیں
جَاثِيَةً ^(۱)	گھٹنوں کیل پیٹنے والی	كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ	تم کیا کرتے تھے	عَلَيْكُمْ	تمہارے سامنے
كُلُّ أُمَّةٍ	ہر امت	فَأَمَّا الَّذِينَ	پس رہے وہ جو	فَأَنشَأْنَا	پس سمجھنا کیا تم نے
نُذْعَى	پلائی جائے گی	أَمْنًا	ایمان لائے	وَكُنْتُمْ قَوْمًا	اور تھے تم لوگ
لِيُكْذِبَهَا	اس کے نوشتہ کی طرف	وَعَمِلُوا	اور کئے انھوں نے	مُجْرِمِينَ	گناہ گار

قیامت کے احوال

تمہیدی گفتگو کے بعد اب راست قیامت کے احوال بیان فرماتے ہیں، قیامت کے دن حکومت صرف اللہ کی ہوگی، روز جزاء کے وہی مالک ہیں: ﴿هَٰذَا يَوْمَ الدِّينِ﴾ دنیا میں تو مجازی حکومتیں بھی ہیں، اور لوگوں کا کچھ نہ کچھ اختیار بھی چلتا ہے، مگر قیامت کے دن کوئی سرا ہمارے والائیں ہوگا، اختیار سارا اللہ کا ہوگا، چنانچہ سب امتیں باادب بیٹھیں گی، کسی میں شجی اور غرور باقی نہیں رہے گا، یا سب امتیں ذلیل و خوار ہو کر گھٹنوں کے بل پڑ جائیں گی، اور نامہ اعمال اڑایا جائے گا، جب

(۱) جاثیہ: اسم فاعل، واحد مؤنث: گھٹنوں کے بل پیٹنے والی، جیسے قعدہ میں بیٹھے ہیں، یعنی باادب یا پیروں کے بچے کھڑے کر کے گھٹنے ٹیک کر بیٹھنے والی یعنی خوف و دہشت سے (۲) استنسخ: لکھوانا، سینا طلب کے لئے۔

وہ سب کے ہاتھوں میں پہنچ جائے گا تو اعلان ہوگا کہ آج تم کو تمہارے کئے کا بدلہ دیا جائے گا۔ یہ نلہ اعمال جو تمہارے ہاتھوں میں ہے، ٹھیک ٹھیک تمہارے اعمال کی گواہی دے گا، ہم نے فرشتوں سے لکھوا کر یہ مسل تیار کر رکھی ہے، تاکہ تم پر حجت ہو۔ پھر نیکو کار ایماندار جنت میں داخل کئے جائیں گے، جنت اللہ کی رحمت کی جگہ ہے، وہاں ان کی خوب پزیرائی ہوگی۔ اور جنہوں نے اللہ کا دین قبول نہیں کیا، ان کو دھمکاتے ہوئے کہا جائے گا: ”تمہیں دنیا میں میری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی تھیں، مگر تم نے غور و فکر سے ان کو نہیں مانا، درحقیقت تم تھے ہی مجرم!“ اب چکھو اپنے انکار کا مزہ!

آیات پاک:۔ اور اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں میں اور زمین میں، اور جس دن قیامت قائم ہوگی: اس دن اہل باطل خسارہ میں رہیں گے۔ اور آپ ہر امت کو دیکھیں گے زانو پر بیٹھے والی! ہر امت اپنے نلہ اعمال کی طرف بلائی جائے گی، آج تمہیں تمہارے کئے کا بدلہ ملے گا۔ یہ ہمارا نوشتہ ہے، جو تمہارے خلاف ٹھیک ٹھیک بول رہا ہے، بے شک ہم لکھواتے جاتے تھے جہنم کیا کرتے تھے۔ سو جو لوگ ایمان لائے، اور انھوں نے نیک کام کئے، ان کو ان پروردگار اپنی مہربانی میں داخل کرے گا، یہی کھلی کامیابی ہے۔ اور رہے وہ لوگ جنہوں نے نہیں مانا: کیا میری آیتیں تم کو پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں؟ پس تم نے ان کو قبول کرنے سے گھنڈ کیا، اور تم لوگ تھے ہی مجرم!

وَإِذَا قِيلَ إِنَّ السَّاعَةَ ۖ إِن تَنْظُرُونَ إِلَّا ظُنًّا وَمَا نَحْنُ بِمُتَّبِقِينَ ۝ وَبَدَأَ اللَّهُ سَيِّئَاتِ مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝ وَقِيلَ الْيَوْمَ نُنَسِّكُمْ كَمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا وَمَا لَكُمْ النَّارَ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نُصْرَةٍ ۝ ذَلِكُمْ بِأَنَّهُمْ اتَّخَذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُؤًا وَغَرَّتْكُمْ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۖ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُونَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ۝ فَلِلَّهِ الْحَسْدُ رَبِّ السَّمَوَاتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝ وَلَهُ الْكِبَرِيَاءُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

۱۱۱

وَإِذَا قِيلَ	اور جب کہا گیا	اللہ	اللہ کا	وَالسَّاعَةُ	اور قیامت
إِنَّ السَّاعَةَ	بے شک وعدہ	حَقُّ	برحق ہے	كَالْزَبَابِ	نہیں کچھ شک

فِيهَا قُلْتُمْ مَّا نَذَرْنٰ مَّا السَّاعَةُ اِنَّ نُّظَنُّ اَكَا ظَنًّا وَمَا نَحْنُ بِمُسْتَفِيعِينَ ^(۱) وَبَدَا لَهُمْ سَيِّئَاتُ مَّا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوا يَهِيمُونَ وَقِيلَ	اس میں کہا تم نے نہیں جانتے ہم قیامت کیا ہے؟ نہیں گمان کرتے ہم مگر گمان کرنا اور نہیں ہیں ہم یقین کرنے والے اور ظاہر ہوئی ان کیلئے برائیاں (ان کاموں کی) جو کئے انہوں نے اور گھیر لیا ان کو اس (عذاب) جو تھے وہ اس کا ٹھٹھا کرتے اور کہا گیا	الْيَوْمَ كُنْتُمْ كَمَا كُنْتُمْ رِفْقًا يُوعِيكُمْ هَذَا وَمَا لَكُمْ النَّارُ وَمَا لَكُمْ وَمِنْ نَّصْرَيْنِ ذَٰلِكُمْ بِأَنكُمْ اتَّخَذْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ هَزُوا وَعَزَّزْنَا الْعِلْيَةَ ^(۲) الدُّنْيَا فَالْيَوْمَ	آج بھلا دیں گے ہم تم کو جیسا بھلا دیا تم نے ملاقات کو تمہارے دن کی اس اور تمہارا ٹھکانہ دور ہے اور نہیں ہے تمہارے لئے کوئی مددگار یہ بات بائیں وجہ ہے کہ تم نے بنایا اللہ کی آیتوں کا ٹھٹھا اور دھوکہ دیا تم کو دنیا کی زندگی نے پس آج	لَا يُخْرَجُونَ وَمِنَهَا وَلَا هُمْ يُستَعْتَبُونَ ^(۲) فَلِلَّهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمَوَاتِ وَرَبِّ الْأَرْضِينَ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَلَهُ الْحِكْمُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْوَهَّابُ الْحَكِيمُ	نہیں نکلے جائیں گے وہ دور ہے اور نہ وہ معافی منگوئے جائیں گے پس اللہ کے لئے ہیں تمام تعریفیں (جو) پروردگار ہیں آسمانوں کے اور پروردگار ہیں زمین کے پروردگار ہیں سارے جہانوں کے اور ان کے لئے بڑائی ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہ زبردست بڑی حکمت والے ہیں
---	---	---	---	---	---

ابھی قیامت کا یقین مشکل ہے، پھر جب وہ واقعہ بنے گی تو یقین سے فائدہ کیا ہوگا!

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی دلچسپ بنائی ہے کہ لوگوں کو قیامت کا یقین مشکل سے آتا ہے، مگر میں سے تو جب کہا جاتا ہے

(۱) مُسْتَفِيعِينَ: اسم فاعل: یقین کرنے والا، اِستیعان: مصدر (۲) لَا يُسْتَعْتَبُونَ: مضارع منفی مجہول، جمع مذکر غائب، اِستیعاب: اِستیعاب:

باب استیعاب، ماخذ غیب: ناراضگی، باب افعال: اِعتاب: ناراضگی دور کرنا، پس اِستیعاب کے معنی ہیں طلب اِعتاب: یعنی ناراضگی دور کرنے کی طلب یعنی کسی سے خواہش کرنا کہ وہ آپ کی ناراضگی دور کر دے اور آپ کو رضامند کر لے (لغات) ←

کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے، قیامت کا آنا یقینی ہے، اس میں ذرا شک کی گنجائش نہیں تو وہ کہتے ہیں: ہماری سمجھ میں قیامت و پامت نہیں آتی، ہاں کچھ دھندلا سا تصور آتا ہے، مگر یقین نہیں آتا۔

اور عام مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ وہ زبان سے تو قیامت کا اقرار کرتے ہیں، مگر عمل سے اس کا انکار کرتے ہیں، اگر یقین ہوتا تو نماز پڑھتے اور برائیوں سے بچتے، اسی لئے بہت سی حدیثوں میں آتا ہے کہ جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہے وہ یہ کرتا ہے اور یہ نہیں کرتا، کیونکہ قیامت کا یقین ہی اعمال پر ابھارتا ہے۔

مگر قیامت کو بہر حال آنا ہے، اور اس کا آنا ایسا یقینی ہے جیسا آج کے بعد آئندہ کل کا آنا، پھر جب وہ واقعہ بنے گی، اور بدکاروں کو سزا ملے گی تو اس کے یقین کرنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا، کیونکہ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں، آج یقین کرے تو ایمان اور نیک زندگی مل سکتی ہے۔

﴿وَإِذَا قِيلَ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَ السَّاعَةُ كَارِيبٌ فِيهَا قُلْتُمْ مَا نَدْرِي مَا السَّاعَةُ ۖ إِن نَّظُنُّكَ إِلَّا اظْلَمًا وَمَا نَحْنُ بِمُتَّبِعِينَ ۝ وَبَدَأَ لَهُمْ سَيِّئَاتٍ مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝﴾

ترجمہ: اور جب کہا جاتا ہے: بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے، اور قیامت میں ذرا تک نہیں، تو تم کہا کرتے تھے: ہم نہیں جانے قیامت کیا چیز ہے؟ ہاں ایک خیال سا آتا ہے، اور میں یقین نہیں آتا۔ پھر جب قیامت برپا ہوئی — اور ظاہر ہوئی ان کے لئے ان برائیوں کی سزا جو انھوں نے کی ہیں، اور گھیر لیا ان کو اس عذاب نے جس کا وہ ٹھٹھا کیا کرتے تھے — تب یقین کرنے سے کہا فائدہ ہوگا؟

منکرین قیامت کی سزا جنسِ عمل سے ہوگی، اس لئے مستمر ہے
کافروں کو جب جہنم میں جھونکا جائے گا تو ان سے کہہ دیا جائے گا کہ اب ہم تم کو مہربانی سے کبھی یاد نہیں کریں گے،
تمہیں ہمیشہ کے لئے عذاب میں چھوڑ دیں گے، کیونکہ ان کی سزا جنسِ عمل سے ہوگی، قیامت کو ماننا ایک عقیدہ ہے، اور
عقیدہ مستمر ہوتا ہے، اور کافروں نے قیامت کو بھلا دیا تھا، اس لئے ان کی سزا بھی ابدی ہوگی، اور جہنم میں ان کا کوئی مددگار
نہیں ہوگا جو اس عذاب سے چھڑائے۔

﴿وَقِيلَ الْيَوْمَ نَنْسِفُكُمْ كَمَا نَسِفْنَا لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا وَمَا لَكُمْ التَّارُ ۖ وَمَا لَكُمْ مِنْ نَصِيرَةٍ ۝﴾

ترجمہ: اور کہا گیا: آج ہم تم کو بھلا دیں گے، جیسا تم نے اپنے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا، اور تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے، اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔

→ القرآن) اس لئے میں نے ترجمہ کیا ہے: معافی مانگوانا۔

جہنمیوں کو معافی مانگنے کا موقعہ نہیں دیا جائے گا

جہنمیوں کو نہ تو جہنم سے باہر نکالا جائے گا، نہ ان کو یہ موقع دیا جائے گا کہ وہ معافی طلبا کر کے اللہ کو راضی کر لیں، اس لئے کہ انھوں نے دنیا میں اللہ کی آجوں کی ہنسی اڑائی تھی، اور دنیا کے حروں میں پڑ کر انہیں خیال ہی نہیں آیا تھا کہ کبھی اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے، اس لئے اب ان کے لئے رستگاری کا کوئی موقع نہیں۔

﴿ذَٰلِكُمْ بِأَنكُمۡ أَتَّخَذْتُمُ ٱللَّهَ هُزُوًا ۖ وَٱتَّخَذَتۡكُمُ ٱلۡدُنْيَا ۖ فَٱلْيَوْمَ لَا يُخۡرِجُونَ مِنۡهَا وَٱلَا هُمۡ يُنۡصَرَفُونَ ۝﴾

ترجمہ: یہ سزا اس وجہ سے ہے کہ تم نے اللہ کی آجوں کی ہنسی اڑائی تھی، اور تمہیں دنیوی زندگی نے دھوکے میں ڈالے رکھا تھا، پس آج وہ لوگ دوزخ سے نہیں نکالے جائیں گے، اور نہ وہ معافی منگوائے جائیں گے۔

قیامت کی کورٹ برخواست اور نعرہ حمد!

اس کے بعد قیامت کی کورٹ کھل جائے گی، اور نعرہ حمد لگے گا، سورۃ الزمر کے آخر میں بھی یہی نعرہ ہے: ﴿وَقَضَىٰ رَبِّيۥمَ بِالْحَقِّ ۖ وَقِيلَ ٱلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ۝﴾ اور (بندوں کے درمیان) ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جائے گا، اور کہا جائے گا کہ ساری خوبیاں اللہ کے لئے ہیں، جو تمام جہانوں کے پالتا رہا ہیں! اور جتنی بھی اپنی مجلسوں کے آخر میں یہی کہیں گے، سورۃ یونس (آیت ۱۰) میں ہے: ﴿وَآخِرُ دَعْوَاهُمۡ أَنِ ٱلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ۝﴾ اور ان کی آخری بات ہوگی کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، جو سارے جہانوں کے پالتا رہا ہیں! — اہل دنیا ایسے موقع پر بے پکارتے ہیں یعنی زعمہ باد، پائندہ باد! یہ نعرہ اللہ کے شایان شان نہیں، اس سے فنا کی بو آتی ہے وہو حتی لا يموت — اللہ تعالیٰ کی شانِ عالی کے مناسب نعرہ حمد ہے یا وہ نعرہ ہے جو غزوہ احد میں صحابہؓ نے نبی ﷺ کی تعلیم سے لگایا تھا: اللہ اعلیٰ واجل: اللہ تعالیٰ بڑا بزرگ ہیں! ﴿فَلِلّٰهِ ٱلْحَمْدُ رَبِّ ٱلسَّمَٰوٰتِ وَرَبِّ ٱلْأَرۡضِ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ۝ وَكُلُّ ٱلشَّيْءِ فِى ٱلسُّبۡحِ ۖ وَٱلۡحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ۝﴾

ترجمہ: پس تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، جو آسمانوں کے پروردگار، اور زمین کے پروردگار، سارے جہانوں کے پروردگار ہیں، اور انہی کے لئے بڑائی ہے آسمانوں اور زمین میں، اور وہ بزدل و بڑی حکمت والے ہیں!

﴿الحمد لله! ۱۸ ربیع الاول ۱۴۳۷ھ = ۳۰ دسمبر ۲۰۱۵ء بروز بدھ سورۃ الجاثیہ کی تفسیر پوری ہوئی، اب دس دن کے لئے ترکی کا سفر ہے، وہاں اساتذہ اور دراست علیاء کے طلبہ موطا امام محمد پڑھیں گے، وہاں سے لوٹ کر سورۃ الاحقاف کی تفسیر شروع کروں گا، ان شاء اللہ﴾

سُورَةُ الْاَحْقَافِ مَكِّيَّةٌ (۲۷۶)

وَعَلَّاهَا ۳

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حَمْ ۝ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۝ مَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا عَتَا عَنْهُ يُنذِرُوا مُعْرِضُونَ ۝ قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَوَاتِ ۚ إِنَّتَوْنِي بِكِتَابٍ مِنْ قَبْلِ هَذَا أَوْ أَثَرَةٍ مِنْ عِلْمٍ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنِ دُعَائِهِمْ غَفْلُونَ ۝ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ ۝

حَمْ	حامیم	وَمَا بَيْنَهُمَا	اور دونوں کے درمیان	مَا تَدْعُونَ	جن کو تم پکارتے ہو
تَنْزِيلُ ①	اتارنا	الْكِتَابِ	کی چیزوں کو	مِنْ دُونِ اللَّهِ	اللہ سے ورے
مِنَ اللَّهِ	اس کتاب کا	إِلَّا بِالْحَقِّ	مگر با مقصد	أَرُونِي ③	دکھلا دیجئے
الْعَزِيزِ	اللہ کی طرف سے ہے	وَأَجَلٍ مُّسَمًّى	اور مقررہ وقت کے لئے	مَاذَا	کیا
الْحَكِيمِ	جو بزدست	وَالَّذِينَ كَفَرُوا	اور جن لوگوں نے انکار کیا	خَلَقُوا	پیدا کیا انھوں نے
مَّا خَلَقْنَا	بڑی حکمت والے ہیں	عَتَا أَنْذِرُوا ②	جس بات سے وہ ڈرائے گئے	مِنَ الْأَرْضِ	زمین سے
السَّمَوَاتِ	نہیں پیدا کیا ہم نے	مُعْرِضُونَ	منہ پھرنے والے ہیں	أَمْرُهُمْ	یا ان کے لئے
وَالْأَرْضِ	آسمانوں کو	قُلْ	پوچھو	يَشْرِكُ	سا جھا ہے
	اور زمین کو	أَرَأَيْتُمْ	بتاؤ	فِي السَّمَوَاتِ	آسمانوں میں

(۱) الکتاب: میں الف لام عہدی ہے، مراد قرآن کریم ہے (۲) عما أنذروا: معروضوں سے متعلق ہے رعایت فاصلہ میں مقدم کیا ہے۔ (۳) ارونی: اوع یتیم کی تکرار ہے اور جملہ اوع یتیم کے مفعول ثانی کے قائم مقام ہے۔

لَا يَنْفَعُنِي يَكْتِيبُ مَنْ قَبْلِي هَذَا أَوْ أَشْرَفُ ^(۱) مَنْ عِلْمِهِ إِنْ كُنْتُ لَهُ صَلِيقِينَ وَمَنْ أَضَلُّ وَمَنْ	لاؤتم میرے پاس کوئی کتاب اس سے پہلے کی یا کوئی مقول بات علم کی اگر ہو تم بچے اور کون زیادہ گمراہ ہے اس سے جو	يَذْعُو مَنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ ^(۲) لَهُ يَوْمَهُ الْقَبِيلَةُ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ ^(۳) غَفِلُونَ	پکارتا ہے اللہ سے ورے اس کو جو جواب نہیں دیتا اس کو دن تک قیامت کے اور وہ ان کی پکار سے بے خبر ہیں	وَلَاذَا حُشِدَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءُ يُكَذِّبُوا يُعْبَدُونَ لِكُفْرَانِهِمْ لِكُفْرَانِهِمْ	اور جب جمع کئے جائیں گے لوگ ہو گئے وہ ان کے لئے دشمن اور ہو گئے وہ ان کی بندگی کا انکار کرنے والے
---	--	---	--	--	---

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

سورۃ کا نام اور موضوع

اس سورۃ کا نام احقاف ہے، احقاف: جحف کی جمع ہے، سورۃ کے تیسرے رکوع میں قوم عاد کا ذکر آیا ہے، ان کا مسکن احقاف تھا، اس سے سورۃ کا نام رکھا ہے۔ جحف کے معنی ہیں: خم دار اور لمبا بیت کا تودا۔ یہ جگہ حضرموت کے شمال میں واقع ہے، تفصیل تیسرے رکوع میں آئے گی۔

سورۃ الاحقاف کی سورۃ ہے، اور یہ جو اہم کی آخری سورۃ ہے، اس کے نزول کا نمبر ۶۶ ہے، سورۃ الجاثیہ کا نمبر ۶۵ تھا، پس یہ سورۃ: سورۃ الجاثیہ کے بعد محصل نازل ہوئی ہے، اور محصل ہی رکھی گئی ہے۔ اور اس کا موضوع بھی وہی تین مسائل ہیں جو جو اہم کا موضوع ہیں، یعنی توحید، رسالت اور آخرت۔ شروع میں تھوڑا (آیت ۶ تک) توحید کا بیان ہے، پھر تفصیل سے (آیت ۳۲ تک) رسالت اور دلیل رسالت (قرآن کریم) کا تذکرہ ہے، پھر آخر میں آخرت کا ذکر ہے، اور منکروں کی دنیوی سزا کے تذکرہ پر سورۃ ختم ہوئی ہے، اور اگلی سورۃ اسی مضمون سے شروع ہوئی ہے۔

(۱) انذار: مصدر انذار (ن) انذاراً وانذاراً والقوة الحديث: بات نقل کرنا، روایت کرنا اور من علم محذوف سے متعلق ہو کر انذار کی مفت ہے ای کا کاف من علم: یعنی علمی، عقلی اور تحقیقی مقول دلیل، گمراہی ہوئی ہو گس بات نہیں۔ (۲) من لا يستجيب: يدعوا کا مفعول ہے (۳) عن دعائهم: غافلون سے متعلق ہے۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب

سورت توحید کے بیان سے شروع ہوئی ہے، اور سورت کے تینوں مضامین کی دلیل کے طور پر قرآن مبین کا ذکر کیا ہے۔ سورۃ الزخرف اور سورۃ الدخان کے شروع میں قرآن مبین کی قسم کھائی تھی، اور قرآنی قسمیں مقصد کے دلائل ہوتے ہیں، یعنی سورت میں جو تین بنیادی عقائد ہیں ان کی دلیل بیان القرآن ہے۔ اور سورت الجاثیہ اور اس سورت میں نوح بدل کر فرمایا ہے کہ یہ کتاب یعنی قرآن کریم زبردست اور بڑے حکمت والے اللہ کی طرف سے اتاری جا رہی ہے، اور وہی سورت میں مذکور تینوں مسائل کی دلیل ہے۔

کائنات خاص مقصد سے مقررہ میعاد تک کے لئے پیدا کی گئی ہے

آسمان وزمین اور دونوں کے درمیان کی چیزیں ایک خاص مقصد سے اور ایک مقررہ میعاد تک کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ اور وہ خاص مقصد ہے: تکلیف شرعی، یعنی مکلف مخلوقات کو مثبت و منفی پہلوؤں سے احکام دیئے جائیں، پھر تعمیل وعدم تعمیل پر آخرت (آنے والی دنیا) میں جزا و سزا ہو، اس خاص مقصد سے یہ کائنات پیدا کی گئی ہے، کوئی کھیل نہیں کیا، اور اس عالم کے لئے ایک وقت مقرر کیا ہے، جب وہ وقت پورا ہو جائے گا بساط الٹ دی جائے گی، صور پھونکا جائے گا اور ہر چیز پرودہ عدم میں چلی جائے گی۔ پھر ایک وقت کے بعد دوبارہ صور پھونکا جائے گا، اور یہی کائنات دوبارہ پیدا ہوگی، اور جزا و سزا کا مرحلہ شروع ہوگا۔

پھر آیت اس پر ختم ہوئی ہے کہ جو لوگ اس بات کو نہیں مانتے کہ یہ کائنات خاص مقصد سے اور خاص وقت کے لئے پیدا کی گئی ہے وہ آخرت یعنی آنے والی دنیا سے بے رخی برتتے ہیں، لوگوں کو بار بار آنے والے اس مرحلہ سے ڈرایا جاتا ہے مگر وہ بات ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیتے ہیں، اور آخرت کی کوئی فکر نہیں کرتے۔

﴿حَسْمٌ ۖ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۝ مَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ كَفَرُوا عَنْنَا ۚ أَنْزَلْنَا مُعْذِرَاتُنَا ۝﴾

ترجمہ: اے ہم، یہ کتاب اللہ بزدست حکمت والے کی طرف سے نازل کی جا رہی ہے، ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور دونوں کے درمیان کی چیزوں کو خاص مقصد اور ایک معین میعاد تک کے لئے پیدا کیا ہے، اور جو لوگ یہ بات نہیں مانتے وہ اُس (آخرت) سے بے رخی برتتے والے ہیں جس سے وہ (بار بار) ڈرائے جاتے ہیں۔

توحید کا بیان اور شرک کی تردید

معبود صرف اللہ تعالیٰ ہیں، وہی کائنات (آسمانوں اور زمین) کے خالق و مالک ہیں، دوسرا کوئی نہ خالق ہے نہ مالک،

مشرکین کے معبودوں نے زمین کا کوئی حصہ پیدا کیا ہے، نہ آسمانوں کی تخلیق میں ان کی کوئی بھائی داری ہے پھر وہ معبود کیسے ہو سکتے ہیں۔ پھر بھی مشرکین کو اصرار ہو کہ ان کے معبود (ملائکہ، انبیاء اور اولیاء) قابل پرستش ہیں تو وہ اس کی کوئی نقلی یا عقلی دلیل پیش کریں، قرآن کریم سے پہلے بہت سی کتابیں نازل ہو چکی ہیں، ان میں سے کوئی دلیل لائیں، یا کوئی منقول علمی (عقلی) دلیل پیش کریں، وہ ہرگز کوئی دلیل پیش نہیں کر سکیں گے، پھر کا ہے کو وہ شرک کے دلدادہ ہیں؟ اور اگر ان کے خیال میں ان کے معبود حاجت روا ہیں، اس لئے وہ ان کی پرستش کرتے ہیں، تو وہ جان لیں کہ ان کے معبود قیامت کی صبح تک ان کی پکار کا جواب نہیں دے سکتے، وہ ان عابدوں کی دعاؤں سے بے خبر ہیں، پھر جواب کیسے دیں؟ یہ تو دنیا کا حال ہے اور قیامت کے دن وہ ان عابدوں کے دشمن ہوں گے، اور ان کی عبادت کا انکار کر بیٹھیں گے، پس جب ان سے نہ کوئی فائدہ دنیا میں متوقع ہے نہ آخرت میں، بلکہ آخرت میں ان کی بندگی ضرر رساں ہے تو وہ ان سے اس کیوں لگائے بیٹھے ہیں؟

﴿قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اِذْ يَقُوۡنَ بِكُفۡرٍ ۚ قُلْ قَبۡلَ هٰذَا اَوْ اٰثَرَةٍ مِّنۡ عِلۡمِہٖ اِنۡ كُنۡتُمْ صٰدِقِیۡنَ ۝ وَ مَنۡ اَصۡلُ مِمَّنۡ یَّدْعُوۡا مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَنۡ لَا یَسۡتَجِیۡبُ لَہٗاۤ اِلَّا یَعۡوِ الثَّوَابِۃُ وَہُمۡ عَنۡ دُعَآءِہِمۡ غٰفِلُوۡنَ ۝ وَاِذَا حِشِرَ النَّاسُ کَانُوۡا لَہُمۡ اَعۡدَآءُ وَكَانُوۡا اِیۡبَادَہُمۡ کٰفِرِیۡنَ ۝﴾

ترجمہ: کہئے: بتاؤ: جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو مجھے دکھاؤ: انھوں نے زمین کا کونسا حصہ پیدا کیا ہے؟ یا ان کی آسمانوں میں کچھ شرکت ہے؟ میرے پاس کوئی کتاب لاؤ جو اس (قرآن) سے پہلے کی ہو، یا کوئی منقول علمی بات لاؤ، اگر تم سچے ہو۔ دعوئے شرک میں۔

اور اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ کو چھوڑ کر ایسے معبودوں کی عبادت کرتا ہے جو قیامت تک اس کو جواب نہیں دے سکتے، اور وہ ان کی دعا سے بے خبر ہیں۔ اور جب سب لوگ جمع کئے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے، اور وہ ان کی عبادت کا انکار بیٹھیں گے!

وَ اِذَا تُنۡتٰہِ عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتُنَا بِیۡۤہِۨنۡتَ قَالِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَہُمۡ ۚ ہٰذَا یَسۡعُرُ مُمِیۡنٌ ۝ اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ اِفۡتَرٰہُ قُلۡ اِنۡ اِفۡتَرٰیۡتَہُ فَلَا تَسۡلُکُوۡنَ لِیۡ مِنَ اللّٰهِ شَیۡۡءًا ۚ ہُوَ اَعۡلَمُ بِمَا تُفِیۡضُوۡنَ فِیۡہِ ۚ کَفٰی بِہٖ شَہِیۡدًا بَیۡنِیۡ وَبَیۡنَکُمۡ ۚ وَہُوَ الْغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ۝ قُلۡ مَا کُنْتُ بِدُعَآءِ مِنَ الرُّسُلِ وَمَا اَدْرِیۡ مَا یَفۡعَلُ بِیۡ وَلَا بِکُمۡ

إِنْ أَتَيْكُمْ إِلَّا مَا يُوْنِي إِلَىٰ وَمَا آتَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانَ
مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَكَفَرْتُمْ بِهِ وَشَهِدَ شَٰهَدٌ مِّنْ بَنِي إِسْرَٰءِيلَ عَلَىٰ مِثْلِهِ
فَأَمِنَ ۚ وَاسْتَكْبَرْتُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝

وَلَا ذَا ثُمَّ لَا عَلَيْهِمْ أَيُّدُنَا بَيِّنَاتٌ ^(۱) قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ ^(۲) لَقَدْ جَاءَهُمْ هَذَا بَشَرًا مِّمَّنْ أَمَرُ ^(۳)	اور جب پڑھی جاتی ہیں ان (شرکین) پر ہماری آیتیں واضح کہا جنہوں نے نہیں مانا چنگی بات (قرآن) کے یارے میں جب پہنچی وہ ان کو یہ جاوہے کھلا بلکہ	يَقُولُونَ أَفَعِثَّةٌ قُلْ إِنْ أَفَعِثَّةٌ تَوَالِدُكُمْ فَلَا تَكُونُ ^(۵) لِي مِنَ اللَّهِ شَيْئًا هُوَ أَعْلَمُ بِمَا تُفْعِلُونَ ^(۶) فِيهِ	کہتے ہیں وہ گھڑ لیا ہے اس نے اس کو جواب دو: اگر گھڑ لیا ہے میں نے اس کو (تو اللہ مجھے اس کی سزا دیں گے) ^(۴) پس نہیں مالک ہو گئے میرے لئے اللہ (کے عذاب) سے کچھ بھی (بٹانے) کے وہ خوب جانتے ہیں اس بات کو جو مشغول ہوتے ہو تم اس میں	گفتی یہ ^(۷) شہید ببینی وَبَيِّنَاكُمْ وَهُوَ الْعَفْوَ الرَّحِيمُ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعَا ^(۸) مِنَ الرُّسُلِ ^(۹) وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ ^(۱۰) بِي	کافی ہیں وہ گواہ کے طور پر میرے درمیان اور تمہارے درمیان اور وہ بڑے بخشنے والے بڑے رحم والے ہیں کہو نہیں ہوں میں کوئی انوکھا رسولوں سے اور نہیں جانتا میں کیا کیا جائے گا میرے ساتھ
---	--	---	---	---	--

(۱) بیانات: حال ہے (۲) حق سے یہاں مراد قرآن کریم ہے، جو دین کی برحق تعلیمات پر مشتمل ہے (۳) ام: اضرب (اعراض) کے لئے ہے، اس کے معنی ہیں: بلکہ (۴) یہ ان: شرطیہ کا محذوف جواب ہے (۵) فلا تملكون: جواب محذوف پر متفرع ہے (۶) تفعلون: از افعاضہ، جب اس کا استعمال باتوں کے لئے ہوتا ہے تو مشغول ہونے کے معنی ہوتے ہیں (۷) کفی کے فاعل پر باء زائدہ ہے، اور ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہیں، اور شہید: تہنیر ہے، نسبت کے ابہام کو دور کرتی ہے (۸) بدعا: مفت مشہہ ہے، جو کبھی اسم فاعل واسم مفعول ہوتی ہے، مبدع: نئی بات کہنے والا، مبدع: نیا بھیجا ہوا، انوکھا۔ (۹) من الرسل: کاننا سے متعلق ہو کر بدعا کی مفت ہے (۱۰) ما: استفہامیہ اور موصولہ دونوں ہو سکتے ہیں۔

وَلَا يَكُفِّرُ	اور نہ تمہارے ساتھ	أَزِدْنَاهُمْ	کیا دیکھا تم نے (بتلاؤ)	إِسْرَآءِيلَ	یہ یسوع کی
إِنْ أَتَيْتُمْ	نہیں میری کرتائیں	لَا تَكُنْ	اگر ہے وہ (قرآن)	عَلَىٰ عِشْرِينَ ^(۱)	اس کے مانند پر
رَأَاكُمْ	مگر اس کی جو	مِنْ هُنَا	پاس سے	فَأَمَّا ^(۲)	پس وہ ایمان لایا
يُؤْتِي	وحی کی جاتی ہے	اللَّهُ	اللہ کے	وَأَسْكَنْتُمْ	اور تم نے گھنڈ کیا
إِنِّي	میری طرف	وَكَقَدْ تَمَّ	اور انکار کیا تم نے	لَا	بے شک
وَمَا آتَا	اور نہیں ہوں میں	يَا	اس کا	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
إِلَّا تَذِيرٌ	مگر ڈرانے والا	وَشِهْدُ	اور گواہی دی	لَا يَهْدِي	راہ نہیں دیتے
مُبِينٌ	کھول کر	شَاهِدٌ	گواہ نے	الْقَوْمَ	لوگوں کو
قُلْ	کہو	يَوْمَ نَبِيٍّ	اولاد سے	الظَّالِمِينَ	نا انصاف

رسالت اور دلیل رسالت کا بیان

اب یہ سلسلہ آیت ۳۲ تک چلے گا۔ اور زیر تفسیر آیات میں مشرکین مکہ کے رسول اور دلیل رسالت (قرآن کریم) پر دو تبصرے اور ان کے جوابات ہیں: اول: مشرکین قرآن کو جادو اور نبی ﷺ کو جادوگر کہتے ہیں، اس کا جواب نہیں دیا، بھلا کون اس بلیغ کلام کو جادو قرار دے گا؟ دوم: مشرکین قرآن کو نبی ﷺ کا خود ساختہ کلام بتاتے ہیں، یہ بات پہلی بات سے بھاری ہے، اس لئے تفصیل سے اس کے جوابات دیئے ہیں۔

مشرکین کا قرآن پر پہلا تبصرہ کہ وہ کھلا جادو ہے

جادو زوداثر ہوتا ہے، مشرکین کے نزدیک قرآن جادو بھری آواز تھی، سننے والا فوراً متاثر ہوتا تھا، اور اس پر ایمان لے آتا تھا، اور بھائی بھائی سے اور باپ بیٹے سے جدا ہو جاتا تھا۔ مگر یہ تو قرآن کی بہت بڑی خوبی تھی، کوئی برائی نہیں تھی، اس لئے اس کا جواب نہیں دیا۔

(۱) مثل: مانند، اور ضمیر قرآن کی طرف لوتی ہے، اور قرآن کے مانند سے مراد قورات ہے، مثل: زانک نہیں، اور شاہد سے مراد حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نہیں، کیونکہ یہ سورت مکی دور کے وسط میں نازل ہوئی ہے، اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، اور مفسرین کرام جو اس آیت کا استشاد کرتے ہیں: وہ تفسیر ہے، روایت نہیں، اور روایات میں جو ابن سلام کو مصداق بنایا ہے وہی مفسرین کا قول ہے، مرفوع روایت نہیں اور سلف احتمالی صورت کو بھی شان نزول بتاتے تھے (۲) استکبر تم کے بعد ان کا جواب مقدر ہے، جس پر ان اللہ لا یمہدی دلالت کرتا ہے۔ اے الستم ظالمین؟

﴿وَإِذَا شِئْنَا عَلَيْهِمْ اِئْتَنَّا بِبَيِّنَاتٍ كَالَّذِينَ كَفَرُوا بِالْحَقِّ لَنَأْجِبَهُمْ هَذَا بِهَذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝﴾
ترجمہ: اور جب ان (شرکین مکہ) کے سامنے ہماری واضح آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو جن لوگوں نے سچی بات نہیں مانی وہ کہتے ہیں جب ان کو وہ (سچی بات) پہنچی کہ یہ تو کھلا جادو ہے!

شرکین کا قرآن پر دوسرا تبصرہ کہ وہ خود ساختہ کلام ہے

جادو کہنے سے سنگین شرکین کی یہ بات ہے کہ قرآن خود بناتے ہیں اور اللہ کے نام لگاتے ہیں — اس کے جواب میں تین باتیں فرمائی ہیں:

پہلی بات: کہو: اللہ پر جھوٹ لگانا بڑا جرم ہے، اگر خدا خواستہ میں مفتری ہوں تو اس کا وبال مجھ پر پڑ کر رہے گا، اور کوئی مجھے اللہ کی گرفت سے بچا نہیں سکے گا — مگر یہاں ایک دوسرا پہلو بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر میں سچا ہوں، اور قرآن واقعی اللہ کا کلام ہے، پس تم اس پر جو ریمارک (تبصرے) کر رہے ہو ان کو بھی اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں، پس سوچو: تمہارا حشر کیا ہوگا؟

اس کے بعد معاملہ اللہ کے سپرد کیا ہے، وہ خوب جانتے ہیں کہ صحیح کون ہے اور غلط کون؟ فرمایا: میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی گواہی کافی ہے، کیونکہ ہمارا کوئی معاملہ ان سے پوشیدہ نہیں!

پھر آیت کے آخر میں سوالِ مقدّر کا جواب ہے کہ جب شرکین غلط ہیں تو ان کو سزا کیوں نہیں مل رہی؟ جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ غفور الرحیم بھی ہیں، وہ بندوں کو سنبھلنے کا موقعہ دیتے ہیں، پس قانونِ اعمال (ڈسپل دینے) کو کوئی اپنے برحق ہونے کی دلیل نہ بنائے، اپنی حرکت سے باز آئے بخش جائے گا۔

﴿اَمْ يَقُولُونَ افْتَرَيْنَاهُ قُلْ اِنْ افْتَرَيْتُهُ فَلَا تَنصُرُونِيْ مِنْ اِلٰهِ شَيْئًا هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيضُونَ فِيْهِ ۝﴾
گلفی یہ شہیندہ! بے بنیاد! وہو الغفور الرحیم ۝

ترجمہ: بلکہ وہ کہتے ہیں: اس (قرآن) کو اس (رسول) نے گھڑ لیا ہے — جواب دیں: اگر میں نے اس کو گھڑ لیا ہے (تو اللہ تعالیٰ مجھے اس کی سزا ضرور دیں گے) پس تم مجھے اللہ (کی گرفت) سے ذرا بھی بچا نہیں سکو گے — وہ خوب جانتے ہیں اس بات کو جس میں تم مشغول ہو رہے ہو! — ان کی گواہی میرے اور تمہارے درمیان کافی ہے — اور وہ بڑے بخشنے والے بڑے رحم والے ہیں۔

دوسری بات: کہو: میں کوئی ان کو خدا رسول نہیں ہوں، نہ کوئی نئی چیز لایا ہوں، مجھ سے پہلے بھی انبیاء آتے رہے ہیں، اور ان پر کتابیں نازل ہوتی رہی ہیں — اور مجھے اس سے کچھ سروکار نہیں کہ میری دعوت کا انجام کیا ہوگا؟ اور اللہ تعالیٰ

تمہارے ساتھ کیا معاملہ کریں گے؟ میرا کام صرف وحی الہی کی پیروی اور حکم خداوندی کی تابعداری ہے، میں لوگوں کو ان کے برے اعمال کے نتائج سے کھول کر آگاہ کرنے والا ہی ہوں، آگے کے احوال کی مجھے خبر نہیں۔

﴿كُلُّ مَا كُنْتُمْ يَدْعُنَا عَنْ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرَىٰ مَا يُفْعَلُ بِكُمْ ۖ إِنْ أَتَيْكُمْ إِلَّا مَا يَؤْتَىٰ
إِلَٰهُ وَمَا أَتَا إِلَّا بِدَلِيلٍ مُّبِينٍ ۝﴾

ترجمہ: کہیں: میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں، اور میں نہیں جانتا جو میرے ساتھ کیا جائے گا، اور نہ (اس کو جو) تمہارے ساتھ کیا جائے گا، میں صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف بھیجی جاتی ہے اور میں کھول کر ڈرانے والا ہی ہوں!

تیسری بات: قریش کی غیر توحیدی کولکلا رہا ہے کہ تمہارے چچا زاد بھائی یعنی یعقوب علیہ السلام کی اولاد تو تورات کی حقانیت کی گواہی دیتی ہے، وہ اس پر ایمان لائی ہے، اور تمہارے پاس اللہ کی عظیم الشان کتاب آئی، مگر تم اس سے منہ موڑ رہے ہو! عجیب بات! تمہاری غیرت کہاں مر گئی! — انصاف سے کام لو، صورتیاں کسی طرح معبود نہیں ہو سکتیں، اور اللہ تعالیٰ نا انصافوں کو ہدایت سے سرفراز نہیں کرتے۔

فائدہ: دو اور جگہ بھی قرآن کریم نے قریش کی غیر توحیدی کولکلا رہا ہے:

۱- سورۃ الحج کی آخری آیت میں ہے: ﴿مَلَأْنَا بَاطِلًا فِي قُلُوبِهِمْ كِبَارًا ۖ هُمْ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ فِتْنَةٍ أَعْطَيْنَاهُمْهَا ۚ وَهُمْ كَافِرُونَ﴾ یعنی نبی ﷺ جو دین پیش کر رہے ہیں وہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی ملت ہے، اور باپ کے نام کو روشن کرنے کے لئے اولاد ہر ممکن کوشش کرتی ہے، پس اس دین کو قبول کرو، اور اس کو چارواں گم عالم پھیلانے کی محنت کرو، تمہارے جدا مجد کا نام روشن ہوگا۔

۲- سورۃ الزمر کی (آیت ۴۴) میں ہے: ﴿وَأَنَّهُ لَئِيْذُ جِبْرِئِكَ لَئِيْذُكَ وَتَقْوَاهُ لَكَ وَتَقْوَاهُ﴾ قرآن آپ کے لئے اور آپ کی قوم کے لئے ذکر ہے یعنی رہتی دنیا تک قرآن کے ذریعہ آپ کا اور آپ کی قوم کا تذکرہ باقی رہے گا، پس آپ کی قوم (قریش) کو چاہئے کہ اس پر ایمان لائیں، اور اس کو اقصائے عالم تک پہنچائیں۔

﴿كُلُّ أَرَبٍ يُنْمِرُ لِأَنَّهُ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَكَفَرْتُمْ بِهِ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ بَنِي إِسْرَٰءِيلَ عَلَىٰ مَوْسَىٰ
قَامَتْ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ۖ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝﴾

ترجمہ: کہیں: بتاؤ: اگر وہ (قرآن) اللہ کے پاس سے ہوا، اور تم نے اس کا انکار کیا، اور بنی اسرائیل کے گواہ نے اس (قرآن) کے مانند کی (یعنی تورات کی) گواہی دی، پس وہ ایمان لایا، اور تم نے گمراہ کیا — اور قرآن پر ایمان نہیں لائے تو تم نا انصاف ٹھہرے یا نہیں؟ — بے شک اللہ تعالیٰ نا انصافوں کو راہ نہیں دیتے!

سوال: اگر شاہد سے بنی اسرائیل اور منجلیہ سے تورات مراد ہے تو شاہد مفرود کیوں ہے، حج لانا چاہئے تھا۔
جواب: شاہد: اسم جنس ہے، جیسے انسانہ پس وہ لکھل و کثیر پر صادق آتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُونَا إِلَيْهِ وَإِذْ لَمْ يَهْتَدُوا بِهِ فَيَقُولُونَ هَذَا إِنْكَ قَدِيمٌ ① وَمِنْ قَبْلِهِ كُتِبَ مُوسَى إِمَامًا وَرَحْمَةً وَ هَذَا كُتِبَ مُصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّنُنذِرَ الَّذِينَ ظَلَمُوا ② وَلَبِئْسَ لِلْمُحْسِنِينَ ③

وَقَالَ	اور کہا	يَهْتَدُوا	راہ پائی انھوں نے	وَرَحْمَةً	اور مہربانی
الَّذِينَ	جنھوں نے	بِهِ	اس (قرآن) کو رہ	وَهَذَا كُتِبَ	اور یہ کتاب
كَفَرُوا	نہیں مانا	فَيَقُولُونَ	تو اب کہیں گے	مُصَدِّقٌ	تصدیق کرنے والی ہے
لِلَّذِينَ ①	ان کے لیے جنھوں نے	هَذَا	یہ	لِسَانًا	در اسمائیکہ زبان ہے
آمَنُوا	مان لیا	إِنْكَ قَدِيمٌ	افتراء ہے	عَرَبِيًّا ②	فصح عربی
لَوْ كَانَ	اگر ہوتا وہ (قرآن)	وَمِنْ قَبْلِهِ	پہلے	لِّنُنذِرَ	تا کہ ڈرائے وہ
خَيْرًا	بہتر	وَمِنْ قَبْلِهِ	در اسمائیکہ سے پہلے	الَّذِينَ	ان کو جنھوں نے
مَّا سَبَقُونَا	(قرآن) کے پہلے پہلے وہ ہم	كُتِبَ	کتاب ہے	ظَلَمُوا	شرک کیا
إِلَيْهِ	اس کی طرف	مُوسَى	موسیٰ کی	وَلَبِئْسَ	اور خوش خبری ہے
وَإِذْ لَمْ	اور جب نہیں	إِمَامًا	پیشوا	لِلْمُحْسِنِينَ ③	نیکوکاروں کے لئے

دوبائیں جو قریش کے گھمنڈ کی دلیل ہیں

گذشتہ آیت میں قریش سے کہا تھا کہ تمہارے اہلئے عم (بنی اسرائیل) تورات کی تصدیق کرتے ہیں، جو ان کو دی گئی ہے اور وہ اس پر ایمان لے آئے ہیں، اور تم ہو کہ گھمنڈ سے بھر گئے، تمہیں اس سے بہتر کتاب دی گئی تو تم نے انکار کر دیا، فَمَا لِلْعَجَبِ: تعجب کو آواز دو! — اب ان کے گھمنڈ سے صادر ہونے والی دوبائیں بطور مثال ذکر فرماتے ہیں:

اول: انھوں نے کہا: قرآن میں کوئی خیر نہیں، دلیل یہ ہے کہ اگر اس میں کوئی خیر ہوتی تو ہم بڑھ کر اس کو لیتے، یہ ٹ (۱) للذین: میں لام چارہ تمہیں کے لئے ہے یعنی ان کے حق میں کہا، جیسے: ﴿وَقَعْنَا لَهُمْ﴾ ان کے لئے تباہی ہے [محمد] (۲) عربی کے مفہوم میں فصاحت داخل ہے۔

پوچھیے، ہم سے آگے نہ بڑھتے، ہم فرزانہ دانا ہیں، یہ لوگ عقل کے اھورے ہیں، ہمارا قرآن کو قبول نہ کرنا دلیل ہے کہ وہ جو دین پیش کر رہا ہے اس میں کوئی خیر نہیں! — اس کا جواب نہیں دیا، کیونکہ یہ تو سنت الہی ہے، انبیاء کے پہلے تعین ضعفاء (کمزور لوگ) ہوتے ہیں، اونچی ناک والے تو جب ان کی ناک خاک آلود ہوتی ہے تب ایمان لاتے ہیں۔

دوم: جب رؤسائے قریش کو قرآن سے ہدایت نہ ملی، یعنی اس پر ایمان لانا ان کو نصیب نہ ہوا تو سخت مٹانے کے لئے انھوں نے کہا کہ یہ تو پرانا افتراء ہے! یعنی قدیم زمانہ سے لوگ نبوت کا دعویٰ کرتے آئے ہیں، اور گھڑ کر کتابیں اللہ کے نام لگاتے رہے ہیں۔

جواب: یہ پرانا جھوٹ نہیں، بلکہ پرانی صداقت ہے، کیا تم دیکھتے نہیں کہ قرآن سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب تورات نازل ہو چکی ہے، جو لوگوں کی راہ نمائی کرتی ہے، اور لوگوں کو اللہ کی رحمت کا حقدار بناتی ہے، اور اب اس کے بعد یہ کتاب (قرآن مجید) نازل ہوئی ہے، جو تورات کی تصدیق کرتی ہے، جو فصیح عربی میں ہے، جو تمہاری مادری زبان ہے، اور یہ کتاب اس لئے نازل کی گئی ہے کہ پیغمبر مشرکوں کو کھڑکھڑائے اور جو ایمان لا کر نیک کام کریں ان کو اچھے انجام کی خوش خبری سنائے۔

﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُونَا إِلَيْهِ وَإِذْ لَمْ يَهْتَدُوا بِهِ قَسِيحُوا لُونُ هَذَا أَفَلَا تَقْدِرُونَ ۝ وَصِن قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَىٰ إِمَامًا وَرَحْمَةً ۚ وَهَذَا كِتَابٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا بَيْنَا لِيُنذِرَ الَّذِينَ ظَلَمُوا ۚ وَلِيُنْذِرَ أُولَئِكَ الَّذِينَ ظَلَمُوا ۚ وَلِيُنْذِرَ أُولَئِكَ الَّذِينَ ظَلَمُوا ۚ﴾

ترجمہ: اور کہا جنھوں نے نہیں مانا ان لوگوں کے بارے میں جنھوں نے مان لیا کہ اگر ہوتی وہ کوئی اچھی چیز تو وہ لوگ ہم سے اس کی طرف آگے نہ بڑھتے — اور جب نہیں راہ پائی انھوں نے اس کے ذریعہ تواب کہیں گے کہ یہ پرانی من گھڑت ہے! — حالانکہ اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب ہے، جو راہ نما اور مہربانی ہے، اور یہ کتاب اس کی تصدیق کرنے والی ہے، جو فصیح عربی زبان میں ہے، تاکہ پیغمبر ڈرائے ان لوگوں کو جنھوں نے اللہ کی حق تلفی کی ہے، اور خوش خبری سنائے نیکو کاروں کو!

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ وَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا ۚ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۚ وَحَمَلُهُ

وَفَصْلُهُ ثَلَاثُونَ سُورَةً حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ اَشْدَدَهُ وَبَلَغَ اَرْبَعِينَ سَنَةً ۚ قَالَ رَبِّ اُزْعِمْنِي
 اَنْ اَشْكُرْ نِعْمَتَكَ الَّتِي اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ
 وَاَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي ۚ اِنِّي تَضَيُّتُ اِلَيْكَ وَاِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝ اُولَٰئِكَ
 الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ فِيْ اَصْحَابِ الْجَنَّةِ ۚ
 وَعَدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَا نُوْا يُوعَدُوْنَ ۝

اِنَّ الَّذِيْنَ	بے شک جنہوں نے	كَانُوا يَعْمَلُوْنَ	وہ کیا کرتے تھے	بَلَغَ	پہنچا وہ
قَالُوْا	کہا	وَوَصَّيْنَا	اور تاکید کی ہم نے	اَشْدَدَهُ	اپنی عمر پر قوت کو
رَبَّنَا	ہمارا پروردگار	الْاِنْسَانَ	انسان کو	وَبَلَغَ	اور پہنچا وہ
اللّٰهُ	اللہ ہے	يُوَلِّدْنِيْهِ	اسکے والدین کے پاس میں	اَرْبَعِيْنَ	چالیس
ثُمَّ اسْتَغَاثُوْا	پھر وہ ثابت قدم رہے	اِحْسَنًا ^(۱)	حسن سلوک کرنے کی	سَنَةً	سال کی عمر کو
فَلَا خَوْفٌ	پس نہیں ڈر	حَصَنَةً	محکمہ میں رکھا اس کو	قَالَ	کہا اس نے
عَلَيْهِمْ	ان پر	اُمَّةٌ	اس کی نسل نے	رَبِّ	اے میرے پروردگار!
وَلَا هُمْ	اور نہ وہ	كُزُهًا	سخت تکلیف سے	اُزْعِمْنِيْ ^(۲)	مجھے توفیق عطا فرما
يَخْذَرُوْنَ	غم گیس ہو گئے	وَوَضَعْنَاهُ	اور جتنا اس کو	اَنْ اَشْكُرْ	کہ شکر بجالاؤں میں
اُولَٰئِكَ	یہ لوگ	كُزُهًا	سخت تکلیف ہے	رِنْعَمَتِكَ	آپ کی نعمتوں کا
اَضْحَبُ الْجَنَّةِ	باغ والے ہیں	وَسَحْلَةٌ	اور اس کا (مرد میں) اٹھانا	الَّتِيْ	جو
خُلْدِيْنَ	سدا رہنے والے	وَفَصْلُهُ	اور اس کا دودھ چھڑانا	اَنْعَمْتَ عَلَيَّ	کیس آپ نے مجھ پر
فِيْهَا	اس میں	ثَلَاثُونَ	تیس	وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ	اور میرے والدین پر
جَزْءًا ^(۱)	بدلہ (دیئے جائیں گے)	سُورَةً	مہینے ہے	وَاَنْ اَعْمَلَ	اور یہ کہ کروں میں
يَمًا	ان کاموں کا جو	حَتَّىٰ اِذَا ^(۳)	(جیاوہ) یہاں تک کہ جب	صَالِحًا	نیک کام

(۱) جزاء: فعل موزون کا مفعول مطلق ہے، ای یَجْزُوْنَ جزاء (۲) احسانا: وصینا کا مفعول ثانی ہے (۳) حتی: فعل مقدر
 عاش (جیا) کی غایت ہے (۴) اُزْعِمْنِيْ اللّٰهُ فلانا الشیء: کسی بات کی توفیق دینا، اللہ کا دل میں کوئی بات ڈالنا۔

تَنْصُتُهُ ^(۱)	جن کو پسند کریں آپ	أُولَئِكَ	یہ لوگ	عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ	ان کی برائیوں سے
وَأَصْلِيحُ	اور سنواریں آپ	الَّذِينَ	جو	فِي أَصْحَابِ ^(۳)	(وہ) والوں میں
لِي	میرے لئے	نَتَقَبَّلُ	قبول کرتے ہیں ہم	الْجَنَّةِ	باغ کے ہیں
فِي دُثْرٍ يَنْفَخُ	میری اولاد میں	عَنْهُمْ	ان کی طرف سے	وَعَدَ ^(۴)	وعدہ
لِحِفْئِ ثُبُتٍ	پیشکش میں توجہ دیتا ہوں	أَحْسَنَ ^(۲)	بہترین	الْبَصْدِ	سچا
لِإِيَّاكَ	آپ کی طرف	مَا عَلَيْنَا	ان کاموں کا جو کئے	الَّذِي ^(۵)	جو
وَلِئَلِي	اور بے شک میں		انھوں نے	كَأَنَّا	تھے وہ
مِنَ الْمُسْلِمِينَ	فرمان برداروں میں ہوں	وَنَجَاوُزُ	اور درگزر کرتے ہیں ہم	يُوعَدُونَ	کئے جاتے

قرآن کریم کی دعوت قبول کرنے والوں کی زندگی کا نقشہ

جن لوگوں نے قرآن مجید کی دعوت قبول کی، اور وہ ایک اللہ پر ایمان لائے، پھر وہ ایمان کے تقاضوں پر استوار رہے، ان کی اخروی اور دنیوی زندگی کا نقشہ کیا ہوتا ہے؟ ان آیات میں اس کا بیان ہے، پہلی دو آیتوں میں اخروی انجام کا بیان ہے، کیونکہ وہ اہم ہے، دوسری زندگی ہی اصل زندگی ہے، پھر ایک آیت میں دنیوی زندگی کا نقشہ ہے، پھر آخری آیت میں ان کا مال بیان کیا ہے۔

نیک مومنین کا اخروی انجام: — جو لوگ ایک اللہ پر ایمان لائے ہیں، پھر اس کے تقاضوں کو پورا کرتے ہیں یعنی نیک اعمال کرتے ہیں، اور برے اعمال سے بچتے ہیں، صرف نام کے مسلمان نہیں ہیں، کام کے مسلمان ہیں، ان کے لئے آخرت میں نہ کوئی ڈر ہے نہ غم، ڈر آگے کا ہوتا ہے کہ نہ معلوم کیا پیش آئے! انھیں اس کا بالکل خوف نہیں، کیونکہ آگے سب کچھ ٹھیک ہوگا، اور غم پیچھے کا ہوتا ہے، انھیں دنیا چھوڑنے کا بھی غم نہیں، کیونکہ وہ بہتر دنیا میں پہنچ گئے ہیں، وہ بہتر دنیا جنت ہے، جہاں وہ سدا رہیں گے، اور جنت حقیقت میں اللہ کے فضل سے ملے گی، مگر یہ ظاہر وہ نیک اعمال کا صلہ ہوگی۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَانُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثَمَّ اسْتَعْمَلُوا كَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۚ أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ الْغُلِيِّينَ فِيهَا جَزَاءٌ مِمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝﴾

(۱) جملہ فرضاء: صالحہ کی صفت ہے (۲) احسن (۳) تفصیل (۴) البعد کی طرف مضاف ہے (۵) اعلیٰ اصحاب: کانن سے متعلق ہو کر تنقبیل عنہم کی ضمیر مجرور کا حال ہے (۶) وعدہ الصدق: فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے، ای: وعدہم اللہ وعدہ الصدق۔ (۷) الذی: موصول صلیل کرو وعدہ الصدق کی صفت ہے، اور مراد تنقبیل اور لتجاوز کے وعدے ہیں۔

ترجمہ: بے شک جن لوگوں نے کہا: ہمارا پروردگار اللہ ہے، پھر وہ ثابت قدم رہے، ان کو نہ کوئی ڈر ہوگا نہ وہ غم گیس ہو گئے، یہی لوگ اہل جنت ہیں، وہ اس میں سدا رہیں گے، ان کاموں کے صلہ میں جو وہ کیا کرتے تھے۔

نیک مومنین کے دنیوی احوال: — دنیا میں انسان کا واسطہ چار ذوات سے پڑتا ہے: پروردگار سے، ماں باپ سے، اپنی ذات سے اور اپنی اولاد سے، رب کے ساتھ تعلق سب سے قوی ہے، کیونکہ وہ وجود بخشے والے ہیں، پھر والدین کا نمبر ہے، کیونکہ وہ بھی وجود کا ظاہری سبب ہیں، مگر اللہ نے انسان کی فطرت کچھ ایسی بنائی ہے کہ جب اس کے بال و پر نکلتے ہیں تو وہ اڑ جانے کی کوشش کرتا ہے، اور والدین کی طرف اس کا پورا التفات نہیں رہتا، اور اس طرح اللہ کی زمین آباد ہو جاتی ہے، پس اول پروردگار کے حقوق کا بیان آنا چاہئے تھا، مگر والدین کے حقوق کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے پہلے والدین کے حقوق بیان کئے ہیں، خاص طور پر ماں کا حق، پھر اللہ کی نعمتوں کی شکر گزاری کا بیان ہے، اور اپنی ذات اپنی ذات ہے، اس کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے، اس لئے تیسرے نمبر پر اس کا تذکرہ کیا ہے، اور آخر میں اولاد کی یہودی کا ذکر ہے، کیونکہ اولاد سے والدین کا رشتہ اٹوٹ ہے، اولاد چاہے دور چلی جائے ماں باپ کے دل میں بیٹھی رہتی ہے، پھر بالکل آخر میں اللہ کے سامنے افتقاد کا اظہار ہے، کیونکہ یہی زندگی کا سرمایہ ہے۔ یہ آیت کے مضامین کا خلاصہ ہے، تفصیل آگے ہے۔

۱- نیک مسلمان والدین کا پورا خیال رکھتے ہیں: ﴿وَصَلِّنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَتَّكُنَّ

أُمَةً كَرُمًا ۚ وَوَضَعْنَاهُ كَرَمًا وَحَمَلُهُ وَفِصْلُهُ ۚ تَلْكُثُونَ سُكَّارًا﴾
ترجمہ: اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا تاکید کر دیا، اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت سے پیٹ میں رکھا، اور اس کو بڑی مشقت سے جنا، اور اس کا گود میں اٹھانا اور اس کا دودھ چھڑانا ڈھائی سال میں ہوتا ہے۔ اس آیت کے ذیل میں چند باتیں جانی چاہئیں:

۱- باپ کا ذکر ایک مرتبہ آیا ہے، والدین میں ماں کے ساتھ باپ کا بھی ذکر ہے، پھر صرف ماں کا ذکر تین مرتبہ اور کیا ہے، اس لئے ماں کا حق خدمت میں زیادہ ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے: ”اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی (حسن سلوک) کرو، پھر اپنی ماں کے ساتھ، پھر اپنی ماں کے ساتھ، پھر اپنے باپ کے ساتھ، پھر قریب تر رشتہ دار کے ساتھ، پھر اس کے بعد کے رشتہ دار کے ساتھ (مظہری)۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تفصیل اور مسائل ہدیت القرآن جلد پنجم، سورۃ النبی اسرائیل، آیت ۲۳ میں آچکے ہیں۔

۲- والدین کی مشقت و ہربانی ہمیشہ باقی رہتی ہے، اولاد خواہ کتنی بھی دور چلی جائے ماں باپ کا میلان ختم نہیں ہوتا، اس لئے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا تاکید حکم ہے، اگر ان کے ساتھ بدسلوکی کی جائے گی تو ان کے دل کو نہیں پہنچے

گی، اور باپ کی شفقتوں کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ باپ کبھی حمل ٹھہرنے کے بعد مرجاتا ہے، یا دور چلا جاتا ہے مگر ماں بہر حال حمل اور تربیت کے مراحل طے کرتی ہے۔

۳۔ جو ناکوار کام طبیعت کے تقاضے سے کیا جائے، اس کے لئے کُھڑا (کاف کے پیش کے ساتھ) آتا ہے، اور جو ناکوار کام کُسر کا سر (دوسرے کے دباؤ) سے کیا جائے، اس کے لئے کُھڑا (کاف کے زبر کے ساتھ) آتا ہے۔ سورۃ طہ السجدۃ (آیت ۱۱) میں ہے: ﴿اِنِّیْۤاِذَا خَوَّعًاۢ اَوْ کُوْہًاۢ﴾: آسمانوں اور زمین کو بنانے کے بعد اللہ نے حکم دیا کہ تم دونوں خوشی سے آؤ یا ناخوشی سے، یعنی اللہ کے احکام کو پیہ جو تم دونوں سے متعلق ہیں: خواہ تم راضی ہو کر کرو یا ناراضگی سے، بہر حال وہ احکام بجالانے ہو گئے، آسمان وزمین حکم الہی کی تعمیل طبیعت کے تقاضے سے نہیں کرتے، بلکہ بہ حکم الہی راضی خوشی سے کرتے ہیں، اس لئے کُھڑا: کاف کے زبر کے ساتھ ہے، اور ماں حمل اور وضع حمل کی تکلیف طبیعت کے تقاضہ سے برداشت کرتی ہے، جس عورت کے حمل نہیں ٹھہر تا وہ بے تاب رہتی ہے، اور نفاس بند ہونے کے بعد اگلے بچے کے لئے تیار ہو جاتی ہے، اس لئے کُھڑا: کاف کے پیش کے ساتھ آیا ہے۔

۴۔ حَمَلْتُهُ میں حمل کے معنی ہیں: پہنٹ میں اٹھانا، اور حَمَلْتُهُ میں حمل کے معنی ہیں: گھوم میں اٹھانا، پس یہاں دو چیزیں ہیں، ایک: دودھ پلانا، دوسرا: دودھ چھڑانا، اس کے لئے لفظ فصلا ہے، اول کا ذکر سورۃ البقرۃ (آیت ۲۳۳) میں ہے: ﴿وَالْوَالِدَاتُ یُؤْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ، لِمَنْ اُرَادَ اَنْ یُّنَمَّ الرِّضَاعَۃُ﴾: اور ماں اپنے بچوں کو دو سال کامل دودھ پلائیں، یہ مدت اس کے لئے ہے جو شیر خوارگی کی تکمیل کرنا چاہتا ہے یعنی یہ رضاعت (دودھ پلانے) کی زیادہ سے زیادہ مدت ہے، اس سے آگے دودھ پلانا جائز نہیں، ہاں اس مدت سے پہلے دودھ چھڑا سکتے ہیں — اس آیت میں دودھ پلانے کی مدت کا بیان ہے، اور وہ دو سال ہے، اس پر امت کا اجماع ہے، احناف کے یہاں بھی فتویٰ اسی پر ہے، اور زیر تفسیر آیت میں فصلا کی مدت کا ذکر ہے اور وہ ڈھائی سال ہیں، کیونکہ دو سال کے بعد بچہ یکدم دودھ نہیں چھوڑ سکتا، ماں دودھ چھڑانے کے لئے جتن کرتی ہیں، کبھی پستان پر کڑوا مادہ لگاتی ہیں، کبھی چولی باندھ لیتی ہیں، کبھی تھپڑ مارتی ہیں، بچے کو وہ کا (شدید خواہش) اٹھتا ہے وہ ماں سے لپٹ جاتا ہے، اور زبردستی دودھ پی لیتا ہے، اس لئے دو سال کے بعد چھ ماہ کی مدت دودھ چھڑانے کے لئے رکھی ہے، امام اعظم رحمہ اللہ اس مدت میں بھی حرمت رضاعت ثابت کرتے ہیں، یہ احتیاط کی بات ہے اور فتویٰ اسی پر ہے — اور بچوں کے عام طور پر ڈیڑھ سال میں پیر آ جاتے ہیں، مگر وہ گود کا شدید خواہش مند رہتا ہے، اس لئے ماں یا کوئی بڑا اس کو اٹھائے اٹھائے پھرتا ہے، پھر ڈھائی سال کی عمر میں خود کفیل ہو کر بیروں سے چلنے لگتا ہے، پس یہ بھی ایک مشقت ہے، جس کا آیت میں ذکر کیا ہے — اور دودھ ماں کے خون سے

نبتا ہے، وہ خونِ جگر پلا کر بچہ کو پاتی ہے اور اٹھائے اٹھائے پھرتی ہے، اور ایک دو دن تک نہیں، پورے ڈھائی سال تک! اس لئے خدمت میں اس کا حق زیادہ ہے۔

تفسیر مظہری میں ہے کہ اس آیت سے مدتِ رضاعت ڈھائی سال عابت کرنا صحیح نہیں

۵۔ حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے، اور اس پر امت کا اجماع ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ مدت اس آیت سے مستحب کی ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک عورت نے نکاح کے چھ ماہ بعد بچہ جنا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو ناجائز حمل قرار دے کر سزا کا حکم دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی، انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سزا دینے سے منع کیا، اور فرمایا: قرآن میں حمل اور رضاع کی مجموعی مدت تیس ماہ بیان کی ہے، پھر رضاعت کا چوبیس ماہ ہونا دوسری جگہ متعین کر دیا ہے، اس لئے باقی ماندہ مدت چھ ماہ ہی حمل کی کم سے کم مدت ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے استدلال کو قبول کر کے اپنا حکم واپس لے لیا (قرطبی)۔ اور اکثر مدتِ حمل میں بہت اختلاف ہے، ہر امام کی رائے الگ ہے، کیونکہ یہ مسئلہ بھی منصوص نہیں، اور عورتوں کی عادتیں مختلف ہیں، احتلاف کے نزدیک اکثر مدتِ حمل دو سال ہے۔

۲۔ نیک مسلمان اللہ کی نعمتوں کا شکر بجالاتا ہے۔ ﴿حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ لَبَدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ﴾

ترجمہ: (نیک مسلمان پلتا بوجھتا رہا) یہاں تک کہ جب وہ اپنی بھرپور جوانی کو پہنچا، اور عمر چالیس سال ہو گئی تو اس نے کہا: اے میرے پروردگار! مجھے توفیق عطا فرما کہ میں آپ کی ان نعمتوں کا شکر بجالاؤں جو آپ نے مجھ پر اور میرے والدین پر کیں! — چالیس سال کی عمر میں انسان کی عقلی اور اخلاقی قوتیں پختہ ہو جاتی ہیں، چنانچہ انبیاء کو چالیس سال عمر پوری ہونے پر نبوت سے سرفراز کیا جاتا ہے، سعادت مند مسلمان بھی جب اس کی عمر پختہ ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے جو احسانات اس پر اور اس کے والدین پر ہوئے ہیں ان کا شکر ادا کرتا ہے۔ اور جو نام کا مسلمان ہوتا ہے وہ شکیا جاتا ہے، مگر اللہ کی طرف متوجہ نہیں ہوتا، اس کو توفیق نہیں ملتی، کیوں کہ اس نے توفیق مانگی ہی نہیں، اور مانگے بغیر ماں بھی نہیں دیتی، وہ اسی غفلت میں رہتا ہے اور موت کا پیغام آ جاتا ہے۔ اور چالیس سال کی مدت اس لئے بیان کی ہے کہ اتنی عمر میں تو مومن کو سنبھل ہی جانا چاہئے، ورنہ بعض بندے تو عقوانِ شباب سے اللہ کی عبادت میں پروان چڑھتے ہیں، جن کے لئے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ خاص سایہ مہیا کریں گے۔

۳۔ نیک مسلمان اچھے اعمال کی توفیق مانگتا ہے۔ ﴿وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ﴾ اور یہ کہ میں

ایسے نیک کام کروں جن کو آپ پسند کریں — یعنی وہ باقی زندگی میں اللہ تعالیٰ سے نیک عمل کی توفیق چاہتا ہے۔

۴۔ نیک مسلمان اولاد کو بھیودی کے لئے دعا کرتا ہے: ﴿وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي﴾ اور میرے فائدے

کے لئے میری اولاد کو سنوار دے! — تین چیزیں مرنے کے بعد پیچھے سے فائدہ پہنچاتی ہیں: ایسی خیرات جس کا نفع جاری رہے، ایسا علم جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے رہیں، اور ایسی اولاد جو نیک کام کرے، ایسی اولاد والدین کے لئے دعا گورہتی ہے۔ اور اولاد نیک اچھی تربیت سے بنتی ہے، پہلے خود سنوار لے تو اولاد اس کے نقش قدم پر چلے گی، ورنہ محض دعا بے اثر ہوگی۔

۵۔ اللہ کے سامنے انقیاد و اطاعت کا اظہار: ﴿إِنِّي شُكْتُ إِلَيْكَ وَإِلَيْكَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾:

بے شک میں آپ کے سامنے توبہ کرتا ہوں، اور بے شک میں فرمان برداروں میں سے ہوں — یعنی نیک مسلمان حقوق اللہ اور حقوق العباد میں جو کوتاہی ہوگئی ہے اس سے توبہ کرتا ہے، اور ازراہ تواضع اپنی فرمان برداری کا اعتراف کرتا ہے۔

نیک مسلمان کا مال: ﴿أُولَئِكَ الَّذِينَ نَقَبَلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ فِي أَصْحَابِ الْجَنَّةِ وَعَدَ الصَّادِقُ الَّذِي كَانُوا يُوْعَدُونَ﴾

ترجمہ: یہی لوگ ہیں جن کی طرف سے ہم قبول کرتے ہیں ان کے بہترین کام، اور ان کی برائیوں سے ہم درگزر کرتے ہیں، یہ لوگ جنت والے ہیں، یہ بچا وعدہ ہے جو ان سے کیا جا رہا ہے — بہترین کام: یعنی وہ کام اس لئے مقبول ہیں کہ وہ بہترین کام ہیں۔

وَالَّذِي قَالَ لَوْلَا إِلَهُيْ أُفٍّ لَّكُمَا اتَّعَذَّبْنِي أَنْ أَخْرِجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُونُ مِنْ قَبْلِي ۚ وَهُمَا يَسْتَعْجِلَانِ اللَّهَ وَيْلَكَ أَمِنْ ۚ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ ۖ فَيَقُولُ مَا هَذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝ أُولَئِكَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ ۝ وَلِكُلِّ دَرَجَةٍ مِمَّا عَمِلُوا وَرِيقٌ فِيهِمْ ۖ أَعْمَالُهُمْ وَهُمْ لَا يَظْلُمُونَ ۝ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَذْهَبَتْ طَبِئَتُكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۖ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُونَ ۝

وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَا اَتَعِدَانِي ^(۱)	اور جس نے کہا اپنے والدین سے عف ہے تم دونوں پر! کیا وعدہ دیتے ہو تم	لَا اَسَاطِيْرُ ^(۲) اَلَا وَاٰيٰتُ اُوْلٰئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمْ الْقَوْلُ ^(۳) فِي الْاٰثِمِ ^(۴) قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ عَنِ الْجَنِّ وَالْاِنْسِ ^(۵) لَا هُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ وَلِكُلِّ دَرَجٰتٍ مِّمَّا عَمِلُوْا وَرٰبِعُوْا ^(۶) وَلِيُوَفِّيَهُمْ سَاجِدًا فَيَقُوْلُ مَا هٰذَا	مگر داستانیں انگوں کی یہ لوگ جو ثابت ہوئی ان پر بات امتوں میں جو گزر چکیں ان سے پہلے جنات سے اور انسانوں سے انہم کا نوا خسیرین اور ہر ایک کے لئے مراتب ہیں ان کاموں سے جو کہے انہوں نے اور ضرور پورا بدلہ دیں گئے ان کو ان کے کاموں کا	وَهُمْ لَا يُظَلَمُوْنَ وَيَوْمَ يُعْرَضُ جَانِسُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ اَذْهَبْتُمْ طَبَقَتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمْ الدُّنْيَا وَاَسْمَعْتُمْ ^(۷) بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغْيَرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ	اور وہ ظلم نہیں کئے جائیں گے اور جس دن پیش کئے جائیں گے وہ لوگ محض نہیں مانتا دوزخ پر اڑائے تم نے تمہارے مزے فحش دنیا اور فائدہ اٹھالیا تم نے ان چیزوں سے پس آج بدلہ میں دیئے جاؤ گے تم ذلت کا عذاب بائیں وجہ کہ تم گھمنڈ کیا کرتے تھے زمین میں ناحق اور بائیں وجہ کہ تم نافرمانی کیا کرتے تھے
--	---	---	---	--	---

(۱) اتعداننی: ہمزه استفہام، تعذان: مضارع، متنبیہ مذکر حاضر، پھر نون وقایہ، پھر ی ضمیر واحد متکلم مفعول بہ (۲) اسطودرہ: مذہبی جموں داستان۔ (۳) فی اثم: کائنات سے متعلق ہو کر علیہم کی ضمیر کا حال ہے (۴) الایم: جملہ تلمیل ہے ای لانہم (۵) عطف تفسیری ہے۔

جن لوگوں نے قرآن کی دعوت قبول نہیں کی ان کی زندگی کا نقشہ

جاننا چاہئے کہ قرآن کریم نیک مسلمانوں کے احوال تو کھول کر بیان کرتا ہے، اور نام کے مسلمانوں کے احوال سے صرف نظر کرتا ہے، کیونکہ جو مسلمان ہے اس کو کامل مسلمان ہونا چاہئے، صرف مردم شماری کے رجسٹر میں مسلمان لکھوا دینا کافی نہیں، آج کل عام مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ وہ اعمال میں کوتاہ ہیں یا صفر ہیں، اور جنت میں دخولِ اولیٰ کی متمنی ہیں، پھر قرآن نیک مسلمانوں کے بالمقابل کافروں کا حال بیان کرتا ہے، جنہوں نے قرآن کی دعوت قبول نہیں کی، نہ وہ وحدانیت کے قائل ہیں، نہ رسالت کے، نہ آخرت کے، یہ تینوں عقیدے ایک سلسلہ کی کڑیاں ہیں، جو ایک اللہ پر ایمان رکھتا ہے وہ اس کو بھی مانتا ہے کہ اللہ نے لوگوں کی ہدایت کے لئے اپنے نمائندے بھیجے ہیں، اور ان کے ذریعہ احکامات دیئے ہیں، اور جب احکامات دیئے ہیں تو جزا و سزا بھی ضرور ہوگی، ہم دیکھتے ہیں کہ اس دنیا میں اچھے برے یکساں ہیں، پس ضروری ہے کہ دوسری زندگی ہو، جس میں اچھے برے کاموں کا بدلہ دیا جائے، اسی کا نام آخرت ہے۔

مگر جن لوگوں نے قرآن کی دعوت قبول نہیں کی، کافر ہیں، وہ نہ اللہ سے ڈرتے ہیں، نہ ان کو اپنا خیال ہے، نہ اولاد کا، اور ماں باپ کے ساتھ تو نہایت گستاخِ امان، باپ ان کو آخرت کی بات سمجھاتے ہیں تو وہ نہیں سمجھتے، اور نہایت گستاخانہ جواب دیتے ہیں، ماں باپ نے ان کو سمجھایا کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے، اس نے جواب دیا: میں اس کو نہیں مانتا، بہت سی قومیں اور جماعتیں پہلے گزر چکی ہیں، ان میں سے کوئی آج تک زندہ نہیں ہوا، پھر میں یہ بات کیسے مان لوں! اس کے ماں باپ اس کے اس گستاخانہ جواب پر ایک طرف تو اللہ سے فریاد کرتے ہیں کہ اے اللہ! اس کو قبولِ حق کی توفیق عطا فرما، دوسری طرف اس کو سمجھاتے ہیں کہ کم بخت! تیرا ناس ہو! مان لے کہ مرکز زندہ ہونا برحق ہے، اللہ کا وعدہ ہے، اور وہ وعدہ برحق ہے، وہ اس کا جواب دیتا ہے: یہ سب مذہب ماننے والوں کی چلائی ہوئی باتیں ہیں، آج تک ان کا وقوع نہیں ہوا، میں اس کو کیسے مان لوں!

﴿وَالَّذِي قَالَ لِبَوْلَدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَا اتَّعَذَّبْنِيْٓ اَنْ اُخْرِجَ وَقَدْ خَلَيْتَ الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِيْ ۚ وَهٰمًا يَسْتَفْتِنٰنِ اللّٰهَ وَيَلِيْكَ اٰمُوْنَ ۚ اِنْ وَعَدَ اللّٰهُ حَقًّا ۙ فَيَقُوْلُ مَا هٰذَا اِلَّا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝﴾

ترجمہ: اور جس نے اپنے ماں باپ سے کہا: تم مجھ سے تم پر کیا تم مجھ کو یہ وعدہ دیتے ہو — یعنی دھمکی دیتے ہو، برے انجام سے ڈراتے ہو — کہ میں نکالا جاؤں گا — یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جاؤں گا — حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی امتیں گزر چکی ہیں — ان میں سے کوئی آج تک زندہ نہیں ہوا — اور وہ دونوں اللہ سے فریاد کرتے ہیں کہ اے تیرا ناس ہو! مان لے! بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے — پس وہ کہتا ہے: یہ بے سدا نگلوں سے منقول

باتیں ہیں! — ان کی حقیقت کچھ نہیں!

ایک تھیلی کے چٹے پٹے یعنی سب شریر۔ یہ لوگ جنہوں نے قرآن کی دعوت قبول نہیں کی، اور گزشتہ کافر جنہوں نے انبیاء کی دعوت قبول نہیں کی، خواہ وہ جنات سے ہوں یا انسانوں سے، سب کا حشر یکساں ہوگا، سب آخرت میں گھائے میں رہیں گے، اللہ کا وعدہ مشرکین و کفار سے جہنم بھرنے کا ہے، یہ وعدہ دونوں کے حق میں پورا ہو کر رہے گا۔

﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُنْهَمُ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْجَحِيمِ وَالْأُولَٰئِكَ لَأَنَّهُمْ كَانُوا خٰسِرِينَ﴾

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جن کے حق میں قول پورا ہو کر رہا، گردہوں میں سے جو ان سے پہلے جنات اور انسانوں میں سے گزرے، بے شک وہ لوگ خسارہ میں رہیں گے!

جیسی کرنی ویسی بھرنی! — اعمال کے تفاوت کی وجہ سے اہل دوزخ کے درجات مختلف ہوں گے، گھائے میں رہنے میں تو سب برابر ہونگے، مگر جہنم میں ان کی سزائیں مختلف ہونگی، جس نے جو کیا ہے اس کا بدلہ بے کم و کاست ملے گا، نہ کوئی بے جرم سزا دیا جائے گا، نہ کوئی جرم سے زیادہ سزا دیا جائے گا، جیسی کرنی ویسی بھرنی! — اور یہی قاعدہ اہل جنت کے لئے بھی ہے، جتنی بھی سب ایک درجہ میں نہیں ہونگے، اعمال کے تفاوت سے ان کے درجات بھی متفاوت ہونگے۔

﴿وَلِكُلِّ دَرَجَةٍ مِّنَّا عَمَلُوًّا وَلِيُوقِيَهُمْ أَعْمَابَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾

ترجمہ: اور ہر ایک کے لئے ان کے اعمال کی وجہ سے مختلف درجات ہیں، اور اللہ تعالیٰ ان کو ضرور ان کے اعمال کا پورا بدلہ دیں گے، اور وہ ظلم نہیں کئے جائیں گے۔

فانی نیکوں کا اجر بھی فانی! — آخر میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ بعض غیر مسلم بھی اچھے کام کرتے ہیں، پس کیا ان کو نیک کاموں کا صلہ آخرت میں نہیں دیا جائے گا؟ اللہ تعالیٰ کسی کا رتی بھر عمل ضائع نہیں کرتے، ان کے اعمال حسنہ کا کیا ہوگا؟ — جواب یہ دیتے ہیں کہ ان کے نیک اعمال ایمان کی روح سے خالی ہیں، محض عمل کی صورت ہوتی ہے، ایسی فانی نیکوں کا اجر بھی فانی ہے، ان کو دنیا میں مال، اولاد، تندرستی، عزت، شہرت اور حکومت کی شکل میں صلہ دیدیا جاتا ہے، انھوں نے دنیا میں جو مزے اڑائے ہیں وہی ان کی نیکوں کا صلہ ہے، آگے آخرت میں ان کے لئے کچھ نہیں، وہاں تو ان کے لئے ایمان قبول کرنے سے گھمنڈ کرنے کی اور نافرمانیوں کی سزا ہے۔

﴿وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَلَذَّ حَبْنَةُ ظَنَبَتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۖ فَلَا تَمُومُ تَجْذَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُونَ﴾

ترجمہ: اور جس دن مکرین و دوزخ پر پیش کئے جائیں گے — تو ان سے کہا جائے گا: — تم اپنی لذت کی چیزیں اپنی دنیوی زندگی میں حاصل کر چکے، اور ان کو خوب برت چکے، پس آج تم کو لذت کی سزا دی جائے گی، اس وجہ سے کہ تم دنیا میں ناحق تکبر کیا کرتے تھے، اور اس وجہ سے کہ تم نافرمانیاں کیا کرتے تھے۔

وَ اذْکُرْ اَخَا عَلُوْاۤذِ اَنْذَرَ قَوْمَهُ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَّتِ النَّذْرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ
وَمِنْ خَلْفِهِ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰهَ فَاِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ۝
اِحْتَمٰنَا لِنَا فِکُنَا عَنْ اِلٰهِنَا فَاِنْتَا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ قَالَ اِنَّمَا
الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاُبَلِّغُکُمْ مَّا اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰکِنِّیْۤ اَرٰیْکُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ۝ فَلَمَّا
رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اُوْدِیْنِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّطْمَئِنَّاۤ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ
بِهٖ رِیْبٌ فِیْهَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ تَدْمُرُ کُلَّ شَیْءٍۢ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاصْبِرْۤوَا لَا یُرِیْہِۭ اِلَّا
مَسٰکِنُھُمْۢ کَذٰلِکَ نَجْزِی الْقَوْمَ الْجٰہِلِیْنَ ۝ وَلَقَدْ مَكَنَّاھُمْ فِیْ مَآثِنٍ مُّکَنَّاھُمْ
فِیْہِ وَجَعَلْنَا لَھُمْ مَمْعًا وَاَبْصَارًا وَاَفِیْئَةٌ۬ فَاِذَا غَضِبْنَا عَلَیْھُمْ سَخَعْنَا وَاِذَا
اَبْصَرْنَاھُمْۢ وَلَا اَفِیْئَتُھُمْۢ مِّنْ شَیْءٍۢ اِذْ کَانُوْا یُحْجٰثُنَۭ بِالْبَیِّنٰتِ اللّٰہِ وَحَاقَ بِھُمْ مَّا
کَانُوْا بِہٖ یَسْتَعْجِلُوْنَ ۝

۴۱۳

وَ اذْکُرْ	اور تذکرہ کیجئے	بِالْاَحْقَافِ ^(۱)	احقاف (ریت کے لیے	وَمِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ	ان کے آگے
اَخَا عَلُوْاۤذِ	عاد کے برادر (ہوؤ) کا	وَقَدْ خَلَّتِ ^(۲)	تو دوں میں	وَمِنْ خَلْفِهِ	اور ان کے پیچھے
اِنْذَرَ	جب ڈرایا انھوں نے	النَّذْرُ	حالا کہ گزر چکے ہیں	اَلَّا تَعْبُدُوْا ^(۳)	کہ نہ عبادت کرو تم
قَوْمَهُ	اپنی قوم کو		ڈرانے والے	اِلَّا اللّٰہَ	مگر اللہ کی

(۱) احقاف: جحف کی حج: خم دار اور لمباریت کا توڑ، یہ جگہ حرموت (یمن) کے شمال میں واقع ہے، یہاں عاد و ادم آباد تھے، جو آخری کے عذاب سے ہلاک کئے گئے (۲) وقد خلت: جملہ حالیہ ہے، اور اس میں مستوفی الٰہی کا بیان ہے کہ وہ علیہ السلام سے پہلے بھی اور بعد میں بھی انبیاء و انذار کے لئے آتے رہے ہیں (۳) اَلَّا: اَنْ لاہے اور ان نذر کی تفسیر ہے۔

لَاۤ اِنتِ اَخَافُ	بیچک میں ڈرتا ہوں	اَزْکُمْ	دیکھتا ہوں تم کو	فَاَصْبَحُوا	پس صبح کو ہو گئے وہ
عَلَيْکُمْ	تم پر	قَوْمًا	لوگ	لَاۤ یَرٰی	نہیں دیکھ جاتے
عَذَابٍ	عذاب سے	تَجْهَلُوْنَ	نادانی کرتے	اِلَّاۤ مَسٰکِنُهُمْ	مگر ان کے مکانات
یَوْمَ عَظِیْمٍ	بڑے دن کے	فَلَمَّا	پس جب	کَذٰلِکَ	اس طرح
قَالُوْا	جواب دیا انھوں نے	رَاَوْهُ	دیکھا انھوں نے عذاب کو	تَجَیَّزْہِ	سزا دیتے ہیں ہم
اٰجِزْتَنَا	کیا آیا تو ہمارے پاس	عَارِضًا ^(۲)	بادل کی صورت میں	اَلْقَوْمِ	لوگوں کو
اِنَّا فَعَلْنَا ^(۱)	تاکہ پھر دے تو ہم کو	مُسْتَقْبِلٍ	سامنے آتا ہوا	اَلْمُجْرِمِیْنَ	جرم پر مشر
عَنِ الرَّهْتٰنَا	ہمارے معبودوں سے	اَوْۤدِیَّتِهِمْ	ان کمیدانوں کی طرف	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق
فَاٰتٰنَا	پس لا تو ہمارے پاس	قَالُوْا	کہا انھوں نے	مَکٰثِبُهُمْ	جہاں یا ہم نے ان کو
رِمَا	اس عذاب کو جس کا	هٰذَا عَارِضٌ	یہ ایک بادل ہے	رَفِیْعًا	اس (ساز و سامان) میں
تَعْدُنَا	تو ہم سے وعدہ کرتا ہے	مُطَرِّفًا	برسنے والا ہم پر	لَاۤ اَنْۢ مَّکٰثِبُکُمْ	(کس) نہیں جہاں یا ہم تم کو
اِنْ کُنْتَ	اگر ہے تو	بَلْ هُوَ	ملک وہ	رَفِیْعٌ	اس میں
مِّنَ الصّٰدِقِیْنَ	سچوں میں سے	مَا	(وہ عذاب ہے) جو	وَجَعَلْنَا لَهُمْ	اور بنائے ہم نے ان کیلئے
قَالَ	کہا ہوؤ نے	اَسْتَعْجِلْتُمْ	جلدی مانگتے تھے تم	مَنْفَعًا	کان
اٰمَنَّا	اس کے سوا نہیں کہ	یٰہ	اس کو	وَ اَبْصَارًا	اور آنکھیں
اَلْعِلْمُ	علم (خبر)	رَفِیْعٌ	ایک ہوا ہے	وَ اَفْیَدَةً	اور دل
عِنْدَ اللّٰهِ	اللہ کے پاس ہے	رَفِیْعًا عَذَابٌ	اس میں سزا ہے	فَبَاۤ اَغْنٰ	پس جن میں کام آئے
وَاَبْلَغْتُمْ	اور پہنچاتا ہوں میں تم کو	اَلْیَمْرِ	دردناک	عَنْہُمْ	ان کے
مَّاۤ اُرْسِلْتُ	جو بھیجا گیا ہوں میں	تَدُوْرٌ	اکھاڑ پھینکی گی	سَعْمُهُمْ	ان کے کان
یٰہ	اس کے ساتھ	کُلُّ شَیْءٍ	ہر چیز کو	وَلَاۤ اَبْصَارُہُمْ	اور نہ ان کی آنکھیں
وَلٰکِبٰی	لیکن میں	یٰہُمْۤ اَرٰیہَا	اپنے رب کے حکم سے	وَلَاۤ اَفِیْدَتُہُمْ	اور نہ ان کے دل

(۱) تَاۤفَلَکَ: مفارغ، واحد نہ کر حاضر، اَفَلَکَ (ض، س)، اِفْکَا عنہ: پھیرنا، بدلنا، جو بھی چیز اصلی رخ سے پھیر دی جائے اس کے لئے اَفَلَکَ مستعمل ہے (۲) عَارِضًا: وہ کا حال یا تیز ہے۔

وَمَنْ يَخُفْ	کچھ بھی	يَا أَيُّهَا اللَّهُ	اللہ کی آیتوں کا	كَانُوا	تھے وہ
إِذْ كَانُوا	کیونکہ تھے وہ	وَحَاقَ بِهِمْ	اور گھیر لیا ان کو	بِهِ	اس کا
يَجْعَلُونَ	انکار کرتے	مِنَا	(اس عذاب نے) جو	كَيْسَتُكُنْزُونَ	ٹٹھا کرتے

جن لوگوں نے انبیاء کی دعوت قبول نہیں کی وہ تباہ ہوئے: ماضی بعید کی مثال

قرآن کریم جزیرۃ العرب کی تباہ شدہ قوموں ہی کے احوال بیان کرتا ہے، قرآن کے اولین مخاطب انھیں سے واقف تھے، جزیرۃ العرب میں ایک قدیم قوم عاد گزری ہے، یہ قبیلہ صاحب قوت و اقتدار تھا، اس کا زمانہ عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً دو ہزار سال پہلے مانا جاتا ہے، یہ قبیلہ حضرموت کے شمال میں احقاف میں آباد تھا، یہ لوگ بت پرست تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے حضرت ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا، انھوں نے عاد کو توحید کی دعوت دی، اور شرک سے روکا، مگر قوم نے ایک نہ مانی، اور ان کو سختی سے جھٹلایا، چنانچہ جب دعوت کا مرحلہ پورا ہوا، اور حجت تام ہو گئی تو اللہ کا عذاب آیا، سات راتیں اور آٹھ دن لگا تا رہندہ ہی ہٹائے کی ہوا چلی، جس سے سب قلمہ اجل بن گئے — قرآن کریم مکہ کے مشرکوں کو یہ سرگدشت سناتا ہے، کیونکہ وہ بھی قرآن کی دعوت قبول نہیں کر رہے تھے، یہ ماضی بعید کی ہلاک شدہ قوم کی مثال ہے، آگے ماضی قریب میں مکہ کے ارد گرد ہلاک ہونے والی اقوام کی مثال بیان کریں گے۔

اور آپ عاد کے برادر ہوڈ کا تذکرہ کیجئے

جب انھوں نے احقاف میں اپنی قوم کو (شرک سے) ڈرایا، حال آنکہ ان سے پہلے اور ان کے بعد میں ڈرانے والے آچکے ہیں — جملہ حالیہ میں سنت الہی کا بیان ہے، یعنی ہود علیہ السلام کی بعثت کوئی انوکھا واقعہ نہیں تھا، ان سے پہلے بھی اور بعد میں بھی انبیاء آتے رہے ہیں — (اور ہود علیہ السلام نے قوم کو حکم دیا: کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو، مجھے تم پر ایک ہولناک دن کے عذاب کا اندیشہ ہے!)

ان لوگوں نے جواب دیا: کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے پھیر دو؟ پس اگر تم سچے ہو تو جس عذاب کا تم ہم سے وعدہ کرتے ہو اس کو لے آؤ!

ہوڈ نے کہا: (تو جس عذاب کا) علم اللہ ہی کے پاس ہے، اور میں تو تم کو وہ پیغام پہنچا رہا ہوں جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں، البتہ میں تم کو دیکھتا ہوں کہ تم فری جہالت کی باتیں کرتے ہو — یعنی عذاب کا مطالبہ تمہاری نادانی اور جہالت ہے، میرا کام پیغام رسانی ہے، اس سے زائد کائنات مجھے علم ہے نہ اختیار، اللہ ہی یہ بات جانتے ہیں کہ مگرین کو سزا

کب ملنی چاہئے، اور ان کو کتنی مہلت دینا مناسب ہے۔

عذاب آیا اور سب کھیت رہے! — پس جب انھوں نے اس عذاب کو بادل کی صورت میں ان کے میدانوں کی طرف آتا ہوا دیکھا تو کہنے لگے: یہ ایک بادل ہے جو ہم پر برسے گا! — پہلے سخت قطر پڑا تھا، لوگ پانی کی کمی سے بے تاب ہو چکے تھے کہ گھٹا آگھی، لوگ خوشی سے ناچنے لگے کہ آیا بادل اب وارے نیارے ہونگے — (نہیں) بلکہ وہ وہ عذاب ہے جس کی تم جلدی مچاتے تھے، ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے، جو ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے تباہ کر دے گی — چنانچہ وہ ایسے ہو گئے کہ ان کے مکانوں کے علاوہ کچھ دکھائی نہ دیتا تھا — ہم مجرموں کو اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں!

قوم عاد پر انگوٹھی کے حلقے کے بقدر ہوا چھوڑی گئی

جب ہود علیہ السلام کی قوم نے کفر کے سوا ہر چیز کو ماننے سے انکار کر دیا، تو حق تعالیٰ نے تین سال تک مسلسل بارش کو روک دیا، جب جان پرین آئی تو انھوں نے ستر آدمیوں کا ایک وفد حرم مکہ کو روانہ کیا، تاکہ وہاں جا کر پانی کے لئے دعا کریں، اس وقت کعبہ شریف کی عمارت نہیں تھی، وہ نوح علیہ السلام کے طوفان میں ڈھ پڑی تھی، مگر اس کی جگہ معلوم تھی، اور عاد نوح علیہ السلام کے بعد ہلاک ہونے والی پہلی قوم ہے، اور اس زمانہ میں دستور یہ تھا کہ جب کوئی سخت آفت آتی تو حرم شریف میں جا کر اللہ تعالیٰ سے کشائش کی دعا کیا کرتے تھے۔

یہ وفد ایک ماہ تک معاویہ بن مکرم کا مہمان رہا، اور مزے سے وہاں سے نوشی کرتا رہا، اس کی دو لونڈیاں تھیں جو ان کو گانا سنایا کرتی تھیں، جب میزبان تنگ آ گیا تو اس نے کچھ اشعار نظم کر کے لونڈیوں کو دیئے، ان اشعار میں قوم عاد کی بد حالی پر توجہ دلائی گئی تھی، اور وفد کو اپنے فرض کی بجا آوری کی طرف متوجہ کیا گیا تھا، جب لونڈیوں نے وہ اشعار گائے تو وفد کو ہوش آیا، اور وہ حرم محترم گئے اور بارش کی دعا کی، رئیس وفد قیل بن عقر تھا، جب اس نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے تین بدلیاں بھیجیں: سفید، سرخ اور سیاہ، اور آسمان سے آواز آئی کہ وہ تینوں ایروں میں سے کسی ایک کو پسند کرے، اس نے سیاہ ابر کو پسند کیا، یہ عذاب کا بادل تھا، فوراً تیز و تند ہوا چلنے لگی، اور آٹھ دن اور سات راتیں مسلسل چلتی رہی، جس نے ان کو اور ان کی آبادیوں کو تباہ کر کے رکھ دیا، سورۃ الذاریات (آیات ۴۱ تا ۴۲) میں اس کا تذکرہ ہے: ﴿وَلَمَّا أَزْلَمْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيمَ ۝ مَا تَلَّوْا مِنْ شَيْءٍ أَنَّهُمْ عَلَيْهِمْ إِلَّا جَعَلْنَاهُمْ كَالْعِزِّ مِمَّنْ ۝﴾ اور عاد کے واقعہ میں بھی سامانِ عبرت ہے: یاد کرو جب ہم نے ان پر نامبارک ہوا بھیجی، وہ جس چیز پر بھی گذرتی تھی اس کو چورے کی طرح کر کے رکھ دیتی تھی۔ اور سورۃ القمر (آیات ۱۹ تا ۲۰) میں ہے: ہم نے ان پر ایک تند ہوا بھیجی، ایک دائمی نحوست والے دن میں، وہ ہوا

لوگوں کو اس طرح اکھاڑ چھینکتی تھی جیسے وہ اکھڑی ہوئی کھجور کے تنے ہوں، یعنی تو منہ مضبوط پاؤں کے انسان اس طرح بے حس و حرکت پڑے ہوئے نظر آتے تھے جیسے تیز آندھی میں تناور درخت گر جاتا تھا۔

اور ترمذی شریف (حدیث ۳۲۹۷) تفسیر سورۃ الذاریات میں ہے کہ نبی ﷺ نے ذکر کیا کہ نہیں چھوڑی گئی ان پر ہوا میں سے مگر اس حلقہ کے بقدر یعنی انگوٹھی کے حلقہ کے بقدر، پھر آپ نے آیت پڑھی: ﴿وَإِذْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ﴾ الآية۔ (تحفۃ اللمی ۷: ۴۷۳)

عادی ہلاکت میں مشرکین قریش کے لئے عبرت

اور بخدا واقعہ یہ ہے کہ ہم نے ان کو (عادی کو) قدرت دی تھی اس میں (دولت و ثروت میں) جس میں ہم نے تم کو قدرت نہیں دی — یعنی مال، اولاد، جتنے اور جسمانی طاقت جو ان کو دی تھی تم کو نہیں دی، مگر جب عذاب آیا تو سب سامان دھرا کا دھرا رہ گیا، پھر تم کس مد پر مغرور ہو؟ — اور ہم نے ان کو کان، آنکھیں اور دل دیئے تھے — یہ تین اعضاء علم و فہم کے ذرائع ہیں — پس نہ تو ان کے کان کچھ بھی ان کے کام آئے، نہ ان کی آنکھیں، اور نہ ان کے دل، کیونکہ وہ اللہ کی آفتوں کا انکار کرتے تھے، اور ان کو اس عذاب نے آگھیرا جس کی وہ ہنسی اڑایا کرتے تھے — پس تم کس خیال خام میں مبتلا ہو؟ عذاب آئے گا تو سب صلاحتیں دھری کی دھری رہ جائیں گی!

وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا مَا هَوَّكُم مِّنَ الْقُرَىٰ وَصَرَّفْنَا الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۱۰﴾ فَلَوْلَا نَصْرُهُمُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ قُرْبَانًا آلِهَةً ۚ بَلْ ضَلُّوا عَنْهُمْ ۚ وَذَلِكُمْ أَفْكَهُمُ وَمَا كَانُوا يَفْقَهُونَ ﴿۱۱﴾

وَلَقَدْ	اور البتہ حقیقت	وَصَرَّفْنَا	اور طرح طرح سے	يَرْجِعُونَ	لوٹیں
أَهْلَكْنَا	ہلاک کیا ہم نے		بیان کی ہم نے	فَلَوْلَا	پس کیوں نہ
مَا هَوَّكُم	جو تمہارے ارد گرد ہیں	الْآيَاتِ	باتیں	نَصْرُهُمْ	مدد کی ان کی
مِّنَ الْقُرَىٰ	بستیوں سے	لَعَلَّهُمْ	تاکہ وہ	الَّذِينَ اتَّخَذُوا	جن کو بتایا انہوں نے

(۱) بملہ الذين اتخذوا: نصرہم کا قائل ہے، اور اتخذوا کا پہلا مفعول ضمیر ہم محذوف ہے، جس کا مرجع اسم موصول ہے اور قرباناً: مفعول لہ ہے اور آلہہ مفعول ثانی ہے۔

مِنْ دُونِ اللَّهِ	اللہ سے ورے	بَلْ ضَلُّوا	بلکہ گم ہو گئے وہ	أَفَكُفُّهُمْ	ان کا تراشا ہوا ہے
فُتِنَانًا	نزدیکی حاصل کرنے کیلئے	عَنْهُمْ	ان سے	وَمَا كَانُوا	اور جو تھے وہ
الْهَىٰ	معبود	وَذَلِكُمْ	اور وہ	يَفْتَرُونَ	اپنی طرف سے مگھرتے

جن لوگوں نے اللہ کی دعوت قبول نہیں کی وہ تباہ ہوئے: ماضی قریب کی مثالیں

عاد کے بعد ثمود، قوم لوط اور مدین والے بھی تباہ کئے گئے، جن کی بستیاں مکہ والوں کے پاس واقع تھیں، سفروں میں مکہ والوں کا ان پر گذر ہوتا تھا، ان کی ہلاکت میں بھی مشرکین قریش کے لئے عبرت کا سامان ہے، ارشاد فرماتے ہیں:

— اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے تمہارے آس پاس کی بستیوں کو ہلاک کیا، اور ہم نے طرح طرح سے اپنی باتیں بیان کیں تاکہ وہ شرک سے باز آجائیں — یعنی نچ بدل بدل کر تو حید کی اہمیت اور شرک کی شناعیت سمجھائی، مگر ہر چند سمجھانے پر بھی وہ باز نہ آئے تو ان کی قسمت سو گئی، اور وہ صفحہ ہستی سے مٹا دیئے گئے — پس کیوں ان کی مدد نہ کی انہوں نے جن کو بنایا تھا انھوں نے اللہ سے ورے اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے معبود؟ — یعنی جن بتوں کی نسبت کہا کرتے تھے کہ ہم ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ سے نزدیک کریں گے، اور بڑے درجے دلائیں گے، وہ اس آڑے وقت میں کیوں کام نہ آئے؟ انھوں نے ان کو ہلاکت سے کیوں نہیں بچایا؟ — بلکہ وہ ان سے غائب ہو گئے — اور دور تک نظر نہیں آئے — اور وہ محض ان کی تراشی ہوئی بات تھی، اور وہ بات جس کو وہ گھڑا کرتے تھے! — یعنی ان معبودانِ باطل کی حقیقت کچھ نہیں تھی، پھر وہ مصیبت میں کیا کام آتے!

وَرَادَّ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمْعُونَ الْقُرْآنَ ۖ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنصَبُوا ۖ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ مُنْذِرِينَ ۖ قَالُوا يَقَوْمُنَا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَى طَرِيقٍ مُسْتَقِيمٍ ۖ يَقَوْمَنَا احْبِيبُوا دَاعِيَ اللَّهِ وَآمِنُوا بِهِ، يَغْفِرَ لَكُمْ مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُجِزَّكُمْ مِّنْ عَذَابِ آلِهِمْ ۖ وَمَنْ لَا يُجِبْ دَاعِيَ اللَّهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا لَيْسَ لَهُ مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءُ ۚ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝

وَاِذْ صَرَفْنَا اِلَيْكَ نَفْرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُواْ اَنْصِتُوْاْ فَلَمَّا قَضٰى وَكَلُوْاْ اِلٰى قَوْمِهِمْ مِّنْهُمْ مِّنْ ثَمَرٍ مِّنْهُ	اور جب پھرے ہم نے آپ کی طرف چترنفر (اشخاص) جنات کے بنور سن رہے ہیں وہ قرآن کو پس جب حاضر ہوئے وہ اس کے پس کہا انھوں نے خاموش رہو پس جب پورا ہوا پلٹے وہ اپنی قوم کی طرف ڈراتے ہوئے کہا انھوں نے	يَقَوْمَنَا اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَالْاٰمَنَاتِ مُسْتَقِيمًا يَقَوْمَنَا اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَالْاٰمَنَاتِ مُسْتَقِيمًا يَقَوْمَنَا اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَالْاٰمَنَاتِ مُسْتَقِيمًا	اے ہماری قوم بے شک سنی ہم نے ایک کتاب اتاری گئی ہے بعد موسیٰ کے تصدیق کرنے والی اس کی جو اس پہلے ہے راہ دکھاتی ہے سچے دین کی اور راستے کی سیدھے	مِنۡ دُوۡنِكُمْ وَبِجَدِّكُمْ مِّنۡ عَذَابٍ اَلِيۡمٍ وَّمِنۡ لَّا يُجِيبُ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَئِنَّ بَعْضَ الَّذِيۡنَ هُمْ فِيۡ السَّجۡدِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سُبْحٰنَہٗ عَمَّا يُشْرِكُوۡنَ اُولٰٓئِكَ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ	تمہارے گناہوں سے اور پناہ دیں گے تم کو عذاب سے دردناک اور جو غرض بات نہیں مانے گا اللہ کے داعی کی پس نہیں ہے وہ تمہکانے والا زمین میں اور نہیں ہیں اس کے لئے اللہ سے ورے کار ساز یہ لوگ گمراہی میں ہیں کھلی
--	---	--	---	--	---

جنات جو سرکش مخلوق بھی جاتی ہے: وہ قرآن سنتے ہی ایمان لے آئی

رسالت اور دلیل رسالت کے سلسلہ میں جو دور سے گفتگو چل رہی ہے وہ ان آیات پر پوری ہو جائے گی، پھر تھوڑا آخرت کا تذکرہ آئے گا، اس کے بعد سورت کی آخری موعظت ہے۔

جنات مکلف مخلوق ہیں: انسانوں کی طرح جنات بھی نبی ﷺ کی امت ہیں، جنات: نبوت کے معاملات میں انسانوں کے تابع ہیں، جیسے عورتیں اس معاملہ میں مردوں کے تابع ہیں نبی و رسول ہمیشہ مرد ہی ہوئے ہیں، اسی

طرح نبی و رسول ہمیشہ انسان ہوئے ہیں، اور عورتیں مردوں کے اور جنات انسانوں کے تابع ہیں، مرد ہی عورتوں کو اور انسان ہی جنات کو دین پہنچاتے ہیں۔ البتہ حکومت میں جنات مستقل ہیں، ان کی اپنی حکومت علاحدہ ہے، اور عورتیں اس معاملہ میں بھی مردوں کے تابع ہیں، البتہ سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں حکومت کے معاملہ میں بھی جنات انسانوں کے تابع تھے۔

شان نزول: بعثت نبوی کے وقت جنات کو آسمانی خبریں سننے سے شعلوں کے ذریعہ روک دیا گیا، جنات میں مشورہ ہوا کہ تحقیق کرنی چاہئے کہ کیا واقعہ دنیا میں رونما ہوا ہے، جس کے سبب ہم پر پابندی لگی ہے، چنانچہ زمین کے مختلف حصوں میں تحقیق کے لئے جنات روانہ کئے گئے، ایک وفد تہامہ کی طرف بھیجا گیا، ایک دن نبی ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ بطن ثعلہ میں قیام پذیر تھے آپ کا ارادہ سوق عکاظ جانے کا تھا، وہاں آپ صبح کی نماز پڑھا رہے تھے، جنات کا وفد اتفاقاً وہاں پہنچا اور قرآن سن کر کہنے لگا: یہی وہ نیا کلام ہے جو ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان حائل ہوا ہے، وہ قرآن کریم سن کر ایمان لا کر اپنی قوم کی طرف واپس گئے اور ان کو خبر سنا کر ایمان کی ترغیب دی، آپ کو اس وقت ان کے آنے کی خبر نہیں ہوئی، جب سورہ جن نازل ہوئی تو آپ کو اطلاع ہوئی۔

جنات کے ایمان لانے میں قریش کے لئے سبق: جنات: جن کے بارے میں عام تصور یہ ہے کہ وہ سرکش مخلوق ہیں: وہ قرآن کریم سن کر فوراً ایمان لے آئے، اور قرآن کے اولین مخاطب (مشرکین قریش) ہچکچاتے رہ گئے۔ ہمیں تفاوت راہ از کجا است تا یہ کجا؟ شرم تم کو مگر آتی نہیں!

ترجمہ: اور یاد کرو جب ہم نے جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف پھیرا، وہ قرآن سننے لگے، پھر جب وہ آپ کے پاس آپہنچے تو کہنے لگے: خاموش رہو (اور قرآن سنو) پھر جب قرآن پڑھا جاکچا تو وہ اپنی قوم کی طرف ڈرانے والے بن کر واپس لوٹے، کہنے لگے: بھائیو! ہم ایک کتاب سن کر آئے ہیں جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور حق اور راہ راست کی طرف راہنمائی کرتی ہے، بھائیو! اللہ کی طرف بلائے والے کا کہنا مانو، اور ان پر ایمان لاؤ، اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کریں گے، اور تم کو دردناک عذاب سے بچائیں گے، اور جو شخص اللہ کی طرف بلائے والے کا کہنا نہیں مانے گا وہ زمین میں ہر آنہیں سکتا اور اللہ کے علاوہ کوئی اس کا حامی بھی نہ ہوگا، ایسے لوگ مرتع گمراہی میں ہیں۔

حالت کفر کے گناہ اسلام کی برکت سے معاف ہو جاتے ہیں، مگر حقوق العباد کا معاف ہونا ان آیات سے نہیں نکلتا

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَمْ يَبْغَىٰ بِخَلْقِهِنَّ بِقَدِيرٍ
عَلَىٰ أَنْ يُبْغِيَ الْمَوْتُ ۖ بَلَىٰ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ
كَفَرُوا عَلَى النَّارِ ۖ أَلَيْسَ هَذَا بِالْحَقِّ ۖ قَالُوا بَلَىٰ وَرَبِّنَا ۖ قَالَ فَذُوقُوا
الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ ۝ فَاصْبِرْ ۖ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعِزِّ مِنَ الرُّسُلِ
وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ ۚ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ ۚ لَمْ يَلْبِسُوا إِلَّا
سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ بَلَاغًا ۚ فَهَلْ يَمْلِكُ إِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ ۝

۴۲۱

اَوَلَمْ	کیا اور نہیں	بَلَىٰ	کیوں نہیں	وَرَبِّنَا	قسم ہمارے رب کی!
يَرَوْا	دیکھا انھوں نے	لَا اِنَّهُ عَلَىٰ	بے شک وہ اوپر	قَالَ	فرمایا
اَنَّ اللَّهَ	کہ اللہ تعالیٰ	كُلِّ شَيْءٍ ۝	ہر چیز کے	فَذُوقُوا	پس چکھو
الَّذِي	جنھوں نے	قَدِيرٌ ۝	پوری طرح قادر ہے	الْعَذَابَ	سزا
خَلَقَ	پیدا کیا	وَيَوْمَ	اور جس دن	بِمَا	بموض اس کے جو
السَّمَوَاتِ	آسمانوں کو	يُعْرَضُ	پیش کئے جائیں گے	كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ	انکار کیا کرتے تھے تم
وَالْأَرْضَ	اور زمین کو	الَّذِينَ	جنھوں نے	فَاصْبِرْ	پس صبر کریں آپ
وَلَمْ يَبْغَىٰ	اور نہیں تھا وہ	كَفَرُوا	نہیں مانا	كَمَا	جیسا
بِخَلْقِهِنَّ	ان کو پیدا کرنے سے	عَلَى النَّارِ	آگ پر	صَابِرٌ	صبر کیا
بِقَدِيرٍ (۱)	قادر ہے	أَلَيْسَ هَذَا	کیا نہیں ہے یہ	أُولُو الْعِزِّ	ہست والے
عَلَىٰ أَنْ	اس پر کہ	يَا الْحَقِّ	امرواقی؟	وَمِنَ الرُّسُلِ	رسولوں نے
يُبْغِي	زندہ کرے	قَالُوا	کہا انھوں نے	وَلَا تَسْتَعْجِلْ	اور نہ جلدی چائیں
الْمَوْتُ	مردوں کو	بَلَىٰ	کیوں نہیں!	لَهُمْ	ان کے لئے

(۱) لَمْ يَبْغَىٰ: مضارع مجزوم متنی معنی ماضی، صیغہ واحد مذکر غائب، عَجَبِيْ يَعْجِبُ عَجَبًا وَعَجَبًا: تھکنا، در ماندہ ہونا (۲) بِقَدِيرٍ: اُن اللہ کی خبر ہے، اور باعد از اندہ ہے۔

کَاٰتِهِمْ یَوْمَ یَبْرُؤْنَ مَا	گویا وہ جس دن دیکھیں گے جو	یُوعِدُوْنَ لَمْ یَلْبَثُوْا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ	وعدہ کئے جا رہے ہیں نہیں ٹھہرے وہ نمک ایک گھڑی دن کی	بَلَّغْ فَهَلْ یُحِلُّکَ اِلَّا الْقَوُّوْرُ الْفٰسِقُوْنَ	(یہ) پہنچاتا ہے پس نہیں ہلاک ہو گئے نمک لوگ نافرمان
---	-------------------------------------	---	---	---	--

آخرت کا بیان

خالق ارض و سماء کے لئے مَرْدُوں کو زندہ کرنا کیا مشکل ہے!

اب تھوڑا آخرت کا بیان ہے، توحید و رسالت کے منکر آخرت کو بھی نہیں مانتے، ان کے نزدیک مرنے کے بعد زندہ ہونا محال ہے، ان سے سوال ہے کہ جس خدا نے آسمانوں اور زمین کو یعنی ساری کائنات کو پیدا کیا ہے، اور اسے ٹھکان چھو کر بھی نہیں گئی، کیا وہ مَرْدُوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں؟ کیا وہ ایک مرتبہ پیدا کر کے دوسری مرتبہ پیدا کرنے سے تھک گیا؟ تو بے! تو بے! وہ دوسری مرتبہ پیدا کرنے کی پوری قدرت رکھتے ہیں، ان کو عاجز خیال کرنا خام خیالی ہے۔

﴿اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ یَکُنْ لِّهٖ یَھْدِیْھُنَّ یَقْدِرُ عَلٰی اَنْ یَّجْعَلَ النُّوْجَ بَکِیْمًا ۙ اِنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝۱﴾

ترجمہ: کیا ان لوگوں نے (مشرکین قریش نے) دیکھا نہیں — یعنی اس میں غور نہیں کیا — کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اور وہ ان کو پیدا کرنے سے تھکا نہیں، کیا وہ اس پر پوری قدرت نہیں رکھتا کہ مَرْدُوں کو زندہ کرے؟ کیوں نہیں! بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے!

مشرکین آخرت کی اخروی سزا: — منکرین آخرت کو بڑا عذاب قیامت کے دن ہوگا، جب ان کو دوزخ پر پہنچایا جائے گا تو پوچھا جائے گا: بتاؤ یہ دوزخ امر واقعی ہے یا نہیں؟ وہ قسم کھا کر اعتراف کریں گے کہ وہ واقعی حقیقت ہے! اس وقت کہا جائے گا: اچھا اب انکار و تکذیب کا مزہ چکھتے رہو!

﴿وَلَا یَعُوْذُ لَھُمْ مِنَ الذِّیْنِ کُفْرًا عَلَی الثَّاٰلِثِ اَلٰلِیْسَ ھٰذَا بِالْحَقِّ ۙ قَالُوْا بَلٰی وَرَبِّنَا ۚ قَالَ فَاَنتُمْ اَوَّلُ الْعَذَابِ ۝۲ بِمَا کُنتُمْ تَکْفُرُوْنَ ۝۳﴾

ترجمہ: اور جس دن کفار دوزخ کے سامنے لائے جائیں گے — اس وقت ان سے پوچھا جائے گا: — کیا یہ دوزخ امر واقعی نہیں؟ وہ جواب دیں گے: کیوں نہیں! ہمارے پروردگار کی قسم! — ارشاد ہوگا: پس چکو عذاب اس انکار

کا جو تم کیا کرتے تھے!

منکرین آخرت کی دنیوی سزا: — ان کو کچھ وقت کے بعد دنیا میں بھی سزا ضرور ملے گی، آپ ان کے معاملہ میں جلدی نہ کریں، ایک میعاد معین کا انتظار کریں، ہمت والے نبیوں نے بھی صبر سے کام لیا ہے، آپ ان کی راہ اپنائیں۔

﴿فَاَصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعُرْسِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ﴾

ترجمہ: پس آپ صبر کریں جیسا اور باہمت پیغمبروں نے صبر کیا، اور ان کے انتقام کے لئے جلدی نہ کریں۔

مصیبت کے وقت عیش کا زمانہ تھوڑا معلوم ہوتا ہے: — مشرکین مکہ دنیوی عذاب کے لئے جلدی چاہتے تھے، بار بار مطالبہ کرتے ہیں کہ موعود عذاب کیوں نہیں آتا؟ وہ جان لیں کہ جب ان کو پکڑا جائے گا تو وہ خیال کریں گے کہ دنیا میں ہم ایک ہی گھڑی رہے ہیں۔

﴿كَانَتْهُمْ يَوْمَ يُرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ ۖ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ اِلَّا سَاعَةٌ مِّنْ نَّهَارٍ﴾

ترجمہ: وہ لوگ جس دن اس (دنیوی سزا) کو دیکھیں گے، جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے، تو گویا وہ لوگ (عیش میں) دن کی ایک گھڑی ہی ٹھہرے ہیں۔

آخری بات: — اللہ نے نصیحت کی بات پہنچادی، سب نیک و بد سمجھا دیا، اب جو نہیں مانیں گے وہی تباہ و برباد ہونگے، اللہ کی طرف سے حجت تام ہو چکی، اور کسی کو بے قصور اللہ تعالیٰ نہیں پکڑتے، نافرمانوں ہی کو عارت کرتے ہیں۔

﴿بَلِّغْهُمْ قَوْلِ مُنْكَ اِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ﴾

ترجمہ: یہ پہنچانا ہے، پس نافرمان ہی برباد ہونگے!

﴿الحمد لله! جمعہ ۱۱ ربیع الآخر ۱۴۳۷ھ = ۲۲ جنوری ۲۰۱۶ء کو سورۃ الاحقاف کی تفسیر پوری ہوئی﴾



سُورَةُ مُحَمَّدٍ مَدَنِيَّةٌ (۹۵)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ أَضَلَّ أَعْمَالُهُمْ ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
وَأَمْتُوا بِمَا نَزَلَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَأَصْلَحَ
بَالَهُمْ ۝ ذَلِكَ بِأَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَأَنَّ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ
مِنْ رَبِّهِمْ ۖ كَذَلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ لِلنَّاسِ أَمْثَالَهُمْ ۝

الَّذِينَ ^(۱)	جن لوگوں نے	نُزِّلَ	اتارا گیا	اتَّبَعُوا	پیروی کی انھوں نے
كَفَرُوا	انکار کیا	عَلَى مُحَمَّدٍ	محمد پر	الْبَاطِلَ	بے بنیاد بات کی
وَصَدُّوا	اور روکا	وَهُوَ	وہ	وَأَنَّ الَّذِينَ	اور اس وجہ سے کہ جنھوں نے
عَنْ سَبِيلِ	راہ سے	الْحَقِّ	برحق ہے	آمَنُوا	مان لیا
اللَّهِ	اللہ کے	مِنْ رَبِّهِمْ	ان کے رب کی طرف سے	اتَّبَعُوا	انھوں نے پیروی کی
أَضَلَّ	کھو دیئے اللہ نے	كَفَّرَ ^(۲)	مٹائی اللہ نے	الْحَقِّ	برحق بات کی
أَعْمَالَهُمْ	ان کے کام	عَنْهُمْ	ان سے	مِنْ رَبِّهِمْ ^(۳)	جو ان کی طرف سے ہے
وَالَّذِينَ	اور جن لوگوں نے	سَيِّئَاتِهِمْ	ان کی برائیاں	كَذَلِكَ	اسی طرح
آمَنُوا	مان لیا	وَأَصْلَحَ	اور سوارے	يَضْرِبُ	مارتے ہیں
وَعَمِلُوا	اور کئے انھوں نے	بِأَلَهُمْ ^(۳)	ان کے احوال	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
الصَّالِحَاتِ	نیک کام	ذَلِكَ	یہ	لِلنَّاسِ	لوگوں کے لئے
وَأَمْتُوا	اور مان لیا انھوں نے	بِأَنَّ الَّذِينَ	اس وجہ سے کہ جنھوں نے	أَمْثَالَهُمْ	ان کی مثالیں
بِمَا	اس کو جو	كَفَرُوا	نہیں مانا		

(۱) اللہین: مبتداء اور اصل خبر ہے (۲) کفرو: دوسرے اللہین کی خبر ہے (۳) البال کے دو معنی ہیں: حال اور دل، یہاں دونوں معنی کئے گئے ہیں (۴) من ربہم: کائنات سے متعلق ہو کر الحق کا حال ہے۔

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

عام ربط: — حتمہ والی سات سورتیں (المومن سے الاحقاف تک) انکی سورتیں ہیں، ان میں اسلام کے تین بنیادی عقائد: توحید، رسالت اور آخرت زیر بحث ہیں، مخاطب مشرکین ہیں، ضمناً مومنین کا ذکر آیا ہے۔ اب تین سورتیں (محمدؐ سے حجرات تک) مدنی ہیں، ان میں مخاطب مومنین ہیں، اور کفار و مشرکین کا ذکر ضمناً آیا ہے۔

خاص ربط: سورۃ الاحقاف منکرین کے ذکر پر ختم ہوئی ہے، آخری مضمون ہے: ﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُو الْعَرْشِ مِنَ النُّسُيْلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهْذِهِ﴾ پس آپ صبر کریں یعنی انتظار کریں جیسا اور باہمت پیغمبروں نے صبر کیا، اور ان کے انتقام کے لئے جلدی نہ کریں یعنی دنیا کی سزا کے لئے، اب یہ سورت اس مضمون سے شروع ہو رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکین کی سب چالیں خاک میں ملادیں گے، جہاد کا عمل شروع ہوگا، اور ان کو قراوقتی سزا ملے گی، پس اگر درمیان میں بسم اللہ نہ ہو تو مضمون مسلسل ہے (روح)

سورت کا نام: اس سورت کے دو نام ہیں: (۱) سورۃ محمد (ﷺ) یہ نام دوسری آیت سے لیا گیا ہے، ہمارے قرآنوں میں یہی نام ہے (۲) سورۃ القتال (جہاد) یہ نام اس لئے ہے کہ اس سورت میں جہاد کے احکام ہیں، عرب کے قرآنوں میں یہی نام ہے۔

سورت کا موضوع: جہاد ہے، جہاد: جنگ کا مترادف نہیں، بلکہ جنگ سے خاص ہے، جنگ تو مطلق لڑائی کا نام ہے، خواہ کسی مقصد سے ہو، اور جہاد: اللہ کے دین کو سر بلند کرنے کے لئے اور دعوت کی لائن کا روڑا ہٹانے کے لئے دشمنان اسلام سے لوبالہنا ہے، مطلق جدوجہد (محنت) جہاد نہیں، اور جہاد دفاعی بھی ہوتا ہے اور اقدامی بھی، جب دشمن اسلامی مملکت پر حملہ آور ہو یا مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے تو اس کی سرکوبی ضروری ہے، جیسے ہجرت کے بعد مکہ کے کفار بار بار مدینہ پر چڑھائی کرتے تھے، اس لئے ان کو دفع کرنے کے لئے جہاد کی اجازت دی گئی، پھر جب انھوں نے حدیبیہ کے معاہدہ کی خلاف ورزی کی تو نبی ﷺ نے اقدام کر کے مکہ کو فتح کر لیا، اور راڑ (لڑائی) کاٹ دی۔

اس کے بعد جانا چاہئے کہ شرعی جہاد کے لئے مرکزیت اور امارت ضروری ہے، ہجرت سے پہلے مسلمان ظلم و ستم کی چکی میں پس رہے تھے، مگر جہاد کی اجازت نہیں تھی، کیونکہ اس وقت امامت تو تھی، مسلمانوں کا مرجع نبی ﷺ تھے، مگر اجتماعیت نہیں تھی، ہجرت کے بعد جب دونوں باتیں جمع ہوئیں تو جہاد کی اجازت نازل ہوئی، پس آج کل جو بے قاعدہ جہاد ہوتا ہے اس کا مستدل حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے، مرتا کیا نہ کرتا! جب ہاتھوں سے دبا کر پائپ کا پانی روک

دیا جائے تو وہ لامحالہ ادھر ادھر پھوٹے گا، پس قصور پانی روکنے والوں کا ہے، باقاعدہ جہاد ہونے دو ہشت گردی خود بخود ختم ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کافروں کی چالوں کو خاک میں ملائیں گے، اور مؤمنین کے احوال سنواریں گے

بات یہاں سے شروع کی ہے کہ جن لوگوں نے ایمان کی دعوت قبول نہیں کی، اور دوسروں کو بھی اللہ کی راہ سے روکا، وہ اللہ کے دشمن اور شیطان کی پارٹی ہیں، وہ بے بنیاد بات (شرک) کو اپنائے ہوئے ہیں، اس لئے ان کا بیڑا غرق ہونا چاہئے، اور جن لوگوں نے ایمان کی دعوت پر لبیک کہا، اور انھوں نے ایمان کے تقاضوں پر عمل کیا، اور اس قرآن کریم کو سینہ سے لگایا جو محمد ﷺ پر نازل کیا گیا ہے، جو اللہ کی برحق کتاب ہے، وہ اللہ کے دوست ہیں، وہ برحق بات (دین اسلام) کو اپنائے ہوئے ہیں، اور اب وقت آ گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو سر بلند کریں، تبلیغ دین کے تعلق سے ان کی کوتاہیوں کو معاف کریں، اور ان کے احوال درست کریں، تاکہ دین اسلام کا بول بالا ہو۔

آیات پاک: — جن لوگوں نے ایمان کی دعوت قبول نہیں کی، اور انھوں نے اللہ کے راستہ سے روکا، اللہ تعالیٰ ان کے کاموں کو کالعدم کر دیں گے — اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ان کی چالوں کو خاک میں ملا دیں گے — اور جن لوگوں نے ایمان کی دعوت قبول کی، اور انھوں نے نیک کام کئے، اور وہ اس کتاب پر ایمان لائے جو محمد ﷺ پر اتاری گئی ہے، جو سچی کتاب ہے، ان کے پروردگار کی طرف سے ہے: اللہ تعالیٰ ان سے ان کے گناہ اتاریں گے، اور ان کے احوال سنواریں گے — یہ بات بایں وجہ ہے کہ منکرین غلط راستہ پر چل رہے ہیں، اور ایماندار صحیح راستہ اپنائے ہوئے ہیں، جو ان کے پروردگار کا راستہ ہے — اس طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے ان کے احوال بیان فرماتے ہیں — جن سے فریقین کا تفاوت خوب واضح ہو جاتا ہے۔

فَإِذَا لَقِيتُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا أَثْنَمْتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوُثَاقَ ۖ
وَأَمَّا مَتَىٰ بَعْدُ ۖ وَأَمَّا فِدَاءٌ ۖ حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ۚ ذَٰلِكَ ۖ وَلَوْ يَشَاءُ
اللَّهُ لَا تَتَصَّرَمُنَّهُمْ ۖ وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَ بَعْضُكُم بِبَعْضٍ ۖ وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ
اللَّهِ فَلَنْ يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ ۖ سَيَهْدِيهِمْ وَيُضِلِّهِمُ بِالْهَمِّ ۖ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ
عَرَفَهَا لَهُمْ ۖ

فَإِذَا (۱)	پس جب	فَإِذَا	بدل لینا ہے	وَالَّذِينَ	اور جو لوگ
لَقِيْنَتُمْ	ملاقات کرو تم	حَتَّى (۳)	یہاں تک کہ	فَقَاتِلُوا	مارے گئے
الَّذِينَ	ان سے جنہوں نے	تَضَعُ	رکھ دے	فِي سَبِيلِ	راستے میں
كَفَرُوا (۲)	دین کا انکار کیا	الْحَزْبُ	جنگ	اللَّهُ	اللہ کے
فَضْرِبْ	پس مارنا ہے	أَوْ زَارَهَا	اپنے بوجھ (تہیاری)	فَكَذَّبُوا	پس نہ نہیں ضل گئے
الرِّقَابِ	گردنوں پر	ذَلِكَ	یہ سن چکے	أَعْمَالُهُمْ	ان کے کام
حَتَّى إِذَا	یہاں تک کہ جب	وَكُوَيْدًا	اور اگر چاہیں	سَيَّهَدِيْنَهُمْ	عنقریب راہ دکھائیں
أَنفَضْتُمُوهُمْ (۳)	خوب قتل کر لو ان کو	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ		گے ان کو
فَشَدَّوْا	تو مضبوط باندھو	لَا تَنْتَصِرْ	(تو) ضرور بدل لیں	وَيُصْلِحْ	اور سنواریں گے
الْوُكَاةَ	بندش	عِنْهُمْ	ان سے	بِأَلْسِنِهِمْ	ان کے احوال کو
فَإِمَّا	پھر یا تو	وَلَكِنْ	لیکن	وَيُذْخِلُهُمْ	اور داخل کریں گے ان کو
مِنَّا	احسان کرنا ہے	رَتِيْبًا	تاکہ آزمائیں	الْجَنَّةَ	جنت میں
بَعْدُ	بعد میں	بَعْضُكُمْ	تمہارے بعض کو	عَرَفَهَا (۵)	پہچان کرادی ہے اس کی
وَأَمَّا	اور یا	بِبَعْضٍ	بعض سے	لَهُمْ	ان کو

جہاد دنیا کے احوال سنوارنے کا ایک ذریعہ ہے

تمام سماوی شریعتوں میں جہاد کا حکم رہا ہے، جہاد کے ذریعہ اللہ تعالیٰ دنیا کو سنوارتے ہیں، انسانوں پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی مہربانی یہ ہے کہ ان کو نیکو کاری کی راہ دکھائیں، ظالموں کو ظلم سے روکیں، لوگوں کے دنیوی معاملات، ان (۱) قاء کا مابعد اقبل پر متفرع ہے (روح) یعنی اسلام کے خلاف کفار کی چالوں کو اللہ تعالیٰ جہاد کے ذریعہ ناپو د کریں گے (۲) ضرب (مصدر) فعل محذوف کا مفعول مطلق (بیان نوعیت کے لئے) ہے، ای فاضربوا الرقاب ضرباً۔ (۳) انخستموہم: ناشی، جمع نہ کر حاضر، ہم۔ مفعول بہ، مصدر انخسان، انخن فی الأمر: مبالغہ کرنا، حد سے بڑھنا، انخن فی الأرض: خوب جنگ کرنا، کشتوں کے پٹنے لگا دینا، مجرد فخن (ک) انخوة: مونا اور دبیز ہونا اور حتی: ضرب کی عایت ہے یعنی جب کفار کا زور ٹوٹ جائے اور ان کی شوکت ختم ہو جائے تب قیدی بناؤ۔ (۴) یہ دوسرا حتی: شدوا کی عایت ہے، یعنی قیدی بنانے کا سلسلہ جنگ ختم ہونے تک جاری رہے، اور اسلامی جہاد قیامت تک چلے گا۔ (۵) عرّف تعریفا کے دو معنی ہیں: پہچاننا اور خوشبودار کرنا۔

کی گھریلو زندگی اور ملکی نظام کو سنواریں، جن علاقوں پر غنوار لوگ قابض ہوتے ہیں، اور وہ سخت جنگ جو بھی ہوتے ہیں: وہ پورے علاقہ کا ناس مار دیتے ہیں، یہ لوگ اس آفت زدہ عضو کی طرح ہیں جس کو کاٹنے بغیر جسم درست نہیں ہو سکتا، جو شخص جسم کی صحت کا فکر مند ہے اس پر لازم ہے کہ اس عضو کو کاٹ دے، کیونکہ بڑی منفعت کی خاطر چھوٹا ضرر برداشت کیا جاسکتا ہے۔

اور یہ بات سمجھنے کے لئے قریش کی اور ان کے ارد گرد کے عربوں کی مثال کافی ہے، طلوع اسلام کے وقت وہ ایمان واحسان سے کوسوں دور تھے، کمزوروں پر ستم ڈھاتے تھے، باہم برسر پیکار رہتے تھے، اور ایک دوسرے کو قید کرتے تھے، ان میں سے بیشتر اسلام کے دلائل میں غور کرنے کے لئے تیار نہیں تھے، نہ ہجرات سے متاثر ہوتے تھے، اس صورت حال میں اگر نبی ﷺ ان سے جہاد نہ کرتے، اور سخت گیر اور شریروں کو قتل نہ کرتے تو وہ دین اسلام سے بے بہرہ رہتے۔ عرب میں امن ولان قائم نہ ہوتا، اور ان کے گھریلو اور ملکی احوال نہ سنوڑتے، پس جہاد دنیا کے احوال کو سنوڑنے کا ایک ذریعہ ہے، چنانچہ ہجرت کے بعد مسلمانوں کو جہاد کا حکم دیا، تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ کفار کی چالوں کو ناپود کرے۔

﴿فَإِذَا لَقِيتُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَثْمَخْتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۖ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ ۖ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ۚ﴾

ترجمہ: پس جب تمہارا کفار سے مقابلہ ہو تو ان کی گردنیں مارو — یعنی جب حق و باطل کا مقابلہ ہو تو مسلمانوں کو چستی، مضبوطی اور بہادری سے کام لینا چاہئے، باطل کا زور جیسی ٹوٹے گا کہ بڑے شریر مارے جائیں، اور ان کے جتنے توڑ دیئے جائیں، اس لئے ہنگامہ کارزار میں سستی، بزدلی اور تردد کو راہ مت دو، اور دشمنانِ خدا کی گردنیں مارنے میں کچھ ہاک مت کرو — یہاں تک کہ جب تم ان کی خوب خوں ریزی کرو تو خوب مضبوط باندھ لو — یعنی کافی خون ریزی کے بعد جب تمہاری دھاک پیٹھ جائے اور ان کا زور ٹوٹ جائے تو قتل سے ہاتھ روک لو، اور زندوں کو قید کر کے مضبوط باندھ لو، تاکہ بھاگ نہ جائیں، قیدی ہمیشہ بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں — پھر اس کے بعد یا تو بلا معاوضہ چھوڑ دینا ہے، اور یا معاوضہ لے کر چھوڑ دینا ہے — جنگی قیدیوں کا معاملہ چار طرح حل کیا جاسکتا ہے:

۱۔ امام مصلحت سمجھے تو ایسے قیدی کو جو سنگین جرم کا مرتکب ہوا ہے قتل کر دے، احادیث سے قیدی کو قتل کرنے کا ثبوت خاص حالات میں ملتا ہے۔

۲۔ اور مصلحت سمجھے تو بدوں کسی معاوضہ کے احسان کر کے ان کو قید سے رہا کر دے، حدیبیہ کے میدان میں نبی ﷺ نے قیدیوں کو مفت رہا کر دیا تھا، تاکہ صلح کی گفتگو میں خلل نہ پڑے۔

۳- اور یہ بھی کیا جاسکتا ہے کہ زندقہ لے کر یا مسلمان قیدیوں کے تبادلہ میں رہا کر دیا جائے، بدر کے قیدیوں کو جنگ کا ہر جانہ لے کر رہا کیا گیا تھا۔

۳- اور آخری صورت یہ ہے کہ قیدیوں کو غلام بنا کر فوج میں تقسیم کر دیا جائے، وہ آقا کے یہاں کھائیں اور ان کا کام کریں، پس وہ ان کے لئے بوجہ نہیں ہونگے، مگر رقیہ (غلامی) جنگوں کا پیدا کیا ہوا مسئلہ ہے، اسلام نے اس کو شروع نہیں کیا۔ تفصیل آگے آئے گی۔

یہاں تک کہ جنگ اپنے ہتھیار رکھ دے! — یعنی جب تک جہاد جاری ہے، قیدیوں کے ساتھ بھی معاملہ کیا جائے، اور اسلام کا جہاد قیامت تک جاری رہے گا، اس کے دشمن چاروں طرف ہیں، ایک سے نمٹتے ہیں تو دوسرا مقابلہ میں آجاتا ہے، پس یہ احکام ربی دنیا تک کے لئے ہیں۔

رقیہ (غلامی) جنگوں کا پیدا کیا ہوا مسئلہ ہے

جب دو فریق لڑتے ہیں اور ایک دوسرے کے آدمیوں کو قید کرتا ہے اور قیدیوں کا کوئی مناسب حل نہیں نکلتا تو قدیم زمانہ سے ساری دنیا میں اس کا یہ حل چلا آ رہا تھا کہ ان قیدیوں کو غلام بنا لیا جائے اس طرح ملکیت یعنی غلامی وجود میں آئی۔ غلامی کا مسئلہ اسلام کا پیدا کیا ہوا نہیں ہے نہ اسلام کو اس پر اصرار ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ جنگی قیدیوں کا مسئلہ مختلف طرح سے حل کیا جاسکتا ہے۔ یا تو قیدیوں کو تہ تیغ کر دیا جائے یا قیدیوں سے تبادلہ کیا جائے۔ یا مفت چھوڑ دیا جائے یا جنگ کا حرجانہ (فدیہ) لے کر چھوڑا جائے یا جیل میں رکھ کر زندگی بھر کھلایا جائے۔ اگر یہ سب حل ممکن نہ ہوں یا مناسب نہ ہوں تو آخری حل یہ ہے کہ ان کو فوج میں تقسیم کر دیا جائے۔ اور ہر فوجی اپنے غلام کو اپنے گھر بھیج دے، وہاں وہ کام کرے اور کھائے۔

اسلام نے مسئلہ کے اس حل کو جو پہلے سے چلا آ رہا تھا اور ساری دنیا میں رائج تھا، باقی رکھا ہے۔ اس میں قیدیوں کا یہ فائدہ ہے کہ جب وہ اسلامی معاشرہ میں پہنچیں گے تو اسلامی تعلیمات سے روشناس ہوں گے اور دیر سویر ان کے سینے نور ایمان سے منور ہو جائیں گے۔ اسلام کی ابتدائی تاریخ اس کی بہترین مثال ہے۔ اور اسلام نے غلاموں کے لئے ایسے قواعد و ضوابط بنا دیئے ہیں جن سے ظلم و ستم کا سد باب ہو جاتا ہے، نیز غلامی سے نکلنے کی بہت سی راہیں بھی تجویز کر دی ہیں، تاکہ غلامی کا طوق ہمیشہ کے لئے گردن میں نہ پڑ جائے۔

جہاد میں یندوں کا امتحان ہے: جہاد کی پہلی حکمت

اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہیں کہ کافروں کو آسمانی عذاب سے ہلاک کر دیں، لیکن جہاد کا حکم دے کر امتحان کرنا مقصود ہے، وہ

دیکھتے ہیں کہ کتنے مسلمان اللہ کے نام پر جان و مال نثار کرنے کے لئے تیار ہیں، اور کتنے کافر اس تنبیہ سے بیدار ہوتے ہیں اور اسلام کے سایے میں آتے ہیں، گذشتہ قوموں کی طرح ایک دم پکڑ کر موٹی توڑ نہیں دیتے، پہلے کا موقعہ دیتے ہیں۔

﴿ذَٰلِكَ ۚ وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَانتَصَرْنَا مِنْهُمْ ۚ وَلَٰكِنْ لِّيَبْلُوَا۟ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ۚ﴾

ترجمہ: (جہاد کا) یہ حکم (بجالات!) اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو خود ان (کفار) سے انتقام لیتے، لیکن وہ چاہتے ہیں کہ تم میں سے ایک کا دوسرے کے ذریعہ امتحان کریں!

جہاد کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو جنت سے ہم کنار کرنا چاہتے ہیں: جہاد کی دوسری حکمت جنت مہنگا سوا ہے، اس کے حصول کے لئے بڑے جتن کرنے پڑتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس کو حاصل کرنے کا ایک مختصر راستہ سکھول دیا ہے، اور وہ ہے جہاد! جام شہادت نوش کرتے ہی سیدھا جنت میں پہنچ جاتا ہے، البتہ حقوق العباد مستثنیٰ ہیں، سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں، مگر بندوں کے حقوق کھڑے رہتے ہیں، جو لوگ اللہ کے راستہ میں مارے جاتے ہیں دنیا ان کو ناکام سمجھتی ہے، مگر حقیقت میں وہ کامیاب ہیں، اللہ تعالیٰ ان کا عمل (جہاد) ضائع نہیں کرتے، ان کی محنت ٹھکانے لگاتے ہیں، آخرت میں ان کے احوال ٹھیک کر دیتے ہیں، اور ان کو جنت میں داخل کرتے ہیں، جس کی پہچان ان کو انبیاء کے ذریعہ کرا دی ہے یا جس کو خوشبوؤں سے مہکا دیا ہے۔

﴿وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَكُنْ يُعْضِلْ أَعْمَالَهُمْ ۖ سَيُفْهِمُهُمْ وَيُضِلُّهُمْ بِأَلَهُمْ ۖ وَ يُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَفَهَا لَهُمْ ۖ﴾

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے تو اللہ تعالیٰ ہرگز ان کے اعمال (جہاد وغیرہ) کو ضائع نہیں کریں گے، ان کو منزل مقصود تک پہنچائیں گے، اور ان کے احوال کو سنواریں گے، اور ان کو جنت میں داخل کریں گے، جس کی ان کو پہچان کرا دی ہے، جس کو انھوں نے خوشبوؤں سے مہکا دیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُخْلِصْكُمْ مِنْ يَدَيْهِمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ مُدْرِكًا لِلْكَافِرِينَ ۚ ﴿١﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أُنْزِلَ اللَّهُ فَاحْبَطُوا أَعْمَالَهُمْ ۚ ﴿٢﴾ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ دَمَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۖ وَلِلْكَافِرِينَ أَمْثَالُهَا ۚ ﴿٣﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَأَنَّ الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَى لَهُمْ ۚ ﴿٤﴾

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	اے لوگو جو ایمان لائے	ذٰلِكَ ^(۲)	یہ بات	مَنْ قَبْلِهِمْ	ان سے پہلے ہوئے
إِنْ تَضُرُّوا	اگر مدد کرو گے تم	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	اس لئے ہے کہ انھوں نے	دَعَا اللَّهَ	ہلاکت ڈالی اللہ نے
اللَّهُ	اللہ کی	كَيْدُهُمْ	ناپسند کیا	عَلَيْهِمْ	ان پر
يَنْصُرُكُمْ	مدد کریں گے وہ تمہاری	مَنْ آمَنَ	جس کو اتارا	وَلِلْكَافِرِينَ	اور ان منکروں کیلئے
وَيُخَيِّدُكُمْ	اور جھٹکے گا	اللَّهُ	اللہ نے	أَمْثَلُهَا	اُن کے مانند ہے
أَقْدَامَكُمْ	تمہارے پیروں کو	فَأَحْبَطَ	پس اکارت کر دیا	ذٰلِكَ	یہ بات
وَالَّذِينَ	اور جنھوں نے	أَعْمَلَهُمْ	ان کے کاموں کو	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	اس لئے ہے کہ
كَفَرُوا	نہیں مانا	أَفَلَمْ يَتَّبِعُوا	کیا پس نہیں چلے پھر وہ	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
فَتَنَسَّأ ^(۱)	پس اوندر سے مڑ گئے	فِي الْأَرْضِ	زمین میں	مَوَّلَى	کار ساز ہیں
لَهُمْ	ان کے لئے	فَيَنْظُرُوا	پس دیکھتے وہ	الَّذِينَ آمَنُوا	ایمانداروں کے
وَأَصْلَ	اور کھودیا	كَيْفَ كَانَ	کیسا ہوا	وَأَنَّ الْكَافِرِينَ	اور اس وجہ سے کہ منکرین
أَعْمَلَهُمْ	ان کے کاموں کو	عَاقِبَةُ	انجام	لَا مَوَّلَى	کوئی کار ساز نہیں
		الَّذِينَ	ان کا جو	لَهُمْ	ان کا

مجاہدین جم کر مقابلہ کریں، وہی کامیاب ہونگے اور مخالفین پست ہونگے

جب رن پڑتا ہے تو پتہ پانی ہو جاتا ہے، پیر اکھڑ جاتے ہیں، مجاہد بھاگنے کی سوچتا ہے، اس سے جیتا ہوا میدان ہاتھ سے نکل جاتا ہے، میدان وہی مارتا ہے جو ٹکڑ ٹکڑتا ہے، اور قدم قدم بڑھتا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ایک قاعدہ کلیہ بیان فرمایا ہے کہ جو اللہ کے دین کی مدد کرتا ہے اسی کی اللہ تعالیٰ مدد کرتے ہیں، اس کے قدم جھٹکتے ہیں، مجاہدین میدان کارزار میں جم کر لڑیں گے تو وہی کامیاب ہونگے، اور دشمنان اسلام اوندر سے منہ کریں گے، ان کی سب چالیں خاک میں مل جائیں گی۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کفار اللہ کے نازل کئے ہوئے دین کو ناپسند کرتے ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ اسلام کے خلاف ان کی کاروائیوں کو اکارت کر دیتے ہیں، سر زمین عرب میں وہ چل پھر کے دیکھیں، ان کو بہت مثالیں مل جائیں گی، نافرمان قوموں کو اللہ نے تباہ و برباد کر دیا، آج ان کا نام و نشان باقی نہیں، یہی حال مشرکین مکہ کا ہونا ہے، اور مسلمان

(۱) تَنَسَّأ: مفعول مطلق فعل محذوف کا، اُی تَعَسَّ تَعَسًا، عامل کا حذف واجب ہے تَعَسَّ (س): منہ کے تل گزنا، ہلاک ہونا۔

(۲) ذٰلِكَ: اُی مَا ذُكِرَ مِنَ التَّعَسُّ وَالْإِضْطَال (روح) (۳) الْكَافِرِينَ کا الف لام عہدی ہے، مراد مکہ کے کفار ہیں۔

سرخ رو ہو گئے، اللہ تعالیٰ ان کے کارساز ہیں، وہ جلد ان کی بگڑی بنادیں گے، اور کافروں کا کوئی پرسان حال نہ ہوگا جو ان پر آنسو بہائے!

آیات پاک: — اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا — اللہ تعالیٰ تو کسی کی مدد کے محتاج نہیں، وہ تو حمد (بے نیاز) ہیں، البتہ اللہ کے دین کی اشاعت کے لئے جدوجہد (محنت) درکار ہے، اور اس میں محنت کرنے والوں کا نفع ہے، غرض: اس عام ضابطہ میں جہاد بھی آتا ہے — اور تمہارے قدم جمائے گا — یعنی جہاد میں اللہ کی مدد سے تمہارے قدم ڈگمگائیں گے نہیں، اسلام و اطاعت پر ثابت قدم رہو گے۔

یہ بات بایں وجہ ہے کہ انھوں نے — یعنی مکہ کے کافروں نے — اُس (قرآن) کو ناپسند کیا جو اللہ نے اتارا ہے، اس لئے اُن کے اعمال (چالیں اور اسکیمیں) اکارت کر دیئے — کیا وہ لوگ سر زمین عرب میں چلے پھرے نہیں، پس وہ دیکھتے کہ کیا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے ہوئے؟ — اللہ تعالیٰ نے ان پر جہنمی ڈالی — انھوں نے اللہ کی باتوں کو ناپسند کیا، سو کھلو! دنیا بھی میں ان کی کیا گت بنی؟ — اور ان کافروں کے لئے بھی اسی قسم کے معاملات ہونے والے ہیں — یعنی ان کے منصوبے بھی خاک میں مل جائیں گے — یہ بات بایں وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے کارساز ہیں — وہ ان کی بگڑی بنائیں گے — اور کافروں کا کوئی کارساز نہیں! — جو اللہ کے مقابلہ میں ان کے کچھ کام آئے۔

لَإِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ
وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ وَيَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَهُمْ ۝
وَكُلَّ إِنْسَانٍ أَلْهَمْنَاهُ طَبْعَهُ ۚ هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِنْ قُرْبَيْكَ ۚ الَّتِي أَخْرَجْنَاكَ ۚ أَهْلَكْنَاهُمْ فَلَا
تَاصِرُ لَهُمْ ۝ أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيْتَةٍ مِنْ رَبِّهِ كَذِبًا كُنَّا لَهُ سُوءًا عَلَيْهِ ۖ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ ۝
مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعدَ الْمُتَّقُونَ فِيهَا أَنْهَارٌ مِنْ مَاءٍ غَيْرِ آسِنٍ ۖ وَأَنْهَارٌ مِنْ لَبَنٍ
لَمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ ۖ وَأَنْهَارٌ مِنْ خَمْرٍ لَذَّةٍ لِلشَّارِبِينَ ۖ وَأَنْهَارٌ مِنْ عَسَلٍ مُصَفًّى
وَلَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِ الثَّمَرَاتِ ۖ وَمَغْفِرَةٌ مِنْ رَبِّهِمْ ۖ كُنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ
وَسُقُوا مَاءً حَمِيماً فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ ۝

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ	بے شک اللہ تعالیٰ	أَشَدُّ قُوَّةً	زیادہ زور اور قوت	الْمُتَّقُونَ	پرہیزگاروں سے
يُدْخِلُ	داخل کریں گے	مَنْ قَرَّبَيْكَ	آپ کی بستی سے	فِيهَا أَهْلُهَا	اس میں نہریں ہیں
الَّذِينَ آمَنُوا	ان کو جو ایمان لائے	الَّذِينَ	جس نے	مَنْ مَّاءٍ	پانی کی
وَصَلُّوا	اور رکعتوں نے	أَخْرَجَتْكَ	نکال دیا آپ کو	غَيْرِ آبٍ (۳)	نہ ہو کرنے والا
الضُّلُوحِ	نیک کام	أَهْلُكُنْهُمْ	ہلاک کیا ہم نے ان کو	وَأَهْلُهَا	اور نہریں ہیں
جَدَّتْ (۱)	باغوں میں	فَلَا تَأْخِذْ	پس کوئی مددگار نہیں	مَنْ لَيْكِنْ	دودھ کی
تَغْرِجِي	بہتی ہیں	لَهُمْ	ان کے لئے	لَمْ يَتَغَيَّرْ	نہیں بدلا
مَنْ تَحَوَّضًا (۲)	ان کے نیچے سے	أَفْعَنْ كَانِ	کیا پس جو ہے	كَطَمُهُ	اس کا حرہ
الْأَنْهَارِ	نہریں	عَلَى بَيْتِكَ (۳)	واضح راستہ پر	وَأَهْلُهَا	اور نہریں ہیں
وَالَّذِينَ	اور جن لوگوں نے	مَنْ رِيَّةٍ	جو اس کرب کی طرف	مَنْ حَتَّى	شراب کی
كَفَرُوا	انکار کیا	سے ہے	سے ہے	لَذَّةٍ	مزیدار
يَكْتُمُونَ	فائدہ اٹھاتے ہیں	كَمَنْ	مانند اس شخص کے ہے	الشَّارِبِينَ	پینے والوں کے لئے
وَيَأْكُلُونَ	اور کھاتے ہیں وہ	زَيْنَ لَهُ	جس کیلئے عین کی گئی	وَأَهْلُهَا	اور نہریں ہیں
كَمَا تَأْكُلُ	جس طرح کھاتے ہیں	سُوَّةَ عَلَيْهِ	اس کی بد عملی	مَنْ عَسَلِ	شہد کی
الْأَنْعَامِ	پالتو چوپایے	وَاتَّبَعُوا	اور پیروی کی انھوں نے	مُصْعَى (۵)	صاف شفاف
وَالنَّارِ	اور روزخ	أَهْوَأَ لَهُمْ	اپنی خواہشات کی	وَلَهُمْ فِيهَا	اور ان کے لئے اس میں
مَتَوًى لَهُمْ	ٹھکانا ہے ان کا	مَثَلُ	حالت	مَنْ كُلِّ الشَّجَرَاتِ	ہر طرح کے میوے ہیں
وَكُلٌّ لِّكُنْ	اور کتنی ہی	الْجَنَّةِ	اس جنت کی	وَمَغْفَرَةٌ	اور بخشش ہے
مَنْ قَرَّبَيْتِ	بستیاں	الَّتِي	جس کا	مَنْ رِيَّتِهِمْ	ان کے رب کی طرف سے
هِيَ	جو	وَعِدَ	وعدہ کیا کیا	كَمَنْ هُوَ	برابر ہے اس کے جو

(۱) جناب: بدخل کا مفعول فیہ ہے (۲) من تحتہا: کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں: (۱) زیر زمیں (۲) محلات کے نیچے (۳) علی بنہ: ای علی طریق بنہ۔ (۴) آسین: اسم فاعل، أَسْنِ الماء (ن) أَسْنَا: سزا جانا، بددوار ہونا (۵) مصفی: میل کچیل، اور موم نہ ملا ہوا۔

خَالِدًا فِي النَّارِ	سدا رہنے والا ہے دوزخ میں	وَسُعُوا مَاءَ حَيِّثُمَا	اور پلائے گئے وہ کھولتے پانی	فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ	پس گلے لگائے کر دیائے ان کی آنتوں کو
--------------------------	------------------------------	------------------------------	---------------------------------	----------------------------	---

نیک مومن اور کافر کا انجام مختلف ہوگا

گذشتہ آیات میں مومن (مجاہد) اور کافر کا دنیوی فرق بیان کیا ہے، مومنین جو اللہ کے دین کی مدد کرتے ہیں، اعلیٰ کلمہ اللہ کے لئے سرھڑ کی بازی لگاتے ہیں: اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرتے ہیں، اور وہ سر بلند ہوتے ہیں، اور ان کے خافین سرنگوں ہوتے ہیں، ان کی سب اسکیس میں قفل ہو جاتی ہیں، اور ان کی چالیں خاک میں مل جاتی ہیں — اب ان آیات میں نیک مومن اور کافر کے درمیان اخروی انجام کا تفاوت بیان کرتے ہیں۔ آخرت میں بھی دونوں کا انجام یکساں نہیں ہوگا:

ایماندار جنھوں نے اچھے کام کئے، ایسے باغات میں داخل کئے جائیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جن سے وہ سدا شاداب رہیں گے، اور دین اسلام کے نہ ماننے والے جو دنیا میں عیش اڑا رہے ہیں، اور جو پایوں کی طرح کھاپی رہے ہیں، اور انجام سے بے فکر ہیں، ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے، جس میں وہ ہمیشہ سڑیں گے۔

اور ماضی میں ایسی بہت سی قومیں ہلاکت کی چابکی ہیں جو زور و قوت میں مکہ والوں سے بڑھی ہوئی تھیں، اللہ نے ان کو ایک ایک کر کے ہلاک کیا، اور کوئی ان کی مدد کو نہیں پہنچا، پھر مکہ کے مشرک کس زعم میں مبتلا ہیں جنھوں نے آپ ﷺ کو اور مسلمانوں کو گھر سے بے گھر کیا ہے؟ کیا ان کا نمبر نہیں آئے گا؟ ضرور آئے گا، بھلا جو شخص دین کے واضح راستہ پر چل رہا ہو، اور جو شخص بد عملی کا شکار ہو، اور خواہش نفسانی کی پیروی کر رہا ہو: یکساں ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں! پہلا شخص کامیاب ہوگا، اور دوسرا منہ کی کھائے گا۔

﴿إِنَّ اللَّهَ يُذْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَكْتُمُونَ وَيَكْلُمُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَطْوِيٍّ لَهُمْ ۖ وَكَأَيْنَ مِنْ قَوْمٍ هُمْ أَشَدُّ قُتُوبًا مِنْ قَوْمِكَ الْيَوْمِ أَخْرَجْنَاكَ أَهْلَكَهُمْ فَلَا تَصْرَهُمْ ۖ أَفَتَنْكَرَ عَلَىٰ بَيْتِكَ ۖ وَمِنْ رَبِّهِ كَمَنْ يُزَيِّنُ لَهُ سُوًّا عَلَيْهِمُ وَاتَّبِعُوا أَهْوَاءَهُمْ ۖ﴾

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے، ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں — جن سے وہ باغات سدا بہار ہوں گے — اور جن لوگوں نے دین اسلام قبول نہیں کیا وہ عیش کر رہے ہیں، اور اس طرح کھاپی رہے ہیں جس طرح جو پایے کھاتے پیتے ہیں، اور دوزخ ان کا ٹھکانا ہے! — یعنی کیا دونوں یکساں ہیں؟ ہرگز نہیں! ان کے لئے تو دنیا میں بھی تباہی ہے، پھر وہ آخرت میں کامیاب کیسے ہوں گے؟

اور بہت سی بستیاں ایسی تھیں جو قوت میں آپ کی اُس بستی سے بڑھی ہوئی تھیں جس نے آپ کو نکال دیا ہے، ہم نے ان کو ہلاک کیا، سوان کا کوئی مددگار نہیں ہوا!

کیا پس جو شخص اپنے پروردگار کے واضح راستہ پر ہو، وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کے لئے اس کی بد عملی مزین کی گئی، اور جو اپنی خواہشات پر چل رہے ہیں؟

جنت کا حال جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے

جنت میں چار قسم کی نہریں ہیں:

۱- پانی کی نہریں ہیں جو زندگی کا سرمایہ ہے، جس میں ذرا بولیں۔

۲- دودھ کی نہریں ہیں جو غذائے لطیف ہے، اس کا ذائقہ نہیں بدلا ہوگا، دودھ سڑتا ہے، مگر جنت کا دودھ تازہ ہوگا۔

۳- شرابِ طہور کی نہریں ہیں، جو سرور و نشاط کے لئے پی جاتی ہے، دنیا کی شراب میں بد مزگی اور سرگرائی ہوتی ہے، جنت کی شراب میں یہ دونوں چیزیں نہیں ہوں گی، وہ پینے والوں کے لئے مزیدار ہوگی، اور سرور سے سرمست کرے گی۔

۴- صاف شفاف شہد کی نہریں ہیں جو شفا ہے، دنیا کے شہد میں کبھی مومل جاتا ہے تو وہ گدلا ہو جاتا ہے۔

علاوہ ازیں: جنت میں ہر قسم کے میوے ہیں اور اللہ کی بخشش ہے، یعنی جنتیوں کی سب خطائیں معاف کر کے ان کو جنت میں داخل کیا جائے گا، پھر وہاں کبھی خطاؤں کا تذکرہ بھی نہیں آئے گا، جو کلفت کا سبب بنے۔

اور کافر و دوزخ میں داخل کئے جائیں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، ان کو کھلنا ہو یا پانی پلایا جائے گا، جس سے آنتیں کٹ کٹ جائیں گی۔ کیا وہ مؤمن اور یہ کافر آخرت میں یکساں ہونگے؟ ہرگز نہیں! اول جہنم میں رہے گا اور جانی بے جہنم! اور آخرت میں انجام کا یہ اختلاف دین قبول کر کے اس کے لئے جدوجہد کرنے اور دین کا انکار کرنے کی وجہ سے ہوگا۔

﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ فِيهَا أَنْهَارٌ مِنْ مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِنْ لَبَنٍ لَمْ يَتَغَيَّرَ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِنْ حَمِيمٍ لَذِيظٍ تَلْتَفِيفٍ ۚ وَأَنْهَارٌ مِنْ عَسَلٍ مُصَفًّى وَلَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ ۚ دَكْنٌ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوا مَاءً حَمِيماً فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ ۖ﴾

ترجمہ: اس جنت کا حال جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے: اس میں پانی کی نہریں ہیں، جس میں ذرا تغیر نہیں آیا، اور ایسی دودھ کی نہریں ہیں جس کا ذائقہ ذرا نہیں بدلا، اور ایسی شراب کی نہریں ہیں، جو پینے والوں کو مزہ دینے والی ہے، اور صاف شفاف شہد کی نہریں ہیں، اور ان کے لئے اس میں ہر قسم کے پھل ہیں، اور ان کے پروردگار کی طرف سے

بخشش ہے، کیا یہ لوگ اس شخص کی طرح ہونگے جو ہمیشہ دوزخ میں رہے گا، اور اس کو کھولنا ہوا پانی پینے کو دیا جائے گا، پس وہ اس کی آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا؟

وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ حَتَّىٰ إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوا لِلَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ أَنْفَا۟ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ ۖ وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَاتَّبَعُوا تَقْوَاهُمْ ۖ فَهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۖ فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا ۚ فَأَنَّىٰ لَهُمْ إِذَا جَاءَهُمْ ذِكْرُهُمْ ۖ قَاعِلَمَ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مُتَقَلِّبَكُمُ وَمَثَلَكُمُ ۝

۲۰

وَمِنْهُمْ	اور ان میں سے بعض	أُولَٰئِكَ	یہ لوگ	تَقْوَاهُمْ	ان کی پرہیزگاری
مَنْ يَسْتَمِعُ	جو کان لگاتے ہیں	الَّذِينَ	جو	فَهُلْ يَنْظُرُونَ	پس نہیں انتظار کرتے وہ
إِلَيْكَ	آپ کی طرف	طَبَعَ اللَّهُ	مہر کر دی اللہ نے	إِلَّا السَّاعَةَ	مگر قیامت کا
حَتَّىٰ إِذَا	یہاں تک کہ جب	عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ	ان کے دلوں پر	أَنْ تَأْتِيَهُمْ	کہ آکھڑی ہو ان پر
خَرَجُوا	نکلے ہیں وہ	وَاتَّبَعُوا	اور پیروی کی انھوں نے	بَغْتَةً	اچانک
مِنْ عِنْدِكَ	آپ کے پاس سے	أَهْوَاءَهُمْ	اپنی خواہشات کی	فَقَدْ جَاءَ	پس بالیقین آچکی ہیں
قَالُوا	پوچھتے ہیں	وَالَّذِينَ	اور جن لوگوں نے	أَشْرَاطُهَا	اس کی چھوٹی نشانیاں
لِلَّذِينَ	ان سے جو	اهْتَدَوْا	راہ راست پائی	فَأَنَّىٰ لَهُمْ	پس کہاں ہوگا ان کیلئے
أُوتُوا الْعِلْمَ	دیئے گئے علم	زَادَهُمْ	بڑھایا ان کو	إِذَا جَاءَهُمْ	جب آچھڑی ان کے پاس
مَاذَا قَالَ	کیا کہا اس نے	هُدًى	راہ یابی میں	ذِكْرُهُمْ	ان کا نصیحت پذیر ہونا
أَنْفَا۟	ابھی؟	وَإِنَّهُمْ	اور وہی ان کو	قَاعِلَمَ	پس جان لیں

(۱) اللہ: مبتدا، ازاہم: خبر (۲) ان تاتبعہم: الساعۃ سے بدل اشتغال (۳) مشروط: قیامت کی چھوٹی نشانیاں، دور کی نشانیاں اور آیات: بڑی نشانیاں، قرآنی نشانیاں، جیسے سورج کا مغرب سے نکلنا۔ (۴) انی: خبر مقدم، ذکر اہم: مبتدا مؤخر، یا اس کا برعکس۔

اِنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَسْتَغْفِرُ	کہیں کوئی معبود اللہ کے سوا اور معافی مانگیں	لَا تَنْبِئُكَ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ	اپنے گناہ کی اور مومنین کے لئے اور مومنات کے لئے	وَاللهُ يَعْلَمُ (۱) مُتَقَاتِلِكُمْ (۲) وَمَثُونَكُمْ	اور اللہ جانتے ہیں تمہارے گھونٹے پھرنے کی جگہ اور تمہاری فردگاہ
---	--	--	--	--	---

نام نہاد مسلمانوں کے کچھ احوال، دھمکی اور فہمائش

اوپر مومنوں اور کافروں کا حال مذکور ہوا ہے، ایک قسم کافروں کی وہ ہے جسے منافق کہتے ہیں، یعنی ظاہر میں اسلام کا دعویٰ ہے اور باطن میں اس سے انحراف، ان آیات میں ان کا ذکر ہے، ارشاد فرماتے ہیں: — اور بعض آدمی ایسے ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں، یہاں تک کہ جب آپ کے پاس سے باہر جاتے ہیں: اہل علم سے پوچھتے ہیں: انھوں نے ابھی کیا بات فرمائی؟ — یعنی مجلس میں تو ایسا نظر آتا ہے کہ وہ بغور نبی ﷺ کی بات سن رہے ہیں، مگر حقیقت میں تو جنہیں، اس لئے مجلس سے اٹھنے کے بعد سچے ذی علم صحابہ سے پوچھتے ہیں: انھوں نے ابھی مجلس میں کیا فرمایا؟ اور اس پوچھنے میں بھی چوٹ کر رہے ہیں کہ ہم ان کی بات کو لائق اعتناء نہیں سمجھتے، اس لئے ہم نے غور سے سنا ہی نہیں۔ ایسے نالائقوں سے کیا امید باندھتے ہو کہ وہ جہاد میں تمہارا ساتھ دیں گے — یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے ہمر کردی ہے، اور وہ اپنی من مانی کر رہے ہیں — یعنی ایسی نالائق حرکتوں کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اللہ ان کے دلوں پر مہر کر دیتے ہیں، پھر نیکی کی توفیق قطعاً انہیں ہوتی، محض خواہشات کی پیروی رہ جاتی ہے (فوائد)

منافقوں کے بالمقابل سچے مسلمانوں کا حال: — اور جن لوگوں نے راہ پائی، ان کی ہدایت میں اللہ تعالیٰ اضافہ کرتے ہیں، اور ان کو ان کے تقویٰ کی توفیق دیتے ہیں — یعنی سچائی کے راستہ میں چلنے کا اثر یہ ہوتا ہے کہ آدمی روز بروز ہدایت میں ترقی کرتا چلا جاتا ہے، اور اس کی پرہیزگاری بڑھتی جاتی ہے، اور یہی لوگ سرفروشی کا جذبہ بدکھتے ہیں۔ منافقوں کو دھمکی: — پس وہ لوگ بس قیامت ہی کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ دفعۃً ان پر آ پڑے، سو اس کی

علامتیں تو آپکی ہیں، پس کہاں نصیب ہوگا ان کو، جب قیامت ان کے سر پر آ جائے گی، ان کا نصیحت پذیر ہونا! — یعنی وہ لوگ سب نصیحتیں اور گزشتہ اقوام کی عبرت ناک مثالیں، اور وعدہ و وعید تو سن چکے، اب ماننے کے لئے کس بات کا انتظار ہے؟ جب قیامت کی گھڑی اچانک ان کے سر پر آکھڑی ہوگی تب مانیں گے؟ سو قیامت کی کئی نشانیاں تو آپچکیں، ان

(۱) منقلب: ٹلر ف مکان، منقلب: مصدر: گھومنا پھرنا، الٹ پلٹ ہونا (۲) مثنوی: ٹلر ف مکان، ٹھکانا، فردگاہ، لمبی مدت تک رہنے کی جگہ۔ ثوی یثوی (ض) بالمکان فواء: پھرنا، قیام کرنا۔

میں سے ایک نشانِ خاتم النبیین ﷺ کی بعثت ہے، جب سلسلہ نبوت پورا ہو گیا تو اب جزا و سزا کا مرحلہ ہی سامنے ہے، اور جب قیامت برپا ہو جائے گی تو ماننے کا موقع کہاں رہے گا؟ اس وقت سمجھنا اور ماننا بے کار ہوگا، اس پر نجات نہیں ہو سکے گی۔

نبی ﷺ نے شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی ملا کر اشارہ فرمایا کہ میں اور قیامت اس طرح ہیں یعنی میں قیامت سے اتنا آگے نکل آیا ہوں، جتنا بیچ کی انگلی شہادت کی انگلی سے آگے نکل ہوئی ہے

منافقوں کو فہمائش: — پس تو جان لے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں — یعنی اللہ کے سوا تیرے دماغ میں جو معبود بیٹھے ہوئے ہیں ان کو نکال — اور تو اپنی خطا کی معافی مانگ — یعنی شرک سے توبہ کر — اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لئے بھی — یعنی اسلامی برادری میں شامل ہو جا، آدمی اپنی برادری کے لئے دعا گو رہتا ہے — اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں تمہارے چلنے پھرنے کی اور رہنے سہنے کی جگہ کو! — یعنی تو اللہ کی دھتس سے باہر نہیں، تیری عارضی چلنے پھرنے کی جگہ اور تیری مستقل فرودگاہ کی اللہ کو خبر ہے، وہ جب چاہیں گے دارو گیر کر سکتے ہیں، تو ان سے بیچ کر کہاں جاسکتا ہے؟ پس ایمان لا اور ان کی پناہ حاصل کر لے۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نَزَّلَتْ سُورَةٌ ۚ فَإِذَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ مُحْكَمَةٌ وَذُكِرَ فِيهَا الْقِتَالُ ۖ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۖ فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ ۖ طَاعَةٌ ۖ وَقَوْلٌ مَعْرُوفٌ ۖ فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ ۖ فَلَوْ صَدَقُوا اللَّهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتَقَطَّعُوا أَرْحَامَكُمْ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعَمَّى أَبْصَارَهُمْ ۚ أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ ۚ الْقُرْآنَ أَمْرًا عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ۚ

وَيَقُولُ	اور کہتے ہیں	لَوْلَا	کیوں نہیں	فَإِذَا	پس جب
الَّذِينَ	جو لوگ	نَزَّلَتْ	اتاری گئی	أُنْزِلَتْ	اتاری گئی
آمَنُوا	ایمان لائے	سُورَةٌ	کوئی سورت؟	سُورَةٌ	سورت

مُحْكَمَةٌ	محکم	فَاُولَٰئِكَ هُمُ	پس جہاں ہے ان کیلئے	اَنْ تُفْسِدُوْا	کہ خرابی پھیلاؤ گے تم
وَذِكْرٌ	اور ذکر کیا گیا	طَاعَةٌ	اطاعت	فِي الْاَرْضِ	ملک میں
فِيْهَا	اس میں	وَقَوْلٌ	اور بات	وَتَقَطُّوْا	اور پارہ پارہ کر دو گے تم
الْفِتْنٰتِ	جہاد کا	مَعْرُوفٌ	بھلی (بہتر ہے)	اَزْعَا مَكُمْ	تمہاری قریبوں کو؟
رَاٰیَتٍ	دیکھا آپ نے	فَاِذَا عَزَمْتَ	پس جب پختہ ہو گیا	اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ	یہ لوگ جو
الَّذِيْنَ	ان کو جو	اَلَا مَرُ	کام	لَعَنَهُمُ	لعنت کی ان پر
فِي قُلُوْبِهِمْ	ان کے دلوں میں	فَاُولَٰئِكَ هُمُ	تو اگر سچی بات کہی ہوئی	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ نے
مَرْضٌ	بیماری ہے	اَنْهُمْ	انہوں نے	كَاهَنَهُمْ	پس بہرہ کر دیا ان کو
يَنْظُرُوْنَ	دیکھتے ہیں وہ	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ سے	وَاعْمٰی	اور اندھا کر دیا
اِلَيْكَ	آپ کی طرف	لَكَ اِنْ خَافَ	(تو) البتہ بہتر ہوتا	اَنْصَارَهُمْ	ان کی آنکھوں کو
نَظَرٌ	(جیسے) دیکھنا	لَهُمْ	ان کے لئے	اَفَلَا يَكْفُرُوْنَ	کیا پس نہیں غور کرتے وہ
الْمُعْشَوٰی	اس کا کہ چھائی ہوئی ہو	فَهَلْ	پس کیا	الْقُرْآنِ	قرآن میں
عَلَيْهِ	اس پر	عَسَيْتُمْ	امید کرتے ہو تم	اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ	یادلوں پر
وَمِنَ الْمَوْتِ	موت	اِنْ تَوَلَّيْتُمْ	اگر اتر رہا ہو تم	اَفَقَالُهَا	ان کے تالے ہیں!

(۱) مُحْكَمَةٌ: اسم مفعول، جمع مُحْكَمَات، مصدر اِحْكَام: مضبوط کرنا، پختہ کرنا، مُحْكَمَةٌ: قرآن کی اصطلاح ہے، اس کی حج سورۃ آل عمران (آیت ۷) میں آئی ہے، اس کا مقابل متشابہات ہے، محکم: وہ کلام ہے جس کے ایک ہی معنی ہوں، دوسرے معنی کا احتمال نہ ہو، اور جس کلام کے متعدد معانی ہو سکتے ہوں وہ قشابہ ہے (۲) نَظَرٌ: منصوب بزرع خافض ہے ای کسظور (۳) الْمُعْشَوٰی: الف لام بمعنی اللہ، اصل میں مُعْشَوٰی تھا، واو کو یاد بنا کر یاد میں اوقام کیا، پھر ما قبل کو سرہ دیا، جیسے مَعْنٰی اصل میں مَعْنَوٰی تھا، عَشِي (س): بے ہوشی طاری ہونا (۴) مِنَ الْمَوْتِ: من بیانیہ الْمُعْشَوٰی میں الف لام بمعنی اللہ کا بیان ہے (۵) اُولٰی (اسم تفصیل) کا صلہ جب لام آتا ہے تو دھمکی کے لئے ہوتا ہے، یعنی خرابی اور برائی سے زیادہ قریب، زیادہ مستحق (۶) طَاعَةٌ وقول معروف، مبتداء، اور خبر محذوف ہے، ای امثل بکم من غیر ہما (۷) عَسٰی: افعال مقاربہ میں سے رہا و امید کے معنی کے لئے ہے، ضمیر تم اس کا اسم ہے، اور ان نفسلو اخیر ہے، اور ان قولیعم: جملہ مقررہ ہے (۸) تَوَلَّی السُّلْطَةُ: اقتدار سنبھالنا، حاکم بننا، شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ نے ترجمہ کیا ہے: اگر تم کو حکومت مل جائے“ (۹) اَفَقَالُهَا کی ضمیر قلوب کی طرف لوٹتی ہے، دلوں کے تالے جیسے دروازوں کے تالے،

جب جہاد کی اجازت ملی تو منافقین پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھنے لگے!

کئی دور میں مسلمان ناقابل بیان عظیم دہم سے رہے، اس وقت جوابی کارروائی کی اجازت نہیں تھی، ہاتھ روک کر رکھنے کا حکم تھا۔ سورۃ الحجۃ (آیات ۹۳ و ۹۵) میں: ﴿فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ ۚ اِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا ۚ وَاَعْرَضْ وَاعْرِضْ عَلَيْنَا غَدَقَتْنَا ۚ لَئِنَّا كَافٍ﴾ آپ ﷺ کے آپ ڈنکے کی چوٹ وہ بات بیان کریں جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے، اور مشرکوں سے رخ پھیر لیں، ہم آپ کی طرف سے ان ہنسی اڑانے والوں سے نمٹ لیں گے۔ پھر جب مسلمانوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تب بھی کافروں نے پیچھا نہیں چھوڑا، انھوں نے مدینہ پر چڑھائی کی تیاری شروع کر دی، تفصیل ہدایت القرآن (۵: ۲۸۴) میں ہے، اس وقت مسلمانوں نے چاہا کہ جوابی کارروائی کی اجازت ملے تو مشرکوں کو ترکی بہ ترکی جواب دیں، چنانچہ سورۃ الحجۃ کی (آیت ۳۹) نازل ہوئی: ﴿اَوَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ اَلْحَدِيثُ الَّذِي نَزَّلْنَا بِتَأْمِينِكُمْ مُطْمَئِنِّينَ﴾ (لڑنے کی) اجازت دی گئی ان لوگوں کو جن کے ساتھ جنگ کی جاتی ہے، اس وجہ سے کہ وہ مظلوم ہیں۔

جب جہاد کا یہ حکم آیا تو منافق اور کچے لوگوں پر بھاری ہوا، خوف زدہ اور بے رونق آنکھوں سے پیغمبر کی طرف دیکھنے لگے کہ کاش! ہم کو اس حکم سے معاف رکھیں، بے حد خوف میں بھی آنکھ کی رونق نہیں رہتی، جیسے مرتے وقت آنکھوں کا نور جاتا رہتا ہے (موضح)

﴿وَيَقُولُ الَّذِينَ اٰمَنُوا لَوْلَا نُنَزِّلُ سُورَةً ۚ فَاَآءَا نُنَزِّلُ سُورَةً مُّخَصَّصَةً وَّذَكَرَ فِيهَا الْقِتَالَ ۚ رَاٰتِىَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاَوَّلَ لَهْمٍ ۝۶﴾ ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے وہ کہتے ہیں: ”کیوں نہیں کوئی سورت اتاری گئی؟“ جس میں جہاد کی اجازت ہو۔ پھر جب محکم الدلالہ سورت نازل کی گئی اور اس میں جہاد کا ذکر کیا گیا۔ یعنی جہاد کا واضح حکم آیا جس میں دوسرے معنی کا استعمال نہیں تھا، استعارہ کنایہ کی گنجائش نہیں تھی۔ تو آپ نے ان لوگوں کو دیکھا جن کے دلوں میں روگ (نفاق) ہے کہ وہ آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں جیسے وہ غصہ دیکھتا ہے جس پر موت کی بے ہوشی طاری ہو۔ یعنی ان کے ہوش اڑ گئے، وہ حواس باختہ ہیں کہ اب کیا ہوگا؟ اب تو جہاد کے لئے کلنا ہی پڑے گا، ورنہ بھانڈا پھوٹ جائے گا۔ سو کم بختی ہو ان کے لئے! — ناس ہو جائے ان بزدلوں کا!

جہاد کے تعلق سے مسلمانوں کی ذمہ داری

عام حالات میں جب جہاد نہ ہو رہا ہو امیر کی اطاعت اور بھلی بات یعنی لوگوں کو جہاد کے لئے تیار رہنے کی تلقین کرنا ضروری ہے، پھر جب جہاد کا قطعی فیصلہ ہو جائے تو اس کے لئے کلنا اور جم کر دشمن کا مقابلہ کرنا ضروری ہے، اس وقت

مسلمانوں کو چاہئے کہ خود کو اللہ کے سامنے سچا ثابت کریں، اور سرفروشی کا جو عہد کیا ہے اس کو پورا کریں، یہ صورت ان کے لئے بہتر اور بھلائی کی ہے۔

﴿طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَعْرُوفٌ ۚ فَإِذَا عَزَمْتَ الْأَمْرَ فَلَوْ صَدَقُوا اللَّهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۝﴾

ترجمہ: اطاعت اور بھلی بات (چاہئے) پھر جب (جہاد کا) قطعی فیصلہ ہو جائے تو اگر وہ اللہ کے سامنے سچے ثابت ہوں تو وہ یقیناً ان کے لئے بہتر ہوگا۔

اسن عالم کے لئے اسلامی حکومت ضروری ہے، اور وہ جہاد سے قائم ہوگی

پھر منافقین کا ایک غلبان دور کرتے ہیں، وہ یہ خیال کر سکتے ہیں کہ ابھی مکہ کے کفار برسرِ اقتدار ہیں، ہم اگر جہاد کر کے ان سے حکومت چھین لیں گے تو کیا حاصل ہوگا؟ نام بدل جائے گا، کام تو وہی رہے گا، اسلامی حکومت بھی وہی کام کرے گی جو کافروں کی حکومت کر رہی ہے، پھر شیطان اکبر ہی کا اقتدار کیوں نہ مان لیں، جاںیں کیوں کھویں!

اس کا جواب دیتے ہیں کہ اسلامی حکومت کافروں کی حکومت کی طرح نہیں ہوگی، وہ تو زمین میں فساد مچاتے ہیں، نبی ﷺ اور مہاجرین کے ساتھ رشتہ نانا بھی توڑ لیا ہے، تو کیا اسلامی حکومت بھی یہی کام کرے گی؟ ہرگز نہیں! اسلامی حکومت تو اس عالم کی ضامن ہے، اس کا منشور سورۃ الحج (آیت ۴۱) میں آیا ہے: ﴿الَّذِينَ إِذَا مَكَاتُهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ یعنی اگر سچے مسلمانوں کی حکومت قائم ہوگی تو مسجدیں آباد اور نئے روفق ہو جائیں گی، زکات کی ادائیگی عام ہو جائے گی، اور اس کی تقسیم کا ایسا نظام بن جائے گا کہ کوئی تنگ بھوکا نہیں رہے گا، نیک کاموں کا چلن ہوگا، اور برائیاں دم توڑ دیں گی، اور دنیا جنت کا نمونہ بن جائے گی، پھر تم جہاد سے کیوں کتر رہے ہو، تم بڑا عدا، دنیا میں اس قائم کرنا تو دنیا کی ضرورت ہے!

﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتَقَطَّعُوا أَرْصَامَكُمْ ۝﴾

ترجمہ: پس کیا تم امید کرتے ہو — اگر تم اقتدار سنبھالو — کہ تم ملک میں خرابی پھیلاؤ گے، اور رشتہ داری کو پامال کرو گے!

کسی کو جہاد کے فوائد نظر نہ آئیں تو وہ قرآن کا مطالعہ کرے

منافقین پر ادا بار پڑا ہے، ان کی آنکھیں اندھی ہو گئی ہیں، کان، بہرے سمجھ گئے ہیں، اور دلوں پر تالے پڑ گئے ہیں، ان کو جہاد کے فوائد نظر نہیں آتے، ان کو قرآن کریم کا بغور مطالعہ کرنا چاہئے، اگر توفیق ملی تو ان کی سمجھ میں آجائے گا کہ جہاد میں بے شمار دنیوی اور اخروی فوائد ہیں۔

﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِاللهِ فَأَعْتَبَهُمْ وَاعْلَبُوا أَنْبَارَهُمْ ۖ أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَظِيَ قُلُوبُكُمْ أَتَقْفَا لَهَا ۙ﴾

ترجمہ: یہ (منافقین) کوہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے، پس ان کو بہرہ کر دیا، اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا، پس کیا وہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے، یا دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں!

إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ الشَّيْطَانُ سَوَّلَ وَأَعْلَىٰ لَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ ۖ وَاللهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ ۚ فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ اتَّبَعُوا مَا أَصْحَبَ اللهُ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ فَاحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ۖ

إِنَّ الَّذِينَ	بے شک جو لوگ	لَهُمْ	ان کے لئے	الله	اللہ تعالیٰ نے
ارْتَدُّوا ^(۱)	الٹے پھر گئے	وَأَعْلَىٰ ^(۲)	اور کسی امید دلائی	سَنُطِيعُكُمْ	(کہ) عنقریب مانیں
عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ	اپنی پیٹھوں پر	لَهُمْ	ان کو	بَعْضِ الْأَمْرِ	کے ہم تمہاری
مِن بَعْدِ ^(۳)	بعد	ذَٰلِكَ	یہ بات	وَالله	بعض باتیں
مَا تَبَيَّنَ	واضح ہونے	بِأَنَّهُمْ	بائیں وجہ ہے کہ انھوں نے	يَعْلَمُ	اور اللہ تعالیٰ
لَهُمْ	ان کے لئے	قَالُوا	کہا	إِسْرَارَهُمْ ^(۵)	جانتے ہیں
الْهُدَىٰ	ہدایت	لِلَّذِينَ	ان لوگوں سے جنھوں نے	فَكَيْفَ	ان کی سرگوشیاں
الشَّيْطَانُ	شیطان نے	كَرِهُوا	ناپسند کیا	لَا ذَا	پس کیا حال ہوگا
سَوَّلَ ^(۴)	حرین کیا	مَا نَزَّلَ	اس کو جو اتارا	جِب	جب

(۱) ارْتَدُّوا عَلَىٰ غَيْبِهِ/ عَلَىٰ ذُبُّوہ: مقابلہ سے ہٹ جانا، پیٹھ دکھانا، ارْتَدُّوا عَنْ دِينِهِ: مذہب چھوڑ دینا (۲) من: حرف جر: ارتدوا سے متعلق، بعد: مضاف مجرور، مانعین: ما مصدر یہ، تبیین: بتا دینا، مصدر ہو کر مضاف الیہ، الہدی: تبیین کا مفعول یہ (۳) سَوَّلَ تسویلا: بری بات کو اچھی شکل میں پیش کرنا، اور اس پر افسانہ، برائی حرین کرنا۔ الشیطان: مبتدأ، جملہ سول: خبر، پھر جملہ اسمیہ خبریہ ان الذین کی خبر (۴) اِصْلَاء: گمراہی میں ڈھیل دینا، لیس امید دلانا۔ (۵) اِصْرَاو: مصدر: بخفیہ بات کرنا۔

تَوَفَّيْهُمْ الْمَلَائِكَةُ يَعْبُرُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَذْنَابَهُمْ	جانیں وصول کریں گے فرشتے مارتے ہو گئے ان کے چہروں اور ان کی پیٹھوں پر	ذَلِكَ يَا أَيُّهَا الْبُغَا مَنَا أَسْحَطَ	یہ سزا بائیں وجہ ہے کہ میردی کی انھوں نے اس کی جس نے سخت ناراض کیا	اللَّهُ وَكِرْهُوا رِضْوَانَهُ فَأَسْحَطَ أَعْمَاهُمْ	اللہ کو اور ناپسند کیا انھوں نے اللہ کی خوشنودی کو پس اکارت کر دیئے ان کے کام
--	---	---	--	---	---

جہاد میں پیٹھ پھیرنے کی وجہ اور اس کی سزا

کبھی مسلمان بھی جہاد سے پیٹھ پھیرتے ہیں، راستے سے لوٹ آتے ہیں یا میدان چھوڑ دیتے ہیں، ان کو شیطان پٹی پڑھاتا ہے، بری بات بھلی کر کے دکھاتا ہے، جیسے مشرکوں کے لئے شرک کو حزن کرتا ہے یا جیسے بدکاروں کے لئے بدکاری کو دلچسپ بناتا ہے، اسی طرح شیطان ان لوگوں کو سمجھاتا ہے کہ لوٹ جاؤ بہت دنوں تک جیو گے، اور شریک ہوؤ گے یا میدان میں ڈٹے رہو گے تو مارے جاؤ گے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کا دشمنوں کے حق میں نرم گوشہ ہوتا ہے، وہ دشمن جو اللہ کے نازل کئے ہوئے دین کو ناپسند کرتے ہیں ان کے ساتھ رازداریاں ہوتی ہیں کہ ہم کچھ تمہاری بھی رعایت کریں گے، جیسے جنگ احد میں تین سو افراد اس وقت لشکر اسلام سے الگ ہوئے جب مسلمان کافروں کی زد پر پہنچ گئے، ان کا مقصد یہ تھا کہ کافروں کا حوصلہ بڑھے، اور مجاہدین کی ہمت ٹوٹے، اسی طرح منافقین نے بنو نضیر سے کہہ رکھا تھا کہ اگر تم نکالے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے، اور تمہارے معاملہ میں ہم کسی کی بات نہیں سنیں گے، اور تمہارے ساتھ جنگ کی جائے گی تو ہم تمہاری مدد کریں گے (سورۃ الحشر آیت ۱۱) اس قسم کا نرم گوشہ پیٹھ پھیرنے کا سبب بنتا ہے، اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ سب رازداریاں معلوم ہیں، ان سے کوئی بات مخفی نہیں۔

اور ان لوگوں کی سزا یہ ہے کہ جب فرشتے ان کی جانیں نکالیں گے تو ان کے چہروں پر اور پیٹھوں پر جوت، بجائیں گے، عذاب: قبر سے شروع ہوتا ہے، مگر ان کا عذاب نزع سے شروع ہو جائے گا، کیونکہ ان کا یہ عمل یعنی پیٹھ پھیرنا اللہ کو سخت ناپسند ہے، اور ان لوگوں نے اس کو اپنایا ہے، اور جہاد میں جم کر لڑنا اللہ کو پسند ہے اور وہ ان کو ناپسند ہے، اس لئے اللہ نے ان کے سارے اعمال کا لحد کر دیئے، ان کا نام کا ایمان اور ظاہری اعمال ان کے لئے کچھ نفع بخش نہیں ہونگے۔

آیات پاک: — بے شک جن لوگوں نے پیٹھ پھیری، اس کے بعد کہ ہدایت ان کے لئے واضح ہو گئی — یعنی وہ مسلمان ہیں — شیطان نے ان کے لئے بری بات مزین کی اور ان کو لمبی امید دلائی — یہ ایک وجہ ہے،

دوسری وجہ: — یہ بات بایں وجہ ہے کہ ان لوگوں نے کہا ان لوگوں سے جنہوں نے ناپسند کیا اس دین کو جو اللہ نے نازل کیا ہے — خواہ وہ مشرک ہوں یا اہل کتاب — کہ ہم کچھ باتوں میں تمہارا کہنا مانیں گے — یعنی تمہاری رعایت کریں گے — اور اللہ تعالیٰ ان کی رازداریاں جانتے ہیں — ان سے کوئی بات مخفی نہیں، وہ ان کو ان سرگوشیوں کی ضرورت سزا دیں گے — پس کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی جانیں نکال رہے ہوں گے، مار رہے ہوں گے ان کے چہروں پر اور ان کی پٹھوں پر؟ — یعنی اس وقت ان کا ناک میں دم آجائے گا، اور ہاتھوں کے طوطے اڑ جائیں گے — یہ سزا بایں وجہ ہے کہ انہوں نے پیروی کی اس بات کی جس نے اللہ کو سخت ناراض کیا — یعنی جہاد سے پیٹھ پھیرنا — اور انہوں نے اللہ کی خوشنودی کو ناپسند کیا — یعنی جم کر جہاد نہیں کیا — اس لئے اللہ نے ان کے اعمال کا عدم کردیئے — یعنی ان کے کسی عمل نے ان کو دوسری زندگی میں فائدہ نہیں پہنچایا۔

أَمْرٌ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ أَنْ لَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ أَضْعَافَهُمْ ۖ وَلَوْ نَشَاءُ لَأَرَيْنَاكَهُمْ فَتَعَرَّفْتَهُمْ بِسِيمَاهُمْ ۖ وَلَتَعَرَّفْتَهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ ۖ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ ۖ وَلَتَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْمُجْهِدِينَ مِنْكُمْ وَالضَّاهِقِينَ ۖ وَتَبْلُوًا أَجْبَارَكُمْ ۖ

أَمْرٌ حَسِبَ	کیا گمان کیا	لَا زَيْنَ لَهُمْ	ضرور دکھائیں ہم	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ
الَّذِينَ	ان لوگوں نے	فَلَتَعَرَّفْتَهُمْ	آپ کو وہ لوگ	يَعْلَمُ	جانتے ہیں
فِي قُلُوبِهِمْ	جن کے دلوں میں	بِسِيمَاهُمْ	پس ضرور پہچان لیں	أَعْمَالَكُمْ	تمہارے کاموں کو
مَرَضٌ	روگ ہے	بِسِيمَاهُمْ	آپ ان کو	وَلَتَبْلُوَنَّكُمْ ^(۴)	اور ضرور آزمائیں گے
أَنْ لَنْ	کہ ہرگز نہیں	وَلَتَعَرَّفْتَهُمْ	ان کی علامتوں سے	نَعْلَمُ	ہم تم کو
يُخْرِجَ	نکالیں گے	وَلَتَعَرَّفْتَهُمْ	اور ضرور پہچان لیں	الْمُجْهِدِينَ	یہاں تک کہ
اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	فِي لَحْنِ الْقَوْلِ	آپ ان کو	الْمُجْهِدِينَ	جائیں ہم
أَضْعَافَهُمْ ^(۱)	ان کے کیوں کو	الْقَوْلِ	ڈھب میں	وَالضَّاهِقِينَ	جہاد کرنے والوں کو
وَلَوْ نَشَاءُ	اور اگر چاہیں ہم		بات کے	مِنْكُمْ	تم میں سے

(۱) اضعافان: ضیق کی جمع۔ دل کی سخت مار آہنگی، کینہ، عداوت (۲) السَّيْمَا: علامت، خاص نشان۔ (۳) اللَّحْن: طرز ادا، لہجہ، بات کا انداز۔ (۴) يَبْلُوَنَّ يَبْلُوًا: آزماتا، برتنا، گرفتار مصیبت کرنا۔

وَالضَّالِّينَ أَجْبَارُكُمْ

اور پرکھیں ہم

وَنَبْلُوهُمَا

اور میر کرنے والوں کو

تمہارے احوال کو

منافقوں کے دلوں کا کھوٹ ظاہر ہو کر رہے گا

منافقین اپنے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں سے جو عداوتیں اور کینے رکھتے ہیں: کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ دلوں میں پنہاں ہی رہیں گے، اللہ تعالیٰ ان کو طشت از باہم نہیں کریں گے؟ اور مسلمان ان کے مکرو فریب پر مطلع نہیں ہو گئے؟ ہرگز نہیں! ان کا خبث باطن ظاہر ہو کر رہے گا، اور اللہ تعالیٰ چاہیں تو تمام منافقین کو نام بہ نام مشخص کر سکتے ہیں، مگر ان کی حکمت اس کو مشتغبی نہیں، اس دنیا میں پردہ پڑا ہوا ہے، دوسری دنیا میں پردہ اٹھ جائے گا، ویسے اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو نور فرست عطا فرمایا ہے، آپ چہرے بشرے سے ان کو پہچان لیتے ہیں، اور آگے چل کر ان لوگوں کے طرز کلام سے مزید پہچان ہو جائے گی، منافق اور غلط کا طرز گفتگو عطا وعدہ ہوتا ہے، غلطی کی باتوں میں جو اخلاص ہوتا ہے منافق کتنی بھی کوشش کرے اپنے کلام میں اس کو پیدا نہیں کر سکتا (ماخوذ از فوائد عثمانی)

﴿أَمْرٌ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ أَنَّ لَكَ يُخْرِجُهُ اللَّهُ أَصْفَاءَ لَهُمْ ۖ وَكُوْنُ نَشَأَ لَا رَيْنَ لَكُمْ ۖ فَلَهُمْ فَتُهُمْ ۖ لِيَبْهِتَهُمْ ۖ وَلَنُفَعِّلَنَّ فِي تَحِيْنِ الْقَوْلِ ۖ﴾

ترجمہ: کیا خیال کرتے ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی ان کی دلی عداوتوں کو ظاہر نہیں کریں گے؟ اور اگر ہم چاہیں تو آپ کو ان کا پورا پتہ بتا دیں، پس آپ نے ان کو ان کی علامتوں سے تو پہچان لیا ہے، اور آپ آئندہ ان کو ان کے طرز کلام سے پہچان لیں گے۔

جہاد کا حکم ایک آزمائش ہے

بندوں کی کوئی بات اللہ تعالیٰ سے چھپی ہوئی نہیں، تاہم جہاد کا حکم دیا ہے، اس سے آزمائش مقصود ہے کہ کون اللہ کے راستہ میں لڑتا ہے، اور کون اس امتحان میں ثابت قدم رہتا ہے، اور کون ایسا نہیں، اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ ہر ایک کے ایمان و اطاعت کا وزن کھل کر لوگوں کے سامنے آجائے، اور لوگوں کے اندرونی احوال عملاً محقق ہو جائیں۔

﴿وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ ۖ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْمُجْتَهِدِينَ مِنْكُمْ ۖ وَالضَّالِّينَ ۖ وَنَبْلُوَنَّكُمْ ۖ﴾

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو جانتے ہیں، اور ہم ضرور تمہاری آزمائش کریں گے، یہاں تک کہ ہم جان لیں — یعنی لوگوں کو دکھلا دیں — تم میں سے جہاد کرنے والوں کو، اور ثابت قدم رہنے والوں کو، اور ہم تمہارے احوال کو جانچیں گے!

لَا الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقُّوا الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ

لَهُمُ الْهُدَى ۚ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا وَسَيُجِطُّ أَعْمَالُهُمْ ۝ يَأْتِيهَا الَّذِينَ
آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ۝ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا
وَصَدَّوْا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ مَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ۝

لَنْ يَضُرُّوا	لَنْ	اللہ کو	اللہ	بے شک جن لوگوں نے	لَنْ يَضُرُّوا
وَصَدَّوْا	الَّذِينَ	کچھ بھی	شَيْئًا	انکار کیا	وَصَدَّوْا
عَنْ سَبِيلِ	كَفَرُوا	اور غریب اکارت	وَسَيُجِطُّ	اور روکا انھوں نے	عَنْ سَبِيلِ
اللَّهُ	وَصَدَّوْا	کریں گے وہ	أَعْمَالُهُمْ	اللہ کے	اللَّهُ
وَشَا قُوا	عَنْ سَبِيلِ	ان کے کاموں کو	يَأْتِيهَا الَّذِينَ	اور مخالفت کی انھوں نے	وَشَا قُوا
الرَّسُولَ	اللَّهُ	اے وہ لوگو جو	آمَنُوا	اللہ کے رسول کی	الرَّسُولَ
مِنْ بَعْدِ	ثُمَّ مَاتُوا	ایمان لائے	أَطِيعُوا	بعد	مِنْ بَعْدِ
مَا تَبَيَّنَ	وَهُمْ	اطاعت کرو	اللَّهُ	واضح ہونے کے	مَا تَبَيَّنَ
لَهُمْ	كُفَّارٌ	اللہ کی	وَأَطِيعُوا	ان کے لئے	لَهُمْ
الْهُدَى	فَلَنْ	اور اطاعت کرو	الرَّسُولَ	ہدایت ہے	الْهُدَى
لَنْ يَضُرُّوا	يَغْفِرَ	اللہ کے رسول کی	وَلَا تُبْطِلُوا	ہرگز نقصان نہیں	لَنْ يَضُرُّوا
	اللَّهُ	اور مت ضائع کرو	أَعْمَالَكُمْ	پہنچائیں گے وہ	
	لَهُمْ	اپنے کاموں کو			

چھپے کافر کیا کھلے کافر بھی دین کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے

چھپے کافر یعنی منافقین آہستہ کے سانپ ہیں، وہ مسلمانوں کی صفوں میں گھسے ہوئے ہیں، وہ چھپ کر مسلمانوں پر وار کرتے ہیں، اور نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں، مگر ان سے کچھ نہیں ہو سکتا، بلکہ کھلے کافر جو برسرِ پیکار ہیں وہ بھی اسلام کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، ان کی ساری محنتیں اللہ تعالیٰ رائگاں کر دیتے ہیں، مجاہدین ان کی ذرا پرواہ نہ کریں۔

(۱) مِثْلَهُ مِثْلَهُ: مخالفت کرتا (۲) الرِّسُولُ: کا الف لام عہدی ہے (۳) مَنْ: شاقو اے متعلق ہے، اور بعد: مضاف ہے، ماتبین: ما: مصدر یہ، اور فعل بتاویل مصدر ہو کر مضاف الیہ، لہم: صلہ الہدی: تبیین کا مقبول ہے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقَّوا الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ ۖ كُنْ يَصْغُرُوا اللَّهُ سِغَاةً وَسَيُحْطُ أَعْمَالُهُمْ ۝﴾

ترجمہ: بے شک جن لوگوں نے دین اسلام کو نہیں مانا، اور انھوں نے اللہ کے راستے سے روکا، اور انھوں نے اللہ کے رسول کی مخالفت کی — اور اس سے برسرِ پیکار ہو گئے — ان کے لئے ہدایت واضح ہو جانے کے بعد — یعنی دلائل عقلیہ و نقلیہ سے دین اسلام کی حقانیت واضح ہو جانے کے بعد — وہ لوگ اللہ کے دین کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، اور اللہ تعالیٰ عنقریب ان کی کوششوں کو طیامیٹ کر دیں گے — پس تم جم کر مقابلہ کرتے رہو۔

حکم عدولی محنت پر پانی پھیر دیتی ہے

چھپے کھلے دشمن تو اسلام کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، البتہ جہاد میں امیر کی حکم عدولی مجاہدین کی محنت پر پانی پھیر دیتی ہے، اس سے بچنا نہایت ضروری ہے، غزوہ احد میں جنگ شروع ہوتے ہی مجاہدین نے پالا مار لیا تھا، مگر نبی ﷺ نے پچاس تیر اندازوں کا دستہ ایک پہاڑی پر مقرر کر دیا تھا، اور ان کو حکم دیا تھا کہ خواہ کچھ بھی ہو: ہم جیتیں یا ہاریں: تمہیں وہاں سے نہیں ہٹنا، مگر جب کفار میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے تو مجاہدین غنیمت سمیٹنے لگے، اور اس دستہ میں سے چالیس آدمی لوٹ آئے، خالد بن ولید نے جو اس وقت کافر تھے مورچہ خانی دیکھ کر پہاڑ کے پیچھے سے چکر کاٹ کر عقب سے حملہ کر دیا، اور جنگ کا پانسہ پلٹ گیا، ستر صحابہ شہید ہو گئے، اور نبی ﷺ بھی زخمی ہو گئے، اس لئے اللہ پاک حکم دیتے ہیں کہ اللہ کا کہنا مانو، اس کا ذکر اس لئے کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا حکم اللہ کا حکم ہے، پھر فرمایا: اللہ کے رسول کا کہنا مانو، کیونکہ آپؐ نے وحی متلوئے حکم نہیں دیا تھا، بلکہ وحی غیر متلوئے حکم دیا تھا، جس کی اطاعت اسی طرح ضروری تھی جیسی وحی متلوئی اطاعت ضروری ہے، پھر آخر میں قاعدہ کلیہ بیان کیا کہ اپنے کاموں کا ناس مت مارو، حکم عدولی کر کے مجاہدین کی محنت ضائع مت کرو۔

فائدہ (۱): اب رسول کی جگہ امیر لے گا، اس کا حکم ماننا بھی ضروری ہے، بس ایک شرط ہے کہ اس کا حکم شریعت کے خلاف نہ ہو، اس کے علاوہ ہر حکم ماننا ضروری ہے۔

فائدہ (۲): ﴿وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ﴾: ایک عام ضابطہ ہے، احتلاف نے اس سے یہ مسئلہ مستحب کیا ہے کہ نفل عبادت خواہ نماز ہو یا روزہ اگر عذر سے یا بلا عذر توڑ دی جائے تو اس کی قضا واجب ہے، اور بغیر عذر توڑنے میں گناہ بھی ہوگا، جیسے چاروں ائمہ نے: ﴿لَا يَمْسُهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ﴾: سے مسئلہ مستحب کیا ہے کہ بے وضو قرآن کو چھونا جائز نہیں۔ حالانکہ آیت لوح محفوظ کے بارے میں ہے، مگر الفاظ عام ہیں، اور اعتبار الفاظ کے عموم کا ہوتا ہے، خاص مورد کا اعتبار نہیں ہوتا، اسی طرح یہ آیت اگرچہ جہاد کے تعلق سے ہے مگر الفاظ عام ہیں، اس لئے احتلاف نے آیت سے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو، اور اپنے اعمال کا ناسخ مت مارو!

جہاد کافروں کو جہنم سے بچانے کے لئے ہے

یہ بات طے ہے کہ جس کی موت کفر و شرک کی حالت میں ہوگی اس کی کبھی بخشش نہیں ہوگی، پس جہاد اس لئے ہے کہ لوگوں کو ایمان کی دولت ملے، اور وہ جنت کے حقدار بنیں، جہاد لوگوں کے لئے رحمت ہی رحمت ہے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ مَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ﴾

ترجمہ: بے شک جن لوگوں نے دین اسلام کو نہیں مانا، اور انھوں نے اللہ کے راستے سے روکا، پھر وہ کافر ہی مر گئے، تو اللہ تعالیٰ ان کو کبھی بھی بخشش گے! — انھوں نے اللہ کے راستہ سے روکا: یعنی وہ کفر کافر ہیں، کفر کے سرغنہ ہیں، جب جہاد کے ذریعہ وہ روک ہٹ جائے گی تو دوسروں کو ایمان کی دولت نصیب ہوگی، اور ممکن ہے وہ بھی ایمان سے بہرہ ور ہوں۔

فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلَامِ ۚ وَأَنْتُمْ بِالْأَعْلُونَ ۚ وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَتَرَكَكُمْ أَعْمَالَكُمْ ۝
إِنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهُوَ ۖ وَلَنْ تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا يُؤْتِكُمْ أَجُورَكُمْ وَلَا يَسْتَأْذِنُكُمْ أَمْوَالَكُمْ ۝

فَلَا تَهِنُوا ^(۱) وَتَدْعُوا ^(۲) إِلَى السَّلَامِ وَأَنْتُمْ الْأَعْلُونَ ^(۳)	پس کمزور مت پڑو اور مت بلاؤ صلح کی طرف اور تم سر بلند ہو	وَاللَّهُ مَعَكُمْ ^(۴) وَلَنْ يَتَرَكَكُمْ ^(۵) أَعْمَالَكُمْ إِنَّمَا	اور اللہ تمہارے ساتھ ہیں اور ہرگز تم نہیں کریں گے تمہارے کاموں کو اس کے سوا نہیں	الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهُوَ ۖ وَلَنْ تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا يُؤْتِكُمْ	دنیا کی زندگانی کھیل اور تماشہ ہے اور اگر ایمان لائے تم اور بچتے رہو تم تو دیں گے وہ تم کو
---	--	---	--	--	--

(۱) ف: باجہد کے ماسبق پر ترتیب کے لئے ہے، یعنی جب تم لوگوں کی بہبودی کے لئے جہاد کر رہے ہو تو ہمت کیوں ہار رہے ہو، اور صلح کی طرف کیوں مائل ہو رہے ہو؟ (۲) تدعوا: مجزوم پر معطوف ہے، پس لایمیاں بھی آئے گا۔ (۳) الْأَعْلُونَ: اصل میں الْأَعْلُونَ تھا، تعلیل کی وجہ سے پہلے واو کو الف سے بدلا، پھر دوسرا انکس کے اجتماع کی وجہ سے الف گر گیا (۴) كَوْتَرْتُمْ (ض) وَتَوَارَاتُوا فَلَا تَحْقِقْ: کسی کے حق میں کمی کرنا، اور اعمال سے مراد جہاد ہے یعنی غنیمت سے محروم نہیں رہو گے

اُجُورُكُمْ^(۱) تمہارا بدلہ

وَلَا يَنْتَظِرُكُمْ

اور نہیں مانگیں گے تم سے

اَمْوَالُكُمْ

تمہارے اموال

دو صورتوں میں دشمن سے صلح جائز نہیں

اول: — کم ہمتی کی وجہ سے — جب مجاہدین لوگوں کی بہبودی کے لئے جہاد کر رہے ہیں تو ہمت کیوں ہاریں؟ جب مقصد بلند ہے تو ہمت بھی بلند ہونی چاہئے، پس مجاہدین بوداپن کی وجہ سے صلح کی پیش کش نہ کریں، ہمت مردان مدّ خدا! جیت تمہاری ہوگی، اور غنیمت بھی ملے گی، ارشاد فرماتے ہیں: — پس — یعنی جب جہاد لوگوں کو جہنم سے بچانے کے لئے ہے تو — ہمت مت ہارو، اور صلح کی طرف مت بلاؤ — یعنی پیش قدمی مت کرو — اور تم ہی غالب رہو گے — یعنی ہمت کر کے لڑو، میدان تم مارو گے — اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہیں — اور جدھر رب اُدھر سب! — اور وہ تمہارے اعمال میں ہرگز کمی نہیں کریں گے — یعنی جدو جہد کا پورا نتیجہ نکلے گا، نامر آنہیں ہوؤ گے۔

دوم: — دنیوی مفاد کے لئے — اگر دشمن مال و منال کی پیش کش کرے تو اس کی خاطر بھی صلح مت کرو، کیونکہ دنیا کی حقیقت کھیل تماشا ہے زیادہ نہیں، ایسی ناپائیدار چیز پر کیا رال بٹکانی! اگر تم ایماندار اور تقویٰ شعار رہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں عوض عنایت فرمائیں گے، جو صلح کے مال سے بہتر ہوگا، اور وہ غنیمت تمہارے لئے حلال ہوگی اور اللہ تعالیٰ تم سے وہ اموال نہیں لیں گے، جیسا گذشتہ امتوں سے لینے تھے۔

فائدہ (۱): گذشتہ امتوں کے لئے غنیمت حلال نہیں تھی، جو غنیمت جہاد میں حاصل ہوتی تھی اس کو خاص جگہ جمع کر دیا جاتا، پھر آسمان سے سفید آگ آتی اور اس کو خاکستر کر دیتی، اور وہ قبولیت کی علامت ہوتی، اس امت کے لئے غنیمت حلال کی گئی، چار انہاس تو مجاہدین کا حصہ ہیں، اور ایک فُس حکومت لیتی ہے وہ بھی ناداروں کا حصہ ہے (تفصیل تحفۃ القاری ۲: ۱۳۳) میں ہے

فائدہ (۲): شرعی مصلحت سے صلح کرنا جائز ہے، نبی ﷺ نے حدیبیہ میں مشرکین مکہ سے صلح کی ہے، جو فتح مبین کا پیش خیمہ ثابت ہوئی، ممانعت کم ہمتی اور دنیوی منافع کی وجہ سے صلح کرنے کی ہے۔

آیت کریمہ: — دنیوی زندگی تو محض کھیل تماشا ہے! — اس کو غیر معمولی اہمیت مت دو، اور اس کی خاطر صلح مت کرو — اور اگر تم ایمان اور تقویٰ اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو تمہارا بدلہ دیں گے — غنیمت کے ذریعہ نہال کر دیں گے — اور تم سے تمہارے اموال طلب نہیں کریں گے — تمہارے اموال: مال غنیمت کو مجاہدین کا مال قرار دیا — طلب نہیں کریں گے: یعنی وہ اموال تمہارے لئے حلال ہونگے۔

(۱) اجود سے مراد غنیمت ہے اور اموال سے بھی وہی مراد ہے۔

إِنْ يَسْأَلْكُمُوهَا فَيُحْفِكُمْ تَبَخَّلُوا وَبِخْرَجِ أَصْعَا نَكُمْ ۖ هَٰذَا نَتْمُ هَٰؤُلَاءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوا
فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَمِنْكُمْ مَنْ يَبْخُلُ ۚ وَمَنْ يَبْخُلْ فَإِنَّمَا يَخِلْ عَنْ نَفْسِهِ
وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمْ الْفُقَرَاءُ ۚ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۖ ثُمَّ لَا
يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ ۝

۸

اگر	لِتُنْفِقُوا	تا کہ خرچ کرو	الغنی	بے نیاز ہیں
مانگیں تم سے وہ اموال	فِي سَبِيلِ اللَّهِ	راہِ خدا میں	وَأَنْتُمْ	اور تم
پس تم سے آخری حد	فَمِنْكُمْ	پس تم میں سے بعض	الْفُقَرَاءُ	محتاج ہو
تک مانگیں	مَنْ	(وہ ہیں) جو	وَأِنْ	اور اگر
(تو) بخلی کرو گے تم	يَبْخُلُ	بخلی کرتے ہیں	تَتَوَلَّوْا	روگردانی کرو گے تم
اور نکالیں وہ	وَمَنْ يَبْخُلْ	اور جو شخص بخلی کرتا ہے	يَسْتَبْدِلْ	(تو) بدل دیں گے
تمہاری ناگواریاں	فَإِنَّمَا	تو اس کے سوا نہیں	قَوْمًا	لوگوں کو
سنو اتم	يَبْخُلُ	(کہ) بخلی کرتا ہے	غَيْرَكُمْ	تمہارے علاوہ
یہی ہو	عَنْ نَفْسِهِ	اپنی ذات سے	ثُمَّ لَا يَكُونُوا	پھر نہیں ہو گئے وہ
بلائے جاتے ہو	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ	أَمْثَالَكُمْ	تم جیسے

مجاہدین جہاد کے لئے خرچ کرنے میں پس و پیش نہ کریں

پہلے دو باتیں جان لیں:

۱۔ دور اول میں حکومت کے پاس فتنہ نہیں تھا، جس سے جہاد میں خرچ کیا جائے، مہاجرین لے بٹے مدینہ میں جمع ہوئے تھے، اور فوراً ہی جنگوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا، اس لئے مجاہدین ہی کو جان کے ساتھ مال بھی خرچ کرنا پڑتا تھا، اپنے (۱) یَسْأَلُ: مفارغ مجرم، ٹھگو: ضمیر مفعول، کمو اور کم ایک ہیں، صرف اطلاق اور اشتباہی فرق ہے (۲) يُخْفِ: اصل میں يُخْفِي تھا، یا حرف علت جزم کی وجہ سے گر گئی، أَخْفَى الشَّيْءَ إِخْفَاءً: بالکل صاف کر دینا، سارا لے لینا خَفِيَ (س) خَفَا: برہنہ ہونا الحافی: برہنہ پا (۳) أَضْعَان: ضیف کی جمع: کینہ: حضرت تھانوی نے ترجمہ کیا ہے: ناگواری (۴) هَانَتْ: ہا حرف تنبیہ ہے۔

تھیں، اپنی سواری، اپنا کھانا پانی لے کر چلنا پڑتا تھا، اس لئے اب جہاد کے کار کے لئے خرچ کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔
۲۔ مجاہدین کے پاس مالی غنیمت کے سوا کچھ نہیں تھا، ان کو کمانے کی فرصت نہیں ملتی تھی، اسی لئے مالی غنیمت ان کے لئے حلال کیا ہے، پس اللہ نے جس مالی غنیمت کا ان کو مالک بنایا ہے اس میں سے کچھ خرچ کرنے کا مطالبہ ہے، سارا دیا ہوا واپس نہیں مانگا، ایسا کرتے تو ناگوار ہوتا، اور ناگواری ظاہر ہو کر رہتی، اس لئے کچھ خرچ کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔

اب آیات کریمہ تلاوت کریں:

اگر وہ تم سے تمہارے اموال طلب کریں — یعنی جن اموال غنیمت کا تم کو مالک بنایا ہے ان کو خرچ کرنے کا مطالبہ کریں — پھر آخری حد تک طلب کریں — یعنی حکم دیں کہ سارا مال خرچ کرو — تو تم بخشنے کرو گے، اور وہ تمہاری ناگواریاں ظاہر کریں گے — یعنی سارا مال خرچ کرنا تمہیں ناگوار ہوگا، اور تم خرچ کرتے وقت تنگ دلی کا ثبوت دو گے، اور دل کی خفگی ظاہر ہو جائے گی، اس لئے دیا ہوا سب واپس نہیں مانگتے۔

پس کچھ خرچ کرو، ایک کے ہزار ہزار پاؤ گے: — سنو! تم یہی تو ہو جن کو راہ خدا میں خرچ کرنے کی دعوت دی جاتی ہے، پس تم میں سے بعض بخل کرتے ہیں، اور جو شخص بخل کرتا ہے اس کا نقصان اس کی ذات کو پہنچے گا، اور اللہ تعالیٰ بے نیاز ہیں — ان کا کچھ نقصان نہیں ہوگا — اور تم عین ہو — یعنی مال خرچ کرنے کا مطالبہ اس لئے نہیں ہے کہ اللہ کو حاجت ہے، بلکہ اس میں تمہاری بھلائی ہے، خرچ کرو ایک کے ہزار پاؤ گے — اور اگر تم روگردانی کرو گے تو وہ تمہاری جگہ دوسری قوم کو لے آئیں گے، پھر وہ تم جیسے نہیں ہونگے — بلکہ وہ جی بھول کر خرچ کریں گے، اور تم اس سعادت سے محروم رہ جاؤ گے، پس کیوں نہ تم ہی بڑھ کر دامن مراد بھرو!

حدیث: — صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ دوسری قوم کون لوگ ہو سکتے ہیں؟ آپ نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر ہاتھ رکھا، اور فرمایا: ”اس کی قوم“ اور فرمایا: ”خدا کی قسم! اگر ایمان ثریا پر ہوتا تو فارس کے لوگ وہاں سے بھی اس کو اتار لاتے“ — صحابہ رضی اللہ عنہم نے تو بے نظیر ایثار کا ثبوت دیا، اس لئے ان کی جگہ دوسری قوم کو لانے کی نوبت نہیں آئی، مگر اس میں فارس والوں کی بڑی فضیلت ہے، انھوں نے دین کی بے مثال خدمات انجام دی ہیں، تاریخ کا جائزہ لینے سے یہ بات عیاں ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فارسی ہیں، وہ اس ارشاد کے اولین مصداق ہیں، انھوں نے دین کی جو خدمت کی ہے وہ اظہر من الشمس ہے، آج دو تہائی دنیا ان کی فقہ پر عمل پیرا ہے!

الحمد للہ ۲۰۱ ربيع الآخر ۱۴۳۷ھ مطابق ۳۱ جنوری ۲۰۱۶ء کو سورہ محمد (ﷺ) کی تفسیر پوری ہوئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الفتح

سورۃ الفتح مدنی سورت ہے، اس کا نزول کا نمبر ایک سو گیارہ ہے، سورۃ محمد (ﷺ) کا نزول کا نمبر ۹۵ تھا، اُس میں جہاد کا بیان تھا، اور اس میں اس کا نتیجہ ہے، اگر جہاد مسلسل چلتا رہے تو ایک دن فتح ممین حاصل ہوگی، فتح ممین: یعنی کھلی فتح، آخری درجہ کی فتح، جس کے بعد حالات یکسر بدل جائیں، اور فتح ممین سے مراد مکہ مکرمہ کی فتح ہے، اس کے بعد عرب فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے شروع ہو گئے، اس کے بعد کسی بڑی جنگ کی نوبت نہیں آئی، مگر اس سورت میں تبلیغ (اشارہ) ہے، بظاہر صلح حدیبیہ کو فتح ممین کہا ہے، اس لئے کہ وہ فتح مکہ کی تمہید تھی، پس پہلے صلح حدیبیہ کی تھوڑی تفصیل جان لیں۔

حدیبیہ: ایک کنواں کا نام ہے، اس کے پاس ایک گاؤں ہے، وہ بھی حدیبیہ کہلاتا ہے، آج کل اس کو شمیہ کہتے ہیں، یہ گاؤں مکہ معظمہ سے ۹ میل کے فاصلہ پر ہے، اس کا اکثر حصہ حرم میں ہے، اور کچھ حصہ حل میں ہے، یہ غزوہ ذی قعدہ سن ۶ ہجری میں پیش آیا۔

واقعات کا تسلسل:

۱- غزوہ احزاب میں جب کفار کا لشکر نامراد واپس لوٹا تو آپؐ نے فرمایا: اب ہم ان پر چڑھائی کریں گے، ہم پر حملہ نہیں کر سکیں گے، ہم ان پر فوج کشی کریں گے۔ نبی ﷺ کا یہ ارشاد تمام صحابہ جانتے تھے۔

۲- پھر نبی ﷺ نے خواب دیکھا: آپؐ صحابہ کے ساتھ عمرہ کے لیے مکہ تشریف لے گئے اور باطمینان عمرہ ادا کیا، اس خواب کا ذکر سورۃ الفتح آیت ۲۷ میں ہے، کعبہ شریف تمام عربوں کی مشترک عبادت گاہ تھی، اس لئے آپؐ نے اور صحابہ نے خیال کیا کہ اگر وہ عمرہ کے لئے جائیں گے تو مکہ والے نہیں روکیں گے، چنانچہ سن ۶ ہجری میں آپؐ پندرہ سو صحابہ کے ساتھ ذوالحلیفہ سے عمرہ کا احرام باندھ کر اور قربانی کے اونٹ ساتھ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے، اور خبر کوں کو چھپانے کا اہتمام نہیں کیا، کیونکہ جنگ مقصود نہیں تھی، عمرہ کرنا مقصود تھا، اس لئے خبر مکہ والوں تک پہنچ گئی کہ مسلمان عمرہ کرنے آرہے ہیں، اُن لوگوں نے طے کیا کہ کسی قیمت پر ان کو مکہ نہیں آنے دینا۔

۳۔ جب نبی ﷺ اور صحابہ مکہ سے تین مرحلوں پر رہ گئے تو آپ کو اطلاع ملی کہ قریش کا ہر اول دستہ ذوطوی مقام پر پہنچ گیا ہے، لوگ عام طور پر ذوطوی سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے تھے، یہ ہر اول دستہ (مقدمۃ الجیش) خالد بن الولید کی سرکردگی میں کُراع الفویم پر موجود تھا، اس لئے آپ نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ ذوطوی کا راستہ چھوڑ کر دائیں جانب کا راستہ اختیار کریں، تاکہ ہم دوسرے راستے سے مکہ پہنچ جائیں، چنانچہ ایک راہبر دشوار گزار راستہ سے آپ کو لے کر چلا، اس طرح آپ حدیبیہ میں پہنچ گئے، ورنہ عام طور پر جو لوگ مدینہ سے آتے تھے وہ حدیبیہ سے نہیں گذرتے تھے۔

۴۔ جب نبی ﷺ اس غلو پر پہنچے جہاں سے مکہ والوں پر اترا جاتا ہے تو آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی، لوگوں نے کہا: اٹھ اٹھ! وہ نہیں اٹھی، لوگوں نے کہا: قصواء اڑ گئی، نبی ﷺ نے فرمایا: قصواء اڑی نہیں، نہ یہ اس کی عادت ہے بلکہ اس کو روک لیا ہے ہاتھی کو روکنے والے نے، پھر آپ نے عہد کیا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! انہیں مطالبہ کریں گے مکہ والے مجھ سے کسی ایسی بات کا جس میں اللہ کی محترم کی ہوئی جگہوں کی تعظیم ہوگی، مگر میں ان کی بات مان لوں گا، پھر آپ نے اونٹنی کو جھڑکا تو وہ کود کر کھڑی ہو گئی، پس آپ نے مکہ کا راستہ چھوڑ دیا اور حدیبیہ کے آخر میں اترے (حدیبیہ کا یہ حصہ حرم سے باہر تھا) وہاں جو چشمہ تھا اس میں برائے نام پانی تھا، لوگوں نے پہنچتے ہی پانی چوس لیا، جب پانی نہ رہا تو لوگوں نے پیاس کا شکوہ کیا، آپ نے اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکالا، اور لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اس کو کنوئیں میں گاڑ دیں، تھوڑی دیر کے بعد پانی جوش مارنے لگا، لوگوں نے پانی پیا، یہاں تک کہ سب سیراب ہو گئے اور جب تک حدیبیہ میں قیام رہا لوگ اس چشمہ سے پانی لیتے رہے۔

۵۔ حدیبیہ پہنچ کر نبی ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مکہ بھیجا تاکہ وہ انہیں بتائیں کہ ہم لڑنے نہیں آئے، عمرہ کرنے آئے ہیں، اور کعبہ شریف پر سب کا حق ہے، لہذا ہمیں عمرہ کرنے کا موقع دیا جائے، جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پہنچے تو ان کو روک لیا گیا، اور کہا گیا: ہم مشورہ کر کے جواب دیتے ہیں، جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آنے میں دیر ہوئی تو افواہ اڑی کہ ان کو قتل کر دیا گیا، اب جنگ ناگزیر ہو گئی، چنانچہ آپ نے ایک کیکر کے درخت کے نیچے صحابہ سے بیعت لی کہ اگر جنگ ہوئی تو وہ پیچھے نہیں پھیریں گے، جب اس بیعت کی اطلاع مکہ والوں کو پہنچی تو انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جلدی سے بھیج دیا پھر سفارتوں کا سلسلہ شروع ہوا۔

پانچ سفارتیں آئی گئیں، آخر میں صلح ہوئی، جس کی بنیادی دفعات درج ذیل تھیں:

(الف) نبی ﷺ اور مسلمان اس سال مکہ میں داخل ہوئے بغیر واپس جائیں، اگلے سال عمرہ کرنے آئیں، اور تین

دن مکہ میں قیام کریں، اور وہ تھھارے کر نہ آئیں، صرف تلوار ساتھ لائیں جو میان میں اور خرمی میں ہو۔

(ب) دس سال تک فریقین کے درمیان جنگ کی ڈبیہ بند رہے گی اس عرصہ میں لوگ مامون رہیں گے، کوئی کسی پر ہاتھ نہیں اٹھائے گا۔

(ج) قبائل میں سے جو چاہے قریش کے عہد و بیان میں داخل ہوا اور جو چاہے نبی ﷺ کے عہد و بیان میں داخل ہو، جو قبیلہ جس فریق کے ساتھ شامل ہوگا اس کا ایک جزء سمجھا جائے گا، اگر اس قبیلہ پر زیادتی ہوئی تو خود اس پر زیادتی تصوری جائے گی۔

(د) قریش کا جو آدمی مسلمان ہو کر مدینہ جائے وہ واپس کیا جائے اور مدینہ کا جو مسلمان مرتد ہو کر مکہ آئے مکہ والے اس کو واپس نہیں کریں گے۔

یہ محابہ لکھ لیا گیا، اس پر فریقین کے دستخط ہو گئے اور کاغذات کا تبادلہ ہو گیا، جب صلح مکمل ہو گئی تو بنی خزاعہ نبی ﷺ کے عہد و بیان میں داخل ہوئے، یہ لوگ عبدالمطلب کے زمانہ سے بنو ہاشم کے حلیف تھے، اور بنو مکر قریش کے عہد و بیان میں داخل ہوئے۔

۶- جب صلح نامہ لکھا جا چکا تو نبی ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: اٹھو، قربانیاں کرو اور احرام کھول دو، مگر کوئی نہیں اٹھا، آپؐ نے تین مرتبہ یہ بات فرمائی، جب کوئی نہیں اٹھا تو آپؐ خیمہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور لوگوں کے طرز عمل کا شکوہ کیا، ام المؤمنین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپؐ کیا چاہتے ہیں؟ آپؐ تشریف لے جائیں اور کسی سے کچھ نہ کہیں، جانور ذبح کریں اور حجام کو بلا کر سر منڈالیں، آپؐ باہر تشریف لائے اور کسی سے کچھ نہیں کہا، اپنا ہدی کا جانور ذبح کیا اور حجام کو بلا کر سر منڈا دیا، جب لوگوں نے یہ دیکھا تو ایک دم اٹھے اپنے اپنے جانور ذبح کئے اور ایک دوسرے کے سر منڈولنے لگے، کیفیت یہ تھی کہ فرط غم سے ایک دوسرے کو ٹل کر ڈالیں گے، پھر چند دن حدیبیہ میں قیام کر کے آپؐ مدینہ کی طرف واپس لوٹے، راستہ میں سورۃ الفتح نازل ہوئی، اس میں صلح حدیبیہ کو فتح مبین (واضح کامیابی) قرار دیا گیا۔



سُورَةُ الْفَتْحِ مَدَنِيَّةٌ (۳۸)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا ۚ لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ
نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۚ وَيَنْصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيمًا ۝

اِنَّا	بے شک ہم نے	اللہ	اللہ تعالیٰ	وَيَهْدِيكَ	اور دکھائیں آپ کو
فَتَحْنَا	کھول دیا	مَا تَقَدَّمَ	جو پہلے ہوئیں	صِرَاطًا	راہ
لَكَ	آپ کے لئے	مِنْ ذَنْبِكَ	آپ کی کوتاہیوں سے	مُسْتَقِيمًا	سیدھی
فَتَحْنَا	کھولنا	وَمَا تَأَخَّرَ	اور جو پیچھے ہوگی	وَيَنْصُرَكَ	اور مدد کریں آپ کی
مُبِينًا	واضح	وَيُتِمُّ	اور پوری کریں	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
لِيُغْفِرَ ^(۱)	تاکہ بخشش	نِعْمَتَهُ	اپنی نعمتیں	نَصْرًا	مدد کرنا
لَكَ	آپ کے لئے	عَلَيْكَ	آپ پر	عَزِيمًا	زبردست

صلح حدیبیہ کے ذریعہ نبی ﷺ پر پانچ انعامات

صلح حدیبیہ کی دفعات ایسی تھیں کہ مسلمانوں کو سخت غم لاحق تھا، کیونکہ آپؐ نے صحابہ کو بتایا تھا کہ بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے، اب طواف کئے بغیر واپس ہو رہے تھے، پھر آپؐ اللہ کے برحق رسول تھے، اور اللہ نے اپنے دین کو غالب کرنے کا وعدہ کیا تھا، پھر آپؐ نے صلح میں قریش کا دباؤ کیوں قبول کیا؟ اور بکریں کیوں کی؟ اس قسم کی باتیں وسوسے پیدا کر رہی تھیں، واپسی میں سورۃ الفتح نازل ہوئی، جس میں صلح کو فتح میں قرار دیا، اور اس کے شروع میں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس صلح کے ذریعہ نبی ﷺ پر پانچ انعامات فرمائے ہیں:

۱۔ صلح حدیبیہ کے روپ میں اللہ نے نبی ﷺ کو کھلی فتح عنایت فرمائی، جس سے بڑی کوئی فتح نہیں ہو سکتی، یعنی اس (۱) لیغفور: میں لام عاقبت ہے، جس کو لام غایت بھی کہتے ہیں، لام تعلیل نہیں یعنی فتح عین کا نتیجہ یہ نکلے گا (۲) ذنب: کوتاہی، گناہ کے چار درجے ہیں: (۱) معصیہ (نافرمانی) یہ سخت گناہ ہے (۲) سبۃ (برائی) یہ دوسرے درجہ کا گناہ ہے (۳) خطیئہ (چوک) یہ معمولی درجہ کا گناہ ہے (۴) ذنب (کوتاہی) یہ برائے نام گناہ ہے۔

صلح سے مکہ مکرمہ فتح ہو گیا، مگر بات اشارے کنایے میں کہی ہے، کیونکہ ابھی بات کو کھولنے کا وقت نہیں آیا تھا، ورنہ دشمنوں کے کان کھڑے ہو جاتے، اور اشارہ سمجھداروں کے لئے صراحت سے ابلاغ ہوتا ہے۔ ابھی اس صلح ہی کو مجاز ملایا کہ اعتبار سے فتح مبین کہا ہے، آگے اصلی فتح کے کیا اسباب نہیں گئے اس کو ابھی صیغہ راز میں رکھا گیا ہے۔

۲- اعلان کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی تمام کوتاہیاں (نامناسب باتیں) معاف کر دیں، جو اس صلح سے پہلے ہوئیں یا بعد میں ہوں گی، اور اس اعلان کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ لوگوں کے خیال میں صلح نامناسب تھی، ان کو بتلایا کہ جب اللہ نے معاف کر دیا تو تم کون ہوتے ہو ایسا خیال پکانے والے!

فائدہ: تمام انبیاء معصوم ہوتے ہیں، وہ بخشنے بخشائے ہوتے ہیں، مگر کسی نبی کے لئے کسی آسانی کتاب میں یہ اعلان نہیں کیا گیا جو نبی ﷺ کے بارے میں کیا گیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے تعلق سے اس اعلان کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی، تا کہ صلح کے تعلق سے لوگوں کا ذہن صاف ہو جائے، دوسرے انبیاء کے تعلق سے ایسی کوئی ضرورت پیش نہیں آئی تھی، اس لئے اعلان نہیں کیا گیا۔ اور اس اعلان کی ایک مصلحت قیامت کے دن ظاہر ہوگی، کوئی نبی شفاعت کبریٰ کے لئے تیار نہیں ہوسکتا، سب خائف ہوں گے، اس وقت نبی ﷺ ہمت کریں گے، کیونکہ آپ کے تعلق سے یہ اعلان آگیا ہے۔

۳- جب فتح مبین یعنی مکہ مکرمہ فتح ہوگا تو اللہ کی نعمتیں نبی ﷺ پر مکمل ہو جائیں گی۔ نعمتیں دو قسم کی ہیں: علمی اور عملی، جب قرآن کریم کا نزول مکمل ہوا تو یہ آیت اتری: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ، وَأَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي﴾: آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا، اور میں نے تم پر اپنی نعمت تام کر دی [المائدہ ۳] یہ علمی نعمت تام ہوئی، اور عملی نعمتیں فتح مکہ کے ذریعہ تام ہو گئی۔

۴- جب مکہ مکرمہ فتح ہو جائے گا تو آپ کے لئے سیدھے راستے پر چلنا آسان ہو جائے گا، ابھی تو آپ کو مکہ میں داخل ہونے کا سیدھا راستہ (ذو کوئی) چھوڑ کر دشوار گزار راستہ اختیار کرنا پڑا، فتح مکہ کے بعد اس کی نوبت نہیں آئے گی، اور امت کے لئے بھی صراط مستقیم پر چلنا اہل ہو جائے گا، جیسا کہ آیت ۲۰ میں آ رہا ہے، پھر کوئی مائی کالال نہیں ہوگا جو ان کو ہراساں کر سکے۔

۵- فتح مکہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ آپ کی زبردست مدد فرمائیں گے، جس کا تذکرہ سورۃ النصر کے شروع میں ہے: ﴿وَإِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ﴾: جب اللہ کی مدد آجائے، اور مکہ مکرمہ فتح ہو جائے تو آپ کے دین کا بول بالا ہو جائے گا۔

یہ پانچ انعامات ہیں جو صلح حدیبیہ کے روپ میں نبی ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے فرمائے۔

﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۚ لَئِيْغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ

وَيَفْعَلُ بِكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۝ وَيَقْصُرُكَ اللَّهُ تَضَرُّعًا زَيْنًا ۝

ترجمہ: (۱) بے شک ہم نے آپ کو کھلی فتح دی (۲) تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی کچھلی کو تباہیاں معاف فرمادیں (۳) اور آپ پر اپنے انعامات کی تکمیل فرمائیں (۴) اور آپ کو سیدھے راستے پر چلائیں (۵) اور اللہ تعالیٰ آپ کی زبردست مدد فرمائیں۔

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيُزِدُوا إِيمَانًا مَعَ إِيْمَانِهِمْ ۝ وَ لِلَّهِ جُنُودُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۝ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ لِيَدْخُلَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۝ وَيُكَفِّرُ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ ۝ وَكَانَ ذَلِكَ عِنْدَ اللَّهِ فَوْزًا عَظِيمًا ۝ وَيُعَذِّبُ الْمُنَافِقِينَ ۝ وَالْمُنَافِقَاتِ ۝ وَالْمُشْرِكِينَ ۝ وَالْمُشْرِكَاتِ الظَّالِمِينَ ۝ بِاللَّهِ كُلُّ السُّورَةِ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۝ وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَكَفَّهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۝ وَكَانَتْ مَصِيرًا ۝

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيُزِدُوا إِيمَانًا مَعَ إِيْمَانِهِمْ	وہی ہیں جنہوں نے اتارا	وَاللَّهُ جُنُودُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ	اور اللہ کے لئے ہیں لشکر آسمانوں اور زمین کے	وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۝ وَيُكَفِّرُ عَنْهُمْ	اور مومن عورتوں کو باغات میں بہتی ہیں ان کے نیچے سے نہریں ہمیشہ رہنے والے ان میں اور ملائیں ان سے
وَالْمُشْرِكِينَ ۝ وَالْمُشْرِكَاتِ الظَّالِمِينَ ۝ بِاللَّهِ كُلُّ السُّورَةِ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۝ وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَكَفَّهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۝ وَكَانَتْ مَصِيرًا ۝	اپنے (سابقہ) ایمان کے ساتھ	وَالْمُؤْمِنِينَ لِيُزِدُوا إِيمَانًا مَعَ إِيْمَانِهِمْ	اور اللہ کے لئے ہیں لشکر آسمانوں اور زمین کے	وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۝ وَيُكَفِّرُ عَنْهُمْ	اور مومن عورتوں کو باغات میں بہتی ہیں ان کے نیچے سے نہریں ہمیشہ رہنے والے ان میں اور ملائیں ان سے

(۱) یزیدھاوا: مضارع، جمع مذکر غائب، ازیداد: بڑھ جانا، زیادہ ہونا (۲) لیدخل: محذوف سے متعلق ہے، جس کو واللہ جنود سے متزع کیا جائے گا، ای يستعملهم: اللہ تعالیٰ اپنی فوج کو استعمال کریں گے۔

سَيَاتِيَهُمْ	ان کی برائیاں	وَالْمُشْرِكِينَ	اور مشرک عورتوں کو	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
وَكَانَ ذَٰلِكَ	اور ہے یہ	الْظَّالِمِينَ ^(۱)	جو گمان کرنے والے ہیں	عَلَيْهِمْ	ان پر
عِنْدَ اللَّهِ	اللہ کے نزدیک	بِاللَّهِ	اللہ کے ساتھ	وَكَعَنَهُمْ	اور رحمت سے دور کیا
فَوَسِّرْ لَّآءِظِيمًا	بڑی کامیابی	كَلَفَ الشُّعْرَ ^(۲)	بر آگمان	وَأَعَدَّ لَهُمْ	ان کو
وَيُعَذِّبُ	اور سزا دیں	عَلَيْهِمْ	ان پر پڑے	وَأَعَدَّ لَهُمْ	اور تیار کی ان کے لئے
الْمُنْفِقِينَ	منافق مردوں کو	دَآخِرَةً ^(۳)	گردش	جَهَنَّمَ	دوزخ
وَالْمُنْفِقَاتِ	اور منافق عورتوں کو	الشُّعْرَ	نہری!	وَسَاوَتْ	اور بری ہے وہ
وَالْمُشْرِكِينَ	اور مشرک مردوں کو	وَعَذَابُ	اور غضبناک ہوئے	مَصِيدًا	لوٹنے کی جگہ

صحابہ رضی اللہ عنہم پر تین نوازشیں

جب اس سورت کے شروع کی تین آیتیں نازل ہوئیں، اور ان میں نبی ﷺ پر پانچ انعامات کا ذکر آیا، اور آپؐ نے وہ آیتیں صحابہ کو پڑھ کر سنائیں، تو انھوں نے آپؐ کی خدمت میں مبارک باد پیش کی، اور عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ تو آپؐ کے لئے ہوا، ہمارے لئے کیا ہے؟ اس پر یہ آیتیں اتریں، اور ان میں صحابہ پر تین نوازشوں کا ذکر کیا:

۱- اللہ تعالیٰ نے اطمینان نازل فرما کر مومنین کا ایمان بڑھایا، کیونکہ اس کے باوجود کہ صلح خلاف طبع تھی، صحابہ نے اس کو دل کی خوشی سے مان لیا، کافروں کی طرح ضد نہیں کی، اس کی برکت سے ان کے ایمان کا درجہ بڑھا، اور عرفان و یقین کے مراتب میں ترقی ہوئی۔ جاننا چاہئے کہ اصل ایمان تو بسیط (غیر مرکب) ہے، اس میں کمی بیشی نہیں ہوتی، مگر کامل ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے، یہاں اسی کا ذکر ہے۔

۲- اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی فوج ظفر موج کو اپنی فوج کہا، آسمانوں اور زمین میں اللہ کے بے شمار لشکر ہیں، ان میں صحابہ کا یہ لشکر بھی ہے، جیسے سورۃ المجادلہ کی آخری آیت میں مومنین کو حزب اللہ (اللہ کی پارٹی) کہہ کر اعزاز بخشا ہے، اسی طرح صحابہ کے لشکر کو اپنی فوج کہہ کر اعزاز بخشا۔

۳- اللہ تعالیٰ اپنی اس فوج کو استعمال کریں گے، اور اس کے صلہ میں جنت کی سدا بہار زندگی عطا فرمائیں گے،

(۱) الظالمین: میں الف لام محتمی الذی ہے، اور موصول صلیل کر چاروں کی صفت ہے (۲) ظن السوء: الظالمین (اسم فاعل) کا مفعول مطلق ہے (۳) دائرۃ: مصدر دار یدور: گھومتا، اصلی معنی ہیں: گول دائرہ، مجازی معنی ہیں: گردش زمانہ، جو ہر طرف سے انسان کو گھیر لے۔

اور ان کی تمام برائیاں مٹا دیں گے، ان کا نام و نشان باقی نہیں رہے گا، یہی بڑی کامیابی ہے، اس سے بڑی کوئی کامیابی نہیں ہو سکتی۔

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزِيدُوا دَأْدَاءَ أَيْمَانِنَا كَمَا كُنَّا عَلَيْهِمْ غَاثًا ۚ وَ اللَّهُ جُنُودُ السَّلَاطِينِ ۚ وَالْأَرْضُ دُونَكَ ۚ اللَّهُ عَلَيْنَا حَكِيمٌ ۝ لِيَدْخُلَ الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَالْمُؤْمِنِينَ ۖ جَاءَتْ تَنْجِيئِي مِنَ أَلَانِهِمْ ۖ خَلْدِينَ فِيهَا ۖ وَيُكَفِّرُ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ ۚ وَكَانَ ذَلِكَ عِنْدَ اللَّهِ فَوْزًا عَظِيمًا ۝

ترجمہ: (۱) وہی ہیں جنہوں نے مسلمانوں کے دلوں میں سکون اتارا، تاکہ ان کے ایمان میں مزید ایمان کا اضافہ ہو (۲) اور اللہ کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کا لشکر، اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے بڑی حکمت والے ہیں — یعنی اللہ تعالیٰ خوب جاننے ہیں کہ کس فوج کو کب استعمال کرنا ہے؟ ان کی حکمت جب متقاضی ہوتی ہے تو وہ اپنا کوئی بھی لشکر (ہوا، پانی وغیرہ) استعمال کرتے ہیں، حدیبیہ میں اللہ کی حکمت نہیں تھی کہ اللہ کی فوج لڑے، جنگ ہوتی تو کشتوں کے پشے لگ جاتے، اس لئے معاملہ صلح پر ختم ہو گیا، پھر جب فتح مبین کا وقت آئے گا تو اللہ تعالیٰ اپنی اس فوج سے کام لیں گے، اور کسی کی تکبیر نہیں چھوٹے گی اور فتح مبین حاصل ہو جائے گی۔

(۳) اللہ تعالیٰ اپنے اس لشکر سے کام لیں گے تاکہ اللہ تعالیٰ داخل کریں مسلمان مردوں کو اور مسلمان عورتوں کو ایسے باغات میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ ان میں سدا رہیں گے، اور ان سے ان کی برائیاں کو مٹا دیں گے، اور یہ بات اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے۔

جب فتح مبین حاصل ہوگی تو منافقوں اور مشرکوں کی میتا مرے گی!

اب مؤمنین کے بالمقابل منافقوں اور مشرکوں کا حال بیان کرتے ہیں، جیسا کہ قرآن کا اسلوب ہے، تاکہ ضد سے ضد پہچانی جائے، جب مدینہ سے صحابہ عمرہ کے لئے نکلے تھے تو ایک منافق (جہذ بن قیس) کے علاوہ کوئی منافق ساتھ نہیں چلا تھا، بہانے بنا کر پیچھے رہ گئے تھے، انہوں نے دل میں سوچا تھا کہ بڑبڑھڑ ضرور ہوگی، مکہ والے مسلمانوں کو مکہ میں نہیں گھسنے دیں گے، اور مسلمان لڑائی میں تباہ ہو جائیں گے، ایک بھی زندہ واپس نہیں آئے گا، جیسا کہ آیت ۱۲ میں آ رہا ہے، پھر ہم کیوں ان کے ساتھ خود کو ہلاکت میں ڈالیں، اور کفار مکہ تو اس زعم میں تھے کہ مکہ پر کن ہاتھ ڈال سکتا ہے؟ اور ڈالے گا تو اپنی ماں کو روئے گا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: تم کس خیال میں ہو، زمانہ کی گردش تم پر پڑنے والی ہے اور تم جتلائے مصیبت ہو کر رہو گے، اور آخرت میں تمہارے لئے دہشت انگ تیار ہے، جو برا ٹھکانا ہے۔

﴿وَيُعَذِّبُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ الظَّالِمَاتِ بِمَا هُنَّ كُنَّ السَّوءِ عَلَيْهِنَّ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَتْ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۚ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝﴾

ترجمہ: اور سزا دیں گے منافق مردوں اور منافق عورتوں کو، اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو، جو اللہ کے ساتھ برا گمان کرنے والے ہیں، ان پر زمانہ کی گردش پڑے اور اللہ تعالیٰ ان پر غضبناک ہوئے، اور ان کو رحمت سے دور کر دیا، اور ان کے لئے دوزخ تیار کی ہے، اور وہ برا ٹھکانا ہے!

وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ لَتُؤْمِنُنَّ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝ إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ ۖ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۖ فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهُ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝

وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝	اور اللہ (ہی) کیلئے ہیں لشکر آسمانوں اور زمین کے اور ہیں اللہ تعالیٰ عزیز و حکیم	شہادہ (۱)	احوال بتانے والا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا (بتا کر)	بکرتہ (۲) وَاَصِيلًا	صبح اور شام
لَتُؤْمِنُنَّ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝	اور تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ گے اور اللہ تعالیٰ پر تائید کرے گے اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرو اور اللہ تعالیٰ کی یاد کرو اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرے گے بکرتہ و اَصیل	شہادہ (۲)	تاکہ ایمان لاؤ گے اور ان کے رسول پر اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرو اور اللہ تعالیٰ کی یاد کرو اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرے گے	لَتُؤْمِنُنَّ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا	بے شک جو لوگ بیعت کرتے ہیں آپ سے اس کے سوا نہیں کہ بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے اللہ کا تھ
إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ ۖ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۖ فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهُ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝	اور اللہ تعالیٰ کی یاد کرو اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرے گے بکرتہ و اَصیل	شہادہ (۳)	اور پاکی بیان کرو ان کی	فَوْقَ	اوپر ہے

(۱) شہادہ: اسم فاعل، شہد فلان / علی فلان بكذا: کسی کے حق میں / کسی کے خلاف کسی بات کی گواہی دینا، آنکھ سے دیکھی ہوئی اور کان سے سنی ہوئی بات بتانا (۲) چاروں ضمیروں کا مرجع اللہ تعالیٰ ہیں، تاکہ اشتہار جہاں لازم نہ آئے۔ عَزَّوَجَلَّ تعزیر: حدود دینا، پشت پناہی کرنا۔ وَقَرَّ تَوْقِيرًا: تعظیم و تکریم کرنا۔

اٰیٰتِہُمْ	ان کے ہاتھوں کے	عَلٰی نَفْسِہٖ	اپنے نقصان کے لئے	عَلٰیہٗ (۴)	اس کا
فَمَنْ	پس جس نے	وَمَنْ	اور جس نے	اللّٰہ	اللہ تعالیٰ سے
رُکِّعَ (۱)	بیان توڑا	اَوْفَی (۲)	پورا کیا	فَسُوْقَتِیْنِہٖ	پس عنقریب دیں گے
فَاَنْتَ	تو اس کے سوا نہیں کہ	بِمَا (۳)	اس بات کو جو	وہ اس کو	
یُکَذِّبُ	بیان توڑا اس نے	عُہْدَکَ	بیان باندھا اس نے	اَجْعَلْ عَظِیْمًا	بڑا بادل

اللہ کے لشکر کو فہمائش

جند اللہ پر نوازشات کے بیان کے بعد ان کو فہمائش (تنبیہ) کرتے ہیں، کیونکہ بشارت کبھی دھوکہ میں ڈالتی ہے، اسی لئے ہر ایک کو بشارت نہیں سنائی جاتی۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں کہ آسمانوں اور زمین میں اللہ کے اُن گنت لشکر ہیں، لشکر جو دشمن کا مقابلہ کرے، اور اللہ کے دشمن وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے پیدا کیا، اور ان کی تمام ضرورتیں مہیا کیں، اور وہ ہیں کہ غیروں کی چوٹ پر جبہ سائی کرتے ہیں، ان سے بڑا دشمن کون ہو سکتا ہے؟ ان کو سزا دینے کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس بہت لشکر ہیں، ہوا، پانی، بیماری وغیرہ آفات، کسے ذریعہ ان کے سزا دے سکتے ہیں، اور کبھی مجاہدین کے ذریعہ سزا دیتے ہیں، مگر وہ کسی خاص فوج کے محتاج نہیں، وہ زبردست ہیں، جس فوج سے چاہیں کام لیں، مگر وہ حکیم بھی ہیں، جو حکمت کا تقاضا ہوتا ہے وہی کرتے ہیں، کسی کو دریا میں ڈوباتے ہیں، کسی کو زمین میں دھنسا دیتے ہیں، کسی کو طوفان باد و باران سے ہلاک کرتے ہیں، اور کسی کی مجاہدین کے ذریعہ گوشمالی کرتے ہیں، جس وقت ان کی حکمت مقتضی ہوتی ہے لشکر اسلام حرکت میں آتا ہے، پس جند اللہ اس زعم میں جہلانہ ہو کہ وہی قلعہ فتح کرتے ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ ان سے کام لیتے ہیں۔

﴿وَاللّٰهُ جُبُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِيْمًا ۝﴾

ترجمہ: اور اللہ ہی کے لئے آسمانوں اور زمین کی فوج ہے، اور اللہ تعالیٰ زبردست بڑی حکمت والے ہیں۔

فائدہ: آیت کی یہ تفسیر روح المعانی میں منقول ہے، فرماتے ہیں: نو ہمنا اُرید بہ التہدید: یعنی یہی آیت پہلے آئی ہے، وہاں اللہ کی صفت علیم آئی ہے، اور یہاں صفت عزیز آئی ہے، پس یہاں فہمائش کرنا مقصود ہے۔

(۱) نکث العهد (ن): بیان توڑنا، نکث الحبل: رسی کے ٹل کھولنا (۲) اوفیٰ بالعہد: ذمہ داری پوری کرنا، اوفیٰ بالنذر: منت پوری کرنا (۳) بما: یاہ صلہ، ما موصولہ (۴) علیہ: ضمیر کا مرجع ما موصولہ ہے، اور وہ (مضموم) واحد مذکر قاف کی ضمیر ہے، جو ضمہ پر مبنی ہے، مگر جب اس سے پہلے یاہ ساکن یا کسرہ آتا ہے تو خلاف اصل یاہ کو مجرور پڑھتے ہیں، جیسے علیہ اور بہ، مگر دو جگہ (یہاں اور سورۃ الکہف آیت ۶۳ وما انسانیہ میں) اصل کے موافق مضموم پڑھا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی مجاہدین پر نظر

دوسری فہمائش یہ کرتے ہیں کہ مجاہدین اس خیال میں نہ رہیں کہ ان کو کوئی دیکھ نہیں رہا، اللہ تو دیکھ ہی رہے ہیں، اور رسول اللہ ﷺ کو بھی مجھوت فرمایا ہے، وہ بھی شاہد ہیں، مجاہدین کے احوال پر ان کی نظر ہے، اور کل قیامت کے دن وہ اس کی گواہی دیں گے، وہ دنیا میں سیدھا چلنے والوں کو سہلاتے ہیں، خوش خبری سنا کر حوصلہ افزائی کرتے ہیں، اور ٹیڑھا چلنے والوں کو دھمکاتے ہیں، ان کی سرزنش کرتے ہیں، مجاہدین یہ بات پیش نظر رکھیں، اس کو نظر انداز نہ کریں۔

﴿إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا﴾

ترجمہ: بے شک ہم نے آپ کو احوال بتانے والا، خوش خبری سنانے والا، اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

حوالہ: آیت عام ہے، اس میں نبی ﷺ کے تین اوصاف کا ذکر ہے، یہ تین اوصاف سورۃ الاحزاب کی (آیت ۴۵) میں بھی آئے ہیں، اس کی تفصیل ہدایت القرآن (۶: ۴۷۹) میں ہے۔

شاہد کا مطلب: — نبی ﷺ شاہد ہیں، احوال بتلانے والے ہیں، آپ نے اللہ کے دین کے داعی ہونے کی حیثیت سے امت کے جواحوال دیکھے ہیں، کل قیامت کو ان کی گواہی دیں گے، یہ مضمون سورۃ النساء (آیت ۴۱) میں ہے: ﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ، وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا﴾ پس کیا حال ہوگا اس وقت جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ سامنے لائیں گے، اور آپ کو ان لوگوں پر گواہی دینے کے لئے حاضر کریں گے — ہؤلاء سے معلوم ہوا کہ آپ اپنے زمانہ کے لوگوں کے خلاف گواہی دیں گے جنہوں نے دین قبول نہیں کیا، وفات کے بعد آپ حاضر ناظر نہیں کہ سب کے لئے گواہی دیں، ایسا سمجھنا قطعاً غلط ہے — پھر آپ کے بعد داعیان اسلام گواہی دیں گے، یہ مضمون سورۃ الحج کی آخری آیت میں ہے۔

کیا اللہ تعالیٰ حاضر ناظر ہیں؟

اللہ تعالیٰ لازمانی اور لامکانی ہیں، شرح عقائد کے متن العقائد النسفية میں ہے: لَا يَتِمَكَّنُ لِي مَكَانٌ، وَلَا يَجْرِي عَلَيْهِ زَمَانٌ: اللہ تعالیٰ کسی جگہ میں قرار پکڑے ہوئے ہیں، نہ ان پر زمانہ گذرتا ہے، نہ ان کو مکان مخلوق (پیدا کئے ہوئے) ہیں، اور خالق مخلوق میں نہیں ہو سکتا، کیونکہ ممکن: مکان کا محتاج ہوتا ہے، اور اللہ کی بارگاہ احتیاج سے پاک ہے، احتیاج مقام الوہیت کے منافی ہے — علاوہ ازیں: سوال ہوگا کہ زمان و مکان کی تخلیق سے پہلے اللہ تعالیٰ کہاں تھے؟ اس لئے اللہ کے بارے میں اُبن (کہاں) کے ذریعہ اور اللہ کی صفات کے بارے میں کیف (کیسی) کے ذریعہ سوال

باطل ہے، اور نصوص میں جو آیا ہے: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ﴾: وہ تمہارے ساتھ ہیں خواہ تم کہیں ہو [الحجہ ۱۴] اور سورۃ ق (آیت ۱۶) میں ہے: ﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ﴾: اور ہم انسان سے اس کی گردن کی رگ (شاہ رگ) سے بھی زیادہ قریب ہیں، اس قسم کی نصوص کی تاویل مفسرین کرام نے علم سے کی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ بندوں کے احوال سے واقف ہیں۔ جلالین کے حاشیہ جمل میں کرفی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے:

(قوله: اقربُ إليه بالعلم) أشار به إلى أن المراد بالقرُب العلم به وبأحواله، لا يخفى عليه شيء من خفياته، فكان ذاته قربةً منه، كما يقال: الله في كل مكان، أي بعلمه، فإنه سبحانه وتعالى منزّه عن الأمكنة، وحاصله: أنه تجوُّزُ بقرب الذات عن قرب العلم (جمل ۴: ۱۹۲)

ترجمہ: صاحب جلالین کا قول: اللہ تعالیٰ انسان سے علم کے ذریعہ زیادہ قریب ہیں: اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ نزدیک ہونے سے مراد انسان کو اور اس کے احوال کو جاننا ہے، اللہ تعالیٰ پر انسان کی ادنیٰ بات بھی مخفی نہیں، پس گویا اللہ کی ذات انسان سے نزدیک ہے، جیسے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہیں یعنی اپنے علم سے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جگہوں سے پاک ہیں، اور حاصل یہ ہے کہ ذات کی نزدیکی سے مجازاً علم کی نزدیکی مراد ہے (ترجمہ پورا ہوا)

پس مجازی معنی میں تو اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر کہنا درست ہے، کیونکہ وہ مخلوقات کے احوال سے واقف ہیں، حقیقی معنی میں کہنا درست نہیں، مگر عام لوگ حقیقی معنی مراد لیتے ہیں، ہمیں اعتراض ہوتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ بیت الخلاء میں بھی ہیں؟ یہ اعتراض حقیقی معنی مراد لینے کی صورت میں ہوگا، مجازی معنی مراد لینے کی صورت میں کچھ اعتراض نہیں ہوگا۔

بعثت نبوی کا اصل مقصد: لوگ اطاعت و عبادت کی زندگی اپنائیں

﴿لِيُؤْمِنُوا﴾: ﴿أَرْسَلْنَاكَ﴾ سے متعلق ہے۔ نبی ﷺ کا شاہد ہونا، یعنی اللہ کے لشکر پر نظر رکھنا تو بعثت نبوی کا ضمنی مقصد ہے، اصل مقصد یہ ہے کہ لوگ اطاعت و عبادت والی زندگی اپنائیں، اللہ پر اور ان کے رسول پر ایمان لائیں، اللہ کے دین کی مدد کریں، اللہ کی تعظیم و تکریم کریں، اور پانچ نمازیں پابندی سے پڑھیں۔ ہکرة سے مراد فجر کی نماز ہے، اور اصیل: زوال سے رات چھانے تک کا زمانہ ہے، اس میں چار نمازیں آتی ہیں۔

﴿لِيُؤْمِنُوا بِاللهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّدُوهُ وَتُقَرِّبُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بِكُورَةٍ وَآخِرِهَا﴾

ترجمہ: تاکہ تم لوگ اللہ پر اور ان کے رسول پر ایمان لاؤ، اور ان کی مدد کرو، اور ان کی تعظیم کرو، اور صبح و شام ان کی پاکی بیان کرو۔ نماز دین کا ستون ہے، اس لئے اس کو لیا ہے، مراد سارے دین پر عمل کرنا ہے۔

فائدہ: ﴿تُعَزِّدُوهُ وَتُقَرِّبُوهُ﴾ کی ضمیریں راجح قول میں اللہ کی طرف راجح ہیں، اور اللہ کی مدد سے اللہ کے دین کی

مدد مراد ہے، جیسے سورۃ محمد میں ہے: ﴿إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ﴾: اگر تم اللہ کی مدد کرو گے، یعنی اللہ کے دین کی مدد کرو گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کی مدد کے محتاج نہیں — اور اللہ کی توقیر و تعظیم سے مراد عقیدۃ اللہ تعالیٰ کو کمالات کے ساتھ متصف اور نقائص سے منزہ ماننا ہے (بیان القرآن)

اور بعض مفسرین نے دونوں ضمیریں رسول اللہ کی طرف لوٹائی ہیں، کیونکہ وہ قریب مرجع ہے، اس صورت میں مطلب واضح ہے، جب اللہ کے رسول پر ایمان لائے تو ان کی مدد اور تعظیم و تکریم لازم ہے، تعظیم و تکریم اطاعت پر ابھارے گی، اور رسول کی اطاعت اللہ کی عبادت تک مفصلی ہوگی۔

اطاعت و عبادت والی زندگی کے لئے بیعت کی اہمیت

بیعت: بِنَاءٌ بِبَيْعٍ كاصدر ہے، بَيْعاً کے معنی ہیں: بیچنا، فروخت کرنا، بَيْع کے آخر میں تائے وصفی پڑھائی تو بَيْعَةُ ہوا، اسی کو اردو میں لمبی تاء سے بیعت لکھتے ہیں، اور بَايَعُ، يُبَايِعُ، مُبَايَعَةٌ باب مفاعلہ کے معنی ہیں: دو شخصوں کا باہم سودا کرنا۔ اور حقیقی بیعت: کے اصطلاحی معنی ہیں: اپنی جان و مال کو برضا و رغبت اللہ کے ہاتھ جنت کے عوض بیچنا، سورۃ التوبہ (آیت ۱۱) میں ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ﴾: بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے عوض میں خرید لیا ہے، بیچ: مؤمنین کی جانیں اور ان کے اموال ہیں، اور شُرَّح جنت ہے۔

عرفی بیعت: مگر چونکہ اللہ تعالیٰ غیب ہیں، اس لئے کوئی پیکر محسوس چاہئے جس کے ساتھ سودا کیا جائے، وہ پیکر محسوس (نظر آنے والی صورت) رسول اللہ ﷺ ہیں، پھر ان کے وارثین، ان حضرات کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر پکا معاملہ کیا جائے تو اس کا عرفی نام بیعت ہے، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر مختلف طرح کی بیعتیں کی ہیں، بیعت اسلام کی ہے، بیعت جہاد کی ہے، اور بیعت سلوک بھی کی ہے، حدیبیہ میں بیعت جہاد کی تھی، جس کا ذکر (آیت ۱۸) میں آ رہا ہے، یہاں جس بیعت کا ذکر ہے اس سے مراد بھی بیعت جہاد ہے، مگر وہ بیعت سلوک کو بھی شامل ہے، کیونکہ الفاظ عام ہیں، اور بیعت سلوک کا خاص طور پر ذکر سورۃ محمد (آیت ۱۰) میں ہے۔

بیعت سلوک کیوں کی جاتی ہے؟ — سَلَّكَ سُلُوكًا کے معنی ہیں: چلنا، یہ بیعت نوافل اعمال کر کے جنت کے بلند درجات حاصل کرنے کے لئے کی جاتی ہے، آدمی فرائض و واجبات پر عمل تو ایمان کے تقاضے سے کرتا ہے، اور کبار سے بھی ایمان بچاتا ہے، مگر نفل اعمال جو شرعاً ضروری نہیں، مگر مفید ہیں ان پر بھی آدمی ہمت سے عمل کر سکتا ہے، اسی طرح چھوٹے گناہوں سے بھی بچ سکتا ہے، مگر کبھی بے ہمتی مانع بنتی ہے اور آدمی اپنے عیوب سمجھ نہیں سکتا، ایسی صورت

میں کسی راہ برکی ضرورت ہوتی ہے، یہی بیعت کا فائدہ ہے۔ نجات اخروی کے لئے بیعت سلوک ضروری نہیں، اگر ضروری ہوتی تو تمام صحابہ (مردوزن) یہ بیعت کئے ہوئے ہوتے، جبکہ خاص خاص افراد نے یہ بیعت کی تھی، آخرت میں نجات کے لئے ایمان صحیح اور اعمال صالحہ کافی ہیں، اور جاہلوں کا یہ خیال کہ پیر کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی: صحیح نہیں!

بیعت سلوک کے تعلق سے مختلف نظریے

جاننا چاہئے کہ بیعت سلوک کے تعلق سے دنیا میں تین نظریے پائے جاتے ہیں:

پہلا نظریہ: غیر مقلدین، سلفیوں، نجدیوں اور مودودیوں کا ہے، ان کے نزدیک بیعت سلوک بے اصل ہے، اس کا کوئی ثبوت نہیں، بلکہ مودودی صاحب نے تو اس کو بچپنا بیگم لکھا ہے، چننا بیگم فیم کو کہتے ہیں۔

دوسرا نظریہ: بریلویوں کا ہے، وہ کہتے ہیں: آخرت میں نجات کے لئے بیعت ضروری ہے، اور جس کا کوئی پیر نہیں: اس کا پیر شیطان ہے، بلکہ ان کے جلال تو کہتے ہیں: گو نگے پیر (قرآن کریم) سے نجات نہیں ہوگی، بولتا پیر (زندہ پیر) چاہئے۔

تیسرا نظریہ: علمائے دیوبند کا ہے، وہ کہتے ہیں: بیعت سلوک کا قرآن وحدیث سے ثبوت ہے، مگر نجات اخروی کے لئے بیعت ضروری نہیں۔ نجات کا مدار ایمان صحیح اور اعمال صالحہ پر ہے۔ البتہ بیعت سلوک کے دو بڑے فائدے ہیں:

ایک: بیعت نوافل اعمال میں زیادتی اور اس کے ذریعہ جنت میں بلند درجات حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ آدمی خود بھی نوافل اعمال کر سکتا ہے مگر تجربہ یہ ہے کہ وہ کامیاب نہیں ہوتا اگر خود کو کسی کے سپرد کر دے تو یہ مقصد آسانی سے حاصل ہو سکتا ہے۔

دوسرا: بیعت کے ذریعہ باطن کی صفائی کی جاسکتی ہے، جس طرح ہمارا ظاہر میلا ہوتا ہے اور اس کو صاف کرنا پڑتا ہے، اسی طرح باطن بھی میلا ہوتا ہے اور اس کی صفائی کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ باطن کا میل اخلاق رذیلہ ہیں جس کی صفائی آنحضور ﷺ کا فرض منصبی تھا، سورۃ البقرۃ (آیت ۱۲۹) میں آنحضور ﷺ کے چار فرائض بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے ایک: ﴿يُزَكِّيهِمْ﴾ ہے یعنی مسلمانوں کے باطن کو صاف کرنا اور ان کو اخلاق حسنہ سے آراستہ کرنا، اور آپ کا ارشاد ہے: بُعِثْتُ لِأَتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ: میری بعثت اخلاق حسنہ کی تکمیل کے لئے ہوئی ہے، یہ مقصد بھی بیعت ہی کے ذریعہ حاصل ہو سکتا ہے۔

نوٹ: بیعت سلوک کی دفعات اور ان کی تفصیلات سورۃ فتح (آیت ۱۰) کی تفسیر میں آئیں گی۔

رواجی بیعت: حقیقی بیعت جس درجہ مفید ہے: رواجی بیعت اسی درجہ غیر مفید ہے، صوفیاء سے اسلام پھیلا ہے اور ان کی نالائق اولاد سے گمراہی پھیلی ہے، اکابر صوفیاء اور معتبر علماء دین سے واقف ہوتے تھے، اس لئے ان کے ذریعہ

اصلاح ہوتی تھی، پھر ان کے ناخلف جانشین آتے ہیں ان سے گمراہی پھیلتی ہے، اسی طرح کچھ لوگ خلیفہ بننے ہی کے لئے بیعت ہوتے ہیں، وہ بھی بڑا فتنہ ہیں۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ دَيْدَ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۖ فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهُ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝﴾

ترجمہ: بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں — یعنی نبی ﷺ اور آپ کے بعد آپ کے ورثاء پیکر محسوس ہیں، پس پردہ اللہ تعالیٰ ہیں، درحقیقت لوگ بیعت اللہ تعالیٰ سے کرتے ہیں — اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے — یہ استعارہ ہے۔ استعارہ میں لفظ کے حقیقی اور مجازی معنی کے درمیان تشبیہ کا علاقہ ہوتا ہے، اور حروف تشبیہ کے بغیر حقیقی معنی کو مجازی معنی میں استعمال کیا جاتا ہے، ہاتھ کے حقیقی معنی ہیں: جارحہ (عضو) اور مجازی معنی ہیں: نصرت (مدد) یعنی اللہ تعالیٰ کی مدد بیعت کرنے والوں کے ساتھ ہے، مگر استعارہ میں بھی حقیقی معنی کا قائل ہونا ضروری ہے، پس ضعفید (ہاتھ) کو اللہ کے لئے ثابت کرنا ضروری ہے، البتہ اس کی کیفیت کو علم الہی کے حوالے کیا جائے گا، اس میں غرض (غور) کرنا جائز نہیں — پس جو شخص عہد و پیمان توڑے گا: اسی پر اس کے عہد توڑنے کا وبال پڑے گا — جیسے بیعت رضوان میں صحابہ نے عہد کیا تھا کہ اگر جنگ ہوئی تو وہ مرکھیں گے، اس عہد کو اگر انھوں نے توڑا تو انہیں کا نقصان ہوگا، یا جیسے بیعت سلوک میں عہد کیا کہ وہ بد نظری سے بچے گا، اب اگر بد نظری نہیں چھوڑے گا تو اسی کا نقصان ہوگا، اللہ اور پیر کا کچھ نقصان نہیں ہوگا — اور جو شخص اس بات کو پورا کرے گا جس کا اس نے اللہ سے عہد کیا ہے — اس سے معلوم ہوا کہ عہد درحقیقت اللہ تعالیٰ سے کیا جاتا ہے — پس عنقریب اس کو اللہ تعالیٰ بڑا اجر عطایت فرمائیں گے — یعنی جو بیعت پر مستقیم رہا، اپنے عہد و پیمان کو پورا کیا تو اس کو بدلہ بھی پورا ملے گا، اس کے خوب وارے نیارے ہو گئے!

سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلْفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَعَلْتُمَا أَمْوَالَنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۖ يَقُولُونَ بِالسَّيِّئَةِ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۚ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۚ بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝ بَلْ ظَنَنْتُمْ أَن لَّنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا ۖ وَزَيَّنَّ ذَٰلِكَ فِي قُلُوبِكُمْ وَظَنَّتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۖ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُورًا ۝

سَجِيدًا وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ	وَلِلّٰهِ اَمْرٌ وَلِلّٰهِ اَمْرٌ	وَالَّذِينَ يَعْبُدُوْنَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعْبَدُوْنَ	اور زمین کی بخشیں گے وہ جسے چاہیں گے اور سزا دیں گے	مَنْ يَّشَاءُ وَكَانَ اللّٰهُ عَاقِبًا رَّحِيْمًا	جسے چاہیں گے اور ہیں اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے رحم فرمانے والے
--	--	---	--	--	--

غزوہ حدیبیہ میں منافقین کا کردار

عمرہ کے لئے روانہ ہوتے وقت نبی ﷺ نے اعلان کیا تھا، اور مسلمانوں کو ساتھ چلنے کے لئے ابھارا تھا، شاید قرآن سے آپ کو لڑائی کا گمان تھا، مگر دیکھائی منور جان پڑا کر بیٹھ رہے، ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان کے نفاق کا پردہ چاک کیا ہے، آپ کو مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی راستہ میں بتلادیا کہ جب تم صحیح سالم گھر پہنچو گے تو وہ لوگ اپنی غیر حاضری کا جھوٹا عذر پیش کریں گے، کہیں گے: معاف کرنا! ہمیں گھر بار کے دھندوں سے فرصت نہ ملی، کوئی ہمارے پیچھے جانوروں کی اور اہل و عیال کی خبر گیری کرنے والا نہیں تھا، اس لئے ہم ساتھ نہ چل سکے، ہم سے یہ کوتاہی ہوگئی، اب اللہ سے ہمارا قصور معاف کرادیتے! — حالانکہ دل میں جانتے ہیں کہ یہ عذر بالکل غلط ہے، اور اللہ کو تو حقیقت حال کا پتہ ہے، اور استغفار کی درخواست بھی محض ظاہر داری ہے۔

حقیقت میں پیچھے رہنے کا سبب وہ نہیں تھا جو وہ بیان کر رہے ہیں، بلکہ ان کا خیال تھا کہ اب پیغمبر اور مسلمان بچ کر واپس نہیں آئیں گے، دشمن کے منہ میں جا رہے ہیں سب وہاں کھیت رہیں گے، پھر ہم کیوں خود کو ہلاکت میں ڈالیں؟ یہ بدگمانی ان کے دلوں میں خوب جم گئی تھی، اس لئے انھوں نے اپنی سلامتی پیچھے رہنے میں سمجھی، حالانکہ یہ صورت ان کی تباہی کی تھی، وہ اس سفر کی برکات سے محروم رہ گئے، اس سفر کی برکات خیر کی قیمت تھی، جس سے وہ محروم رہ جائیں گے، اور اصل وجہ یہ ہے کہ وہ بے ایمان ہیں، اور کافروں کے لئے دوزخ تیار ہے، مگر اب بھی وہ سنبھل جائیں تو معافی کی امید ہے، اللہ تعالیٰ کا نجات کے مالک ہیں، اور غفور الرحیم ہیں ان کی رحمت غضب پر غالب ہے، اس لئے معافی کی امید ہے۔ آیات پاک: — عنقریب آپ سے وہ ہتہ و کہیں گے جو پیچھے رکھے گئے ہیں کہ ہمارے اموال (مویشی) اور

ہمارے گھر والوں نے ہمیں چھوڑ دیا، پس آپ ہمارے کوتاہی اللہ سے معاف کرادیتے! — وہ لوگ اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے — دل میں کچھ ہے زبان پر کچھ ہے! — آپ کہیں: پس کون مالک ہے تمہارے لئے اللہ کے بجائے کسی چیز کا اگر وہ چاہیں تمہیں کوئی نقصان پہنچانا، یا وہ چاہیں تمہیں کوئی نفع پہنچانا؟ — یعنی تم کہتے ہو کہ مال اور گھر والوں کی حفاظت کی وجہ سے ہم ساتھ نہ چل سکے: بتاؤ: اگر اللہ تعالیٰ تمہارے مال اور

گھر والوں کو کوئی نقصان پہنچانا چاہیں تو تم گھر میں رہ کر اس کو روک دو گے؟ یا اللہ ان کو کچھ فائدہ پہنچانا چاہیں اور تم سفر میں ہو، تو کیا اسے کوئی روک سکتا ہے؟ جب فسخ و نقصان کو کوئی نہیں روک سکتا تو اللہ و رسول کی خوشنودی کے مقابلہ میں ان چیزوں کا خیال کرنا حماقت و ضلالت نہیں تو اور کیا ہے؟ جان لو ان بہانوں سے اللہ تعالیٰ راضی ہونے والے نہیں، ان کو تمہارے سب کھلے چھپے احوال معلوم ہیں، ارشاد فرماتے ہیں: — بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے پوری طرح باخبر ہیں! — اس ہل کا محل آگے آ رہا ہے، ارشاد فرماتے ہیں — بلکہ تم نے یہ سمجھا تھا کہ رسول اور مومنین کبھی بھی لوٹ کر اپنے گھر والوں کی طرف نہیں آئیں گے، اور یہ بات تمہارے دلوں میں مزین کی گئی، اور تم نے برا گمان کیا، اور تم برباد ہونے والے لوگ ہو۔

اور جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لایا: پس ہم نے اس کے لئے دیکھی آگ تیار کر رکھی ہے، اور اللہ ہی کے لئے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے، جس کو چاہیں بخش دیں، اور جس کو چاہیں سزا دیں، اور اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے رحم فرمانے والے ہیں!

سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انْطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوا هَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ ۖ يُبِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلِمَ اللَّهِ قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا كَذَبَكُمْ قَالَ اللَّهُ مِنْ قَبْلُ ۖ فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا ۚ بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۖ قُلْ تِلْكَ خَلْفَيْنِ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعُونَ إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ ۚ فَإِنْ تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا ۚ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۖ كَيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ ۚ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِيمًا ۖ

سَيَقُولُ	متریب کہیں گے	إِذَا انْطَلَقْتُمْ	جب چلو گے تم	لِتَأْخُذُوا هَا	تاکہ لو تم ان کو
الْمُخَلَّفُونَ	پچھے رکھے ہوئے	إِلَىٰ مَغَانِمَ	غنیمتوں کی طرف	ذَرُونَا ^(۱)	چھوڑ دو میں

(۱) ذَرُونَا: فعل امر ذَرُوْا صیغہ جمع مذکر حاضر، ضمیر جمع متکلم مفعول بہ۔

نَدْبِعُكُمْ يُرِيدُونَ	ساتھ چلیں ہم تمہارے	وَمِنَ الْأَعْرَابِ سَمْعَدُ عَزَوت	بدوں سے	عَلَى الْأَعْيُنِ حَدَّثَ	انہیں پر
أَنْ يُبَيِّنُوا كَلِمَ اللَّهِ	کہ بدل دیں	أُولَى بَأْسٍ شَدِيدٍ	ایک قوم کی طرف	وَلَا عَلَى الْأَعْيُنِ حَدَّثَ	اور نہ لکڑے پر
لَنْ تَنفَعُونَا	ہرگز ہمارے ساتھ نہیں	ثَقَاتُ بَلَدِهِمْ أَوْ يُسْلِمُونَ	لڑو گئے تم ان سے	وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهُ	اور جو اطاعت کرتا ہے
لَنْ يَكْفُرَ قَالَ اللَّهُ	یونہی	فَإِنْ تُطِيعُوا يُؤْتِكُمْ	پس اگر کہنا مانو گئے تم	وَرَسُولُهُ يُذِخْلَهُ	اور اس کے رسول کی
مِنْ قَبْلِ فَسَيَقُولُونَ	پہلے سے	اللَّهُ أَجْزًا حَسَنًا	اللہ تعالیٰ	جَنَّتْ تَجْرِي	باغات میں
بَلْ تَحْسَدُونَنا	بلکہ جلتے ہو تم ہم پر	وَأَنْ تَتَكَلَّمُوا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ	اور اگر روگردانی کرو گئے	مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارِ	ان کے نیچے سے
بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ	بلکہ ہیں وہ	مِنْ قَبْلِ يُعَذِّبُكُمْ	پہلی بار	وَمَنْ يَتَوَلَّ يُعَذِّبُهُ	اور جو پھر جائے گا
إِلَّا قَلِيلًا قُلْ	مگر تھوڑا	عَذَابًا أَلِيمًا كَيْسٍ	دردناک سزا	سزادیں گے ان کو	سزادیں گے ان کو
لَا مُعْلَفِينَ	پچھے رکھے ہوئے		نہیں	عَذَابًا أَلِيمًا	دردناک سزا

غزوہ حدیبیہ کا متمہ غزوہ خیبر کو بنایا تاکہ مجاہدین نہال ہوں

نہال: مالا مال، مجاہدین کی روزی روٹی کا سامان اللہ نے غنیمت کو حلال کر کے کیا ہے، اور جیسے غزوہ احزاب میں مجاہدین کے ہاتھ کچھ نہیں آیا تھا: اس لئے فوراً ہی غزوہ بنو قریظہ کا حکم دیا تاکہ مجاہدین کو کھان پان ملے، اسی طرح غزوہ حدیبیہ میں مجاہدین کے پلے کچھ نہیں پڑا: اس لئے فتح خیبر کو اس کا متمہ بنایا تاکہ مجاہدین مالا مال ہو جائیں، اسی طرح کا قصہ فتح مکہ اور غزوہ حنین کا ہے، اس حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ خیبر فتح کرنے کے لئے وہی جائیں جو حدیبیہ میں تھے، دوسرا کوئی شریک نہ ہو۔

یہ غزوہ تبوک کی طرف اشارہ ہے، جو سن نو ہجری میں پیش آیا، جزیرۃ العرب کی سرحد پر بسے ہوئے عرب قبائل جو عیسائی ہو گئے تھے، ان کو ساتھ لے کر قیصر روم نے ایک فوج تیار کی، تاکہ مدینہ پر حملہ آور ہو، نبی ﷺ تیس ہزار مردان جنگی کو ساتھ لے کر تبوک مقام تک گئے، مگر حلیف اسلامی لشکر کی خبر سن کر بکھر گیا، آپ نے بیس دن تبوک میں قیام فرمایا، پھر اسلامی لشکر مظفر و منصور واپس آیا، یہ ایک سخت معرکہ تھا، رومی حکومت کی حدود میں گھس کر ان کے ساتھ ایک فیصلہ کن جنگ لڑنی تھی، چنانچہ آپ نے اعلان فرمایا کہ لوگ لڑائی کی تیاری کریں، عرب قبائل اور اہل مکہ کو بھی پیغام بھیجا کہ جنگ کے لئے اٹھ کھڑے ہوں، اس وقت یہ گنوار کچے مسلمان اور منافق دہک گئے اور انھوں نے ساتھ نہیں دیا، چنانچہ سورۃ التوبہ میں ان پر لڑاڑ پڑی۔

﴿قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْدَابِ سَعَدَ عَوْنٌ ۖ لِّأَلِّ قُوَّةٍ أُولَىٰ بِلَايِ شُعْبَانِيَّةٍ ثَقَاتِلُؤُنْهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ ۖ فَإِنْ تُطِيعُوا يُؤَيِّدْكُمْ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا ۖ وَإِنْ تَنْتَوَلَوْا كُنَّا تَوَلَّيْنَاهُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَبْعَثَ بِكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝﴾
ترجمہ: آپ ان پیچھے رکھے ہوئے گنواروں سے کہیں، بے غریب تم ایسے لوگوں سے لڑنے کے لئے بلائے جاؤ گے جو سخت جنگ جو ہیں۔ رومن امپراطور عرب قبائل کی طرف اشارہ ہے، مگر ابھی بات کھولی نہیں، پس یہ ایک پیشین گوئی ہے۔ تم ان سے لڑو گے یا وہ طمع ہو جائیں گے۔ یہ دوسری پیشین گوئی ہے، اس میں اشارہ ہے کہ حلیف بکھر جائے گا، اور مقابلہ کی نوبت نہیں آئے گی، مگر ﴿ثَقَاتِلُؤُنْهُمْ﴾ کو مقدم کیا، تاکہ خطرہ منڈلاتا رہے اور فوج مطمئن نہ ہو جائے۔ پس اگر تم اطاعت کرو گے۔ یعنی ساتھ دو گے۔ تو اللہ تعالیٰ تمہیں اچھا بدلہ دیں گے۔ اس میں بھی اشارہ ہے کہ جنگ نہیں ہوگی اور غنیمت نہیں ملے گی، البتہ اچھا بدلہ یعنی ثواب بھرپور ملے گا۔ اور اگر روگردانی کرو گے۔ یعنی ساتھ نہیں چلو گے۔ جیسا کہ اس سے پہلے روگردانی کر چکے ہو۔ یعنی غزوہ حدیبیہ میں، پس وہ تمہیں دردناک سزا دیں گے!

معذوروں پر جہاد فرض نہیں، مگر اطاعت ضروری ہے

جہاد سے پیچھے رہنے والوں کا تذکرہ چل رہا ہے، شاید معذور سوچیں کہ ہمارا کیا ہوگا؟ ہم تو عذر کی وجہ سے پیچھے رہتے ہیں اس لئے اب ان کا استثناء کرتے ہیں کہ معذور لوگ: مثلاً نابینا، لنگڑا اور بیمار وغیرہ جو عذر کی وجہ سے جہاد میں نہیں لکل سکتے، ان پر لکھنا فرض نہیں، البتہ احکام شریعہ کی تعمیل ضروری ہے، اطاعت کریں گے تو وہی جنت پائیں گے جو جاہلین کو ملے گی، اور احکام کی خلاف ورزی کریں گے تو دردناک سزا پائیں گے۔

﴿كَيْفَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ ۚ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمِنْ تَحْتِهَا أَعْدَابٌ أَلِيمًا ﴿٦﴾

ترجمہ: ناپیدیا پر کچھ بھی نہیں، اور نہ لنگڑے پر کچھ بھی ہے، اور نہ بیمار پر کچھ بھی ہے، اور جو اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانے گا — یعنی شریعت پر عمل کرے گا — اس کو اللہ تعالیٰ ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، اور جو شخص روگردانی کرے گا — یعنی احکام شرعیہ پر عمل نہیں کرے گا — اس کو دردناک سزا دیں گے!

جب معذور قلیل احکام سے مستثنیٰ نہیں، تو غیر معذور جو احکام کی تعمیل نہیں کرتے سزا سے کیسے بچ سکتے ہیں!

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ۝ وَمَعَازِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝ وَعَدَكُمُ اللَّهُ مَعَازِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَلَ بَكُمْ هَذِهِ وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُونَ آيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۝ وَآخِرُ لِمَ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا قَدِيرًا ۝

عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ۝

لَقَدْ	اور بخدا! واقعہ یہ ہے	تَحْتَ الشَّجَرَةِ	درخت کے نیچے	وَأَثَابَهُمْ ^(۲)	اور ان کو بدلہ میں دی
رَضِيَ	خوش ہو گئے	فَعَلِمَ	پس جانتا اس نے	فَتْحًا قَرِيبًا	نزدیکی فتح
اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	مَا فِي قُلُوبِهِمْ	ان جذبات کو جو ان کے	وَمَعَازِمَ	اور غنیمتیں
عَنِ الْمُؤْمِنِينَ	مؤمنین سے		دلوں میں ہیں	كَثِيرَةً	بہت
إِذْ	جب	فَأَنْزَلَ	پس اتارا	يَأْخُذُونَهَا	لیں گے وہ ان کو
يُبَايِعُونَكَ ^(۱)	وہ آپ سے بیعت کر	السَّكِينَةَ	الطمینان	وَكَانَ اللَّهُ	اور ہیں اللہ تعالیٰ
	رہے ہیں	عَلَيْهِمْ	ان پر	عَزِيزًا	زبردست

حَکِّمْنَا	بڑی حکمت والے	آئندے	ہاتھ	لَمْ تَقْدِرُوا	نہیں قابو پایا تم نے
وَعَدَاكُمْ	وعدہ کیا تم سے	النَّاسِ	لوگوں کے	عَلَيْهَا	ان پر
اللَّهُ	اللہ نے	عَنْكُمْ	تم سے	قَدْ أَحَاطَ	باتحقیق گھیر رکھا ہے
مَعَانِمَ	غنیمتوں کا	وَلَيْتَكُونُ	اور تاکہ ہوے وہ	اللَّهُ	اللہ نے
كَثِيرَةً	ڈھیر ساری	أَيُّهُ	ایک نشانی	بِهَا	ان کو
ثَاخِذًا وَثَمًا	لوگے تم ان کو	لِلْمُؤْمِنِينَ	مؤمنین کے لئے	وَكَانَ	اور ہیں
فَعَجَلَ	پس جلدی دی	وَيَهْدِيكُمْ	اور لے چلے وہ تم کو	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
لَكُمْ	تم کو	صِرَاطًا	راہ	عَلَى كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز پر
هَذَا	یہ	مُسْتَقِيمًا	سیدھی	قَدِيرًا	پوری قدرت رکھنے
وَكَفَّ	اور روک دیئے	وَأَخَذَ	اور دوسری (غنمیں)	والے	والے

حدیبیہ میں مؤمنین پر چار انعامات

اب مؤمنین کا تذکرہ شروع کرتے ہیں، اور یہ بیان آخر سورت تک چلے گا، حدیبیہ میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین پر چار انعامات فرمائے: (۱) ان کو اللہ کی خوشنودی حاصل ہوئی (۲) ان پر سکینت نازل ہوئی (۳) ان کو لگے ہاتھوں ایک کامیابی ملی (فتح خیبر) (۴) جس میں ان کو بہت غنیمت حاصل ہوئی۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ بیعت رضوان: وہ بیعت جس سے اللہ تعالیٰ مؤمنین سے خوش ہوئے — حدیبیہ میں پہنچ کر نبی ﷺ نے غمراش بن امیہ مخزومی رضی اللہ عنہ کو مکہ والوں کے پاس بھیجا کہ ہم لڑنے نہیں آئے، عمرہ کر کے چلے جائیں گے، مکہ والوں نے ان کے اونٹ کو ذبح کر ڈالا، اور ان کے قتل کا ارادہ کیا، مگر کچھ لوگوں نے درمیان میں پڑ کر ان کو بچا دیا، انھوں نے واپس آ کر پورا واقعہ بیان کیا، پس آپؐ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھیجا چاہا، انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیجے کا مشورہ دیا، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھیجے گئے، قریش نے ان کو روک لیا، اور حدیبیہ میں بات پہنچی کہ قریش نے ان کو قتل کر دیا، اب جنگ ناگزیر ہو گئی، کیونکہ سفیر کو قتل کرنا معمولی بات نہیں تھی، چنانچہ آپؐ نے ایک لیکر کے درخت کے نیچے بیٹھ کر جہاد کی بیعت لی، یہ بیعت رضوان کہلاتی ہے، جب قریش نے اس بیعت کی خبر سنی تو وہ ڈر گئے، کیونکہ جب ایک آدمی مرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے تو وہ سو پر بھاری ہو جاتا ہے، انھوں نے فوراً حضرت عثمانؓ کو واپس کر دیا، پھر سفارتوں کا

سلسلہ شروع ہوا، بعض امور میں بحث و تکرار بھی ہوئی، اور مسلمانوں کو غصہ اور جوش بھی آیا، مگر نبی ﷺ نے سب باتیں منظور فرمائیں، اور صلح ہو گئی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیعت کرنے والوں سے اپنی خوشنودی کا اعلان فرمایا ہے، اور صحیحین کی روایت میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم لوگ تمام روئے زمین کے لوگوں سے بہتر ہو“ اور صحیح مسلم میں روایت ہے کہ جن لوگوں نے درخت کے نیچے بیعت کی ہے ان میں سے کوئی جہنم میں نہیں جائے گا، پس ان کا حال بدی صحابہ جیسا ہو گیا۔

۲۔ سکینت کا نزول: سکینت کے معنی ہیں: اطمینان، یعنی دل سے ڈر، خوف اور فکر کا نکل جانا، اور حالتِ حاضرہ پر مطمئن ہو جانا، چندہ سو صحابہ کی مکہ والوں کے سامنے کیا حیثیت تھی؟ جیسے ہاتھی کے پیر کے نیچے چوٹی! مگر بیعت کے بعد ایک مجاہد پر غم تھا کہ وہ تمہا سارے مکہ والوں سے منٹ لے گا، اس وجہ سے جب صلح میں نامناسب شرطوں کا مطالبہ ہوا تو صحابہ کو سخت غصہ آیا، وہ تگوار سے فیصلہ کرنا چاہتے تھے، مگر جب نبی ﷺ نے شرطیں منظور فرمائیں تو انھوں نے بھی منظور کر لیں، یہ وہ سکینت تھی جو بیعت کے نتیجہ میں قلوب پر نازل ہوئی۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی صورتوں اور جسموں کو کہیں دیکھتے، بلکہ ان کے دلوں کو دیکھتے ہیں، بیعت کے وقت فدائیت کے جو جذبات دلوں میں موجزن تھے، انھوں نے مجاہدین کو نڈر بنادیا تھا، پھر جب صلح ہو گئی تو وہ اس پر بھی مطمئن ہو گئے، مرضی مولیٰ ازہمہ اولیٰ!

۳۔ فتح قریب: جلد حاصل ہونے والی فتح، یعنی فتحِ خیبر، وہ صلح حدیبیہ سے دو ماہ بعد حاصل ہوئی، فتح مکہ اس کا مصداق نہیں، وہ دو سال بعد حاصل ہوئی ہے، اس لئے اس کو فتح قریب نہیں کہہ سکتے، چونکہ حدیبیہ میں صلح ہو گئی تھی، فتح نصیب نہیں ہوئی تھی، نہ غنیمت ملی تھی، جبکہ مجاہدین کی معاش اسی سے وابستہ تھی، اس لئے صلح حدیبیہ کے بدل فتحِ خیبر عطا فرمائی۔

حدیبیہ سے لوٹنے کے بعد محرم ۷ ہجری میں نبی ﷺ نے خیبر پر چڑھائی کی، خیبر: مدینہ کے شمال میں شام کی طرف آٹھ برید یعنی تقریباً سو میل پر ایک شہر تھا، وہاں قلعے بھی تھے اور کھیتیاں بھی، اس کی آبادی یہودیوں پر مشتمل تھی، اللہ تعالیٰ نے غزوہ حدیبیہ کے بدل یہ فتح عنایت فرمائی۔

۴۔ ڈھیر ساری غنیمت: خیبر کی ساری زمینیں اور باغات مراد ہیں، جن سے سب صحابہ آسودہ ہو گئے، صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: فتح خیبر کے بعد ہم نے شکم سیر ہو کر کھجوریں کھائیں۔

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ۝ وَمَعَاقِدَهُمْ كَظِيرِكُمْ يُاخِذُ وَهَاءَ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝﴾

ترجمہ: بخدا! واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤمنین سے خوش ہوئے، جب وہ لوگ آپؐ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔ یہ اللہ کا خوش ہونا پہلا انعام ہے۔ اور ان کے دلوں میں — فدائیت اور مر مٹنے کے — جذبات تھے ان کو اللہ نے جانا، پس اللہ نے ان پر سکینت نازل فرمائی — یہ دوسرا انعام ہوا — اور ان کو بدلے میں جلدی حاصل ہونے والی کامیابی دی — یعنی حدیبیہ میں فتح نہیں ملی تو دوسری جگہ فتح دی، مگر ابھی اس کو صیغہ راز میں رکھا ہے، یہ تیسرا انعام ہوا — اور ڈھیر ساری غنیمت جس کو وہ ملیں گے — خیر کی غنیمت مراد ہے، اور یہ چوتھا انعام ہے، یعنی دوسری جگہ صرف فتح ہی نہیں ملے گی، کیونکہ فتح تو کبھی غنیمت کے بغیر بھی حاصل ہوتی ہے، بلکہ فتح کے ساتھ مالا مال ہو جائیں گے — اور اللہ تعالیٰ زبردست بڑی حکمت والے ہیں — یعنی اپنے زور و حکمت سے حدیبیہ کی کسر یہاں نکال دی۔

صلح حدیبیہ کے بعد کے پانچ واقعات

اب دو آیتوں میں صلح حدیبیہ کے بعد پیش آنے والے پانچ واقعات کا اشاروں اشاروں میں تذکرہ فرماتے ہیں، مگر اب جبکہ وہ واقعات پیش آچکے ہیں تو ان کو تفصیل سے بیان کرتا ہوں، واقعات رونما ہونے سے پہلے وہ پیشین گوئیاں اور معجزات تھے:

- ۱- امت کو بہت غنیمتیں ملیں گی، خیر کی غنیمت ان کی پہلی قسط ہے۔ — جہاد قیامت تک جاری رہے گا، کیونکہ اسلام عالم گیر اور ابدی مذہب ہے، اس لئے اس کے دشمن بہت ہیں، اور مجاہدین کا گذارہ غنیمت پر ہے، اس لئے امت کو بے شمار غنیمتیں حاصل ہوں گی، وہ کبھی خالی ہاتھ نہیں لوٹیں گے، ان میں سے ایک حصہ خیر میں دلائیں گے۔
- ۲- بنو غطفان کو خیر نہیں پہنچے دیا: — جب نبی ﷺ کی خیر کی طرف پیش قدمی کی یہود کو اطلاع ہوئی تو انھوں نے کنانہ بن ابی اُحقیق اور ہوذہ بن قیس کو بنو غطفان کے پاس روانہ کیا، وہ خیر کے یہودیوں کے حلیف اور مسلمانوں کے خلاف ان کے مددگار تھے، ادھر نبی ﷺ نے وادی صہبہا سے گذر کر رجع نامی وادی میں قیام فرمایا، جو بنو غطفان کی آبادی سے صرف ایک شبانہ روز دوری پر واقع تھی، بنو غطفان تیار ہو کر یہود کی مدد کے لئے چل پڑے، انشاء راہ میں ان کو اپنے پیچھے کچھ شور سنائی دیا، انھوں نے سمجھا کہ مسلمانوں نے ان کے بال بچوں پر حملہ کر دیا، اس لئے وہ واپس لوٹ گئے، اس طرح بنو غطفان کی مدد سے یہود محروم ہو گئے۔

- ۳- بنو غطفان کا واقعہ مؤمنین کے لئے ایک نشانی ہے: — اس میں فتح مکہ کی طرف اشارہ ہے کہ جب اس کا وقت آئے گا تو اللہ تعالیٰ مکہ والوں کے ہاتھ بھی روک لیں گے، اور مجاہدین بغیر مزاحمت کے مکہ کو فتح کر لیں گے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ مومنین کو سیدھے راستے پر چلائیں گے: — اس میں بھی فتح مکہ کی طرف اشارہ ہے، غزوہ حدیبیہ میں جس طرح راستہ بدل کر دشوار گزار راستے سے حدیبیہ تک پہنچے تھے: اس کی نوبت نہیں آئے گی، سیدھے راستے پر چل کر مجاہدین مکہ مکرمہ فتح کریں گے۔

۵۔ فتح مکہ کے بعد ایک بڑی غنیمت مسلمانوں کو حاصل ہوگی: — یہ حنین کی غنیمت کی طرف اشارہ ہے، فتح مکہ میں مجاہدین کے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا، اس لئے اللہ تعالیٰ اس کا تہہ غزوہ حنین کو بنائیں گے، جس میں بے شمار دولت ملے گی، ابھی وہ غنیمت ان کے قابو میں نہیں آئی، مگر وہ اللہ کے قابو میں ہے، وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں، وقت پر وہ غنیمت بھی ان کو عطا فرمائیں گے۔

وَعَدَكُمْ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُوهَا فَعَجَلَ لَكُمْ هَذِهِ ۖ وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۖ وَلِتَكُونَ آيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۝ وَآخِرُ لَعْنَتِنَا عَلَيْهَا ۚ قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ۝ ﴿١٩﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت ہی غنیمتون کا وعدہ کیا ہے، جن کو تم لوگ — یعنی قیامت تک ہر جہاد میں تمہیں غنیمت ملے گی — پس سروسٹ تم کو یہ غنیمت دی — یہ یعنی جس کا اس سے پہلے آیت ۱۹ میں ذکر آیا ہے، یعنی خیبر کی غنیمت — اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے — یعنی جو عطفان کو یہودی مدد کے لئے نہیں پہنچنے دیا — اور تاکہ یہ واقعہ اہل ایمان کے لئے ایک نمونہ بنے — یعنی جب فتح مکہ کا وقت آئے گا تو اسی طرح اللہ تعالیٰ قریش کے ہاتھ روک لیں گے — اور تم کو سیدی راہ پر چلائیں گے — یعنی کوئی مزاحمت کرنے والا نہیں ہوگا، تم سیدی صاف سڑک پر چل کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوؤ گے — اور ایک دوسری (غنیمت) بھی جو تمہارے قابو میں نہیں آئی، اللہ تعالیٰ نے اس کو گھیر رکھا ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں — یہ حنین کی غنیمت کی طرف اشارہ ہے۔

وَلَوْ قَتَلَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَكُلُّوا أَلْذُبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝
سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۖ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۝ وَهُوَ
الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۖ وَأَيَّدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ أَنْ
أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۖ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ۝

وَلَوْ	اور اگر	الَّتِي	جو	وَأَيُّدِيكُمْ	اور تمہارے ہاتھ
فَتَنَّاكُمْ	لڑتے تم سے	قَدْ حَكَمْتُ	تحقیق گزر چکی	عَنْهُمْ	ان سے
الَّذِينَ	جنہوں نے	مَنْ قَبْلُ	پہلے سے	بِظَنِّ ^(۲)	پہنچ میں
كَفَرُوا	نہیں مانا	وَلَنْ تَجِدَ	اور ہرگز نہیں پائے گا تو	مَكَّةَ	مکہ کے
كُوفُوا	ضرور پھیرتے وہ	لِسُنَّةِ اللَّهِ	اللہ کی سنت کو	مَنْ بَعْدُ ^(۳)	بعد
الَّذِينَ بَارَ	پیشیں	تَبْدِيلًا	بدلتا	أَنْ أَظْفَرَكُمْ	تمہارے کامیاب ہونے کے
ثُمَّ	پھر	وَهُوَ	اور وہی ہیں	حَكِيمُهُمْ	ان پر
لَا يَهْدِيهِ	نہ پاتے وہ	الَّذِينَ	جنہوں نے	وَكَانَ اللَّهُ	اور ہیں اللہ تعالیٰ
وَلِيًّا	کوئی کارساز	كَفَّ	روک دیئے	بِمَا	ان کاموں کو جو
وَلَا نَصِيرًا	اور نہ کوئی مددگار	أَيُّدِيكُمْ	ان کے ہاتھ	تَعْمَلُونَ	کرتے ہو تم
سُنَّةَ اللَّهِ ^(۱)	اللہ کی سنت	عَنْكُمْ	تم سے	بَصِيرًا	خوب دیکھنے والے

حدیبیہ میں صلح نہ ہوتی جنگ پھڑپھڑاتی تو کیا ہوتا؟ دشمن روم دبا کر بھاگتا!

اگر حدیبیہ میں صلح نہ ہوتی بڑائی ہوتی تو مسلمان ہی غالب رہتے، کفار پیچھے پھیر کر بھاگتے، اور کوئی حامی اور مددگار نہ ہوتا، جو ان کو آفت سے بچالے، کیونکہ اللہ کی سنت جو ہمیشہ سے چلی آرہی ہے، جو کسی بدلتی نہیں، یہ ہے کہ جب اہل حق اور اہل باطل میں فیصلہ کن مقابلہ ہوتا ہے تو اہل حق غالب اور اہل باطل مغلوب ہوتے ہیں، اسی سنت الہی کے مطابق نتیجہ نکلتا۔ اور جیسے جنگ بدر پہلا یوم الفرقان (فیصلہ کن دن) ثابت ہوا تھا، جنگ حدیبیہ آخری یوم الفرقان ثابت ہوتا۔

قریش کے جوانوں نے جنگ بھڑکانے کی پوری کوشش کی

جب قریش کے جوانوں نے دیکھا کہ بڑے لوگ صلح کی طرف مائل ہیں تو انہوں نے صلح میں رخ نہ ڈالنے کے لئے ایک پلان بنایا، پچاس جوان رات میں محکم پہاڑی سے اتر کر مسلمانوں کے کیمپ میں گھس آئے، انہوں نے چاہا کہ ہنگامہ برپا کر دیں، تاکہ جنگ کی آگ بھڑک جائے، مگر پہریداروں کے کمانڈر حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے سب کو (۱) سنۃ اللہ: فصل محذوف کا مقول مطلق ہے، اِی سَنَ اللّٰہِ ذٰلِكَ (۲) بطن سے مجاور و ملاصق مراد ہے یعنی مکہ کے پاس (۳) ان: مصدر یہ، اظفر کم بتاویل مصدر ہو کر بعد کا مضاف الیہ۔

گرفتار کر لیا، اور صبح سب کو نبی ﷺ کے سامنے پیش کیا، آپؐ نے سب کو معاف کر دیا تاکہ صلہ میں رخصت نہ پڑے، اس طرح دونوں طرف کے ہاتھ روک لئے تاکہ جنگ کی نوبت نہ آئے، اور حرم شریف کی حرمت پامال نہ ہو۔

ترجمہ: اور اگر تم سے یہ کفار لڑتے تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگتے، پھر ان کو نہ کوئی یار ملتا اور نہ کوئی مددگار (اللہ کا یہی دستور ہے، جو پہلے سے چلا آتا ہے، اور تو اللہ کے دستور میں رد و بدل نہیں پائے گا) — اور اللہ تعالیٰ ہی نے ان کے ہاتھ تم سے روک دیئے، اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے، مکہ کے قریب، اس کے بعد کہ تم کو ان پر قابو نہ دیا، اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب دیکھ رہے تھے!

هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيِ مَعْكُوفًا أَنْ يَبْلُغَ مَجَلَّهُمْ وَلَوْ لَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوهُمْ أَنْ تَطَّوَّهُمْ فِتْصِيْبِكُمْ مَعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ لِيَدْخُلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۖ إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ الْحَمِيَّةَ ۚ فَانْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَالزَّمَهُمْ كَلِمَةً ۚ التَّقْوَى ۚ وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا

ہم (۱)	وہی ہیں	وَالْهَدْيِ (۲)	اور (روکا) ہدی کو	مُؤْمِنُونَ	ایماندار
الَّذِينَ	جنہوں نے	مَعْكُوفًا	دراں حالیکہ وہ روکے ہوئے	وَنِسَاءٌ	اور کچھ عورتیں
كَفَرُوا	نہیں مانا	أَنْ يَبْلُغَ (۳)	پہنچنے سے	مُؤْمِنَاتٌ	ایماندار
وَصَدُّوكُمْ	اور روکا تمہیں	مَجَلَّهُمْ	اس کی جگہ میں	لَّمْ تَعْلَمُوهُمْ (۴)	نہیں جانتا تم نے ان کو
عَنِ الْمَسْجِدِ	مسجد سے	وَلَوْ لَا	اور اگر نہ ہوتے	أَنْ تَطَّوَّهُمْ	کہ رو نہ ڈالو گے تم ان کو
الْحَرَامِ	محترم	رِجَالٌ	کچھ مرد	فِتْصِيْبِكُمْ	پس پہنچے گی تم کو

(۱) ہم: مبتداء، الذين: خبر (۲) الہدی: کم پر معطوف، ضمیر متصل پر جب فصل ہو جائے عطف جائز ہے (۳) ان: مصدر یہ، اور اس سے پہلے من محذوف ای من البلوغ۔ (۴) ان تَطَّوَّهُمْ: ہم سے بدل اشتمال ہے۔

وَنُفِثَ لَهُمْ	ان کی وجہ سے	عَذَابًا أَلِيمًا	ورد تک سزا	عَلَى رَسُولِهِ	اپنے رسول پر
مَعَذَّةً ^(۱)	معصرت	لَاذٌ	(پاد کرو) جب	وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ	اور مومنین پر
يُغْنِيهِمْ	لا علمی میں	يَجْعَلُ	گردانی	وَالْزَّكَّاتِ	اور چمکائی ان پر
لِيُذْخِلَ	تاکہ داخل کریں	الَّذِينَ	جنہوں نے	كَلْبَةً	پات
اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	كَفَرُوا	نہیں مانا	التَّقْوَى	پرہیز گاری کی
فِي رَحْمَتِهِمْ	اپنی مہربانی میں	فِي فَلْيُهِمْ	اپنے دلوں میں	وَكَاثِرًا	اور تھوڑے
مَنْ يُشَاءُ	جس کو چاہیں	الْحَمِيَّةِ	ہٹ (ضد)	أَحَقُّ	زیادہ حقدار
لَوْ نَزَّلْنَاهُ ^(۲)	اگر ایک طرف ہو جائے وہ	حَمِيَّةٍ	ضد	يَهْمَا	اس کے
لَعَذَابُنَا	ضرور سزا دیتے ہم	الْجَاهِلِيَّةِ	جاہلیت کی	وَأَهْلُهَا ^(۳)	اور اہل اس کے
الَّذِينَ	ان کو جنہوں نے	فَاَنْزَلَ	پس اتاری	وَكَانَ اللَّهُ	اور ہیں اللہ تعالیٰ
كَفَرُوا	نہیں مانا	اللَّهُ	اللہ نے	يَكِلُ شَيْءٌ	ہر چیز کو
وَنُفِثَ لَهُمْ	ان میں سے	سَكِينَةً	سکینت	عَلَيْهَا	خوب جاننے والے

قریش کے سربراہوں نے بھی جنگ بھڑکائی نہیں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی

جس طرح قریش کے جوانوں نے جنگ بھڑکانی چاہی تھی، ان کے سربراہوں نے بھی کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی تھی:

اول: تو انہوں نے دین اسلام کو ٹھکرا دیا، جو اللہ کا سچا دین ہے، اور اس کی صداقت کے واضح دلائل موجود ہیں، اس کی سزا ان کو ملنی چاہئے اور وہ جہاد ہی سے ملے گی۔

دوم: کعبہ اور حرم شریف کا من پر اپرٹی (مشترک جگہ) تھی، ہر عرب کو وہاں حج اور عمرہ کرنے کے لئے آنے کا حق تھا، مگر قریش کے بڑے اس کے لئے روادار نہیں ہوئے کہ مسلمانوں کو یہ حق دیں، انہوں نے طے کر لیا کہ مسلمانوں کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے یعنی وہ اس مشترک جگہ کے مالک بن بیٹھے، اس کی بھی سزا ان کو ملنی چاہئے۔

سوم: قربانی کے جو جانور بیت اللہ کی نذر کئے گئے ہیں، جن کو حرم میں ذبح کیا جانا ہے، ان کو بھی کفار نے حرم میں داخل ہونے سے روک دیا، وہ حدیبیہ میں داخلہ کے منتظر کھڑے ہیں، اس کی سزا بھی قریش کو ملنی چاہئے، اور وہ جنگ کی

(۱) معرة: اسم ہے۔ معصرت، نقصان اور لولا کا جواب بغیر علم کے بعد محذوف ہے، ای: لَقَطِطِي الْأُمُ، وَلَكِنَّهُ كَفَّهَا عَنْهُمْ لِيَدْخُلَ الْكَافُ (۲) كَفَرُوا: الگ الگ ہونا (۳) الْحَمِيَّةِ: جج، ضد، ہٹ (۴) أَهْلُهَا: عطف تفسیری ہے۔

صورت ہی میں ملے گی، پس جنگ کا پورا ماحول کفار نے: جو انوں نے اور بڑوں نے، تیار کر دیا تھا۔

﴿هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيِ مَعَكُومًا أَنْ تَبْلُغَ مَجَلَّةً﴾

ترجمہ: وہی لوگ ہیں جنھوں نے دین اسلام کو نہیں مانا، اور تم کو مسجد حرام سے روک دیا، اور قربانی کے جانوروں کو روک دیا، دراصل ایک وہ روکے ہوئے ہیں ان کی ذبح ہونے کی جگہ میں پہنچنے سے۔

ملاحظہ: حدیبیہ کا آدھا حصہ حرم میں ہے، اور آدھا باہر حرم کی لکیر درمیان سے گذرتی ہے، صحابہ کا قافلہ باہر کا تھا، اور قربانیاں حرم میں کی تھیں۔

وہ مصلحت جس کی وجہ سے اللہ نے حدیبیہ میں جنگ نہیں ہونے دی

جب جنگ کا ماحول پوری طرح تیار تھا، جو ان اور بڑے جنگ کے لئے پر تول رہے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے جنگ کیوں نہیں ہونے دی؟ جواب یہ ہے کہ بافضل ایمان لائے ہوؤں کی اور بالقوۃ ایمان لانے والوں کی حفاظت مقصود تھی بالفعل: یعنی جو ایمان لائے تھے، مگر چھپے ہوئے ہیں، اور بالقوۃ: یعنی جو آئندہ ایمان لائیں گے، جن کے لئے ایمان مقدر ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ کچھ مسلمان سروروزن جو مکہ میں پھنسے ہوئے تھے، جن سے مجاہدین واقف نہیں تھے، اگر جنگ ہو جاتی تو وہ انجانے میں مارے جاتے، اور اس نقصان پر بعد میں افسوس ہوتا، اس کے علاوہ بہت سے لوگوں کے لئے ایمان لانا علم الہی میں مقدر تھا، اگر ابھی جنگ ہو جاتی تو وہ مارے جاتے، اور ایمان سے محروم رہ جاتے — ان دو وجوہ سے اللہ تعالیٰ نے فی الحال جنگ نہیں ہونے دی — اگر کفار اور یہ دونوں قسم کے مسلمان الگ الگ ہو جاتے تو دنیا دیکھ لیتی کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ہاتھوں کفار کو کیسی عبرت ناک سزا دلواتے ہیں۔

﴿وَلَوْ كَانُوا رِجَالًا مُّؤْمِنُونَ وَنَسَاءً مُّؤْمِنَاتٍ لَّكَ تَعْلَمُوهُمْ أَنَّ تَطَّوُّهُمْ فَتُصْنِبُكُمْ عَنْهُمْ مَعَرَّةً يَفْخِرُونَ عَلَيْهِمْ لِيُذْخِلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَنِ يَشَاءُ ۚ لَكُمُ تَزْكِيَالُوا لَعَدَا بَنِي الدِّينِ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا﴾

ترجمہ: اور اگر نہ ہوتے مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، جن کو تم نہیں جانتے — یہ بافضل (سردست) ایمان لانے والے ہیں — کہ یہیں ڈالو گے تم ان کو — یعنی گھوڑوں کے پیروں میں روندے جائیں گے — پس لاعلمی میں پہنچے گی تمہیں ان کی وجہ سے مضرت — یعنی بعد میں اس قومی نقصان پر افسوس ہوگا — اگر یہ بات نہ ہوتی تو سب قصہ نہ مٹا دیا جاتا، لیکن ایسا اس لئے نہیں کیا گیا — تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں جس کو چاہیں داخل کریں — یہ بالقوۃ ایمان لانے والوں کا ذکر ہے — اگر وہ لوگ وہاں سے ہٹ جاتے — بافضل ایمان لانے والوں کا جدا ہونا تو ممکن تھا، مگر بالقوۃ ایمان لانے والوں کا جدا ہونا ممکن نہیں تھا، کیونکہ ان کو خود بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ آئندہ ایمان

لائیں گے، اور ان کی تعداد کا اندازہ اس سے لگائیں کہ غزوہ حدیبیہ میں پندرہ سو صحابہ ہر کاب تھے، اور اس کے دو سال بعد فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار قدسیوں کا لشکر جرار ہر کاب تھا، پھر وہ کیسے جدا ہوتے؟ — پس ہم دردناک سزا دیتے ان میں سے — مکہ والوں میں سے — ان لوگوں کو جنہوں نے دین اسلام کو قبول نہیں کیا۔

صلح اس وقت ہوتی ہے جب کوئی ایک فریق نرم پڑے، اور وہی فریق اچھا ہوتا ہے!

نزاع میں اگر دونوں فریق بھدر ہیں تو صلح نہیں ہو سکتی، ایک فریق نرم پڑے اور دوسرے کی ہٹ مان لے تبھی صلح ہو سکتی ہے، حدیبیہ میں کفار ضد سے بھر گئے تھے، اور ضد بھی نادانی والی، ان کی شرط تھی کہ اسال عمرہ کئے بغیر واپس جاؤ، آئندہ سال بیٹے آؤ، اور مکہ میں صرف تین دن رہو، اور جو مسلمان مدینہ آئے اُسے واپس کرو، اور لم اللہ اور محمد رسول اللہ نہیں لکھنے دیا، اگر مسلمانوں کی طرف سے بھی ہٹ ہوتی تو صلح کیسے ہوتی؟ جبکہ صلح ہونی تھی، اس کا مقصد حرم کو خون خرابہ سے بچانا تھا، چنانچہ نبی ﷺ نرم پڑ گئے، اور آپ نے ان کی ہر نامناسب شرط مان لی، کیونکہ جب حدیبیہ میں آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی تھی تو آپ نے عہد کیا تھا کہ قریش جو بھی بات مجھ سے منوانا چاہیں گے جس میں حرم شریف کا احترام ہوگا: میں اس کو مان لوں گا، اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر اور مؤمنین پر سکینت نازل فرمائی، ان کے دل دب کر صلح کرنے پر راضی ہو گئے، اور انھوں نے حرم کا احترام ملحوظ رکھا، اس کی حرمت و عظمت کو پامال نہیں ہونے دیا، اور وہی اس کے زیادہ حقدار تھے کہ حرم محترم کی عظمت ملحوظ رکھیں، کفار تو دکھاوے کی تعظیم کرتے تھے، مسلمان ہی دل سے تعظیم کرتے ہیں، جس کا اللہ تعالیٰ کو بخوبی علم تھا، اس طرح صلح ہو گئی۔ **فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ!**

﴿اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمْ الْحُمَيَّةَ حُمَيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ قَاتُوْا اِنَّ اللّٰهَ سَكُنْتُ عَلٰی رَسُوْلِهِ وَاَلِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَوَّلَهُمْ كَلِمَةً التَّقْوٰى وَكَانُوْا اٰخَرٰى بِهَا وَاَهْلُهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾

ترجمہ: (یاد کرو) جب ان کافروں نے اپنے دلوں میں ضد کو جگہ دی، نادانی والی ضد! پس اللہ نے اپنی سکینت نازل فرمائی اپنے رسول پر اور مؤمنین پر، اور ان کو تقویٰ کی بات سے لگائے رکھا — یعنی انھوں نے حرم کا احترام ملحوظ رکھا — اور وہ اس کے زیادہ حقدار اور زیادہ اہل تھے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والے ہیں! — تقویٰ کے مستحق ہیں: اللہ سے ڈر کر نافرمانی سے بچنا، اور اس کی بنیاد مکہ توحید ہے، مگر یہاں ماسبق لاجلہ الکلام (مقصود کلام) حرم کے ادب پر مضبوطی سے قائم رہنا ہے۔ مگر ارشاد پاک عام ہے اس لئے حدیث شریف میں: ﴿كَلِمَةُ التَّقْوٰى﴾ کی تفسیر لا الہ الا اللہ سے کی گئی ہے، کیونکہ تمام تر تقویٰ و طہارت کی بنیاد یہی کلمہ ہے، جس کے اٹھانے اور حق ادا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اصحاب رسول ﷺ کو جن لیا، اور بلاشبہ اللہ کے علم میں وہی اس کے مستحق اور اہل تھے (فوائد)

لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِن شَاءَ اللَّهُ
 آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُءُوسِكُمْ وَمُقَصِّرِينَ ۚ لَا تَخَافُونَ ۚ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا
 فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذَلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا ۝

لَقَدْ	بخدا ادا واقعہ یہ ہے	الْمَسْجِدَ	مسجد	وَمُقَصِّرِينَ	اور کترواتے ہوئے
صَدَقَ	سچا دکھایا	الْحَرَامَ	محترم میں	لَا تَخَافُونَ	نہیں ڈر رہے ہو گئے تم
اللَّهُ	اللہ نے	إِن شَاءَ	اگر چاہا	فَعَلِمَ	پس جانی اللہ نے
رَسُولَهُ	اپنے رسول کو	اللَّهُ	اللہ نے	مَا لَمْ تَعْلَمُوا	ووصلحت جو تم نہیں جانی
الرُّؤْيَا	خواب	الْأَمْنِينَ	بہ اطمینان	فَجَعَلَ	پس گردانی
بِالْحَقِّ ^(۱)	واقع کے مطابق	مُحَلِّقِينَ	مونڈاتے ہوئے	مِنْ دُونِ ذَلِكَ	اس سے ورے
لَتَدْخُلُنَّ ^(۲)	ضرور داخل ہو گئے تم	رُءُوسَكُمْ	اپنے سروں کو	فَتْحًا قَرِيبًا	جلدی ملنے والی فتح

خواب سچا دکھایا ہے، وقت پر ضرور شرمندہ تعبیر ہوگا

حدیبیہ سے واپسی میں ایک بات مسلمانوں کے دلوں میں کھٹکتی رہی تھی، نبی ﷺ نے خواب دیکھا تھا کہ آپ صحابہ کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہوئے، بیت اللہ کا طواف کیا، اور احرام کھولا، پھر گیا ہوا کہ عمرہ کے بغیر واپس لوٹ رہے ہیں، نبی کا خواب تو وحی ہوتا ہے، اس کا جواب دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بالکل سچا خواب دکھایا ہے، مگر اس کا وقت نہیں بتایا، تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہوؤ گے، اور اللہ نے چاہا تو اطمینان سے داخل ہوؤ گے، اور عمرہ کر کے احرام کھولو گے، اور اس وقت تمہیں ڈر نہیں ہوگا، مگر اللہ تعالیٰ تمہاری ایک مصلحت جانے لگے ہیں، جس کو تم نہیں جانتے، اس لئے عمرہ سے پہلے تمہیں ایک فتح سے ہمسکنا کر دیں گے، یہ ابھی پیشین گوئی ہے، بعد میں ظاہر ہوا کہ فتح قریب سے مراد فتح خیبر ہے۔

حدیبیہ میں صلح ذی قعدہ سن ۶ ہجری میں ہوئی، وہاں سے لوٹ کر دو ماہ بعد نبی ﷺ نے محرم سن ۷ ہجری میں خیبر فتح کیا، پھر ذی قعدہ سن ۷ ہجری میں شرط کے مطابق عمرہ قضاء کے لئے تشریف لے گئے، آپ نے اور صحابہؓ نے ذوالحلیفہ سے عمرہ کا احرام باندھا، اور قریش کی جانب سے بدعہدی کے اندیشہ سے ہتھیار سناٹھ لئے، جب وادی یثرب پہنچے جو مکہ سے

(۱) بالحق: کان سے متعلق ہو کر الرؤیا کا حال ہے (۲) لتدخلن: لام تاکید بانوں تاکید ثقیلہ ہے، اور قطعی بات ہے، اس میں کھٹک کا احتمال ہی نہیں (۳) إن شاء اللہ: تطبیق مقدم ہے، آمین سے اس کا تعلق ہے۔

آٹھ میل ہے تو ہتھیار وہاں رکھ دیئے، اور دوسو آدمی ان کی حفاظت کے لئے چھوڑ دیئے، اور صرف تلواریں میانوں میں رکھ کر مکہ میں داخل ہوئے، اور عمرہ کر کے شرط کے مطابق تین دن میں واپس ہو گئے، اس طرح خواب پورا ہو گیا۔

آیت پاک: — اور بخدا واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھلایا، جو واقع کے مطابق ہے، تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہو گئے، اگر اللہ نے چاہا اس سے — ان شاء اللہ کا تعلق آمین کے ساتھ ہے، کیونکہ بعد حلق میں تاکید کا لام اور تاکید کی نون ثقیلہ ہے، جن کا ترجمہ ضرور ہے، پس یہ تو یکا وعدہ ہے، اس میں کوئی شک نہیں، البتہ بہ اطمینان داخلہ ہو گیا جنگ کی نوبت آئے گی؟ اس کو اللہ کی مشیت پر معلق کیا ہے، تاکہ فوج غرہ نہ ہو جائے، بچاؤ کا سامان ساتھ لے کر چلے، چنانچہ صحابہ ہتھیار لے کر چلے تھے، اور مکہ کے قریب رکھ دیئے تھے، تاکہ اچانک پیش آنے والی صورت سے نمٹا جاسکے۔ اور تعلق: مقدم و مؤخر دونوں طرح ہو سکتی ہے، ان شاء اللہ انت طالق اور انت طالق ان شاء اللہ: دونوں طرح درست ہے — اپنے سروں کو منڈاتے ہوئے اور بال کترواتے ہوئے — اور احرام کھولتے وقت — کسی طرح کا تمہیں ڈر نہیں ہوگا — داخلہ کے وقت تو مزاحمت ہو سکتی تھی، مگر جب داخل ہو گئے اور افعال عمرہ بھی کر لئے تو اب کوئی اندیشہ نہیں رہا، کیونکہ کفار مکہ خالی کر کے باہر چلے گئے تھے — سو اللہ نے وہ مصلحت جانی جو تم نے نہیں جانی، پس اس کے ورے — یعنی خواب کی تعبیر پوری ہو اس سے پہلے — ایک جلدی ملنے والی فتح گردانی — مزاحمہ کی فتح ہے۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَىٰ
 بِاللَّهِ شَهِيدًا ۖ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ
 بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكْعًا سُجَّدًا يُبْكَعُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا ذَٰلِكَ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ
 مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ ۖ كَزَرْعٍ
 أَخْرَجَ شَطْئَهُ فَازْرَأَهُ فَاسْتَغَلَظَ فَاَسْتَوَىٰ عَلَىٰ سَوْقِهِ يَعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِظَ
 بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا
 عَظِيمًا ۖ

هُوَ	وہ	الَّذِي	جنہوں نے	أَرْسَلَ	بھیجا
------	----	---------	----------	----------	-------

رَسُوْلُهُ	اپنے رسول کو	يُبَيِّنُهُمْ	آپس میں	اٰخِرِهِ	نکالی اس نے
بِالْهُدٰى	ہدایت کے ساتھ	تَرٰهُمْ	دیکھتا ہے تو ان کو	شَقِيْطَةً ^(۴)	اپنی کوئیل
وَيَهْدِيْ	اور دین	رُكْعًا	رکوع کرنے والا	فَاَزْرًا ^(۵)	پس اس کو مضبوط کیا
الْحَقِّ	حق کے ساتھ	نُجْدًا	سجدہ کرنے والا	فَاَسْتَغْلَظَ ^(۶)	پس وہ موٹی ہوئی
لِيُبَيِّنَ ^(۱)	تاکہ غالب کیں وہ اس کو	يَبْيُغُوْنَ	چاہتے ہیں وہ	فَاَسْتَوٰى ^(۷)	پس وہ کھڑی ہوئی
عَلَى الْوَيْبِ ^(۲)	اوپان پر	فَضْلًا	مہربانی	عَلَى سَوْقِهِ ^(۸)	اپنی تال پر
كُلَّمَا	سارے	وَمِنَ اللّٰهِ	اللہ کی	لِيُعْجِبَ	بھلی لگتی ہے
وَكَلَّمَ	اور کافی ہیں	وَرِضْوَانًا	اور خوشنودی	الزَّرَّاءَ	کسانوں کو
بِاللّٰهِ ^(۳)	اللہ تعالیٰ	سَيِّئًا هُمْ	ان کی خاص علامت	لِيَبْغِظَ	تاکہ جل ٹھن جائیں
شَهِيدًا	گواہ	فِي وُجُوْهِهِمْ	ان کے چہروں میں ہے	رَبَّهُمْ	ان کی وجہ سے
مُحَمَّدٌ	محمد (ﷺ)	مِّنْ اٰثَرِ	اثر سے	اَلْكَفَّارِ	کفار
رَسُوْلُ	رسول ہیں	السُّجُوْدِ	سجدوں کے	وَعَدًا	وعدہ کیا ہے
اللّٰهُ	اللہ کے	ذٰلِكَ	یہ	اللّٰهُ	اللہ نے
وَالَّذِيْنَ	اور جو لوگ	مَثَلُهُمْ	ان کی حالت ہے	الَّذِيْنَ	ان سے جو
مَعَهُ	ان کے ساتھ ہیں	فِي التَّوْرَةِ	تورات میں	اٰمَنُوْا	ایمان لائے
اَشْدَّاءَ	بہت سخت ہیں	وَمَثَلُهُمْ	اور ان کی حالت	وَعَمِلُوْا	اور کئے انھوں نے
عَلَى الْكَفَّارِ	کافروں پر	فِي الْاِلْحٰبِ	انجیل میں	الصُّلٰحٰتِ	نیک کام
رُحَمَاءَ	مہربان ہیں	كَزَّرَ	جیسے کہتی	مِنْهُمْ	ان میں سے

(۱) اِظْهَار: ظہور سے ہے۔ اس کے معنی ہیں: چت کرنا، اَصْلُ الْاِظْهَار: جعل الشيء على الظهور (روح) اور چت کرنے کے دو طریقے ہیں، ایک: پیٹھ کے بل بچھاؤ کر سینے پر بیٹھ جانا، دوسرا: پیٹ کے بل بچھاؤ کر پیٹ پر بیٹھ جانا، یہی اِظْهَار ہے (۲) الدین: ام جس ہے، قلیل و کثیر کو شامل ہے، اس لئے صفت کلمہ آئی ہے (۳) بِاللّٰهِ: کلمی کے قائل پر ہما زندہ ہے، اور شہید: تجزیہ ہے (۴) شَقِيْطٌ: سوئی، کوئیل: جی چھوٹی ملائم پتی جو سب سے پہلے نکلتی ہے، جمع: اَشْقَاطٌ، شَقُوْءٌ (۵) اَزَّرَ الشيء: مضبوط کرنا، اور ضمیروں کا مرجع زَرْع ہے (۶) اسْتَغْلَظَ النبات: موٹا ہونا (۷) اسْتَوٰى علی: اوپر چڑھنا، بلند ہونا۔ (۸) السَّوْق: الساق: تاجس پر شاخیں نکلتی ہیں۔

بخشش کا

وَأَجْرًا

اور ثواب کا

عَظِيمًا

بڑا

اللہ تعالیٰ فتح پر فتح اس لئے دے رہے ہیں کہ اسلام کو جلد غلبہ حاصل ہو

گذشتہ آیت میں فتح قریب یعنی فتح خیر کا ذکر آیا ہے، اور سورت کے شروع میں صلح حدیبیہ کو فتح مبین کہا ہے، اور چند دن کے بعد مکہ مکرمہ فتح ہوگا، وہ تو حقیقی فتح مبین ہے، یہ دھڑا دھڑا امت کو فتوحات سے کیوں نوازا جا رہا ہے؟ اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر کو برحق دین کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، اور اللہ کا فیصلہ ہے کہ دین اسلام تمام ادیان پر غالب ہو کر رہے، اس لئے بے درپے فتوحات سے نوازا جا رہا ہے، غور کریں! صرف آٹھ سال کے عرصہ میں پورے جزیرۃ العرب میں دین کے پھیلنے کی راہ ہموار ہو گئی، آٹھ سال کیا ہوتے ہیں؟ مگر اللہ کا فیصلہ کوئی روک نہیں سکتا۔

﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكُفَّ بِالنَّاسِ عَنْهُنَّ﴾

ترجمہ: اور اللہ وہ ہیں جنہوں نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا، تاکہ وہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کر دیں، اور اللہ کافی گواہ ہیں۔ — ہدایت اور دین حق ایک ہیں، عطف تفسیری ہے — غالب کر دیں: یعنی تمام ادیان کو چت کر دیں، ان کی پیٹھ پر اسلام کو سوار کر دیں، یعنی دیگر مذاہب ختم نہیں ہونگے، نیچے پڑے سکتے رہیں گے — حجت اور دلیل کے اعتبار سے تو آج بھی دین اسلام غالب ہے، کوئی دوسرا مذہب اس کے برابر کھڑا نہیں ہو سکتا — اور سیاسی اعتبار سے بھی غالب تھا، جب امت دین پر عمل پیرا تھی، مگر جب امت کا حال بگڑ گیا تو پانسا پلٹ گیا، اللہ کی سنت ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغَيِّرُ مَا بَقِيَ حَتَّىٰ يَغْيُرُوا مَا بَانَفْسِهِمْ﴾: اللہ تعالیٰ اس وقت تک کسی قوم کی حالت قطعاً نہیں بدلتے جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدل دے، یعنی اللہ پاک کی سنت یہ ہے کہ جب کوئی قوم اپنی حالت بگاڑ لیتی ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی حالت کے بدلنے کا فیصلہ فرما دیتے ہیں، آج بھی امت سنور جائے تو اس کی بگڑی بن جائے۔

ایک مثال سے اس بات کی وضاحت: ایک دکان میں گےہوں کی چار بوریاں ہیں، ایک بوری: دکاندار نے مزدوروں سے صاف کر کر بھر رکھی ہے، دوسری میں جیسا کہ ہوتا ہے کلو دو کلو کوڑا ہے، تیسری میں بیس کلو کوڑا ہے، چوتھی میں بیس ہی کلو گےہوں ہے، باقی کوڑا ہے، پہلی بوری گاہک پچاس روپے زائد دے کر بھی اٹھائے گا، اور دوسری پوری قیمت پر لے گا، اور تیسری کو لیتے ہوئے ہچکچائے گا، ہاں دکاندار قیمت کم کر دے تو لے گا، اور چوتھی کو کوئی ہاتھ نہیں لگائے گا، حالانکہ اس میں بیس کلو گےہوں ہیں، مگر وہ کوڑے کے ساتھ رلے ملے ہیں — صحابہ اور بعد کے زمانوں کا حال پہلی اور دوسری بوری جیسا تھا، اس لئے اللہ کی مدد ان کو پہنچی، اور وہ دنیا پر چھا گئے، اور آج امت کا حال چوتھی بوری جیسا ہو گیا ہے، اس لئے خریدار اس کو ہاتھ نہیں لگاتا۔

اب کیا کیا جائے؟ اب وہی صورتیں ہیں: ایک: یہ کہ میں کلو گے ہوں کو کوڑے سے الگ کر لیا جائے تو ان کی قیمت آنے لگی، مگر ایسا کرنا ناممکن ہے۔ دوم: اتنی کلو کوڑے کو گے ہوں بنا لیا جائے، یہ ممکن ہے۔ انبیاء جب مبعوث ہوتے ہیں تو بوری میں سو فیصد کوڑا ہوتا ہے، وہ محنت کر کے اس کو سو فیصد گے ہوں بنا دیتے ہیں، پھر آج یہ بات کیوں ممکن نہیں؟ البتہ امت پر محنت کی ضرورت ہے، واللہ الموفق!

ملاحظہ: ﴿وَتَخْفَىٰ بِاللَّهِ ذَهْبُهُ﴾ کو معائنہ میں لینا چاہئے، اس کا ماسبق سے بھی تعلق ہو سکتا ہے اور مابعد سے بھی، ماقبل سے تعلق یہ ہے کہ اسلام غالب ہو کر رہے گا: اس کے اللہ تعالیٰ کافی گواہ ہیں، ابھی اس کے آثار نہیں، مگر اللہ تعالیٰ گواہی دے رہے ہیں کہ ایسا ہو کر رہے گا۔ اور مابعد سے تعلق اس طرح ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اس کے گواہ اللہ تعالیٰ ہیں، اور وہ کافی گواہ ہیں، اور کسی گواہی کی ضرورت نہیں۔

حدیبیہ میں موجودین کی مدحت و منقبت

اب آخری آیت میں جو حضرات حدیبیہ میں حاضر تھے ان کی تعریف و توصیف ہے، اور پانچ باتیں بیان کرتے ہیں: پہلی بات: حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جو جماعت مجاہدین کے سرخیل ہیں وہ اللہ کے نچے نبی ہیں، یہی وہ بات ہے جس کو کفار نے صلح نامہ میں نہیں لکھ دیا تھا، اللہ نے اپنی گواہی ثبت فرمائی کہ آپ اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ دوسری بات: صحابہ کرام گرم بھی اور نرم بھی، دشمنوں کے حق میں نہایت سخت، مضبوط اور قوی، جس سے کافروں پر رعب پڑے، اور کفر سے نفرت اور بیزاری ظاہر ہو، اور اپنے بھائیوں کے حق میں محرم اور ہم درد، ان کے ساتھ تواضع اور اکساری سے پیش آتے ہیں۔

غیر مسلم کے ساتھ حسن سلوک جائز ہے، مگر دین کے معاملہ میں ڈھیلا نہ پڑے

تیسری بات: نمازیں کثرت سے پڑھتے ہیں، جب دیکھو رکوع و سجود میں پڑے ہیں، ان کو اللہ کے فضل اور خوشنودی کی تلاش ہے، اور کوئی دوسری غرض نہیں، نہایت اخلاص سے وظیفہ عبودیت ادا کرتے ہیں۔

چوتھی بات: تورات میں ان کی یہ علامت ہے کہ نمازوں کی برکت سے ان کے چہرے ہر وقت رونق ہو گئے، ان کا خشوع باطن سے پھوٹ کر ان کے ظاہر کو روشن کر رہا ہوگا، اور غیر متعصب اہل کتاب جن کو دیکھ کر پکارا نہیں گئے کہ یہ تو مسیح کے حواری معلوم ہوتے ہیں!

پانچویں بات: انجیل میں ان کی ایک تمثیل آئی ہے کہ وہ شروع میں کمزور ہو گئے، مگر آہستہ آہستہ قوی ہو جائیں گے،

اتنے کہ کفار ان کو دیکھ کر جل جہنم جانیں گے، مگر اللہ کو وہ بہت پسند ہو گئے، چنانچہ اسلام کا آغاز ایک دو سے ہوا، حدیبیہ میں وہ کمزور تھے، کفار ان کو دہا رہے تھے، مگر دو سال بعد فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار ہو گئے، اور کافروں میں ان سے آنکھیں ملانے کی طاقت نہ رہی، اور حجۃ الوداع میں تو ایک لاکھ سے زائد ہو گئے، آسمان نے انہیں ہوا میں جمع روئے زمین پر بھی نہیں دیکھا تھا!

آخر میں اصحاب حدیبیہ سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي الْقُوَّةِ وَمِثْلَهُمْ فِي الْإِذْعَابِ كَذَرَبِ أَخِيهِ سُلَيْمَانَ فَإِذَا رَأَوْا فَاسْتَعَاظَ قَوْمُ يَثْرَجَ عَلَى شَوْقِهِ لِيُجِيبَ الرَّدَّاعَ لِيُعْطِيَ بِهِمُ الْكَفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ٥﴾

ترجمہ: (۱) محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں (۲) اور جو لوگ (حدیبیہ میں) ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں بہت سخت ہیں، اور آپس میں مہربان ہیں (۳) (اسے مخاطب) تو ان کو رکوع کرتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے دیکھتا ہے، وہ اللہ کی مہربانی اور خوشنودی کے طلب گار ہیں (۴) ان کی خاص نشانی ان کے چہروں میں ہے، سجدوں کے اثر سے، یہ ان کا تورات میں وصف ہے (۵) اور انجیل میں ان کا حال ہے، جیسے کھٹی اس نے اپنی کوئیل نکالی، پھر اللہ نے اس کو قوی کیا، پھر وہ موٹی ہوئی، پھر وہ اپنی نال پر سیدی کھڑی ہو گئی، کسانوں کو (وہ کھیتی) بھلی معلوم ہوتی ہے، تاکہ کفار ان کی وجہ سے جل جہنم جانیں (یہ مثال سے مثل لہ کی طرف آگئے) — اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے ان میں سے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے (جہن قیس جیسے منافق نکل گئے)

تفسیر: آیت کریمہ کی تفسیر میں چند وضاحتیں پیش ہیں:

پہلی بات: ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ﴾ میں نام مبارک کی صراحت متفقہاً حال کے مطابق ہے، قرآن کریم میں چار جگہ نام پاک محمدؐ کی صراحت آئی ہے، ایسا موقع کے تقاضے سے کیا ہے، یہاں صراحت اس لئے کی ہے کہ کفار نے صلح نامہ میں محمد رسول اللہ نہیں لکھنے دیا تھا، اس لئے اللہ نے اس پر اپنی گواہی ثبت کی ہے۔

دوسری بات: ﴿وَالَّذِينَ مَعَهُ﴾ جو حضرات محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہیں: اس سے مراد حدیبیہ میں حاضر صحابہ ہیں، پس عبارت انھیں کے اعتبار سے آیت خاص ہے، اور دیگر صحابہ کا حکم قیاس سے لیں گے کہ وہ بھی گرم بھی تھے اور نرم بھی، بلکہ ہر مومن ایسا ہی ہوتا ہے۔

تیسری بات: ﴿وَأَشِدُّوا عَلَى الْكُفَّارِ﴾: وہ کافروں کے مقابلہ میں نہایت سخت ہیں، اس میں بوقت بیعت اور بوقت صلح صحابہ کے جوش و خروش اور غیظ و غضب کی پذیرائی ہے، جیسے بنو نضیر کے درخت کاٹنے کو سورۃ البقرہ (آیت ۵) میں درست قرار دیا ہے۔

چوتھی بات: ﴿وَرُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾: وہ آپس میں مہربان ہیں، اس کی صراحت اس لئے کی کہ صحابہ کا اصل وصف سامنے آجائے، کیونکہ غصیلہ آدمی ہر وقت غصہ کرتا ہے، سخت مزاج آدمی ہر ایک کے ساتھ سخت برتاؤ کرتا ہے، صحابہ کا مزاج ایسا نہیں تھا، وہ فی نفسہ رحم دل تھے، ہاں جب دشمنوں کا سامنا ہوتا تو ان کا پارہ چڑھ جاتا، مگر یہ ان کی عارضی حالت ہوتی تھی، آدمی زیادہ تر اپنوں کے ساتھ رہتا ہے، دشمن سے کبھی کبھی واسطہ پڑتا ہے، پس جو حالت اکثری احوال میں ہوتی ہے وہی اصلی ہوتی ہے، دوسری عارضی۔

پانچویں بات: ﴿وَرُكْعًا مَسْجِدًا﴾: رکوع کی اور مسجد: مساجد کی جمع ہیں، نماز کے ارکان میں سے ان دو کی صراحت اس لئے کی ہے کہ لوگ ان دو ارکان کی اہمیت سے واقف نہیں، لوگ جلدی جلدی رکوع و سجود کرتے ہیں، حالانکہ بندہ سجدہ میں سب سے زیادہ اللہ سے قریب ہوتا ہے، پس ہر نماز میں خاص طور پر تہجد کی نماز میں جبکہ قراءت طویل ہو اس کے تناسب سے رکوع و سجود کرنے چاہئیں، نبی ﷺ تہجد میں پچاس آیتوں کے بقدر رکوع و سجود کرتے تھے۔

چھٹی بات: ﴿يَتَقَوَّنَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا﴾: وہ اللہ کے فضل و کرم اور رضا و خوشی کے طلب گار ہیں، یعنی ہر عبادت — خواہ نماز ہو، روزہ ہو، زکات ہو یا حج ہو — اللہ کو خوش کرنے کے لئے کرنی چاہئے، دوسرا کوئی مقصود نہیں ہونا چاہئے، ورنہ عبادت ریا و سمعہ کے ذمہ میں داخل ہو کر بے کار ہو جائے گی۔

ساتویں بات: ﴿سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ﴾: ان کی خاص علامت ان کے چہروں میں ہے، وجوہ: وجہ کی جمع ہے، چہرہ: یعنی منہ: جس کا وضو میں دھونا فرض ہے، فی جہاہم نہیں فرمایا، یعنی ان کی پیشانیوں میں، اس لئے ایک مفسر نے تو پیشانی کے کالے نشان کو جو سجدہ کی وجہ سے پڑ جاتا ہے (ڈالا جاتا ہے وہ مراد نہیں) مراد لیا ہے، باقی تمام مفسرین چہرہ کی رونق مراد لیتے ہیں۔

آٹھویں بات: ﴿مِنْ أَمْرِ السُّجُودِ﴾: سجدوں کے اثر سے یعنی نماز پڑھنے سے، سجدوں سے نماز مراد ہے، جزء بول کر کل مراد لیا ہے، صرف سجدہ مراد نہیں، اور سجدہ کی تخصیص اس کی اہمیت کی وجہ سے کی ہے۔

نویں بات: ﴿ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ﴾: یہ ان کا وصف ہے تو رات میں، ذلک کا مشار الیہ سیماء ہے، یعنی صحابہ کے چہرے نمازوں کی وجہ سے نورانی ہو گئے: یہ بات تو رات میں مذکور ہے، مگر تو رات اصلی صورت میں نہیں رہی،

اور اس مضمون کی کوئی آیت موجودہ تو رات میں نہیں ہے، اور اس کی ضرورت بھی نہیں، قرآن کا حوالہ کافی ہے، اور مفسرین جو عبارت نقل کرتے ہیں وہ صحابہ کے اس وصف سے متعلق نہیں، وہ نبی ﷺ کی نبوت سے متعلق ہے، اس لئے میں نے اس کو نقل نہیں کیا۔

دسویں بات: ﴿وَمَنْ مَّلَّهْمُ فِي الْإِنجِيلِ﴾: کو معائنہ میں لیا ہے یعنی اس کا تعلق دونوں طرف ہو سکتا ہے، مگر راجح تفسیر یہ ہے کہ ﴿فِي الْتَوْرَةِ﴾ پر وقفِ تام ہے، اور اس جملہ کا مابعد سے تعلق ہے، اور یہ مبتدا ہے اور ﴿كَذَرِيعٍ﴾ خبر ہے اور قرینہ یہ ہے کہ اگر ماقبل سے تعلق ہوتا تو مملہم دوبارہ لانے کی ضرورت نہیں تھی، اور یہ بات بھی موجودہ انجیل میں نہیں ہے، اور مفسرین جو حوالہ دیتے ہیں وہ بھی فٹ نہیں، وہ خدا کی بادشاہی سے متعلق ہے یعنی وہ حکومتِ اسلامیہ سے متعلق ہے، اور اس کے آخر میں درانی لگانے کا بھی ذکر ہے یعنی زوال آ جانا۔

گیارہویں بات: قرآن کریم میں جو رموز اوقاف ہیں وہ توقیفی نہیں، اور معلوم نہیں یہ رموز کس نے لگائے ہیں، اور عربی اور عجمی مصاحف میں بعض جگہ اختلاف بھی ہے، پس ان رموز کو ایک طرح کی تفسیر سمجھنا چاہئے، جس سے اختلاف ممکن ہے۔

بارہویں بات: ﴿مَنْ مَّلَّهْمُ﴾ اس من کو شیعوں کے ایک بیہودہ استدلال سے بچنے کے لئے بیان یہ قرار دیا گیا ہے، حالانکہ من کے بعد ضمیر آئے تو وہ بیان یہ نہیں ہوتا، اسم ظاہر آئے تو بیان یہ ہو سکتا ہے، جیسے: ﴿فَلَا جُنُبَ إِلَّا الرِّجْسُ مِنَ الْأَوْثَانِ﴾: بتوں کی گندگی سے بچو [الحج ۳۰] پس یہ من جمعِ ضیہ ہے، اور منافقین کو نکالنے کے لئے لایا گیا ہے، حدیث میں بعض منافقین بھی تھے، جیسے عبد بن قیس، جب بیعت لی جا رہی تھی تو وہ اونٹ کے پیچھے چھپ گیا تھا، ایسے منافقین کو باہر کرنے کے لئے ﴿مَنْ مَّلَّهْمُ﴾ بڑھایا ہے واللہ اعلم!

﴿اللہ کے فضل و کرم سے بروز بدھ یکم جمادی الاولیٰ سن ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۰ فروری سن ۲۰۱۶ء کو

سورۃ الفتح کی تفسیر پوری ہوئی﴾



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الحجرات

یہ مدنی سورت ہے، اس کا نزول کا نمبر ۱۰۶ ہے، اور سورۃ الفتح کا نزول کا نمبر ۱۱۱ تھا، دونوں سورتوں کے مضامین میں ارتباط ہے، اس لئے یکے بعد دیگرے ہیں۔ اس سورت کی چوتھی آیت میں لفظ الحجرات آیا ہے، اُس سے سورت کا نام رکھا ہے — حُجُرَات: حُجُرُہ کی جمع ہے، اس کے معنی ہیں: چہار دیواری، محن، کوٹ، اب حجرۃ: کمرے کو کہتے ہیں، نزول قرآن کے وقت یہ معنی نہیں تھے، حجرۃ (کمرہ) کو بیت کہتے تھے، جس میں رات گزاری جائے، اس پر چھت ہوتی تھی، اور حجرۃ چہار دیواری کو کہتے تھے، جس پر چھت نہیں ہوتی تھی۔

نبی ﷺ کے مکانات مسجد نبوی کی جدار قبلی میں تھے، پہلے یہ مسجد کا پچھلا حصہ تھا، جب قبلہ بیت المقدس تھا تو محراب شمال کی طرف تھی، پھر جب تحویل قبلہ ہوئی تو محراب جنوب کی طرف آگئی، اس طرح مکانات جدار قبلی میں آ گئے، اور ان کو وہاں اس لئے باقی رکھا گیا کہ آپ کے متروکات صدقہ ہو سکے، اور وہ سب مکانات مسجد نبوی میں آ جائیں گے، ان کے دروازے مسجد کی طرف بھی کھلتے تھے، مگر وہ عام گذرگاہ نہیں تھے، وہ صرف نبی ﷺ کے مسجد میں تشریف لانے کے لئے تھے، اور مکانوں کی دوسری جانب محن تھے، جو کوٹ میں گھرے ہوئے تھے، ان میں بیت الخلاء وغیرہ تھے، یہی چہار دیواریاں حجرات کا مصداق ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے الادب المفرد میں اور بیہقی نے داؤد بن قیس سے روایت کی ہے کہ میں نے ان حجرات کی زیارت کی ہے، میرا گمان یہ ہے کہ حجرۃ کے دروازے سے مسقف بیت تک چھ ہاتھ ہوگا، اور بیت (کمرہ) دس ہاتھ، اور چھت کی اونچائی سات آٹھ ہاتھ ہوگی، یہ حجرات اہمات المؤمنین ولید بن عبد الملک کی حکومت میں اُن کے حکم سے مسجد نبوی میں شامل کر دیئے گئے (معارف القرآن)

سورتوں میں ارتباط: — حتم والی سات سورتوں میں اسلام کے تین بنیادی عقائد پیش کئے گئے ہیں:

۱- توحید یعنی لا الہ الا اللہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور لوگ جن معبودوں کو پوجتے ہیں وہ سب باطل ہیں۔

۲- رسالت: یعنی محمد رسول اللہ: محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نبوت کا جو سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا، اس کی آخری کڑی محمد عربی ﷺ ہیں، ان کی معرفت اللہ نے جو دین بھیجا ہے، جو قرآن وحدیث کی

شکل میں موجود ہے، وہی رحق دین ہے، اور اسی کی پیروی میں نجات ہے۔

۳۔ آخرت: یعنی یہ عالم ہمیشہ نہیں رہے گا، ایک دن ختم ہو جائے گا، اور دوسری دنیا آباد ہوگی، جہاں جزا و سزا ہوگی، جو ایمان لایا ہے، اور اس کے مقتضی پر چلا ہے، جنت میں جائے گا، اور جس نے اللہ کے دین کا انکار کیا ہے وہ جہنم میں جائے گا۔

اسلام کے ان تین بنیادی عقائد کو چار دنا تک عالم پھیلا تا امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے، اور اگر کوئی دعوت کی راہ میں روڑا اٹکائے تو اس کی سرکوبی بھی امت کی ذمہ داری ہے، اس لئے حوامیم کے بعد سورۃ محمدؐ آئی، اس کی پہلی آیت ہے: ﴿الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَلُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ أَضَلُّ أَعْمَالُهُمْ﴾: جن لوگوں نے دین اسلام قبول نہیں کیا، اور انھوں نے اللہ کے راستہ سے روکا: اللہ نے ان کے سب کام کھو دیئے، یعنی اللہ کا انکار کرنے والوں کو زندہ رہنے کا حق ہے، مگر اللہ کے دین سے روکنے کا حق نہیں، جو لوگ دعوت اسلام کی راہ میں کانٹے بچھاتے ہیں ان کے ساتھ جہاد فرض ہے، چنانچہ پوری سورۃ محمدؐ میں جہاد کے احکام ہیں۔

پھر اگر جہاد مسلسل چلتا رہے تو ایک دن فتح مبین حاصل ہوگی، اسلام کا جھنڈا بلند ہوگا، دعوت کی راہ صاف ہوگی، اور آخری درجہ کی کامیابی حاصل ہوگی، پوری سورۃ الفتح میں اسی کا بیان ہے۔
پھر جب فتح مبین حاصل ہو جائے تو ملک اپنا ہوگا، اب اس کو سنوارنے کے لئے جدوجہد کا آغاز کرنا ہوگا، سورت الحجرات میں اس سلسلہ کے احکام ہیں، اس سورت پر یہ ضمنی مضامین پورے ہو جائیں گے، پھر سورۃ ق سے پیچھے لوٹیں گے، اور وہی تین بنیادی عقائد کا بیان شروع ہوگا۔

جہاد کے ذریعہ جب فتح مبین حاصل ہو جائے اور ملک اپنا ہو جائے تو اس کو سنجانے اور سنوارنے کے لئے جدوجہد ضروری ہے، ورنہ جہاد لا حاصل ہوگا

دو سورتوں میں ارتباط: سورۃ الفتح کے آخر میں حدیبیہ میں موجود صحابہ کی مدحت و منقبت تھی، اور اس سورت کے شروع میں نبی ﷺ کی تعظیم و تکریم کا حکم ہے، دونوں میں ربط یہ ہے کہ صلح چونکہ صحابہ کی مرضی کے خلاف ہوئی تھی، اس لئے بعض صحابہ نے اس سلسلہ میں نبی ﷺ سے بے باکی کے ساتھ گفتگو کی تھی، بخاری شریف (حدیث ۳۷۳۱) میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی گفتگو کا تذکرہ ہے، اس لئے اس سورت کے شروع میں نبی ﷺ کی تعظیم و تکریم کا حکم دیا، تاکہ آئندہ اس قسم کا کوئی واقعہ پیش نہ آئے۔

اِنَّا نَحْنُ ۱۸ (۳۹) سُورَةُ الْحَجَرَاتِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۶) رُكُوعَاتُهَا ۲

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدِمُوا بَيْنَ يَدَيْ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يَفْعَلُونَ أَضْوَاءَ لَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝ وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّىٰ تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدِمُوا ^(۱) بَيْنَ يَدَيْ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ	اے لوگو جو ایمان لائے نہ آگے کرو (قول فعل) سانے اللہ کے اور اس کے رسول کے اور رو رو اللہ سے	اِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ	بے شک اللہ تعالیٰ ہر بات سننے والے ہر کام جاننے والے ہیں اے لوگو جو ایمان لائے نہ بلند کرو اپنی آوازیں اوپر	صَوْتِ النَّبِيِّ ^(۲) وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ ^(۳) بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ ^(۴) وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّىٰ تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ	نبی کی آواز کے اور نہ زور سے کہو ان کے سامنے بات جیسے زور سے کہنا تمہارے بعض کا بعض سے کبھی
---	---	--	---	--	---

(۱) لَا تَقْدِمُوا: فعل نبی، میز جمع ذکر حاضر، قَدِمَ تقدیم: آگے کرنا، لَا تَقْدِمُوا کا مفعول چھوڑ دیا گیا ہے، اِی الْقَوْلِ وَالْفِعْلُ، جیسے عطیٰ وَیَمْنَعُ اور کلوا و شربوا کے مقابل چھوڑ دیئے گئے ہیں (۲) جَهْرُ: زور سے کہنا (۳) اِنَّ: اِی خشية: اَنْ: اِنْ: محذوف کا مصافحہ ہو کر مفعول لاء ہے، اور اَنْ مصدر یہ ہے تحبط کو بتاویل مصدر کرتا ہے، اِی خشية حَبِطَ الْأَعْمَالُ۔

تَخْبِطُ	اکارت جائیں	اَضْمَنْ ^(۲)	جانچ لیا ہے	اَكْثَرُهُمْ	ان کے اکثر
اَعْمَا لَكُمْ	تمہارے کام	اللَّهُ	اللہ نے	لَا يَقُولُونَ	سمجھ نہیں رکھتے
وَأَنْتُمْ	اور تمہیں	قُلُوبُهُمْ	ان کے دلوں کو	وَلَوْ أَنْتُمْ	اور اگر یہ بات ہوئی کہ وہ
لَا تَشْعُرُونَ	خبر بھی نہ ہو	لِلثَّقَلَيْنِ	بچنے کے لئے	صَبْرًا	صبر کرتے
إِنَّ الَّذِينَ	بے شک جو لوگ	كُفُّوا	ان کے لئے	حَتَّى تَخْشَعُ	تا انکا آپ ٹٹکتے
يَعْتَصُونَ ^(۱)	پست رکھتے ہیں	مَقُودًا	بخشش	لَا يَنْهَوْنَ	ان کی طرف
أَصْوَاتَهُمْ	اپنی آوازیں	وَأَجْرُ عَظِيمٍ	اور بڑا بدلہ ہے	لَكَانَ خَيْرًا	تو بہتر ہوتا
عِنْدَ رَسُولٍ	اللہ کے رسول کے	إِنَّ الَّذِينَ	بے شک جو لوگ	كُفُّوا	ان کے لئے
اللَّهُ	سامنے	يُنَادُونَكَ	آپ کو پکارتے ہیں	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ
أُولَئِكَ	یہی لوگ وہ ہیں	مِنْ ذُرِّيَةِ	پیچھے سے	عَقُودٌ	بڑے بخشے والے
الَّذِينَ	جو	الْحُجُرَاتِ	دو دروں کے	كَرْحِيمٌ	بڑے رحم والے ہیں

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

آیات پاک کا خلاصہ

ان آیات میں نبی پاک ﷺ کی تعظیم و تکریم کے تعلق سے دو حکم ہیں، اور ہر حکم کے شروع میں ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ ہے:

پہلا حکم: لوگ اقوال و افعال میں نبی ﷺ سے سبقت نہ کریں، اس حکم کا تعلق معنوی تعظیم سے ہے، اور یہاں ہم ہے، اس لئے اس کو مقدم کیا۔

دوسرا حکم: دو اجزاء پر مشتمل ہے: اول: لوگ اپنی آواز نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ کریں، دوم: لوگ آپ سے چلا کر خطاب نہ کریں، اس حکم کا تعلق حسی تعظیم سے ہے، پھر جز اول کی ضد یعنی پست آواز سے بات کرنے کی فضیلت ہے، پھر جزء دوم کی ضد یعنی چلا کر بات کرنے کی فضیلت (رسوائی) ہے۔

پہلا حکم: لوگ نبی ﷺ سے قول و فعل میں سبقت نہ کریں

قول میں سبقت کی صورت یہ ہے کہ جس معاملہ میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے حکم ملنے کی توقع ہو اس معاملہ

(۱) غَضُّ (ن) غَضًّا صوتہ: آواز پست کرنا (۲) امتحن امتحانا: جانچنا، پرکھنا، آزمانا۔

میں بڑھ کر اپنی رائے نہ دیں، حکم رسول کا انتظار کریں، اسی طرح جب تک قرآنِ قویہ سے یا یا متخرج گفتگو کی اجازت نہ ہو گفتگو شروع نہ کریں، شانِ نزول کے واقعہ میں ہے کہ ایک مرتبہ بنو تمیم کے لوگ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، یہ بات زیرِ غور تھی کہ اس قبیلہ پر حاکم کس کو بنایا جائے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قطعاً ک کی رائے دی، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اقرع کی مجلسِ نبوی میں دونوں میں گفتگو بڑھ کر آوازیں بلند ہو گئیں، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

اور فصل میں سبقت: آپؐ کے آگے چلنا ہے، صحابہ کرامؓ نبی ﷺ کے آگے نہیں چلتے تھے، دائیں، بائیں چلتے تھے، پیچھے بھی نہیں چلتے تھے، آپؐ کی ایڑی کو کوئی روندنا نہیں تھا، پس شاگرد اور مرید جو استاذ اور پیر کے پیچھے چلتے ہیں: وہ اسوۂ صحابہ کے خلاف ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْصِدُوا بَيْنَ يَدَيْهِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے سبقت مت کیا کرو، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ تعالیٰ خوب سننے والے، سب کچھ جاننے والے ہیں۔ اللہ کا ذکر: احکام پر کماحقہ عمل کی بنیاد ہے، قانون تھا کچھ نہیں کر سکتا، خوفِ خدا نہ ہو تو آدمی ہزار عذر تراش لیتا ہے، ہر بد عمل خود کو نیک عمل گمان کرتا ہے، یہ خود فریبی ہے، تقویٰ اس سے بچاتا ہے، مگر کب؟ جب یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ ہر بات سن رہے ہیں، اور ہر حال دیکھ رہے ہیں۔

دوسرا حکم: لوگ نبی ﷺ سے اونچی آواز سے بات نہ کریں نہ چلا کر خطاب کریں

لوگ نبی ﷺ سے تعظیم و احترام کے لہجہ میں ادب و شائستگی سے بات کریں، اپنی آواز کو آپؐ کی آواز سے بلند نہ ہونے دیں، پیغمبرِ انہ مرتبہ کا پورا لحاظ رکھیں، اور چلا کر تو ہرگز خطاب نہ کریں، مبادا بے ادبی ہو جائے، اور قلبِ مبارک میں ٹکدرا جائے تو لیاؤ ڈوب جائے گی، اور ایمان کے لالے پڑ جائیں گے اور وہ خوابِ خرگوش میں ہونگے!

جو لوگ نبی ﷺ کی مجلس میں تواضع اور ادب و عاجزی سے بولتے ہیں، اور نبی ﷺ کی آواز سے اپنی آواز پست رکھتے ہیں، انہیں کے دل تقویٰ کا کل ہیں، اللہ نے ان کے قلوب کو پرکھ کر ان میں تقویٰ کا بیج بویا ہے، اس اخلاص و حق شناسی کی برکت سے آخرت میں ان کی سب کتابیاں معاف ہوگی اور ان کو بڑا اجر و ثواب ملے گا۔

اور بنو تمیم کے لوگ ایسے وقت پہنچے تھے کہ آپؐ گھر میں تشریف رکھتے تھے، وہ کوٹ کے باہر سے آواز دینے لگے: اے محمد! باہر آئیے! یہ بے عقلی، بے تہذیبی اور قدر شناسی تھی، اگر وہ کچھ دیر صبر کرتے، جب آپؐ خود باہر تشریف لاتے اس وقت ملتے تو کیا بگڑ جاتا؟ بلکہ ان کے حق میں بہتر ہوتا، آپؐ کے دل میں ان کی قدر بڑھتی، خیرِ جو بات اتفاقاً سرزد ہوگئی، اگر وہ اپنی تقصیر پر تادم ہوں تو اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہیں۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ ۖ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُواكَ مِن وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝ وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّىٰ تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند مت کرو، اور ان سے ایسے کھل کر مت بولو جیسے تم آپس میں کھل کر بولتے ہو، کبھی تمہارے اعمال برباد ہو جائیں، اور تم کو خبر بھی نہ ہو ۝ بے شک جو لوگ اپنی آوازیں اللہ کے رسول کے سامنے پست رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ (بے ادبی سے بچنے) کے لئے پرکھ لیا ہے یعنی قابل پایا ہے، ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے ۝ بے شک جو لوگ چار دیواریوں کے پیچھے سے آپ کو پکارتے ہیں، ان میں سے اکثر نا سمجھ ہیں ۝ لوہا گروہ لوگ صبر کرتے، یہاں تک کہ آپ ان کے پاس نکل آتے، تو وہ ان کے لئے بہتر ہوتا، اور اللہ غفور الرحیم ہیں ۝

لوگوں کی ذہن سازی کرنی چاہئے کہ وہ چھوٹے بڑوں میں فرق مراتب کریں

سوال: نبی ﷺ اب دنیا میں نہیں رہے، پھر اس مضمون کی افادیت کیا ہے؟

جواب: علماء صلحاء آپ کے جانشین ہیں، نیز قرآن وحدیث بھی موجود ہیں، چنانچہ ان کے ساتھ یہی آداب برتنے چاہئیں۔ علاوہ ازیں: یہ ایک موٹی حقیقت ہے کہ لوگوں میں فرق مراتب ہے، بادشاہ اور رعایا، مالک اور ملازم، علماء و صلحاء اور عام مسلمان، ماں باپ اور اولاد، استاد اور شاگرد، پیر اور مرید، شوہر اور بیوی، بوڑھے اور بچے برابر نہیں، پس اگر معاشرہ میں فرق مراتب کا لحاظ نہیں رکھا جائے گا تو صورت حال پر آگندہ ہو جائے گی، اس لئے مصلحین امت کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کی ذہن سازی کریں کہ وہ فرق مراتب کا لحاظ رکھیں تاکہ معاشرہ خوش گوار ہو۔ اور اس کے لئے اس مضمون کو پیش نظر رکھیں، نبی: امت کا بڑا اور برگزیدہ ہوتا ہے اور امت اس کی پروردہ، ان کے مابین جن آداب کا لحاظ ضروری ہے، درجات کا فرق کر کے تمام چھوٹوں بڑوں میں ان کا خیال رکھنا ضروری ہے، حدیث میں یہ واقعہ ہے کہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آگے چل رہے تھے، نبی ﷺ نے دیکھا تو حبیہ کی اور فرمایا: ”کیا تم ایسے شخص کے آگے چلتے ہو جو دنیا و آخرت میں تم سے بہتر ہے؟“ — اور علماء نے لکھا ہے کہ استاد اور مرشد کے ساتھ بھی یہی آداب ملحوظ رکھنے چاہئیں۔

چھوٹوں بڑوں کا ایک دوسرے کو نام سے پکارنا

بڑا: چھوٹے کو نام سے پکارے تو چھوٹے کو خوشی ہوتی ہے، اور چھوٹا: بڑے کو نام سے پکارے تو بے ادبی سمجھی جاتی ہے۔ نبی ﷺ اور صحابہ: ازواج و اولاد کو نام سے پکارتے تھے، مگر ازواج: شوہروں کو نام سے نہیں پکارتی تھیں، بلکہ کنیت یا لقب استعمال کرتی تھیں، یہی اسلامی طریقہ ہے، اور لوگ بڑی حد تک اس کا خیال رکھتے ہیں، مگر آج کل ایک فیشن چلا ہے، میاں بیوی ایک دوسرے کو نام سے پکارتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اس سے محبت بڑھتی ہے، حالانکہ شوہر کو نام سے پکارا جائے تو محبت گھٹتی ہے، عظمت کے ساتھ کنیت یا لقب سے پکارے تو محبت بڑھے گی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصِحُّوا عَلٰٓ مَا فَعَلْتُمْ نُدْمِينَ ۝ وَاَعْلَمُوا أَن فَيْكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّشِدُونَ ۝ فَضَلَا مِّنَ اللَّهِ وَنِعْمَهُ ۝ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	اے وہ لوگو جو ایمان لائے	اُن (۳)	(کہیں ایسا نہ ہو) کہ	نُذِيرِينَ	پشیمان
إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ	اگر آئے تہمارے پاس کوئی غیر معتبر آدمی	تُصِيبُوا قَوْمًا	کسی قوم کو	وَاَعْلَمُوا	اور جان لو
بِنَبَأٍ	کسی خبر کے ساتھ	بِجَهَالَةٍ	ناوانی سے	أَن فَيْكُمْ رَسُولُ اللَّهِ	کہ تم میں اللہ کے رسول ہیں
فَتُصِحُّوا	تو تحقیق کرو	عَلٰٓ مَا فَعَلْتُمْ	اپنے کئے پر	لَوْ يُطِيعُكُمْ	اگر کہا میں وہ تمہارا
نُدْمِينَ				فِي كَثِيرٍ	بہت سے

(۱) لاسق: اسم فاعل، فسق کے لغوی معنی ہیں: بکجور کا اپنے چھلکے کے اندر سے باہر نکل آنا، کہا جاتا ہے: فَسَقَتِ الرُّطْبَةُ عَنْ قَشْرِهَا، پھر راستی (اعتباریت) سے نکل جانے اور دینداری سے نکل جانے کے لئے یہ لفظ استعمال کیا گیا، پس، بشر، غیر معتبر اور گنہگار تر جے ہو سکتے ہیں (۲) تَبَيَّنَ الشَّيْءُ: غور کرنا، پتہ لگانا، معلوم کر لینا۔ (۳) اُن: مصدر یہ ہے، اور مضاف خشية محذوف ہے، پھر مفعول لہ ہے (۴) لَيْكُم: اُن کی خبر مقدم ہے۔

رَسَنَ الْأَقْمَرِ (۱) كَعْبَتُهُ	کاموں میں ضرور مشقت میں پڑ	فِي قُلُوبِكُمْ وَكُذْرًا	تمہارے دلوں میں اور ناپسند کیا	الزُّشْدُونَ فَضْلًا (۲)	نیک راہ فضل سے
وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبِّبَ إِلَيْكُمْ	لیکن اللہ تعالیٰ نے محبوب کیا تمہارے لئے	الْكَفَرُ وَالْفُسُوقُ	انکار کو اور حد سے نکلنے کو	مِنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً (۳)	اللہ کے اور نعمت سے (اس کی)
الْإِنِّاتِ وَزِينَهُ	ایمان کو اور مزین کیا اس کو	وَالْعَصِيَّانِ أُولَٰئِكَ هُمْ	اور نافرمانی کو یہی ہیں وہ	وَاللَّهُ عَلَيْهِمْ	اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے
				حَكِيمٌ	بڑی حکمت والے ہیں

غیر معتبر آدمی کوئی خبر لائے تو تحقیق کے بغیر اقدام نہ کریں

رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و تکریم کے احکام کے بعد یہ حکم اس لئے آیا ہے کہ اس حکم کے ضمن میں بھی نبی ﷺ کی موجودگی کی اہمیت کا بیان ہے، پس یہ حکم بھی اسی قبیل سے ہے۔

ایک واقعہ پیش آیا تھا، اس کے تعلق سے عام الفاظ میں حکم نازل ہوا ہے، پس آیت مورد سے عام ہے۔ واقعہ یہ پیش آیا تھا کہ بنو المصطلق کے سردار حارث بن ضرار جب مسلمان ہوئے تو انھوں نے قبیلہ کو دعوت ایمان دینے کی ذمہ داری لی، اور عرض کیا کہ جو لوگ مسلمان ہو گئے ان کی زکاتیں وصول کر کے جمع کروں گا۔ آپ ﷺ فلاں مہینہ کی فلاں تاریخ کو اپنا آدمی بھیجیں جو مال لے آئے، آپ نے حسب وعدہ ولید بن عقبہؓ کو بھیجا، جب وہ قبیلہ کے قریب پہنچے تو لوگ استقبال کے لئے نکلے، ان کی اس قبیلہ سے پرانی دشمنی تھی، انھوں نے گمان کیا کہ لوگ مجھے مارنے کے لئے آ رہے ہیں، وہ راستہ ہی سے لوٹ آئے، اور آن کر نبی ﷺ سے کہہ دیا کہ وہ لوگ آمادہ پیکار ہیں، اتنے میں قبیلہ کے لوگ بھی آپہنچے، اور انھوں نے صورت حال سے واقف کیا، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْحَبُوا عَلَٰمًا
فَعَلَّامًا ۝۶۰

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر کوئی غیر معتبر آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو خوب تحقیق کر لیا کرو، کبھی کسی قوم کو نادانی سے کوئی ضرر پہنچا دو، پھر اپنے کئے پر پچھتا نا پڑے! — یعنی خبر کا تعلق خاص طور پر جنگ سے ہو تو اس کی تحقیق نہایت

(۱) عَنِتُّم: ماضی، جمع مذکر حاضر، عَنِتَ (س) فَلَان: مصیبت و مشقت میں پڑنا، تکلیف اٹھانا (۲) فَضْلًا: فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے، ای اَفْضَلَ فَضْلًا (۳) لَعْمَةً کے بعد منہ پوشیدہ ہے۔

ضروری ہے۔

تحقیق کے لئے بات ذمہ دار کے سامنے پیش کی جائے

خبر کی تحقیق ہر شخص نہیں کر سکتا، اس لئے بات ذمہ دار کے سامنے پیش کی جائے، وہ اپنے ذرائع سے تحقیق کر کے جو حکم دے اس کی تعمیل کی جائے، حیات نبوی میں سب سے بڑی شخصیت آپ ہی کی تھی، لہذا بات آپ کے سامنے پیش کی جائے، پھر اگر آپ رائے مانگیں تو دی جائے، مگر اپنی رائے پر اصرار نہ کیا جائے، اگر وہ لوگوں کی ہر بات مان لیں تو لوگوں کو ضرر پہنچے گا، وہ اپنی صوابدید سے فیصلہ کریں، اور لوگ اس کی تعمیل کریں — اور اب ملک کا بڑا، اگر خبر عالمی ہو یا علاقہ کا بڑا، اگر خبر مقامی ہو: نبی ﷺ کی جگہ لے گا۔

﴿وَاعْلَمُوا أَنَّمَا فِیْكُمْ رَسُولٌ مِّنْ اللَّهِ ۖ لَوْ یَطِیْعُكُمْ فِیْ كُلِّ شَیْءٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُمْ ۝﴾

ترجمہ: اور جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول ہیں، اگر وہ تمہارا کہنا مانیں بہت سی باتوں میں تو تم نصرت میں پڑ جاؤ!

فضائل صحابہ

پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تین فضیلتیں بیان کی ہیں: ایک: مثبت پہلو سے: صحابہ کو ایمان بہت پیا رہا ہے، وہ ان کے دلوں میں گھب (سما) گیا ہے، دوم: منفی پہلو سے: کفر و فسق و عصیان سے ان کو سخت نفرت ہے، وہ ان کے قریب بھی نہیں جاسکتے، سوم: عام پہلو سے: وہ راہ راست پر ہیں، اور یہ بات ان کو اللہ کے فضل و انعام سے حاصل ہوئی ہے، اور اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہیں، وہ بندوں کی استعدادوں سے واقف ہیں، پس وہ ہر ایک کو اپنی حکمت سے احوال و مقامات سے سرفراز فرماتے ہیں۔

فائدہ: لیکن: استدراک کے لئے ہے یعنی سوال مقدر کا جواب ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا صحابہ میں کسی کوتاہی کا احتمال تھا جو یہ احکام دیئے جا رہے ہیں؟ جواب: ان میں کسی کوتاہی کا احتمال نہیں تھا، ان کو یہ اور یہ فضائل ہیں، یہ احکام تو ان کو مخاطب بنا کر امت کو دیئے ہیں، جیسے نبی ﷺ کو مخاطب کر کے احکام امت کو دیئے جاتے ہیں۔

﴿وَلَیْکِنَّ اللَّهَ حَبِیبُ الْإِیْمَانِ ۚ وَرِیْثَکُمْ فِیْ قُلُوبِکُمْ ۚ وَکُذَّابٌ إِلَیْکُمُ الْکُفْرُ ۚ وَالْفُسُوقُ ۚ وَالْعِصْیَانُ ۚ أُولَٰئِکَ هُمُ الرِّیْثُونَ ۚ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً ۚ وَاللَّهُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ ۝﴾

ترجمہ: لیکن اللہ نے تم کو ایمان کی محبت دی، اور اس کو تمہارے دلوں میں حزین کر دیا، اور کفر و فسق و عصیان سے تمہیں متنفر کر دیا، یہی لوگ راہ راست پر ہیں، اللہ کے فضل و انعام سے، اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والے، بڑی حکمت والے ہیں! — دودارے ہیں: ایک: بڑا دائرہ ہے، دودین کا دائرہ ہے، اس سے جو نکل جاتا ہے وہ کافر ہے۔ دوسرا: چھوٹا

دارہ ہے، وہ دین داری کا دائرہ ہے، اس سے جوکل جاتا ہے وہ فاسق ہے، اور عصیان (نافرمانی) عام ہے۔

وَإِنْ طَائِفَتٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا ۚ فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ ۚ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝ لِنَتَّسِقَ الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةً فَأَصْلَحُوا بَيْنَ أَخَوِيكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝

۱۳

وَإِنْ	اور اگر	الَّتِي	اس سے جو	يُحِبُّ	پسند کرتے ہیں
طَائِفَتٌ	دو فریق	تَبْغِي	بغاوت کر رہا ہے	الْمُقْسِطِينَ	انصاف کرنے والوں کو
مِنَ الْمُؤْمِنِينَ	مسلمانوں کے	حَتَّىٰ تَفِيءَ	یہاں تک کہ لوٹے وہ	لِنَتَّسِقَ	اس کے سوا نہیں کہ
اقْتَتَلُوا	آپس میں لڑیں	إِلَىٰ أَمْرِ	حکم کی طرف	الْمُؤْمِنُونَ	مسلمان
فَأَصْلَحُوا	تو ملاپ کرادو	اللَّهُ	اللہ کے	إِخْوَةً	بھائی ہیں
بَيْنَهُمَا	دونوں کے درمیان	فَإِنْ فَاءَتْ	پس اگر لوٹ گیا وہ	فَأَصْلَحُوا	پس ملاپ کرادو
فَإِنْ	پس اگر	فَأَصْلَحُوا	تو ملاپ کرادو	بَيْنَ أَخَوِيكُمْ	اپنے دو بھائیوں کے درمیان
بَغَتْ	بغاوت کرے	وَاتَّقُوا	دونوں کے درمیان	وَاتَّقُوا	اور ڈرو تم
إِحْدَاهُمَا	دونوں میں سے ایک	اللَّهُ	برابری کے ساتھ	اللَّهُ	اللہ سے
عَلَى الْأُخْرَىٰ	دوسرے پر	وَأَقْسِطُوا	اور انصاف کرو	لَعَلَّكُمْ	تاکہ تم
فَقَاتِلُوا	پس لڑو تم	لِنَتَّسِقَ	بے شک اللہ تعالیٰ	تُرْحَمُونَ	رحم کئے جاؤ

مسلمانوں میں کوئی نزاع پیش آئے تو فریقین میں انصاف کے ساتھ صلح صفائی کر دینی چاہئے

گذشتہ آیات جس واقعہ میں نازل ہوئی ہیں: اُس میں خبر صحیح نہیں تھی، مگر کبھی خبر صحیح ہوتی ہے، مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑتی ہیں، پس حکام اور سربراہان اور وہ لوگ پوری کوشش کریں کہ نزاع رفع دفع ہو جائے، عہد نبوی میں متعدد واقعات پیش آئے ہیں، نبی ﷺ نے فریقین کے درمیان صلح کرادی ہے، کیونکہ آگ شروع میں معمولی ہوتی ہے، (۱) ابھی علیہ: بغاوت کرنا، مخالفت کرنا (۲) طاع و فقی و قینا: لوٹنا، باز آنا، اصلی حالت پر آنا (۳) إقسطا: انصاف کرنا (۴) اخ (۱) ابھی علیہ: بغاوت کرنا، مخالفت کرنا (۲) طاع و فقی و قینا: لوٹنا، باز آنا، اصلی حالت پر آنا (۳) إقسطا: انصاف کرنا (۴) اخ کا شنیہ اخوین: اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔

مگر جب بڑھ جاتی ہے تو قابو سے باہر ہو جاتی ہے، اس لئے شروع ہی میں اس کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔

لیکن اگر کامیابی نہ ہو، ایک فریق اٹھٹھارہ تو بھی یکسو ہو کر نہیں بیٹھنا چاہئے، جس کی زیادتی ہو اس پر دھاڑ بھانا چاہئے، تاکہ وہ مجبور ہو کر زیادتی سے باز آئے، اور اللہ کے حکم کی طرف رجوع ہو کر صلح کے لئے تیار ہو جائے، اس وقت فریقین میں مساوات اور انصاف کے ساتھ صلح اور میل ملاپ کرادیں۔

فائدہ: چھوٹے نزاع قوم کے ذمہ دار بھی نمٹا سکتے ہیں، اور بڑے نزاع حکومت ہی نمٹا سکتی ہے، ایک ادارہ میں نظام کے سلسلہ میں نزاع ہوا، حکومت نے ادارہ میں تالا ڈال دیا، اور فریقین سے کہا: کورٹ میں جاؤ، کورٹ نے ایک ماہ میں ایک فریق کے حق میں فیصلہ دیدیا، اور نزاع ختم ہو گیا، لیکن اگر حکومت کی پالیسی لڑائی کے لئے ہو تو خدا حافظ!

آیات پاک: اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ باہم لڑیں تو ان کے درمیان ملاپ کرادو، پھر اگر ان میں سے ایک فریق دوسرے پر زیادتی کرے تو اُس سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، تاکہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، پھر اگر وہ لوٹ آئے تو دونوں میں برابری کے ساتھ ملاپ کرادو، اور انصاف کرو (عطف تفسیری ہے) بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں، مسلمان بھائی بھائی ہیں، پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرادو، اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر ہرمانی کی جائے — یعنی صلح میں یہ ملحوظ رہے کہ دو بھائیوں کی مصالحت ہے، کسی ایک کی طرف نہ جھک جاؤ، اصلاح ذات البین کی پوری کوشش کرو، اور کوشش کرنے وقت اللہ سے ڈرتے رہو، کسی کی بے جا طرف داری نہ کرو، نہ اتنا ہی جذبہ سے کام لو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ۚ بِئْسَ الْإِسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ ۚ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ٥

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	اے وہ لوگو جو	لَا يَسْخَرُ ^(۱)	نہ ٹھٹھا کرے	قَوْمٍ قَوْمٍ	دوسری قوم کا
آمَنُوا	ایمان لائے	قَوْمٌ	ایک قوم	عَسَىٰ ^(۲)	امید ہے

(۱) لایسخرو: مسخرو (س) منہ وہ مسخرو: مذاق کرنا، کھلی کرنا، ٹھٹھا کرنا (۲) عسی: افعال مقاربہ میں سے ہے، اور امید کے لئے ہے۔

اَنْ يَكُونُوا	کہ ہوں وہ	خَيْرًا مِّنْهُنَّ	بہتر ان سے	الْفُسُوقِ (۵)	گنہگاری کا
خَيْرًا مِّنْهُمْ	بہتر ان سے	وَلَا تَلْبِزُوا (۱)	اور نہ عیب نکالو	بَعْدَ الْاِيْمَانِ	ایمان کے بعد
وَلَا يَسَاءُ	اور نہ عورتیں	اَنْفُسَكُمْ (۲)	اپنے لوگوں میں	وَمِنْ	اور جس نے
مِنْ رِّسَالَةٍ	عورتوں سے	وَلَا تَتَّبِعُوا (۳)	اور نہ چڑاؤ	لَمْ يَتَّبِعْ	تو نہیں کی
عَلَى	امید ہے	بِالْاِنْقَابِ	(برے) القبوں سے	فَاُولَٰئِكَ هُمُ	پس وہی
اَنْ يَكُنْ	کہ ہوں وہ	يَتَّبِعُوا الْاَسْمَ (۴)	برے لفظ	الظَّالِمُونَ	ظالم ہیں

فساد کے تین اسباب: مذاق کرنا، عیب نکالنا اور برے القاب سے پکارنا

چھوٹی باتوں سے بڑے ٹھکڑے کھڑے ہوتے ہیں، اس لئے دو فریقوں میں لڑائی کے احکام کے بعد چھ ایسی باتوں کی ممانعت فرماتے ہیں جو محاشرہ کو بگاڑتی ہیں، اس آیت میں تین باتوں کی ممانعت ہے، اگلی آیت میں دوسری تین باتوں کی ممانعت آئے گی۔ یہ باطنی بادی انگہر میں معمولی ہیں، مگر حقیقت میں سنگین ہیں، پس ان سے کفلی احتساب چاہئے:

۱- مذاق کرنا: — ٹھٹھا خول اور طبعی مذاق بری بات ہے، کسی کی تحقیر و توہین کے لئے اس کے کسی عیب کو اس طرح ذکر کرنا کہ لوگ ہنس پڑیں تسخر کہلاتا ہے، اور تسخر جیسے زبان سے ہوتا ہے نقل اتارنے سے اور اشارہ کرنے سے بھی ہوتا ہے، اور مزاح خوش طبعی اور دل لگی کا نام ہے، وہ اچھی چیز ہے، اس سے دل خوش ہوتا ہے۔

اور مردوں کو جو حکم دیا جاتا ہے اس میں عورتیں بھی شامل ہوتی ہیں، مگر ابہتمام کے لئے یا اس لئے کہ عورتوں میں یہ عیب زیادہ پایا جاتا ہے: ان کو الگ مخاطب بنایا ہے، اور ممانعت کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ مذاق کرنے والوں سے وہ لوگ بہتر ہو سکتے ہیں جن کا مذاق اڑایا جا رہا ہے، بلکہ عسی (امید ہے) میں افضلیت میں ان کا پلہ بھاری دکھایا ہے، پھر ان کی ہنسی اڑانے کا کیا جواز ہے؟

۲- اپنے لوگوں کا عیب نکالنا: — لوگوں کو اپنے عیوب نظر نہیں آتے، دوسروں کے عیوب پر نظر پڑتی ہے،

(۱) لَمَزَةٌ (ض) لَمَزًا: کسی میں عیب نکالنا، برائی کرنا، طعنہ دینا (۲) اَنْفُسَكُمْ: سے اپنے لوگ مراد ہیں: عبادة عن بعض آخرین من جنس المعاطبین (روح) (۳) لا تلبزوا: فعل نہی، باب تفاعل، ایک تاء محذوف، تنابوز: ایک دوسرے کو برے القاب یا برے ناموں سے پکارنا، گالی گفتار بھی اس کا فرد ہے، جیسے اُلْتَبَزَ، او یہودی (۴) الاسم: لفظ، اس میں دونوں الف وصلی ہیں، طاکر پڑھتے وقت دونوں گرجائیں گے، اور لام ساکن رہ جائے گا، اور ساکن کو حرکت دینی ہوتی ہے تو کسرہ دیتے ہیں، پس لام کو کسرہ دے کر پڑھیں گے قرآن کریم میں یہی ایک لفظ ایسا ہے، اور عربی میں ایسے الفاظ بہت ہیں، جیسے الاستقامۃ: اس کے دونوں الف وصلی ہیں، پس کہیں گے: نَعَمَتِ الاستقامۃ (۵) الفسوق اور الفسق: ہم معنی ہیں۔

حالانکہ اپنے عیوب پر نظر رہنی چاہئے، ان کی اصلاح کی فکر کرنی چاہئے، بہادر شاہ ظفر کہتے ہیں:

نہجی حال کی جب ہمیں اپنی خبر، مہمہ دیکھتے تو لوگوں کے عیب و ہنر ❁ پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر تو جہاں میں کوئی براندہ رہا اور ﴿اَنْفُسُكُمْ﴾ کے اپنے لوگ مراد ہیں، جیسے: ﴿لَا تَقْتُلُوا اَنْفُسُكُمْ﴾ میں، کیونکہ مسلمان بھائی کا عیب نکالنا اور قتل کرنا: اپنا عیب نکالنا اور قتل کرنا ہے، کیونکہ مسلمان سب بھائی ہیں، پس بھائی کا قتل اپنا قتل ہے۔

۳۔ برے القاب سے پکارنا: — لوگ ایک دوسرے کو برے القاب سے پکارتے ہیں، جیسے عقل کا دشمن، لولا، بنگڑا، اندھا، کا نا وغیرہ، اور یہ لے (حس) بڑھتی ہے تو گالی گفتار کی نوبت آ جاتی ہے، اور قوموں اور زمانوں کے اختلاف سے گالیاں مختلف ہوتی ہیں، عربی کی گالیاں یہ ہیں: احمق، یہودی، فاسق، کافر، غیبت وغیرہ، کسی مسلمان کو ایسی گالیاں دینا آخری درجہ کا کمینہ پن ہے، اور کوئی گالی تو قتل تک پہنچا دیتی ہے، اور حدیث میں ہے کہ اگر کوئی کسی پر لعنت بھیجتا ہے، اور وہ اس کا مستحق نہیں ہوتا تو وہ لعنت بھیجنے والے کی طرف لوٹ آتی ہے، پس کسی مسلمان کو کافر کہہ کر پکارا اور وہ کافر نہیں تو یہ بات پکارنے والے کی طرف لوٹ آئے گی، اور وہ سخت گنہگار ہوگا، پھر اگر تو بہ نہیں کرے گا تو وہی ظالم ہوگا۔

آیتِ پاک: — اے ایمان والو! ایک قوم دوسری قوم کا مذاق نہ کرے — افراد کا بھی یہی حکم ہے، اور قوم کی تخصیص اس لئے کی ہے کہ پہلے دو فریقوں میں لڑائی کا ذکر آیا ہے — کیا عجب ہے کہ وہ — جن کی ہنسی اڑائی جارہی ہے — اُن سے — ہنسی اڑانے والوں سے — بہتر ہوں، اور نہ عورتیں، عورتوں کا مذاق کریں، کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور اپنے لوگوں کا عیب مت نکالو، اور ایک دوسرے کو بُرے القاب سے مت پکارو — یہ ہلکے بُرے القاب کا حکم ہے — ایمان کے بعد گنہگاری کا لفظ بہت برا ہے! — یہ گالی گفتار والے الفاظ کا ذکر ہے — اور جنہوں نے تو بہ نہیں کی تو وہی ظلم پیش ہیں!

خلاصہ: ایک جماعت دوسری جماعت کے ساتھ نہ مسخر اپن کرے، نہ ایک دوسرے پر آوازے کسے جائیں، نہ کھوج لگا کر عیب نکالے جائیں اور نہ برے ناموں اور برے القاب سے فریق مقابل کو یاد کیا جائے، نہ گالم گلوچ کیا جائے، کیونکہ ان باتوں سے دشمنی اور نفرت میں ترقی ہوتی ہے، اور فتنہ و فساد کی آگ بھڑکتی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبَ بَعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ

مَبِيتًا فَكَرَهُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ۝

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	اے وہ لوگو جو ایمان لائے	وَلَا تَجَسَّسُوا (۲)	اور سراغ مت لگاؤ تم	لَحْمَ آخِيَتِهِ	اپنے بھائی کا گوشت
أَمْنُوا	ایمان لائے	وَلَا يَغْتَابَ	اور غیبت نہ کرے	مَبِيتًا (۳)	مردہ
اجْتَنِبُوا	بچو تم	بَعْضُكُم	تمہارا بعض	فَكَرَهُمُوهُ	پس تم گن کرتے ہو اس سے
كَثِيرًا	بہت سی	بَعْضًا	بعض کی	وَاتَّقُوا اللَّهَ	اور ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے
وَمِنَ الظُّنِّ (۱)	بدگمانیوں سے	أَيُّوْبَ	کیا پند کرتا ہے	إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ
إِنَّ بَعْضَ	بے شک بعض	أَحَدِكُمْ	تمہارا ایک	تَوَّابٌ	بڑا جوہ فرطنے والے
الظُّنِّ لَاشْمٌ	بدگمانیاں گناہ ہیں	أَنْ يَأْكُلَ	کہ کھائے وہ	رَّحِيمٌ	بلے رحم فرمانے والے ہیں

فساد کے دیگر تین اسباب: بدگمانی کرنا، سراغ لگانا اور غیبت کرنا

اختلاف کو بڑھاوا دینے میں دیگر تین برائیاں کا بھی بڑا دخل ہے:

۱۔ بدگمانی کرنا: — اختلاف کی صورت میں ایک فریق دوسرے فریق سے ایسا بدگمان ہو جاتا ہے کہ بحسن ظن کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی، مخالف کی ہر بات کو اپنے خلاف باور کر لیا جاتا ہے، اس کی بات میں ہزار احتمال بھلائی کے ہوں اور ایک احتمال برائی کا ہو تو اسی کو لے بیٹھتے ہیں، بلکہ اس برے اور کمزور پہلو کو لے کر اس پر حاشیہ آرائی شروع کر دیتے ہیں، جو فساد کا بڑا سبب بن جاتا ہے۔

سوال: ”بہت سی بدگمانیوں سے بچو“ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ بدگمانیاں جائز ہیں: وہ کوئی بدگمانیاں ہیں؟
 اور ”بعض بدگمانیاں گناہ ہیں“ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض بدگمانیاں گناہ نہیں یا کبیرہ گناہ نہیں، نیچے کے درجہ کی ممنوع بدگمانیاں ہیں: وہ کوئی بدگمانیاں ہیں؟

جواب: اگر بدگمانی کا تعلق صرف گمان کرنے والے کے ساتھ ہو، دوسرے شخص کے ساتھ اس کا تحقیقی تعلق نہ ہو (اگرچہ تقدیری تعلق ہو) تو وہ بدگمانی جائز ہے، حدیث میں ہے: **إِنَّ مِنَ الْحَزْمِ مَوءُ الظَّنِّ** احتیاط بدگمانی میں ہے، دوسری حدیث میں ہے: **أَخَاكَ الْبُكُورَى فَلَا تَأْمَنَّهُ** اپنے بھری بھائی پر بھروسہ مت کر، جیسے رات کو مسافر بیدار رہا، تاکہ (۱) **الظَّنِّ** میں الف لام عہدی ہے، بدگمانی مراد ہے، مطلق گمان ممنوع نہیں، ظن غالب سے تو بہت سے فیصلے کئے جاتے ہیں (۲) **وَلَا تَجَسَّسُوا** باب تفتیل، کھود کر پیکرنا، سراغ لگانا، بٹوہ میں رہنا (۳) **مَبِيتًا**: آخ کا حال ہے۔

کوئی سامان نہ اٹھا جائے، شیخ سعدی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

نگہ دارد آن شوخ در کیسہ دُر ● کہ بیند ہمہ خلق را کیسہ بُر
 ۱۱ چالاک بٹوے میں موتی محفوظ رکھتا ہے جو سبھی لوگوں کو تھیلی چور سمجھتا ہے۔

اور اگر بدگمانی کا کسی کے ساتھ تحقیقی تعلق ہے، تو پھر دوسورتیں ہیں: جس کے بارے میں بدگمانی ہے وہ بدگمانی کا مکمل ہے یا نہیں؟ اگر وہ بدگمانی کا مکمل نہیں ہے تو بدگمانی بڑا گناہ ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کے بارے میں گمان رکھنا کہ وہ محروہ گیر کرے، چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی پکڑ کر یں گے، کوئی گناہ نہیں بخشیں گے، جبکہ حدیث میں ہے: لَا يَمُوتُنَّ أَحَدُكُمْ إِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللَّهِ: ہرگز تم میں سے کسی کی موت نہ آئے، مگر اس حال میں کہ وہ اللہ کے ساتھ اچھا گمان رکھتا ہو، یا جیسے صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بدگمانی کرنا قطعاً ناجائز ہے، وہ بدگمانی کا مکمل ہی نہیں، ارشاد پاک ہے: ﴿لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا﴾: جب تم لوگوں نے یہ بات سنی تو مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنے لوگوں کے بارے میں کیوں اچھا گمان نہ کیا، اور کیوں نہ کہا کہ یہ صریح بہتان ہے!

اور اگر وہ درجہ احتمال میں بدگمانی کا مکمل ہو، مگر کوئی دلیل نہ ہو تو بدگمانی کرنا درمیانی درجہ کا گناہ ہے، جیسے نیک چلن آدمی کے بارے میں بدچلنی کا گمان کرنا: گناہ ہے، اگرچہ بدچلنی کا احتمال ہے، کہنے والوں نے کہا ہے: ظَنُّوا بِالْمُؤْمِنِينَ خَيْرًا: نیک مسلمانوں کے بارے میں اچھا گمان رکھو! اسی صورت کے بارے میں حدیث میں ہے: لِيَاكُمْ وَالظَّنَّ! فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ: بدگمانی سے بچو! کیونکہ بدگمانی جھوٹی بات ہے!

فائدہ: مطلق گمان کرنا ممنوع نہیں، ظن غالب پر تو بہت سے مسائل میں عمل کیا جاتا ہے: (۱) قاضی جو گواہیوں پر فیصلہ کرتا ہے تو وہ گواہوں کے صدق کے ظن غالب پر فیصلہ کرتا ہے، فی نفسہ تو کذب کا احتمال ہے (۲) سمت قبلہ معلوم نہ ہو تو تحری کر کے ظن غالب پر عمل کیا جاتا ہے (۳) رکعتوں کی تعداد میں شک ہو جائے، اور نمازی ذی رائے ہو تو تحری کر کے ظن غالب پر عمل کرتا ہے۔

۲۔ سراغ لگانا: — یعنی کسی کا عیب یا بھید تلاش کرنا، حدیث میں ہے: ”کسی کے عیوب کی جستجو مت کرو، جو شخص مسلمانوں کے عیوب تلاش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے عیوب تلاش کریں گے، اور اللہ تعالیٰ جس کے عیوب تلاش کریں گے، اس کو اس کے گھر کے اندر سوا کر دیں گے“ — اور بیان القرآن میں ہے:

”چھپ کر کسی کی باتیں سننا یا اپنے کو سوتا ہوا بنا کر باتیں سننا بھی تجسس میں داخل ہے، البتہ اگر کسی سے معصرت پہنچنے کا احتمال ہو، اور اپنی یاد دوسرے کسی مسلمان کی حفاظت کی غرض سے معصرت پہنچانے والے کی خفیہ تدبیروں اور ارادوں کا تجسس

کرے تو جائز ہے“ (معارف القرآن)

دو لفظوں میں فرق: ایک لفظ تحس (حاء مہملہ) کے ساتھ ہے، اس کے معنی ہیں: سراغ لگانا، ٹوہ میں رہنا۔ دوسرا لفظ ہے تجسس (جیم کے ساتھ) اس کے بھی یہی معنی ہیں، اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ تجسس میں دور سے پتہ چلایا جاتا ہے، جیسے: ﴿وَإِنْهُمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْ يُّوسُفَ وَأَخِيهِ﴾: چاؤ یوسف اور اس کے بھائی کا سراغ لگاؤ، ظاہر ہے بادشاہ کے قریب جا کر پتہ نہیں لگا سکتے، دور سے پتہ لگائیں گے، اور تجسس میں قریب سے پتہ لگایا جاتا ہے، جس کے معنی ہیں: ٹٹولنا، اور دونوں ممنوع ہیں۔

۳۔ غیبت کرنا: — یعنی کسی کی غیر موجودگی میں اس کے متعلق کوئی ایسی بات کہنا کہ جس کو وہ سنتا تو اس کو ایذا ہوتی، اگرچہ وہ سچی بات ہی ہو، کیونکہ غلط الزام لگائے تو وہ تہمت ہے، جو غیبت سے بھی بڑا گناہ ہے، اور اگر کسی کے منہ پر تکلیف دہ بات کہے تو وہ لَعْن (طعن و بنا) ہے، اور اس کی حرمت ابھی بیان ہوئی۔

پھر غیبت کی تعلیل (بھاری گناہ ہونا بیان کرنے) کے لئے اس کو تشبیہ دی ہے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے، جس سے ہر کوئی گھن کرتا ہے، کوئی اس کو کھانے کے لئے تیار نہیں ہوتا، پھر اس کی غیبت کیوں کرتا ہے — اور مردہ بھائی کے گوشت کے ساتھ تشبیہ اس لئے دی ہے کہ زندہ بھائی کا گوشت اول تو کوئی کھا نہیں سکتا، اور کھانے کی کوشش کرے تو وہ مدافعت کرے گا، اور لاش کو کھائے تو کون مدافعت کرے گا؟ اسی طرح دوسرے کی عدم موجودگی میں غیبت کرے تو وہ کیا مدافعت کرے گا؟ ہمت ہو تو سامنے برائی کر کے دکھائے! اس صورت میں منہ کی کھائے گا!

اور حضرت تھانوی قدس سرہ نے لکھا ہے کہ محقق یہ ہے کہ غیبت گناہ کبیرہ ہے، البتہ جس سے بہت کم تاؤ ڈی ہو وہ صغیرہ ہو سکتا ہے، اور بلا اضطراب غیبت سننا مثل غیبت کرنے کے ممنوع ہے۔

غیبت کا جواز: اور علماء نے بیان کیا ہے کہ چھ صورتوں میں غیبت جائز ہے۔ پہلی صورت: مظلوم کے لئے جائز ہے کہ بادشاہ، قاضی یا ایسے شخص سے ظلم کا شکوہ کرے جس سے فریادری کی امید ہو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”اللہ تعالیٰ بری بات زبان پر لانے کو پسند نہیں کرتے مگر مظلوم مستثنیٰ ہے“ (النساء آیت ۱۲۸) یعنی مظلوم اگر ظالم کے خلاف حرفِ شکایت زبان پر لائے تو جائز ہے۔

دوسری صورت: کسی امر مگر میں تہدیلی اور نافرمان کو راہ راست پر لانے کے لئے کسی سے مدد طلب کرنے کے لئے برائی کرے تو جائز ہے۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو عبد اللہ بن ابی منافق کی وہ دو باتیں پہنچائی تھیں جو سورۃ المنافقین آیات ۸۷ میں مذکور ہیں (متفق علیہ، ریاض الصالحین حدیث ۱۵۳۲) اور حضرت ابن مسعود

رضی اللہ عنہ نے حنین کی غنیمت کی تقسیم میں انصار کی بات رسول اللہ ﷺ کو پہنچائی تھی (بخاری حدیث ۳۱۵۰) تیسری صورت: فتویٰ حاصل کرنے کے لئے کسی کی غیبت کرنی پڑے تو جائز ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت ہندہؓ نے نبی ﷺ سے عرض کیا: ابوسفیان بخیل آدمی ہیں، مجھے اتنا خرچ نہیں دیتے جو میرے اور میری اولاد کے لئے کافی ہو! آخر وہ (متفق علیہ، ریاض الصالحین حدیث ۱۵۳۳)

چوتھی صورت: مسلمانوں کو شر سے بچانے کے لئے کسی کی برائی کرنی پڑے تو جائز ہے، جیسے ایک شخص نے نبی ﷺ کے پاس حاضری کی اجازت چاہی، آپؐ نے فرمایا: آنے دو، قبیلہ کا برا آدمی ہے (متفق علیہ، ریاض الصالحین حدیث ۱۵۲۹) اور جیسے ضعیف راویوں پر جرح کرنا اور جیسے نبی ﷺ کا یہ ارشاد: ”معاویہ تو نکال ہیں، ان کے پاس کچھ نہیں، اور ابوالجہم کندھے سے لٹکھی نہیں اتارتے“ (متفق علیہ، ریاض الصالحین حدیث ۱۵۳۱)

پانچویں صورت: جو شخص کھلے عام فسق و فجور میں مبتلا ہو، لوگوں کو اس سے متغیر کرنے کے لئے اس کی برائی کرنا جائز ہے، جیسے نبی ﷺ نے دو منافقوں کے بارے میں فرمایا: ”میں نہیں خیال کرتا کہ فلاں اور فلاں ہمارے دین سے کچھ بھی جانتے ہوں؟“ (متفق علیہ، ریاض الصالحین حدیث ۱۵۳۰)

چھٹی صورت: کسی کا کوئی ایسا لقب ہو جس میں برائی ہو تو پہچان کے لئے اس کا تذکرہ جائز ہے، جیسے اعمش (چندھیا) اور اعرج (لنگڑا) وغیرہ (رحمۃ اللہ: ۵۷۸)

آیت پاک: — اے ایمان والو! بہت سی بدگمانیوں سے بچو، بے شک بعض بدگمانیاں گناہ ہیں، اور سراغ مت لگاؤ، اور کوئی کسی کی غیبت نہ کرے، کیا تم میں سے کسی کو یہ بات پسند ہے کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ اس سے تو تم گنہ کرتے ہو، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ تعالیٰ بڑے توبہ قبول کرنے والے، بڑے رحم فرمانے والے ہیں — یعنی ان نصیحتوں پر کاربند وہی ہوگا جس کے دل میں خدا کا ڈر ہو، یہ نہیں تو کچھ نہیں! چاہئے کہ ایمان و اسلام کا دعویٰ رکھنے والے واقعی طور پر اس خداوند قہار کے غضب سے ڈریں، اور ایسی ناشائستہ حرکتوں کے قریب نہ جائیں، اگر پہلے کچھ غلطیاں اور کمزوریاں سرزد ہوئی ہیں، اللہ کے سامنے صدق دل سے توبہ کریں، وہ اپنی مہربانی سے معاف فرمادے گا (فوائد)

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ٥

يَا أَيُّهَا النَّاسُ	اے لوگو	إِنَّا	بے شک ہم نے	خَلَقْنَكُمْ	تم کو پیدا کیا ہے
-----------------------	---------	--------	-------------	--------------	-------------------

قَمْنٌ ذَّكِرَ	مردے	لِتَعَارَفُوا	تاکہ ایک دوسرے کو	أَتَشْكُم	تم میں زیادہ پرہیزگارے
وَأُنْثَى	اور عورت سے	إِنَّ	بچانو	إِنَّ	بے شک
وَجَعَلْنَكُمْ	اور بنایا ہم نے تم کو	إِنَّ	بے شک	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
شُعُوبًا ^(۱)	برادریاں	أَكْرَمَكُمْ	تم میں زیادہ عزت والا	عَلَيْكُمْ	ہر چیز جاننے والے
وَقَبَائِلَ	اور خاندان	عِنْدَ اللَّهِ	اللہ کے نزدیک	حَسْبُكُمْ	پوری طرح باخبر ہیں

ذات پات پر فخر کرنا بگاڑ کا بڑا سبب ہے

سورت کا موضوع ہے: معاشرہ کو کیسے سنوارا جائے؟ چھ مذکورہ خرابیاں جو معاشرہ کو بگاڑتی ہیں: ان کے اسباب بیان فرماتے ہیں، پہلا سبب ہے: ذات پات پر فخر کرنا، آدمی خود کو بڑا اور دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے، اس لئے کہ وہ حقیر ذات اور گھٹیا خاندان سے تعلق رکھتا ہے، جبکہ ذات پات پر فخر کرنا جاہلی بات ہے، نسب کی حقیقت یہ ہے کہ سارے انسان ایک مرد اور ایک عورت کی اولاد ہیں، سید، شیخ، مغل، بھٹان، صدیقی، فاروقی، عثمانی اور انصاری وغیرہ: سب کا سلسلہ آدم و حوا علیہما السلام پر مشتمل ہوتا ہے اور ذاتیں اور خاندان محض تشارف و شناخت کے لئے ہیں، لوگوں نے ان کو بڑائی اور شرافت کا معیار بنالیا ہے، جبکہ فضیلت کی بنیاد تقویٰ و طہارت ہے، اور متقی آدمی دوسروں کو کبھی حقیر نہیں سمجھتا، اور اس سبب کا سبب ایمان کی کمزوری ہے، نام کا ایمان کبھی ثمر بار نہیں ہوتا، اس لئے اصل بحث اس پر ہونی چاہئے کہ لوگوں کا ایمان پختہ ہو، پس سب خرابیاں خود بخود کا فورا ہو جائیں گی۔

آیت کریمہ: — اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد و زن سے پیدا کیا ہے، اور ہم نے تمہاری برادریاں اور خاندان بنائے، تاکہ باہمی شناخت ہو، بے شک اللہ کے نزدیک تم میں بڑا معزز وہ ہے جو تم میں بڑا پرہیزگار ہے، بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے بڑے باخبر ہیں — یعنی تقویٰ کا اصل محل دل ہے، اور اللہ ہی کو خبر ہے کہ کون کس درجہ کا متقی ہے؟ اس سلسلہ میں خوفِ ربی میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے۔

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ وَلَئِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَكُنْكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ

(۱) الشعب: برادری، لوگوں کا بڑا گروہ جو ایک باپ کی طرف منسوب ہو، یہ قبیلہ (خاندان) سے زیادہ وسیع ہوتا ہے، اس کو ذات اور قوم بھی کہتے ہیں۔

شَيْئًا ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ
ثُمَّ لَمْ يَزَيِّتَابُوا وَجْهَهُدَا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ
هُمُ الصَّادِقُونَ ۝ قُلْ أَتَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَدِينُكُمْ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ
وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ يُمَتُّونَ عَلَيْكَ ۚ أَنْ أَسْكُمُوا
قُلْ لَا تَمْنُوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ
إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ
بَصِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝

۱۴

قَالَتِ الْأَعْرَابُ ^(۱)	کہا بدوں نے	وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ	اور اگر کہا مانو گے تم اللہ کا اور ان کے رسول کا	الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا	ایمان لانے والے (وہ ہیں) جو ایمان لانے ہیں
قُلْ	کہو	لَا يَلِيكُمُ ^(۲)	نہیں حق مارے گا تمہارا	بِاللَّهِ	اللہ پر
لَمْ تُؤْمِنُوا	ایمان نہیں لائے تم	وَمَنْ أَعْمَلَ	تمہارے کاموں سے	ثُمَّ ^(۳)	اور اس کے رسول پر پھر
وَلَكِنْ قُولُوا	لیکن کہو	شَيْئًا	کچھ بھی	لَمْ يَزَيِّتَابُوا ^(۴)	نہیں شک کیا انہوں نے
أَسْكُمْنَا	تالغ دار ہوئے ہم	إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	وَجْهَهُدَا	اور لڑے وہ
وَلَكِنَّا	اور اب تک نہیں	غَفُورٌ	بڑے بخشنے والے	بِأَمْوَالِهِمْ	اپنے مالوں سے
يَدْخُلِ	داخل ہوا ہے	رَحِيمٌ	بڑے رحم والے ہیں	وَأَنْفُسِهِمْ	اور اپنی جانوں سے
الْإِيمَانُ	ایمان	إِنَّمَا	اس کے سوا نہیں کہ	فِي سَبِيلِ اللَّهِ	اللہ کے راستہ میں
فِي قُلُوبِكُمْ	تمہارے دلوں میں				

(۱) الأعراب: اعرابی کی جمع: یہ وہ جو پارشوں اور سبزہ والے مقامات میں سکونت پذیر ہوتے ہیں (۲) لا یلیکم: مضارع
خفی، واحد کرعاب، کم: مفعول کی ضمیر، اَلَّتْ یَا لَتِ (ض) اَلَّتَا الشَّیْءَ: کم کرنا، حَقَّقَ: حق مارنا۔ (۳) اَزَّابَ فِیْہِ وہ:
شک وشبہ کرنا۔

اُولٰٓئِكَ هُمُ الصُّدُوْقُونَ قُلْ اَتَعْلَمُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ يَدْلِيْكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ	یہی وہ بچے ہیں کہو کیا بتلاتے ہو تم اللہ کو اپنا دین اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو	عَلَيْكُمْ يَسْتَوُونَ ^(۱) عَلَيْكُمْ اَنْ اَسْأَلَكُمْ قُلْ لَا تَمْنُوا عَلَيَّ اِسْأَلُوا مَنِّيْ بِئَلٰهِيْ يَسْتَوِ عَلَيْكُمْ اَنْ هٰذِكُمْ	خوب جاننے والے ہیں احسان رکھتے ہیں وہ آپ پر کہ مسلمان ہوئے ہیں وہ کہو مت احسان جتلاؤ تم مجھ پر اپنے اسلام کا بلکہ اللہ تعالیٰ احسان رکھتے ہیں تم پر کہ راہ دکھائی تم کو	لَا يُؤْمِنَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ لَا اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبِ ^(۲) السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ يٰۤمَنَّا تَعْمَلُوْنَ	ایمان کی اگر ہو تم بچے بے شک اللہ تعالیٰ جانتے ہیں چھپی چیزیں آسمانوں اور زمین کی اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھ رہے ہیں ان کو جو تم کرتے ہو
--	---	---	--	--	---

ایمان کی کمزوری بھی بگاڑ کا ایک سبب ہے

نام کے ایمان اور کام کے ایمان میں بڑا فرق ہے، جن کے دلوں میں ایمان راسخ نہیں، صرف زبان پر ایمان ہے، ان سے کیا توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ احکام اسلام کی پیروی کریں گے، ایمان و یقین جب پوری طرح دل میں راسخ ہو جاتے ہیں تو غیبت، طعنہ زنی اور عیب جوئی وغیرہ برائیاں خود بخود ختم ہو جاتی ہیں، جو شخص لوگوں کی دل آزاری کرتا ہے سمجھو کہ ایمان نے اس کے دل میں جگہ نہیں پکڑی، حدیث میں ہے: ”اے وہ لوگو جو اپنی زبان سے ایمان لائے ہو، اور اب تک وہ تمہارے دلوں میں نہیں اترا: مسلمانوں کی غیبت مت کرو، اور ان کے عیوب تلاش مت کرو“ آج جو مسلمانوں کے معاشرہ میں بگاڑ نظر آ رہا ہے اس کا سبب ان کے ایمان کی کمزوری ہے، زبان سے تو ہر شخص ایمان کا دعویٰ کرتا ہے مگر اس کے آثار کہاں؟ جس کو پورا یقین حاصل ہو وہ تو ایسے کھوکھلے دعوے کرنے سے ڈرتا اور شرماتا ہے۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ یہ آیات ایک واقعہ میں نازل ہوئی ہیں، قبیلہ بنی اسد کے کچھ لوگ مدینہ آئے، سخت قحط کا (۱) مَن (ن) علیہ بکذا مَنّا: احسان جتلا نا، کوئی انعام کر کے منہ پر مارنا (۲) غیب: وہ جو اس سے معلوم نہیں کیا جاسکتا، یہ غیب انسانوں کے تعلق سے ہے، اللہ کے لئے کوئی چیز غیب نہیں۔

زمانہ تھا، وہ لوگ دل سے تو مؤمن تھے نہیں، محض صدقات حاصل کرنے کے لئے انھوں نے اپنے اسلام کا اظہار کیا، چونکہ حقیقت میں مؤمن نہیں تھے، صرف ظاہر داری تھی، اس لئے اسلامی احکام و آداب سے بھی ناواقف تھے، انھوں نے مدینہ کی گلیاں غلاط سے بھر دیں، اور انھوں نے نبی ﷺ پر احسان بھی رکھا کہ اور لوگ عرصہ تک آپ سے برسرِ پکار رہے، اور ہم خود حاضر ہو کر اپنے اسلام کا اعلان کر رہے ہیں، اس لئے ہماری قدر ہونی چاہئے، اس پر یہ آیات پاک نازل ہوئیں۔

﴿كَأَلَيْتَ الْأَعْرَابُ أَمْتًا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ ۖ وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِفَكُمْ مِنْ أَعْيُنِكُمْ شَيْئًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عَفُورٌ الرَّحِيمُ ۝﴾
ترجمہ: اور گوارہ کہتے ہیں: ہم ایمان لائے، آپ کہیں: تم ایمان نہیں لائے، لیکن کہو: ہم مطیع ہو گئے، اور اب تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا — ایمان تصدیق قلبی (دل سے مان لینے) کا نام ہے، اور اسلام ظاہری اطاعت کا — اور اگر تم اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا مانو گے — یعنی سچے دل سے مسلمان ہوؤ گے — تو وہ تمہارے اعمال کا ذرا بھی حق نہیں ماریں گے — یعنی پورا بدلہ دیں گے — بے شک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے، بڑے رحم فرمانے والے ہیں۔

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۝﴾

ترجمہ: ایمان والے تو بس وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں، پھر وہ شک و شبہ میں مبتلا نہیں ہوئے، اور وہ راہِ خدا میں اپنے مالوں اور جانوں سے لڑتے ہیں، یہی لوگ (ایمان میں) سچے ہیں — یعنی سچے مؤمن کی شان یہ ہوتی ہے کہ اللہ و رسول پر پختہ اعتقاد رکھتا ہو، اور ان کی راہ میں ہر طرح جان و مال سے حاضر رہے (فوائد)

﴿قُلْ أَتَعْلَمُونَهُ اللَّهُ يَدِينُكُمْ ۖ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝﴾

ترجمہ: آپ کہیں: کیا تم اللہ کو اپنے دین کی خبر دیتے ہو، حالانکہ اللہ کو سب آسمانوں اور سب زمین کی چیزوں کی خبر ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والے ہیں — یعنی اگر واقعی سچا دین اور پورا یقین تم کو حاصل ہے تو کہنے سے کیا ہوگا؟ جس سے معاملہ ہے وہ آپ خبردار ہے (فوائد)

﴿يُؤْمِنُونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمْنَا ۚ قُلْ لَا تَمُنُوا عَلَيَّ لَسْلَامًا مَكَّمْ بَلِ اللَّهُ يُمُنُ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ

لَا يُؤْمِنُ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ ۝ ﴿۱۰﴾

ترجمہ: وہ لوگ اپنے مسلمان ہونے کا آپؐ پر احسان رکھتے ہیں — کہتے ہیں: ہم لڑے بھڑے بغیر مسلمان ہو گئے ہیں — آپؐ کہیں: مجھ پر اپنے مسلمان ہونے کا احسان مت رکھو، بلکہ اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان ہے کہ تمہیں ایمان کی راہ دکھائی، اگر تم (دعوتِ ایمان میں) سچے ہو! — یعنی آدمی نیکی کرے تو اس کا کیا کمال ہے؟ اللہ کے لئے تعریف ہے جس نے وہ نیکی کروائی!

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَغْلِبُ غَيْبَ السَّمَوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَاللّٰهُ بِصِبْغٍ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝﴾

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ جانتے ہیں آسمانوں اور زمین کی مخفی چیزیں، اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھ رہے ہیں اُن کاموں کو جو تم کر رہے ہو — یعنی وہ تمہارے دلوں کے بھید جانتے ہیں، ان کے سامنے باتیں مت بناؤ!

آگے سے ربط: حتم والی سورتوں میں اسلام کے بنیادی عقائد کا بیان تھا، ان کے بعد تین سورتوں میں ضمنی مضامین بیان ہوئے ہیں، یہ سلسلہ یہاں پورا ہو گیا۔ آگے سورۃ ق میں سابق مضمون کی طرف لوٹیں گے، اور ان بنیادی عقائد کا بیان شروع ہوگا، یہ جلد اسی سورت کی تفسیر پر مکمل ہوتی ہے، اگلی آخری جلد ان شاء اللہ سورۃ ق کی تفسیر سے شروع ہوگی۔

بفضلہ تعالیٰ بروز بدھ ۸ جمادی الاولیٰ سن ۱۴۳۷ھ مطابق ۷ مارچ ۲۰۱۶ء کو

سورۃ الحجرات کی تفسیر مکمل ہوئی ﴿

